Posted On Kitab Nagri



السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ آپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، ارٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو

ابھی ای میل کریں۔

samiyach02@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Fb/Page/Social Media Writers .Official

Fb/Pg/Kitab Nagri

samiyach02@gmail.com

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

آب حیات

عمیرہ احمد

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس نے دور سے سالار کو اپنی طرف آتے دیکھا۔اس کے ہاتھ میں سوفٹ ڈرنک کا ایک گلاس تھا
--

تم یہاں کیوں آکر بیٹھ گئی ؟ امامہ کے قریب آتے ہوئے اس نے دور سے کہا۔

ایسے ہی۔۔۔شال لینے آئی تھی۔۔۔پھر یہی بیٹھ گئی۔۔وہ مسکرائی۔اس کے قریب بیٹھتے ہوئے سالار نے سوفٹ ڈرنک کا گلاس اپنی ٹانگوں کے کے درمیاں نچلی سیڑھی پر رکھ دیا۔امامہ لکڑی کے ستوں سے ٹیک لگائے ایک گھٹنے پر کھانے کی پلیٹ ٹکائے کھاتے ہوئے دور لان میں ایک کینوپی کے نیچے اسٹیج پر بیٹھے گلوکار کو دیکھ رہی تھی ، جو نئی غزل شروع کرنے سے پہلے سازندوں کو

ہدایت دے رہا تھا۔سالار نے کانٹا اٹھا کر اس کی پلیٹ سے کباب کا ایک ٹکڑا اپنے منہ میں ڈالا۔وہ بھی اب گلوکار کی طرف متوجہ تھا جو اپنی نئ غزل شروع کر چکا تھا۔

ہاں۔اس نے مسکرا کر کہا وہ غزل سن رہی تھی۔

کسی کی آنکھ پرنم ہے ، محبت ہوگئ ہو گی

زبان پر قصہٗ غم ہے ، محبت ہوگئ ہو گی

وہ بھی غزل سننے لگا تھا۔

کبھی ہنسنا کبھی رونا، کبھی ہنس ہنس کر رو دینا

عجب دل کا یہ عالم ہے ، محبت ہوگئ ہو گی

اچھا گا رہا ہے۔۔امامہ نے ستائشی انداز میں کہا۔سالار نے کچھ کہنے کی بجائے سر ہلا دیا۔

خوشی کا حد سے بڑھ جانا بھی اب اک بے قراری ہے

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

نہ غم ہونا بھی اک غم ہے محبت ہوگئ ہو گی

سالار سوفٹ ڈرنک پیتے پیتے ہنس پڑا۔امامہ نے اس کا چہرا دیکھا۔وہ جیسے کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔

تمھیں کچھ دینا چاہ رہا تھا میں۔۔۔۔وہ جیکٹ کی جیب میں کچھ ڈھونڈ کر نکالنے کی کوشش کر رہا تھا

۔۔

میں بہت دنوں سے تمہیں کچھ دینا چاہ رہا تھا لیکن۔۔۔وہ بات کرتے کرتے رک گیا۔۔اس کے ہاتھ میں ایک ڈبیا تھی۔۔۔

امامہ کے چہرے پر بے حد مسکراہٹ آئی۔۔۔اچھا تو اسے خیال آگیا۔۔۔۔اس نے ڈبیا لیتے ہوئے سوچا اور اسے کھولا۔۔وہ ساکت رہ گئی۔۔۔اندر ایر رنگز تھے۔۔۔۔ان ایر رنگز سے ملتے جلتے جو وہ اکثر اپنے کانوں میں پہنے رہتی تھی اس نے نظریں اٹھا کر سالار کو دیکھا۔۔

میں جانتا ہوں یہ اتنے ویلیو ایبل نہیں ہوں گے جتنے تمھارے ابو کے ہیں لیکن مجھے اچھا لگے گا اگر تم کبھی کبھی انہیں بھی پہنو ان ایر رنگز کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔۔

تم نہیں پہنا چاہتی تو بھی ٹھیک ہے میں ریپلیس کرنے کے لئے نہیں دے رہا ہوں۔۔سالار نے اس کی آنکھوں میں ہوتی نمی دیکھ کر بے ساختہ کہا۔۔وہ نہیں جانتا تھا۔۔۔بہت ساری چیزیں پہلے ہی اپنی جگہ بدل چکی ہیں۔اور وہ اپنی جگہ بنا چکی ہیں۔۔۔اس کی خواہش اور ارادے کے نہ ہونے کے باوجود۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

کچھ کہنے کے بجائے امامہ نے اپنے دائیں کان میں لٹکا ہوا جھمکا اتارا۔۔۔

میں پہنا سکتا ہوں ؟؟ سالار نے ایک ایر رنگ نکالتے ہوئے پوچھا۔۔امامہ نے سر ہلا دیا۔۔سالار نے باری باری اس کے دونوں کانوں میں وہ ایر رنگ پہنا دیئے۔۔

وہ نم آنکھوں سے مسکرائی۔۔وہ بہت دیر تک کچھ کہے بغیر محبت سے اسے دیکھتا رہا۔

اچھی لگ رہی ہو۔۔وہ اس کے کانوں میں لٹکے ہوئے ہلکورے کھاتے موتی کو چھوتے ہوئے مدھم آواز میں بولا۔

تمھیں کوئی مجھ سے زیادہ محبت نہیں کر سکتا۔مجھ سے زیادہ خیال نہیں رکھ سکتا۔۔میرے پاس ایک واحد قیمتی چیز تم ہو۔۔

اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ اس سے کہہ رہا تھا۔۔۔وعدہ کر رہا تھا۔۔۔یاد دہانی کرا رہا تھا ۔۔۔یاں کچھ جتا رہا تھا۔۔۔وہ جھک کر اب اس کی گردن چوم رہا تھا ،،،

مجھے نوازا گیا ہے۔۔۔سیدھا ہوتے ہوئے اس سرشاری سے کہا۔۔۔

رومانس ہورہا ہے ؟؟؟ اپنے عقب میں آنے والی کامران کی آواز پر دونوں ٹھٹکے تھے۔۔۔وہ شائد شارٹ کٹ کی وجہ سے برآمدے کے اس دروازے سے نکلا تھا۔۔۔

کوشش کررہیں ہیں۔۔سالار نے پلٹے بغیر کہا۔۔

گڈ لک۔۔وہ کہتے ہوئے ان کے پاس سیڑھیاں اترتا ہوا انہیں دیکھے بغیر چلا گیا۔۔امامہ کی رکی ہوئی سانس بحال ہوئی ،، وہ جیھنپ گئی تھی سالار اور اس کی فیملی کم از کم ان معاملات میں بے حد آزاد خیال تھے۔۔۔

کسی کو سامنے پاکر ، کسی کے سرخ ہونٹوں پر

انوکھا سا تبسم ہے ، محبت ہو گئی ہو گی

امامہ کو لگا وہ زیر لب گلوکار کے ساتھ گا رہا ہے۔۔۔

جہاں ویران راہیں تھیں ، جہاں حیران آنکھیں تھیں

وہاں پھولوں کا موسم ہے ، محبت ہو گئی ہو گی

لکڑی کی ان سیڑھیوں پر ایک دوسرے کے قریب بیٹھے وہ خاموشی کو توڑتی آس پاس کے پہاڑوں میں گونج کی طرح پھیلتی گلوکار کی سریلی آواز سن رہے تھے۔۔زندگی کے وہ لمحے یادوں کا حصہ بن رہے تھے

دوبارہ نہ آنے کے لئے گزررہے تھے ان کے اپارٹمنٹ کی دیوار پر لگنے والی ان دونوں کی پہلی اکھٹی تصویر اس فارم ہاؤس کی سیڑھیوں ہی کی تھی۔۔سرخ لباس میں گولڈن کڑھائی والی سیاہ پشمینہ شال اپنے بازوں کے گرد اوڑھے کھلے سیاہ بالوں کو کانوں کے پیچھے سمیٹے خوشی اس کی مسکراہٹ اور آنکھوں میں چمک نہیں بلکہ اس قرب میں

جھلک رہی تھی جو اس کے اور سالار کے درمیان نظر آرہا تھا۔سفید شرٹ اور سیاہ جیکٹ میں اسے اپنے ساتھ لگائے سالار کی آنکھوں کی چمک جیسے اس فوٹو گراف میں موجود دوسری ہر شے کو مات کر رہی تھی۔۔۔کوئی بھی کیمرے کے لئے بنائے ہوئے اس ایک پوز میں نظر آنے والے جوڑے کو دیکھ کر چند لمحوں کے لئے ضرور ٹھٹکتا۔۔

سکندر نے اس فوٹو گراف کو فریم کروا کر انہیں ہی نہیں بھیجا تھا انہوں نے اپنے گھر کی فیملی وال فوٹوز میں بھی اس تصویر کا اضافہ کیا تھا۔۔۔

وہ شخص دیوار پر لگی تصویر کے سامنے اب پچھے پندرہ منٹ کھڑا تھا پلکیں جھپکائے بغیر ٹکٹکی لگائے اس لڑکی کا چہرہ دیکھتے ہوئے۔۔۔چہرے میں کوئی شباہت تلاش کرتے ہوئے۔۔۔اس شخص کے شجرہ میں دبے آتش فشاں کی شروعات ڈھونڈتے ہوئے۔۔۔اگر وہ اس شخص کو نشانہ بنا سکتا تھا تو اسی ایک جگہ سے بنا سکتا تھا۔۔۔وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے ساتھ ساتھ کچھ بڑبڑا رہا تھا۔۔۔خود کلامی ۔۔۔ایک اسکینڈل کا تانا بانا تیار کرنے کے لئے ایک کے بعد ایک مکرو فریب کا جال۔۔۔وجوہات ۔۔۔۔حقائق کو مخفی کرنے۔۔۔۔وہ ایک گہرا سانس لے کر اپنے عقب میں بیٹھے لوگوں کو کچھ ہدایت دینے کے لئے مڑا تھا۔۔

سی آئی اے ہیڈ کواٹر کے اس کمرے کی دیواروں پر لگے بورڈ چھوٹے بڑے نوٹس چارٹس فوٹو گرافس اور ایڈریسز کی چٹیوں سے بھرے ہوئے تھے۔۔۔

کمرے میں موجود چار آدمیوں میں سے تین اس وقت کمپیوٹر پر مختلف ڈیٹا کھنگالنے میں لگے ہوئے تھے۔۔۔

یہ وہ کام پچھلے ڈیڑھ ماہ تک کر رہے تھے۔اس کمرے میں جگہ جگہ بڑے بڑے ڈبے پڑے تھے جو مختلف فائلز ٹیپس میگزینز اور نیوز پیپر کے تراشوں اور دوسرے رکارڈ سے بھرے ہوئے تھے کمرے میں موجود ریکارڈ کیبنٹس پہلے ہی بھری ہوئی تھیں،، کمرے میں موجود تمام ڈیٹا ان کمپیوٹر کی ہارڈ کس میں بھی محفوظ تھا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

کمرے میں موجود آدمی پچھلے ڈیڑھ ماہ سے اس شخص کے بارے میں آن لائن آنے والے تمام ریکارڈ اور معلومات اکٹھی کر رہا تھا۔۔کمرے میں موجود تیسرا آدمی اس شخص اور اس کی فیملی کے ہر فرد کی ای میلز کا رکارڈ کھنگالتا رہا تھا۔۔چوتھا شخص اس فیملی اور مالی معلومات چیک کرتا رہا تھا۔۔ اس ساری جدوجہد کا نتیجہ ان تصویروں اور شجرہ نسب کی صورت میں ان بورڈ پر موجود تھا۔۔

وہ چار لوگ دعوا کر سکتے تھے کہ اس شخص اور اس کی فیملی کی پوری زندگی کا رکارڈ اگر خدا کے پاس موجود تھا تو اس کی ایک کاپی اس کمرے میں تھی۔۔اس شخص کی زندگی کے بارے میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں تھی جو ان کے علم میں نہیں تھی یاں جس کے بارے میں وہ ثبوت نہ دے سکتے تھے۔۔۔

سی آئی اے کے شدید آپریشنز سے لے کر گرل فرینڈ تک اور اس کی مالی معاملات سے لے کر اسکی اولاد کی پرسنل اور پرائیوٹ لائف تک اس کے پاس ہر چیز کی تفصیلات تھیں۔۔۔

لیکن سارا مسئلہ یہ تھا کہ ڈیڑھ ماہ کی اس محنت اور پوری دنیا سے اکھٹے کئے ہوئے اس ڈیٹا میں سے وہ ایسی کوئی چیز نہیں نکال سکے تھے جس سے اس کی کردار کشی کرسکتے۔۔

وہ ٹیم جو پیندرہ سال سے اسی مقاصد پر کام کرتی رہی تھی یہ پہلی بار تھا کہ وہ اتنی سر جوڑ محنت کے باوجود اس شخص اور اس کے گھرانے کے کسی شخص کے حوالے سے کسی قسم کا بری حرکت عمل نشان دہی نہیں کر پائی تھی۔۔۔دو سو پوانٹس کی وہ لسٹ جو انہیں دی گئی تھی وہ دو سو کراسز

سے بھری ہوئی تھی اور یہ ان سب کی زندگی میں پہلی بار ہوا تھا۔۔انہوں نے ایسا صاف ریکارڈ کسی کا نہیں دیکھا تھا۔۔۔

کسی حد تک ستائش کے جذبات رکھنے کے باوجود ایک آخری کوشش کررہے تھے۔۔ایک آخری کوشش۔۔

کمرے کے ایک بورڈ سے دوسرے بورڈ اور دوسرے بورڈ سے تیسرے بورڈ تک جاتے جاتے وہ آدمی اس کے شجرہ نسب کی اس تصویر پر رکا ہوا تھا۔اس تصویر کے آگے کچھ اور تصویریں تھیں اور ان کے ساتھ کچھ بلٹ پوائنٹس۔۔۔ایک دم بجلی سا جھٹکا لگا۔۔اس نے اس لڑکی کی تصویر کے نیچے تاریخ پیدائش دیکھی۔۔پھر مڑ کر کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی کو وہ سال بتاتے ہوئے کہا۔۔

دیکھو یہ سال یہ کہاں تھا ؟

کمپیوٹر پر بیٹھے آدمی نے چند منٹوں کے بعد اسکرین دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

پاکستان میں۔۔۔اس شخص کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آگئی تھی۔۔۔

کب سے کب تک ؟۔۔۔اس آدمی نے اگلا سوال کرتے ہوئے کہا۔۔۔کمپیوٹر پر بیٹھے ہوئے آدمی نے تاریخیں بتائیں۔۔

آخر کار ہمیں کچھ مل ہی گیا۔۔اس آدمی نے بے اختیار ایک سیٹی بجاتے ہوتے کہا تھا۔۔انہیں جہاز ڈبونے کے لئے تار پیڈو مل گیا تھا۔۔۔۔

یہ پندرہ منٹ پہلے کی روداد تھی۔۔پندرہ منٹ بعد اب وہ جانتا تھا کہ اسے اس آتش فشاں کا منہ کھولنے کے لئے کیا کرنا تھا۔۔۔

-------------------------------------.----------

وہ یہاں کسی جذباتی ملاقات کے لئے نہیں آئی تھی۔۔سوال و جواب کے لمبے چوڑے سیشن کے لئے بھی نہیں۔۔۔لعنت و ملامت کے کسی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بھی نہیں۔۔۔وہ یہاں کسی کا ضمیر جنجھوڑنے آئی تھی۔۔۔نہ ہی کسی سے نفرت کا اظہار کرنے کے لئے۔۔۔اور نہ ہی کسی کو بتانے آئی تھی کہ وہ اذیت کے ماؤنٹ ایورسٹ پر کھڑی تھی۔۔۔نہ ہی وہ اپنے باپ کو گریبان سے پکڑنا چاہتی تھی۔۔نہ اسے یہ بتانا چاہتی تھی کہ اس نے اس کی زندگی تباہ کر دی ہے

اس کے صحت مند ذہن اور جسم کو ہمیشہ کے لئے مفلوج کر دیا تھا۔۔

وہ یہ سب کچھ کہتی۔۔۔یہ سب کرتی اگر اسے یقین ہوتا کہ یہ سب کرنے کے بعد اسے سکون مل جائے گا۔۔۔

اس کا باپ احساس جرم یا پچھتاوے جیسی چیز کو پالنے لگا تھا ،،،،

پچھلے کئی ہفتوں سے وہ آبلہ پا تھی۔۔۔وہ راتوں کو سکون آور گولیاں لئے بغیر سو نہیں پا رہی تھی اور اس سے بڑھ کر تکلیف دہ چیز یہ تھی وہ سکون آور ادویات لینا نہیں چاہتی تھی۔۔۔وہ سونا نہیں

چاہتی تھی۔۔۔وہ سوچنا چاہتی تھی اس بھیانک خواب کے بارے میں جس میں وہ چند ہفتے پہلے داخل ہوئی تھی اور جس سے اب وہ ساری زندگی نکل نہیں سکتی تھی۔۔

وہ یہاں آنے سے پہلے پچھلی پوری رات روتی رہی تھی۔۔۔یہ بے بسی کی وجہ سے نہیں تھا۔۔یہ اذیت کی وجہ سے بھی نہیں تھا۔۔۔یہ اس غصے کی وجہ سے تھا جو وہ اپنے باپ کے لئے اپنے دل میں اتنے دنوں سے محسوس کر رہی تھی ایک آتش فشاں تھا یا جیسے کوئی الاؤجو اس کو اندر سے سلگا رہا تھا اندر سے جلا رہا تھا۔۔۔

کسی سے پوچھے ، کسی کو بتائے بغیر یوں اٹھ کر آجانے کا فیصلہ جذباتی تھا احمقانہ تھا اور غلط تھا۔۔۔ اس نے زندگی میں پہلی بار اک جذباتی احمقانہ اور غلط فیصلہ بے حد سوچ سمجھ کر کیا تھا۔۔ایک اختتام چاہتی تھی وہ اپنی زندگی کے اس باب کے لئے جس کے بغیر وہ آگے نہیں بڑھ سکتی تھی اور جس کی موجودگی کا انکشاف اس کے لئے دل دہلادینے والا تھا۔۔۔

اس کا ایک ماضی تھا وہ جانتی تھی لیکن اسے کبھی یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کے ماضی کا ماضی بھی ہو سکتا ہے۔۔۔

ایک دفعہ کا ذکر تھا جب وہ خوش تھی اپنی زندگی میں۔۔۔۔جب وہ خود کو باسعادت سمجھتی تھی ۔۔اور مقرب سے ملعون ہونے کا فاصلہ اس نے چند سیکنڈز میں طے کر لیا تھا چند سیکنڈز شاید زیادہ وقت تھا شاید اس سے بھی کم وقت تھا جس میں وہ احساس کمتری احساس محرومی احساس ندامت اور ذلت و بدنامی کے ایک ڈھیر میں تبدیل ہوئی تھی۔۔۔

اور یہاں وہ اس کو دوبارہ وہی شکل دینے آئی تھی اس بوجھ کو اس شخص کے سامنے اتار پھینکنے آئی تھی جس نے وہ بوجھ اس پر لادا تھا۔۔زندگی کسی کو اس وقت یہ پتا نہیں تھا کہ وہ وہاں تھی۔۔۔ کسی کو پتا ہوتا تو وہاں آہی نہیں سکتی تھی۔۔۔اس کا سیل فون پچھلے کئی گھنٹوں سے آف تھا۔۔وہ چند گھنٹوں کے لئے خود کو اس دنیا سے دور لے آئی تھی جس کا وہ حصہ تھی۔۔۔اس دنیا کا حصہ یا پھر اس دنیا کا حصہ جس میں وہ اس وقت موجود تھی۔۔۔یا پھر اس کی کوئی بنیاد نہیں تھی۔۔۔

وہ کہیں کی نہیں تھی۔۔۔اور جہاں کی تھی۔جس سے تعلق رکھتی تھی اس کو اپنا نہیں سکتی تھی۔۔

انتظار لمبا ہو گیا تھا۔۔۔انتظار ہمیشہ لمبا ہوتا ہے۔۔۔کسی بھی چیز کا انتظار ہمیشہ لمبا ہوتا ہے۔۔چاہے آنے والی شے پاؤں کی زنجیر بننے والی ہو یاں پھر گلے کا ہار۔۔۔سر کا تاج بن کر سجنا ہو اس نے پاؤں کی جوتی۔۔۔انتظار ہمیشہ لمبا ہی لگتا ہے۔۔

وہ ایک سوال کا جواب چاہتی تھی اپنے باپ سے۔۔۔صرف ایک چھوٹے سے سوال کا۔۔۔اس نے اس کی فیملی کو کیوں مار ڈالا ؟؟

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

گرینڈ حیات ہوٹل کا پال روم اس وقت اسکرپ نیشنل اسپیلنگ بی کے ۹۲ ویں مابلے کے فائنل میں پہنچنے والے فریقین سمیت دیگر شرکا ان کے والدین بہن بھائیوں اور اس مقابلے کو دیکھنے کے لئے

موجود لوگوں سے کچھا کچھ بھرا ہونے کے باوجود ایسا خاموش تھا کہ سوئی گرنے کی آواز بھی سنی جاسکے۔۔

وہ دو افراد جو فائنل میں پہنچے تھے ان کے درمیان چودھواں راؤنڈ کھیلا جارہا تھا۔۔تیرہ سالہ نینسی اپنے لفظ کے ہجے کرنے کے لئے اپنی جگہ پر آچکی تھی۔۔پچھلے بیانوے سالوں سے اس ہال روم میں دنیا کے بیسٹ اسپیلر کی تاج پوشی ہو رہی تھی۔۔امریکا کی مختلف ریاستوں کے علاوہ دنیا کے بہت سارے ممالک میں اسپیلنگ بی کے مقامی مقابلے جیت کر آنے والے پندرہ سال سے کم عمر کے بچے اس آخری راؤنڈ کو جیتنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا رہے تھے۔۔ایسی ہی ایک بازی کے شرکا آج بھی اسٹیج پر موجود تھے۔۔۔

سسافراس نینسی نے رکی ہوئی سانس کے ساتھ پروناؤنسر کا لفظ سنا۔۔اس نے پروناؤسر کو لفظ دہرانے کے لئے کہا۔۔پھر اسنے لفظ کو دہرایا۔۔وہ چیمپیئن شپ ورڈ میں سے ایک تھا لیکن فوری طور پر اسے وہ یاد نہیں آسکا۔۔بہر حال اس کی ساؤنڈ سے وہ اسے بہت مشکل لگا تھا اور اگر سننے میں اتنا مشکل نہیں تھا تو اس مطلب تھا وہ ترکی لفظ ہو سکتا تھا۔

نو سالہ دوسرا فائنلسٹ اپنی کرسی پر بیٹھے گلے میں لٹکے اپنے نمبر کارڈ کے پیچھے انگلی سے اس لفظ کی ہجے کرنے میں لگا ہوا تھا۔۔وہ اس کا لفظ نہیں تھا لیکن وہاں بیٹھا ہر بچہ ہی لاشعوری طور پر اس وقت یہی کرنے میں مصروف تھا۔جو مقابلے سے آؤٹ ہو چکا تھا۔۔

نینسی کا ریگولر ٹائم ختم ہو چکا تھا۔۔

ایس۔اے۔ایس۔ایس۔۔اس نے رک رک کر الفاظ کی ہجے کرنا شروع کی وہ پہلے چار حروف بتانے کے بعد ایک لمحہ کے لئے رکی۔زیر لب اس نے باقی کے پانچ حروف دہرائے پھر دوبارہ بولنا شروع کیا۔۔

اے۔ایف۔آر۔وہ ایک بار پھر رکی۔دوسرے فائنلسٹ نے بیٹھے بیٹھے زیر لب آخری دو حروف دہرائے۔۔

یو۔ایس۔۔مائیک کے سامنے کھڑی نینسی نے بھی بلکل اس وقت یہی دو حروف بولے اور پھر بے یقینی سے اس گھنٹی کو بجتے سنا جو اسپیلنگ کے غلط ہونے پر بجتی تھی۔۔شاک صرف اس کے چہرے پر نہیں تھا۔۔دوسرے فائنلسٹ کے چہرے پر بھی تھا۔۔پروناؤنسر اب سسافراس کے درست اسپیلنگ دہرا رہا تھا۔۔نینسی نے بے اختیار آنکھیں بند کیں۔۔

آخری لیٹر سے پہلے اے ہونا چاہیئے تھا۔۔میں نے یو کیا سوچ کر لگا دیا ؟

اس نے خود کو کوسا۔۔تقریباً فق رنگت کے ساتھ نینسی گراہم نے مقابلے کے شرکا کے لئے رکھی ہوئی کرسیوں کی طرف چلنا شروع کردیا۔۔

ہال تالیوں سے گونج رہا تھا۔۔یہ ممکنہ رنر اپ کو کھڑے ہو کر دی جانے والی داد و تحسین تھی۔۔۔نو سالہ دوسرا فائنل میں پہنچنے والا بھی اس کے لئے کھڑا تالیاں بجا رہا تھا۔۔نینسی کے قریب پہنچنے پر پر اس نے آگے بڑھ کر ہاتھ ملایا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

نینسی نے ایک مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے جواب دیا اور اپنی سیٹ سنبھال لی۔۔ہال میں موجود لوگ دوبارہ اپنی نشستیں سنبھال چکے تھے اور دوسرا فائنلسٹ مائیک کے سامنے آچکا تھا۔۔ نینسی اسے دیکھ رہی تھی۔۔

اسے ایک موہوم سی امید تھی کہ اگر وہ بھی اپنے لفظ ہجے غلط کرتا ہے تو وہ دوبارہ فائنل میں آسکتی ہے۔۔۔

دیٹ واز آ کیچ 22 اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے کہا۔۔وہ اندازہ نہیں لگا سکی وہ اس کے لئے کیا کہہ رہا تھا یا وہ اس لفظ کو واقعی اپنے لئے کیچ 22 ہی سمجھ رہا تھا۔۔۔وہ چاہتی تھی ایسا ہوتا۔۔ہر کوئی چاہتا۔۔۔ سینئر اسٹیج پر ان نو سالہ فائنلسٹ تھا۔۔اپنی اسی شرارتی مسکراہٹ اور گہری چمکتی آنکھوں کے ساتھ اس نے اسٹیج سے نیچے بیٹھے چیف پروناؤسر کو دیکھتے ہوئے سر ہلایا جو ناتھن جواباً مسکرایا تھا اور صرف جوناتھن ہی نہیں وہاں کے سب کے لبوں پر ایسی مسکراہٹ تھی۔وہ نوسالہ فائنلسٹ اس چیمپئن شپ کو دیکھنے والے حاضرین کا سویٹ ہارٹ تھا۔۔

اس کے چہرے پر بلا کی معصومیت تھی۔۔چمکتی ہوئی تقریباً گول آنکھیں جو کسی کارٹون کریکٹر کی طرح پر جوش اور جان دار تھیں اور تقریبا گلابی ہونٹ جن پر وقتاً فوقتاً زبان پھیر رہا تھا اور جن پر آنے والا ذرا سا خم بہت سے لوگوں کو بلا وجہ مسکرانے پر مجبور کررہا تھا۔۔۔مو معصوم فتنہ تھا یہ صرف اس کے والدین جانتے تھے جو دوسرے بچوں کے والدین کے ساتھ اسٹیج پر بائیں کی جانب بیٹھے ہوئے تھے۔۔وہاں بیٹھے دوسرے فائنلسٹس کے والدین کے برعکس وہ بے حد سکون تھے۔۔ اس کے چہرے پر تھی تو وہ ان سات سالہ بیٹی کے چہرے پر تھی جو دو دن پر مشتمل اس پورے

مقابلے کے دوران ہلکا رہی تھی اور وہ اب بھی آنکھوں پر گلاسز ٹکائے پورے انہماک کے ساتھ اپنے نو سالہ بھائی کو دیکھ رہی تھی جو پروناؤنسر کے لفظ کے لئے تیار تھا۔۔Cappelleti

جو ناتھن لفظ ادا کیا۔۔اس فائنلسٹ کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ آئی تھی جسے وہ بمشکل اپنی ہنسی کو کنٹرول کررہا ہو۔۔اس کی آنکھیں پہلے کلاک وائز اور پھر اینٹی کلاک وائز گھوم رہی تھیں۔۔ ہال میں کچھ کھکھلاہٹیں ابھری تھیں۔۔اس نے چیمپیئن شپ میں اپنا ہر لفظ سننے کے بعد ایسے ہی ریئکٹ کیا تھا کمال کی خود اعتمادی تھی اس میں کئی دیکھنے والوں نے اسے داد دی اس کے حصے میں آوالے الفاظ دوسروں کی نسبت زیادہ مشکل ہوتے تھے یہ اس کے لئے مشکل وقت ہوتا تھا لیکن بے حد روانی اور بغیر اٹکے بغیر گھبرائے اسی پر اعتماد مسکراہٹ کے ساتھ وہ ہر پہاڑ سر کرتا رہا تھا اور اب اس کی آخری چوٹی سامنے آگئی تھی۔۔

ڈیفینیشن پلیز اس نے اپنا ریگولر ٹائم استعمال کرنا شروع کیا۔۔۔

اس کی بہن اسے بے چینی سے دیکھ رہی تھی اس کے والدین اب بھی سکون میں تھے اس کے تاثرات بتا رہے تھے کہ یہ لفظ اس کے لئے آسان تھا وہ ایسے ہی تاثرات کے ساتھ پچھلے تمام الفاظ ہجے کرتا تھا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

پلیز اس لفظ کو کسی جملے میں استعمال کرو وہ اب پروناؤنسر سے کہہ رہا تھا پروناؤنسر کا بتایا ہوا جملہ سننے کے بعد گلے میں لٹکے ہوئے کارڈ نمبر کی پشت پر انگلی سے وہ لفظ کو لکھنے لگا۔۔۔

اب آپ کا ٹائم ختم ہونے والا ہے اسے آخری تیس سیکنڈز کے شروع ہونے کی اطلاع دی گئی جس میں اس نے اپنے لفظ کی ہجے کرنا تھا اس کی آنکھیں گھومنا بند ہوگئی۔۔

سی اے پی پی ای ٹی آئی وہ ہجے کرتے ہوئے ایک لحظہ کے لئے رکا پھر ایک سانس لیتے ہوئے اس نے دوبارہ ہجے کرنا شروع کیا۔۔

ای ٹی ٹی آئی۔۔

ہال تالیوں سے گونگ پڑا اور بہت دیر تک گونجتا رہا۔۔

اسپیلنگ بی کا نیا چیمپئن صرف ایک لفظ کے فاصلے پر رہ گیا تھا،،،

تالیوں کی گونج تھمنے کے بعد جوناتھن نے اسے آگاہ کیا کہ اسے اب ایک اضافی لفظ کے حروف بتانے ہیں۔۔

اس نے سر ہلایا۔۔اس لفظ کی ہجے نہ کرسکنے کی صورت میں نینسی دوبارہ مقابلے میں آسکتی ہے ۔۔ Weissnichtwoاس کے لئے لفظ پروناونس کیا گیا ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے سے مسکراہٹ غائب تھی پھر اس کا منہ کھلا اور اس کی آنکھیں پھیل گئی اوہ مائی گاڈ اس کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا وہ سکتہ میں تھا پوری چیمپیئن شپ میں یہ پہلی بار تھا کہ اس کی آنکھیں اور وہ خود اس طرح جامد ہوا تھا۔۔۔

نینسی بے اختیا اپنی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی تو کوئی ایسا لفظ آگیا تھا جو اسے دوبارہ چیمپئن شپ میں لے جاسکتا تھا۔۔

اس کے والدین کو پہلی بار اس کے تاثرات نے کچھ بے چین کیا تھا اس کا بیٹا اب اپنے نمبر کارڈ سے اپنا چہرہ حاضرین سے چھپا رہا تھا حاضرین اس کی انگلیوں اور ہاتھوں کی کپکپاہٹ بڑی آسانی سے اسکرین پر دیکھ سکتے تھے۔۔

اور ان میں سے بہت سوں نے اس بچے کے لئے واقعی بہت ہمدردی محسوس کی وہاں بہت کم تھے جو اسے جیتتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتا تھے۔۔۔

ہال میں بیٹھا ہوا صرف ایک شخص مطمئن اور پر سکون تھا۔۔۔پر سکون۔۔۔یا پر جوش ۔۔۔۔؟۔۔۔۔کہنا مشکل تھا اور وہ اس بچے کی سات سالہ بہن تھی جو اپنے ماں باپ کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی اور جس نے اپنے بھائی کے تاثرات پر پہلی بار بڑے اطمینان کے ساتھ کرسی کی پشت کے ساتھ مسکراتے ہوئے ٹیک لگائی گود میں رکھے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو بہت آہستہ آہستہ اس نے تالی کے انداز میں بجانا شروع کیا اس کے ماں باپ نے بیک وقت اس کے تالی بجاتے ہاتھوں اور اس کے مسکراتے چہرے کو الجھے انداز میں دیکھا پھر اسٹیج پر اپنے لرزتے کانپتے کنفیوز بیٹے کو جو نمبر کارڈ کے پیچھے اپنا چہرہ چھپائے انگلی سے کچھ لکھنے میں مصروف تھا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس کے پیروں کے نیچے وہ زمین جیسے سبز مخمل کی تھی... مخمل ... یا کچھ اور تھا... تاحد نظر زمین پر سبزے کی طرح پھیلا ہوا ... درختوں پر اُگنے جوالی پیلی کونپلوں جیسا سبز... اور پھر ایک دم سمندر کے اندر پیدا ہونے والی کائی جیسی رنگ لیے... نمی کے ننھے ننھے قطرے اپنے وجود پر لیے سبزے کی پتیاں معطر ہوا کے جھونکوں سے ہلتی جیسے کسی رقص میں مصروف تھیں... پانی کے ننھے شفاف

موتی سبز پتیوں کے وجود پر پھسل رہے تھے، سنبھل رہے تھے یوں جیسے مخمور ہو کر بہک رہے ہوں... پتیوں کے وجود سے لپٹتے، ڈگمگاتے، سنبھلتے، پھسلتے... تیز ہوا کا ایک جھونکا چلتا، سبزے میں ایک لہر اُٹھتی، سمندر میں جوار بھاٹا کی پہلی لہر کی طرح اُٹھتی، رقص کرتی، لہراتی وہ سبزے کو سہلاتی، بہلاتی ایک عجیب سی سرشاری میں مبتلا کرتی ایک طرف سے دوسری طرف گزر جاتی۔ زمین جیسے رقص کرتنے میں مصروف تھی۔



سبزے کا وجود ننھے ننھے پھولوں سے سجا ہوا تھا... ہر رنگ کے پھولوں سے... اتنے رنگ اور ایسے رنگ جو نظر کو ششدر کر دیں۔سبزے کے وجود پر بکھرے وہ ننھے ننھے پھول یہاں سے وہاں ہر جگہ تھے۔سبزے میں ہوا سے پیدا ہونے والی ہر لہر اور ہر موج کے ساتھ وہ بھی عجیب مستی تھا۔

سرشاری سے رقص کرنے لگتے۔

آسمان صاف تھا... آنکھوں کو سکون دینے والا ہلکا نیلا اور اب بھی کسی گنبد کی طرح پھیلا ہوا... گہرا اونچا... بہت اونچا... یہاں سے وہاں تک ہر طرف۔

ہوا معطر تھی، مخمور تھی، گنگنا رہی تھی۔وہاں موجود ہر شے کے ساتھ اٹھکیلیاں کر رہی تھی۔ہنستی، چھیڑ کر جاتی پھر پلٹ کر آتی... کبھی تھپکتی... کبھی تھمتی... پھر چلتی... پھر گنگناتی... پھر لہراتی... وہاں تھی، نہیں تھی... کہاں تھی؟

وہ کسی راستے پر تھا... کیا راستہ تھا...! وہ کسی انتظار میں تھا۔کیا انتظار تھا...! اس نے ایک گہرا سانس لیا۔اس راستے کے دونوں طرف دو رویہ درختوں کی قطار کے ایک درخت کے ساتھ وہ ٹکا کھڑا تھا۔سہارا لیے یا سہارا دیے۔

وہ آگئی تھی... اس نے بہت دور اس راستے پر اُسے نمودار ہوتے دیکھ لیا۔

وہ سفید لباس میں ملبوس تھی۔بہت مہین، بہت نفیس ... وہ ریشم تھا...؟ اطلس تھا...؟ کم خواب یا وہ کچھ اور تھا؟ اتنا ہلکا... اتنا نازک کہ ہوا کا ہلکا سا جھونکا اس سفید گاؤن نما لباس کو اڑانے لگا... اس کی دودھیا پنڈلیاں نظر آنے لگتیں۔وہ ننگے پاؤں تھی اور سبزپر دھرے اس کے خوب صورت پاؤں جیسے سبزے کی نرمی کو برداشت نہیں کر پارہے تھے۔وہ پاؤں رکھتی چند لمحوں کے لیے لڑکھڑاتی... جیسے مخمور ہو کر ہنستی... پھر سنبھل جاتی... پھر بڑے اشتیاق سے ایک بار پھر قدم آگے بڑھا دیتی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس کے سیاہ بال ہوا کے جھونکوں سے اس کے شانوں اور اس کی کمر تک ہلکورے کھا رہے تھے۔ اس کے گالوں اور چہرے کو چومتے آگے پیچھے جا رہے تھے... اس کے چہرے پر آتے... اس کے سینے سے لپٹتے... اس کے کندھے پر، پھر ہوا میں لہرا کر ایک بار پھر نیچے چلے جاتے۔وہ خوب صورت سیاہ چمک دار ریشمی زلفیں جیسے اس کے سفید لباس کے ساتھ مل کر اس کے وجود کے ساتھ رقص کرنے میں مصروف تھیں۔

اس کے مرمریں وجود پر وہ سفید لباس جیسے پھسل رہا تھا... سنبھالے نہیں سنبھل رہا تھا... ہوا کے ہر جھونکے کے ساتھ وہ اس کے جسم کے خدوخال کو نمایاں جکرتا، اسے پیروں سے کندھوں تک چومتا ... اس کے وجود کے لمس سے مخمور ہوتا... ہوش کھوتا... دیوانہ وار اس کے وجود کے گرد گھومتا... کسی بھنور کی طرح اس کے جسم کو اپنی گرفت میں لیتا اس سے لپٹ رہا تھا۔ہوا کا دوسرا جھونکا اس کے سیاہ ریشمی زلفوں کو بھی اس رقص میں شامل کر دیتا... وہ اس کے کندھوں اور کمر پر والہانہ انداز میں پھسلتیں... ہوا میں ہلکا سا اڑتیں پھر نرمی اور ملائمت سے اس کے چہرے اور سینے پر گرتیں... اس کے وجود سے پھوٹتی خوشبو سے یک دم سرشار ہوتیں... پھر اس کے جسم کو جیسے اپنے وجود سے چھپانے کی کوشش کرنے لگتیں۔ہوا کا ایک اور جھونکا انہیں ہولے سے اٹھا کر پھر پیچھے پھینک دیتا۔

اس رقص میں اب پھر اس کے سفید لباس کی باری تھی... وہ آگے بڑھ آیا۔وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔وہ عجیب سی حیرت میں مبتلا وہاں کی ہر شے کو سحر زدہ انداز میں دیکھ رہی تھی... بچوں جیسی حیرت اور اشتیاق کے ساتھ۔

اس راستے پر چلتے چلتے اس نے اسے دیکھ لیا... اس کے قدم تھمے، دونوں کی نظریں ملیں پھر اس کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ آئی... پہلے مسکراہٹ پھر ہنسی... اس نے اسے پہچان لیا تھا... وہاں موجود ہ واحد وجود تھا، جسے وہ پہچانتی تھی۔

اس نے ہاتھ بڑھایا۔وہ اس کا ہاتھ تھام کر اس کے قریب آگئی۔دونوں ایک عجیب سی سرشاری میں ایک دوسرے کے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھتے رہے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس کی گہری سیاہ مسکراتی ہوئی آنکھیں، ہیرے کی کنیوں کی طرح چمک رہی تھیں اور یہ چمک اسے دیکھ کر بڑھ گئی تھی۔اس کے خوب صورت گلابی ہونٹوں پر نمی کی ہلکی سی تہہ تھی، یوں جیسے وہ ابھی کچھ پی کر آئی ہو... اس کی ٹھوڑی ہمیشہ کی طرح اٹھی ہوئی تھی۔اس کی صراحی دار گردن کو دیکھتے ہوئے اس نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی اپنی گرفت میں لے لیا... اس کی آنکھوں کی چمک اور اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی... وہ جیسے اس لمس سے واقف تھی، پھر وہ دونوں بے اختیار ہنسے۔

"تم میرا انتظار کر رہے تھے؟"

"ہاں۔"

"بہت دیر کر دی؟"

"نہیں... بہت زیادہ نہیں۔" وہ اس کا ہاتھ تھامے اس راستے پر چلنے لگا۔

ہوا ابھی بھی ان دونوں کے وجود کے ساتھ اور وہاں موجود ہر شے کے ساتھ اٹھکھیلیاں کرنے میں مصروف تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ اب بھی بچوں جیسی حیرت اور خوشی کے ساتھ وہاں موجود ہر شے کو کھوجنے میں مصروف تھی۔ اس کی کھکھلاہٹ اور شفاف ہنسی وہاں فضا کو ایک نئے رنگ سے سجانے لگے تھے۔فضا میں یک دم ایک عجیب دلفریب سے ساز بجنے لگا تھا... وہ ٹھٹھکی، پھر بے اختیار کھکھلائی... اس کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑاتے ہوئے اس نے اس راستے پر قدم آگے بڑھائے، پھر مرد نے اسے دونوں بازو ہوا میں

پھیلائے رقص کے انداز میں گھومتے دیکھا... وہ بے اختیار ہنسا۔وہ اس راستے پر کسی ماہر بیلے رینا کی طرح رقص کرتی دور جا رہی تھی۔اس کے جسم پر موجود سفید لباس اس کے گھومتے جسم کے گرد ہوا میں اب کسی پھول کی طرح رقصاں تھا۔وہ اب آہستہ آہستہ ہوا میں اٹھنے لگی تھی... ہوا کے معطر جھونکے بڑی نرمی سے اسے جیسے اپنے ساتھ لیے جا رہے تھے۔وہ اب بھی اسی طرح ہنستی، رقص کے انداز میں بازو پھیلائے گھوم رہی تھی۔وہ سحر زدہ اسے دیکھتا رہا... وہ اب کچھ گنگنا رہی تھی، فضا میں یک دم کوئی ساز بجنے لگا تھا۔پہلے ایک ... پھر دوسرا ... پھر تیسرا... پھر بہت سارے... پوری کائنات یک دم جیسے کسی سمفنی میں ڈھل گئی تھی اور وہ اب بھی ہوا میں رقصاں تھی۔کسی مخملیں پر کی طرح ہوا کے دوش پر اوپر نیچے جاتے، وہ سحر زدہ اسے دیکھ رہا تھا۔اس کی ساتھی رقص کرتے ہوئے ایک بار پھر اسے دیکھ کر کھکھلا کر ہنسی، پھر اس نے اپنا ایک ہاتھ بڑھایا یوں جیسے اسے اپنے پاس آنے کی دعوت دے رہی ہو۔وہ ہنس پڑا وہ ہاتھ بڑھاتی اور وہ کھنچا نہ چلا آتا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ بھی اس کا ہاتھ پکڑے اب فضا میں رقصاں تھا... زمین سے دور... اس کے قریب ... اس کے ساتھ ... یک دم دور کی، جیسے کائنات ٹھہر گئی ہو۔وہ اب آسمان کو دیکھ رہی تھی پھر یک دم آسمان تاریک ہو گیا... دن رات میں بدل گیا تھا... اور رات دن سے بڑھ کر خوب صورت تھی... سیاہ آسمان خوب صورت چمکتے ہوئے ستاروں سے سجا ہوا تھا... ہر رنگ کے ستاروں سے... اور ان سب کے درمیان چاند تھا... کسی داغ کے بغیر، روشنی کا منبع۔

دن کی روشنی اجلی تھی... سکون آور تھی... مدہوش کر دینے والی تھی۔رات کی روشنی میں بے شمار رنگ تھے، کائنات میں ایسے رنگ انہوں نے کب دیکھے تھے... کہاں دیکھے تھے۔زمین جیسے ہر رنگ کی روشنی میں نہا رہی تھی۔ایک ستارہ ٹمٹماتا... پھر دوسرا... پھر تیسرا... اور زمین پر کبھی ایک رنگ بڑھتا، کبھی دوسرا، کبھی تیسرا... آسمان کو جیسے کسی نے روشنیوں میں پرو دیا تھا۔

وہ اس کا ہاتھ پکڑے جیسے سرشاری کی انتہا پر پہنچی ہوئی تھی... اس کی حیرت، اس کی سرشاری جیسے اسے محظوظ کر رہی تھی... گدگدا رہی تھی۔



وہ اب پھر زمین پر آگئے تھے۔رات ایک بار پھر دن میں بدل گئی تھی... سبزہ، پھول، پتے، مہکتی معطر ہوا، سب وہیں تھے۔

اس کے ساتھ چلتے چلتے اس نے اپنے پیروں کے نیچے جاتے مخملیں سبزے پر سجے پھولوں کو دیکھا پھر ہاتھ بڑھایا۔اس کے ہاتھ میں وہ پھول آگیا، پھر دوسرا، پھر تیسرا... پھر دور دور تک پھیلے سبزے کے سارے پھول جیسے کسی مقناطیس کی طرح اس کی طرف آئے تھے۔ سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں... لاتعداد، بے شمار، اتنے کہ اس کے ہاتھ سنبھال نہیں پائے تھے۔وہ اب اس کے ہاتھوں پر... اب اس کے بالوں پر، اب اس کے لباس پر، اب اس کے جسم پر... وہ خوشی سے بے خود ہو رہی تھی، سرشار ہو رہی تھی۔پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں ہوا میں اچھالا... وہ پلک

جھپکتے میں آسمان کی طرف گئے... پورا آسمان پھولوں سے بھر گیا تھا۔چند لمحوں کے لیے پھر پھولوں کی بارش ہونے لگی تھی۔وہ دونوں ہنس رہے تھے۔پھولوں کو بارش کے قطروں کی طرح مٹھیوں میں بھرتے اور چھوڑتے، بھاگتے، کھکھلاتے وہ سب پھول زمین پر گر کر ایک بار پھر سبزے میں اپنی اپنی جگہ سج گئے تھے... وہاں جہاں وہ تھے... وہیں جہاں انہیں ہونا چاہیے تھا۔

وہ ایک بار پھر آسمان کو دیکھ رہے تھے، وہاں اب بادل نظر آرہے تھے۔روئی کے گالوں جیسے حرکت کرتے بادل، وہ سب بادل وہاں جمع ہو رہے تھے، جہاں وہ کھڑے تھے... پھر اس نے آسمان پر بارش کا پہلا قطرہ دیکھا۔اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی ہتھیلی پر لیا۔اس قطرے کو دیکھ کر دوبارہ ہنستے ہوئے آسمان کی طرف اچھال دیا۔اس بار وہ قطرہ اوپر جا کر اکیلا واپس نہیں آیا تھا۔وہ بہت سارے دوسرے قطروں کو ساتھ لے کر آیا تھا... بہت سارے نرم لمس کے گدگدانے والے قطرے... بارش برس رہی تھی اور وہ دونوں بچوں کی طرح ہنستے، کھکھلاتے پانی کے ان قطروں کو ہاتھوں سے پکڑ کر ایک دوسرے پر اچھال رہے تھے... وہ بارش تھی۔پانی تھا مگر وہ قطرے ان کے بالوں، ان کے جسم کو گیلا نہیں کر رہے تھے۔وہ جیسے شفاف موتیوں کی بارش تھی، جو ان کے ہاتھ اور جسم کی ایک جنبش پر ان کے بالوں اور لباس سے الگ ہو کر دور جا گرتے... سبزرے اور پھولوں کے اوپر اب بارش کے شفاف موتی جیسے قطروں کی ایک تہہ سی آگئی تھی، یوں جیسے کسی نے زمین پر کوئی شیشہ پھیلا دیا ہو... اور وہ اس شیشے پر چل رہے تھے۔ان کو اپنے سائے میں لیے

وہ رکتے، ہاتھ ہلاتے، آسمان پر بادلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجتے پھر اپنی طرف بلاتے وہ آسمان پر جیسے پانی سے مصوری کر رہے تھے۔

پھر جیسے وہ اس کھیل سے تھک گئی... وہ رکی... بارش تھمی... زمین سے پانی کے قطرے غائب ہونے لگے پھر بادل... چند ساعتوں میں آسمان صاف تھا۔یوں جیسے وہاں کبھی بادل نام کو کوئی شے آئی ہی نہ ہو۔


Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ اب اس کا ہاتھ پکڑ رہا تھا۔اس نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تمہیں کچھ دکھانا ہے۔" وہ مسکرایا۔

"کچھ اور بھی بھی؟" اس کی خوشی کچھ اور بڑھی۔

"ہاں، کچھ اور بھی۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کیا؟" اس نے بے ساختہ اس سے پوچھا تھا... وہ خاموسی سے مسکرا دیا۔

"کیا...؟" اس نے بچوں کی طرح اصرار کیا۔

وہ پہلے سے زیادہ پُراسرار انداز میں مسکرایا تھا۔وہ اس کا ہاتھ پکڑے اسی نئے راستے کی طرف جا رہا تھا۔پھر ان دونوں کو دور سے کچھ نظر آنے لگا تھا۔

☆☆☆☆

سالار نے ہڑ بڑا کر آنکھ کھولی۔کمرے میں مکمل تاریکی تھی۔وہ فوری طور پر سمجھ نہیں سکا کہ وہ کہاں ہے۔اس کی سماعتوں نے دور کہیں کسی مسجد سے سحری کے آغاز کا اعلان سنا۔اس کمرے کے گھپ اندھیرے کو کھلی آنکھوں سے کھوجتے ہوئے اسے اگلا خیال اس خواب اور امامہ کا آیا تھا... وہ کوئی خواب دیکھ رہا تھا، جس سے وہ بیدار ہوا تھا۔

مگر خواب میں وہ امامہ کو کیا دکھانے والا تھا، اسے کچھ یاد نہیں آیا..."امامہ!" اس نے دل کی دھڑکن جیسے ایک لمحے کے لیے رکی... وہ کہاں تھی؟ کیا پچھلی رات ایک خواب تھی؟

وہ یک دم جیسے کرنٹ کھا کر اٹھا۔اپنی رکی سانس کے ساتھ اس نے دیوانہ وار اپنے بائیں جانب بیڈ ٹیبل لیمپ کا سوئچ آن کیا۔کمرے کی تاریکی جیسے یک دم چھٹ گئی۔اس نے برق رفتاری سے پلٹ کر اپنی داہنی جانب دیکھا اور پر سکون ہو گیا۔اس کی رکی سانس چلنے لگی۔وہ وہیں تھی۔وہ "ایک خواب "سے کسی "دوسرے خواب" میں داخل نہیں ہوا تھا۔

یک دم آن ہونے والے بیڈ سائیڈ ٹیبل لیمپ کی تیز روشنی چہرے پر پڑنے پر امامہ نے نیند میں بے اختیار اپنے ہاتھ اور بازو کی پشت سے اپنی آنکھوں اور چہرے کو ڈھک دیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار نے پلٹ کر لیمپ کی روشنی کو ہلکا کر دیا۔وہ اسے جگانا نہیں چاہتا تھا۔وہ اس سے چند فٹ کے فاصلے پر تھی۔گہری پر سکون نیند میں۔اس کا ایک ہاتھ تکیے پر اس کے چہرے کے نیچے دبا ہوا تھا اور دوسرا اس وقت اس کی آنکھوں کو ڈھانے ہوئے تھا۔

اس کی ادھ کھلی ہتھیلی اور کلائی پر مہندی کے خوب صورت نقش و نگار تھے۔مٹتے ہوئے نقش و نگار، لیکن اب بھی اس کے ہاتھوں اور کلائیوں کو خوب صورت بنائے ہوئے تھے۔

سالار کو یاد آیا، وہ مہندی کسی اور کے لیے لگائی گئی تھی... اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ آئی۔ اس نے بے اختیار چند لمحوں کے لیے آنکھیں بند کیں۔

کسی اور کے لیے؟

پچھلی ایک شام ایک بار پھر کسی فلم کی طرح اس آنکھوں کے سامنے سیکنڈ کے ہزاروں حصے میں گزر گئی تھی۔اس نے سعیدہ اماں کے صحن میں اُس چہرے کو نو سال کے بعد دیکھا تھا اور نو سال کہیں غائب ہو گئے تھے۔وہ ذرا سا آگے جھکا اس نے بڑی نرمی سے اس کے ہاتھ کو اس کے چہرے سے ہٹا دیا۔بیڈ سائیڈ ٹیبل لیمپ کی زرد روشنی میں اس سے چند انچ دور وہ اس پر جھکا، اسے مبہوت دیکھتا رہا۔وہ گہرے سانس لیتی جیسے اسے زندگی دے رہی تھی۔اسے دیکھتے ہوئے وہ جیسے کسی طلسم میں پہنچا ہوا تھا۔بے حد غیر محسوس انداز میں اس نے امامہ کے چہرے پر آئے کچھ بالوں کو اپنی انگلیوں سے بڑی احتیاط سے ہٹایا۔

☆☆☆☆

"میں لائٹ آف کر کے نہیں سو سکتا۔" امامہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔اس نے سالار کو سونے سے پہلے لائٹ آف کرنے کے لیے کہا تھا۔

فوری طور پر امامہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہے... اگر وہ لائٹ آف کر کے نہیں سو سکتا تھا تو وہ لائٹ آن رکھ کر نہیں سو سکتی تھی، لیکن وہ یہ بات اسے اتنی بے تکلفی سے نہیں کہہ سکتی تھی، جتنے اطمینان سے وہ اسے کہہ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" الارم سیٹ کر کے سیل فون کو بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اسے دیکھ کر ٹھٹھکا۔وہ کمبل لپیٹے اسی طرح بیڈ پر بیٹھی جیسے کچھ سوچ رہی تھی۔یہ سالار کے گھر اس کی پہلی رات تھی۔

"کچھ نہیں۔" وہ اپنے بال لپیٹتے ہوئے اپنا تکیہ سیدھا کرنے لگی۔

"تم شاید لائٹ آف کر کے سوتی ہو۔" سالار کو اچانک خود ہی احساس ہو گیا تھا۔وہ بستر پر لیٹتے لیٹتے رک گئی۔

"ہمیشہ۔" اس نے بے ساختہ کہا۔

"پھر کچھ کرتے ہیں۔" سالار نے بے ساختہ گہرا سانس لے کر سر کھجاتے ہوئے کچھ سوچنے والے انداز میں کمرے کی لائٹس کا جائزہ لیا۔

"میں دیکھتا ہوں، دوسرے بیڈ روم میں زیرو کا بلب ہے اگر وہ..." وہ بات کرتے کرتے رک گیا۔ امامہ نے تاثرات سے اسے لگا کہ یہ حل بھی اس کے لیے قابل قبول نہیں تھا۔

"زیرو کے بلب کی کتنی روشنی ہوتی!" سالار نے کچھ حیرانی سے اسے دیکھ کر کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کمرے میں تھوڑی سی بھی روشنی ہو تو میں نہیں سو سکتی۔ میں "اندھیرے " میں سوتی ہوں۔" اس نے پوری سنجیدگی کے ساتھ اپنا مسئلہ بتایا۔

"عجیب عادت ہے۔" وہ بے ساختہ کہہ کر ہنسا۔

اس کی بات سے زیادہ اس کی ہنسی امامہ کو کھلی۔

"ٹھیک ہے لائٹ آن رہنے دو۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں... نو پرابلم میں اسے آف کر رہا ہوں۔"

دونوں بیک وقت اپنے موقف سے دست بردار ہوئے تھے۔

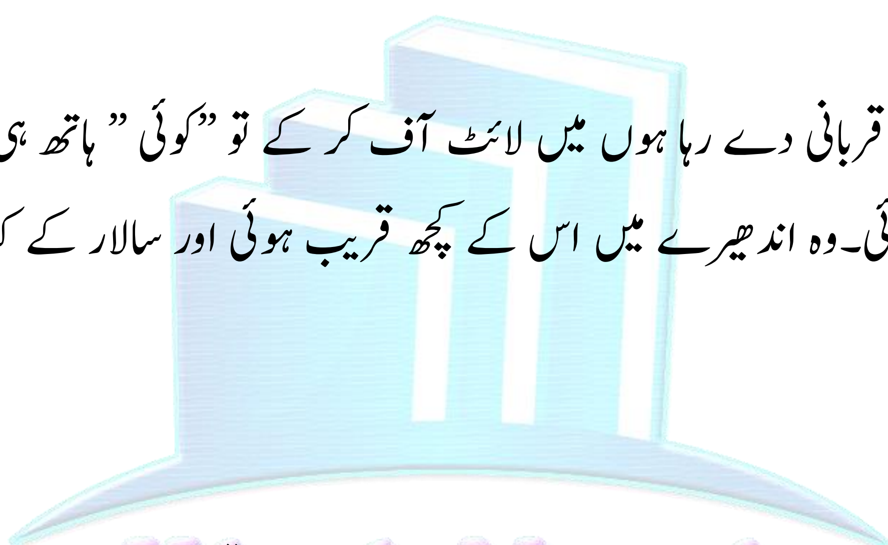
سالار نے لائٹ آف کر دی اور پھر سونے کے لیے خود بھی بستر پر لیٹ گیا لیکن وہ جانتا تھا، یہ اس کے لیے مشکل ترین کام تھا۔مارگلہ کی پہاڑی پر آٹھ سال پہلے گزاری ہوئی اس ایک رات کے بعد وہ کبھی کمرے کی لائٹ بند کر کے نہیں سو سکا تھا، لیکن اس وقت اس نے مزید بات نہیں کی۔چند گھنٹوں کے بعد اسے دوبارہ سحری کے لیے اٹھ جانا تھا۔وہ یہ چند گھنٹے بستر میں چپ چاپ لیٹ کر گزار سکتا تھا۔ویسے بھی "اندھیرا" تھا، پر آج وہ "اکیلا" نہیں تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

کچھ دیر دونوں کے درمیان مکمل خاموشی رہی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بات کا آغاز کیسے کریں... سالار کے لیے خاموشی کا یہ وقفہ زیادہ تکلیف دہ تھا۔

تاریکی میں امامہ نے سالار کو گہرا سانس لے کر کہتے سنا۔

"اب اگر اتنی بڑی قربانی دے رہا ہوں میں لائٹ آف کر کے تو "کوئی" ہاتھ ہی پکڑ لے۔" امامہ کو بے اختیار ہنسی آئی۔وہ اندھیرے میں اس کے کچھ قریب ہوئی اور سالار کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔



"تمہیں ڈر لگ رہا ہے کیا؟" اس کے لہجے میں نرمی اور اپنائیت تھی۔

"اگر ہاں کہوں گا تو کیا کرو گی؟" سالار نے جان بوجھ کر اسے چھیڑا۔

"تسلی دوں گی اور کیا کروں گی۔" وہ محجوب ہوئی تھی۔

"جیسے اب دے رہی ہو؟" اسے امامہ کو تنگ کرنے میں مزا آرہا تھا لیکن یہ جملہ کہنے سے پہلے اس نے اپنے سینے پر دھرے اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔اس کے متوقع جوابی عمل کو سالار سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا تھا۔امامہ واقعی ہاتھ ہٹانے ہی والی تھی۔

"ڈر کیوں لگتا ہے تمہیں؟" امامہ نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔



"ڈر نہیں لگتا، بس صرف سو نہیں سکتا۔"

"کیوں؟" وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔

وہ فوری جواب نہیں دے سکا۔مارگلہ کی وہ رات سالار کی نظروں میں گھومنے لگی تھی۔امامہ چند لمحے اس کے جواب کا انتظار کرتی رہی پھر بولی۔

"بتانا نہیں چاہتے...؟" سالار کو حیرانی ہوئی۔وہ کیسے اس کا ذہن پڑھ رہی تھی؟

"اور ایسا کب سے ہے؟" امامہ نے اپنے سوال کو بدل دیا تھا۔

"آٹھ سال سے۔" سالار نے جواب دیا۔

وہ مزید کوئی سوال نہیں کر سکی۔اسے بھی بہت کچھ یاد آنے لگا تھا... آٹھ سال، آٹھ سال... وہ آٹھ سال سے اندھیرے سے خوف زدہ تھا... اور وہ نو سال سے روشنی سے خوف کھاتی پھر رہی تھی... دنیا سے چھپتی پھر رہی تھی۔اس نے سالار سے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔ایک دوسرے کے وجود میں پیوست کانٹوں کو نکالنے کے لیے ایک رات ناکافی تھی۔وہ اب اس کے ہاتھ کی پشت کو چوم کر اسے اپنی بند آنکھوں پر رکھ رہا تھا۔امامہ بے اختیار رنجیدہ ہوئی۔

"میں لائٹ 'آن کر دیتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"نہیں... اندھیرا اچھا لگنے لگا ہے مجھے۔" وہ اسی طرح اس کا ہاتھ آنکھوں پر رکھے بڑبڑایا تھا۔

☆☆☆☆

بہت نرمی سے جھک کر اس نے امامہ کے چہرے کو اپنے ہونٹوں سے چھوا۔وہ اس سے باتیں کرتا کس وقت سویا تھا، اسے اندازہ نہیں ہوا اور اب وہ جاگا تو اسے حیرت ہو رہی تھی۔اندھیرے میں سونا اتنا مشکل اور اتنا ہولناک ثابت نہیں ہوا تھا، جتنا وہ سمجھتا رہا تھا۔

کمبل کو کچھ اوپر کھینچتے ہوئے اس نے اسے گردن تک ڈھانپ دیا اور پھر لیمپ آف کرتے ہوئے بڑی احتیاط سے بستر سے اٹھ گیا۔ڈرائنگ روم کی طرف جاتے جاتے وہ اپنے سیل فون پر لگا الارم آف کر گیا۔

واش روم میں اس نے واش بیسن پر امامہ کے ہاتھ سے اتری کانچ کی کچھ چوڑیاں اور اس کے ایر رنگز دیکھے۔اس نے ایر رنگز اٹھا لیے۔وہ دیر تک انہیں اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھے دیکھتا رہا۔وہ بہت خوب صورت جھمکے مگر اب پرانے ہو رہے تھے۔

جس وقت وہ نہا کر باہر نکلا، وہ تب بھی گہری نیند میں تھی۔کمرے کی لائٹ آن کیے بغیر وہ دبے پاؤں بیڈ روم سے باہر آگیا۔بہت دور کسی مسجد میں کوئی نعت پڑھ رہا تھا یا محمد... آواز اتنی مدھم

تھی کہ سمجھنا مشکل تھا۔اس نے سٹنگ ایریا کی لائٹ آن کر دی۔لائٹ آن کرتے ہی اس کی نظر سینٹر ٹیبل پر پڑے کافی کے دو مگز پر پڑی۔

وہ دنوں رات کو وہیں بیٹھے کافی پیتے ہوئے باتیں کرتے رہے تھے۔صوفے پر اس کی اونی شال پڑی تھی، جس میں وہ اپنے پاؤں چھپائے بیٹھی رہی تھی۔رات ایک بار پھر جیسے کسی خواب کا قصہ لگنے لگی تھی... بے یقینی تھی کہ ختم ہونے میں ہی نہیں آرہی تھی... خوش قسمتی تھی کہ اب بھی گمان بنی ہوئی تھی۔

وہ بھول گیا کہ وہ بیڈ روم سے یہاں کیا کرنے آیا تھا۔چند لمحوں کے لیے وہ واقعی سب کچھ بھول گیا تھا۔بس "وہ" تھی اور "وہ" تھی تو سب کچھ تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس کے سیل پر آنے والی فرقان کی کال نے یک دم اسے چونکا دیا تھا۔کال ریسیو کیے بغیر وہ بیرونی دروازے کی طرف گیا۔وہ اسے سحری دینے آیا تھا۔

☆☆☆☆

اس کی آنکھ الارم کی آواز سے کھلی تھی۔مندھی آنکھوں کے ساتھ اس نے لیٹے لیٹے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑے اس الارم کو بند کرنے کی کوشش کی، لیکن الارم کلاک بند ہونے کے بجائے نیچے کارپٹ پر گر گیا۔امامہ کی نیند یک دم غائب ہو گئی۔الارم کی آواز جیسے اس کے اعصاب پر سوار ہونے لگی تھی۔وہ کچھ جھلا کر اٹھی تھی۔بیڈ سائیڈ ٹیبل لیمپ آن کر کے وہ کمبل سے نکلی اور بے اختیار کپکپائی۔سردی بہت تھی۔اس نے کمبل ہٹاتے ہوئے بیڈ کی پائنتی کی طرف اپنی اونی شال ڈھونڈنے کی کوشش کی... وہ وہاں نہیں تھی۔اس نے جھک کر کارپٹ پر دیکھا اب بھی بج رہا تھا۔ مگر نظر اب بھی نہیں آرہا تھا۔اس کی جھنجھلاہٹ بڑھ گئی تھی۔تب ہی اس نے اچانک کوئی خیال آنے پر سالار کے بستر کو دیکھا۔وہ خالی تھا۔اسے جیسے یک دم یاد آیا کہ وہ "کہاں" تھی۔ جھنجھلاہٹ یک دم غائب ہوئی تو اور ساتھ ہی الارم کی آواز بھی... یہ سحری کا وقت تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ، سالار کے گھر پر تھی اور یہ اس کی نئی زندگی کا پہلا دن تھا۔

وہ دوبارہ اپنے بیڈ پر بیٹھ گئی۔کمبل کے ایک کونے سے اس نے اپنے کندھے ڈھانپنے کی کوشش کی۔اس کے جسم کی کپکپاہٹ کچھ کم ہوئی۔اس نے پہلی بار اپنے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑی چیزوں کو غور سے دیکھا۔وہاں رات کو سالار نے گھڑی رکھی تھی... لیکن اب وہاں نہیں تھی۔ایک چھوٹا

رائٹنگ پیڈ اور پین بھی تھا۔پاس ہی کارڈ لیس فون تھا۔پانی کی ایک چھوٹی بوتل بھی وہیں تھی اور اس کے پاس اس کا سیل پڑا تھا۔اسے ایک بار پھر الرام کلاک کا خیال آیا۔اسے یاد تھا کہ اس نے الارم نہیں لگایا تھا۔یہ کام سالار کا تھا۔شاید اس نے اپنے لیے الارم لگایا تھا۔

پھر جیسے اس کے ذہن میں ایک جھماکہ سا ہوا۔بیڈ کی وہ سائیڈ جو رات کو اس نے سونے کے لیے منتخب کی تھی، وہ سالار کا بستر تھا۔وہ عادتاً دائیں طرف گئی تھی اور سالار اسے روک نہیں سکا۔وہ کچھ دیر چپ چاپ بیٹھی رہی، پھر اس نے بے حد ڈھیلے انداز میں اپنے سیل فون اٹھا کر ٹائم دیکھا اور جیسے کرنٹ کھا کر اس نے کمبل اتار پھینکا۔سحری ختم ہونے میں صرف دس منٹ باقی تھے اور سالار وہ الارم یقیناً اسے بیدار کرنے کے لیے لگا کر گیا تھا۔اسے بے ساختہ غصہ آیا، وہ اسے خود بھی جگا سکتا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

جب تک وہ کپڑے تبدیل کر کے لاؤنج میں گئی، اس کا غصہ غائب ہو چکا تھا۔کم از کم آج وہ اس سے خوش گوار موڈ میں ہی سامنا چاہتی تھی۔سٹنگ ایریا کے ڈائننگ ٹیبل پر سحری کے لیے کھانا رکھا تھا۔وہ بہت تیزی سے کچن میں کھانے کے برتن لینے کے لیے گئی تھی لیکن سنک میں دو افراد کے استعمال شدہ برتن دیکھ کر اسے جیسے دھچکا لگا تھا۔وہ کھانا یقیناً فرقان کے گھر سے آیا تھا اور وہ فرقان کے ساتھ ہی کھا چکا تھا۔اسے خوامخواہ خوش فہمی ہوئی تھی کہ آج اس کے گھر میں پہلی سحری تو وہ ضرور اسی کے ساتھ کرے گا... بوجھل دل کے ساتھ ایک پلیٹ لے کر وہ ڈائننگ ٹیبل

پر آگئی، لیکن چند لقموں سے زیادہ نہیں لے سکی۔اسے کم از کم آج اس کا انتظار کرنا چاہیے تھا... اس کے ساتھ کھانا کھانا چاہیے تھا... امامہ کو واقعی بہت رنج ہوا تھا۔

چند لقموں کے بعد ہی وہ بڑی بے دلی سے ٹیبل سے برتن اٹھانے لگی۔

برتن دھوتے دھوتے اذان ہونے لگی تھی، جب اسے پہلے بار خیال آیا کہ سالار گھر میں نظر نہیں آرہا۔

اپنے ہاتھ میں موجود پلیٹ دھوتے دھوتے وہ اسے اسی طرح سنک میں چھوڑ کر باہر آگئی۔اس نے سارے گھر میں دیکھا۔وہ گھر میں نہیں تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

پھر کچھ خیال آنے پر وہ بیرونی دروازے کی طرف آئی۔دروازہ مقفل تھا لیکن ڈور چین ہٹی ہوئی تھی۔وہ یقیناً گھر پر نہیں تھا... کہاں تھا؟ اس نے نہیں سوچا تھا۔

اس کی رنجیدگی میں اضافہ ہوا۔وہ اس کی شادی کے دوسرے دن اسے گھر پر اکیلا چھوڑ کر کتنی بے فکری سے غائب ہو گیا تھا۔اسے پچھلی رات کی ساری باتیں جھوٹ کا پلندہ لگی تھیں۔واپس کچن میں آکر وہ کچھ دیر بے حد دل شکستگی کی کیفیت میں سنک میں پڑے برتنوں کو دیکھتی رہی۔وہ ”محبوبہ“ سے ”بیوی“ بن چکی تھی مگر اتنی جلدی تو نہیں۔ناز برداری نہ سہی خیال تو کرنا چاہیے۔ اس کی آزردگی میں کچھ اور اضافہ ہوا تھا۔”چند گھنٹوں کے اندر کوئی اتنا بدل سکتا ہے، مگر رات کو تو وہ... “ اس کی زنجیدگی بڑھتی جا رہی تھی۔

”یقیناً سب کچھ جھوٹ کہہ رہا ہو گا ورنہ میرا کچھ تو خیال کرتا۔“ وہ رنجیدگی اب صدمے میں بدل رہی تھی۔

وہ نماز پڑھ چکی تھی اور سالار کا ابھی بھی کہیں نام و نشان نہیں تھا۔اسے تھوڑی سی تشویش ہوئی۔ اگر وہ فجر کی نماز کے لیے بھی گیا تھا تو اب تک اسے آجانا چاہیے تھا۔پھر اس نے اس تشویش کو سر سے جھٹک دیا۔

☆☆☆☆

سالار جس وقت دوبارہ اپارٹمنٹ میں آیا، وہ گہری نیند میں تھی۔بیڈ روم کی لائٹ آف تھی اور ہیٹر آن تھا۔وہ اور فرقان فجر کی نماز سے بہت دیر پہلے مسجد میں چلے جاتے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے۔فجر کی نماز کے بعد وہ دونوں وہیں سے بلڈنگ کے جم میں چلے جاتے اور تقریباً ایک گھنٹے کے ورک آؤٹ کے بعد وہاں سے آتے اور آج یہ دورانیہ "آمنہ" کے امامہ ہونے کی وجہ سے کچھ لمبا ہو گیا تھا۔فرقان سحری کے وقت ان دونوں کے لیے کھانا لے کر آیا تھا اور وہ بھونچکا بیٹھا رہ گیا تھا۔وہ رات کو سالار کے جس بیان کو صدمے کی وجہ سے ذہنی حالت میں ہونے والی کسی خراب کا نتیجہ سمجھ رہا تھا، وہ کوئی ذہنی خرابی نہیں تھی۔

وہ اطمینان سے اس کے سامنے بیٹھا سحری کر رہا تھا اور فرقان اسے رشک سے دیکھ رہا تھا۔رشک کے علاوہ کوئی اس پر کر بھی کیا سکتا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کیا ہوا؟" سالار نے سحری کرتے ہوئے اس کی اتنی لمبی خاموشی پر اسے کچھ حیرانی سے دیکھا۔
فرقان اس کے سامنے بیٹھا یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم آج اپنی نظر اتروانا۔" فرقان نے بالآخر اس سے کہا۔

"اچھا...؟" وہ ہنس پڑا۔اس سے زیادہ احمقانہ بات کم از کم اس گفتگو کے بعد کوئی نہیں کر سکتا تھا۔

"میں مذاق نہیں کر رہا۔" فرقان نے اپنے گلاس میں پانی انڈیلتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

جو کچھ ہوا تھا، اسے سمجھنے سے زیادہ اسے ہضم کرنے میں اسے دقت ہو رہی تھی۔کسی کو بھی ہو سکتی تھی سوائے سامنے بیٹھے ہوئے اس شخص کے، جو اس وقت کانٹے کے ساتھ آملیٹ کلا آخری ٹکڑا اپنے منہ میں رکھ رہا تھا۔

"اور اگر کوئی صدقہ جو غیرہ دے سکو تو وہ بھی بہتر ہے۔" فرقان نے اس کے ردِ عمل کو مکمل طور پر نظر انداز جکرتے ہوئے کہا۔سالار اب بھی خاموش رہا۔

www.kitabnagri.com

"آمنہ سحری نہیں کرے گی؟" فرقان کو یک دم خیال آیا۔

"سو رہی ہے وہ ابھی... میں الارم لگا آیا ہوں، ابھی کافی وقت ہے سحری کا ٹائم ختم ہونے میں۔" سالار نے کچھ لاپروائی سے اس سے کہا۔

"فرقان! اب بس کرو..." اس سے بات کرتے کرتے وہ ایک بار پھر فرقان کی نظروں سے جھنجھلایا۔وہ پھر اسے ویسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"مجھے اس طرح آنکھیں پھاڑ کر دیکھنا بند کرو۔" اس نے اس بار کچھ خفگی سے فرقان سے کہا۔

"تم... تم بہت نیک آدمی ہو سالار...! اللہ تم سے بہت خوش ہے..." وہ آملیٹ کا ایک اور ٹکڑا لیتے لیتے فرقان کی بات پر ٹھٹھک گیا۔

اس کی بھوک یک دم ختم ہو گئی تھی۔مزید ایک لفظ کہے بغیر اس نے پلیٹ پیچھے ہٹا دی اور اپنے برتن اٹھا کر اندر کچن میں لے گیا۔وہ خوشی، سرشاری، اطمینان اور سکون جو کچھ دیر پہلے جیسے اس کے پورے وجود سے چھلک رہا تھا، فرقان نے پلک جھپکتے اسے دھواں بن کر غائب ہوتے دیکھا۔

مسجد کی طرف جاتے ہوئے فرقان نے بالآخر اس سے پوچھا تھا۔

"اتنے چپ کیوں ہو گئے ہو؟" وہ اسی طرح خاموشی سے چلتا رہا۔

"میری کوئی بات بری لگی ہے؟"

وہ اب بھی خاموش رہا۔مسجد کے دروازے پر اپنے جوگرز اتار کر اندر جانے سے پہلے اس نے فرقان سے کہا۔

"مجھے تم سب کچھ کہہ لینا فرقان! لیکن کبھی نیک آدمی مت کہنا۔"

فرقان کچھ بول نہیں سکا۔سالار مسجد میں داخل ہو گیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

☆☆☆☆

امامہ کی آنکھ گیارہ بجے سیل فون پر آنے والی ایک کال سے کھلی تھی، وہ ڈاکٹر سبط علی تھے۔ان کی آواز سنتے ہی اس کا دل بھر آیا تھا۔

"میں نے آپ کو نیند سے جگھورا۔

"؟

وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولے۔انہوں نے اس کی رندھی ہوئی آواز پر غور نہیں کیا تھا۔

"نہیں، میں اٹھ گئی تھی۔" اس نے بستر سے اٹھتے ہوئے جھوٹ بولا۔

وہ اس کا حال احوال پوچھتے رہے۔وہ بڑے بوجھل دل کے ساتھ تقریباً خالی الذہنی کے عالم میں ہوں ہاں میں جواب دیتی رہی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

چند منٹ اور بات کرنے کے بعد انہوں نے فون بند کر دیا۔کال ختم کرتے ہوئے اس کی نظر اپنے سیل فون میں چمکتے ہوئے نام پر پڑی تھی۔وہ چونک اٹھی، اسے فوری طور پر یاد نہیں آیا کہ اس نے سالار کا نام اور فون نمبر کب محفوظ کیا تھا۔یقینا یہ بھی اسی کا کارنامہ ہو گا۔اس نے اس کا ایس ایم ایس پڑھنا شروع کیا۔

"پلیز جاگنے کے بعد مجھے میسج کرنا۔مجھے ضروری بات کرنا ہے۔" اسے نجانے کیوں اس کا میسج پڑھ کر غصہ آیا۔

السلام علیکم!
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔تو
www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔
اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،ارٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو
ابھی ای میل کریں۔
samiyach02@gmail.com
آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔
Fb/Page/Social Media Writers .Official
Fb/Pg/Kitab Nagri
samiyach02@gmail.com

"بڑی جلدی یاد آگئی ہیں۔" وہ میسج کا ٹائم چیک کرتے ہوئے بڑبڑائی۔وہ شاید دس، پچاس پر آیا تھا۔ "اگر آفس جاتے ہوئے اسے میں یاد نہیں آئی تو آفس میں بیٹھ کر کیسے آسکتی ہوں۔" وہ اس وقت اس سے جی بھر کر بدگمان ہو رہی تھی اور شاید ٹھیک ہی ہو رہی تھی۔وہ پچھلی رات کے لیے

"چیف گیسٹ" تھی اور اگلی صبح وہ اس کے ساتھ بن بلائے مہمان جیسا سلوک کر رہا تھا۔کم از کم امامہ اس وقت یہی محسوس کر رہی تھی وہ اس وقت وہ باتیں جسوچ رہی تھی جو سالار کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھیں۔

وہ کچھ عجیب انداز میں خود ترسی کا شکار ہو رہی تھی۔اس نے کمبل تہہ کرتے ہوئے بستر ٹھیک کیا اور بیڈ روم سے باہر نکل آئی۔اپارٹمنٹ کی خاموشی نے اس کی اداسی میں اضافہ کیا تھا۔کھڑکیوں سے سورج کی روشنی اندر آرہی تھی۔کچن کے سنک میں وہ برتن ویسے ہی موجود تھے جس طرح وہ چھوڑ کر گئی تھی۔

"ہاں، وہ بھلا کیوں دھوتا، یہ سارے کام تو ملا زماؤں کے ہوتے ہیں۔لیکن میں تو نہیں دھوؤں گی، چاہے ایک ہفتہ ہی پڑے رہیں۔میں ملازمہ نہیں ہوں۔" ان برتنوں کو دیکھ کر اس کی خفگی میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔اس وقت وہ ہر بات منفی انداز میں لے رہی تھی۔

وہ بیڈ روم میں آئی تو اس کا سیل فون بج رہا تھا۔ایک لمحہ کے لیے اس کو خیال آیا کہ شاید سالار کی کال ہو، لیکن وہ مریم کی کال تھی۔امامہ کا حال احوال پوچھنے کے بعد اس نے بڑے اشتیاق کے عالم میں امامہ سے پوچھا۔

Kitab Nagri www.kitabnagri.com

"سالار نے منہ دکھائی میں کیا دیا تمہیں؟" امامہ چند لمحے بول نہیں سکی۔اس نے تو کوئی تحفہ نہیں دیا تھا اسے، سالار کے نامہ اعمال میں جاایک اور گناہ کا اضافہ ہو گیا تھا۔

"کچھ بھی نہیں۔" امامہ نے کچھ دل شکستہ انداز میں کہا۔

"اچھا...؟ چلو کوئی بات نہیں، بعد میں دے دے گا، شاید اسے خیال نہیں آیا۔" مریم نے بات بدل دی تھی، لیکن اس کا آخری جملہ امامہ کو چبھا۔اسے خیال نہیں آیا... ہاں واقعی اسے خیال نہیں آیا ہو گا۔وہ بے حد خفگی کے عالم میں سوچتی رہی۔

سالار سے اس کے گلے شکوے اس گھر میں آنے کے دوسرے دن ہی شروع ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود وہ لاشعوری طور پر اس کی کال کی منتظر تھی۔کہیں نہ کہیں اسے اب بھی امید تھی کہ جوہ کم از کم دن میں ایک بار تو اسے کالل کرے گا۔کم از کم جاایک بار... ایک لمحے کو اسے خیال آیا کہ اسے میسج کر کے اسے اپنے ہونے کا احساس تو دلانا چاہیے۔لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ بے حد بے دلی سے اپنے کپڑے نکال کر نہانے کے لیے چلے گئی۔واش روم سے باہر نکلتے ہی اس نے سب سے پہلے سیل فون چیک کیا تھا وہاں کوئی میسج تھا اور نہ کوئی مسڈ کال۔

چند لمحے وہ سیل فون پکڑے بیٹھی رہی پھر اس نے اپنی ساری انا اور سارے غصے کو بالائے طاق رکھ کر اسے مسیج کر دیا۔

اس کاخیال تھا، وہ اسے فوراً کال کرے گا لیکن اس کا یہ خیال غلط ثابت ہوا تھا۔پانچ منٹ... دس منٹ... پندرہ منٹ... اس نے اپنی انا کا کچھ اور مٹی کرتے ہوئے اسے میسج کیا۔بعض دفعہ میسج بھی تو نہیں ہیں، اس نے اپنی عزت نفس کی ملامت سے بچنے کے لیے بے حد کمزور تاویل تلاش کی۔

"آج کل ویسے بھی نیٹ ورک اور سگنلز کا اتنا زیادہ مسئلہ ہے۔"

"عزت نفس" نے اسے جواباً ڈوب مرنے کے لیے کہا تھا۔فون اب بھی نہیں آیا تھا، لنچ بریک کے باوجود۔ماہ رمضان نہ ہوتا تو شاید وہ اس وقت اپنی "عزت نفس" کو اس کے لنچ میں مصروف ہونے کا بہانہ پیش کرتی۔

اب وہ واقعی ناخوش تھی بلکہ ناخوش سے بھی زیادہ، اب اس کا دل رونے کو چاہ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے سالار کے سیل پر کال کی۔دو بیلز کے بعد کال کسی لڑکی نے ریسیو کی۔ایک لمحے کے لیے امامہ کی سمجھ میں نہیں آیا۔وہ سالار کے بجائے کسی لڑکی کی آواز کی توقع نہیں کر رہی تھی۔



"میں آپ کی کیا ہیلپ کر سکتی ہوں میم؟" لڑکی نے بڑی شائستگی کے ساتھ اس سے پوچھا۔

"مجھے سالار سے بات کرنی ہے۔" اس نے کچھ تذبذب سے کہا۔

"سالار سکندر صاحب تو ایک میٹنگ میں ہیں۔اگر آپ کوئی کلائنٹ ہیں اور آپ کو بینک سے متعلقہ کوئی کام ہے تو میں آپ کی مدد کر سکتی ہوں یا آپ میسج چھوڑ دیں ان کے لیے... میٹنگ میں بریک آئے گی تو میں انہیں انفارم کر دوں گی۔" اس لڑکی نے بے حد پروفیشنل انداز میں کہا۔امامہ خاموش رہی۔

"ہیلو... مس امامہ!" اس لڑکی نے یقیناً سالار کے سیل پر اس کی آئی ڈی پڑھ کر اس کا نام لیا تھا۔وہ اب اسے متوجہ کر رہی تھی۔

"میں بعد میں کال کر لوں گی۔" اس نے بد دلی کے ساتھ فون بند کر دیا۔


Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تو وہ میٹنگ میں ہے اور اس کس سیل تک اس کے پاس نہیں... اور مجھے کہہ رہا تھا کہ میں جاگنے کے بعد اسے انفارم کروں... کس لیے؟" وہ دل برداشتہ ہو گئی تھی۔

☆☆☆☆

"ارے بیٹا! میں تو کب سے تمہارے فون کے انتظار میں بیٹھی ہو۔تمہیں اب یاد آئی سعیدہ اماں کی۔" سعیدہ اماں نے اس کی آواز سنتے ہی گلہ کیا۔

اس نے جواباً بے حد کمزور بہانے پیش کیے۔سعیدہ اماں نے اس کی وضاحتوں پر غور نہیں کیا۔

"سالار ٹھیک تو ہے نا تمہارے ساتھ؟"

انہوں نے اس سوال کے مضمرات کا اس صورت حال میں سوچے بغیر پوچھا اور امامہ کے صبر کا جیسے پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔وہ یک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔سعیدہ اماں بری طرح گھبرا گئی تھیں۔

"کیا ہوا بیٹا؟... ارے اس طرح کیوں رو رہی ہو...؟ میرا تو دل گھبرانے لگا ہے... کیا ہو گیا آمنہ؟" سعیدہ اماں کو جیسے ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔

"سالار نے کچھ کہہ دیا ہے کیا؟" سعیدہ اماں کو سب سے پہلا خیال یہی آیا تھا۔

"مجھے اس سے شادی نہیں کرنی چاہیے تھی۔" امامہ نے ان کے سوال کا جواب دیے بغیر کہا۔

سعیدہ اماں کی حواس باختگی میں اضافہ ہوا۔

"میں نے کہا بھی تھا آپ سے۔" وہ روتی جا رہی تھی۔

"کیا وہ اپنی پہلی بیوی کی باتیں کرتا رہا ہے تم سے؟"

سعیدہ اماں نے سالار کے حوالے سے واحد خدشے کے بے اختیار ذکر کیا۔

"پہلی بیوی...؟" امامہ نے روتے روتے کچھ حیرانی سے سوچا۔

لیکن سالار کے لیے اس وقت اس کے دل میں اتنا غصہ بھرا ہوا تھا کہ اس نے بلا سوچے سمجھے سعیدہ اماں کے خدشے کی تصدیق کی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"جی...!" اس نے روتے ہوئے جواب دیا۔

سعیدہ اماں کے سینے پر جیسے گھونسا لگا۔ یہ خدشہ تو نہیں تھا لیکن ان کا خیال تھا کہ اپنے گھر لے جاتے ہی پہلے دن تو وہ کم از کم اپنی اس کئی سال پرانی منکوحہ کا ذکر نہیں کرے گا۔ امامہ کو سالار پر کیا غصہ آنا تھا جو سعیدہ اماں کو آیا تھا، انہیں یک دم پچھتاوا ہوا تھا۔ واقعی کیا ضرورت تھی یوں راہ چلتے کسی بھی دو ٹکے کے آدمی کو پکڑ کر یوں اس کی شادی کر دینے کی۔ انہوں نے پچھتاتے ہوئے سوچا۔

"تم فکر نہ کرو... میں خود سبط علی بھائی سے بات کروں گی۔" سعیدہ اماں بے حد غصے میں کہا۔

"کوئی فائدہ نہیں اماں! بس میری قسمت ہی خراب ہے۔"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سعیدہ اماں کے پاس آنے والی عورتوں کے منہ سے کئی بار سنا ہوا گھسا پٹا جملہ کس طرح اس کی زبان پر آگیا، اس کا اندازہ امامہ کو نہیں ہوا لیکن اس جملے نے سعیدہ اماں کے دل پر جیسے آری چلا دی۔

"ارے کیوں قسمت خراب ہے... کوئی ضرورت نہیں ہے وہاں رہنے کی... تم ابھی آجاؤ اس کے ھر سے... ارے میری معصوم بچی پر اتنا ظلم... ہم نے کوئی جہنم میں تھوڑا پھنکنا ہے تمہیں۔"

امامہ کو ان کی باتوں پر اور رونا آیا۔خود ترسی کا اگر کوئی ماؤنٹ ایورسٹ ہوتا تو وہ اس وقت اس کی چوٹی پر جھنڈا گاڑ کر بیٹھی ہوتی۔

"بس ! تم ابھی رکشہ لو اور میری طرف آجاؤ۔کوئی ضرورت نہیں ہے ادھر بیٹھے رہنے کی۔"

سعیدہ اماں نے دو ٹوک الفاظ میں کہا۔

یہ گفتگو مزید جاری رہتی تو شاید امامہ بغیر سوچے سمجھے روتے ہوئے اسی طرح وہاں سے چل بھی پڑتی۔وہ اس وقت کچھ اتنی ہی جذباتی ہو رہی تھی لیکن سالار کے ستاروں کی گردش اس دن صرف چند لمحوں کے لیے اچھی ثابت ہوئی۔سعیدہ اماں سے بات کرتے کرتے کال کٹ گئی تھی، اس کا کریڈٹ ختم ہو گیا تھا۔امامہ نے لینڈ لائن سے کال کرنے کی کوشش کی لیکن کال نہیں ملی۔شاید سعیدہ اماں نے فون کا ریسیور کریڈل پر ٹھیک سے نہیں رکھا تھا۔وہ بری طرح جھنجھلائی۔

www.kitabnagri.com

سعیدہ اماں سے بات کرتے ہوئے وہ اتنی دیر میں پہلی بار بہت اچھا محسوس کر رہی تھی، یوں جیسے کسی نے اس کے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا ہو۔اسے اس وقت جس "متعصب" جانب داری کی ضرورت تھی، انہوں نے اسے وہی دی تھی۔ان سے بات کرتے ہوئے روانی اور فراوانی سے بہنے والے آنسو اب یک دم خشک ہو گئے تھے۔

وہاں سے دس میل کے فاصلے پر اپنے بینک کے بورڈ روم میں بیٹھی evaluation team کو دی جانے والی پریزینٹیشن کے اختتامیہ سوال و جواب کے سیشن پر credibility and trust factors سے متعلقہ کسی سوال کے جواب میں بولتے ہوئے سالار کو اندازہ بھی نہیں تھا کہ اس کے گھر پر موجود اس کی ایک دن کی بیوی اور نو سالہ "محبوبہ" گھر پر بیٹھی اس کی "ساکھ" اور "نام" کا تیاپانچہ کرنے میں مصروف تھی۔جس کو اس وقت اس وضاحت کی اس ایویلیویشن ٹیم سے زیادہ ضرورت تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سونا ہو گیا... رونا بھی ہو گیا... اب اور کیا رہ گیا تھا... امامہ نے ٹشو پیپر سے آنکھیں اور ناک رگڑتے ہوئے بالآخر ریسیور رکھتے ہوئے سوچا۔اسے کچن کے سنک میں پڑے برتنوں کا خیال آیا، بڑی نیم دلی سے وہ کچن میں گئی اور ان برتنوں کو دھونے لگی۔

وہ شام کے لیے اپنے کپڑے نکالنے کے لیے ایک بار پھر بیڈ روم میں آگئی اور تب ہی اس نے اپنا سیل فون بجھتے سنا۔جب تک وہ فون کے پاس پہنچی، فون بند ہو چکا تھا۔وہ سالار تھا اور اس کے سیل پر یہ اس کی چوتھی مسڈ کال تھی۔وہ سیل ہاتھ میں لیے اس کی اگلی کال کا انتظار کرنے لگی۔کال کے بجائے اس کا میسج آیا۔وہ اسے اپنے پروگرام میں تبدیلی کے بارے میں بتا رہا تھا کہ ڈاکٹر سبط علی کا ڈرائیور ایک گھنٹے تک اسے وہاں سے ڈاکٹر صاحب کے گھر جائے گا اور وہ افطار کے بعد آفس سے سیدھا ڈاکٹر صاحب کے گھر آنے والا تھا۔



چند لمحوں کے لیے اس کا دل چاہا، وہ فون کو دیوار پر دے مارے لیکن وہ اس کا اپنا فون تھا۔سالار کو کیا فرق پڑتا۔

وہ اس سے رات کو اتنا لمبا چوڑا اظہار محبت نہ کرتا تو وہ آج اس سے توقعات کا یہ انبار لگا نہ بیٹھی ہوتی لیکن سالار کے ہر جملے پر اس نے لاشعوری طور پر پچھلی رات اپنے دامن کے ساتھ ایک گرہ باندھ لی تھی اور گرہوں سے بھرا وہ دامن اب اسے بری طرح تنگ کرنے لگا تھا۔

ڈاکٹر سبط علی گھر پر نہیں تھے۔آنٹی کلثوم نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور وہ بھی جس حد تک مصنوعی جوش و خروش اور اطمینان کا مظاہرہ کر سکتی تھی، کرتی رہی۔آنٹی کے منع کرنے کے باوجود وہ ان کے ساتھ مل کر افطار اور ڈنر کی تیاری کرواتی رہی۔

ڈاکٹر سبط علی افطار سے کچھ دیر پہلے آئے تھے اور انہوں نے امامہ کی سنجیدگی نوٹ کی تھی۔مگر اس کی سنجیدگی کا تعلق سالار سے نہیں جوڑا تھا۔وہ جوڑ بھی کیسے سکتے تھے۔

سالار افطار کے تقریباً آدھ گھنٹے بعد آیا تھا۔

اور امامہ سے پہلی نظر ملتے ہی سالار کو اندازہ ہو گیا تھا کہ سب کچھ ٹھیک نہیں ہے۔وہ اس کی خیر مقدمی مسکراہٹ کے جواب میں مسکرائی تھی، نہ ہی اس نے ڈاکٹر سبط علی اور ان کی بیوی کی طرح گرم جوشی سے اس کے سلام کا جواب دیا تھا۔وہ بس نظریں چرا کر لاؤنج سے اٹھ کر کچن میں چلی گئی تھی۔ایک لمحہ کے لیے سالار کو لگا کہ شاید اسے غلط فہمی ہوئی ہے۔آخر وہ اس سے کس بات پر نارض ہو سکتی ہے۔

وہ ڈاکٹر سبط علی کے پاس بیٹھا ان سے باتایں کرتا ہوا اپنے ذہن میں پچھلے چوبیں گھنٹوں کے واقعات کو دہراتا اور کوئی ایسی بات ڈھونڈنے کی کوشش کرتا رہا جو امامہ کو خفا کر سکتی تھی۔اسے

www.kitabnagri.com

ایسی کوئی بات یاد نہیں آئی۔ان کے درمیان آخری گفت گو رات کو ہوئی تھی۔وہ اس کے بازو پر سر رکھے باتیں کرتی سوئی تھی۔خفا ہوتی تو... وہ الجھ رہا تھا...

"کم از کم میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جو اسے برا لگا ہو، شاید یہاں کوئی ایسی بات ہوئی ہو۔" سالار نے خود کو بری الذمہ قرار دیتے ہوئے سوچا۔"لیکن یہاں کیا بات ہوئی ہو گی...؟... شاید میں کچھ ضرورت سے زیادہ حساس ہو کر سوچ رہا ہوں، غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے مجھے۔"

وہ اب خود کو تسلی دے رہا تھا لیکن اس کی چھٹی حس اسے اب بھی اشارہ دے رہی تھی۔بے شک وہ اس سے نو سال بعد ملا تھا مگر نو سال پہلے دیکھے جانے والا س کا ہر موڈ اس کے ذہن پر رجسٹرڈ تھا اور وہ امامہ کے اس موڈ کو بھی جانتا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ڈنر ٹیبل پر بھی زیادہ تر گفت گو ڈاکٹر سبط علی اور سالار کے درمیان ہی ہوئی۔وہ آنٹی کے ساتھ وقفے وقفے سب کو ڈشز سرو کرتی رہی، خاموشی اب بھی برقرار تھی۔

وہ ڈاکٹر سبط علی کے ساتھ مسجد میں تراویح پڑھنے آیا اور حفظ قرآن کے بعد آج پہلی بار تراویح کے دوران اٹکا۔ایک بات نہیں دوبار... اس نے خود کو سنبھال لیا تھا لیکن وہ بار بار ڈسٹرب ہو رہا تھا۔

وہ ساڑھے دس بجے کے قریب ڈاکٹر سبط علی کے گھر سے سعیدہ اماں کے گھر جانے کے لیے نکلے تھے اور سالار نے بالآخر اس سے پوچھ ہی لیا۔



"تم مجھ سے خفا ہو؟"

کھڑکی سے باہر دیکھتے وہ چند لمحوں کے لیے ساکت ہوئی پھر اس نے کہا۔

"میں تم سے کیوں خفا ہوں گی؟" وہ بدستور کھڑکی کی طرف گردن موڑے باہر دیکھ رہی تھی۔ سالار کچھ مطمئن ہوا۔

"ہاں، میں بھی سوچ رہا تھا کہ ایسی تو کوئی بات نہیں ہوئی جس پر تمہار اموڈ آف ہوتا۔" کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے امامہ نے اس کی بات سنی ور اس کی برہمی کچھ اور بڑھی۔

"یعنی میں عقل سے پیدل ہوں جو بلا وجہ اپنا موڈ آف کرتی پھر رہی ہوں... اور اس نے میرے رویے اور حرکتوں کا نوٹس ہی نہیں لیا۔"

"میں تمہیں آج فون کرتا رہا لیکن تم نے فون ہی نہیں اٹھایا۔" وہ ڈرائیو کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

امامہ کو سوچتے ہوئے عجیب سی تسلی ہوئی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اچھا ہوا نہیں اٹھایا یعنی اس نے محسوس تو کیا کہ میں جان بوجھ کر اس کی کال نہیں لیتی رہی۔"

"پھر میں نے گھر کے نمبر پر فون کیا۔وہ بھی انگیجڈ تھا، تم یقیناً اس وقت مصروف تھی اس لیے کال نہیں لے سکیں۔" وہ بے حد عام سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔وہاں بے نیازی کی انتہا تھی۔

امامہ کے رنج میں اضافہ ہوا۔ پھر اسے یاد آیا کہ اس کے فون کا بیلنس ختم ہو چکا تھا۔

"مجھے اپنے فون کے لیے کارڈ خریدنا ہے۔"

سالار نے اسے ایک دم کہتے سنا، وہ اپنا ہینڈ بیگ کھولے اس میں سے کچھ نکال رہی تھی اور جو چیز اس نے نکال کر سالار کو پیش کی تھی، اس نے چند لمحوں کے لیے سالار کو ساکت کر دیا تھا۔ وہ ہزار وپے کا ایک نوٹ تھا۔ وہ اس کے تاثرات سے بے خبر اب ونڈ سکرین سے باہر کسی ایسی شاپ کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی جہاں پر وہ کارڈز دستیاب ہوتے۔ سالار نے اپنی طرف بڑھے ہوئے اس کے ہاتھ کو پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

"واپسی پر لیتے ہیں... اور اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

امامہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تمہیں آنکھیں بند کر کے اپنے سیل فون تھما دیا تھا جب تم میری کچھ نہیں تھی تو اب کیا پیسے لوں گا تم سے"!

گاڑی میں کچھ عجیب سی خاموشی در آئی تھی۔دونوں کو بیک وقت کچھ یاد آیا تھا اور جو یاد آیا تھا اس نے یک دم وقت کو وہیں روک دیا تھا۔

بہت غیر محسوس انداز میں امامہ نے ہاتھ میں پکڑے کاغذ کے اس ٹکڑے کو بہت سی تہوں میں لپیٹنا شروع کر دیا۔اس نے اس کی ساری رقم لوٹا دی تھی، بلکہ اس سے زیادہ ہی جتنی اس نے فون، فون کے بل اور اس کے لیے خرچ کی ہو گی۔مگر احسان... یقیناً اس کے احسانوں کا وزن بہت زیادہ تھا۔اس نے کاغذ کی لپٹی تہوں کو دوبارہ بیگ میں ڈال لیا۔صبح سے اکٹھی کی ہوئی بدگمانیوں کی دھند یکدم چھٹ گئی تھی یا کچھ دیر کے لیے امامہ کو ایسا ہی محسوس ہوا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

باہر سڑک پر دھند تھی اور وہ بڑی احتیاط سے گاڑی چلا رہا تھا۔امامہ کا دل چاہا، وہ اس سے کچھ بات کرے لیکن وہ خاموش تھا۔شاید کچھ سوچ رہا تھا یا لفظ ڈھونڈ رہا تھا۔

"آج سارا دن کیا کرتی رہیں تم؟"

اس نے بالآخر گفت گو کا دوبارہ آغاز کرنے کی کوشش کی تھی۔پورا دن فلیش کی طرح امامہ کی آنکھوں کے سامنے سے گزر گیا۔امامہ کو ندامت ہوئی، وہ جو کچھ کرتی رہی تھی، اسے بتا نہیں سکتی تھی۔

"میں سوتی رہی۔" اس نے پورے دن کو تین لفظوں میں سمیٹ دیا۔

"ہاں، مجھے اندازہ تھا، جاگ رہی ہوتیں تو میری کال ضرور ریسیو کرتیں۔" ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔

"پاپا، ممی اور انتیا آرہے ہیں کل شام۔" سالار نے کچھ دیر کے بعد کہا۔

امامہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تم سے ملنے کے لیے؟" اس نے مزید اضافہ کیا اور بالآخر سسرال کے ساتھ اس کا پہلا رابطہ ہونے والا تھا۔امامہ کو اپنے پیٹ میں گرہیں لگتی محسوس ہوئیں۔

"تم نے انہیں میرے بارے میں بتایا ہے؟" اس نے بے حد نپے تلے الفاظ میں پوچھا۔

"نہیں، فی الحال نہیں، لیکن آج بتاؤں گا پاپا کو فون پر۔" وہ ونڈ سکرین سے باہر دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

امامہ نے اس کے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کی۔کوئی پریشانی، تشویش، اندیشہ، خدشہ، خوف، پچھتاوا... وہ کچھ بھی پڑھنے میں ناکام رہی۔اس کا چہرہ بے تاثر تھا اور اگر اس کے دل میں کچھ تھا بھی تو وہ اسے بڑی مہارت سے چھپائے ہوئے تھا۔

سالار نے اس کو کھوجتی نظروں کو اپنے چہرے پر محسوس کیا۔اس نے امامہ کی طرف دیکھا اور مسکرایا۔امامہ نے بے اختیار نظریں ہٹائیں۔

"انیتا کی فلائٹ ساڑھے پانچ بجے اور پاپا کی سات بجے ہے... میں کل بینک سے جلدی ایئرپورٹ چلا جاؤں گا، پھر ممی اور پاپا کو لے کر میرا خیال ہے نو یا ساڑھے نو بجے تک گھر پہنچوں گا۔"

"یہ تم نے کیا پہنا ہوا ہے؟" سالار نے یک دم اس کے لباس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

تین گھنٹے پینتالیس منٹ کے بعد بالآخر اسے یاد آگیا کہ میں نے کچھ پہنا ہوا ہے۔یہ سوچ کر امامہ کی خفگی میں کچھ اضافہ ہوا۔

"کپڑے۔" امامہ نے جواب دیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار اس کی بات پر بے اختیار ہنسا۔"جانتا ہوں کپڑے پہنے ہیں، اسی لیے تو پوچھ رہا ہوں۔"

امامہ گردن موڑ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی کہ اب وہ تعریف کرے گا۔اس نے سوچا۔دیر سے سہی، لیکن اسے میرے کپڑے نظر تو آئے۔اس کی خفگی میں کچھ اور کمی ہوئی۔

"کون سا کلر ہے یہ؟" سالار نے اپنے پیروں پر پہلی کلہاڑی ماری۔

کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے امامہ کا دل چاہا، وہ چلتی گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر کود جائے۔پونے چار گھنٹے میں وہ اس کے کپڑوں کا رنگ بھی نہیں پہچان سکا تھا۔اس کا مطلب تھا کہ اس نے اسے غور سے دیکھا نہیں تھا۔

"پتا نہیں۔" اس نے اسی طرح کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے بے حد سرد مہری سے کہا۔

"ہاں، میں بھی اندازہ نہیں کر سکا۔آج کل خواتین پہنتی بھی تو بڑے عجیب عجیب کلر ہیں۔" سالار نے اس کے لہجے پر غور کیے بغیر عام سے انداز میں کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ زنک اور کاپر کے سب سے زیادہ اِن شیڈ کو "عجیب" کہہ رہا تھا۔امامہ کو رنج سا رنج ہوا۔سالار شوہروں کی تاریخی غلطیاں دہرا رہا تھا۔اس بار امامہ کا دل تک نہیں چاہا کہ وہ اس کی بات کا جواب دے، وہ اس قابل نہیں تھا۔اسے یاد آیا، اس نے کل بھی اس کے کپڑوں کی تعریف نہیں کی تھی۔کپڑے...؟ اس نے تو اس کی بھی تعریف نہیں کی تھی... اظہار محبت کیا تھی اس نے ...

لیکن تعریف... ہاں، تعریف تو نہیں کی تھی اس نے ... وہ جیسے پچھلی رات کو یاد کرتے ہوئے تصدیق کر رہی تھی، اسے دکھ ہوا۔کیا وہ اُسے اتنی بھی خوب صورت نہیں لگی تھی کہ وہ ایک بار ہی کہہ دیتا۔کوئی ایک جملہ، ایک لفظ، کچھ بھی نہیں، وہ ایک بار پھر خود ترسی کا شکار ہونے لگی۔ عورت اظہار محبت اور ستائش کو کبھی "ہم معنی" نہیں سمجھتی۔یہ کام مرد کرتا ہے اور غلط کرتا ہے۔

ڈرائیونگ کرتے ہوئے سالار کو اندازہ نہیں ہوا کہ گفت گو کے لیے موضوعات کی تلاش میں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے اس نے کس قدر سنگین موضوع کو چھیڑ دیا تھا۔وہ بڑے اطمینان سے جیسے ایک بارودی سرنگ کے اوپر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا تھا جو اس کے پاؤں اٹھاتے ہی پھٹ جاتی۔

سعیدہ اماں کی گلی میں گاڑی پارک کرنے کے بعد سالار نے ایک بار پھر امامہ کے موڈ میں تبدیلی محسوس کی۔اس نے ایک بار پھر اسے اپنا وہم گردانا۔ابھی کچھ دیر پہلے ڈاکٹر سبط علی کے گھر پہ بھی غلط فہمی کا شکار رہا۔آخر ہو کیا گیا ہے مجھے...؟ وہ بھلا کیوں صرف چوبیس گھنٹے میں مجھ سے ناراض ہوتی پھرے گی۔اس نے اطمینان سے سوچا۔

سعیدہ اماں دراوزہ کھولتے ہی امامہ سے لپٹ گئی تھیں۔چند لمحوں بعد وہ آنسو بہا رہی تھیں۔سالار جزبز ہوا۔آخر اتنے عرصے سے وہ اکٹھے رہ رہی تھیں۔یقینا دونوں ایک دوسرے کو مس کر رہی ہوں گی۔اس نے بالآخر خود کو سمجھا۔

سعیدہ اماں نے سالار کے سلام کا جواب دیا، نہ ہی ہمیشہ کی طرح اسے گلے لگا کر پیار کیا۔انہوں نے امامہ کو گلے لگایا، اس سے لپٹ کر آنسو بہائے اور پھر اسے لے کر اندر چلی گئیں۔وہ ہکا بکا دروازے میں ہی کھڑا رہ گیا تھا۔انہیں کیا ہوا؟ وہ پہلی بار بری طرح کھٹکا تھا۔اپنے احساس کو وہم سمجھ کر جھٹکنے کی کوشش اس بار کامیاب نہیں ہوئی۔کچھ غلط تھا مگر کیا...؟ وہ کچھ دیر وہیں کھڑا رہا پھر اس نے پلیٹ کر بیرونی دروازہ بند کیا اور اندر چلا آیا۔


Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ دونوں کچھ باتیں کر رہی تھیں، اسے دیکھ کر یک دم چپ ہو گئیں۔سالار نے امامہ کو اپنے آنسو پونچھتے دیکھا۔وہ ایک بار پھر ڈسٹرب ہوا۔

"میں چائے لے کر آتی ہوں... بادام اور گاجر کا حلوہ بنایا ہے آج میں نے۔" سعیدہ اماں یہ کہتے ہوئے کھڑی ہوئیں۔سالار نے بے اختیار نہیں ٹوکا۔

"سعیدہ اماں! کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ہم لوگ کھانا کھا کر آئے ہیں اور چائے بھی پی لی ہے۔صرف آپ سے ملنے کے لیے آئے ہیں۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا، اسے احساس ہوا کہ وہ پیش کش سرے سے اسے کی ہی نہیں گئی تھی۔سعیدہ اماں مکمل طور پر امامہ کی طرف متوجہ تھیں اور امامہ اسے کچھ کھانے پینے میں متامل نظر نہیں آئی۔

"میں کھاؤں گی اور میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں آپ کس طرح اٹھائیں گی برتن۔" امامہ نے سعیدہ اماں سے کہا اور پھر ان کے ساتھ ہی کچن میں چلی گئی۔سالار ہونقوں کی طرح وہاں بیٹھا رہ گیا۔

اگلے پندرہ منٹ وہ اس صورت حال پر غور کرتا، وہیں بیٹھا کمرے کی چیزوں کو دیکھتا رہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

بالآخر پندرہ منٹ کے بعد امامہ اور سعیدہ اماں کی واپسی ہوئی۔اسے امامہ کی آنکھیں پہلے سے کچھ زیادہ سرخ اور متورم لگیں، یہی حال کچھ اس کی ناک کا تھا۔وہ یقیناً کچن میں روتی رہی تھی مگر کس لیے؟ وہ اب الجھ رہا تھا۔کم از کم اب وہ آنسو اسے سعیدہ اماں اور اس کی باہمی محبت و یگانگت کا نتیجہ نہیں لگ رہے تھے۔سعیدہ اماں کے چہرے اور آنکھوں میں اسے پہلے سے بھی زیادہ سردمہری نظر آئی۔

اسے اس وقت چائے میں دلچسپی تھی نہ کسی حلوے کی طلب... کچھ بھی کھانا اس کے لیے بدہضمی کا باعث ہوتا لیکن جو ماحول یک دم وہاں بن گیا تھا، اس نے اسے ضرورت سے زیادہ محتاط کر دیا تھا۔ کسی انکار کے بغیر اس نے خاموشی سے پلیٹ میں تھوڑا سا حلوہ نکالا۔امامہ نے ڈاکٹر سبط علی کے گھر کی طرح یہاں بھی اس سے پوچھے بغیر اس کی چائے میں دو چمچ چینی ڈال کر اسے کے سامنے رکھ دی، پھر اپنی پلیٹ میں لیا حلوہ کھانے لگی۔

چند منٹوں کی خاموشی کے بعد بالآخر سعیدہ اماں کی قوت برداشت جواب دے گئی تھی۔اپنے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ ایک طرف رکھتے ہوئے انہوں نے اپنی عینک کو ناک پر ٹھیک کرتے ہوئے تیز نظروں سے سالار کو گھورا۔

اپنی پلیٹ میں ڈالے حلوے کو چمچ سے ہلاتے سالار ٹھٹھکا۔اس نے پہلے سعیدہ اماں کو دیکھا، پھر امامہ کو... وہ بھی ٹھٹھکی تھی... اور کچھ گڑبڑائی بھی... سالار کے پیٹھ پیچھے اس کی برائی اور اس کے گلے شکوے کرنا اور بات تھی مگر اس کے سامنے بیٹھ کر وہی کچھ دہرانا، خاص طور پر جب ان الزامات کا کچھ حصہ کسی جھوٹ پر مبنی ہو۔وہ واقعی گھبرا گئی تھی۔

سالار کو یہ سوال نہیں، تبصرہ لگا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"جی۔" اس نے ان کی تائید کی۔

"وہ مرد دوزخ میں جاتے ہیں جو اپنی بیویوں کو تنگ کرتے ہیں۔" سعیدہ اماں نے اگلا جملہ بولا۔



اس بار سالار فوری طور پر تائید نہیں کر سکا۔وہ خود مرد تھا اور شوہر بھی، لاکھ وہ امامہ پر مرتا ہو لیکن "بیوی" کی موجودگی میں اس تبصرہ کی تائید اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مصداق تھا۔وہ شادی کے دوسرے ہی دن اتنی فرماں برداری نہیں دکھا سکتا تھا جس پر وہ بعد میں ساری عمر پچھتاتا۔

اس بار کچھ کہنے کے بجائے اس نے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔اس کی خاموشی نے سعیدہ اماں کو کچھ اور پتا دیا۔

"دوسروں کے دل دکھانے والے کو اللہ کبھی معاف نہیں کرتا۔" سالار نے حلوہ کھاتے کھاتے اس جملے پر غور کیا، پھر تائید میں سر ہلا دیا۔

"جی بالکل۔" سعیدہ اماں کو اس کی ڈھٹائی پر غصہ آیا۔

"شریف گھرانے کے مردوں کا وتیرہ نہیں ہے کہ دوسروں کی بیٹیوں کو پہلے بیاہ کر لے جائیں اور پھر انہیں پہلی بیویوں کے قصے سنانے بیٹھ جائیں۔"

امامہ کی جیسے جان پر بن گئی۔ یہ کچھ زیادہ ہی ہو رہا تھا۔

"آپ کی چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے اماں!" اس نے صورتِ حال سنبھالنے کی کوشش کی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار نے باری باری ان دونوں کو دیکھا، اسے اس جملے کا سر پیر سمجھ میں نہیں آیا تھا اور پہلے جملوں سے ان کا کیا تعلق تھا، وہ بھی سمجھ نہیں پایا لیکن تائید کرنے میں کوئی برائی نہیں تھی کیوںکہ بات مناسب تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ" اس نے بالآخر کہا۔

اس کی سعادت مندی نے سعیدہ اماں کو مزید پتا دیا۔شکل سے کیسا شریف لگ رہا ہے۔اسی لیے تو سبط بھائی بھی دھوکا کھا گئے۔انہوں نے ڈاکٹر سبط علی کو غلطی کرنے پر چھوٹ دی۔

"آمنہ کے لیے بہت رشتے تھے۔" سعیدہ اماں نے سلسلہ کلام جوڑا۔

انہیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ ایک غلط آدمی کو امامہ کی قدروقیمت کے بارے میں غلط لیکچر دے رہی تھیں۔حلوے کی پلیٹ ہاتھ میں لیے سالار نے ایک نظر امامہ کو دیکھا پھر سعیدہ اماں کو، جو بے حد جوش و خروش سے کہہ رہی تھیں۔

"یہ سامنے والے ظہور صاحب کے بڑے بیٹے نے آمنہ کو کہیں دیکھ لیا تھا۔ماں باپ کو صاف صاف کہہ دیا اس نے کہ شادی کروں گا تو اسی لڑکی سے۔خالہ کی بیٹی کے ساتھ بچپن کی منگنی بھی توڑ دی۔"

اس بار سالار نے حلوے کی پلیٹ ٹیبل پر رکھ دی۔وہ کم از کم امامہ کے کسی ایسے رشتے کی تفصیلات مزے سے حلوہ کھاتے ہوئے نہیں سن سکتا تھا۔امامہ نے اس بار سعیدہ اماں کو روکنے کی

کوشش نہیں کی تھی۔بڑی ہی عامیانہ بات تھی لیکن وہ بھی جیسے چاہتی تھی کہ کوئی سالار کو بتائے کہ وہ "قابل قدر" ہے، وہ اسے صرف "بیوی" سمجھ کر برتاؤ نہیں کر سکتا۔

"جوتے گھس گئے لڑکے کی ماں کے یہاں کے چکر لگا لگا کر، محلے کے ہر معزز آدمی سے کہلوایا اس نے، میرے بیٹے تک کو انگلینڈ فون کرایا اس رشتے کے لیے۔" سعیدہ اماں بول رہی تھیں۔

سالار اب بے حد سنجیدہ تھا اور امامہ قدرے لا تعلقی کے انداز میں سر جھکائے حلوے کی پلیٹ میں چمچ بلا رہی تھی۔

"اس کے ماں باپ نے کہا کہ جو چاہیں حق مہر میں لکھوا لیں، بس اپنی بچی کو ہماری بیٹی بنا دیں۔"

سالار نے بے حد جتانے والے انداز میں اپنی رسٹ واچ یوں دیکھی جیسے اسے دیر ہو رہی تھی۔ سعیدہ اماں کو اس کی اس حرکت پر بری طرح تاؤ آیا۔اس گفت گو کے جواب میں کم از کم وہ اس سے اس بے نیازی کی توقع نہیں کر رہی تھیں۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"ابھی آج بھی اس کی ماں آئی ہوئی تھی۔بہت افسوس سے کہہ رہی تھی کہ بڑی زیادتی کی ان کے بیٹے کے ساتھ میں نے... ایک بار نہیں، دو بار ... کہہ رہی تھی کہ ہمیں چھوڑ کر کسی ایرے غیرے کے ساتھ پکڑ کر بیاہ دیا۔میرا بیٹا کیوں نظر نہیں آیا آپ کو... رانیوں کی طرح رکھتا آمنہ کو... دیکھ دیکھ کر جیتا اسے۔"

سعیدہ اماں اب مبالغہ آمیزی کی آخری حدود کو چھونے کی سر توڑ کوشش کر رہی تھی۔سامنے بیٹھے ہوئے شخص کے چہرے پر اب بھی مرعوبیت نام کی کوئی چیز نمودار نہیں ہوئی تھی۔وہ سنجیدہ چہرے کے ساتھ انہیں یک ٹک دیکھ رہا تھا۔سعیدہ اماں کو لگا، انہوں نے اس کے ساتھ شادی کر کے واقعی آمنہ کی قسمت پھوڑی تھی۔

بے حد خفگی کے عالم میں انہوں نے سردی کے موسم میں بھی پانی کا گلاس اٹھا کر ایک گھونٹ میں پیا تھا۔اس کی یہ خاموشی امامہ کو بھی بری طرح چبھی تھی۔وہ رات کو اس سے کیا کچھ کہہ رہا تھا اور اب یہاں سعیدہ اماں کو بتانے کے لیے اس کے پاس ایک لفظ بھی نہیں تھا کہ وہ اس کے لیے اہم ہے... یا وہ اُس کا خیال رکھے گا... یا کوئی اور وعدہ... کوئی اور تسلی... کوئی اور بات... کچھ تو کہنا چاہیے تھا اسے سعیدہ اماں کے سامنے... اسے عجیب بے قدری اور بے وقعتی کا احساس ہوا تھا... رنج کچھ اور سوا ہو... فاصلہ کچھ اور بڑھا تھا... اس نے کسی دوسرے کے سامنے بھی اسے تعریف کے دو

لفظوں کے قابل نہیں سمجھا تھا۔اکیلے میں تعریف نہ کرے لیکن یہاں بھی کچھ کہہ دیتا... کچھ تو... اس کا دل ایک بار پھر بھر آیا۔وہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ سالار اس سے روایتی شوہروں والا رویہ رکھے لیکن خود وہ اس سے روایتی بیوی والی ساری توقعات لیے بیٹھی تھی۔

"بہت دیر ہو گئی، میرا خیال ہے، ہمیں اب چلنا چاہیے۔مجھے صبح آفس جانا ہے، آج کل کام کچھ زیادہ ہے۔" سالار کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تھا۔

اس نے بڑے تحمل کے ساتھ سعیدہ اماں سے کہا اور پھر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔وہ اب امامہ کے کھڑے ہونے کا منتظر تھا لیکن امامہ نے ٹیبل پر رکھے برتن اٹھا کر ٹرے میں رکھتے ہوئے اسے دیکھے بغیر بڑی سرد مہری کے ساتھ کہا۔"میں آج یہیں رہوں گی سعیدہ اماں کے پاس"...

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار چند لمحوں کے لیے بھونچکا رہ گیا۔اس نے پچھلے کئی گھنٹوں میں ایک بار بھی ایسا کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ وہ سعیدہ اماں کے پاس رات گزارنے کا اردہ رکھتی ہے اور اب یک دم بیٹھے بیٹھائے یہ فیصلہ...

"ہاں، بالکل یہیں چھوڑ جاؤ اسے۔" سعیدہ اماں نے فوری تائید کی۔امامہ اس کے انکار کی منتظر تھی۔

"ٹھیک ہے، یہ رہنا چاہتی ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" سالار نے بڑی سہولت سے کہا۔

برتن سمیٹتی امامہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔اس نے ایک منٹ کے لیے بھی اسے ساتھ لے جانے پر اصرار نہیں کیا تھا، وہ اتنا تنگ آیا ہوا تھا اس سے...

اس سے پہلے کہ سالار کچھ اور کہتا ، دو ایک جھپاکے کے ساتھ کمرے سے نکل گئی۔سعیدہ اماں نے بے حد قہر آلود نظروں سے اسے دیکھا، سالار نے جیسے امامہ کے ہر الزام کی تصدیق کر دی تھی۔ سالار کو امامہ کے یوں جانے کی وجہ سمجھ میں آئی، نہ سعیدہ اماں کی ان ملامتی نظروں کا مفہوم سمجھ سکا وہ۔وہ گفت گو جتنی اپ سیٹ کرنے والی تھی اتنا ہی امامہ کا یک دم کیا جانے والا یہ اعلان تھا کہ وہ آج وہیں رہے گی۔اسے برا لگا تھا لیکن اتنا برا نہیں لگا تھا کہ وہ اس پر اعتراض یا خفگی کا اظہار کرتا اور وہ بھی سعیدہ اماں کے سامنے۔

"اوکے... میں چلتا ہوں پھر۔" وہ سعیدہ اماں کے ساتھ باہر صحن میں نکل آیا۔

اس کا خیال تھا، امامہ کچن میں برتن رکھ کر اسے خدا حافظ کہنے تو ضرور جآئے گی لیکن وہ نہیں آئی تھی۔وہ کچھ دیر سعیدہ اماں سے بے مقصد باتیں کرتا صحن میں کھڑا اس کا انتظار کرتا رہا۔سعیدہ اماں کے لہجے میں اتنی سرد مہری نہ ہوتی تو ان سے امامہ کو بلوانے جکا کہتے ہوئے اسے جھجک محسوس نہ ہوتی۔

سعیدہ اماں کے گھر سے نکلتے ہوئے اس نے پہلی بار اس محلے اس کے سامنے والے گھر کو سر اٹھا کر دیکھا تھا۔وہاں سے اکیلے واپس آنا اسے کھل رہا تھا۔وہ اتنے سال اس کے بغیر ہی رہا تھا۔اسے کبھی تنہائی نہیں چبھی تھی۔اس نے ایک رات اس کے ساتھ گزاری تھی اور تنہائی کا مفہوم اس کی سمجھ میں آگیا تھا۔وہاں سے واپسی کی ڈرائیو کی زندگی کی سب سے طویل ڈرائیو تھی۔

☆☆☆☆

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کل بھائی صاحب کے ہاں چلیں گے۔انہیں بتائیں گے یہ سب کچھ... وہی بات کریں گے سالار سے۔" سعیدہ اماں اس کے پاس بیٹھی کہہ رہی تھیں۔وہ بے حد پریشان تھیں۔

امامہ نے ان کی بات کی تائید کی نہ تردید۔اب اس کا دل کچھ بھی کہنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔وہ بس اپنے بیڈ پر کمبل اوڑھے چپ چاپ بیٹھی سعیدہ جاماں کی باتیں سنتی رہی۔

"اچھا، چلو اب سو جاؤ بیٹا! صبح سحری کے لیے بھی اٹھنا ہو گا۔"

سعیدہ اماں کو اچانک خیال آیا۔بیڈ سے اٹھ کر کمرے سے نکلتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔



"لائٹ آف کر دوں؟"

پچھلی رات ایک جھماکے کے ساتھ اسے یاد آئی تھی۔

"نہیں... رہنے دیں۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہتے ہوئے لیٹ گئی۔

سعیدہ اماں دروازہ بند کر کے چلی گئیں۔کمرے کی خاموشی نے اسے سالار کے بیڈ روم کی یاددلائی۔

”ہاں، اچھا ہے نا... میں نہیں ہوں، آرام سے لائٹ آن کر کے سو تو سکتا ہے۔یہی تو چاہتا تھا وہ...“ وہ پھر سے رنجیدہ ہونے لگی اور تب ہی اس کا سیل فون بجنے لگا۔امامہ کے خون کی گردش پل بھر کے لیے تیز ہوئی، وہ اسے بالآخر کال کر رہا تھا۔اس نے بے حد خفگی کے عالم میں فون بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پھینک دیا۔

وہ اسے ساتھ لے کر نہیں گیا اور اب اسے اس کی یاد آرہی تھی۔اس کی رنجیدگی، غصے میں بدل رہی تھی۔وہ اس طرح کیوں کرہی تھی کہ رائی کا پہاڑ بنا رہی تھی۔

اس نے جیسے اپنا تجزیہ کیا اور اس تجزیے نے بھی اسے اذیت دی۔میں زود رنج ہو گئی ہوں یا وہ مجھے جان بوجھ کر بری طرح اگنور کر رہا ہے۔یہ جتانا چہاتا ہے کہ میں اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔اس کے دوست، اس کا آفس، اس کی فیملی... بس یہ اہم ہیں اس کے لیے... دوبارہ کال نہیں آئی، چند سیکنڈ کے بعد اس کا میسج آیا تھا۔اسے یقین تھا کہ وہ یقینا اس سے کہے گا وہ اسے مس کر رہا تھا۔

ٹیکسٹ میسج میں اس کے لیے ایک ری لوڈ کارد کا نمبر تھا اور اس کے نیچے دو لفظ... ”گڈ نائٹ سوئیٹ ہارٹ“!

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

پہلے اسے شدید غصہ آیا پھر بری طرح رونا۔اسے پہلے بھی زندگی میں سالار سکندر سے برا کوئی نہیں لگا تھا اور آج بھی اس سے برا کوئی نہیں لگ رہا تھا۔

☆☆☆☆


Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"آمنہ سے بات کروا دو... میں اور طیبہ بھی اس سے بات کر لیں... شادی کر لی... اسے گھر بھی لے آؤ... اب کسی کام میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے یا نہیں۔" سکندر نے ابتدائی سلام و دعا کے ساتھ چھوٹتے ہی اس سے کہا۔

"وہ آج اپنے میکے میں ہے۔" سالار نے کچھ سوچ کر کہا۔وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی سعیدہ اماں کے گھر سے واپس آیا تھا۔

"تو برخوردار! تم بھی اپنے سسرال میں ہی ٹھہرتے ، تم منہ اٹھا کر اپنے اپارٹمنٹ کیوں آ گئے؟" سکندر نے اسے ڈانٹا، وہ جواباً ہنسا۔

"ممی پاس ہی ہیں؟" اس نے موضوع بدلا۔

"ہاں... کیوں، بات کرنی ہے؟"

"نہیں، فی الحال تو آپ ہی سے بات کرنی ہے... بلکہ کچھ زیادہ سیریس بات کرنی ہے۔"

سکندر یک دم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔"یہ سالار سکندر " تھا، وہ اگر سیریس کہہ رہا تھا تو بات یقیناً "بہت سیریس تھی۔"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کیا بات ہے؟"

"مجھے... اصل میں آمنہ کے بارے میں آپ کو کچھ بتانا ہے۔"

سکندر الجھ گئے۔وہ آمنہ کے بارے میں انہیں نکاح کے بعد بتا ہی چکا تھا۔ڈاکٹر سبط علی کی بیٹی جس کے ساتھ اس نے اپنی کچھ ذاتی وجوہات کی بنا پر ایمرجنسی میں نکاح کیا تھا... سکندر عثمان، ڈاکٹر سبط علی کو جانتے تھے اور سالار کے توسط سے دو تین بار ان سے مل بھی چکے تھے۔وہ ڈاکٹر سبط علی کی بیٹی کے بجائے کسی بھی لڑکی سے اس طرح اچانک ان لوگوں کو مطلع کیے بغیر نکاح کرتا، تب بھی انہیں اعتراض نہ ہوتا۔وہ اور ان کی فیملی کچھ اتنی ہی لبرل تھی اور سالار تو بہرحال "اسپیشل کیس" تھا... یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ شادی "انسانوں" کی طرح کرتا۔یہ تبصرہ طیبہ کا تھا جو انہوں نے اس کے نکاح کی خبر ملنے پر قدرے خفگی لیکن اطمینان کے ساتھ کیا تھا اور اب وہ کہہ رہا تھا کہ اسے آمنہ کے بارے میں کچھ بتانا تھا۔

"کیا بتانا ہے آمنہ کے بارے میں؟"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار نے گلا صاف کیا۔بات کیسے شروع کرے، سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

"آمنہ اصل میں امامہ ہے۔" تمہید اس نے زندگی کبھی نہیں باندھی تھی، پھر اب کیسے باندھتا۔
دوسری طرف ایک دم خاموسی چھا گئی۔سکندر کو لگا، انہیں سننے میں کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔

"کیا... کیا مطلب؟" انہوں نے جیسے تصدیق چاہی۔

"امامہ کو ڈاکٹر صاحب نے اپنے گھر میں پناہ دی تھی۔وہ اتنے سالوں ان ہی کے پاس تھی۔انہوں نے اس کا نام چینج کر دیا تھا اس کے تحفظ کے لیے۔مجھے نکاح کے وقت یہ پتا نہیں تھا کہ وہ امامہ ہے، لیکن وہ امامہ ہی ہے۔"

آخری جملے کے علاوہ اسے باقی تفصیل احمقانہ نہیں لگی۔

سکندر عثمان نے رکتی ہوئی سانس کے ساتھ برابر کے بیڈ پر بیٹھی بیوی کو دیکھا جو اسٹار پلس پر کوئی ٹاک شور دیکھنے میں مصروف تھی اور یہ اچھا ہی تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ اسی طرح رکتی ہوئی سانس کے ساتھ، ننگے پاؤں اپنے بستر سے اتر کر بیڈ روم کا دروازہ کھول کر، بے حد عجلت کے عالم میں باہر نکل گئے۔طیبہ نے کچھ حیرت سے انہیں اس طرح اچانک جاتے دیکھا۔

"ایک تو ان باپ بیٹے کا رومانس ہی ختم نہیں ہوتا، اب دو گھنٹے لگا کر آئیں گے۔" طیبہ نے قدرے خفگی سے سوچا اور دوبارہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

باہر لاؤنج میں سکندر عثمان کے چودہ طبق روشن ہو رہے تھے۔وہ ابھی چند گھنٹے پہلے ہی طیبہ کے ساتھ اپنے آخری اولاد کے "سیٹل" ہو جانے پر خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اس کا ولیمہ پلان کر رہے تھے اور انہیں وقتی طور پر یہ بھول گیا تھا کہ وہ آخری اولاد "سالار سکندر" تھا۔



دو گھنٹے تک لاؤنج میں اس کے ساتھ طویل گفت و شنید کے بعد وہ جب بالآخر واپس بیڈ روم میں آئے تو طیبہ سو چکی تھی لیکن سکندر عثمان کی نیند اور اطمینان دونوں رخصت ہو چکے تھے۔



سکندر عثمان اس سے ناراض نہیں ہوئے تھے لیکن وہ ان تمام خدشات کو سمجھ سکتا تھا جو یک دم ان کے ذہن میں جاگ اٹھے تھے۔اتنے سال سے ہاشم مبین کی فیملی کے ساتھ ان کے تمام تعلقات مکمل طور پر منقطع تھے لیکن اس کے باوجود سب کچھ پر سکون تھا۔امامہ کی اس فوری گمشدگی کے بعد شروع کے چند مہینے وہ انہیں تنگ کرتے رہے تھے لیکن جوں جوں انہیں یقین ہوتا گیا کہ سکندر عثمان اور سالار کا واقعی امامہ کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں ہے تو ساری گرد جیسے آہستہ

آہستہ بیٹھتی گئی۔اس کے باوجود ہاشم مبین کو اب بھی یقین تھا کہ رابطہ نہ ہونے کے باوجود امامہ کو بھاگنے میں سالار کا کسی نہ کسی طرح ہاتھ ضرور تھا، مگر یہ بات ثابت کرنا مشکل تھا اور اب نو سال بعد یک دم جیسے "ثبوت" سامنے آگیا تھا۔اس کے نتیجے میں ہاشم مبین اور اس کی فیملی کیا طوفان اٹھاتی، اس کے بارے میں سکندر کو کوئی خوش فہمی نہیں تھی۔وہ اگر پریشان تھے تو سالار ان کی پریشانی سمجھ سکتا تھا۔

ان سے بات کرنے کے بعد وہ سونے کے لیے بیڈ پر آکر لیٹ گیا اور اس وقت اسے ایک بار پھر امامہ یاد آئی۔اس نے گردن موڑ کر اس خالی بستر اور تکیے کو دیکھا۔اسے پچھلی رات اس تکیے پر بکھری زلفیں یاد آئیں۔چند لمحوں کے لیے اسے یوں لگا جیسے وہ وہیں تھی۔اس تکیے سے اس کے کندھے اور اس کے کندھے سے اس کے سینے تک آتی ہوئی وہ سیاہ ریشمی زلفیں ایک بار پھر اس سے لپٹنے لگی تھیں۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس نے لائٹ آف کرنے کی کوشش نہیں کی۔وہ پچھلی رات نہیں تھی کہ اسے تاریکی میں بھی نیند آجاتی۔

☆☆☆☆

وہ ساری رات نہیں سوئی۔غصہ، رنج ، افسوس اور آنسو... وہ ایک کیفیت سے نکلتی، دوسری میں داخل ہوتی رہی۔

سحری کے وقت بھی اس کا دل بستر سے نکل کر سعیدہ اماں کا سامنا کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔وہ انہیں اپنی اتری ہوئی شکل دکھانا نہیں چاہتی تھی لیکن مجبوری تھی۔سعیدہ اماں اسے مجبور نہ کرتیں تو وہ سحری کھائے بغیر روزہ رکھتی۔واپس کمرے میں آنے پر اس نے ایک بار پھر اپنے سیل پر سالار کی مسڈ کال دیکھی۔اس نے سیل آف کیا اور کمبل لپیٹ کر سو گئی۔

سالار نے دس بجے کے قریب آفس سے اسے کال کی، سیل آف تھا۔گیارہ بجے کال کرنے پر ایک بار پھر سیل آف ملا۔اس بار اس نے سعیدہ اماں کی لینڈ لائن پر کال کی۔

"امامہ سو رہی ہے۔" انہوں نے چھوٹتے ہی سرد مہری سے اسے اطلاع دی۔

"اچھا، جب وہ اٹھے تو آپ اس سے کہیں کہ مجھے کال کر لے۔" اس نے پیغام دیا۔

"دیکھوں گی، اگر اس کے پاس فرصت ہوئی تو کر لے گی۔" سعیدہ اماں نے یہ کہہ کر کھٹاک سے فون بند کر دیا۔وہ سیل ہاتھ میں پکڑے رہ گیا۔اگلے پانچ منٹ وہ اسی پوزیشن میں بیٹھا سعیدہ اماں کے جواب پر غور کرتا رہا۔

امامہ کو اس کا پیغام مل گیا تھا اور سعیدہ اماں نے سالار کو دیا جانے والا جواب اسے سنا دیا۔وہ خاموش رہی۔

"آج بھائی صاحب کی طرف چلیں گے۔" سعیدہ اماں نے اسے چپ دیکھ کر کہا۔

"آج رہنے دیں، سالار کے گھر والے آرہے ہیں ، بعد میں بات کر لیں گے۔"امامہ نے سعیدہ اماں سے کہا۔سالار نے ڈیڑھ بجے کے قریب فون کیا اور اس کی آواز سنتے ہی کہا۔

"تھینک گاڈ! تمہاری آواز تو سننا نصیب ہوا مجھے..." وہ جواباً خاموش رہی۔

"ڈاکٹر صاحب کا ڈرائیور پہنچنے ہی والا ہو گا، تم تیار ہو جاؤ۔" سالار نے اس کی خاموشی نوٹس کیے بغیر اسے اطلاع دی۔

"ڈنر کے لیے کیا بنانا ہے؟" امامہ نے جواباً کہا۔



"کون سا ڈنر؟"

"تمہارے پیرنٹس کھانا نہیں کھائیں گے کیا؟"

"نہیں، ڈنر فرقان کے گھر پر ہے۔"

"میں ڈنر خود تیار کر لوں گی۔" اس نے اس اطلاع پر دو ٹوک انداز میں کہا۔

"یہ ڈنر وہ ہم دونوں کے لیے نہیں بلکہ ممی، ماما اور انیتا کے لیے کر رہا ہے۔" وہ کچھ خفیف سی ہو گئی۔

"لیکن سحری کے لیے تو کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہو گا۔"

"میری فیملی میں روزے وغیرہ کوئی نہیں رکھتا، لیکن پوچھ لوں گا اور کر لیں گے کچھ نہ کچھ ... فریج میں بہت کچھ ہے۔ تم اس جھنجھٹ میں نہ پڑو۔"

"ہیلو!" سالار نے جیسے لائن پر اس کی موجودگی کو چیک کیا۔

"میں سن رہی ہوں۔" اس نے جواباً کہا۔

"امامہ! تم اور سعیدہ اماں کل رات کو رو کیوں رہی تھیں...؟"

سالار نے بالآخر وہ سوال کیا جو پچھلی رات سے اسے تنگ کر رہا تھا۔

"ایسے ہی۔" وہ کچھ دیر کے لیے جواب نہ دے سکی۔

"اور سعیدہ اماں کا موڈ بھی کچھ آف تھا؟"

"پتا نہیں... تم پوچھ لیتے۔" " اس نے اب بھی اسی انداز سے کہا۔

"چلو تم اب تیار ہو جاؤ، گھر پہنچ جاؤ تو مجھے ٹیکسٹ میسج کرنا۔اگر میں فری ہوا تو تمہیں کال کر لوں گا۔" امامہ نے جواباً خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔اس کا دل چاہا تھا، اس سے کہے۔ "ضرورت نہیں۔"

☆☆☆☆

وہ تقریباً اڑھائی بجے ڈاکٹر صاحب کے ڈرائیور کے ساتھ اس کے اپارٹمنٹ پر پہنچی تھی اور اس نے آتے ہی سب سے پہلے دونوں بیڈ رومز چیک کیے تھے۔بیڈ رومز یا باتھ رومز میں کچھ رکھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

سالار آفس جانے سے پہلے یقینا ہر کام خود ہی کر کے گیا تھا۔اس نے ایک بار پھر اپنے وجود کو "بے مصرف" محسوس کیا۔

ایک بیڈ روم شاید پہلے ہی گیسٹ روم کے طور پر استعمال ہو رہا تھا، جب کہ دوسرا بیڈ روم وہ اسٹڈی کے طور پر بھی استعمال کر رہا تھا۔وہاں ایک ریک پر کتابوں کے ڈھیر کے علاوہ اسی طرح کے ریکس پر سی ڈیز اور ڈی وی ڈیز کے انبار بھی نظر آئے سٹنگ روم میں موجود جرِیکس پر بھی ڈی وی ڈیز اور سی ڈیز تھیں لیکن ان کی تعداد اس کمرے کی نسبت بہت کم تھی۔کمرے میں کچھ musical instruments بھی پڑے ہوئے تھے اور ایک اسٹڈی ٹیبل پر جس ایک ڈیسک ٹاپ تھا۔وہ اسٹڈی ٹیبل اس کمرے کی وہ واحد چیز تھی جس پر پڑے کاغذ، فائلز اور desk organiser اسے بے ترتیب نظر آئے۔وہ اٹھنے سے پہلے اسے ٹھیک کرنا بھول گیا تھا یا شاید اس کے پاس وقت نہیں تھا۔

ایک لمحے کے لیے اسے خیال آیا کہ وہ ان پیپرز کو ٹھیک کر دے، اگلے ہی لمحے اس نے اس خیال کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔اسے خدشہ تھا وہ یہ کام سالار جیسی پرفیکشن جکے ساتھ نہیں کر سکتی تھی اور اگر کوئی پیپر اِدھر اُدھر ہو گیا تو...؟

وہ دروازہ بند کر کے باہر نکل آئی۔فریج اور فریزر میں واقعی جکھانے کا بہت سا سامان تھا اور اس کو یقین تھا کہ ان میں سے نوے پرسنٹ اشیاء فرقان ور نوشین کی مرہون منت تھی۔جو چیزیں سالار کی اپنی خریداری کا نتیجہ تھیں ان میں پھلوں کے علاوہ ڈرنکس اور ٹن پیکڈ فوڈ آئٹمز کی ایک محدود تعداد تھی۔اس نے چند ٹن نکال کر دیکھے، وہ تقریباً سب کے سب سی فوڈ تھے۔

امامہ کو کھانے میں صرف ایک چیز ناپسند تھی۔سی فوڈ... روزے کی وجہ سے اس کا معدہ خالی نہ ہوتا تو وہ ان ڈبوں پر بنے ہوئے کریبز اور پرانز دیکھ کر اسے وومٹنگ شروع ہو جاتی۔اس نے بڑی مایوسی کے عالم میں ان ٹنز کو واپس فریج میں رکھ دیا۔یقیناً وہ ڈیکوریشن کے مقصد سے خرید کر نہیں رکھے گئے تھے۔وہ خرید کر لاتا تھا تو یقیناً کھاتا بھی ہو گا۔اس کا خراب موڈ کچھ اور ابتر ہو ا۔ ابھی اور کیا کیا پتا چلنا تھا اس کے بارے میں...

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس نے کچن کے کیبنٹس کھول کر دیکھے اور بند کر دیے۔اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کچن میں فریج کے علاوہ صرف کافی کیبنٹس اور برتنوں کے ریکس کے علاوہ کہیں کچھ نہیں۔وہ کچن صرف ناشتے اور سینڈوچ والے میلز کے علاوہ صرف چائے یا کافی کے لیے استعمال ہوتا تھا۔وہاں اسے چند فرائنگ پینز کے علاوہ کسی قسم کے پکانے کے برتن نظر نہیں آئے۔کچن میں موجود کراکری بھی، ایک ڈنر سیٹ اور چند واٹر اور ٹی سیٹس پر مشتمل تھی یا اس کے علاوہ کچھ مگز جتھے یا پھر بریک فاسٹ سیٹ۔یقیناً اس کے گھر آنے والے افراد کی تعداد بھی زیادہ نہیں تھی۔وہ کچن سے نکل آئی۔

اپارٹمنٹ کا واحد غیر دریافت شدہ حصہ بالکونی تھا۔وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آئی اور وہ پہلی جگہ تھی جہاں آتے ہی اس کا دل خوش ہوا تھا۔چھ فٹ چوڑی اور بارہ فٹ لمبی وہ ٹیرس نما بالکونی کو ٹیرس گارڈن کہنا زیادہ مناسب تھا۔مختلف شکلوں اور سائزز کے گملوں میں مختلف قسم کے پودے اور بیلیں لگی ہوئی تھیں اور شدید سرد موسم میں بھی ان کی حالت بتا رہی تھی کہ ان پر خاصی محنت اور وقت لگایا گیا تھا۔وہاں آس پاس کی بالکونیوں سے بھی اسے سبز رنگ کے پودے اور بیلیں جھانکتی نظر آرہی تھیں لیکن یقیناً سالار کی بالکونی کی حالت سب سے بہتر تھی۔

لاؤنج کی قد آدم کھڑکیاں بھی اسی بالکونی میں تھیں اور بالکونی میں ان کھڑکیوں کے پاس دیوار کے ساتھ زمین پر ایک میٹ موجود تھا۔وہ شاید یہاں آکر بیٹھتا ہو گا یا دھوپ میں لیٹتا ہو گا۔شاید ویک اینڈ پر... ورنہ سردی کے موسم میں اس میٹ کی وہاں موجودگی کا مقصد اسے سمجھ میں نہیں

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

آیا۔بالکونی کی منڈیر کے قریب ایک اسٹول پڑا ہوا تھا۔وہ یقینا وہاں آکر بیٹھتا تھا۔نیچے دیکھنے کے لیے ... منڈیر پر مگ کے چند نشان تھے۔چائے یا کافی پیتا ہے یہاں بیٹھ کر ... مگر کس وقت... یقینا رات جکو... اس نے سوچا اورآگے بڑھ کر نیچے جھانکا۔وہ تیسری منزل تھی اور نیچے بلڈنگ کا لان اور پارکنگ تھے۔کچھ فاصلے پر کمپاؤنڈ سے باہر سڑک بھی نظر آرہی تھی۔وہ ایک پورش ایریا تھا اور سڑک پر ٹریفک زیادہ نہیں تھی۔وہ واپس اندر آگئی۔

وہ کپڑے تبدیل کر کے ابھی اپنے بال بنا رہی تھی کہ جب اسے ڈور بیل کی آواز سنائی دی۔فوری طور پر اسے نوشین ہی کا خیال آیا تھا۔

لیکن دروازے پر ایک ریسٹورنٹ کا ڈیلیوری بوائے چند پیکٹس لیے کھڑا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"میں نے آرڈر نہیں کیا۔" اسے لگا شاید وہ کسی غلط اپارٹمنٹ میں آگیا ہے۔

اس نے جواباً سالار سکندر کا نام ایڈریس کے ساتھ دہرایا۔چند لمحوں کے لیے وہ چپ سی ہو گئی۔وہ کم از کم اتنا لاپروا نہیں تھا اس کے بارے میں کہ اس کے افطار کے لیے کچھ انتظام کرنا بھول

جاتا۔وہ سوچ رہی تھی کہ وہ اپنے پیرنٹس کو لینے کے لیے آفس سے نکل چکا ہو گا اور ایئرپورٹ پہنچنے کی بھاگ دوڑ میں اسے شاید وہ یاد بھی نہیں ہو گی۔

کچن میں ان پیکٹس کو رکھتے ہوئے اس کا غصہ اور رنجیدگی کچھ کم ہوئی اور یہ شاید اس کا ہی اثر تھا کہ اس نے کال کر کے سالار کو مطلع کرنا اور اس کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھا۔وہ اس وقت ایئر پورٹ کی طرف جا رہا تھا۔اس نے فوراً کال ریسیو کی تھی۔

امامہ نے اسے کھانے کے بارے میں بتایا۔

"میں رات کا کھانا اکثر اس ریسٹورنٹ سے منگواتا ہوں۔کھانا اچھا ہوتا ہے ان کا..." اس نے جواباً بڑے معمول کے انداز میں کہا۔میں نے سوچا"میں جب تک ان لوگوں کو لے کر گھر آؤں گا تب تک بھوکی بیٹھی رہو گی۔"

وہ اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی مگر یک دم اسے احساس ہوا کہ یہ بہت مشکل کام ہے سالار سے یہ دو لفظ کہنا، ایک عجیب سی جھجک جو اسے محسوس ہو رہی تھی۔

☆☆☆☆

وہ تقریباً سوا نو بجے کے قریب ایا اور ڈور بیل کی آواز پر وہ بے اختیار نروس ہو گئی تھی۔نہ چاہتے ہوئے بھی وہ سالار کی فیملی کے رد عمل سے خائف تھی۔ایک ہمسائے کے طور پر بھی دونوں فیملیز کے درمیان بے حد رسمی تعلقات تھے اور بعد میں ہونے والے واقعات نے تو یہ فارمیلٹی بھی ختم کر دی تھی۔اسے کئی سال پہلے سکندر عثمان سے فون پر ہونے والی گفت گو یاد تھی اور شاید اس کے خدشات کی وجہ سے بھی وہی کال تھی۔

بیرونی دروازہ کھولتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ اس کے ہاتھ بھی کانپ رہے تھے۔

سکندر عثمان سمیت تینوں افراد اس سے بڑی گرم جوشی کے ساتھ ملے تھے۔وہ ان کے رویوں میں جس روکھے پن اور خفگی کو ڈھونڈ رہی تھی، وہ فوری طور پر اسے نظر نہیں آئی۔امامہ کی نروس نیس میں کچھ کمی آئی۔

فرقان کے گھر ڈنر کے دوران اس کی یہ نروس نیس اور بھی کم ہوئی۔

انیتا اور طیبہ دونوں بڑے دوستانہ انداز میں نوشین اور اس سے باتیں کرتی رہیں۔نوشین اور فرقان سالار کے والدین سے پہلے بھی مل چکے تھے لیکن نوشین، انیتا سے پہلی بار مل رہی تھی اور دونوں کا موضوع گفت گو ان کے بچے تھے۔وہ بے حد پرسکون انداز میں ایک خاموش سامع کی طرح ان لوگوں کی باتیں سنتی رہی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ فرقان کے گھر میں اس کی شادی یا اس کی ذات موضوع گفتگو بنے۔

اپنے اپارٹمنٹ میں واپسی کے بعد پہلی بار سکندر اور طیبہ نے سٹنگ روم میں بیٹھے، اس سے بات کی اور تب امامہ نے ان کے لہجے میں چھپی اس تشویش کو محسوس کیا جو امامہ کی فیملی کے متوقع جرد عمل سے انہیں تھی۔اس کا اعتماد ایک بار پھر غائب ہو گیا۔اگرچہ انہوں نے کھلے عام امامہ کے سامنے ہاشم مبین یا ان کے خاندان کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی لیکن وہ لوگ اب ولیمہ کا فنکشن اسلام آباد کے بجائے لاہور میں منعقد کرنا چاہتے تھے۔وہ سالار کی رائے سننا چاہتی تھی لیکن وہ گفت گو کے دوران خاموش رہا۔جب گفت گو کے دوران خاموشی کے وقفوں کی تعداد بڑھنے لگی تو یک دم امامہ کو احساس ہوا کہ گفت گو جمیں آنے والی اس بے ربطی کی وجہ وہ تھی۔ وہ چاروں اس کی وجہ سے کھل کر بات نہیں کر پا رہے تھے۔

"بالکل ،بیٹا! تم سو جاؤ تمہیں سحری کے لیے اٹھنا ہو گا۔ہم لوگ تو ابھی کچھ دیر بیٹھیں گے۔"

اس کے نیند انے کے بہانے پر سکندر عثمان نے فوراً کہا تھا۔

وہ اٹھ کر کمرے میں آگئی۔نیند آنا بہت مشکل تھی۔دو دن پہلے جن خدشات کے بارے میں اس نے سوچا بھی نہیں تھا، اب وہ ان کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔

اسے اندازہ تھا کہ سکندر عثمان ان دونوں کی شادی کو خفیہ ہی رکھنا چاہتا ہیں تاکہ اس کی فیملی کو اس کے بارے میں پتا نہ چلے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ بہت دیر تک اپنے بیڈ پر بیٹھے ان خدشات اور خطرات کے بارے میں سوچتی رہی جو انہیں محسوس ہو رہے تھے۔اس وقت وہاں اکیلے بیٹھی پہلی بار اس نے سوچا کہ اس سے شادی کر کے سالار نے کتنا بڑا خطرہ مول لیا تھا۔جو بھی اس سے شادید کرتا، وہ کسی نہ کسی حد تک خود کو غیر محفوظ ضرور کر لیتا لیکن سالار سکندر کی صورت میں صورتِ حال اس لیے زیادہ خراب ہوتی کیوں کہ اس کے ساتھ اس کے اس رشتے کا انکشاف ہونے کے چانسز زیادہ تھے۔

وہ زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتے تھے... اس نے سوچا.. مجھے یا سالار کو جان سے تو کبھی نہیں ماریں گے... اسے اب بھی اندھااعتماد تھا کہ کہیں نہ کہیں اس کی فیملی اتنا لحاظ ضرور کرے گی۔زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ وہ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کریں گے اور پھر سالار سے طلاق دلوا کر کہیں اور شادی کرنا چاہیں گے۔

اس اضطراب میں یک دم مزید اضافہ ہوا۔سب کچھ شاید اتنا سیدھا نہیں تھا جتنا وہ سمجھ رہی تھی یا سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔یہ اپنی مرضی سے کہیں شادی کرنے کا مسئلہ نہیں تھا، یہ مذہب میں تبدیلی کا معاملہ تھا۔اسے اپنے پیٹ میں گرہیں پڑتی محسوس ہوئیں، وہ واپس بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔اس وقت پہلی بار سالار سے شادی کرنا اسے ایک غلطی لگی۔وہ ایک بار پھر اسی کھائی کے کنارے آکر کھڑی ہو گئی تھی جس سے وہ اتنے سالوں سے بچتی پھر رہی تھی۔

www.kitabnagri.com

☆☆☆☆

"اب کیا ہو گا؟" طیبہ نے بستر پر لیٹے ہوئے کہا۔

"اب ہونے کو رہ کیا گیا ہے؟" سکندر عثمان نے جواباً کہا۔وہ جانتے تھے، طیبہ کا اشارہ کس طرف تھا۔

"ہاشم مبین کو پتا چل گیا تو...؟"

اسی لیے تو اس سے کہا ہے کہ امامہ کو وہیں رکھے لاہور میں۔اسلام آباد نہیں لائے۔ویسے بھی پی ایچ ڈی کے لیے تو اسے اگلے سال چلے ہی جانا ہے۔تب تک تو cover ہو سکتا ہے یہ سب کچھ..." سکندر عثمان نے اپنے گلاسز اتارتے ہوئے کہا۔وہ بھی سونے کے لیے لیٹنے والے تھے۔

طیبہ کچھ دیر خاموش رہیں پھر انہوں نے کہا "مجھے تو بڑی عام سی لگی ہے امامہ۔"

"تمہارے بیٹے سے بہتر ہے۔" سکندر عثمان نے ترکی بہ ترکی کہا۔طیبہ کچھ ناراض ہوئیں۔

"کیوں... سالار سے کس طرح بہتر ہے، وہ اس کا تو کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔آپ خود ایمان داری سے بتائیں، ایسی کوئی بات ہے اس میں کہ نو سال بیٹھا رہا وہ اس کے لیے۔"

سکندر ہنس پڑے۔

"اتنی ہنسی کس بات پر آرہی ہے آپ کو؟" وہ چڑیں۔

سکندر واقعی بہت خوش گوار موڈ میں تھے۔

"میں واقعی بہت خوش ہوں کیوں کہ میرا بیٹا بڑا خوش ہے۔اتنے سالوں بعد اس طرح باتیں کرتے دیکھا ہے اسے۔میں نے زندگی میں کبھی اس کے چہرے پر ایسی رونق نہیں دیکھی۔امامہ کے ساتھ اس کی شادی ہو گئی ہے، میرے تو کندھوں سے بوجھ اتر گیا ہے۔اس کے سامنے کتنا شرمندہ رہتا تھا میں، تمہیں اندازہ بھی ہے۔"

طدیے۔

خاموشی سے ان کی بات سن رہی تھیں۔انہوں نے اعتراف کیا کہ وہ غلط نہیں کہہ رہے ہیں۔

☆☆☆☆

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

نیند میں وہ اس کے ہاتھوں میں رسیاں باندھ کر اسے کھینچ رہے تھے۔رسیاں اتنی سختی سے باندھی ہوئی تھیں کہ اس کی کلائیوں سے خون رسنے لگا تھا اور اس کے ہر جھٹکے کے ساتھ وہ درد کی شدت سے بے اختیار چلاتی۔وہ کسی بازار میں لوگوں کی بھیڑ کے درمیان کسی قیدی کی طرح لے جائی جا رہی تھی۔دونوں اطراف میں کھڑے ہوئے لوگ بلند آواز میں قہقہے لگاتے ہوئے اس پر آوازے کس رہے تھے۔پھر ان لوگوں میں سے ایک مرد نے جو اس کی کلائیوں میں بندھی رسیوں کو کھینچ رہا تھا... پوری قوت سے رسی کو جھٹکا دیا۔وہ گھٹنوں کے بل اس پتھریلے راستے پر گری۔

"امامہ... امامہ ...Its me... اٹھ جاؤ... سحری ختم ہونے میں تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے۔"

www.kitabnagri.com

وہ ہڑ بڑا کر اٹھی، بیڈ سائیڈ ٹیبل لیمپ آن کیا۔سالار اس کے پاس کھڑا نرمی سے اس کا کندھا ہلاتے ہوئے اسے جگا رہا تھا۔

"سوری... میں نے شاید تمہیں ڈرا دیا۔" سالار نے معذرت کی۔

وہ کچھ دیر تک خالی ذہن کے ساتھ اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔وہ گزرے ہوئے سالوں میں ایسے خواب دیکھنے کی عادی ہو گئی تھی اور خوابوں کا یہ سلسلہ اب بھی نہیں ٹوٹا تھا۔

"کوئی خواب دیکھ رہی تھیں؟"

سالار نے جھک کر گود میں رکھے اس کے ہاتھ کو ہلاتے ہوئے پوچھا۔اسے یوں لگا تھا، وہ ابھی بھی نیند میں تھی۔امامہ نے سرہلا دیا۔وہ اب نیند میں نہیں تھی۔

"تم کمبل لیے بغیر سو گئیں؟" سالار نے گلاس میں پانی انڈیلتے ہوئے کہا۔امامہ نے چونک کر بیڈ پر پڑے کمبل کو دیکھا۔وہ واقعی اسی طرح پڑا تھا۔یقیناوہ بھی رات کو کمرے میں سونے کے لیے نہیں آیا تھا۔کمرے کا ہیٹر آن رہا تھا، ورنہ وہ سردی لگنے کی وجہ سے ضرور اٹھ جاتی۔

"جلدی آجاؤ، بس دس منٹ رہ گئے ہیں۔"

وہ اسے پانی کا گلاس تھماتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔

منہ ہاتھ دھونے کے بعد جب وہ سٹنگ ایریا میں آئی تو وہ سحری کر چکا تھا اور چائے بنانے میں مصروف تھا۔لاؤنج یا کچن میں اور کوئی نہیں تھا۔ڈائننگ ٹیبل پر اس کے لیے پہلے ہی سے برتن لگے ہوئے تھے۔

"میں چائے بناتی ہوں۔" وہ سحری کرنے کے بجائے مگ نکالنے لگی۔

"تم آرام سے سحری کرو، ابھی اذان ہو جائے گی۔میں اپنے لیے چائے خود بنا سکتا ہوں، بلکہ تمہارے لئے بھی بنا سکتا ہوں۔" سالار نے مگ اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے اسے واپس بھیجا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"یہ سب لوگ سو رہے ہیں؟"

"ہاں... ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی سوئے ہیں۔ساری رات تو باتیں کرتے رہے ہم لوگ اور شاید ہماری آوازوں جکی وجہ سے تم ڈسٹرب ہوتی رہیں۔"

"نہیں، میں سو گئی تھی۔" اس کا لہجہ بہت بجھا ہوا تھا۔سالار نے محسوس کیا، وہ اسے بہت اپ سیٹ لگی۔



"کیا کوئی زیادہ برا خواب دیکھا ہے؟"

وہ چائے کے مگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کرسی کھینچ کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"خواب..." وہ چونکی۔"نہیں... ایسے ہی ..." وہ کھانا کھانے لگی۔

"صبح ناشتا کتنے بجے کریں گے یہ لوگ۔" اس نے بات بدلتے ہوئے پوچھا۔

وہ بے اختیار ہنسا۔

"یہ لوگ... کون سے لوگ... یہ تمہاری دوسری فیملی ہے اب ... ممی، پاپا کہو انہیں اور انیتا کو انیتا..." وہ اس کی بات پر بے اختیار شرمندہ ہوئی۔وہ واقعی کل رات سے ان کے لیے وہی دو لفظ استعمال کر رہی تھی۔



"ناشتا تو نہیں کریں گے۔ابھی گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ تک اٹھ جائیں گے۔دس بجے کی فلائٹ ہے۔" سالار نے اس کی شرمندگی کو بھانپتے ہوئے بات بدل دی۔

"صبح نو بجے کی... اتنی جلدی کیوں جا رہے ہیں؟" وہ حیران ہوئی۔

"صرف تم سے ملنے کے لیے آئے تھے یہ لوگ، پاپا کی کوئی میٹنگ ہے آج دو بجے اور انیتا تو اپنے بچوں کو ملازمہ کے پاس چھوڑ کر آئی ہے۔چھوٹی بیٹی تو صرف چھ ماہ کی ہے اس کی۔" وہ بتا رہا تھا۔ "چائے پئیں گے ناشتے کے بجائے، وہ تم بنا دینا۔میں ابھی نماز پڑھ کر آجاؤں، پھر ان کے ساتھ

ہی آفس کے لیے تیار ہوں گا اور انہیں ایئرپورٹ چھوڑ کر پھر آفس چلا جاؤں گا۔" سالار نے جمائی روکتے ہوئے چائے کا خالی مگ اٹھایا اور کھڑا ہو گیا۔امامہ نے کچھ حیرانی سے اسے دیکھا۔

"تم سوؤ گے نہیں؟"

"نہیں، شام کو آفس سے آنے کے بعد سوؤں گا۔"

"تم چھٹی لے لیتے۔" امامہ نے روانی سے کہا۔

سنک کی طرف جاتے ہوئے سالار نے پلٹ کر امامہ کو دیکھا اور پھر بے اختیار ہنسا۔"سونے کے لیے آفس سے چھٹی لے لیتا؟ میرے پروفیشن میں ایسا نہیں ہوتا۔"

"تم سوئے نہیں رات کو، اس لیے کہہ رہی ہوں۔" وہ اس کی بات پر جھینپی جتھی۔

"میں اڑتالیس، اڑتالیس گھنٹے بغیر سوئے یو این کے لیے کام کرتا رہا ہوں۔وہ بھی شدید گرمی اور سردی میں۔ Disaster striken areas میں اور رات کو تو ماں، باپ کے پاس بیٹھا پرفیکٹ کنڈیشنز میں باتیں کرتا رہا ہوں، تھکتا کیوں؟"

اذان ہو رہی تھی۔



"اب پلیز مگ مت دھونا، مجھے اپنے برتن دھونے ہیں۔" امامہ نے چائے کا مگ خالی کرتے ہوئے اسے روکا۔وہ ٹی بیگ نکال کر ویسٹ باسکٹ میں پھینکنے لگی تھی۔

"ٹھیک ہے... دھوئیے"...

سالار نے بڑی خوش دلی کے ساتھ مگ سنک میں رکھا اور پلٹا۔وہ کوڑے دان کا ڈھکن ہٹائے ہوئے فق ہوتی رنگت کے ساتھ، ٹی بیگ ہاتھ میں پکڑےَ کسی بت کی طرح کھڑی تھی۔سالار نے ایک نظر اسے دیکھا، پھر کوڑے دان کے اندر پڑ اس چیز کو جس نے اسے یوں شاکڈ کر دیا تھا۔

نان الکحولک ڈرنک۔" وہ مدھم آواز میں کہتے ہوئے کچن سے باہر نکل گیا تھا۔

وہ بے اختیار شرمندہ ہوئی۔اسے یقین تھا۔وہ اس کوڑے دان کے اندر بڑے جنجر بیئر کے اس خالی کین کو وہاں سے نہیں دیکھ سکتا تھا، جہاں وہ کھڑا تھا، اس کے باوجود اس کو پتا تھا کہ وہ کیا چیز دیکھ کر سکتہ میں آئی تھی۔

اس نے جنجر بعد میں پڑھا تھا، بیئر پہلے... اور یہ سالار سکندر کا گھر نہ ہوتا تو اس کا ذہن پہلے نان الکحولک ڈرنکس کی طرف جاتا، مگر یہاں اس کا ذہن بے اختیار دوسری طرف گیا تھا۔جھک کر ٹی بیگ پھینکتے ہوئے اس نےnon alcoholic کے لفظ بھی کین پر دیکھ لیے تھے۔کچھ دیر وہیں کھڑی وہ اپنی ندامت ختم کرنے کی کوشش کرتی رہی۔پتا نہیں وہ کیا سوچ رہا ہو تا میرے بارے میں اور سالار کو بھی واقعی کرنٹ لگا تھا۔وہ دونوں اپنے درمیان اعتماد کا جو پل بنانے کی کوشش کر رہے تھے، وہ کبھی ایک طرف سے ٹوٹ رہا تھا، کبھی دوسری طرف سے۔

www.kitabnagri.com

اس نے آخری بار شراب آٹھ سال پہلے پی تھی، لیکن وہ انرجی اور non alcoholic drinks تقریباً ہر رات کام کے دوران پیتا تھا۔امامہ کو ویسٹ باسکٹ کے پاس شاکڈ دیکھ کر اسے یہ جاننے میں سیکنڈز بھی نہیں لگے تھے کہ ویسٹ باسکٹ میں پڑی کون سی چیز اس کے لیے شاکنگ ہو سکتی ہے۔

وہ کارپوریٹ سیکٹر سے تعلق رکھتا تھا اور جن پارٹیز میں جاتا تھا وہاں ڈرنکس ٹیبل پر شراب بھی موجود ہوتی تھی اور ہر بار اس "مشروب" سیا نکار پر کسی کے پچھلے آٹھ سال کے دوران شاید ایک بار بھی یہ نہیں سوچا ہو گا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے، کیوں کہ ان میں سے کوئی بھی نو سال پہلے والے سالار سکندر سے واقف نہیں تھا۔لیکن وہ ایک فرد جو دو دن پہلے اس کے گھر میں آیا تھا، اس کے پاس سالار کی کسی بھی بات اور عمل پر شبہ کرنے کے لیے بڑی ٹھوس وجوہات موجود تھیں۔

"یہ سب تو ہو گا ہی... ایسی حرکتیں نہ کرتا تب قابل اعتبار ہوتا۔اب جب کہ ماضی کچھ اتنا صاف نہیں ہے تو اس پر اپنا اعتبار قائم کرنے میں کچھ وقت تو لگے گا ہی۔" بیرونی دروازے کی طرف جاتے ہوئے اس نے بڑی آسانی کے ساتھ سارا الزام اپنے سر لے کر امامہ کو بری الذمہ قرار دے دیا تھا۔

"تمہارے کپڑے پریس کردوں؟" اس نے بیڈ روم میں آکر پوچھا۔وہ ڈریسنگ روم میں وارڈ روب کھولے اپنے کپڑے نکال رہا تھا۔

www.kitabnagri.com

"نہیں، میرے کپڑے تو پریس ہو کر آتے ہیں۔" ایک ہینگر نکالتے ہوئے وہ پلٹ کر مسکرایا تھا۔

امامہ کو یک دم اپنے کانوں کے بندے یاد آئے۔

"تم نے میرے ایر رنگز کہیں دیکھے ہیں میں نے واش روم میں رکھے تھے، وہاں نہیں ملے مجھے۔"

"ہاں میں نے اٹھائے تھے وہاں سے۔وہ ڈریسنگ ٹیبل پر ہیں۔" سالار دو قدم آگے بڑھا اور ایر رنگز اٹھا کر امامہ کی طرف بڑھا دیے۔

"یہ پرانے ہو گئے ہیں۔تم آج میرے ساتھ چلنا، میں تمہیں نئے لے دوں گا۔"

وہ ایر رنگز کانوں میں پہنتے ہوئے ٹھنکی۔

"یہ میرے ابو نے دیے ہیں جب مجھے میڈیکل میں ایڈمیشن ملا تھا۔میرے لیے پرانے نہیں ہیں۔ تمہیں ضرورت نہیں ہے اپنے پیسے ضائع کرنے کی۔"

اس کا ردِ عمل دیکھنے کے لیے امامہ نے پلٹ کر دیکھنے کی زحمت تک نہیں کی۔وہ بیڈ روم کا دروازہ کھول کر باہر چلی گئی تھی۔وہ اگلے کچھ سیکنڈز وہیں کھڑا رہا۔وہ محبت سے کی ہوئی آفر تھی، جسے وہ اس کے منہ پر مار کر گئی تھی۔کم از کم سالار نے یہی محسوس کیا تھا۔اسے یہ احساس نہیں ہوا تھا کہ محبت سے کی جانے والی اس آفر کو اس نے ضرورت پوری کرنے والی چیز بنا دیا تھا۔وہ مرد تھا، ضرورت اور محبت میں فرق نہیں کر پاتا تھا۔وہ عورت تھی ضرورت اور محبت میں فرق رکھتے رکھتے مر جاتی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

☆☆☆☆

ڈاکٹر سبط علی کو اس دن صبح ہی سعیدہ اماں سے طویل گفت گو کرنے کا موقع مل گیا تھا۔وہ دود یا تین دن بعد ان کی خیریت دریافت کرنے کے لیے فون کیا کرتے تھے اور آج بھی انہوں نے سعیدہ اماں کی طبیعت پوچھنے کے لیے ہی فون کیا تھا۔وہ ان کی آواز سنتے ہی پھٹ پڑی تھی۔ڈاکٹر سبط علی بے یقینی سے ان کی باتیں سنتے رہے۔انہیں سعیدہ اماں کی کوئی بھی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

"آمنہ نے آپ سے یہ کہا کہ سالار اپنی پہلی بیوی کی باتیں کرتا رہا ہے؟" انہیں لگا کہ انہیں سعیدہ اماں کی بات سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔

"وہ بے چاری تو روتی رہی ہے... فون پر بھی... اور میرے پاس بیٹھ کر بھی... سالار نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔اس سے ٹھیک طرح سے بات تک نہیں کرتا وہ۔بھائی صاحب! آپ نے بڑا ظلم کیا ہے بچی پر۔" سعیدہ اماں ہمیشہ کی طرح جذباتی ہو رہی تھیں۔

"مجھے لگتا ہے کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے، وہ دونوں تو پرسوں میرے پاس آئے ہوئے تھے۔بالکل ٹھیک ٹھاک اور خوش تھے۔"ڈاکٹر سبط علی پریشان کم اور حیران زیادہ ہو رہے تھے۔

"اور آپ کے گھر سے واپسی پر وہ اسے یہاں چھوڑ گیا تھا۔وہ بے چاری ساری رات روتی رہی۔"

"آمنہ آپ کے ہاں رہی پرسوں؟" وہ پہلی بار چونکے تھے۔

"تو اور کیا...؟ سالار تو اس کو لے جانا ہی نہیں چاہتا تھا۔وہ تو اس کے ماں باپ آرہے تھے کل... تو اس لیے مجبوراً لے گیا اسے... اور آمنہ بھی بڑی پریشان ہے سارا دن چپ بیٹھی رہی۔آپ تو بھائی صاحب بڑی تعریفیں کیا کرتے تھے، بڑا نیک ، صالح بچہ ہے لیکن یہ تو بڑا خراب نکلا۔ابھی سے تنگ کرنا شروع کر دیا ہے اس نے۔"

اس وقت ڈاکٹر سبط علی کے چودہ طبق روشن ہو رہے تھے۔امامہ اس رات ان کے گھر پر بھی خاموش بیٹھی رہی تھی، لیکن انہیں یہ شائبہ تک نہیں ہوا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کسی قسم کا کوئی اختلاف ہوا ہے۔

"خیر، میں ڈرائیور کو بھیجتا ہوں، آپ میری طرف آجائیں۔سالار کو بھی افطار پر بلوا لیتے ہیں، پھر میں اس سے بات کر لوں گا۔"

امامہ نے بے اختیار آنکھیں بند کیں۔اس وقت یہی ایک چیز تھی جو وہ نہیں چاہتی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"وہ آج کل بہت دیر سے آفس سے آرہا ہے۔کل رات بھی نو بجے آیا، شاید آج نہ آسکے۔" اس نے کمزور سی آواز میں کہا۔

"میں فون کر کے پوچھ لیتا ہوں اس سے۔" ڈاکٹر سبط علی نے کہا۔

"جی۔" اس نے بہ مشکل کہا۔وہ ان کے کہنے پر آنکھیں بند کر کے کسی سے بھی شادی کرنے پر تیار ہو گیا تھا، وہ افطار کی دعوت پر نہ آنے کے لیے کسی مصروفیت کو جواز بناتا؟

وہ جانتی تھی کہ ڈاکٹر سبط علی کو کیا جواب ملنے والا ہے۔فون بند کر کے وہ بے اختیار اپنے ناخن کاٹنے لگی... یہ درست تھا کہ اسے سالار سے شکایتیں تھیں، لیکن وہ یہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ شادی کے چوتھے ہی دن اس طرح کی کوئی بات ہوتی۔

"ہیلو! سویٹ ہارٹ۔" پانچ منٹ بعد اس نے اپنے سیل پر سالار کی چہکتی ہوئی آواز سنی اور اس کے ضمیر نے اسے بری طرح ملامت کیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"بندہ اٹھتا ہے تو کوئی میسج ہی کر دیتا ہے... فون کر لیتا ہے... یہ تو نہیں کہ اٹھتے ہی میکے جانے کی تیاری شروع کر دے۔" وہ بے تکلفی سے حالات کی نوعیت کا اندازہ لگائے بغیر اسے چھیڑ رہا تھا۔

امامہ کے احساس جرم میں مزید اضافہ ہوا۔ڈاکٹر سبط علی نے یقیناً اس سے فی الحال کوئی بات کیے بغیر اسے افطار پر بلایا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب ابھی افطار کے بارے میں کہہ رہے تھے۔میں نے انہیں کہ کہ میں آج آفس سے جلدی آجاؤں گا اور تمہیں اپنے ساتھ لے آؤں گا۔" وہ اسے بتا رہا تھا۔

امامہ کو یک دم کچھ امید بندھی۔وہ اگر پہلے گھر آجاتا ہے تو وہ اس سے کچھ بات کر لیتی، کچھ معذرت کر کے اسے ڈاکٹر صاحب کے گھر متوقع صورتِ حال کے بارے میں آگاہ کر سکتی تھی۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ہاں، یہ ہو سکتا تھا۔

"لیکن اگر تم جانا چاہو تو میں تمہیں بھجوا دیتا ہوں۔" سالار نے اگلے ہی جملے میں اسے آفر کی۔

"نہیں... نہیں، میں تمہارے ساتھ چلی جاؤں گی۔" امامہ نے بے اختیار کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اوکے... میں پھر انہیں بتا دیتا ہوں... اور تم کیا کر رہی ہو؟"

اس کا دل چاہا، وہ اس سے کہے کہ وہ اس گڑھے سے نکلنے کی کوشش کی رہی ہے جو اس نے سالار کے لیے کھودا تھا۔

"فرقان کی ملازمہ آئے گی آج صفائی کرنے کے لیے، عام طور پر تو وہ صبح میرے جانے کے بعد آکر صفائی کرتی ہے لیکن تم اس وقت سو رہی ہوتی ہو، تو میں نے اسے فی الحال اس وقت آنے سے منع کیا ہے۔تم بھابھی کو کال کر کے بتا دینا کہ وہ اسے کب بھیجیں۔"

وہ شاید اس وقت آفس میں فارغ تھا اس لیے لمبی بات کر رہا تھا۔

"کچھ تو بولو یار... اتنی چپ کیوں ہو؟"

"نہیں... وہ... میں... ایسے ہی۔" وہ اس کے سوال پر بے اختیار گڑبڑائی۔" تم فری ہو اس وقت؟" اس نے بے حد محتاط لہجے میں پوچھا۔

اگر وہ فارغ تھا تو وہ ابھی اس سے بات کر سکتی تھی۔

"ہاں، ایویلیوایشن ٹیم چلی گئی ہے... کم از کم جآج کا دن تو ہم سب بہت ریلیکسڈ ہیں۔اچھے کمنٹس دے کر گئے ہیں وہ لوگ۔" وہ بڑے مطمئن انداز میں اسے بتا رہا تھا۔

وہ اس کی باتوں پر غور کیے بغیر اس ادھیڑ بن میں لگی ہوئی تھی کہ بات کیسے شروع کرے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"آج اگر ڈاکٹر صاحب انوائیٹ نہ کرتے تو میں سوچ رہا تھا رات کو کہیں باہر کھانا کھاتے... فورٹریس میں انڈسٹریل ایگزی بیشن لگی ہوئی ہے... وہاں چلتے... بلکہ یہ کریں گے کہ ان کے گھر سے ڈنر کے بعد فورٹریس چلے جائیں گے۔"

چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کا محاورہ آج پہلی بار امامہ کی سمجھ میں آیا تھا۔یہ محاورتاً نہیں کہا گیا تھا۔جو اقعی بعض سچویشنز جمیں چلو بھر پانی بھی ڈبونے کے لیے کافی ہوتا ہے۔وہ بات شروع کرنے کے جتن کر رہی تھی اور یہ کیسے کرے، یہ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

"ٹھیک ہے! پھر میں ذرا ڈاکٹر صاحب کو بتا دوں۔وہ انتظار کر رہے ہوں گے۔" اس سے پہلے کہ وہ اسے کچھ کہتی، سالار نے بات ختم کرتے ہوئے کال بند کر دی۔وہ فون ہاتھ میں پکڑے بیٹھی رہ گئی۔



☆☆☆☆

وہ تقریباً چار بجے گھر آیا تھا اور وہ اس وقت تک یہ طے کر چکی تھی کہ اسے اس سے کس طرح بات کرنی ہے۔سالار اوپر نہیں آیا تھا۔اس نے فون پر اسے نیچے آنے کے لیے کہا۔وہ جب گاڑی کے کھلے دروازے سے اندر بیٹھی تو اس نے مسکرا کر سر کے اشارے سے اس کا استقبال کیا۔وہ فون پر اپنے آفس کے کسی آدمی سے بات کر رہا تھا۔

ہینڈز فری کان سے لگائے ڈاکٹر سبط علی کے گھر کی طرف ڈرائیونگ کرتے ہوئے وہ مسلسل اسی کال میں مصروف رہا۔امامہ کی جیسے جان پر بن آئی تھی۔اگر وہ سارے راستے بات کرتا رہا تو... ایک سگنل پر رکنے پر اس نے سالار کا کندھا تھپتھپایا اور بے حد خفگی کے عالم میں اسے کال ختم کرنے کا اشارہ کیا۔نتیجہ فوری طور پر آیا۔چند منٹ مزید بات کرنے کے بعد سالار نے کال ختم کر دی۔

"سوری... ایک کلائنٹ کو کوئی پرابلم ہو رہا تھا۔" اس نے کال ختم کرنے کے بعد کہا۔

"اسلام آباد چلو گی؟" اس کے اگلے جملے نے امامہ کے ہوش اُڑا دیے۔

وہ سب کچھ جو وہ سوچ کر آئی تھی، اس کے ذہن سے غائب ہو گیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اسلام آباد؟" اس نے بے حد بے یقینی سے سالار کو دیکھا۔

"ہاں میں اس ویک اینڈ پر جا رہا ہوں۔" سالار نے بڑے نارمل انداز میں کہا۔

"لیکن میں... میں کیسے جا سکتی ہوں؟" وہ بے اختیار اٹکی۔"تمہارے پاپا تو تمہیں منع کر کے گئے ہیں کہ مجھے اپنے ساتھ اسلام آباد نہ لے کر آنا۔پھر؟" سالار نے اس کی بات کاٹی۔

"ہاں... اور اب وہی کہہ رہے ہیں کہ اگر میں تمہیں ساتھ لانا چاہوں تو لے آؤں۔" اس بڑی روانی سے کہا۔وہ اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"میری فیملی کو پتا لگ سکتا ہے۔" اس نے لمبی خاموشی کے بعد بالآخر کہا۔

"آج یا کل تو پتا لگنا ہے۔" سالار نے اسی انداز میں کہا۔"یہ تو ممکن نہیں ہے کہ میں ساری عمر تمہیں چھپا کر رکھو۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔"تمہاری فیملی نے تمہارے بارے میں لوگوں سے کہا ہے کہ تم شادی کے بعد بیرون ملک سیٹل ہوگئی ہو۔اب اتنے سالوں کے بعد تمہارے حوالے سے کچھ کریں گے تو خود انہیں بھی embarrassmentہو گی۔اس لیے مجھے نہیں لگتا کہ وہ کچھ کریں گے۔" وہ مطمئن تھا۔

"تم انہیں نہیں جانتے، انہیں پتا چل گیا تو وہ چپ نہیں بیٹھیں گے۔" وہ پریشان ہونے لگی تھی۔

”وہاں کبھی کبھار جایا کریں گے، خاموشی سے جائیں گے اور آجایا کریں گے۔یار! اتنا socialize نہیں کریں گے وہاں۔“ وہ اس کی بے فکری سے چڑی۔

السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ آپنالکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپناناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،ارٹیکل یا شاعری پوسٹ کرواناچاہتے ہیں تو

ابھی ای میل کریں۔

samiyach02@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Fb/Page/Social Media Writers .Official

Fb/Pg/Kitab Nagri

samiyach02@gmail.com

”انہیں پتا چلا تو وہ مجھے لے جائیں گے... وہ مجھے مار ڈالیں گے۔“ وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

"فرض کرو امامہ! اگر انہیں اتفاقاً تمہارے بارے میں پتا چلتا ہے یا یہاں لاہور میں تمہیں کوئی دیکھ لیتا ہے، تمہیں کوئی نقصان پہنچاتے ہیں تو...؟"

"نہیں پتا چلے گا میں کبھی باہر جاؤں گی ہی نہیں۔" اس نے بے ساختہ کہا۔

"تمہارا دم نہیں گھٹے گا اس طرح...؟" اس نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا۔

اس کی آنکھوں میں مسیحا جیسی ہمدردی تھی۔

"مجھے عادت ہو گئی ہے سالار... اتنا ہی سانس لینے کی... مجھے فرق نہیں پڑتا۔جب میں جاب نہیں کرتی تھی تو مہینوں گھر سے نہیں نکلتی تھی۔میں اتنے سالوں سے لاہور میں ہوں لیکن میں نے یہاں بازاروں، پارکس اور ریسٹورنٹس کو صرف سڑک پر سفر کرتے ہوئے باہر سے دیکھا ہے یا ٹی وی اور نیوز پیپرز میں۔میں اگر اب ان جگہوں پر جاؤں تو میری سمجھ میں ہی نہیں آئے گا کہ مجھے وہاں کرنا کیا ہے۔جب ملتان میں تھی ہاسٹل اور کالج کے علاوہ دوسری کوئی جگہ نہیں تھی میری زندگی میں۔اب لاہور آگئی تو یہاں بھی پہلے یونیورسٹی اور گھر... اور اب گھر... مجھے ان کے علاوہ

دوسری ساری جگہیں عجیب سی لگتی ہیں۔مہینے میں ایک بار میں سعیدہ اماں کے گھر کے پاس ایک چھوٹی سی مارکیٹ میں ان کے ساتھ جاتی تھی، وہ میری واحد آؤٹنگ ہوتی تھی۔وہاں ایک بک شاپ تھی۔میں پورے مہینے کے لیے بکس لے لیتی تھی وہاں سے۔کتاب کے ساتھ وقت گزارنا آسان ہوتا ہے۔"

وہ پتا نہیں اسے کیوں بتاتی گئی۔

"ہاں، وقت گزارنا آسان ہوتا ہے، زندگی گزارنا نہیں۔"

اس نے ایک بار پھر گردن موڑ کر اُسے دیکھا، وہ ڈرائیو کر رہا تھا۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا سالار۔"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

”مجھے فرق پڑتا ہے... اور بہت فرق پڑتا ہے۔“ سالار نے بے اختیار اس کی بات کاٹی۔”میں ایک نارمل زندگی گزارنا چاہتا ہوں... جیسی کبھی تمہاری زندگی تھی۔تم نہیں چاہتیں یہ سب کچھ ختم ہو جائے...؟“ وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

”ابنارمل لائف ہی سہی لیکن میں سیف ہوں۔“

سالار نے بے اختیار اس کے کندھوں پر اپنا بازو پھیلایا۔

”تم اب بھی سیف رہو گی ...trust me...کچھ نہیں ہو گا... میری فیملی تمہیں protect کر سکتی ہے اور اگر تمہاری فیملی کو اب یہ پتا چلتا ہے کہ تم میری بیوی ہو تو اتنا آسان نہیں ہو گا اُن کے لیے تمہیں نقصان پہنچانا۔جو بھی ہونا ہے ، ایک بار کُھل کر ہو جائے۔تمہیں اس طرح چھپا کر رکھوں اور انہیں کسی طرح علم ہو جائے تو وہ تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں ایسی صورت میں، میں پولیس کے پاس جا کر بھی کچھ نہیں کر سکوں گا۔ وہ صاف انکار کر دیں گے کہ تم نو سال سے غائب ہو اور وہ تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔“ وہ خاموش رہی تھی۔

”کیا سوچ رہی ہو؟“ سالار نے بولتے بولتے اس کی خاموشی نوٹس کی۔

"مجھے تمہارے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہیے تھی... کسی کے ساتھ بھی نہیں کرنا چاہیے تھی... میں نے اپنے ساتھ تمہیں بھی مصیبت میں ڈال دیا۔ یہ ٹھیک نہیں ہوا۔" وہ بے حد اپ سیٹ ہو گئی۔

"ہاں، اگر تم کسی اور کے ساتھ شادی کرتیں تو یہ واقعیunfair ہوتا لیکن میری کوئی بات نہیں۔ میں نے تو خیر پہلے بھی تمہاری فیملی کی بہت گالیاں اور بددعائیں لی ہیں، اب بھی سہی۔" وہ بڑی لاپروائی سے کہہ رہا تھا۔

"تو پھر سیٹ بک کروا دوں تمہاری؟" وہ واقعی ڈھیٹ تھا۔ وہ چپ بیٹھی رہی۔

"کچھ نہیں ہو اگا امامہMark my word... ۔" سالار نے اسٹیرنگ سے ایک ہاتھ اٹھا کر اس کے کندھوں پر پھیلاتے ہوئے اسے تسلی دی۔

"تم کوئی ولی نہیں ہو۔" اس نے خفگی سے کہا۔

اس کے کندھوں سے بازو ہٹاتے ہوئے وہ بے اختیار ہنسا۔

"اچھا میں نے کب کہا کہ میں ولی ہوں۔میں تو شاید انسان بھی نہیں ہوں۔"

السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپناناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،ارٹیکل یا شاعری پوسٹ کرواناچاہتے ہیں تو

ابھی ای میل کریں۔

samiyach02@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

www.kitabnagri.com

Fb/Page/Social Media Writers .Official

Fb/Pg/Kitab Nagri

samiyach02@gmail.com

اس کے اس جملے پر اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔وہ اب ونڈ سکرین کے پار دیکھ رہی تھا۔

"کچھ نہیں ہو گا۔" اس نے اپنے چہرے پر امامہ کی نظریں محسوس کیں۔"ویسے ہی پاپا چاہتے ہیں ، ہم وہاں آئیں۔"

امامہ نے اس بار جواب میں کچھ نہیں کہا تھا۔

☆☆☆☆

اس شام سالار کو ڈاکٹر سبط علی اور ان کی بیوی کچھ سنجیدہ لگے تھے اور اس سنجیدگی کی کوئی وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آئی۔امامہ بھی کھانے کے دوران بالکل خاموش رہی تھی، لیکن اس نے اس کی خاموشی کو گاڑی میں ہونے والی گفت گو کا نتیجہ سمجھا۔
وہ لاؤنج میں بیٹھے چائے پر رہی تھے۔جب ڈاکٹر سبط علی نے اس موضوع کو چھیڑا۔

"سالار ! امامہ کو کچھ شکایتیں ہیں آپ سے۔" وہ چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے ٹھٹکا۔یہ بات اگر ڈاکٹر سبط علی نے نہ کہی ہوتی تو وہ اسے مذاق سمجھا۔اس نے کچھ حیرانی کے عالم میں ڈاکٹر سبط علی کو دیکھا، پھر اپنے برابر میں بیٹھے امامہ کو۔وہ چائےئ کا کپ اپنے گھٹنے پر رکھے چائے پر نظریں جمائے

ہوئے تھی۔اس کے ذہن میں پہلا خیال گاڑی میں ہونے والی گفت گو کا آیا لیکن امامہ نے کس وقت ڈاکٹر صاحب کو گاڑی میں ہونے والی گفت گو کے بارے میں بتایا تھا..؟ ... وہ بے حد حیران ہوا۔

"جی...!" اس نے کپ واپس پرچ میں رکھ دیا۔

"امامہ آپ کے رویے سے ناخوش ہیں۔" ڈاکٹر سبط علی نے اگلا جملہ بولا۔

سالار کو لگا، اسے سننے میں کوئی غلی ہوئی ہے۔

"جی..." اس نے بے اختیار کہا۔" میں سمجھا نہیں۔"

"آپ امامہ پر طنز کرتے ہیں...؟" وہ پلکیں جھپکے بغیر ڈاکٹر سبط علی کو دیکھتا رہا۔بہ مشکل سانس لے کر چند لمحوں بعد اس نے امامہ کو دیکھا۔

"یہ آپ سے امامہ نے کہ؟" اس نے اسے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے ڈاکٹر سبطِ علی کہا۔

"ہاں، آپ اس سے ٹھیک بات نہیں کرتے۔"

سالار نے گردن موڑ کر ایک بار پھر امامہ کو دیکھا۔وہ اب بھی نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔

"یہ بھی آپ سے امامہ نے کہا؟" اس کے تو جیسے چودہ طبق روشن ہو رہے تھے۔

ڈاکٹر سبط علی نے سر ہلایا۔سالار نے بے اختیار اپنے ہونٹ کا ایک کونا کاٹتے ہوئے چائے کا کپ سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔اس کا ذاہن بری طرح چکرا گیا تھا۔یہ اس کی زندگی کی سب سے پریشان کن صورت حال میں سے ایک تھی۔

امامہ نے چائے کے کپ سے اٹھتی بھاپ پر نظریں جمائے بے حد شرمندگی اور پچھتاوے کے عالم میں اس کو گلا صاف کرتے ہوئے، کہتے سنا۔"اور...؟"

جو کچھ ہو رہا تھا، یہ امامہ کی خواہش نہیں تھی، حماقت تھی، لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

"اور یہ کہ آپ کہیں جاتے ہوئے اسے انفارم نہیں کرتے۔پرسوں آپ جھگڑا کرنے کے بعد اسے سعیدہ بہن کی طرف چھوڑ گئے تھے۔" اس بار سالار نے پہلے کلثوم آنٹی کو دیکھا پھر ڈاکٹر سبط علی کو... پھر امامہ کو... اگر آسمان اس کے سر پر گرتا تب اس کی یہ حالت نہ ہوتی جو اس وقت ہوئی تھی۔

"جھگڑا...؟ میرا تو کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔" اس نے بہ مشکل اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔"اور امامہ نے خود مجھ سے کہا تھا کہ وہ سعیدہ اماں کے گھر رہنا چاہتی ہے اور میں تو پچھلے چار دنوں سے کہیں۔" وہ بات کرتے کرتے رک گیا۔

اس نے امامہ کی سسکی سنی تھی۔اس نے بے اختیار گردن موڑ کر امامہ کو دیکھا، وہ اپنی ناک رگڑ رہی تھی۔کلثوم آنٹی اور ڈاکٹر صاحب بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔سالار بات جاری نہیں رکھ سکا۔کلثوم آنٹی اٹھ کر اس کے پاس آکر اسے دلاسا دینے لگیں۔وہ ہکا بکا بیٹھا رہا۔ڈاکٹر سبط علی نے ملازم کو پانی لانے کے لیے کہا۔

سالار کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا لیکن اس وقت وہاں اپنی صفائیاں دینے اور وضاحت کرنے کا موقع نہیں تھا۔وہ چپ چاپ بیٹھا اسے دیکھتا رہااور سوچتا رہا، وہ الو کا پٹھا ہے کیوں‌کہ پچھلے چار دن

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سے اس کی چھٹی حس جو سگنلز بار بار دے رہی تھی، وہ بالکل ٹھیک تھے۔صرف اس نے خوش فہمی اور لاپروائی کا مظاہرہ کیا تھا۔

پانچ دس منٹ کے بعد سب کچھ نارمل ہو گیا۔ڈاکٹر صاحب تقریباً آدھے گھنٹے تک سالار کو سمجھاتے رہے۔وہ خاموشی سے سر ہلاتے ہوئے ان کی باتیں سنتا رہا۔اس کے برابر بیٹھی امامہ کو بے حد ندامت ہو رہی تھی۔اس کے بعد سالار کا اکیلے میں سامنا کرنا کتنا مشکل تھا۔یہ اس سے بہتر کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔

آدھے گھنٹے کے بعد وہ دونوں وہاں سے رخصت ہو کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔گاڑی ڈاکٹر سبط علی کے گھر کے گیٹ سے باہر نکلتے ہی امامہ نے اسے کہتے سنا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"مجھے یقین نہیں آرہا۔میں یقین نہیں کر سکتا۔"

اسے اس سے اسی رد عمل کی توقع تھی۔وہ ونڈ اسکرین سے نظر آتی ہوئی سڑک پر نظریں جمائے بیٹھی اس وقت بے حد نروس ہو رہی تھی۔

"میں تم پر طنز کرتا ہوں... تم سے ٹھیک سے بات نہیں کرتا... تمہیں بتائے بغیر جاتا ہوں... تمہیں سعیدہ اماں کے گھر چھوڑ گیا تھا... جھگڑا کیا۔تم نے ان لوگوں سے جھوٹ بولا؟"

امامہ نے بے اختیار اسے دیکھا۔وہ جھوٹ کا لفظ استعمال نہ کرتا تو اسے اتنا برا نہ لگتا۔

"میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔" اس نے بے حد خفگی سے کہا۔

"میں تم پر طنز کرتا ہوں؟" سالار کی آواز میں تیزی آگئی۔

"تم نے اس رات میری اندھیرے میں سونے کی عادت کو "عجیب" کہا۔" وہ بے یقینی سے اس کا منہ دیکھتا رہ گیا۔

"وہ طنز تھا؟ وہ تو بس ایسے ہی ایک بات تھی۔"

"مگر مجھے اچھی نہیں لگی۔" اس نے بے ساختہ کہا۔

"تم نے بھی تو جواباً میری روشنی میں سونے کی عادت کو عجوبہ کہا تھا۔" وہ اس بار چپ رہی۔ سالار واقعی بہت زیادہ ناراض ہو رہا تھا۔

"اور میں تم سے ٹھیک سے بات نہیں کرتا...؟" وہ اگلے الزام پر آیا۔

"مجھے لگا تھا۔" اس نے اس بار افعانہ انداز میں کہا۔

"لگا تھا...؟" وہ مزید خفا ہوا۔ "تمہیں صرف "لگا" اور تم نے سیدھا ڈاکٹر صاحب سے جا کر کہہ دیا۔"

"میں نے ان سے کچھ نہیں کہا، سعیدہ اماں نے سب کچھ کہا تھا۔" اس نے وضاحت کی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ چند لمحے صدمے کے مارے کچھ بول ہی نہیں سکا۔

"یعنی تم ان سے بھی یہ سب کچھ کہا ہے؟" وہ چپ رہی۔

وہ ہونٹ کاٹنے لگا۔اسے اب سعیدہ اماں کی اس رات کی بے رخی کی وجہ سمجھ میں آرہی تھی۔

"اور میں کہاں جاتا ہوں جس کے بارے میں نے تمہیں نہیں بتایا...؟" سالار کو یاد آیا۔

"تم سحری کے وقت مجھے بتا کر گئے؟" سالار اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گیا۔

"امامہ! میں مسجد جاتا ہوں اس وقت فرقان کے ساتھ۔اس کے بعد جم اور پھر واپس گھر آجاتا ہوں۔اب میں مسجد بھی تمہیں بتا کر جایا کروں؟" وہ جھنجھلایا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

”مجھے کیا پتا تم اتنی صبح کہاں جاتے ہو...؟ مجھے تو اپ سیٹ ہونا ہی تھا۔“ امامہ نے کہا۔

اس کی وضاحت پر وہ مزید تپ گیا۔

”تمہارا کیا خیال ہے کہ میں رمضان میں سحری کے وقت کہاں جا سکتا ہوں۔؟ کسی نائٹ کلب...؟ یا کسی گرل فرینڈ سے ملنے...؟ کوئی احمق بھی جان سکتا ہے کہ میں کہاں جا سکتا ہوں۔“ وہ احمق کے لفظ پر بری طرح تلملائی۔

”ٹھیک ہے، میں واقعی احمق ہوں... بس۔“

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اور سعیدہ اماں کے گھر میں رہنے کا تم نے کہا تھا... کہا تھانا... اور کون سا جھگڑا ہوا تھا تمہارا؟“

وہ خاموش رہی۔

"اتنے زیادہ جھولٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی تمہیں؟" وہ اس بار اس کی بات پر روہانسی ہو گئی۔

"بار بار مجھے جھوٹا مت کہو۔"

"امامہ! جو جھوٹ ہے، میں اسے جھوٹ ہی کہوں گا۔ تم نے ڈاکٹر صاحب کے سامنے مجھے منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ کیا سوچ رہے ہوں گا وہ میرے بارے میں...؟" وہ واقعی بری طرح اپ سیٹ تھا۔

"اچھا اب یہ سب ختم کرو۔" اس نے امامہ کے گالوں پر یک دم بہنے والے آنسو دیکھ لیے تھے اور وہ بری طرح جھنجلایا تھا۔"ہم جس ایشو پر"بات" کر رہے ہیں امامہ! اس میں رونے دھونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" وہ روتی رہی۔

"یہ ٹھیک نہیں ہے امامہ!... تم نے ڈاکٹر صاحب کے گھر بھی یہی کیا تھا میرے ساتھ۔"

اس کا غصہ ٹھنڈا پڑنے لگا تھا لیکن جھنجھلاہٹ بڑھ گئی تھی۔جو کچھ بھی تھا، وہ اس کی شادی کا چوتھا دن تھا اور وہ ایک گھنٹے میں دوسری بار یوں زارو قطار رو رہی تھی۔اس کی جگہ کوئی بھی لڑکی یوں رو رہی ہوتی تو وہ پریشان ہوتا، یہ تو خیر امامہ تھی۔وہ بے اختیار نرم پڑا۔اس کے کندھے پر اپنا بازو پھیلا کر اس نے جیسے اسے چپ کر کروانے کی کوشش کی۔امامہ نے ڈیش بورڈ پر پڑے ٹشو باکس سے ایک ٹشو پیپر نکال کر اپنی سرخ ہوتی ہوئی ناک کو رگڑا اور سالار کی صلح کی کوششوں پر پانی پھیرتے ہوئے کہا۔

"میں اس لیے تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔مجھے پتا تھا، تم میرے ساتھ اسی طرح کا سلوک کرو گے۔" وہ اس کے جملے پر ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گیا پھر اس نے اس کے کندھے سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔

"کیسا سلوک... تم وضاحت کرو گی؟" اس کے لہجے میں پھر خفگی اُتر آئی "میں‌نے آخر کیا کیا ہے تمہارے ساتھ۔"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ ایک بار پھر ہچکیوں سے رونے لگی۔سالار نے بے بسی سے اپنی آنکھیں بند کیں۔وہ ڈرائیونگ نہ کر رہا ہوتا تو یقیناً سر بھی پکڑ لیتا۔باقی رستے دونوں میں کئی بھی بات نہیں ہوئی۔کچھ دیر بعد وہ بالآخر چپ ہو گئی۔سالار نے سکون کا سانس لیا۔

اپارٹمنٹ میں آکر بھی دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔وہ بیڈ روم میں جانے کے بجائے لاؤنج کے ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔سالار بیڈ روم میں چلا گیا۔وہ کپڑے بدل کر بیڈ روم میں آیا، وہ تب بھی اندر نہیں آئی تھی۔"اچھا ہے، اسے بیٹھ کر اپنے رویے کے بارے میں کچھ دیر سونا چاہیے..." اس نے اپنے بیڈ پر لیٹتے ہوئے سوچا۔وہ سونا چاہتا تھا اور اس نے بیڈ روم کی لائٹس آف نہیں کی تھیں لیکن نیند یک دم اس کی آنکھوں سے غائب ہو گئی تھی۔اب ٹھیک ہے بندہ سوچے لیکن اتنا بھی کیا سوچنا۔مزید پانچ منٹ گزرنے کے باوجود اس کے نمودار نہ ہونے پر وہ بے اختیار جھنجھلایا۔دو منٹ مزید گزرنے کے بعد وہ بیڈ روم سے نکل آیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ لاؤنج کے صوفے کے ایک کونے میں، دونوں پاؤں اوپر رکھ، کشن گود میں لیے بیٹھی تھی۔سالار نے سکون کا سانس لیا۔کم از کم وہ اس وقت رو نہیں رہی تھی۔سالار کے لاؤنج میں آنے پر اس نے سر اٹھا کر بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔وہ بس اسی طرح کشن کو گود میں لیے اس کے دھاگے کھینچتی رہی۔وہ اس کے پاس صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔

کشن کو ایک طرف رکھتے ہوئے امامہ نے بے اختیار صوفے سے اٹھنے کی کوشش کی۔سالار نے اس کا بازو پکڑ کر اسے روکا۔

"یہی بیٹھو۔" اس نے تحکمانہ انداز میں اس سے کہا۔

اس نے ایک لمحے کے لیے بازو چھڑانے کا سوچا، پھر ارادہ بدل دیا۔وہ دوبارہ بیٹھ گئی لیکن اس نے اپنے بازو سے سالار کا بازو ہٹا دیا۔

"میرا کوئی قصور نہیں ہے... لیکن آئی ایم سوری۔" اس نے مصالحت کی پہلی کوشش کا آغاز کیا۔

امامہ نے خفگی سے اسے دیکھا لیکن کچھ کہا نہیں۔وہ کچھ دیر اس کے بولنے کا منتظر رہا لیکن پھر اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ فی الحال اس کی معذرت قبول کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔

"تمہیں یہ کیوں لگا کہ تم سے ٹھیک بات نہیں کر رہا...؟ امامہ! میں تم سے بار بار کر رہا ہوں۔" اس نے اس کے خاموش رہنے پر کہا۔

"تم مجھے اگنور کرتے رہے۔" ایک لمحے توقف کے بعد اس بالآخر کہا۔

"اگنور؟" وہ بھونچکا رہ گیا۔"میں تمہیں... " "تمہیں" اگنور کرتا رہا... میں کر "سکتا" ہوں؟" اس نے بے یقینی سے کہا۔امامہ نے اس سے نظریں نہیں ملائیں۔

"تم سوچ بھی کیسے سکتی ہو یہ...؟ تمہیں "اگنور" کرنے کے لیے شادی کی تھی میں نے تم سے؟ تمہیں اگنور کرنے کے لیے اتنے سالوں سے خوار ہوتا پر رہا ہوں میں۔"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"لیکن تم کرتے رہے..." وہ اپنی بات پر مصر تھی۔"تم زبان سے ایک بات کہتے ہو لیکن تم..." وہ بات کرتے کرتے رکی۔اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔"تمہاری زندگی میں میری کوئی... کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔"

”رکو مت ، کہتی رہو... میں جاننا چاہتا ہوں کہ میں ایسا کیا کر رہا ہوں جس سے تمہیں میرے بارے میں اتنی غلط فہمیاں ہو رہی ہیں۔“ اس نے اس کی آنکھوں کی نمی کو نظر انداز کرتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

”میں نے تمہیں صبح مسجد جاتے ہوئے نہیں بتایا... آفس جاتے ہوئے بھی نہیں بتایا... اور؟“ اس نے گفت گو شروع کرنے کے لیے اسے کیو دی۔



”تم نے مجھے یہ بھی نہیں بتایا کہ تم افطار پر دیر سے آؤ گے۔تم چاہتے تو جلدی بھی آسکتے تھے۔“ وہ رکی۔

”اور...؟“ سالار نے کوئی وضاحت کیے بغیر کہا۔

”میں نے تمہارے کہنے کے مطابق تمہیں میسج کیا لیکن تم نے مجھے کال نہیں کی۔اپنے پیرنٹس کو ریسیو کرنے یا چھوڑنے کے لیے تم مجھے بھی ایئر پورٹ لے جا سکتے تھے لیکن تم نے مجھ سے نہیں

کہا۔ٹھیک ہے، میں نے کہا تھا کہ مجھے سعیدہ اماں کے گھر چھوڑ دو لیکن تم نے ایک بار بھی مجھے ساتھ چلنے کے لیے نہیں کہا۔میری کتنی بے عزتی ہوئی ان کے سامنے۔"

وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ کہہ رہی تھی۔

وہ پلک جھپکے بغیر یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔پانی اب اس کی آنکھوں سے ہی نہیں، ناک سے بھی بہنے لگا تھا۔وہ پوری دل جمعی سے رو رہی تھی۔سالار نے سینٹر ٹیبل کے ٹشو باکس سے ایک ٹشو پیپر نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔اس نے اس کا ہاتھ جھٹک کر خود ایک ٹشو پیپر نکال لیا۔اس نے ناک رگڑی تھی، آنکھیں نہیں۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اور...؟" سالار نے بڑے تحمل کے ساتھ ایک بار پھر کہا۔

وہ کہنا چاہتی تھی کہ اس نے اسے شادی کا کوئی گفٹ تک نہیں دیا۔اس کی ایک دکھتی رگ یہ بھی تھی، لیکن اس سے تحفے کا ذکر کرنا اسے اپنی توہین لگی۔اس نے تحفے کا ذکر نہیں کیا۔کچھ دیر وہ اپنی ناک رگڑتی، سسکیوں کے ساتھ روتی رہی۔سالار نے بالآخر اس سے پوچھا۔

"بس یا ابھی کچھ اور بھی جرم ہیں میرے؟"

"مجھے پتا تھا کہ تم شادی کے بعد میرے"...

سالار نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ساتھ یہی کرو گے... مجھے پتا ہے، تمہیں میرے بارے میں سب کچھ پہلے سے ہی پتا چل جاتا ہے۔" وہ اس کے جملے پر بری طرح چڑا تھا۔"اس کے باوجود اب تم مجھے کچھ کہنے کا موقع دو گی...؟" وہ چپ بیٹھی اپنی ناک رگڑتی رہی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اگر میں شادی کے اگلے دن آفس سے جلدی آسکتا تو آجاتا، آج آیا ہوں نا جلدی۔"

"تم اپنے پیرنٹس کے لیے تو آگئے تھے۔" امامہ نے مداخلت کی۔

"اس دن میری پرزینٹیشن نہیں تھی اور میں نے تمہیں کال کی تھی۔ایک بار نہیں، کئی بار... تم اپنا سیل فون دیکھو یا میں دکھاؤں۔" سالار نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔

"میرے میسج کرنے پر تو نہیں کی تھی نا؟"

"اس وقت میں میٹنگ میں تھا، میرا سیل میرے پاس نہیں تھا۔بورڈ روم سے نکل کر پہلی کال میں نے تمہیں ہی کی تھی، ریسیو کرنا تو ایک طرف تم نے توجہ تک نہیں دی۔میں نے سعیدہ اماں کے گھر بھی تمہیں کالز کیں، تم نے وہاں بھی یہی کیا، بلکہ سیل ہی آف کر دیا۔تو مجھے بھی ناراض ہونا چاہیے تھا، مجھے کہنا چاہیے تھا کہ تم مجھے اگنور کر رہی ہو، لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔میں نے سوچا تک نہیں اس چیز کے بارے میں۔" وہ اب اسے سنجیدگی سے سمجھا رہا تھا۔

"تمہیں اپنے ساتھ ایرپورٹ لے کر جانا تو ممکن ہی نہیں تھا۔ایر پورٹ ایک طرف ہے... بیچ میں میرا آفس ہے... اور دوسری طرف گھر... میں پہلے یہاں آتا... تمہیں لے کر پھر ایر پورٹ جاتا... دگنا ٹائم لگتا ... اور تمہارے لیے انہیں ایر پورٹ جا کر ریسیو کرنا ضروری بھی نہیں تھا۔" وہ ایک لمحہ کے لیے رکا پھر بولا۔

"اب میں شکایت کروں تم سے؟"

امامہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تم نے سعیدہ اماں کے گھر پر ٹھہرنے کا فیصلہ کیا، مجھ سے پوچھنے کی زحمت تک نہیں کی۔" اس کی آنکھوں میں سیلاب کا ایک نیا ریلا آیا۔

"میرا خیال تھا، تم مجھے وہاں رہنے ہی نہیں دو گے، لیکن تم تو تنگ آئے ہوئے تھے مجھ سے۔ تم نے مجھے ایک بار بھی ساتھ چلنے کو نہیں کہا۔"

سالار نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔

"مجھے کیا پتا تھا۔ میں نے سوچا کہ تمہاری خواہش ہے، مجھے پوری کرنی چاہیے۔ چلو ٹھیک ہے، میری غلطی تھی۔ مجھے کہنا چاہیے تھا تمہیں چلنے کے لیے، لیکن کم از کم تمہیں مجھے خدا حافظ کہنے کے لیے

باہر تک تو آنا چاہیے تھا۔میں پندرہ منٹ صحن میں کھڑا انتظار کرتا رہا لیکن تم نے ایک لمحہ کے لیے بھی باہر آنے کی زحمت نہیں کی۔"

"میں ناراض تھی، اس لیے نہیں آئی۔"

"ناراضی میں بھی کوئی فارمیلٹی تو ہوتی ہے نا...؟" وہ خاموش رہی۔

"تم نے فرقان کے حوالے سے ضد کی کہ مجھے وہاں نہیں جانا۔خواہ مخواہ کی ضد تھی۔مجھے برا لگا تھا لیکن میں نے تمہیں اپنی بات ماننے پر مجبور نہیں کیا۔" وہ ایک لمحہ کے لیے رکا۔"فرقان میرا سب سے زیادہ کلوز فرینڈ ہے۔فرقان اور بھابھی نے ہمیشہ میرا بہت خیال رکھا ہے اور یہ میرے لیے قابل قبول نہیں ہے کہ میری وائف اس فیملی کی عزت نہ کرے۔"

اس کی آنکھوں میں اُمڈتے سیلاب کے ایک اور ریلے کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے کہا۔امامہ نے اس بار کوئی وضاحت نہیں دی تھی۔

”میں نے تم سے یہ گلہ بھی نہیں کیا کہ تم نے میری پیرنٹس کو ایک دفعہ بھی کال کر کے یہ نہیں پوچھا کہ وہ ٹھیک سے پہنچ گئے یا ان کی فلائٹ ٹھیک رہی۔“ وہ بڑے تحمل سے کہہ رہا تھا۔وہ جزبز ہوئی۔

”میرے پاس ان کا نمبر نہیں ہے۔“

”تم مجھ سے لے لیتیں اگر تم واقعی ان سے بات کرنے میں انٹرسٹڈ ہوتیں۔وہ تمہارے لیے یہاں آئے تھے تو تمہاری اتنی ذمہ داری تو بنتی تھی نا کہ تم ان کی فلائٹ کے بارے میں ان سے پوچھتیں یا ان کے جانے کے بعد ان سے بات کرتیں۔“

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

”تو تم مجھ سے کہہ دیتے۔کیوں نہیں کہا...؟“

”میں نے اس لیے نہیں کہا کیوں‌کہ یہ میرے نزدیک کوئی ایشوز نہیں ہیں، یہ معمولی باتیں ہیں۔یہ ایسے ایشوز نہیں ہیں کہ جن پر میں تم سے ناراض ہوتا پھروں یا جھگڑا کروں۔“ وہ بول نہیں سکی۔

"لیکن تم نے یہ کیا کہ میرے خلاف کیس تیار کرتی رہیں... ہر چھوٹی بڑی بات دل میں رکھتی رہیں، مجھ سے کوئی شکایت نہیں کی... لیکن سعیدہ اماں کو سب کچھ بتایا... اور ڈاکٹر صاحب کو بھی... کسی دوسرے سے بات کرنے سے پہلے تمہیں مجھ سے بات کرنی چاہیے تھی... کرنی چاہیے تھی نا...؟"

اس کے آنسو تھمنے لگے۔وہ اسے بڑے تحمل سے سمجھا رہا تھا۔

"اگر میں تمہاری بات نہ سنتا تو اور بات تھی۔پھر تم کہتیں کسی سے بھی، مجھے اعتراض نہ ہوتا۔" وہ خاموش رہی۔اس کی بات کچھ غلط بھی نہیں تھی۔

"تم سو نہ رہی ہوتیں تو میں یقیناً تمہیں بتا کر ہی گھر نکلتا میں کہاں جا رہا ہوں لیکن ایک سوئے ہوئے بندے کو صرف یہ بتانے کے لیے اٹھاؤں کہ میں جا رہوں، یہ تو میں کبھی نہیں کر سکتا۔"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ کچھ بول نہ سکی۔

"اگنور...؟ میں حیران ہوں امامہ! کہ یہ خیال تمہارے دماغ میں کیسے آگیا۔میں چار دن سے ساتویں آسمان پر ہوں اور تم کہہ رہی ہو، میں تمہیں اگنور کر رہا ہوں۔"

"لیکن تم نے ایک بھی میری تعریف نہیں کی۔" امامہ کو ایک اور "خطا" یاد آئی۔

سالار نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کس چیز کی تعریف؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔"یہ ایک بے احمقانہ سوال تھا لیکن اس سوال نے امامہ کو شرمندہ کیا تھا۔

"اب یہ بھی میں بتاؤں؟" وہ بری طرح بگڑی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تمہاری خوب صورتی کی؟" سالار نے کچھ اُلجھ کر اندازہ لگایا۔وہ مزید خفا ہوئی۔

"میں کب کہہ رہی ہوں خوب صورتی کی کرو۔کسی بھی چیز کی تعریف کر دیتے، میرے کپڑوں کی کر دیتے۔"

اس نے کہہ تو دیا لیکن وہ یہ شکایت کرنے پر پچھتائی۔سالار کے جوابی سوالوں نے اسے بری طرح شرمندہ کیا تھا۔سالار نے ایک نظر اسے، پھر اس کے کپڑوں کو دیکھ کر ایک گہرا سانس لیا اور بے اختیار ہنسا۔

"امامہ! تم مجھے اپنے منہ سے اپنی تعریف کرنے کے لیے کہہ رہی ہو۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔یہ جیسے اس کے لیے مذاق تھا۔وہ بری طرح جھنپ گئی۔

"مت کرو، میں کب کہا ہے۔"

"نہیں، یو آر رائٹ۔میں نے واقعی ابھی تک تمہیں کسی بھی چیز کے لیے نہیں سراہا۔مجھے کرنا چاہیے تھا۔" وہ یک دم سنجیدہ ہو گیا۔اس نے امامہ کی شرمندگی محسوس کر لی تھی۔

اس کے کندھے پر بازو پھیلاتے ہوئے اس نے امامہ کو اپنے قریب کیا۔اس بار امامہ نے اس کا ہاتھ نہیں جھٹکا تھا۔اس کے آنسو اب تھم چکے تھے۔سالار نے دوسرے ہاتھ سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔وہ اس کے ہاتھ کو بڑی نرمی کے ساتھ سہلاتے ہوئے بولا۔

"ایسی شکایتیں وہاں ہوتی ہیں جہاں صرف چند دن کے ساتھ ہو لیکن جہاں زندگی بھر کی بات ہو، وہاں یہ سب کچھ بہت سیکنڈری ہو جاتا ہے۔" اسے اپنے ساتھ لگائے وہ بہت نرمی سے سمجھا رہا تھا۔

"تم سے شادی میرے لیے بہت معنی رکھتی "تھی" اور معنی رکھتی "ہے"... لیکن آئندہ بھی کچھ معنی رکھے "گی" اس کا انحصار تم پر ہے۔مجھ سے جو گلہ ہے اسے مجھ سے کرو، دوسروں سے نہیں۔ میں صرف تم کو جواب دہ ہوں امامہ! کسی اور کے سامنے نہیں۔" اس نے بے نپے تلے لفظوں میں اسے بہت کچھ سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"ہم کبھی دوست نہیں تھے لیکن دوستوں سے زیادہ بے تکلفی اور صاف گوئی رہی ہے ہمارے تعلق میں۔شادی کا رشتہ اسے کمزور کیوں کر رہا ہے؟"

امامہ نے نظر اٹھا کر اس کے چہرے کو دیکھا۔اسے اس کی آنکھوں میں بھی وہی سنجیدگی جنظر آئی جو اس کے لفظوں میں تھی۔اس نے ایک بار پھر سر جھکا لیا۔"وہ غلط نہیں کہہ رہا تھا" اس کے دل نے اعتراف کیا۔

"تم میری زندگی میں ہر شخص اور ہر چیز سے بہت زیادہ امپورٹینس رکھتی ہو۔" سالار نے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔"لیکن یہ ایک جملہ میں تمہیں ہر روز نہیں کہہ پاؤں گا۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ میرے لئے تمہاری امپورٹنس کم ہو گئ ہے۔میری زندگی میں تمہاری امپورٹنس اب میرے ہاتھ میں نہیں، تمہارے ہاتھ میں ہے۔یہ تمہیں طے کرنا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ تم اس امپورٹنس کو بڑھاؤ گی یا کم کر دو گی۔" اس کی بات سنتے ہوئے امامہ کی نظر اس کے اس ہاتھ کی پشت پر پڑی جس سے وہ اُس کا ہاتھ سہلا رہا تھا۔اس کے ہاتھ کی پشت بے حد صاف ستھری تھی۔ہاتھ کی پشت اور کلائی پر بال نہ ہونے کے برابر تھے۔ہاتھ کی انگلیاں کسی مصور کی انگلیوں کی طرح لمبی اور عام مردوں کے ہاتھوں کی نسبت پتلی تھیں۔اس کے ہاتھوں کی پشت پر سبز اور نیلی رگیں بہت نمایاں طور پر نظر آرہی تھیں۔اس کی کلائی پر ریسٹ واچ کا ہلکا سا نشان تھا۔وہ یقیناً بہت باقاعدگی سے رسٹ واچ پہنتا تھا۔وہ آج پہلی بار اس کے ہاتھ کو اتنے غور سے دیکھ رہی تھی۔اسے اس کے ہاتھ بہت اچھے لگے۔اس کا دل کچھ اور موم ہوا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس کی توجہ کہاں تھی، سالار کو اندازہ نہیں ہو سکا۔وہ اسے اسی طرح سنجیدگی سے سمجھا رہا تھا۔

"محبت یا شادی کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ دونوں پارٹنرز ایک دوسرے کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں بند کر کے رکھنا شروع کر دیں۔اس سے رشتے مضبوط نہیں ہوتے، دم گھٹنے لگتا ہے۔ایک دوسرے کو اسپیس دینا، ایک دوسرے کی انفرادی حیثیت کو تسلیم کرنا، ایک دوسرے کی آواز کے حق کا احترام کرنا بہت ضروری ہے۔"امامہ نے گردن موڑ کر اس کا چہرہ دیکھا، وہ اب بے حد سنجیدہ تھا۔

"ہم دونوں اگر صرف ایک دوسرے کے عیب اور کوتاہیاں ڈھونڈتے رہیں گے تو بہت جلد ہمارے دل سے ایک دوسرے کے لیے عزت اور لحاظت ختم ہو جائے گا۔کسی رشتے کو کتنی بھی محبت سے باندھا گیا ہو، اگر عزت اور لحاظ چلا جائے تو محبت بھی چلی جائے... یہ دونوں چیزیں محبت کے گر کی چار دیواری ختم ہو جائے تو گھر کو بچانا مشکل ہو جاتا ہے۔"

امامہ نے بڑی حیرانی سے اسے دیکھا۔وہ اس کی آنکھوں میں حیرانی دیکھ کر مسکرایا۔

”اچھی فلاسفی ہے نا؟“

امامہ کی آنکھوں میں نمی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ بیک وقت آئی تھی۔اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

سالار نے اسے اپنے کچھ اور قریب کرتے ہوئے کہا۔

”میں اللہ کا پرفیکٹ بندہ نہیں ہوں تو تمہارا پرفیکٹ شوہر کیسے بن سکتا ہوں امامہ! شاید اللہ میری کوتاہیاں نظر انداز کردے، تو تم بھی معاف کر دیا کرو۔“

وہ حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی، وہ واقعی اس سالار سکندر سے ناواقف تھی۔سالار نے بڑی نرمی کے ساتھ اس کی آنکھوں کے سوجے ہوئے پپوٹوں کو اپنی پوروں سے چھوا۔

”کیا حال کر لیا ہے تم نے اپنی آنکھوں کا...؟تمہیں مجھ پر ترس نہیں آتا؟“

وہ بڑی ملائمت سے کہہ رہا تھا۔

امامہ نے جواب دینے کے بجائے اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔وہ اب بے پُرسکون تھی۔اس کے گرد اپنا ایک بازو حمائل کرتے ہوئے اور دوسرے ہاتھ سے اس کے چہرے اور گردن پر آئے ہوئے بالوں کو ہٹاتے ہوئے اس نے پہلی بار نوٹس کیا کہ وہ رونے کے بعد زیادہ اچھی لگتی ہے لیکن اس سے یہ بات کہنا، اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے والی بات تھی۔وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔وہ اس کے نائٹ ڈریس کی شرٹ پر بنے پیٹرن پر غیر محسوس انداز میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔

"موو کلر اچھا لگتا ہے تم پر۔" اس نے بے حد رومانٹک انداز میں اس کے کپڑوں پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس کے سینے پر حرکت کرتا اس کا ہاتھ ایک دم رکا۔امامہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔سالار نے اس کی آنکھوں خفگی دیکھی، وہ مسکرایا۔

"تعریف کر رہا ہوں تمہاری۔"

"یہ ٹی پنک ہے۔"

"اوہ! اچھا۔" سالار نے گڑ بڑا کر اس کے کپڑوں کو دوبارہ دیکھا۔


Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"یہ ٹی پنک ہے؟ میں نے اصل میں موو کلر بہت عرصے سے کسی کو پہنے نہیں دیکھا۔" سالار نے وضاحت کی۔

"کل موو پہنا ہوا تھا میں نے۔" امامہ کی آنکھوں کی خفگی بڑھی۔

"لیکن میں تو اسے پرپل سمجھا تھا۔" سالار مزید گڑبڑایا۔

"وہ جو سامنے دیوار پر پینٹنگ ہے نا، اس میں ہیں پرپل فلاورز۔" امامہ کچھ تحمل کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی۔

سالار اس پینٹنگ کو گھورتے ہوئے اسے یہ نہیں بتا سکا کہ وہ ان فلاورز کو بلیو کلر کا کوئی شیڈ سمجھ کر لایا تھا۔امامہ اب اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔سالار نے کچھ بے چارگی کے انداز میں گہرا سانس لیا۔



"میرا خیال ہے، اس شادی کو کامیابی کرنے کے لیے مجھے اپنی جیب میں ایک شیڈ کارڈز رکھنا پڑے گا۔" وہ پینٹنگ کو دیکھتے ہوئے بڑبڑایا تھا۔



☆☆☆☆

وہ پہلی صبح تھی جب اس کی آنکھ سالار سے پہلے کھلی تھی، الارم سیٹ ٹائم سے بھی دس منٹ پہلے۔ چند منٹ وہ اسی طرح بستر میں پڑی رہی۔اسے اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ رات کا کون سا پہر ہے۔ بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑا الارم کلاک اٹھا کر اس نے ٹائم دیکھا پھر ساتھ ہی الارم آف کر دیا۔بڑی

احتیاط سے وہ اٹھ کر بستر میں بیٹھی۔سائیڈ تیبل کا لیمپ بڑی احتیاط سے آن کرتے ہوئے اس نے سلیپرز ڈھونڈے، پھر اس نے کھڑے ہوتے ہوئے سائیڈ ٹیبل کا لیمپ آف کیا۔تب اس نے سالار کی سائیڈ کے لیمپ کو آن ہوتے دیکھا۔وہ کس وقت بیدار ہوا تھا، امامہ کو اندازہ نہیں ہوا تھا۔

"میں سمجھی تم سو رہے ہو۔" اس نے سالار کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی اٹھا ہوں، کمرے میں آہٹ کی وجہ سے۔"

وہ اسی طرح لیٹے لیٹے اب اپنا سیل فون دیکھ رہا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"لیکن میں نے تو کوئی آواز نہیں کی۔میں تو کوشش کر رہی تھی کہ تم ڈسٹرب نہ ہو۔" امامہ کچھ حیران ہوئی تھی۔

"میری نیند زیادہ گہری نہیں ہے امامہ! کمرے میں ہلکی سے ہلکی آہٹ بھی ہو تو میں جاگ جاتا ہوں۔" اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے سیل سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

"میں آئندہ احتیاط کروں گی۔" اس نے کچھ معذرت خوانہ انداز میں کہا۔

"ضرورت نہیں، مجھے عادت ہے اسی طرح کی نیند کی۔مجھے اب فرق نہیں پڑتا۔" اس نے بیڈ پر پڑا ایک اور تکیہ اٹھا کر اپنے سر کے نیچے رکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔وہ واش روم میں جانے سے پہلے چند لمحے اسے دکھتی رہی۔ہر انسان ایک کتاب کی طرح ہوتا ہے۔کھلی کلتاب جسے کوئی بھی پڑھ سکت اہے۔سالار بھی اس کے لیے ایک کھلی کتاب تھا لیکن چائینز زبان میں لکھی ہوئی کتاب۔

اس دن اس نے اور سالار نے سحری اکٹھے کی اور ہر روز کی طرح سالار، فرقان کے ساتھ نہیں گیا۔وہ شاید پچھلے کچھ دنوں کی شکایتوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔امامہ کا موڈ رات کو ہی بہت اچھا ہو گیا تھا اور اس میں مزید بہتری اس کی اس "توجہ" نے کی۔

مسجد میں جانے سے پہلے آج پہلی بار اس نے اسے مطلع کیا۔

"امامہ! تم میرا انتظار مت کرنا۔نماز پڑھ کر سو جانا، میں کافی لیٹ آؤں گا۔"

اس نے جاتے ہوئے اسے تاکید کی لیکن وہ اس کی تاکید کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے انتظار میں بیٹھی رہی۔

وہ ساڑھے آٹھ بجے اس کے آفس جانے کے بعد سوئی تھی۔دوبارہ اس کی آنکھ گیارہ بجے ڈور بیل کی آواز پر کھلی۔نیند میں اپنی آنکھیں مسلتے ہوئے، اس نے بیڈ روم سے باہر نکل کر اپارٹمنٹ کا داخلی دروازہ کھولا۔چالیس، پینتالیس سالہ ایک عورت نے اسے بے حد پُر تجسس نظروں سے دیکھتے ہوئے سلام کیا۔

"مجھے نوشین باجی نے بھیجا ہے۔" اس نے اپنا تعارف کروایا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ کو ایک دم یاد آیا کہ اس نے نوشین کو صفائی کے لیے ملازمہ کو کل کے بجائے اگلے دن بھیجنے کے لیے کہا تھا۔وہ اسے راستہ دیتی ہوئی دروازے سے ہٹ گئی۔

"اتنی خوشی ہوئی جب نوشین باجی نے مجھے بتایا کہ سالار صاحب کی بیوی آگئی ہے۔مجھے تو پتا ہی نہیں چلا کہ کب شادی کر لی سالار صاحب نے۔" امامہ کے پیچھے اندر آتے ہوئے ملازمہ کی باتوں کا آغاز ہو گیا تھا۔

"کہاں سے صفائی شروع کرنی ہے تم نے؟"

"امامہ کی فوری طور پر سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے صفائی کے بارے میں کیا ہدایات دے۔

"باجی! آپ فکر نہ کریں۔میں کر لوں گی، آپ چاہے آرام سے سو جاؤ۔"ملازمہ نے اپنے فوری آفر کی۔یہ شاید اس نے اس کی نیند سے بھری ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر کہا تھا۔

"نہیں، تم لاؤنج سے صفائی شروع کرو، میں ابھی آتی ہوں۔"

آفر بری نہیں تھی، اسے واقعی نیند آرہی تھی لیکن وہ ... اس طرح اسے گھر میں کام کرتا چھوڑ کر سو نہیں سکتی تھی۔

واش روم میں آخر اس نے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے، کپڑے تبدیل کر کے بال سمیٹے اور لاؤنج میں نکل آئی۔ ملازمہ ڈسٹنگ میں مصروف تھی۔لاؤنج کی کھرکیوں کے بلائنڈز اب ہٹے ہوئے تھے۔ سورج ابھی پوری طرح نہیں نکلا تھا لیکن اب ھند نہ ہونے کے برابر تھی۔لاؤنج کی کھڑکیوں سے باہر پودے دیکھ کر اسے انہیں پانی دینے کا خیال آیا۔

ملازمہ ایک بار پھر گفتگو کا آغاز کرنا چاہتی تھی لیکن وہ اسے بالکونی کی طرف جاتے دیکھ کر چپ ہو گئی۔

جب وہ پودوں کو پانی دے کر فارغ ہوئی تو ملازمی لاؤنج صاف کرنے کے بعد اب سالار کے اس کمرے میں جا چکی تھی جسے وہ اسٹڈی روم کی طرح استعمال کرتا تھا۔

"""سالار صاحب بڑے اچھے آدمی انسان ہیں۔"

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں اپارٹمنٹ کی صفائی کرنے کے بعد امامہ نے اس سے چائے کا پوچھا تھا۔چائے پیتے ہوئے ملازمہ نے ایک بار پھر اس سے باتوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔امامہ اس کے تبصرے پر صرف مسکرا کر خاموش ہو گئی۔

"آپ بھی ان کی طرح بولتی نہیں ہیں؟" ملازمہ نے اس کے بارے میں اپنا پہلا اندازہ لگایا۔

"اچھا، سالار بھی نہیں بولتا۔" امامہ نے جان بوجھ کر اسے موضوع گفت گو بنایا۔

"کہاں جی۔حمید بھی یہی کہتا ہے صاحب کے بارے میں۔"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ملازمہ نے شاید سالار کے ملازم کا نام لیا تھا۔

"لیکن باجی! بڑی حیا ہے آپ کے آدمی کی آنکھ میں۔"

اس نے ملازمہ کے جملے پر جیسے بے حد حیرانا ہو کر اس کا چہرہ دیکھا تھا۔ملازمہ بڑی سنجیدگی سے بات کر رہی تھی۔

"جیسے فرقان صاحب ہیں ویسی ہی عادت سالار صاحب کی ہے۔فرقان صاحب تو خیر سے بال بچوں والے ہیں لیکن سالار صاحب تو اکیلے رہتے تھے ادھر۔میں تو کبھی بھی اس طرح اکیلے مردوں والے گھروں میں صفائی نہ کروں۔بڑی دنیا دیکھی ہے جی میں نے، لیکن یہاں کام کرتے ہوئے کبھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھا صاحب نے مجھے۔میں کئی بار سوچتی تھی کہ بڑے ہی نصیب والی عورت ہو گی، جو اس گھر میں آئے گی۔"

ملازمہ فراٹے سے بول رہی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ہیٹر کے سامنے صوفے پر نیم دراز زمامہ اس کی باتیں سنتی کسی سوچ میں گم رہی۔ملازمہ کو حیرت ہوئی تھی کہ باجی اپنے شوہر کی تعریف پر خوش کیوں نہیں ہوئی۔"باجی" کیا خوش ہوتی، کم از کم اسے اتنی توقع تو تھی اس سے کہ وہ گھر میں کام کرنے والی کسی عورت کے ساتھ بھی انوالو نہیں ہو سکتا۔وہ مردوں کی کوئی بری ہی بد ترین قسم ہوتی ہو گی، جو گھر میں کام کرنے والی م لازمہ پر بھی نظر رکھتے ہوں گے اور سالار کم از کم اس قسم کے مردوں میں شمار نہیں ہو سکتا تھا۔

ملازمہ اس کی مسلسل خاموشی سے کچھ بے زار ہو کر جلدی چائے پی کر فارغ ہو گئی۔امامہ اس کے پیچھے دروازہ بند کرنے گئی تو ملازمہ نے باہر نکلنے سے پہلے مڑ کر اس سے کہا۔

"باجی! کل ذرا جلدی آجاؤں آپ کے گھر؟"

امامہ ٹھٹک کر رک گئی۔اس کے چہرے پر یقینا کوئی ایسا تاثر تھا جس نے ملازمہ کو کچھ بوکھلا دیا تھا۔

"باجی! مجھے چھوٹے بچے کو ہسپتال لے کر جانا ہے، اس لیے کہہ رہی تھی۔" اس نے جلدی سے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"ہاں، ٹھیک ہے۔" امامہ نے بہ مشکل جیسے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا اور دروازہ بند کر دیا۔کل جلدی آنے کے مطالبے نے اسے ساکت نہیں کیا تھا بلکہ اسے ساکت کیا تھا اس کے تین لفظوں نے... "آپ کے گھر" یہ "اس کا گھر" تھا جس کے لیے وہ اتنی سالوں سے خوار ہوتی پھر رہی تھی۔جس کی آس میں وہ کتنی بار جلال انصر کے پیچھے گڑ گڑانے گئی تھی۔وہ بے یقینی سے لاؤنج

میں آکر ان دیواروں کو دیکھ رہی تھی جنہیں دنیا "اس کے گھر" کے نام سے شناخت کر رہی تھی، وہ واقعی اس کا گھر تھا۔وہ پناہ گاہیں نہیں تھیں جہاں وہ اتنے سال سرجھکا کر ممنون و احسان مند بن کر رہی تھی۔آنسوؤں کا ایک ریلا آیا تھا اس کی آنکھوں میں... بعض اوقات انسان سمجھ نہیں پاتا کہ وہ روئے یا ہنسے... روئے ، تو کتنا روئے... ہنسے، تو کتنا ہنسے... وہ بھی کچھ ایسی ہی کسی کیفیت سے گزر رہی تھی۔وہ بچوں کی طرح ہر کمرے کا دروازہ کھول کھول کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہی تھی۔وہ جا سکتی تھی وہاں... جو چاہے کر سکتی تھی... یہ اس کا گھر تھا۔یہاں کوئی جگہ اس کے لیے "علاقہ غیر" نہیں جتھی۔اسے بس اتنی سی دنیا ہی چاہیے تھی اپنے لیے... کوئی ایسی جگہ جہاں وہ استحقاق کے ساتھ رہ سکتی ہو... سالار یک دم جیسے کہیں پیچھے چلا گیا تھا۔گھر کے معاملے میں عورت کے لیے ہر مرد پیچھے رہ جاتا ہے۔

سالار نے اسے دوبار وقفے وقفے سے سیل پر کال کی لیکن امامہ نے ریسیو نہیں کی... سالار نے تیسری بار پھر پی ٹی سی ایل پر کال کی،اس بار امامہ نے ریسیو کی لیکن اس کی آواز سنتے ہی سالار کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ رو رہی تھی۔اسے اس کی آواز بھر آئی ہوئی لگی۔وہ بہت پریشان ہوا۔

"کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔"

وہ دوسری طرف جیسے اپنے آنسوؤں اور آواز پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کیوں رو رہی ہو؟"

سالار کی واقعی کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیوں رو رہی ہے۔رات ہر جھگڑے کا اختتام بے حد خوشگوار انداز میں ہوا تھا۔وہ صبح دروازے تک مسکرا کر اسے رخصت کرنے آئی تھی۔پھر اب... ؟ وہ اُلجھ رہا تھا۔

دوسری طرف امامہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے اپنے رونے کا کیا جواز پیش کرے۔اس سے یہ تو نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ اس لیے رو رہی ہے کہ کسی نے اسے "گھر والی" کہا ہے۔سالار یہ بات نہیں سمجھ سکتا تھا... کوئی بھی مرد نہیں سمجھ سکتا۔

"مجھے امی اور ابو یاد آرہے رہیں۔" سالار نے بے اختیار ایک گہرا سانس لیا۔

یہ وجہ سمجھ میں آتی تھی... وہ یک دم پر سکون ہوا۔ادھر وہ بالکل خاموش تھی۔ماں باپ کا ذکر کیا تھا، جھوٹ بولا تھا لیکن اب رونے کی جیسے ایک اور وجہ مل گئی تھی۔جو آنسو پہلے تھم رہے تھے، وہ ایک بار پھر سے برسنے لگے تھے۔کچھ دیر وہ چپ چاپ فون پر اس کی سسکیاں اور ہچکیاں سنتا رہا۔

وہ اس غیر ملکی بینک میں انویسٹمنٹ بینکنگ کو ہیڈ کرتا تھا۔چھوٹے سے چھوٹا انویسٹمنٹ scam پکڑ سکتا تھا، خسارے میں جاتی بڑی سے بڑی کمپنی کے لیے بیل آوٹ پلان تیار کر سکتا تھا۔کمپنیز کے مرجر پیکیجز تیار کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔وہ پوائنٹ دن پر سنٹ کر پریسیشن کے ساتھ ورلڈ اسٹاک مارکیٹیں کے ٹرینڈز کی پیش بینی کر سکتا تھا۔مشکل سے مشکل سرمایہ کار کے ساتھ سودا طے کرنے میں اسے ملکہ حاصل تھا لیکن شادی کے اس ایک ہفتے کے دوران ہی اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ امامہ کو روتے ہوئے چپ نہیں کرا سکتا، نہ وہ ان آنسوؤں کی وجہ ڈھونڈ سکتا تھا، نہ انہیں روکنے کے طریقے اسے آتے تھے۔وہ کم از کم اس میدان میں بالکل اناڑی تھا۔

"ملازمہ نے گھر صاف کیا تھا آج؟" ایک لمبی خاموشی کے بعد اس نے امامہ کی توجہ رونے سے ہٹانے کے لیے جس موضوع اور جملے کا انتخاب کیا وہ احمقانہ تھا۔امامہ کو جیسے یقین نہیں آیا کلہ یہ باتنے پر کہ اسے اپنے ماں باپ یاد آ رہے ہیں، سالار نے اس سے یہ پوچھا ہے۔ پچھلی رات کے

سالار کے سارے لیکچرز کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس نے ریسیور کریڈل پر پٹک دیا اور فون منقطع ہوتے ہی سالار کو اپنے الفاظ کے غلط انتخاب کا احساس ہو گیا تھا۔اپنے سیل کی تاریک اسکرین کو دیکھتے ہوئے اس نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔

اگلے پانچ منٹ وہ سیل ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا۔اسے پتا تھا اس نے اب کال کی تو وہ ریسیو نہیں کرے گی۔پانچ منٹ کے بعد اس نے دوبارہ کال کی۔خلاف توقع امامہ نے کال ریسیو کی۔اس بار اس کی آواز میں خفگی تھی لیکن وہ بھرائی ہوئی نہیں تھی۔وہ یقینا رونا بند کر چکی تھی۔

"آئی ایم سوری!؟" سالار نے اس کی آواز سنتے ہی کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ نے جواب نہیں دیا۔وہ اُس وقت اس کی معذرت نہیں سن رہی تھی۔وہ صرف ایک ہی بات کا جواب ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تکھی، اسے سالار پر غصہ کیوں آجاتا تھا...؟ یوں چھوٹی چھوٹی باتوں پر... اتنے سالوں میں جس ایک احساس کو وہ مکمل طور پر بھول گئی تھی، وہ غصے کا احساس ہی تھا۔یہ احساس اس کے لیے اجنبی ہو چکا تھا۔اتنے سالوں سے اس نے اللہ کے علاوہ کسی سے بھی کوئی گلہ، کوئی شکایت نہیں کی تھی۔کسی سے ناراض ہونا یا کسی کو خفگی دکھانا تو بہت دور کی بات ہے، پھر اب یہ احساس اس کے اندر کیوں جاگ اٹھا تھا۔سعیدہ اماں، ڈاکٹر سبط علی اور ان کی

فیملی... اس کے کلاس فیلوز... کولیگز... ان میں سے کبھی کسی پر اسے غصہ نہیں آیا تھا۔ہاں، کبھی کبھار شکایت ہوتی تھی لیکن وہ شکایت کبھی لفظوں کی شکل اختیار نہیں کر سکی، پھر اب کیا ہو رہا تھا اسے؟

"امامہ پلیز بولو... کچھ کہو۔" وہ چونکی۔

"نماز کا وقت نکل رہا ہے، مجھے نماز پڑھنی ہے۔" اس نے اسی الجھے ہوئے انداز میں اس سے کہا۔

"تم خفا نہیں ہو؟" سالار نے اس سے پوچھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"نہیں۔" اس نے مدھم آواز میں کہا۔

وہ نماز کے بعد دیر تک اسی ایک سوال کا جواب ڈھونڈتی رہی اور اسے جواب مل گیا... نو سال میں اس نے پہلی بار اپنے لیے کسی کی زبان سے محبت کا اظہار سنا تھا۔وہ احسان کرنے والوں کے ہجوم میں تھی، پہلی بار کسی محبت کرنے والے کے حصار میں آئی تھی۔گلہ، شکوہ، ناز، نخرا، غصہ، خفگی یہ

سب کیسے نہ ہوتا، اسے "پتا" تھا کہ جب وہ روٹھے گی تو وہ اسے منا لے گا، خفا ہو گی تو وہ اسے وضاحتیں دے گا، مان تھا یا گمان... لیکن جو کچھ بھی تھا، غلط نہیں تھا۔اتنے سالوں میں جو کچھ اس کے اندر جمع ہو گیا تھا، وہ کسی لاوے کی طرح نکل رہا تھا۔آہستہ آہستہ وہ نارمل ہو رہی تھی۔

☆☆☆☆

شام کو سالار اسے خوش گوار موڈ میں دیکھ کر حیران ہو ا

شام کو سالار اسے خوش گوار موڈ میں دیکھ کر حیران ہو ا تھا۔یہ خلاف توقع تھا، خاص طور پر دوپہر والے واقعہ کے بعد... لیکن... اس رات وہ اسے ڈنر کے لیے باہر لے گیا۔وہ بے حد نروس تھی لیکن بے حد ایکسائیٹڈ بھی... وہ کتنے سالوں کے بعد یوں کسی ریسٹورنٹ کے اوپن ایرٔ حصہ میں بیٹھی باربی کیو کھا رہی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

کھانے کے بعد وہ دونوں ونڈو شاپنگ کی نیت سے مارکیٹ چلے آئے... سالار نے بڑی نرمی اور توجہ سے اسے خود کو سنبھلانے کا موقع دیا تھا۔وہ اس سے ہلکی پھلکی باتیں کرتا رہا کھانا ختم کرنے تک وہ نارمل ہو چکی تھی۔

عید کی خریداری کی وجہ سے مارکیٹ میں اس وقت بھی بڑی گہما گہمی تھی۔وہ بہت عرصہ کے بعد وہاں آئی تھی، مارکیٹ کی شکل ہی بدل چکی تھی۔وہ بے حد حیرت سے ان نیو برائنڈز اور دوکانوں کو دیکھتے ہوئے گزر رہی تھی جو آٹھ نو سال پہلے وہاں نہیں تھیں۔ڈاکٹر سبط علی کی بیٹیاں یا سعیدہ اماں کے بیٹے اپنی فیملیز کے ساتھ جب بھی آؤٹنگ کے لیے باہر نکلتے، وہ اسے بھی ساتھ لے جانے کی کوشش کرتے، لیکن ان کے ساتھ باہر نہ جانے کا فیصلہ اس کا اپنا ہوتا تھا۔وہ ان میں سے کسی کے لیے مزید کسی مصیبت کا باعثھا۔

یں بننا چاہتی تھی۔شادی کو وہ صرف رہنے کی جگہ کی تبدیلی سمجھ رہی تھی، حالات کی تبدیلی کے بارے میں اس نے کبھی نہیں سوچا تھا... لیکن معجزات ہوتے ہیں... شازو نادر سہی لیکن ہوتے ضرور ہیں۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کچھ لو گی؟" سالار کی آواز پر وہ بے اختیار چونکی۔

"ہاں... کافی۔" اس نے جھجک کر کہا۔

"میں شاپنگ کی بات کر رہا تھا۔" اس نے کہا۔

"نہیں، میرے پاس سب کچھ ہے۔" امامہ نے مسکرا کر کہا۔

"وہ تو اب میرے پاس بھی ہے۔" اس کے چہرے پر بے اختیار سرخی دوڑی تھی۔

"تمہیں میری تعریف اچھی لگی...؟"

"سالار! باز آؤ، میں نے تمہیں یہاں تعریف کرنے کو کہا تھا؟" وہ بے ساختہ جھینپی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تم نے جگہ نہیں بتائی تھی، صرف یہ کہا تھا کہ مجھے تمہاری تعریف کرنی چاہیے۔" وہ اسے چھیڑتے ہوئے محظوظ ہو رہا تھا۔

امامہ نے اس بار گردن موڑ کر اسے نظر انداز کیا۔اس کے ساتھ چلتے چلتے ایک شو کیس میں ڈسپلے پر لگی ایک ساڑھی دیکھ کر وہ بے ساختہ رکی۔کچھ دیر ستائشی نظروں سے اسے کا ہی رنگ کی ساڑھی کو دیکھتی رہی۔۔ وہاں شوکیس میں لگی یہی وہ شے تھی، جس کے سامنے وہ یوں ٹھٹک کر رک گئی تھی۔سالار نے ایک نظر اس ساڑھی کو دیکھا پھر اس کے چہرے کو اور بڑی سہولت کے ساتھ کہا۔

مجھے لگتا ہے، یہ ساڑھی تم پر بہت اچھی لگے گی، آؤ لیتے ہیں۔" وہ گلاس ڈور کھولتے ہوئے بولا۔

"نہیں، میرے پاس بہت سے فینسی کپڑے ہیں۔" امامہ نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے کر اسے روکا۔

"لیکن میں نے تو کچھ نہیں دیا تمہیں شادی پر، اس لیے کچھ دینا چاہتا ہوں۔"

وہ اس بار بول نہیں سکی۔وہ ساڑھی اسے واقعی بہت اچھی لگی تھی۔

اس بوتیک سے انہوں نے صرف وہ ساڑھی ہی نہیں خریدی بلکہ چند اور سوٹ بھی لیے تھے۔ دوسری بوتیک سے گھر میں پہننے کے لیے کچھ ریڈی میڈ ملبوسات، کچھ سویٹر زاور جوتے۔

"مجھے پتا ہے، تمہارے پاس کپڑے ہیں لیکن تم میرے خریدے ہوئے پہنو گی تو مجھے زیادہ اچھا لگے گا۔یہ سب میں اپنی خوشی کے لیے کر رہا ہوں، تمہیں خوش کرنے کی کوشش نہیں کر رہا۔"

اس کے پہلے اعتراض پر سالار نے بے حد رسانیت سے کہا تھا۔

امامہ نے اس کے بعد اعتراض نہیں کیا۔اسے کچھ جھجک تھی لیکن تھوڑی دیر میں یہ جھجک بھی ختم ہو گئی۔پھر اس نے ساری چیزیں اپنی پسند سے لی تھیں۔

"مجھے تم پر ہر چیز اچھی لگتی ہے۔سو تم مجھ سے مت پوچھو۔" اس نے سالار کی پسند پوچھی تو وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"لاؤنج کی کھڑکیوں پر curtains لگا لیں۔" امامہ کو یاد آیا۔

"بلائنڈ سے کیا ایشو ہے تمہیں؟" وہ چونکا۔

"کوئی نہیں لیکن مجھے curtains اچھے لگتے ہیں۔خوب صورت ہے۔"

"کیوں نہیں... " سالار نے اپنی دلی تاثر چھپاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔وہ اس سے کہہ نہیں سکا کہ اسے پردوں سے چڑ تھی۔

رات پونے بارہ بجے ایک کیفے میں کافی اور tiramisu کھانے کے بعد وہ تقریباً ساڑھے بارہ بجے گھر واپس آئے۔لاہور تب تک ایک بار پھر دھند میں ڈوب چکا تھا لیکن زندگی کے راستے سے دھند چھٹنے لگی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

گھر آنے کے بعد بھی وہ بے مقصد ان چیزوں کو کھول کر صوفے پر بیٹھ گئی۔کتنے سالوں بعد وہ ملنے والی کسی چیز کو تشکر اور احسان مندی کے بوجھ کے ساتھ نہیں بلکہ استحقاق کے احساس کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔

عورت کے لیے بہت ساری نعمتوں میں سے ایک نعمت اس کے شوہر کا اس کی ذات پر پیسہ خرچ کرنا بھی ہے اور یہ نعمت کیوں تھا، وہ اسے آج سمجھ پائی تھی۔

ڈاکٹر سبط علی اور ان کی بیوی ہر سیزن کے آغاز میں اسے کپڑے اور دوسری چیزیں خرید کر دیتے تھے۔سعیدہ اماں بھی اس کے لیے کچھ نہ کچھ لاتی رہتی تھیں۔ان کے بیٹے اور ڈاکٹر سبط علی کی بیٹیاں بھی اسے کچھ نہ کچھ بھیجتی رہتی تھیں لیکن ان میں سے کسی چیز کو ہاتھ میں لیتے ہوئے اس نے ایسی خوشی یا سکون محسوس نہیں کیا تھا۔وہ خیرات نہیں تھی لیکن وہ حق بھی نہیں تھا، وہ احسان تھا اور وہ اتنے سالوں میں بھی اپنے وجود کو احسانوں کا عادی نہیں بنا سکی تھی۔بے شک وہ اس کی زندگی کا حصہ ضرور بن گئے تھے۔

یہ کیسا احساس تھا جو ان چیزوں کو گود میں لیے اسے ہو رہا تھا۔خوشی؟ آزادی؟ اطمینان؟ سکون...؟ یا کوئی ایسی شے تھی جس کے لیے اس کے پاس لفظ نہیں تھے۔

"کیا دیکھ رہی ہو تم؟"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار کپڑے تبدیل کر واش روم سے نکال تھا اور ڈریسنگ روم کی لائٹ آف کر کے کمرے میں آتے ہوئے اس نے امامہ کو اسی طرح صوفے پر وہ ساری چیزیں پھیلائے بیٹھے دیکھا۔وہ حیران سا ہوا۔وہ جب سے آئی تھی، اس وقت سے ان چیزوں کو لے کر بیٹھی ہوئی تھی۔

"کچھ بھی نہیں میں بس رکھنے ہی لگی تھی۔" امامہ نے ان چیزوں کو سمیٹنا شروع کر دیا۔


Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"ایک وارڈ روب میں نے خالی کر دی ہے، تم اپنے کپڑے اس میں رکھ لو۔اگر کچھ اور جگہ کی ضرورت ہو تو گیسٹ روم کی ایک وارڈ روب بھی خالی ہے... تم اسے استعمال کر سکتی ہو۔"

وہ اپنے کمرے سے کچھ ڈھونڈتا ہوا اس سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے سعیدہ اماں کے گھر سے اپنا سامان لانا ہے۔" امامہ نے ساری چیزوں کو دوبارہ ڈبوں اور بیگز میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"کیسا سامان؟" وہ ابھی تک دراز میں کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔

"میرے جہیز کا سامان۔" امامہ نے بڑی رسانیت سے کہا۔

"مثلاً؟" وہ دراز سے نکالے گئے کچھ پیپرز دیکھتے ہوئے چونکا۔

"برتن ہیں، الیکٹرونکس کی چیزیں ہیں۔فرنیچر بھی ہے لیکن وہ شوروم پر ہے اور بھی کچھ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں۔"

وہ ان پیپرز کو دراز میں رکھ کر اس کی بات سنتا رہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تمہارے ذاتی استعمال کی کوئی چیز ہے وہاں...؟" اس نے پوچھا۔

"وہ سب میری ذاتی چیزیں ہیں۔" اس نے بے ساختہ کہا۔

"وہ جہیز کا سامان ہے۔" سالار نے اسے جتانے والے انداز میں کہا۔

"اب تم کہو گے، تمہیں جہیز نہیں چاہیے۔" وہ کچھ جزبز ہو کر بولی۔

"مجھے کسی بھی قسم کا سامان نہیں چاہیے۔" سالار نے دو ٹوک انداز میں کہا۔"تمہیں لگتا ہے اس اپارٹمنٹ میں پہلے ہی کسی چیز کی کمی ہے... ؟ تم چاہتی ہو، یہاں ہر چیز دو، دو کی تعداد میں ہو۔ رکھیں گے کہاں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔امامہ سوچ میں پڑ گئی۔

"اتنے سالوں سے چیزیں میں خریدتی رہی ہوں اپنے لیے، لیکن زیادہ سامان ابو کے پیسوں سے آیا ہے۔وہ ناراض ہوں گے۔" وہ اب بھی تیار نہیں تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی تینوں بیٹیوں کو جہیز دیا؟"وہ اب پوچھ رہا تھا۔"نہیں دیا نا؟"

"تمہیں کیسے پتا؟" وہ چند لمحے بول نہیں سکی۔

"انہوں نے ہمیں خود بتایا تھا۔" اس نے کہا۔

"ان کی تینوں بیٹیوں کی شادیاں فیملی میں ہوئی ہیں اس لیے۔" امامہ نے کہا۔

"ٹرسٹ می... میں بھی جہیز لے کر نہ آنے پر تم سے برا سلوک نہیں کروں گا۔ یہ ڈاکٹر صاحب کا تحفہ ہوتا تو میں ضرور رکھتا لیکن یہ انہوں نے تمہاری سیکیورٹی کے لیے دیا تھا، کیوں کہ تمہاری شادی کسی ایسی فیملی میں ہو رہی تھی جن کے بارے میں وہ مکمل طور پر نہیں جانتے تھے لیکن میرے بارے میں تو وہ بھی جانتے ہیں اور تم بھی۔" سالار نے اس سے کہا۔

"میرے برتن، بیڈ شیٹس اور کپڑے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی کتنی چیزیں ہیں جو میں اتنے سالوں سے جمع کر رہی ہوں۔ اب کیسے دے دوں یہ سب کچھ؟" وہ ناخوش تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اوکے، جو چیز تم نے اپنی پے سے لی ہے، وہ لے آؤ، باقی چھوڑ دو سب کچھ۔ وہ کسی خیراتی ادارے کو دے دیں گے۔" سالار نے ایک اور حل نکالا۔ وہ اس بار کچھ سوچنے لگی۔

"میں صبح آفس جاتے ہوئے تمہیں سعیدہ اماں کی طرف چھوڑ دوں گا اور آفس سے آج ذرا جلدی آجاؤں گا۔ تمہاری پیکنگ بھی کروا دوں گا۔"

وہ ہاتھ میں کچھ پیپرز لیے ہوئے اس کی طرف آیا۔صوفے پر اس کے پاس پڑی چیزوں کو ایک طرف کرتے ہوئے وہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"یہ جس جگہ پر کراس کا نشان ہے، اس پر اپنے سائن کر دو۔"

اس نے کچھ پیپرز اس کی طرف بڑھاتے ہوئے ایک پین اسے تھمایا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"یہ کیا ہے؟" اس نے کچھ حیران ہو کر ان پیپرز کو دیکھا۔

"میں اپنے بینک میں تمہارا اکاؤنٹ کھلوا رہا ہوں۔"

"لیکن میرا اکاؤنٹ تو پہلے ہے کھلا ہوا ہے۔"

"چلو، ایک اکاؤنٹ میرے بینک میں بھی سہی۔برے نہیں ہیں ہم، اچھی سروس دیتے ہیں۔" اس نے مذاق کیا۔ امامہ نے پیپرز پر سائن کرنا شروع کر دیا۔

"پھر وہ اکاؤنٹ بند کر دوں؟" امامہ نے سائن کرنے کے بعد کہا۔

"نہیں، اسے رہنے دو۔" سالار نے پیپرز اس سے لیتے ہوئے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تمہیں اکاؤنٹ کھولنے کے لیے کتنی رقم کا چیک دوں؟"

امامہ کا خیال تھا کہ وہ غیر ملکی بینک ہے۔یقینا اکاؤنٹ کھولنے کے لیے ملکی بینک کی نسبت کچھ زیادہ رقم کی ضرورت ہو گی۔

"تمہارا حق مہر پے کرنا ہے مجھے، اسی رقم سے کھول دوں گا۔"

سالار نے پیپرز ایک لفافے میں رکھتے ہوئے اس سے کہا۔

"اس پر ایک فگر لکھو۔"



امامہ نے حیرانی سے اس پر رائٹنگ پیڈ کو دیکھا جو اس نے اس کی طرف بڑھایا تھا۔"کیسی فگر؟" وہ الجھی۔

"کوئی بھی فگر، اپنی مرضی کے کچھ digits..." سالار نے کہا۔

"کیوں؟" وہ مزید الجھی۔

سالار نے اس کے ہاتھ میں پین تھمایا۔اس نے دوبارہ پین پکڑ تو لیا لیکن ذہن مکمل طور پر خالی تھا۔

"کتنے digits کا فگر۔" امامہ نے چند لمحے بعد اس کی مدد چاہی۔

"وہ یک دم سوچ میں پڑ گیا" پھر اس نے کہا۔

"اگر تم اپنی مرضی سے کوئی فگر لکھو گی تو کتنے digits لکھو گی...؟"

"Seven digits..."امامہ سوچ میں پڑ گئی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"Alright...لکھو پھر۔" سالار کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ آئی۔

امامہ چند لمحے اس صاف کاغذ کو دیکھتی رہی پھر اس نے لکھنا شروع کیا۔3752960۔اس نے رائٹنگ پیڈ سالار کی طرف بڑھا دیا۔کاغذ پر نظر ڈالتے ہی وہ چند لمحوں کے لیے جیسے سکتہ میں آیا پھر کاغذ کو پیڈ سے الگ کرتے ہوئے بے اختیار ہنسا۔

"کیا ہوا؟"وہ اس کے رد عمل سے کچھ اور الجھی۔

"کچھ نہیں... کیا ہونا تھا؟" کاغذ کو تہہ کرتے ہوئے اس نے امامہ کے چہرے کو مسکراتے ہوئے بے حد گہری لیکن عجیب نظروں سے دیکھا۔

"اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو مجھے؟" وہ اس کی نظروں سے الجھی۔

"تمہارا شوہر ہوں، دیکھ سکتا ہوں تمہیں۔"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ کو احساس نہیں ہوا، وہ بڑی صفائی سے بات بدل رہا تھا۔اس سے بات کرتے ہوئے وہ غیر محسوس انداز میں کاغذ پر اس لفافے میں ڈال چکا تھا۔

"تم نے مجھے ساڑھی پہن کر نہیں دکھائی؟"

"رات کے اس وقت میں تمہیں ساڑھی پہن کر دکھاؤں؟" وہ بے اختیار ہنسی۔

وہ اس کے پاس سے اٹھتے اٹھتے رک گیا۔وہ پہلی بار اس طرح کھکھلا کر ہنسی تھی یا پھر شاید وہ اتنے قریب سے پہلی بار اسے ہنستے دیکھ رہا تھا۔ایک بیگ کے اندر ڈبے رکھتے ہوئے امامہ نے اپنے چہرے پر اس کی نظریں محسوس کیں۔اس نے سر اٹھا کر دیکھا، وہ واقعی اسے دیکھ رہا تھا۔


Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اب کیا ہے؟"

"میں ایک بات سوچ رہا تھا۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"کیا؟"

"کہ تم صرف روتے ہوئے ہی نہیں ہنستے ہوئے بھی اچھی لگتی ہو۔"

اس کی آنکھوں میں پہلے حیرت آئی، پھر چمک اور پھر خوشی۔سالار نے ہر تاثر کو پہچانا تھا یوں جیسے کسی نے اسے فلیش کارڈز کھائے ہوں... پھر اس نے اسے نظریں چراتے ہوئے دیکھا... پھر اس کے چہرے کا رنگ بدلتے دیکھا... پہلے اس کا کان کی لوئیں سرخ ہوئیں پھر اس کے گال، ناک... اور شاید اس کی گردن بھی... اس نے زندگی میں کبھی کسی عورت یا مرد کو اتنے واضح طور پر رنگ بدلتے نہیں دیکھا تھا جس طرح اسے... نو سال پہلے بھی دو تین بار اس نے اسے غصے میں اسی طرح سرخ ہوتے دیکھا تھا۔اس کے لیے عجیب سہی لیکن یہ منظر دل چسپ تھا... اور اب وہ اسے محضوض ہوتے ہوئے بھی اسی انداز میں سرخ ہوتے دیکھ رہا تھا، یہ منظر اس سے زیادہ دل چسپ تھا۔"یہ کسی بھی مرد کو پاگل کر سکتی ہے۔" اس کے چہرے پر نظریں جمائے اس نے اعتراف کیا، اس نے اپنی زندگی میں آنے والی کسی عورت کو اتنے "بے ضرر" جملے پر اتنا شرماتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اور اس کو شکایت تھی کہ وہ اس کی تعریف نہیں کرتا۔سالار کا دل چاہا، وہ اسے کچھ اور چھیڑے۔وہ بہ ظاہر بے حد سنجیدگی سے اسے نظر انداز کیے ہوئے چیزیں بیگ میں ڈال رہی تھی لیکن اس کے ہاتھوں میں ہلکی سی لرزش تھی۔وہ اس کی نظروں سے یقینا کنفیوز ہو رہی تھی۔

کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ انہیں گھر میں لانے کے بعد آپ کی سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ انہیں کہاں رکھیں، کیوں‌کہ آپ انہیں جہاں بھی رکھتے ہیں، اس چیز کے سامنے وہ جگہ بے حد بے مایہ سی لگتی ہے۔کچھ چیزیں جیسی ہوتی ہیں، جنہیں گھر میں لانے کے بعد انہیں جہاں بھی رکھیں، وہی جگہ

سب سے انمول اور قیمتی ہو جاتی ہے۔اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، امامہ اس کے لیے ان چیزوں میں سے کون سی چیز تھی۔اس کے چہرے کو دیکھتا وہ کچھ بے اختیار ہو کر اس کی طرف جھکا اور اس نے بڑی نرمی کے ساتھ اس کے دائیں گال کو چھوا، وہ کچھ حیا سے سمٹی۔اس نے اسی نرمی کے ساتھ اس کا دایاں کندھا چوما اور پھر امامہ نے اسے ایک گہرا سانس لے کر اٹھتے ہوئے دیکھا۔ وہ وہیں بیٹھی رہی، سالار نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔وہ ان پیپرز کو اب اپنی بیڈ سائیڈ ٹیبل کی دراز میں رکھ رہا تھا۔پلٹ کر دیکھتا تو شاید امامہ کی نظریں اسے حیران کر دیتیں۔اس نے پہلی بار اس کے کندھے کو چوما تھا اور اس لمس میں محبت نہیں تھی... "احترام" تھا... اور کیوں تھا، یہ وہ سمجھ نہیں سکی۔

☆☆☆☆

وہ اگلے دن تقریباً دس بجے سعیدہ اماں کے گھر آئے۔امامہ کا مسکراتا، مطمئن چہرہ دیکھ کر فوری ردعمل یہ ہوا کہ انہوں نے نہ صرف سالار کے سلام کا جواب دیا بلکہ اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے اس کا ماتھا بھی چوما۔

"یہ سب لے کر جانا ہے۔" وہ اسے اپنے کمرے میں لائی تھی وہاں کتابوں کی دو الماریاں تھیں اور ان میں تقریباً تین چار سو کتابیں تھیں۔

"یہ بکس؟" سالار نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا۔

"نہیں، یہ ایزل، کینوس اور پینٹنگ کا سامان بھی۔" امامہ نے کمرے میں ایک دیوار کے ساتھ پڑے پینٹنگ کے سامان اور کچھ ادھوری پینٹنگز کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ سب کچھ زیادہ نہیں ہے، بکس ہی تقریباً دو کارٹن میں آئیں گی۔"

سالار نے ان کتابوں کو دیکھتے ہوئے اندازہ لگایا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"نہیں، یہ اتنی ہی بکس نہیں ہیں اور بھی ہیں۔" امامہ نے کہا۔

اس نے اپنا دوپٹا اتار کر بیڈ پر رکھ دیا اور پھر گھٹنوں کے بل کارپٹ پر بیٹھتے ہوئے بیڈ کے نیچے سے ایک کلر ٹن کھینچنا شروع کیا۔

"ٹھہرو! میں نکالتا ہوں۔"سالار نے اسے روکا اور خود جھک کر اس کارٹن کو کھینچنے لگا۔

"بیڈ کے نیچے جتنے بھی ڈبے ہیں، وہ سارے نکال لو۔ان سب میں بکس ہیں۔" امامہ نے اسے ہدایت دی۔

سالار نے جھک کر بیڈ کے نیچے دیکھا۔وہاں مختلف سائز کے کم از کم سات آٹھ ڈبے موجود تھے۔وہ ایک کے بعد ایک ڈبا نکالتا گیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"بس...؟" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے اور ہاتھ جھاڑتے ہوئے امامہ سے پوچھا۔

وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔وہ کمرے میں موجود کپڑوں کی الماری کے اوپر ایک اسٹول پر چڑھی کچھ ڈبے اتارنے کی کوشش کر رہی تھی۔سالار نے ایک بار پھر اسے ہٹا کر خود وہ ڈبے نیچے اتارے۔اس کا خیال تھا کہ یہ کتابوں کی آخری کھیپ ہے کیوں کہ کمرے میں اسے ڈبا رکھنے کی کوئی اور جگہ نظر نہیں آئی، یہ اس کی غلط فہمی تھی۔وہ اب الماری کو کھولے اس کے اندر موجود جا ایک

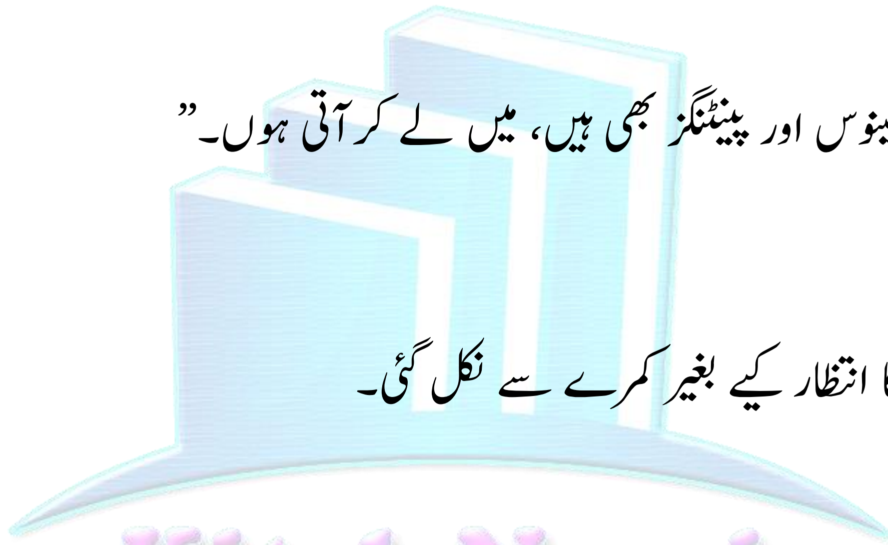
خانے سے کتابیں نکال کر بیڈ پر رکھ رہی تھی۔وہ کم از کم سو کتابیں تھیں جو اس نے الماری سے نکالی تھی، وہ کھڑا دیکھتا رہا۔الماری کے بعد بیڈ سائیڈ ٹیبلز کی درازوں کی باری تھی، ان میں بھی کتابیں تھیں۔بیڈ سائیڈ ٹیبلز کے بعد ڈریسنگ ٹیبل کی درازوں اور خانوں کی باری تھی۔کمرے میں موجود کپڑے کی جس باسکٹ کو وہ لانڈری باسکٹ سمجھا تھا، وہ بھی کتابیں اسٹور کرنے کے لیے استعمال ہو رہی تھی۔

وہ کمرے کے وسط میں کھڑا، اسے کمرے کی مختلف جگہوں سے کتابیں برآمد کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔بیڈ پر موجود کتابوں کا ڈھیر اب شیلف پر لگی کتابوں سے بھی زیادہ ہو چکا تھا لیکن وہ اب بھی بڑی شدومد کے ساتھ کمرے کی مختلف جگہوں پر رکھی ہوئی کتابیں نکال رہی تھی۔اس نے ان کھڑکیوں کے پردے ہٹائے جو صحن میں کھلتی تھیں۔اس کے بعد سالار نے اسے باری باری ساری کھڑکیاں کھول کر ان میں سے بھی کتابیں نکالتے ہوئے دیکھا۔جو پلاسٹک کے شاپر زمین بند تھیں۔ شاید یہ احتیاط کتابوں کو مٹی اور نمی سے بچانے کے لیے کی گئی تھی۔

"بس اتنی ہی کتابیں ہیں۔" اس نے بالآخر سالار کو مطلع کیا۔

سالار نے کمرے میں چاروں طرف بکھرے ڈبوں اور ڈبل بیڈ پر پڑی کتابوں کے ڈھیر پر ایک نظر ڈالتے ہوئے بڑے تحمل سے پوچھا۔

"کوئی اور سامان بھی ہے...؟"



"ہاں! میرے کچھ کینوس اور پینٹنگز بھی ہیں، میں لے کر آتی ہوں۔"

وہ اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر کمرے سے نکل گئی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار نے ڈبل بیڈ پر پڑی کتابوں کے ڈھیر سے ایک کتاب اٹھائی۔وہ ایک ناول تھا۔گھٹیا رومانس لکھنے والے ایک بہت ہی مشہور امریکن رائٹر کا ناول... اس نے ٹائٹل پر نظر ڈالی اور بے اختیار اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ آئی۔اگر وہ ناول کا نام امامہ کے سامنے لیتا تو وہ سرخ ہو جاتی۔اس نے ناول کھولا۔کتاب کے اندر پہلے ہی خالی صفحے پر امامہ نے اپنا نام لکھا تھا۔جس تاریخ کو وہ کتاب خریدی گئی، وہ تاریخ... جس جگہ سے خریدی گئی وہ جگہ... جس تاریخ کو کتاب پڑھنا شروع کیا اور جس تاریخ کو کتاب ختم کی۔وہ حیران ہوا، اس طرح کے ناول کو وہ فضول سمجھتا تھا۔وہ شاید یہ

کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس رائٹر کے کسی ناول کو کوئی اس کے ہاتھ میں دیکھا مگر اس نے اس ناول پر اتنی سنجیدگی سے اپنا نام اور ڈیٹس لکھی ہوئی تھیں جیسے وہ بے حد اہم کتاب ہو۔اس نے ناول کے چنداور صفحے پلٹے اور پھر کچھ بے یقینی کے عالم میں پلٹتا ہی چلا گیا۔ناول کے اندر جگہ جگہ رنگین مارکرز کے ساتھ مختلف لائنز ہائی لائٹ کی گئی تھیں۔بعض لائنز کے سامنے اسٹار اور بعض کے سامنے ڈبل اسٹار بنائے گئے تھے۔

وہ بے اختیار ایک گہرا سا سانس لے کر رہ گیا۔

ان لائنز میں بے ہودہ رومانس، بے حد platonic، سوپی باتیں، ذو معنی ڈائیلاگز تھے۔ان پر اسٹار بنے ہوئے تھے اور وہ نشان زدہ تھے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار نے وہ ناول رکھتے ہوئے دوسرا ناول اٹھایا... پھر تیسرا... پھر چوتھا... پانچواں... چھٹا... ساتواں... وہ سب کے سب رومانٹک تھے۔ایک ہی طرح کے رومانٹک ناولز اور وہ سب بھی اسی طرح ہائی لائیٹڈ تھے۔وہ زندگی میں پہلی بار رومانٹک اور وہ بھی ملز اینڈ بونز اور باربرا کارٹ لینڈ کی ٹائپ کے رومانس کے اتنے "سنجیدہ قاری" سے مل رہا تھا اور کتابوں کے اس ڈھیر کو دیکھتے ہوئے اس پر یہ انکشاف بھی ہوا کہ وہ "کتابیں" نہیں پڑھتی تھی بلکہ صرف یہی ناولز پڑھتی تھی۔کمرے میں موجود

ان ڈیڑھ دو ہزار کتابوں میں اسے صرف چند پینٹنگز ، ککری اور شاعری کی کتابیں نظر آئی تھیں، باقی سب انگلش ناولز تھے۔

"اور یہ لے کر جانی ہیں۔" ایک ناول دیکھتے ہوئے وہ امامہ کی آواز پر بے اختیار چونکا۔

وہ کمرے میں دو تین چکروں کے دوران کچھ مکمل اور کچھ ادھوری پینٹنگز کا ایک چھوٹا سا ڈھیر بھی بنا چکتی تھی۔سالار اس دوران ان کتابوں کے جائزے میں مصروف رہا تھا۔اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ناول واپس کتابوں کے اس ڈھیر پر رکھ دیا جو بیڈ پر پڑا تھا۔کارپٹ پر پڑی ان پینٹنگز پر نظر ڈالتے ہوئے سالار کو احساس ہوا کہ سعیدہ اماں کے گھر میں جا بجا لگی ہوئی پینٹنگز بھی اس کے ہاتھ کی بنی ہوئی ہیں اور یقیناً ان پینٹنگز کے کسی دیوار پر لٹکانہ ہونے کا سبب مزید خالی جگہ کا دستیاب نہ ہونا تھا۔

"بیٹا! یہ سارا کاٹھ کباڑ کیوں اکٹھا کر لیا، یہ لے کر جاؤ گی ساتھ؟"

سعیدہ اماں کمرے میں آتے ہی کمرے کی حالت دیکھ کر چونکیں۔

"اماں! یہ ضروری چیزیں ہیں میری۔"

امامہ، سالار کے سامنے اس سامان کو کاٹھ کباڑ قرار دیے جانے پر کچھ جزبز ہوئی۔

"کیا ضروری ہے ان میں، یہ کتابیں تو ردی میں دے دیتیں۔اتنا ڈھیر لگا لیا ہے اور تصویریں وہیں رہنے دیں، جہاں پڑی تھیں۔چھوٹا سا گھر ہے تم لوگوں کا، وہاں کہاں پورا آئے گا یہ سب کچھ۔" سعیدہ اماں کتابوں کے اس ڈھیر کو دیکھ کر متوحش ہو رہی تھیں۔یقیناً انہوں نے بھی امامہ کی ساری کتابوں کو پہلی بار اکٹھا دیکھا تھا اور یہ ان کے لئے کوئی خوش گوار نظارہ نہیں تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"نہیں، آجائے گا پورا، یہ سب کچھ۔تین بیڈ رومز ہیں، ان میں سے ایک کو استعمال کریں گے۔یہ سامان رکھنے کے لیے، لیکن دوسری چیزوں کو یہیں رکھنا پڑے گا۔کمبل، کوئلٹس، رگز اور کشنز وغیرہ کو۔" وہ ایک سیکنڈ میں تیار ہو گئی تھی۔

"لیکن بیٹا! یہ سارا سامان تو کام کا ہے۔گھر سجانا اس سے... یہ کتابوں کے ڈھیر اور تصویروں کا کیا کرو گی تم؟" سعیدہ اماں اب بھی معترض تھیں۔

"کوئی بات نہیں، ان کی کتابیں ضروری ہیں۔ابھی کچھ اور کارٹن یا شاپرز ہیں جنہیں پیک کرنا ہے۔" سالار نے اپنے سوئیٹر کی آستینوں کو موڑتے ہوئے آخری جملہ امامہ سے کہا۔

تین بجے کے قریب وہ سارا سامان کے گھر پر گیسٹ روم میں بکھرا ہوا تھا۔فرقان نے اس دن بھی انہیں افطاری کے لیے اپنی طرف مدعو کیا ہوا تھا لیکن سالار نے معذرت کر لی۔فی الحال اس سامان کو ٹھکانے لگانا زیادہ اہم تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ایک اسٹور میں سالار نے کچھ عرصے پہلے ایلومینیم اور شیشے کے ریکس والی کچھ الماریاں دیکھی تھیں۔یہ اتفاق ہی تھا کہ وہاں لگایا ہوا چکر بے کار نہیں گیا۔چھ فٹ اونچی اور تین فٹ چوڑی ایک ہی طرح کی تین الماریوں نے گیسٹ روم کی ایک پوری دیوار کو کور کر کے یک دم اسے اسٹڈی روم کی شکل دے دی تھی لیکن امامہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ان تین الماریوں میں اس کی تقریباً ساری کتابیں سما گئی تھیں۔ان کتابوں کو اتنے سالوں میں پہلی بار کوئی ڈھنگ کی جگہ نصیب ہوئی تھی۔اس کے ایزیل اور ریکس، لانڈری کی دیوار پر بنی ریکس پر سمیٹے گئے تھے۔

وہ جہیز کے سامان میں برتنوں اور بیڈ شیٹس کے علاوہ اور کچھ نہیں لائی تھی، تب اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کی قسمت میں اس سامان میں سے صرف ان ہی دو چیزوں کا استعمال لکھا تھا۔

سالار کا کچن ایریا اب پہلی بار ایک آباد جگہ کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔برتنوں کے لیے بنے ریکس کے شیشوں سے نظر آتی نئ کراکری اور کاؤنٹر کی سلیب پر کچن کے استعمال کی چھوٹی موٹی نئ چیزوں نے کچن کی شکل کو بالکل بدل کر رکھ دیا تھا۔

وہ لوگ رات کے دس بجے جب فارغ ہوئے تو اپارٹمنٹ میں آنے والا نیا سامان سمیٹا جا چکا تھا۔ اس کے لیے فرقان کے گھر سے کھانا آیا تھا لیکن اس رات امامہ نے اسے بڑے اہتمام کے ساتھ نئ کراکری سرو کیا تھا۔

"اچھا لگ رہا ہے نا ایسے؟" امامہ نے چمکتی آنکھوں کے ساتھ اس سے پوچھا۔سالار نے اپنے سامنے موجود نئ برانڈ ڈنر پلیٹ اور اس کے اطراف میں لگی چمکتی ہوئی کٹلری کو دیکھا اور پھر کانٹا اٹھا کر اسے بغور دیکھتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

”ہاں، ایسا لگ رہا ہے جیسے ہم کسی ریسٹورنٹ کی اوپننگ والے دن سب سے پہلے اور اکلوتے کسٹمر ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے امامہ! کہ یہ کراکری اور کٹلری اتنی نئی ہے کہ اس میں کھانا کھانے کو دل نہیں چاہ رہا ... میں پرانے برتنوں میں نہیں کھا سکتا ...؟“

امامہ کا موڈ بری طرح آف ہوا۔ کم از کم یہ وہ جملہ نہیں تھا جو وہ اس موقع پر اس سے سننا چاہتی تھی۔

”لیکن یہ بہت خوب صورت ہیں۔“ سالار نے فوراً اپنی غلطی کی تصحیح کی تھی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ فی الحال وہ مذاق کو سراہنے کے موڈ میں نہیں تھی۔ امامہ کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

اپنی پلیٹ میں چاول نکالتے ہوئے سالار نے کہا۔ ”کھانے کے بعد کہیں کافی پینے چلیں گے۔“ اس بار اس کے چہرے پر کچھ نرمی آئی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کچن کا سامان لینا ہے۔" اس نے فوراً کہا۔

وہ چاول کا چمچ منہ میں ڈالتے رک گیا۔"ابھی بھی کوئی سامان لینا باقی ہے؟" وہ حیران ہوا۔

"گروسری چاہیے۔"

"کیسی گروسری...؟ کچن میں سب کچھ تو ہے۔"

"آٹا، چاول، دالیں، مسالے کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔" امامہ نے جواباً پوچھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"ان کو میں نے کیا کرنا ہے؟ میں نے کبھی کھانا نہیں پکایا۔" سالار نے کندھے اچکا کر لاپروائی سے کہا۔

"لیکن میں تو پکاؤں گی نا... ہمیشہ تو دوسروں کے گھر سے نہیں کھا سکتے ہم۔" امامہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"جارز اور کنٹینرز بھی چاہیں۔" امامہ کو یاد آیا۔

"فی الحال آج میرا اس طرح کی خریداری کرنے کا موڈ نہیں ہے... مجھے تھکن محسوس ہو رہی ہے۔" سالار کراہا۔

"اچھا، ٹھیک ہے، کل خرید لیں گے۔" امامہ نے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس رات وہ کافی کے لیے قریبی مارکیٹ تک ہی گئے تھے۔ گاڑی فورٹریس کے گرد گھماتے ہوئے انہوں نے وہی گاڑی میں بیٹھے ہوئے کافی پی۔

"شکر ہے، کتابوں کو تو جگہ مل گئی۔"

سالار کافی پیتے ہوئے چونکا۔وہ کھڑکی سے باہر دور شاپس کو دیکھتے ہوئے بڑبڑائی تھی۔اس کے لاشعور میں اب بھی کہیں وہ کتابیں ہی اٹکی ہوئی تھیں۔

"وہ کتابیں نہیں ہے۔" سالار نے سنجیدگی سے کہا۔

کافی کا گھونٹ بھرتے اس نے چونک کر سالار کو دیکھا۔

"پچانوے فیصد ناولز ہیں... وہ بھی چیپ رومانس... پانچ دس میں سمجھ سکتا ہوں... چلو اتنے سالوں میں سو دو سو بھی ہو سکتے ہیں... لیکن ڈیڑھ دو ہزار اس طرح کے ناولز...؟ تمہارا کتنا stamina ہے اس طرح کی ربش پڑھنے کے لیے اور تم نے باقاعدہ مارک کر کے پڑھا ہے ان ناولز کو۔میرا خیال ہے، پاکستان میں چیپ رومانس کی سب سے بڑی کلیکشن اس وقت میرے گھر میں ہے۔"

وہ کاموش رہی۔کافی پیتے کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار کچھ دیر اس کی طرف سے کسی ردِ عمل کا انتظار کرتا رہا، پھر اس کی لمبی خاموشی پر اسے خدشہ ہوا کہ کہیں وہ برا نہ مان گئی ہو۔اپان بایاں بازو اس کے کندھوں پر پھیلاتے ہوئے اس نے جیسے خاموش معذرت پیش کی۔

"ٹھیک ہے، چیپ رومانس ہے، لیکن اچھا لگتا ہے مجھے یہ سب کچھ۔" وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کچھ دیر بولی۔


Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"وہاں لوگ ہمیشہ مل جاتے ہیں... کوئی کسی سے بچھڑتا نہیں ہے... میرے لیے ونڈر لینڈ ہے یہ۔" وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے جیسے کہیں اور پہنچی ہوئی تھی۔

وہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتا اور اسے سنتا رہا۔

"جب اپنی زندگی میں کچھ بھی اچھا نہ ہو رہا ہو تو کسی ایسی دنیا میں جانا اچھا لگتا ہے، جہاں سب کچھ پرفیکٹ ہو۔وہاں وہ کچھ ہو رہا ہو، جو آپ چاہتے ہیں... وہ مل رہا ہو، جو آپ سوچتے ہیں... جھوٹ ہے یہ سب کچھ لیکن کوئی بات نہیں، اس سے میری زندگی کی کڑواہٹ تھوری کم ہوتی تھی... جب

میں جاب نہیں کرتی تھی تب زیادہ پڑھتی تھی ناولز۔ کبھی کبھار، سارا دن اور ساری رات... جب میں یہ ناولز پڑھتی تھی تو مجھے کوئی بھی یاد نہیں آتا تھا۔ امی ابو، بہن بھائی، بھتیجے، بھتیجیاں، بھانجے بھانجیاں... کوئی نہیں... ورنہ بہت مشکل تھا سارا دن یا رات کو سونے سے پہلے اپنی فیملی کے علاوہ کسی اور چیز کے بارے میں سوچنا، اپنی زندگی کے علاوہ کسی اور کے بارے میں پریشان ہونا، میں خوف ناک خواب دیکھتی تھی اور پھر میں نے ان ناولز کے ذریعے خوابوں کی ایک دنیا بسا لی۔ میں ناول کھولتی تھی اور یک دم زندگی بدل جاتی تھی۔ میری فیملی ہوتی تھی اس میں... میں ہوتی تھی... جلال ہوتا تھا۔"

سالار کافی کا گھونٹ نہیں لے سکا۔ اس کے لبوں پر اس وقت اس "شخص" کا نام سن کر کتنی اذیت ہوئی تھی اسے... نہیں، اذیت بہت ہی چھوٹا سا لفظ ہے۔ ایسی تکلیف انسان کو شاید مرتے وقت ہوتی ہو گی۔ ہاں، اگر یہ ناولز اس کی "کامل دنیا" اور اس کا ونڈرلینڈ تھے تو اس میں جلال انصر ہی ہوتا ہو گا، سالار سکندر نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ مذہباً اور قانوناً ایک رشتے میں بندھی تھی، دل کے رشتے میں کہاں بندھی تھی۔ دل کے رشتے میں تو شاید ابھی تک... اور وہ تو ماضی تھا جہاں جلال انصر کے سوا کوئی دوسرا نہیں تھا۔ اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے وہ رنجیدگی سے سوچ رہا تھا اور امامہ کو بولتے ہوئے شاید احساس بھی نہیں ہوا تھا کہ اس نے جلال کا نام لیا اور کسی پیرائے میں لیا تھا، احساس ہوتا تو وہ ضرور اٹکتی یا کم از کم ایک بار سالار کے چہرہ ضرور دیکھ لیتی۔ وہ ابھی بھی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ ابھی بھی کہیں "اور" تھی۔ ابھی بھی "کسی" کا صبر آزما رہی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اچھا لگتا تھا مجھے اس دنیا میں رہنا۔وہاں اُمید تھی... روشنی تھی... انتظار تھا لیکن لاحاصل نہیں، تکلفی تھی مگر ابدی نہیں، آنسو تھے مگر کوئی پونچھ دیتا تھا اور واحد کتابیں تھیں جن میں امامہ ہاشم ہوتی تھی، آمنہ نہیں۔ہر بار ان کتابوں پر اپنا نام لکھتے ہوئے میں جیسے خود کو یاد دلاتی تھی کہ میں کون ہوں۔دوبارہ کتاب کھلونے پر جیسے کتاب مجھے بتاتی تھی کہ میں کون ہوں۔وہ مجھے میرے پرانے نام سے بلاتی تھی۔اس نام سے، جس سے اتنے سالوں میں مجھے کوئی اور نہیں بلاتا تھا۔تاریکی میں بعض دفعہ اتنی روشنی بھی بہت ہوتی ہے جس سے انسان بے شک اپنے آپ کو نہ دیکھ پائے لیکن اپنا وجود محسوس کرنے کے تو قابل ہو جائے۔"

اس کی آواز اب بھیگنے لگی تھی۔وہ خاموش ہو گئی۔دونوں کے ہاتھ میں پکڑے کپوں میں کافی ٹھنڈی ہو گئی تھی اور وہ اسے اب پینا بھی نہیں چاہتے تھے۔وہ اب ڈیش بورڈ پر پڑے ٹشو باکس سے ٹشو پیپر نکال کر اپنی آنکھیں خشک کر رہی تھی۔سالار نے کچھ کہے بغیر اس کے ہاتھ سے کافی کا کپ لے لیا۔ایک ڈمپسٹر میں دونوں کپ پھینکنے کے بعد وہ دوبارہ گاڑی میں آکر بیٹھا اور گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے امامہ سے پوچھا۔

"اور کافی چاہیے تمہیں؟"

"نہیں۔" واپسی کا راستہ غیر معمولی خاموشی میں طے ہوا تھا۔

☆☆☆☆

"مجھے آفس کا کچھ کام ہے تم سو جاؤ۔" وہ کپڑے تبدیل کر کے سونے کے بجائے کمرے سے نکل گیا۔

"میں انتظار کروں گی۔" امامہ نے اس سے کہا۔

"نہیں، مجھے ذرا دیر ہو جائے گی۔" اس نے امامہ کے ہاتھ میں پکڑے ناول کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا جو وہ رات کو پڑھنے کے لیے لے کر آئی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اسے واقعی آفس کے کچھ کام نمٹانے تھے، مگر اسٹڈی ٹیبل پر بیٹھے ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ آخری کام جو وہ آج کرنا چاہتا تھا، وہ یہ تھا۔کچھ دیر وہ لیپ ٹاپ آن کیے اپنی ٹیبل پر بیٹھا رہا، پھر یک دم اٹھ کر گیسٹ روم میں آگیا۔لائٹ آن کرتے ہی کتابوں سے بھری ہوئی سامنے دیوار کے ساتھ

لگی الماریاں اس کی نظروں کے سامنے آ گئیں۔اس نے کتابوں کو وہاں کچھ گھنٹے پہلے ہی رکھا تھا، بڑی احتیاط اور نفاست کے ساتھ۔مصنف کے نام کے اعتبار سے ان کی مختلف ریکس پر گروپنگ کی تھی... تب تک وہ اس کے لیے صرف "امامہ کی کتابیں" تھیں لیکن اب وہ ان تمام کتابوں کو اٹھا کر بحیرہ عرب میں ڈبو دینا چاہتا تھا یا کم از کم راوی میں تو پھینک ہی سکتا تھا۔وہ اب کتابیں نہیں ردّی تھی۔

امامہ کی وہ تصوراتی پرفیکٹ زندگی جو وہ جلال انصر کے ساتھ گزارتی رہی تھی۔وہ ڈیڑھ دو ہزار رومانس ان کرداروں کے رومناس نہیں تھے جو ان ناولز میں تھے۔وہ صرف دو کرداروں کا رومانس تھا۔امامہ اور جلال کا... اعلیٰ ظرف بننے کے لیے کھلے دل یا برداشت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ دماغ کا کام نہ کرنا زیادہ ضروری ہوتا ہے۔وہ بھی اس کا شوہر تھا۔وہ ان کتابوں کو گھر میں نہیں رکھنا چاہتا تھا اور وہ ایسا کر سکتا تھا۔وہ اس کی بیوی تھی... روتی دھوتی، ناراض ہوتی لیکن اتنی بااختیار نہیں تھی کہ اس کی مرضی کے بغیر ان کتابوں کو وہاں رکھ سکتی۔وہ عورت تھی۔ضد کر سکتی تھی، منوا نہیں سکتی تھی۔وہ مرد تھا اسے اپنی مرضی کے لیے ضد جیسے کسی حربے کی ضرورت نہیں تھی۔یہ اس کا گھر تھا، یہ اس کی دنیا تھی۔وہ شرائط کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا نہ ہی ایسے جی سکتا ہے۔وہ مراعات کے ساتھ دنیا میں آتا ہے اور اسی کے ساتھ دنیا میں رہتا ہے۔

تو آسان حل یہ تھا جو اسے معاشرہ اور اس کا ذہن بتا رہا تھا۔مشکل حل وہ تھا جو اس کا دل اس سے کہہ رہا تھا اور دل کہہ رہا تھا۔"چھوڑو، جانے دو یار! یہ زہر کا گھونٹ ہے لیکن پی جاؤ۔" اور دل نہ بھی کہتا تب بھی وہ اس چیز کو اپنے گھر سے نکال کر نہیں پھینک سکتا تھا، جو امامہ کی ملکیت تھی۔جو کبھی اس کے دکھوں کے لیے مرہم بنی تھی۔ان کتابوں کے کرداروں میں وہ جس کسی کو بھی سوچتی رہی تھی لیکن ان کتابوں پر لکھا ہوا نام اس کا اپنا تھا اور یہ وہ نام تھا جو اس کی روح کا حصہ تھا۔صبر کی کئی قسمیں ہوتی ہیں اور کوئی بھی قسم آسان نہیں ہوتی، وہاں کھڑے اس نے سوچا اور لائٹ آف کر کے کمرے سے باہر نکل آیا۔

وہ رمضان میں کبھی سگریٹ نہیں پیتا تھا لیکن اسٹڈی روم میں واپس آکر اس نے سگریٹ سلگایا تھا۔اس وقت خود کو نارمل کرنے کے لیے یہی واحد حل اس کی سمجھ میں آیا۔ایک سگریٹ پینے کی نیت سے بیٹھے ہوئے اسے اندازہ نہیں ہوا کہ وہ کتنے سگریٹ پی چکا ہے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"سالار...!" امامہ کی آواز پر وہ راکنگ چیئر پر بیٹھے بیٹھے چونکا۔غیر محسوس انداز میں بائیں ہاتھ میں پکڑا سگریٹ اس نے ایش ٹرے میں مسلا۔وہ دروازے میں ہی کھڑی تھی اور یقیناً اس کے ہاتھ میں سگریٹ دیکھ چکی تھی۔نہ بھی دیکھتی تب بھی کمرے میں پھیلی سگریٹ کی بو اسے بتا دیتی۔

"تم اسموکنگ کرتے ہو؟" وہ جیسے کچھ پریشان اور شاکڈ انداز میں آگے بڑھی۔

"نہیں" بس کبھی کبھار۔جب اپ سیٹ ہوتا ہوں تو ایک آدھ سگریٹ پی لیتا ہوں۔"

کہتے ہوئے سالار کی نظر ایش ٹرے پر پڑی۔ وہ سگریٹ سے ٹکڑوں سے بھری ہوئی تھی۔"آج کچھ زیادہ ہی پی گیا۔"

وہ بڑبڑایا پھر اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور اپنا لہجہ ہموار رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تم سوئیں نہیں ابھی تک؟"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تم میری وجہ سے اپ سیٹ ہو؟" اس نے سوال کا جواب دینے کے بجائے اس سے پوچھا۔

تو اس نے محسوس کر لیا؟ سالار کا اس کا چہرہ دیکھا اور سوچا۔اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا خوف اور اضطراب تھا۔وہ نائٹی میں ملبوس اونی شال اپنے گرد لپیٹے ہوئے تھی۔سالار جواب دینے

کے بجائے راکنگ چیئر کی پشت سے ٹیک لگائے اسے دیکھتا رہا۔اس نے کرسی کو ہلانا بند کر دیا تھا۔ اس کی خاموشی نے جیسے اس کے اضطراب میں اور اضافہ کیا۔

"تمہاری فیملی نے کچھ کہا ہے... ؟... یا میری فیملی نے کچھ کیا ہے؟"

وہ کیا سوچ رہی تھی؟ سالار نے بے اختیار ایک گہرا سانس لیا... کاش "یہ" وجہ ہوتی "وہ" نہ ہوتی، جو تھی۔

"کیا کہے گی میری فیملی...؟ یا کیا کرے گی تمہاری فیملی...؟" اس نے مدھم آواز میں اس سے پوچھا۔ وہ اسی طرح الجھی ہوئی یوں چپ کھڑی رہی جیسے اسے خود بھی اس سوال کا جواب معلوم نہیں تھا لیکن وہ خاموش اسے دیکھتی رہی، یوں جیسے اسے یقین ہو کہ وہ سچ نہیں بول رہا۔وہ حیران تھا کہ وہ کیسے کیسے خدشات ذہن میں لیے بیٹھی ہے۔

وہ راکنگ چیئر پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔اسے اس وقت امامہ پر جیسے ترس آیا تھا۔

"یہاں آؤ!" اس نے سیدھے ہوئے ہوئے اس کا بایاں ہاتھ پکڑا۔وہ جھجکی، ٹھٹکی پھر اس کی آغوش میں آگئی۔سالار نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اس کی شال کے اندر کرتے ہوئے، اس کی شال کو اس کے گرد اور اچھی طرح سے لپیٹتے ہوئے، کسی ننھے بچے کی طرح اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے تھپکا اور اس کا سر چوما۔

"کوئی کچھ نہیں کہہ رہا... اور کوئی کچھ نہیں کر رہا... ہر کوئی اپنی زندگی میں مصروف ہے اور اگر کچھ ہو گا تو میں دیکھ لوں گا سب کچھ۔تم اب ان چیزوں کے بارے میں پریشان ہوتا چھوڑ دو۔"

وہ اسے گود میں لیے، اب دوبارہ راکنگ چیئر پر جھول رہا تھا۔

پھر تم اپ سیٹ کیوں ہو؟"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"میں...؟... میرے اپنے بہت سے مسئلے ہیں۔" وہ بڑبڑایا۔

امامہ نے گردن اوپر کرتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی۔اتنے دنوں میں وہ پہلی بار اسے اتنا سنجیدہ لگا تھا۔

"سالار! تم"...

"میں پریشان نہیں ہوں اور اگر ہوں بھی تو تم اس کی وجہ نہیں ہو۔اب دوبارہ مجھ سے یہ سوال مت کرنا۔"

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے اس نے کچھ سخت لہجے میں جھڑکنے والے انداز میں اس کی بات کاٹ کر سوال سے پہلے جواب دیا۔وہ جیسے اس کا ذہن پڑھ رہا تھا۔وہ چند لمحے کچھ بول نہیں سکی۔ اس کا لہجہ بہت سخت تھا اور سالار کو بھی اس کا احساس ہو گیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تم کیا کہہ رہی تھیں مجھ سے کہ کچن کے لیے کچھ چیزوں کی ضرورت ہے...؟" اس نے اس بار بے حد نرمی کے ساتھ موضوع بدلا۔

امامہ نے ایک بار پھر اسے ان چیزوں کے نام بتائے۔

"کل چلیں گے رات کو گروسری کے لیے۔"

امامہ نے اس بار کچھ نہیں کہا۔اس کے سینے پر سر رکھے، وہ دیوار پر اس سوفٹ بورڈ پر لکھے بہت سے نوٹس، ڈیڈ لائنز اور کچھ عجیب سے انڈیکسز والے چارٹس دیکھتی رہی،پھر اس نے سالار سے پوچھا۔

"تم بینک میں کیا کرتے ہو؟"

وہ ایک لمحہ کے لیے چونکا، پھر اس نے اس کی نظرون کا تعاقب کرتے ہوئے بورڈ پر نظر ڈالی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"میں بے کار کام کرتا ہوں۔" وہ بڑبڑایا۔

"مجھے بینکرز بھی اچھے نہیں لگے۔" امامہ کو اندازہ نہیں ہوا کہ اس نے کتنے غلط وقت پر یہ تبصرہ کیا ہے۔

"جانتا ہوں، تمہیں ڈاکٹرز اچھے لگتے ہیں۔" سالار کے لہجے میں خنکی آئی تھی۔

"ہاں، مجھے ڈاکٹرز اچھے لگتے ہیں۔" امامہ نے سادہ لہجے میں بورڈ کو دیکھے ہوئے کچھ بھی محسوس کیے بغیر ، اس کے سینے پر سر رکھے اس کی تائید کی۔یہ کہتے ہوئے اسے جلال کا خیال نہیں آیا تھا لیکن سالار کو آیا تھا۔

"تم نے مجھے بتایا نہیں کہ تم بینک میں کیا کرتے ہو؟" امامہ نے دوبارہ پوچھا۔

"میں public relationing میں ہوں۔" اس نے یہ جھوٹ کیوں بولا، وہ خود بھی سمجھ نہیں پایا تھا۔امامہ نے بے اختیار اطمینان بھرا سانس لیا۔

"یہ پھر بھی بہتر ہے۔اچھا ہے تم ڈائریکٹ بینکنگ میں نہیں ہو۔تم نے کیا پڑھا تھا سالار؟"

"ماس کمیونیکیشنز۔" وہ ایک کے بعد ایک جھوٹ بول رہا تھا۔

"مجھے یہ سبجیکٹ بہت پسند ہے۔ تمہیں کچھ اور بننا چاہیے تھا۔"

"یعنی ڈاکٹر؟" سالار سلگا لیکن امامہ کھکھلا کر ہنسی۔

"ماس کمیونیکیشنز پڑھ کر تو ڈاکٹر نہیں بن سکتے۔" سالار نے جواب نہیں دیا۔اگر وہ اس کا چہرہ دیکھ لیتی تو اتنی بے تکلفی کے ساتھ یہ سارے تبصرے نہ کر رہی ہوتی۔

"میں ڈاکٹروں سے نفرت کرتا ہوں۔" سالار نے سرد لہجے میں کہا وہ بے اختیار سالار سے لگ ہوئی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کیوں؟" اس نے حیرت سے سالار کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

اس کا چہرہ بے تاثر تھا، کم از کم امامہ اسے پڑھ نہیں سکی۔

"ایسے ہی۔" سالار نے کندھے اچکاتے ہوئے بڑی سرد مہری سے کہا۔

"ایسے ہی کیسے...؟ کوئی وجہ تو ضرور ہو گی۔" وہ جز بز ہوئی۔

"تمہیں کیوں ناپسند ہیں بینکرز؟" سالار نے ترکی بہ ترکی جواب کہا

"بددیانت ہوتے ہیں۔" امامہ نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

"بینکرز؟" سالار نے بے یقینی سے کہا۔

"ہاں۔" اس بار وہ سنجیدہ تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ سالار کا بازو اپنے گرد سے ہٹاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔سالار نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔وہ اب قریب جا کر بورڈ کو دیکھ رہی تھی۔ اس پر لگائے ہوئے نوٹس اور ڈیڈ لائنز پڑھ رہی تھی۔

"بینکرز لوگوں کا پیسہ، اثاثہ محفوظ رکھتے ہیں۔"

اس نے اپنے عقب میں سالار کو بڑے جتانے والے انداز میں کہتے سنا۔

"اور پیسہ لوگوں کا ایمان خراب کر دیتا ہے۔" اس نے مڑے بغیر جواب دیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اس کے باوجود لوگ ہمارے پاس آتے ہیں۔" سالار نے اسی انداز میں کہا۔اس بار امامہ پلٹی۔

"لیکن وہ آپ پر بھروسا نہیں کرتے۔"

وہ مسکرا رہی تھی مگر سالار نہیں۔اس نے خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھا، پھر اثبات میں سر ہلایا۔

"ایک بددیانت بینکر صرف آپ کا پیسہ لے سکتا ہے لیکن ایک بددیانت ڈاکٹر آپ کی جان لے سکتا ہے تو پھر زیادہ خطرناک کون ہوا؟"

اس بار امامہ بول نہیں سکی۔اس نے چند منٹ تک جواب ڈھونڈنے کی کوشش کی لیکن اسے جواب نہیں ملا، پھر اس نے یک دم سالار سے کہا۔

"اگر میں ڈاکٹر ہوتی تو پھر بھی تمہیں ڈاکٹرز سے نفرت ہوتی...؟"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ اب اسے جذباتی دباؤ میں لے رہی تھی۔یہ غلط تھا لیکن اب وہ اور کیا کرتی؟

"میں ممکنات پر کوئی نتیجہ نہیں نکالتا، زمینی حقائق پر نکالتا ہوں۔جب "اگر exist" نہیں کرتا تو میں اس پر رائے بھی نہیں دے سکتا۔" اس نے کندھے اچکا کر صاف جواب دیا۔

امامہ کا رنگ کچھ پھیکا پڑ گیا۔جواب غیر متوقع تھا، کم از کم سالار کی زبان سے۔

"زمینی حقائق یہ ہیں کہ تم میری بیوی ہو اور تم ڈاکٹر نہیں ہو۔میں بینکر ہوں اور میں ڈاکٹرز سے نفرت کرتا ہوں۔"


Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس کے لہجے کی ٹھنڈک پہلی بار امامہ تک پہنچی تھی، لہجے کی ٹھنڈک یا پھر آنکھوں کی سرد مہری۔ وہ بول نہیں سکی اور نہ ہی ہل

ہل سکی۔ایک ہفتے میں اس نے اس طرح تو کبھی اس سے بات نہیں کی تھی۔

"رات بہ ہو گئی ہے، سونا چاہیے ہمیں۔"

وال کلاک پر نظر ڈالتے ہوئے وہ اسے دیکھے بغیر کرسی سے اٹھ کر چلا گیا۔

وہ دیوار کے ساتھ لگی جھولتی ہوئی کرسی کو دیکھتی رہی، وہ اس کے بدلتے موڈ کی وجہ سے سمجھ نہیں سکی تھی۔وہ کوئی ایسی بات تو نہیں کر رہے جس پر وہ اس طرح کے الفاظ کا استعمال کرتا۔وہ وہاں

کھڑی اپنی اور اس کے درمیان ہونے والی گفت گو کو شروع سے یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔شاید اسے بینکرز کے بارے میں میرے کمنٹس اچھے نہیں لگے۔وہ جیسے تجزیہ کر رہی تھی۔

جب وہ دو بارہ کمرے میں آئی تو کمرے کی لائٹ آن تھی لیکن وہ سو چکا تھا۔وہ اپنے بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔سارا دن کام کرتی رہی تھی لیکن بری طرح تھک جانے کے باوجود اس وقت اس کی نیند یک دم غائب ہو گئی تھی۔سالار کے بارے میں سارے اندیشے، جو اس کے ساتھ گزارے ہوئے ایک ہفتے نے سلا دیے تھے، یک دم پھر سے جاگ اٹھے تھے۔وہ اس کی طرف کروٹ لیے ہوئے سو رہا تھا۔وہ اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔وہ اس سے چند فٹ کے فاصلے پر تھا، کم از نیند کی حالت میں پر سکون لگ رہا تھا۔

"آخر مرد اتنی جلدی کیوں بدل جاتے ہیں؟ اور اتنے ناقابل اعتبار کیوں ہوتے ہیں؟" اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے اس نے سوچا اس کی رنجیدگی میں اضافہ ضرور ہوا تھا۔زندگی اتنی محفوظ نہیں ہوئی تھی جتنی وہ کچھ گھنٹے پہلے تک سمجھ رہی تھی۔

"آج لائٹ آن کر کے سوؤ گی کیا؟" سالار کروٹ لیتے ہوئے بڑبڑایا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ یقیناً گہری نیند میں نہیں تھا۔امامہ نے ہاتھ بڑھا کر لائٹس آف کر دیں لیکن وہ سونے کے لیے نہیں لیٹی تھی۔اندھیرے میں سالار نے دوبارہ اس کی طرف کروٹ لی۔

"تم سو کیوں نہیں رہیں؟"

"ابھی سو جاؤں گی۔"

سالار نے ہاتھ بڑھا کر اپنا بیڈ سائیڈ ٹیبل لیمپ آن کر دیا۔امامہ نے کچھ کہے بغیر کمبل خود کھینچا اور سیدھے لیٹتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔سالار چند لمحے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔پھر اس نے لیمپ دوبارہ آف کر دیا۔امامہ نے دوبارہ انکھیں کھول لیں۔

"تمہیں سحری کے وقت بھی اٹھنا ہے امامہ"!

اسے حیرت ہوئی، اس نے اندھیرے میں اسے آنکھیں کھولتے ہوئے کیسے دیکھ لیا تھا۔

گردن موڑ کر اس نے سالار کی طرف دیکھنے کی کوشش کی، اسے کچھ نظر نہ آیا۔

"تمہیں پتا ہے سالار، دنیا کا سب سے بے ہودہ کام کون سا ہے؟" اسنے سالار کی طرف کروٹ لے کر کہا۔



"کیا...؟"

"شادی۔" اس نے بے ساختہ کہا۔

چند لمحے خاموشی کے بعد اس نے سالار کو کہتے سنا۔

"I agree"

امامہ کو بے اختیار دکھ ہوا۔کم از کم سالار کو اس بات سے اترنا چاہیے تھا۔

اس نے سالار کا بازو اپنے گرد حمائل ہوتے ہوئے محسوس کیا۔وہ اب اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"گڈ نائٹ۔" یہ اسے سلانے کی ایک اور کوشش تھی۔



وہ چند لمحے خاموش رہی پھر اس نے کچھ بے چین ہو کر کہا۔

"سالار"!

سالار نے بے اختیار گہرا سانس لیا اور آنکھیں کھول دیں۔

"تمہیں کیا ہوا ہے...؟"

"کچھ نہیں۔" جھوٹ "ضروری" تھا، لیکن سچ بے حد "مضر" تھا۔

"تم میرے ساتھ اتنے روڈ ہوئے۔" اس نے بالآخر شکایت کی۔

"آفس کے کسی پرابلم کی وجہ سے میں کچھ اپ سیٹ تھا شاید اس لیے روڈ ہو گیا۔" اس نے معذرت جی، وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔

"کیسا پرابلم؟"

"ہوتے رہتے ہیں امامہ you just don't worry... اگر آئندہ کبھی بھی میرا ایسا موڈ ہو تو تم پریشان مت ہونا، نہ ہی مجھ سے زیادہ سوال کرنا۔ میں خود ہی ٹھیک ہو جاؤں گا۔"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ کی سمجھ میں اس کی توجیہہ نہیں آئی تھی لیکن وہ پرسکون ہو گئی تھی۔

"میں اس لیے پریشان ہو رہی تھی، کیوں کہ مجھے لگا کہ شاید تمہیں میری کوئی بات بری لگی ہے۔ میں نے بینکرز کو برا کہا تھا نا اس لیے۔"

"تمہیں تو سات خون معاف کر سکتا ہوں میں، یہ تو کوئی بات ہی نہ ہی۔"

اس نے ایک بار پھر گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو، ڈاکٹرز میں بھی بہت سی برائیاں ہوتی ہیں لیکن مجھے بس اچھے لگتے ہیں وہ... بس محبت ہے مجھے ڈاکٹرز سے... میں بھی ان کی ساری خامیاں اگنور کر سکتی ہوں۔" سالار کی آنکھوں میں نیند یک دم غائب ہو گئی۔وہ کسی اور حوالے سے وضاحت دے رہی تھی، اس نے اسے کسی اور پیرائے میں لیا۔

"تمہیں واقعی ڈاکٹرز سے نفرت ہے؟" وہ اب بے یقینی کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔

"جو چیز تمہیں پسند ہو، میں اس سے نفرت کر سکتا ہوں...؟ مذاق کر رہا تھا میں۔" امامہ کے ہونٹوں پر مطمئن مسکراہٹ آئی۔

اس نے بھی سالار کے گرد اپنا بازو حمائل کرتے ہوئے کہا۔

"اب مجھے نیند آرہی ہے، تم بھی سو جاؤ۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔وہ اس کے بالوں انگلیاں پھیر تا رہا۔محبوب کی دو خصوصیات یونیورسل ہوتی ہیں۔وہ بے نیاز ہوتا ہے... اور ... اور اپنی بے نیازی سے بے خبر بھی... اور یہ دونوں خصوصیات اس کے محبوب میں بھی تھیں۔جلال انصر سے اسے ایک بار پھر شدید قسم کا حسد محسوس ہوا... لیکن رشک اسے اپنے آپ پر آیا کہ وہ اس کے "پاس" تھی۔اور اس کی تھی۔



Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

☆☆☆☆

"صاحب نے نیوز پیپرز کا کہا تھا کہ آپ سے پوچھ لوں اور یہ میگزین ہیں، ان میں سے جو پسند ہیں، بتا دیں، میں لے آیا کروں گا۔"

نیوز ہاکر نے اسے ایک کاغذ تھماتے ہوئے کہا۔جس پر اخبارات اور میگزینز کی ایک لسٹ تھی۔وہ نیند میں بیل بجنے کی آواز پر اٹھ آئی تھی۔کچھ دیر تک تو سمجھ ہی نہیں پائی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ سالار کے گھر اس نے صرف اتوار کو اخبار دیکھا تھا، وہ بھی سالار نے ہاکر سے خود لیا تھا۔وہ خود آفس میں ہی اخبار دیکھتا تھا۔اب وہ یقیناً اس کی وجہ سے خبار لگوا رہا تھا۔ایک نظر اس لسٹ پر ڈال کر اس نے ہاکر کو ایک اخبار اور ایک میگزین کا بتایا۔وہ اخبار اسے تھما کر چلا گیا۔وہ جمائیاں لیتے ہوئے اخبار اندر لائی اور رکھ دیا۔دس بجنے والے تھے، کھڑکی سے باہر دھند چھٹ رہی تھی لیکن ابھی بھی کچھ تھی۔

جتنی دیر میں ملازمہ آئی، وہ اخبار دیکھ چکی تھی۔ملازمہ آج اکیلی نہیں تھی اس کے ساتھ مالی بھی تھا۔وہ فرقان جکے پودے دیکھنے آیا تھا۔وہ سالار کے پودے اتوار کے دن دیکھنے آتا تھا یا پھر نوشین خود اس کے ساتھ وہاں آتی تھی۔سالار کے اپارٹمنٹ کی ایک چابی ان کے پاس بھی تھی۔ آج نوشین نے یہاں امامہ کی موجودگی کی وجہ سے اسے بھیج دیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ اس کے ٹیرس پر جانے کے کچھ دیر کے بعد خود ہی باہر نکل آئی۔مالی کے پاس کھڑے خاموشی سے اسے دیکھے رہنے کے دوران اسے احساس ہوا کہ اسے کسی قسم کی ہدایات کی ضرورت نہیں

ہے۔وہ ماہرانہ انداز میں اپنا کام کر رہا تھا، وہ واپس اندر آگئی۔ملامہ نے بڑے پر جوش انداز میں کچن میں رکھے ہوئے برتنوں کو نوٹس کرنے کے بعد تعریف کی۔امامہ بے اختیار خوش ہوئی۔

"باجی! اب یہ گھر، گھر لگ رہا ہے۔" اس نے امامہ سے کہا۔وہ سالار کی اسٹڈی کو ویکیوم کر رہی تھی۔امامہ مسکراتی ہوئی سالار کی اسٹڈی ٹیبل پر پڑی ڈسٹ صاف کرنے لگی۔

باجی! میں کرتی ہوں، آپ رہنے دو۔" ملازمہ نے اسے روکا۔

"نہیں، تم باقی سب کر لینا میں ابھی فارغ ہوں، اس لیے کر رہی ہوں۔" وہ اس سے یہ نہیں کہہ سکی کہ وہ نہیں چہاتی کہ سالار کا کوئی کاغذاِدھر اُدھر ہو جائے لیکن یہ سوچتے ہوئے وہ یہ بھول گئی تھی کہ اس گھر میں اس اسٹڈی ٹیبل کو اتنے عرصے سے وہ ملازمہ ہی صاف کر رہی ہے۔

میل ٹرے دعوتی کارڈز کے بند اور کھلے لفافوں سے تقریباً بھری ہوئی تھی۔امامہ نے ایک لفافہ کھول کر دیکھا۔وہ کسی افطار پارٹی کا انویٹیشن تھا۔ایک کے بعد ایک، وہ سارے لفافے کھول کر دیکھتی گئی۔سب کارڈ کسی نہ کسی افطار پارٹی یا تقریب سے متعلق تھے اور بعض کارڈز میں تو وہ دو یا

تین جگہوں پر بھی انوائٹڈ تھا۔وہ یقیناً بے حد سوشل زندگی گزار رہا تھا۔یہ اس کا اندازہ تھا، یقیناً وہ اس کے گھر آجانے کی وجہ سے پچھلے ایک ہفتے سے ان پارٹیز میں نہیں جا رہا تھا۔یہ اس کا ایک اور تجزیہ تھا۔پندرہ بیس کارڈز دیکھنے کے بعد اس کا دل اچاٹ ہو گیا۔اس نے کارڈز اٹھا کر واپس رکھ دیے۔کچھ اور کارڈز دیکھتی یا نیچے میل کے کسی لفافے کے ایڈرس پر نظر ڈال لیتی تو شاید اسے سالار کا شعبہ نظر آجاتا کہ وہ انویسٹمنٹ میں تھا، پی آری میں نہیں۔کم از کم وہ یہ جھوٹ تو ضرور پکڑ سکتی تھی۔



"باجی! رات کو کوئی مہمان آئے تھے؟" وہ ملازمہ کی آواز پر چونکی۔وہ ایش ٹرے ہاتھ میں لیے کچھ حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں۔" امامہ نے سوال سمجھے بغیر کہا۔

"تو یہ سگریٹ کس نے پیے ہیں؟ سالار صاحب تو سگریٹ نہیں پیتے۔" ملازمہ بے حد حیران تھی۔

امامہ کچھ دیر بول نہیں سکی۔ملازمہ جیسے سالار کے بیان کی تصدیق کر رہی تھی۔یعنی وہ واقعی عادی نہیں تھا جو ایک آدھ سگریٹ وہ بھی کبھی کبھار پیتا ہو گا، اسے ملازمہ کسی مہمان کا پیا ہوا سگریٹ سمجھ لیتی ہو گی۔

"اوہ! ہاں... اس کے کچھ دوست آئے تھے، مجھے یاد ہی نہیں تھا۔" امامہ نے چند لمحوں کے بعد کہا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی، ڈور بیل بجی۔



"میں دیکھتی ہوں۔" امامہ اس سے کہہ کر باہر نکل آئی۔

"لانڈریcollect کرنے آئے ہیں۔"

دروازے پر ایک لڑکا سالار کے کچھ ڈرائی کلینڈ اور دھلے ہوئے کپڑے کے ہینگرز لیے ہوا کھڑا تھا۔ اس کی طرف ایک بل کے ساتھ بڑھاتے ہوئے اس نے کہا۔

"کپڑے چیک کر لیں۔"

بل کے ساتھ لانڈری کے لیے بھیجے گئے کپڑوں کی لسٹ بھی تھی۔امامہ نے ہینگرز لاؤنج میں لانے کے بعد باری باری لسٹ اور کپڑوں کو ملانا شروع کیا، کپڑے پورے تھے۔

ملازمہ تب تک باہر نکل آئی تھی۔امامہ بل کے پیسے لینے اندر چلی گئی۔جب وہ واپس آئی تو اس نے ملازمہ کو دروازے پر لانڈری بوائے کو ایک لانڈری بیگ تھماتے ہوئے دیکھا۔جس کے اوپر ایک لسٹ چسپاں تھی۔یقینا وہ ان کپڑوں کی لسٹ تھی جو لانڈری کے لیے دیے جا رہے تھے۔ لانڈری بوائے ایک رائٹنگ پیڈ پر کچھ اندارج کر رہا تھا۔

"باجی! آپ نے بھی دینے ہیں کپڑے؟" ملازمہ نے اسے آتے دیکھ کر کہا۔

"نہیں، میں یہ بل دینے آئی ہوں۔" امامہ نے بل کی رقم اس لڑکے کی طرف بڑھائی۔اس نے جواباً ایک رسید اس کی طرف بڑھا دی۔

"بل تو مہینے کے شروع میں اکٹھا ہی جاتا ہے۔" ملازمہ نے اسے روکا۔

وہ دروازہ بند کرتے ہوئے اندر آگئی۔امامہ نے رسید پر نظر ڈالی۔وہ سالار کے کپڑوں کی لسٹ تھی جو وہ لے کر گیا تھا۔

"تم نے لانڈری کے کپڑے کہاں سے لیے ہیں؟" امامہ نے اس لسٹ کو پڑھتے ہوئے ملازمہ کو روکا۔

"سالارصاحب کپڑے بیگ میں ڈال کر اوپر لسٹ رکھ جاتے ہیں۔ لانڈری میں ہی رکھتے ہیں بیگ..." ملازمہ یہ کہہ کر دوبارہ اندر چلی گئی۔

امامہ نے بل پر نظر ڈالی۔لانڈری تو وہ خود بھی کر سکتی تھی۔ہر ہفتے اتنے پیسے اس پر خرچ کرنا فضول خرچی تھی، اس نے سوچا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ملازمہ ابھی وہیں تھی جب ایک آدمی وہ پردے لے کر آیا تھا جو اس نے بننے کے لیے دیے تھے۔

"باجی! آپ نے کوئی پردے بننے کے لیے دیے ہیں؟"

ملازمہ نے انٹر کام کی بیل بجنے پر ریسیور اٹھا کر ان سے پوچھا۔

امامہ کچھ حیران ہوئی۔"ہاں...کیوں؟"

"وہ نیچے گیٹ پر ایک آدمی لے کر آیا ہے، گارڈ انٹر کام پر پوچھ رہا ہے۔ہاں! بھیج دو، باجی نے پردے بنوائے ہیں۔" ملازمہ نے اس کو بتا کر ریسیور سے کہا۔ریسیور رکھ کر وہ دوبارہ لاؤنج صاف کرنے میں لگ گئی تھی۔کچن کاؤنٹر پر گلاس سیٹ کو کپڑے سے صاف کرتے ہوئے، امامہ کو عجیب طرح کا احساس کمتری ہوا۔اس نے اتنے دنوں وہاں چلتے پھرتے کئی بار انٹر کام کو دیکھا تھا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس انٹر کام کی وہاں کیا افادیت ہے، جب کہ دروازہ اتنا قریب تھا۔ ملازمہ اس گھر کی ہر چیز کو اس سے زیادہ ذہانت ، پھرت اور سہولت کے ساتھ استعمال کر رہی تھی۔

☆☆☆☆

"سالار! لاؤنج اب اچھا لگ رہا ہے نا؟"

سالار نے لاؤنج کی کھڑکیوں پر لگے نئ پردوں پر ایک نظر ڈالی۔وہ ابھی چند لمحے پہلے گھر آیا تھا۔ امامہ نے بے حد خوشی کے عالم میں آتے ہی اسے اطلاع دی۔وہ نہ بھی دیتی تب بھی لاؤنج میں پہلا قدم رکھتے ہی وہ اس "واضح" تبدیلی کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

"بہت۔" اس نے اپنی مایوسی کو چھپاتے ہوئے کہا۔امامہ نے فخریہ انداز میں پردوں کو دیکھا۔

وہ آج بھی افطاری راستے میں ہی کر آیا تھا۔امامہ نے افطاری فرقان کے گھر پر کی تھی اور اب وہ دونوں ایک ساتھ ڈنر کر رہے تھے۔

"تو جناب کا آج کا دن کیسا گزرا؟"

کھانا شروع کرتے ہوئے سالار نے اس سے پوچھا۔وہ اسے پورے دن کی ایکٹیویٹیز بتانے لگی۔ آج ان دونوں کے درمیان ہونے والی یہ پہلی تفصیلی گفت گو تھی۔سالار نے اسے دن میں دو بار، ایک یا ڈیڑھ منٹ کے لیے کال کی تھی مگر بات صرف حال احوال تک ہی رہی تھی۔

"یعنی آج بہت کام کرنا پڑا۔" سالار نے اس کے دن کی تفصیل سن کر کہا۔


Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کیا کام...؟ میں نے کیا کیا...؟ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔" امامہ نے اس کی بات پر کچھ حیران ہو کر اسے دیکھا۔

"جتنا بھی کیا ہے، بہت ہے۔"

"میں تمہاری لانڈری خود کر دیا کروں گی اگلے ہفتے سے۔" امامہ نے سالار کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔"اور پریس بھی کر دیا کروں گی۔"

"میں تمہیں کپڑے دھونے کے لیے نہیں لے کر آیا۔" سالار نے اس کی بات کاٹی۔

"مجھے پتا ہے لیکن میں فارغ ہوتی ہوں سارا دن اور پھر مجھے اپنے کپڑے بھی تو دھونے ہوتے ہیں، تو تمہارے بھی دھو سکتی ہوں۔"

"تم اپنے کپڑے بھی کیوں دھوؤ گی۔لانڈری وین ہر ہفتے آتی ہے۔تم اپنے بھی دے دیا کرو۔" سالار نے کھانا کھاتے کھاتے رک کر کہا۔


Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"پیسے ضائع ہوں گے۔" اس نے بے اختیار کہا۔

"کوئی بات نہیں۔" سالار نے اسی انداز میں کندھے اچکا کر کہا۔

امامہ نے اس کا چہر دیکھا۔

"اور میں سارا دن کیا کروں؟"

"وہی جو دوسری عورتیں کرتی ہیں۔ سویا کرو، ٹی وی دیکھو، فون پر دوستوں کے ساتھ گپ شپ لگاؤ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے کوئی دوست نہیں ہیں۔" وہ یک دم سنجیدہ ہو گی۔



سالار نے کچھ حیران ہو کر اس کا چہرہ دیکھا۔ "کوئی تو ہو تا...؟"

"نہیں، کوئی بھی نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

وہ کھانا کھاتے کھاتے کچھ سوچنے لگی تھی، پھر اس نے کہا۔

"کالج اور یونی ورسٹی میں تو میں اتنی خوف زدہ رہتی تھی کہ کسی کو دوست بنانے کا خیال ہی نہیں آیا۔ دوستی ہوتی تو پھر سوال ہوتے... میرے بارے میں... فیملی کے بارے میں... پھر اگر کوئی گھر آتا اور ابو کی فیملی کو کوئی پہلے ہی سے جانتا ہوتا تو... یا سعیدہ اماں کو ہی ... دوستی اس وقت بڑی مہنگی چیز تھی میرے لیے... میں افورڈ نہیں کر سکتی تھی... پھر آفس جاب میں کولیگز کے ساتھ تھوڑی بہت گپ شپ ہوتی تھی لیکن مجھے اکیلے رہنے کی اتنی عادت ہو گئی تھی کہ میں لوگوں کے ساتھ کبھی بھی comfortable نہیں رہتی تھی۔ میں ان کے ساتھ گھوم پھر نہیں سکتی تھی... ان کے گھر نہیں جا سکتی تھی... اپنے گھر نہیں بلا سکتی تھی... کیسے دوستی ہوتی پھر... اسی لیے مجھے کتابیں پڑھنا اچھا لگتا تھا... پینٹ کرنا اچھا لگتا تھا۔"

"لوگوں سے میل جول ہونا چاہیے، دوست ہونی چاہیں۔ پہلے کی بات اور تھی لیکن اب تمہیں تھوڑا سوشلائز کرنا چاہیے۔ اب تمہارا گھر ہے، تم کولیگز کو انوائٹ کر دیا کم از کم جان سے فون پر ہی بات کر لیا کرو۔" وہ اسے بڑی سنجیدگی سے سمجھا رہا تھا۔

"تم خود سوشل ہو، اس لیے کہہ رہے ہو۔" امامہ نے جواباً کہا۔

www.kitabnagri.com

"ہاں، میری جاب کی ضرورت ہے سوشل ہونا۔ماہ رمضان کیبعد کو فنکشنز ہیں... ڈنر بھی ہیں کچھ ... تمہیں ملواؤں گا کچھ دوستوں سے بھی... اچھا لگے گا تمہیں۔" وہ اس سے کہہ رہا تھا۔

"میں نے تمہارے ڈیسک پر دیکھے ہیں، افطار، ڈنرز کے کارڈز۔تم میری وجہ سے نہیں جا رہے؟" امامہ نے کہا۔

"نہیں، میں افطار پارٹیز یا ڈنرز میں نہیں جاتا۔" سالار نے سرسری انداز میں کہا۔

"کیوں؟" وہ حیران ہوئی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کیوں‌کہ میں سمجھتا ہوں یہ پارٹیز ماہ رمضان کی اسپرٹ کا مذاق اڑاتی ہیں۔میں ماہ رمضان میں کسی کے گھر افطار پر نہیں جاتا۔"

"لیکن فرقان کے گھر تو جاتے ہو۔" امامہ نے بے ساختہ کہا، وہ مسکرا دیا۔

وہ اس وقت بھی فرقان کے گھر سے آیا ہوا کھانا کھا رہے تھے۔

"میں فرقان کے گھر ماہ رمضان سے پہلے بھی کھانا کھاتا رہا ہوں اور اگر وہ مجھے افطار یا ڈنر کے لیے بلاتا ہے تو کھانے میں کوئی اہتمام نہیں کرتا۔ہم وہی کھاتے ہیں جو اس کے گھر میں عام دنوں میں پکتا ہے لیکن عام دنوں میں اس کے گھر میں نیں پکتا۔" سالار نے ٹیبل پر پڑی تین چار چیزوں کی طرف اشارہ کیا۔

"پھر...؟" وہ مزید حیران ہوئی۔

"یہ سارا اہتمام فرقان اور بھابھی تمہارے لیے کر رہے ہیں کیوں‌کہ ہماری نئی نئی شادی ہوئی ہے تو تمہارے لیے سحری اور افطاری میں بھی اہتمام ہو رہا ہے، ورنہ تو ہم سادہ کھانا کھاتے ہیں۔ماہ رمضان میں ہم لوگ اپنے کچن کے لیے گرو سری عام مہینوں کی نسبت آدھا خرچ کرتے ہیں اور آدھے پیسوں سے ہم کسی اور فیملی کو پورے مہینے کا راشن منگوا دیتے ہیں۔کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے تمہارا۔" سالار نے سے متوجہ کیا، وہ خود کھانا ختم کر کے اب میٹھا کھا رہا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

یہ ڈاکٹر سبط علی کے گھر کی روایت تھی۔ماہ رمضان میں ان کے گھر آنے والا راشن آدھا ہو جاتا تھا۔گھر کے دو ملازموں کے ماہ رمضان کا راشن اس باقی راشن کی قیمت سے آتا تھا۔

امامہ!" سالار نے پھر اسے کھانے کی طرف متوجہ کیا۔

وہ کھانا کھانے لگی۔سالار میٹھا بھی ختم کر چکا تھا اور اب منتظر تھا کہ وہ کھانا ختم کر لے۔وہ خود ساتھ ساتھ سیل پر مسلسل میسجز کرنے میں مصروف تھا۔وہ کسی حد تک بدل گیا تھا اور اس کے اندر آنے والی تبدیلی کس حد تک ڈاکٹر صاحب کی مرہون منت تھی اور کس حد تک اس کی اپنی سوچ کی، اندازہ لگانا مشکل تھا... وہ کھانا کھاتے ہوئے ہمیشہ اس کے کھانا شروع کرنے کا انتظار کرتا تھا۔کھانا کھاتے ہوئے کچھ نہ کچھ اس کی پلیٹ میں ضرور رکھتا تھا اور اس کے کھانا ختم کرنے کے بعد ہی کھانے کی ٹیبل سے اٹھتا۔وہ یہ باتیں نوٹس نہیں کرنا چاہتی تھی، لیکن وہ یہ نوٹس کیے بغیر بھی رہ نہیں سکتی تھی۔وہ عجیب تھا۔"عجیب؟" اس کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ امامہ کے ذہن میں نہیں آیا۔

ڈنر کے بعد وہ رات کو کچن کا سودا سلف خریدنے کے لیے گئے تھے۔امامہ نے اگر سالار کی یہ گفت گو نہ سنی ہوتی تو یقینا وہ کچن کے لیے ایک لمبی چھوڑی لسٹ بنائے بیٹھی تھی، لیکن س نے

خریداری کرتے ہوئے بہت احتیاط سے کام لیا۔خریدی جانے والی زیادہ تر اشیاء کنٹینرز اور جارز ہی تھے۔کھانے پکانے کا سامان اس نے بہت کم خریدا تھا۔

آج انہوں نے ایک اور جگہ سے کافی پی تھی۔

"تمہارا وہ پرابلم حل ہو گیا؟" امامہ کو گاڑی میں اچانک یاد آیا۔

"کون سا پرابلم؟" سالار نے چونک کر اسے دیکھا۔

"وہ جس کی وجہ سے تم کل رات پریشان تھے۔" امامہ نے اسے یاد دلایا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ بے اختیار بڑبڑایا۔"کاش ہو جاتا۔"

"یعنی نہیں ہوا۔" امامہ متفکر ہوئی۔

"ہو جائے گا۔" سالار نے عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا چہرہ دیکھا۔

"پرسوں میں کراچی جا رہا ہوں۔" سالار نے بات بدلی۔

"کتنے دن کے لیے؟" وہ چونکی۔

"صبح جاؤں گا اور رات کو آجاؤں گا۔میں مہینے میں دو تین بار جاتا ہوں کراچی... تم چلو گی ساتھ...؟" وہ ہنسا۔ امامہ نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"ایک دن کے لیے؟"

"ہاں"...

"تم آفس کے کام سے جا رہے ہو، میں کیا کروں گی وہاں؟"

"تم انیتا کے ساتھ شاپنگ کے لیے چلی جانا، وہ تمہیں گھما پھرائے گی کراچی۔ کبھی گئی ہو پہلے وہاں؟" سالار پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔" وہ کچھ ایکسائیٹڈ ہونے لگی تھی۔ سمندر اسے پسند تھا اور زندگی میں پہلی بار اسے سمندر دیکھنے کا موقع مل رہا تھا۔

"انیتا سے ٹائی اپ کرتا ہوں پروگرام... میں آفس میں تم میری بہن کے ساتھ بازاروں میں... ہم تو اسی طرح کا ہنی مون منا سکتے ہیں فی الحال۔" وہ اسے پھر چھیڑ رہا تھا۔

وہ ہنس پڑی... وہ اس سے کہہ نہیں سکی کہ جس زندہ کو وہ گزار کر آئی تھی، اس کے مقابلے میں یہ آزادی اسے جنت جیسی محسوس ہو رہی ہے۔

☆☆☆☆

"یہ کیا ہے؟"

وہ خریدا ہوا سودا سلف، جارز اور کنٹینرز میں ڈالنے میں مصروف تھی جب سالار اپنے اسٹڈی روم سے ایک لفافہ لے کر کچن ایریا میں آیا۔

"اس میں تمہاری چیک بک ہے۔" سالار نے اسے بتایا اور اور لفافہ کاؤنٹر پر رکھ کر چلا گیا۔

امامہ نے لفافہ کھول کر اندر موجود چیک بک نکالی۔اس کے ساتھ ایک پے سلپ بھی نکل آئی۔وہ تیس لاکھ کی تھی۔امامہ کو لگا کہ اسے کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔اس نے سلپ کو دوبارہ دیکھا۔وہ واقعی تیس لاکھ ہی کی تھی۔اس نے اس کے اکاؤنٹ میں تیس لاکھ کیوں جمع کروائے؟ یقیناً اس سے کوئی غلطی ہو گئی تھی۔

وہ لفافہ پکڑے اسٹڈی روم میں آگئی۔سالار اپنے کمپیوٹر پر کوئی کام کر رہا تھا۔

"سالار! تمہیں پتا ہے، تم نے کتنا بڑا blunder کیا ہے؟" امامہ نے اندر آتے ہوئے کہا۔

"کیسا blunder ؟" وہ چونکا۔

امامہ نے اس کے قریب آکر پے سلپ اس کے سامنے کی۔

"اسے دیکھو ذرا... یہ کیا ہے؟"

"پے سلپ ہے۔" سالار نے ایک نظر اس پر ڈالتے ہوئے دوبارہ ڈیسک ٹاپ پر نظر دوڑانا شروع کر دی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کتنی رقم جمع کروائی ہے تم نے میرے اکاؤنٹ میں؟"

"تیس لاکھ۔" وہ حیران ہوئی۔

"ابھی کچھ رہتی ہے، سات لاکھ اور کچھ... چند ماہ میں وہ بھی دے دوں گا۔"

وہ کچھ ٹائپ کرتے ہوئے سرسری انداز میں کہہ رہا تھا۔

"لیکن کیوں دو گے مجھے...؟کس لیے؟" وہ حیران تھی۔

"تمہارا حق مہر ہے۔" سالار نے اسی انداز میں کہا۔

"میرا حق مہر دو لاکھ روپے ہے۔" امامہ کو لگا کہ شاید وہ بھول گیا ہے۔

"وہ آمنہ کا تھا، میں تمہیں زیادہ حق مہر دینا چاہتا ہوں۔" سالار نے کندھے اچکا کر کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

”لیکن یہ تو بہت ہی زیادہ ہے سالار۔“ وہ یک دم سنجیدہ ہوئی۔” تم سے کس نے کہا، مجھے اتنی رقم دو...؟“

”تم نے خود مجھے لکھ کر دی تھی یہ رقم۔“

سالار نے اس بار مسکراتے ہوئے مانیٹر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

”میں نے کب...“ وہ کہتے کہتے رک گئی۔”وہ فگر تم اس لیے لکھوا رہے تھے...؟“ اسے یاد آگیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

”ہاں۔“ اس کی لاپروائی اب بھی برقرار تھی۔

”تم پاگل ہو۔“ امامہ کو بے اختیار ہنسی آئی۔

”شاید۔“ سالار نے بے ساختہ کہا۔

"اچھا، میں ایک ارب لکھ دیتی تو کیا کرتے؟" وہ اب طنز کر رہی تھی۔

"تو ایک ارب بھی دے دیتا۔" "کیا فیاضی تھی۔

"کہاں سے دیتے...؟ فراڈ کرتے؟" وہ بے ساختہ ناراض ہوئی۔

"کیوں کرتا...؟...کما کر دیتا۔" سالار نے اس کی بات کا برا مانا۔

"ساری عمر کماتے ہی رہتے پھر؟"

"اچھا ہوتا، ساری عمر تمہارا قرض دار رہتا۔واقعی اچھا ہوتا، تو ایک ارب چاہیے کیا...؟"

وہ تیکھی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہا تھا۔امامہ کو کئی سال پہلے والے سالار کی جھلک نظر آئی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کیوں دے رہے ہو؟" اس نے سنجیدگی سے کچھ دیر اسے دیکھ کر کہا۔

"بیوی ہو تم، اس لیے۔"

"اتنے پیسے کہاں سے آئے تمہارے پاس؟"

"امامہ! میری سیونگز ہیں یہ۔" سالار نے بے حد تحمل سے کہا۔

"سیونگز ہیں تو مجھے کیوں دے رہے ہو؟" وہ کچھ خفا ہوئی۔

"میرا دل چاہتا ہے، میں تمہیں دوں۔ اگر یہ پوری دنیا میری ہوتی تو میں یہ ساری دنیا تمہیں دے دیتا۔ میں کما رہا ہوں اور روپیہ آجائے گا میرے پاس۔ مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا..." کیا شاہانہ انداز تھا۔

"لیکن اتنی زیادہ رقم۔" سالار نے اس کی بات کاٹی۔

السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،ارٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو

ابھی ای میل کریں۔

samiyach02@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Fb/Page/Social Media Writers .Official

Fb/Pg/Kitab Nagri

samiyach02@gmail.com

"میں اتنی زیادہ رقم نہیں دینا چاہتا تھا لیکن تمہاری مرضی کا حق مہر دینا چاہتا تھا، اس لیے تم سے ایک فگر لکھنے کو کہا۔ تمہیں پتا ہے جو فگر تم نے لکھی تھی، اس دن میرے اکاؤنٹ میں ایگزیکٹ اتنی ہی اماؤنٹ تھی۔" وہ اب رقم دہراتے ہوء ہنس رہا تھا۔

"اب اس کو تم کیا کہو گی اتفاق...؟ مجھے اتفاق نہیں لگا، مجھے لگا وہ رقم میرے پاس تمہاری امانت تھی... یا حق تھا... اس لیے تمہیں دے رہا ہوں۔ تیس لاکھ دیا ہے کچھ رقم کا ادھار کر لیا ہے تم سے... ورنہ اگلے دو تین ماہ اِدھر اُدھر سے مان رہا ہوتا۔اس لیے تم آرام سے رکھو یہ پیسے، مجھے اگر کبھی ضرورت ہوئی تو تم سے مانگ لوں گا۔اب میں تھوڑا سا کام کر لوں؟"

امامہ نے کچھ نہیں کہا تھا، وہ دروازہ بند کر کے باہر نکل آئی۔ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پر بیٹھ کر وہ ایک بار پھر اس پے سلپ کو دیکھنے لگی۔وہ اس شخص کو کبھی نہیں سمجھ سکتی تھی۔ کبھی نہیں... وہ لا ابالی نہیں تھا... کم از کم اتنے دن میں اسے یہ احساس نہیں ہوا تھا... لیکن وہ سمجھ دار بھی نہیں تھا... کم از کم وہ پے سلپ اسے یہی بتا رہی تھی... وہ اگر اسے خوش کرنا چاہتا تھا... تو وہ نہیں ہوئی تھی... احسان مند دیکھنا چاہتا تھا تو ہاں، اس کے کندھے جھکنے لگے تھے... ایسی چاہ اس نے زندگی میں کسی اور شخص سے چاہی تھی... ایسی نوازشات کی طلب اسے کہیں اور سے تھی ... اس کے وجود کو گیلی لکڑی وہ پیسہ نہیں بنا رہا تھا، بلکہ وہ فیاضی بنا رہی تھی جو وہ دکھا رہا تھا۔وہ اس سے برابری چاہ رہی تھی... برابر نہیں ہو پا رہی تھی... اس شخص کا قد لمبا نہیں ہو رہا تھا، بلکہ اس کا اپنا ہی وجود سکڑنے لگا تھا۔

☆☆☆☆

"امامہ! ہم کل صبح کے بجائے، آج شام کو جا رہے ہیں۔رات کراچی میں رکیں گے اور پھر کل رات کو ہی واپس آجائیں گے۔سات بجے کی فلائٹ ہے۔میں شام ساڑھے پانچ بجے تمہیں پک کروں گا، تم پیکنگ کر لو۔"

اس نے بارہ بجے کے قریب فون کر کے آفس سے کراچی کا نیا پروگرام بتایا تھا۔وہ یک دم نروس ہونے لی۔اتنی جلدی پیکنگ، ٹھیک ہے وہ ایک رات کے لیے جا رہے تھے۔پھر بھی... وہ اب اسے اپنے ان کپڑوں کے بارے میں بتا رہا تھا جو وہ ساتھ لے کر جانا چاہتا تھا۔وہ پیکنگ کرتے ہوئے بے حد بولائی ہوئی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ ساڑھے پانچ بجے وہاں موجود تھا۔وہ جانتی تھی کہ اس نے گاڑی میں روزہ افطار کر لیا ہو گا، لیکن پھر بھی وہ ایک باکس میں اس کے لیے کھانے کی چیزیں اور جوس لے کر آئی تھی۔ایئرپورٹ تک کی ڈرائیو میں دونوں باتیں کرتے ہوئے ساتھ وہ چیزیں بھی کھاتے رہے۔

وہ ساڑھے چھے بجے ایئر پورٹ پر پہنچے، بورڈنگ شروع ہو چکی تھی۔وہ فرسٹ کلاس سے سفر کر رہے تھے۔اسی لیے ٹریفک کی وجہ سے کچھ لیٹ ہونے کے باوجود سالار مطمئن تھا۔

ایگزیکٹو لاؤنج سے جہاز میں سوار ہوتے ہوئے سالار کی فرسٹ کلاس کے کچھ اور پسنجرز سے سلام دعا ہوئی۔چند ایک سے اس نے امامہ کا بھی تعارف کروایا۔وہ سب کارپوریٹ سیکٹر سے تعلق رکھتے تھے یا پھر سالار کے کسٹمرز تھے۔

جہاز کے ٹیک آف کے چند منٹوں کے بعد کسی دوسری کمپنی کا کوئی ایگزیکٹو، سالار سے کوئی معاملہ ڈسکس کرنے کے لیے اس کے پاس آیا۔چند لمحے اس سے باتیں کرنے کے بعد سالار اس سے معذرت کر کے اس ایگزیکٹو کے ساتھ اس کی سیٹ پر چلا گیا۔وہ کچھ دیر اس کے انتظار میں بیٹھی رہی، پھر کچھ بور ہو کر اس نے ایک میگزین اٹھا لیا۔

سالار کی واپسی، لیڈنگ کے اعلان کے پانچ منٹ بعد ہوئی۔وہ ''سوری'' کہتا ہوا اس کے پاس بیٹھ کر سیٹ بیلٹ باندھنے لگا۔

"تم بور تو نہیں ہوئیں؟"

نہیں... مجھے تو بہت مزہ آرہا تھا۔" اس نے بے حد خفگی سے جواب دیا۔

اس نے میگزین سے نظریں نہیں ہٹائیں۔سالار نے بڑے آرام سے اس کے ہاتھ سے میگزین لے کر پاس سے گزرتی ایئر ہوسٹس کو تھما دیا۔وہ شکریہ ادا کرتی ہوئی چلی گئی۔

"یہ بدتمیزی ہے۔" امامہ نے اس کے جانے کے بعد کچھ دبی ہوئی آواز میں احتجاج کیا۔

"ہاں... ہے تو سہی لیکن تم مجھے دیکھ نہیں رہی تھیں۔" اس نے اطمینان اور ڈھٹائی کے ساتھ کہا۔ امامہ کی سمجھ میں نہیں آیا وہ اس سے خفا ہو یا ہنسے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"جتنی باتیں تم ان لوگوں سے کر رہے تھے، تم نے مجھ سے کبھی نہیں کیں۔"

وہ اس کے شکوے پر ہنسا۔" بینک کے کسٹمرز ہیں۔یہ ان باتوں کے پیسے دیتے ہیں۔"

اس نے کچھ ملامت بھری نظروں سے سالار کو دیکھا۔"تم کتنے materialistic ہو۔"

"ہاں ، وہ تو ہوں۔" اس نے آرام سے جواب دیا۔

"میں بھی دے سکتی ہوں تمہیں پیسے۔" وہ اس کے جملے پر چونکا۔

"ارے، میں تو بھول ہی گیا تھا، فی الحال تو تم مجھ سے زیادہ امیر ہو۔میرے بینک کی کسٹمر بھی ہو اور میں تمہارا قرض دار بھی ہوں، تو تم سے باتیں کرنا تو فرض ہے میرا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"بینکرز..." وہ کچھ کہنے لگی تھی۔سالار نے بے اختیار اپنا ہاتھ اس کے ہونٹوں پر رکھتے ہوئے اسے روکا اور کہا۔

"میں اپنا ٹرپ خراب نہیں کرنا چاہتا امامہ...! تم سے واپسی پر سنوں گا کہ بینکرز کیسے ہوتے ہیں۔" اس نے یک دم سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

امامہ نے حیرانی سے اسے دیکھا۔اس میں سنجیدہ ہونے والی کیا بات تھی، اس نے سوچا۔ایئر پورٹ پر ہوٹل کی گاڑی نے انہیں پک کیا تھا۔

"میں نے سوچا تھا کہ ہم انتیا کے گھر پر ٹھہریں گے۔" امامہ نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں کبھی انتیا کے گھر نہیں ٹھہرا، میں ہوٹل میں رہتا ہوں۔" سالار نے اسے بتایا۔"کراچی اکثر آتا جاتا ہوں میں۔" وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے اس سے کہہ رہا تھا۔"بعض دفعہ تو یہاں آکر انتیا سے بات تک نہیں ہو پاتی۔"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ نے اس کا چہرہ دیکھا لیکن کچھ کہا نہیں۔وہ مسلسل سیل پر کچھ میسجز کرنے میں مصروف تھا۔وہ ساتھ ساتھ اسے سڑک کے دونوں اطراف آنے والے علاقوں کے بارے میں بھی بتا رہا تھا۔

"پھر مجھے تمہارے ساتھ نہیں آنا چاہیے تھا۔میری وجہ سے"...

سالار نے اس کے اچانک اس طرح کہنے پر اسے ٹوکا۔

"تمہیں ساتھ لے کر آنا مجھے اچھا لگ رہا ہے اور تمہیں انیتا کی فیملی سے ملوانے کے لیے یہاں لے کر تو آنا ہی تھا مجھے۔" امامہ نے اس کا چہرہ غور سے پڑھنے کی کوشش کی۔

"سچ کہہ رہا ہوں۔" اس نے امامہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔"تمہیں میرے ساتھ آنا اچھا نہیں لگا؟" سالار نے یک دم اس سے پوچھا، وہ مسکرا دی۔

"آپ اپنی وائف کے ساتھ پہلی بار یہاں ٹھہر رہے ہیں۔"

ہوٹل میں چیک ان کرتے ہوئے ریسیپشن پر موجود لڑکے نے مسکراتے ہوئے سالار سے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس فائیو اسٹار ہوٹل کے چند کمرے مستقل طور پر سالار کے بینک نے بک کیے ہوئے تھے اور ان کمروں میں باقاعدگی سے ٹھہرنے والوں میں سے ایک وہ بھی تھا، لیکن آج وہ پہلی بار اس کی بیوی کو دیکھ رہے تھے۔

سالار نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا اور سائن کرنے لگا۔وہ لڑکا اب امامہ سے کچھ خوش گوار جملوں کا تبادلہ کر رہا تھا۔جیسے کوئی آہستہ آہستہ اس کے گرد موجود ساری سلاخیں گرا رہا ہو۔وہ باہر کی اس دنیا سے مسحور ہو رہی تھی، جس سے وہ سالار کی وجہ سے متعارف ہوئی تھی۔

بیچ لگژری پر انیتا اور اس کی فیملی نے اس کے لیے ڈنر ارینج کر رکھا تھا۔وہ لوگ آدھے گھنٹے میں تیار ہونے کے بعد تقریباً ساڑھے گیارہ بجے وہاں پہنچے۔انیتا اور اس کے شوہر کے علاوہ اس کے سسرال کے بھی کچھ لوگ وہاں موجود تھے۔یہ سالار اور اس کے بیوی کے لیے ایک فیملی ڈنر تھا۔ اس کا استقبال بڑی گرم جوشی سے کیا گیا۔اس کی گھبراہٹ ابتدائی چند منٹوں کے بعد ختم ہونا شروع ہو گئی۔وہ کافی لبرل فیملی تھی اور ان دونوں کی شادی کے حوالے سے ہونے والی رسمی گفت گو کے بعد، گفت گو کے موضوعات بدل گئے تھے۔امامہ چیف گیسٹ تھی لیکن وہاں کسی نے اسے ٹیلی سکوپ کے نیچے نہیں رکھا تھا اور اس چیز نا امامہ کے اعتماد میں اضافہ کیا۔کھانا ابھی رو نہیں ہوا تھا۔وہ ڈرنکس لیتے ہوئے گپ شپ کر رہے تھے۔امامہ گفت گو میں ایک مسکراتے ہوئے خاموش

سامع کا رول ادا کر رہی تھی۔اس کی زیادہ توجہ بیچ لگژری ویو کے گرد نظر آنے والے سمندر اور شہر کی روشنیوں پر تھی۔وہ لوگ اوپن ایر میں تھے۔کراچی میں لاہور جیسی سردی نہیں تھی لیکن یہاں اسے سردی محسوس ہو رہی تھی۔سالار نے آنے سے پہلے اسے گرم شال لینے کا نہ کہا ہوتا تو یقینا اس وقت اس کے دانت بج رہے ہوتے۔وہاں موجود تمام خواتین سویٹرز کے بجائے، اسی طرح کی شالیں اپنے کندھوں پر ڈالے ہوئے تھیں۔


Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"سالار! میں وہاں آگے جا کر نیچے سمندر دیکھنا چاہتی ہوں۔" اس نے ساتھ بیٹھے ہوئے سالار کی طرف جھکتے ہوئے مدھم آواز میں سرگوشی کی۔

"تو جاؤ۔" سالار نے اطمینان سے کہا۔

"میں کیسے جاؤں...؟ اس طرح اکیلے... تم ساتھ آؤ میرے۔" اس نے اس کے مشورے پر جزبز ہوتے ہوئے کہا۔

"نہیں، تم خود جاؤ... دیکھو... اور بھی لوگ کھڑے ہیں، تم بھی جا کر دیکھ آؤ۔" سالار نے اس سے کہا۔وہ اب اس کی گود میں پڑا بیگ اٹھا کر نیچے زمین پر رکھتے ہوئے بلند آواز میں اس سے کہہ رہا تھا۔

امامہ نے کچھ جھجکتے ہوئے اس لمبی ٹیبل کے گرد موجود افراد پر نظر ڈالی، وہ سب گفت گو میں مصروف تھے۔ان میں سے کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔وہ کچھ ہمت پاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔اس کے بائیں طرف بیٹھی انیتا اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"وہاں سے جا کر دیکھو، وہاں سے زیادہ اچھا ویو ہے۔" انیتا نے اشارے سے اسے گائیڈ کیا۔امامہ نے سر ہلایا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہاں اس وقت اس کے علاوہ اور بھی کچھ فیملیز موجود تھیں اور سالار ٹھیک کہہ رہا تھا۔کوئی نہ کوئی وقتاً فوقتاً اٹھ کر اسی طرح اس عرشہ نما جگہ کے کنارے کھڑے ہو کر سمندر کو دیکھنے لگتا۔وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے نروس تھی لیکن پھر وہ نارمل ہونا شروع ہو گئی۔

سالار وہیں بیٹھا کولڈ ڈرنک پیتے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔امامہ نے دوبارہ پلٹ کر کچھ نروس ہو کر اسے دیکھا تھا۔وہ دونوں بار مسکرا دیا۔یہ نو سال پہلے کی وہ پر اعتماد لڑکی نہیں تھی جو آدھی

رات کو اپنے گھر کی دیوار کود کر اس کے کمرے میں آگئی تھی۔اس سے شادی کی تھی، پھر گھر سے چلی گئی تھی۔

وہ وسیم کی اس بہن کے بارے میں وسیم سے بہت کچھ سن چکا تھا لیکن پچھلے دس دنوں سے وہ جس لڑکی کو دیکھ رہا تھا، یہ وہ لڑکی نہیں تھی۔وقت نے جتنی توڑ پھوڑ اس کی زندگی میں پیدا کی تھی اس سے زیادہ توڑ پھوڑ اس نے عرشے کی طرف جاتی ہوئی اس لڑکی کی زندگی میں پیدا کی تھی۔اس کی انداز اطوار ہی تبدیل ہو گئے تھے۔نو سال اگر کسی شخص کو اس کے گھر والوں سے الگ کر دیا جائے خوف اور دباؤ کے ساتھ چند جگہوں تک محدود کر کے پانی دنیا سے کاٹ دیا جائے تو وہ کس حد تک کنفیوز ڈ، ڈبل مائنڈ ، غیر محفوظ اور ڈیپنڈنٹ ہو سکتا ہے۔وہ اس کا عملی مظاہرہ امامہ کی اس حالت میں دیکھ رہا تھا اور یہ چیز اسے تکلیف پہنچا رہی تھی۔وہ کم از کم اسے اس حالت میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"سالار... سالار..." وہ انیتا کی آواز پر بے اختیار چونکا۔

اس نے پوری قوت سے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا تھا۔

"یا تو اسے وہاں بھیجتے نہ، اب بھیج ہی دیا ہے تو دو چار منٹوں کے لیے کسی اور چیز کو بھی دیکھ لو۔" وہ اب اسے ڈانٹ رہی تھی۔وہ مسکرا کر سیدھا ہو گیا۔اس کا بہنوئی غفران اس سے کچھ پوچھ رہا تھا۔

ہوا امامہ کے بالوں کو بکھیر رہی تھی۔ وہ انہیں بار بار کانون کے پیچھے کر کے سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن انہیں کھلا چھوڑ کر آنے پر پچھتا بھی رہی تھی۔اس تیز ہوا میں وہ شیفون کے دوپٹے کو سر پر ٹکانے کی کوشش چھوڑ چکی تھی، ہاں وہ پشمینہ شال اس کی مہین شیفون کی قمیص کو اڑنے سے تو روک نہیں پا رہی تھی لیکن اس کے جسم کو اچھی طرح ڈھانپے رکھنے میں مؤثر تھی۔ وہ کئی سالوں میں آج پہلی بار کسی پبلک پلیس پر سر ڈھانپے بغیر کھڑی تھی۔اسے بے حد عجیب لگ رہا تھا۔اگر وہ سالار کے ساتھ نہ ہوتی تو کبھی بھی ایسی حالت میں کسی کھلی جگہ پر کھڑے ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔دس دن پہلے تک تو وہ گھر سے باہر نکلتے ہوئے اپنا چہرہ بھی چھپاتی تھی۔وہ واحد گیٹ اپ تھا جس میں وہ خود کو بے حد محفوظ سمجھتی تھی۔سالار سے شادی کے بعد اس نے چہرہ چھپانا چھوڑ دیا تھااور اب اس کے ساتھ خود کو محفوظ سمجھتی تھی۔

تاریک سمندر میں نظر آتی روشنیوں کے عکس کو دیکھتے ہوئے اس نے ایک بار پھر گردن کے گرد لپٹے دوپٹے کو سر پر لینے کی کوشش کی۔ یہاں اس کی کوشش کو نوٹس کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ یہ کام اس ہوا میں شال، دوپٹے اور کھلے بالوں کے ساتھ آسان نہیں تھا۔

"میں بال سمیٹ دوں تمہارے؟" وہ جیسے کرنٹ کھا کر پلٹی پھر جیسے اطمینان کا سانس لیا۔

"تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔" اس نے سالار کو اپنے عقب میں دیکھ کر بے اختیار کہا۔ وہ کس وقت آتا تھا، اسے پتا ہی نہیں چلا تھا۔

"تم میرا دوپٹا پکڑو گے؟" اس نے سالار کی اوٹ میں آتے ہوئے اپنا دوپٹا اسے پکڑا دیا۔ وہ اب وہاں کھڑی دوسروں کو نظر نہیں آ رہی تھی۔

"تمہیں مجھ کو بتانا چاہیے تھا کہ یہاں اتنی تیز ہوا ہو گی، میں بال تو کھلے چھوڑ کر نہ آتی۔" وہ اپنے بالوں کو ڈھیلے جوڑے کی شکل میں لپیٹتے ہوئے اس سے شکایتی انداز میں کہہ رہی تھی۔ وہ اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔ یہ اب اپنی شال اتار کر اسے دیتے ہوئے، دوپٹا اس سے لے رہی تھی۔

"یہ کون سا کلر ہے؟" دو دوپٹے کو اپنے سر اور گردن کے گرد کپٹے ہوئے اس کے سوال پر ٹھٹکی۔

"کرمزن...کیوں؟"

سالار نے شال اس کے کندھوں کے گرد لپیٹتے ہوئے کہا۔"میں تمہیں بتانا چاہتا تھا، تم اس کلر میں بہت اچھی لگتی ہو۔" اس نے اس کے بائیں گال کو اپنی انگلیوں کی پوروں سے بہت آہستہ سے چھوا تھا۔

امامہ کی آنکھوں میں حیرت امڈ آئی۔اگلے لمحے سالار کو یہ طے کرنا مشکل ہو گیا کہ اس کا لباس زیادہ قرمزی تھا یا اس کا چہرہ، وہ بے اختیار گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"اب تم اتنی سی بات پر بھی یوں بلش ہوا کرو گی تو معاملہ جان لیوا ہو جائے گا۔مار دو گی تم بڑی جلدی مجھے۔" وہ کھکھلا کر ہنسی۔

وہ تقریباً اڑھائی بجے واپس اپنے ہوٹل میں آئے تھے۔امامہ کو اتنی نیند آرہی تھی کہ اس نے جیولری اتاری دی چہرہ بھی دھو لیا لیکن کپڑے تبدیل کیے بغیر سو گئی تھی۔

☆☆☆☆

سالار صبح کب آفس کے لیے نکلا، امامہ کو پتا ہی نہیں چلا۔وہ تقریباً دس بجے اٹھی۔جب تک وہ اپنا سامان پیک کر کے تیار ہوئی، تب تک انیتا اسے لینے کے لیے آ چکی تھی۔

وہ لوگ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ہوٹل سے چیک آؤٹ کر کے نکلے اس کے بعد وہ انیتا کے ساتھ کراچی کے مختلف مالز میں گھومتی پھرتی رہی۔انیتا نے اسے سالار کے دیے ہوئے کریڈٹ کارڈ کو استعمال کرنے ہی نہیں دیا۔اس دن وہی اس کو شاپنگ کرواتی رہی۔

شاپنگ کے بعد انیتا اسے اپنے گر لے گئی، اس نے وہاں افطار کیا۔ساڑھے سات بجے وہ گھر سے ایر پورٹ کے لیے نکلی اور اسی وقت سالار سے اس کی فون پر بات ہوئی۔وہ بھی ایر پورٹ کی طرف جا رہا تھا۔

وہ سالار کی نسبت جلدی ایر پورٹ پہنچی۔بورڈنگ ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ایگزیکٹو لاؤنج میں پہنچتے ہی ایک بار پھر وہ کسی نہ کسی سے ہیلو ہائے کرنے لگا۔یہ وہ فلائٹ تھی جس سے وہ عام طور پر کراچی سے واپس آیا کرتا تھا اور اس کی طرح باقی لوگ بھی ریگولر ٹریولر تھے لیکن وہ اس وقت اتنی خوش تھی کہ اس نے سالار کی توجہ کسی اور طرف ہونے پر بھی اعتراض نہیں کیا۔

وہ خوش تھی، یہ اس کے چہرے پر لکھا تھا اور سالار کو اس کی یہ خوشی حیران کر رہی تھی۔

"یہ تمہارا کریڈٹ کارڈ اور پیسے۔"

اس نے لاؤنج میں بیٹھنے کے کچھ دیر بعد ہی اپنے بیگ سے دونوں چیزیں نکال کر سالار کو تھما دیں۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"انیتا نے مجھے بل پے کرنے نہیں دیے۔اسی نے سارے بلز دیے ہیں۔تم اسے پے کر دینا۔" امامہ نے اسے بتایا۔

"کیوں...؟ کوئی بات نہیں اگر اس نے پے کیے ہیں... اسے ہی کرنے چاہیے تھے۔"

سالار نے کریڈٹ کارڈ اپنے والٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیسے اس نے واپس امامہ کے بیگ میں ڈال دیے تھے۔

"لیکن ہم نے تو اسے یا اس کی فیملی کو کچھ بھی"...



سالار نے اس کی بات کاٹی۔"تم نیکسٹ ٹائم آؤ گی تو لے آنا کچھ اس کے لیے۔دو چار ہفتے تک وہ ویسے بھی اپنے نئے گھر میں شفٹ ہو رہی ہے۔تو تمہیں اچھا لگا کراچی آکر...؟" سالار نے موضوع بدلا۔

امامہ کا چہرہ ایک بار پھر چمکنے لگا... وہ اسے ان جگہوں کے بارے میں بتا رہی تھی جہاں وہ انیتا کے ساتھ گئی تھی۔ سالار مسکراتے ہوئے اسے سنتا رہا۔وہ بچوں جیسے جوش و خروش کے ساتھ اپنی شاپنگ کی تفصیل بتا رہی تھی۔

"میں نے ابو، آنٹی اور سعیدہ اماں کے لیے بھی کچھ گفٹس لیے ہیں۔" وہ بتا رہی تھی۔

"اچھا!" سالار نے دل چسپی لی لیکن گفٹس کی نوعیت نہیں پوچھی۔

"فرقان بھائی کی فیملی اور تمہارے پیرنٹس کے لیے بھی۔"

"امامہ! صرف میرے پیرنٹس نہیں ہیں وہ، تمہارا بھی کوئی رشتہ ہے ان سے۔" سالار نے اعتراض کیا۔

وہ اب بھی اس کے ماں باپ کا ذکر اسی طرح کرتی تھی۔اس وقت یک دم امامہ کو احساس ہوا کہ اس نے سالار کے لیے کچھ بھی نہیں خریدا۔یہ بھول تھی یا لاپروائی، لیکن اسے شاپنگ کے دوران سالار کا خیال تک نہیں آیا۔اسے بے حد ندامت ہوئی۔

"کیا ہوا؟" سالار نے اسے خاموش دیکھ کر پوچھا۔

وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر اس نے کچھ شرمندگی سے کہا۔

"سالار! مجھے تمہارے لیے کچھ خریدنا یاد نہیں رہا۔"

"کوئی بات نہیں، تم نے اپنے لیے شاپنگ کی ہے تو سمجھو، تم نے میرے لیے ہی خریدا ہے۔" سالار نے اسی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا کندھا تھپک کر جیسے تسلی دی۔

پھر بھی مجھے تمہارے لیے کچھ لینا چاہیے تھا۔" امامہ مطمئن نہیں ہوئی۔"لیکن مجھے تمہارا خیال ہی نہیں آیا۔"

اس کا محبوب ظالم تھا، وہ جانتا تھا۔"کوئی بات نہیں، جب خیال نہیں آیا تو کیسا تحفہ...؟ تحفہ تو ان کو دیا جاتا ہے جن کا خیال آتا ہو۔" سالار کے لہجے میں گلہ نہیں تھا لیکن امامہ کو گلہ لگا۔وہ نادم سی ہو کر خاموش بیٹھ گئی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اور کیا کیا لیا؟" اس کی ندامت محسوس کرتے ہوئے سالار نے دوبارہ اس سے بات شروع کی۔

"مجھے انتیا اچھا لگی ہے۔" امامہ نے اس کا سوال نظر انداز کیا۔

"چلو اچھا ہے، کوئی تو اچھا لگا تمہیں۔میں نہ سہی، میری بہن ہی سہی۔"

امامہ نے حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھا سالار کی آنکھوں میں مسکراہٹ تھی، وہ سنجیدہ نہیں تھا۔وہ مطمئن ہو گئی۔



"اور پتا ہے میں نے کیا کیا لیا ہے؟" وہ پھر بولنے لگی۔

سالار بے اختیار مسکرایا۔اگر اسے، اس سے اپنے لیے کسی اظہار کی توقع تھی، تو غلط تھی۔



☆☆☆☆

اگلے دو دن امامہ بہت اچھے موڈ میں رہی، اسے ہر بات پر کراچی یاد آجاتا۔اس کی یہ خوشی سالار کو حیران کرتی رہی۔اس کا خیال تھا اسے وہ شہر پسند آیا ہے لیکن اسے یہ اندازہ نہیں ہوا کہ بات شہر کی نہیں تھی، وہ اگر امامہ کو نواب شاہ بھی لے جاتا تو بھی وہ اسی ٹرانس میں واپس آتی۔وہ

کھلی فضا میں سانس لینے کے قابل ہو رہی تھی اور ایک لمبے عرصے کے بعد گھٹی ہوئی سانسوں کے ساتھ جینے کے بعد کچھ دیر تک تو انسان ایسے ہی گہرے سانس لیتا ہے، جیسے وہ لے رہی تھی۔

اگلے دن وہ لوگ ڈاکٹر صاحب کے پاس گئے۔وہ سالار کے ساتھ خوش تھی، یہ بات اس کے چہرے پر لکھی ہوئی تھی البتہ سعیدہ اماں نے پھر بھی کچھ احتیاطی تدابیر کے تحت سالار کو سامنے والوں کے لڑکے کی آمنہ کے لیے دیوانہ وار محبت کا ایک اور قصہ سنانا ضروری سمجھا، جسے سالار نے بے حد تحمل سے سنا۔اس بار امامہ نے دوران گفت گو سعیدہ کو ٹوکنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ناکام رہی، سعیدہ اماں کا خیال تھا، سالار کو ایک اچھا، تابع دار شوہر بنانے کے لیے اس طرح کے لیکچرز ضروری ہیں۔خاص طور پر اس صورت میں جب وہ ماضی میں کسی عورت کے ساتھ وابستہ رہ چکا ہو، امامہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب وہ سعیدہ اماں کو اپنے اور سالار کے تعلق کے بزارے میں کیسے بتائے، اسے خدشہ تھا کہ اس انکشاف کے بعد سعیدہ اماں خود اسی سے ہی ناراض نہ ہو جائیں۔اسے فی الحال اس صورت حال سے نکلنے کا کوئی طریقہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

☆☆☆☆

اسلام آباد جانا ضروری ہے؟"

وہ جمعہ کی رات ایک بار پھر سوچ میں پڑ گئی۔ایسا نہیں تھا کہ وہ وہاں جانا نہیں چاہتی تھی، وہ جانا چاہتی تھی لیکن ساتھ ہی وہ ایک عجیب سے خوف کا شکار بھی تھی۔

"بہت زیادہ ضروری ہے۔" سالار بیڈ ر پر بیٹھا اپنے لیپ ٹاپ پر ای میل چیک کرنے میں مصروف تھا۔

"تمہیں کیا کام ہے وہاں...؟" امامہ نے ہاتھ میں پکڑا ناول بند کرتے ہوئے کہا۔وہ کہنی کے بل ٹیک لگائے اس کی طرف کروٹ لیتے ہوئے، اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے گاؤں جانا ہے۔" وہ اسکرین پر نظریں جمائے اپنا کام کرتے ہوئے بولا۔

"کون سے گاؤں...؟" وہ چونکی۔

"اسلام آباد سے دو گھنٹے کی ڈرائیور پر ہے۔" اس نے نام بتاتے ہوئے کہا۔"میں وہاں ایک اسکول اور چند دوسرے پروجیکٹس چلا رہا ہوں۔اسکول کی بلڈنگ میں کچھ ایکس ٹینشن ہو رہی ہے، اسی کو دیکھنے جانا ہے مجھے۔جانا تو لاسٹ ویک تھا لیکن جا نہیں سکا۔"

وہ الجھی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔اس کی طویل خاموشی اور خود پر جمی نظروں کو محسوس کرتے ہوئے سالار نے اسے دیکھا۔امامہ سے نظریں ملنے پر اس نے کہا۔

"تم ساتھ چلنا اور دیکھ لینا۔" وہ دوبارہ اسکرین پر دیکھنے لگا۔

"تم اکیلے چلے جاؤ۔" امامہ نے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"میں تو تمہارے ساتھ ہی جاؤں گا۔" اس نے اصرار کیا۔

"ویسے بھی پاپا نے کہا ہے آنے کے لیے... ہاں، اگر تم گاؤں نہیں جانا چاہتیں تو مت جاؤ لیکن اسلام آباد تو چلنا ہے تمہیں۔" سالار نے جیسے قطعی انداز میں کہا۔

امامہ نے دوبارہ تکیے پر سر رکھتے ہوئے کچھ خفگی کے عالم میں ناول کھول دیا۔

"کیا اسٹوری ہے اس ناول کی؟"

سالار کو اس کے بگڑتے ہوئے موڈ کا اندازہ ہو رہا تھا۔امامہ نے جواب نہیں دیا۔

"ہیرو، ہیروئن کے کپڑوں کی زیادہ تعریف کرتا ہے اس میں یا خوب صورتی کی؟" وہ اب اسے چھیڑ رہا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ نے اسے نظر انداز کیا۔یہ اتفاق تھا کہ جو صفحہ وہ پڑھ رہی تھی اس میں ہیرو، ہیروئن کی خوب صورتی ہی کی تعریف کر رہا تھا۔امامہ کو ہنسی آگئی تھی۔ناول سے اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے اس نے دوسری طرف کروٹ لے لی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کے تاثرات دیکھے۔سالار نے اسے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، وہ اپنے کام میں مصروف تھا۔

☆☆☆☆

"خواتین و حضرات توجہ فرمایئے، ہم اسلام آباد انٹرنیشنل ایئر پورٹ پر لینڈ کر چکے ہیں۔اس وقت یہاں شام کے سات بج رہے ہیں اور یہاں کا درجہ حرارت"...

جہاز کے کیبن عملہ میں سے کوئی انگلش کے بعد اب اردو میں رسمی الوداعی کلمات دہرا رہا تھا۔جہاز ٹیکسی کرتے ہوئے ٹرمینل کے سامنے جا رہا تھا۔بزنس کلاس کی ایک سیٹ پر بیٹھے سالار نے اپنا سیل فون آن کرتے ہوئے اپنی سیفٹی بیلٹ کھولی۔امامہ کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے گم صم تھی۔



"کہاں گم ہو؟" اس نے امامہ کا کندھا تھپکا۔

اس نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر اپنی سیفٹی بیلٹ کھولنے لگی۔سالار اب لگیج کمپارٹمنٹ سے اپنے بیگز نکال رہا تھا۔ایک فلائٹ اسٹیورڈ نے اس کی مدد کی۔دونوں کے درمیان چند خوش گوار جملوں کا تبادلہ ہوا۔

وہ اس فلائٹ پر آنے والے ریگولر پیسنجرز میں سے ایک تھا اور فلائٹ کا عملہ اسے پہچانتا تھا۔

جہاز کی سیڑھیوں کی طرف جانے سے پہلے سالار نے مڑ کر اس سے کہا۔

"تمہیں کوئی کوٹ وغیرہ لے کر آنا چاہیے تھا، سویٹر میں سردی لگے گی تمہیں۔"

"یہ تمہارا ہی نہیں، میرا بھی شہر ہے۔میں پیدا ہوئی ہوں یہاں، بیس سال گزارے ہیں میں نے یہاں۔مجھے پتا ہے، کتنی سردی ہوتی ہے، یہ سویٹر کافی ہے۔" امامہ نے بڑے جتانے والے انداز میں اس سے کہا۔وہ استہزائیہ انداز میں مسکرایا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

جہاز کی سیڑھیوں سے باہر آتے ہی سرد ہوا کے پہلے جھونکے نے ہی اسے احساس دلا دیا کہ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔اسے اپنے دانت بجتے ہوئے محسو ہوئے۔سالار نے کچھ کہے بغیر اپنے بازو پر پڑی جیکٹ اس کی طرف بڑھائی۔اس نے بری فرماں برداری سے کچھ نادم ہو کر جیک پہن لی۔اسلام آباد بدل گیا تھا۔اس نے خجل ہو کر سوچا۔ارائیول لاؤنج کی ایگزٹ کی طرف بڑھتے ہوئے سالار چند لمحوں کے لیے ٹھٹکا۔

"ایک بات میں تمہیں بتانا بھول گیا امامہ..." اس نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"کیا بات ہے؟" وہ مسکرائی۔

"پاپا کو یہ پتا نہیں ہے کہ ہم آج اسلام آباد آرہے ہیں۔" امامہ کے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

سالار نے اسے رکتے دیکھا تو وہ بھی رک گیا۔وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔سالار نے اپنے جلندھے پر اس کے بیگ کی بیلٹ ٹھیک کی۔شاید ٹائمنگ غلط ہو گئی، ٹیکسی میں بتانا زیادہ بہتر تھا اور اب اگر اس نے یہاں سے جانے سے انکار کر دیا تو... وہ دل ہی دل میں فکر مند ہوا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ پلکیں جھپکے بغیر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہی تھی۔وہ بھی اسی طرح دیکھتا رہا۔ یہ ڈھٹائی تھی لیکن اب وہ اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتا تھا۔اس نے بالآخر امامہ کی آنکھوں کی بے یقینی کو غصے میں بدلتے دیکھا، پھر اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا۔وہ مسلسل دو ہفتوں سے اسے سکن

ندر عثمان کے اسلام آباد بلانے کا کہہ رہا تھا۔یہ سکندر عثمان کا بلاوا نہ ہوتا تو وہ صرف سالار کے کہنے پر تو کبھی وہاں نہ جاتی اور اب وہ کہہ رہا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔سکندر عثمان کے نہ بلانے کے باوجود وہاں جانے کا کیا مطلب تھا، اس کا اندازہ وہ کر سکتی تھی اور اس وقت وہ بری طرح پریشان ہوئی تھی۔ایک لمحے کے لیے تو اس کا دل چاہا تھا کہ وہ لاؤنج سے باہر نکلنے سے ہی انکار کر دے۔اسے سالار پر شدید غصہ آرہا تھا۔

"سوری!" سالار نے اطمینان سے کہا۔

وہ چند لمحے مزید اسے دیکھتی رہی پھر اس نے ارد گرد یکھا، پھر سالار نے اسے جیک اتارتے ہوئے دیکھا۔وہ وہاں کھڑی بے بسی کے عالم میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔سالار کو اندازہ تھا کہ وہ یہی کر سکتی ہے۔اس نے جیکٹ اتار کر تقریباً چھیننے والے انداز میں سالار کو دی۔

"تھینک یو۔" سالار نے جیکٹ سنبھالتے ہوئے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس نے شکر ادا کیا کہ جیکٹ اس نے اس کے منہ پر نہیں دے ماری۔وہ اب بے حد غصے میں ایگزٹ ڈور کی طرف جا رہی تھی۔سالار کو حیرت ہوئی اس نے اس سے اپنا بیگ کیوں نہیں لیا تھا۔ اصولی طور پر یہ اس کا دوسرا ردعمل ہونا چاہیے تھا۔

"میرا بیگ دو۔" ایگزٹ ڈور سے نکلنے سے پہلے ہی امامہ نے پلٹ کر تقریباً غراتے ہوئے، اس سے کہا تھا۔سالار نے آرام سے بیگ اسے پکڑا دیا۔

ٹیکسی میں بیٹھنے تک دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔وہ پورا راستہ کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی، سالار نے بھی اسے مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی۔اس وقت غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اسے مخاطب نہ کرنا مناسب تھا۔وہ اب گھر پر سکندر عثمان اور طیبہ کے ردعمل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔اگلی بجلی ان پر گرنے والی تھی۔

☆☆☆☆

گاڑی ان کے گھر کی بائی روڈ کا موڑ مڑ رہی تھی۔امامہ کو اپنا پورا جسم سرد ہوتا ہوا محسوس ہوا۔یہ سردی نہیں تھی، یہ خوف بھی نہیں تھا، یہ کچھ اور تھا۔وہ نو سال کے بعد اپنے گھر کو، اس سڑک کو اور اس موڑ کو دیکھ رہی تھی۔اس کے ہونٹ کپکپانے لگے تھے، آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔سالار سے ساری ناراضی، سارا غصہ جیسے دھواں بن کر ہوا میں تحلیل ہو رہا تھا۔خوشی تھی، کیا تھا جو وہ گاڑی کو اپنے گھر کی طرف بڑھتے دیکھ کر محسوس کر رہی تھی۔اس کے گھر کا گیٹ سالار کے گھر کے گیٹ سے کچھ فاصلے پر تھا اور وہ صرف یہ اندازہ کر پائی تھی کہ گیٹ بند تھا، گھر کی بیرونی لائٹس آن تھیں۔

گاڑی کے ہارن پر گارڈ نے باہر دیکھا پھر اس نے گارڈ روم سے باہر نکل کر گیٹ کھول دیا۔سالار تب تک اس کے ساتھ گاڑی سے نکل کر ڈگی سے بیگز نکال رہا تھا۔امامہ نے اس بار اپنا بیگ خود تھامنے پر اصرار نہیں کیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

گارڈ نے سامان لینے کی کوشش نہیں کی۔سالار اپنے سامان خود اٹھانے کا عادی تھا لیکن اس نے سالار کے ساتھ آنے والی اس لڑکی کو بڑی حیرت اور دل چسپی سے دیکھا تھا، جو گیٹ سے گھر کے اندر آنے تک ان ہمسایوں کے گھر کو دیوانہ وار دیکھتی آرہی تھی جن کے ساتھ سکندر عثمان کا میل ملاپ بند تھا۔

دھند کے باوجود امامہ نے گھر کی بالائی منزل کے کچھ بیڈ رومز کی کھڑکیوں سے آتی روشنی کو دیکھ لیا تھا۔اس کے اپنے بیڈ روم میں بھی روشنی تھی۔اب وہاں کوئی اور رہتا ہو گا... وسیم... یا سعد... یا اس کا کوئی بھتیجا یا بھتیجی... اس نے آنکھوں میں امڈتے سیلاب کو صاف کرتے ہوئے ان کھڑکیوں میں جیسے کسی سائے، کسی ہیولے کو ڈھونڈنے کی سعی کی۔

"اندر چلیں...؟" اس نے اپنے بازو پر اس کے ہاتھ کی نرم گرفت محسوس کی۔امامہ نے آنکھیں رگڑتے ہوئے سر ہلایا اور قدم آگے بڑھا دیے۔وہ جانتا تھا کہ وہ رو رہی ہے لیکن اس نے اسے رونے سے روکا نہیں تھاا، اس نے بس اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔

سکندر عثمان اس وقت لاؤنج میں فون پر کسی دوست کے ساتھ خوش گپیاں کرتے ہوئے طیبہ کا انتظار کر رہے تھے جو اپنے بیڈروم میں کوئی چیز لینے کے لیے گئی تھیں۔اگر سکندر کو آفس سے آنے میں دیر نہ ہو گئی ہوتی تو، وہ دونوں اس وقت کسی افطار ڈنر میں جا چکے ہوتے۔

لاؤنج میں سالار اور امامہ کا سامنا سب سے پہلے انہیں سے ہوا تھا۔کسی بھوت کو دیکھ کر سکندر عثمان کا وہ حال نہ ہوتا، جو اس وقت ان دونوں کو دیکھ کر ان کا ہوا تھا۔وہ فون پر بات کرنا بھول گئے تھے۔

"جبار! میں بعد میں فون کرتا ہوں تمہیں۔" انہوں نے کھڑے ہوتے ہوئے اپنے دوست سے کہا اور سیل بند کر دیا۔غصہ بے حد معمولی لفظ تھا جو انہوں نے اس وقت سالار کے لیے محسوس کیا۔ وہ لاہور میں اس الو کے پٹھے کو نہ صرف اسلام آباد امامہ کے ساتھ نہ آنے کی تاکید کر کے آئے تھے، بلکہ پچھلے کئی دن سے مسلسل فون پر ہر بار بات کرنے کے دوران یہ بات دہرانا نہیں بھولے اور وہ ہر بار فرماں برداری سے "اوکے" کہتا رہا۔نہ یہ فرماں برداری ان سے ہضم ہوئی تھی، نہ اتنا سیدھا اوکے۔ان کی چھٹی حس اس کے بارے میں سگنل دے رہی تھی۔وہ پچھلے کئی سالوں میں بہت بدل گیا تھا، بے حد فرماں بردار ہو گیا تھا۔اس کے سامنے سر جھکائے بیٹھا رہتا تھا، بہت کم ان کی کسی بات سے اختلاف کرتا یا اعتراض کرتا لیکن وہ "سالار سکندر" تھا ان کی وہ "چوتھی اولاد" جس کے بارے میں وہ سوتے میں بھی محتاط رہتے تھے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

صرف سالار ہی نہیں، بلکہ امامہ نے بھی سکندر عثمان کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات کو دور ہی سے بھانپ لیا تھا۔

"ڈونٹ وری... پاپا مجھے کچھ ذلیل کریں گے لیکن تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔" دور سے اپنی طرف آتے، سکندر کی طرف جاتے ہوئے، وہ خود سے چند قدم پیچھے چلتی امامہ کی طرف دیکھے بغیر بے حد مدھم آواز میں بڑبڑایا تھا۔

امامہ نے سر اٹھا کر اپنے "شوہر" کا "اطمینان" دیکھا، پھر تقریباً دس میٹر کے فاصلے پر آتے اپنے "سسر" کا "انداز۔" فوری طور پر اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے اس وقت کیا کرنا چاہیے۔وہ یہ سوچ کر زیادہ خوف زیادہ ہوئی تھی کہ سکندر عثمان، سالار کی انسلٹ کرنے والے تھے۔

"السلام علیکم پاپا!" اپنے ہاتھ میں پکڑے بیگز رکھتے ہوئے اس نے پاس آتے ہوئے سکندر عثمان سے ہمیشہ کی طرح یوں گلے ملنے کی کوشش کی تھی جیسے وہ ان کی دعوت اور ہدایت پر وہاں آیا ہے۔

سکندر عثمان نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اس کا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

"تمہیں منع کیا تھا نا؟"

"جی۔" سالار نے بے حد تابع داری سے اس سوال کا جواب دیا۔

سکندر عثمان کا دل چاہا کہ وہ اس کا گلا دبا دیں۔

"کیسے آئے ہو؟" چند لمحوں کے بعد انہوں نے اس سے اگلا سوال کیا۔

"ٹیکسی پر۔" جواب کھٹاک سے آیا تھا۔

"ٹیکسی اندر لائے تھے؟"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"نہیں گیٹ پر ہی اترے ہیں۔" وہ نظریں جھکائے بے حد سعادت مندی سے کہہ رہا تھا۔

"تو سسرال والوں کو بھی سلام کر آتے۔" وہ اس بار چپ رہا۔ جانتا تھا، نہ یہ سوال ہے نہ مشورہ۔

"بیٹا! آپ کیسی ہیں؟" اسے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے وہ اب امامہ کی طرف بڑھ آئے تھے۔ان کا لہجہ اب بدل گیا تھا۔وہ بری طرح گھبرائی ہوئی باپ بیٹے کے درمیان ہونے والی گفت گو سن رہی تھی اور سکندر کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر اس کا رنگ فق ہو گیا تھا۔وہ سکندر کے سوال کا فوری طور پر جواب نہیں دے سکی۔

"سفر ٹھیک رہا؟" انہوں نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بے حد شفقت سے پوچھا تھا۔"اور طبیعت ٹھیک ہے، چہرہ کیوں اتنا سرخ ہو رہا ہے؟"

سکندر نے بھی اس کی آنکھوں کی نمی اور پریشانی کو محسوس کیا تھا۔

"جی... وہ جی... " وہ اٹکی۔

"سردی کی وجہ سے... السلام علیکم! ممی... کیسی ہیں آپ؟" سالار نے بیگ دوبارہ کھینچتے ہوئے پہلا جملہ سکندر سے کہا اور دوسرا دور سے آتی ہوئی طیبہ کو دیکھ کر جو اسے دیکھ کر جیسے کراہی تھیں۔

"سالار! کیا ضرورت تھی یہاں آنے کی، کچھ تو احساس کیا کرو۔" وہ اب ان سے گلے مل رہا تھا۔

طیبہ! امامہ کو چائے کے ساتھ کوئی میڈیسن دیں اور اب اس ڈنر کو رہنے ہی دیں۔" سکندر اسے ساتھ لاتے ہوئے اب طیبہ سے کہہ رہے تھے۔طیبہ اب سالار کو ایک طرف کرتے ہوئے اس کی طرف بڑھ آئیں۔

"کیا ہوا امامہ کو؟"

"کچھ نہیں ... میں... ٹھیک ہوں" اس نے مدافعانہ انداز میں طیبہ سے ملتے ہوئے کہا۔

www.kitabnagri.com

"آپ لوگ ڈنر پر جائیں،ہماری پروانہ کریں۔ہم لوگ کھا لیں گے جو بھی گھر میں ہے۔" سالار نے سکندر سے کہا۔اسے اندازہ تھا کہ وہ اس وقت کہیں انوائٹڈ ہیں، یقیناً گھر میں اس وقت ڈنر کی کوئی تیاری نہیں کی گئی ہو گی۔

سکندر نے اس کی بات سننے کی زحمت نہیں کی۔انہوں نے پہلے انٹرکام پر گارڈز کو سیکیورٹی کے حوالے سے کچھ ہدایات کیں، اس کے بعد ڈرائیور کو کسی قریبی ریسٹورنٹ سے کھانے کی کچھ ڈشز لکھوائیں اور خانساماں کو چائے کے لیے بلوایا۔

"پلیز پاپا! آپ ہماری وجہ اپنا پروگرام کینسل نہ کریں، آپ جائیں۔" سالار نے سکندر عثمان سے کہا۔

"تاکہ تم پیچھے سے ہمارے لیے کوئی اور مصیبت کھڑی کر دو۔"

وہ سکندر کے جملے پر ہنس پڑا۔اس کی ہنسی نے سکندر کو کچھ اور برہم کیا۔امامہ اگر اس کے پاس نہ بیٹھی ہوتی تو سکندر عثمان اس وقت اس کی طبیعت اچھی طرح صاف کر دیتے۔

"جب میں نے تم دونوں سے کہا تھا کہ فی الحال یہاں مت آنا تو پھر... امامہ! کم از کم تمہیں اسے سمجھنا چاہیے تھا۔"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سکندر نے اس بار امامہ سے کہا تھا جو پہلے ہی بے حد شرمندگی اور حواس باختگی کا شکار ہو رہی تھی۔

"پاپا! امامہ تو مجھے منع کر رہی تھی، میں زبردستی لایا ہوں اسے۔" امامہ کی کسی وضاحت سے پہلے ہی سالار نے کہا۔

سکندر نے بے حد خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا۔ان کی اولاد میں سے کسی نے آج ان کے منہ پر بیٹھ کر اتنے فخریہ انداز میں ان کی بات نہ ماننے کا اعلان نہیں کیا تھا۔

سالار نے مزید کچھ کہنے کے بہ جائے انہوں نے ملازم سے سامان ان کے کمرے میں رکھنے کے لیا کہا۔اس سارے معاملے پر سالار سے سنجیدگی سے بات کرنا ضروری تھا، لیکن اکیلے میں۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار کے کمرے میں آتے ہی امامہ مقناطیس کی طرح کھڑکی کی طرف گئی تھی اور پھر جیسے سحر زدہ سی کھڑکی کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔وہاں سے اس کا گھر کا بایاں حصہ نظر آرہا تھا۔اس کے گھر کا اوپر والا حصہ... اس کے کمرے کی کھڑکیاں... وسیم کے کمرے کی کھڑکیاں... دونوں کمروں میں روشنی تھی لیکن دونوں کھڑکیوں کے پردے گرے ہوئے تھے۔کوئی ان پردوں کو ہٹا کر اس وقت اس کی طرح آکر کھڑکی کے سامنے کھڑا ہو جاتا تو اسے آرام سے دیکھ لیتا۔پتا نہیں پہچانتا بھی

یا نہیں... وہ اتنی تو نہیں بدلی تھی کہ کوئی اسے پہچان ہی نہ پاتا... اس کے اپنے خونی رشتے تو ...پانی سیلاب کے ریلے کی طرح سب بند توڑ کر اس کے آنکھوں سے بہنے لگا تھا۔یہ کب سوچا تھا اس نے کہ کبھی اپنی زندگی میں وہ دوبارہ اس گھر کو دیکھ سکے گی۔کیا ضروری تھا کہ یہ سب کچھ اس کی زندگی میں، اس کے ساتھ ہوتا۔

وہ بے حد خاموشی کے ساتھ اس کے برابر میں آکر کھڑا ہو گیا تھا۔اس نے کھڑکی آنے والے اس گھر کو دیکھا اور پھر امامہ کی آنکھوں سے بہنے والے پانی کو۔اسی خاموشی کے ساتھ اس نے امامہ کے کندھے پر اپنا بازو پھیلاتے ہوئے جیسے اسے دلاسا دینے کے لیے اس کے سر کو چوما۔

"وہ میرا کمرا ہے۔" بہتے آنسوؤں کے ساتھ امامہ نے اسے بتایا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"جہاں سے تم مجھے دیکھا کرتی تھیں؟" وہ بہتر آنسوؤں کے بیچ ہنس پڑی۔

"میں تمھیں نہیں دیکھتی تھی سالار!" اس نے احتجاج کیا تھا۔

سالار نے اس کے کمرے کی کھڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور مجھے پتا تک نہیں تھا کہ یہ تمہارا کمرا ہے۔میں سمجھتا تھا، یہ وسیم کا کمرا ہے۔میں تو کپڑے بھی یہیں بدلا کرتا تھا۔" سالار کو کچھ تشویش ہوئی۔

"مجھے کیا پتا، تم کیا کرتے تھے... میرے کمرے کی کھڑکیاں تو بند ہوتی تھیں۔"

کیوں؟" سالار نے کچھ حیرانی سے پوچھا۔

"تم شارٹس میں پھرتے تھے بیڈ روم میں اس لیے... اور تمہارے خیال میں کھڑکیاں کھلی رکھ سکتی تھی... تمھیں کوئی شرم ہی نہیں تھی...تم کیسے اس طرح اپنے بیڈ روم میں پھر لیتے تھے"...

www.kitabnagri.com

وہ اب آنکھیں صاف کرتے ہوئے اس پر خفا ہو رہی تھی۔اسے اندازہ نہیں ہوا کہ اس نے کتنے آرام سے اس کی توجہ اس طرف سے ہٹائی تھی۔

"تم کس طرح کے انسان تھے؟"

سالار نے اس بار کچھ نہیں کہا۔وہ اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔

"تمہیں کھانے کا کہنے آیا تھا۔تم چینج کر لو تو چلتے ہیں۔" اس نے یک دم بات بدلتے ہوئے امامہ سے کہا۔اس نے سالار کے تاثرات نہیں دیکھے۔وہ ایک بار پھر کھڑکی سے نظر آنے والا گھر دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆☆

وہ تقریباً دو بجے کمرے میں آیا اور اس کا خیال تھا کہ امامہ سو چکی ہو گی، مگر وہ ابھی بھی کھڑکی کے سامنے بیٹھی ہوئی باہر دیکھ رہی تھی۔اس کے گھر کی لائٹس اب آف تھیں۔دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے گردن موڑ کر سالار کو دیکھا تھا۔

"سو جانا چاہیے تھا تمہیں امامہ!" اس سے نظریں ملنے پر سالار نے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ کھڑکیوں کے آگے کرسی رکھے دونوں پاؤں اوپر کیے گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے بیٹھی تھی۔

"سو جاؤں گی۔"

"وہاں سب سو چکے ہیں، دیکھو لائٹس آف ہیں سب بیڈ رومز کی۔"

وہ دوبارہ گردن موڑ کر باہر دیکھنے لگی۔

سالار چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر واش روم میں چلا گیا۔ دس منٹ بعد کپڑے تبدیل کر کے وہ سونے کے لیے بیڈ پر لیٹ گیا۔

"امامہ! اب بس کرو، اس طرح دیکھنے سے کیا ہو گا؟" بیڈ پر لیٹے لیٹے اس نے امامہ سے کہا۔

"میں نے کب کہا کہ کچھ ہو گا، تم سو جاؤ۔"

"تم وہاں بیٹھی رہو گی تو مجھے بھی نیند نہیں آئے گی۔"

"لیکن میں یہیں بیٹھوں گی۔" اس نے ضدی انداز میں کہا۔

سالار کو اس کی ضد نے کچھ حیران کیا۔چند لمحے اسے دیکھنے کے بعد اس نے پھر کہا۔

"امامہ! تم اگر بیڈ پر آکر لیٹو گی تو یہاں سے بھی تمہارا گھر نظر آتا ہے۔" سالار نے ایک بار پھر کوشش کی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"یہاں سے زیادہ قریب ہے۔"

وہ اس بار بول نہیں سکا۔اس کے لہجے میں موجود کسی چیز نے اس کے دل پر اثر کیا تھا۔چند گز کا فاصلہ اس کے لیے بے معنی تھا۔وہ اس کا گھر نہیں تھا۔چند گز کی نزدیکی اس کے لیے بہت تھی۔ وہ نو سال بعد اس گھر کو دیکھ رہی تھی۔

ہمارے گھر کے اوپر والے فلور میں ایک کمرا ہے، اس کمرے کی کھڑکیوں سے تمہارے گھر کا لان اور پورچ تک نظر آتا ہے۔" وہ لیٹے لیٹے چھت کو دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔

امامہ یک دم کسی سے اٹھ کر اس کے پاس آگئی۔

"کون سا کمرا...؟" مجھے دکھاؤ۔" اس کے بیڈ کے قریب کھڑے ہو کر اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"دکھا سکتا ہوں اگر تم سو جاؤ، پھر صبح میں تمہیں وہاں لے جاؤں گا۔" سالار نے آنکھیں کھول کر کہا۔

"میں خود بھی جا سکتی ہوں۔" وہ بے حد خفگی سے سیدھی ہو گئی۔

"اوپر والا فلور لاکڈ ہے۔" امامہ جاتے جاتے رک گئی۔وہ یک دم مایوس ہوئی تھی۔

"سالار! مجھے لے کا جاؤ اوپر..." وہ پھر اس کا کندھا ہلانے لگی۔

"اس وقت تو نہیں لے کا جاؤں گا۔" اس نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

"تمہیں ذرا سی بھی محبت نہیں ہے مجھ سے؟" وہ اسے جذباتی دباؤ میں لے رہی تھی۔

"ہے، اس لیے تو نہیں لے کر جا رہا، صبح وہاں جانا۔تمہاری فیملی کے لوگ گھر سے نکلیں گے۔تم انہیں دیکھ سکتی ہو۔اس وقت کیا نظر آئے گا تمہیں؟" سالار نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"ویسے بھی مجھے تمہیں پتا ہے کہ کمرے کی چابیاں کس کے پاس ہیں، صبح ملازم سے پوچھ لوں گا۔" سالار نے جھوٹ بولا۔

اوپر کا فلور مقفل نہیں تھا لیکن امامہ کو روکنے کا اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا۔وہ کچھ مایوس ہو کر دوبارہ کھڑکی کی طرف جانے لگی۔سالار نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اور فلور میں تب ان لاک کرواؤں گا، اگر تم ابھی سو جاؤ۔"

وہ چند لمحے اس کا چہرہ دیکھتی رہی پھر اس نے جیسے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"میں بیڈ کی اس طرف سوؤں گی۔"

سالار نے ایک لفظ کہے بغیر اپنی جگہ چدھوڑ دی۔اس نے کمبل ہٹا کر اس کے لیے جگہ بنا دی تھی۔

"اور میں لائٹس بھی آن رکھوں گی۔" وہ اس کی خالی کی ہوئی جگہ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

وہ اب کراؤن سے ٹیک لگائے دونوں گھٹنے سکیڑے بیڈ پر بیٹھی کھڑکی کو دیکھنے لگی تھی۔

"مجھے روشنی میں نیند نہیں آئے گی۔" سالار نے کمبل سے اس کے پاؤں اور ٹانگیں ڈھانپتے ہوئے کہا۔

"تمہیں تو روشنی میں ہی نیند آتی تھی۔" وہ کچھ جزبز ہو کر بولی۔

"اب اندھیرے میں آتی ہے۔" اس نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"تو پھر مجھے روشنی میں ہی نیند آتی ہے۔" سالار نے اپنی مسکراہٹ روکی۔

"تمہیں ایک اچھی بیوی کی طرح اپنے شوہر کی نیند کا زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔" مصنوعی غصے کے ساتھ سالار نے کچھ آگے جھکتے ہوئے سائیڈ ٹیبلل لیمپ اور دوسری لائٹس آف کرنی شروع کر دیں۔

امامہ خفگی سے بیٹھی رہی، لیکن اس نے سالار کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔ کمرا اب نیم تاریک تھا لیکن بیرونی روشنیوں کی وجہ سے امامہ کا گھر زیادہ نمایاں ہو گیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اس طرح دیکھنے سے کیا ہو گا؟" سالار اب کچھ جھلا گیا تھا۔

"ہو سکتا ہے کوئی پردے ہٹا کر کھڑکی میں کھڑا ہو۔"

وہ خواہش نہیں تھی، آس تھی اور وہ اس آس کو توڑ نہیں سکتا تھا۔

"صبح گاؤں جانا ہے ہمیں..." وہ اب اس کی توجہ اس کھڑکی سے ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"مجھے نہیں جانا، مجھے یہیں رہنا ہے۔" امامہ نے دو ٹوک انکار کیا۔سالار کو اس کی توقع تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تمہیں گاؤں لے جانے کے لیے لے کر آیا تھا۔" سالار نے کچھ خفگی سے کہا۔

"تم جاؤ مجھے کسی گاؤں میں دل چسپی نہیں ہے۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔

سالار یک دم کمبل ہٹاتے ہوئے بیڈ سے اٹھا اور اس نے پردے برابر کر دیے۔باہر آنے والی روشنی بند ہوتے ہی کمرا ایک دم تاریکی میں ڈوب گیا تھا۔امامہ نے بے حد خفگی کے عالم میں لیٹتے ہوئے کمبل اپنے اوپر کھینچ لیا۔

دوبارہ اس کی آنکھ سالار کے جاگنے سے کھلی۔سحری ختم ہونے میں ابھی کچھ وقت تھا۔اس نے اٹھ کر سب سے پہلے کھڑکی کر پردے ہٹائے تھے۔سالار نے اسے کچھ ہمدردی سے دیکھا۔وہ انٹر کام اٹھا کر خانساماں کو کھانا کمرے میں لانے کا کہہ رہا تھا۔امامہ کے کمرے میں لائٹ آن تھی لیکن کھڑکیوں کے آگے اب بھی پردے گرے ہوئے تھے۔

اسے جیسے کچھ مایوسی ہوئی۔جب تک وہ کپڑے تبدیل کر کے اور منہ ہاتھ دھو کر آئی، تب تک خانساماں کھانے کی ٹرالی کمرے میں چھوڑ گیا تھا۔انہوں نے بڑی خاموشی کے ساتھ کھانا کھایا اور کھانا ختم کرتے ہی امامہ نے کہا۔"اب چابیاں لے لو، اوپر چلیں۔"

"مجھے نماز پڑھ کر آنے دو۔"

"نہیں، مجھے اپنا گھر دیکھنا ہے۔"

اس بار سالار نے جیسے امامہ کی ضد کے سامنے ہتھیار ڈالے تھے۔اسے لے کر وہ اوپر کے فلور آگیا۔کمرا کھلا دیکھ کر امامہ نے اسے بے خفگی سے دیکھا لیکن کچھ کہا نہیں۔وہ اس وقت اتنی خوش تھی کہ سالار کی کسی بات پر ناراض نہیں ہو رہی تھی۔

اس کمرے کی کھڑکی کے سامنے کھڑے ہوتے ہی وہ جیسے سانس لینا بھول گئی تھی۔وہاں سے اس کے گھر کا پورا لان اور پورچ نظر آرہا تھا۔لان بالکل بدل گیا تھا۔وہ ویسا نہیں رہا تھا جیسا کبھی ہوتا تھا، جب وہ وہاں تھی۔تب وہاں دو کرسیاں بھی نہیں تھیں، جو پہلے ہوتی تھیں۔لان میں لگی بیلیں اب پہلے سے بھی زیادہ بڑی اور پھیل چکی تھیں۔آنسوؤں کا ایک نیا ریلا اس کی آنکھوں میں آیا تھا۔سالار نے اس دفعہ اسے کچھ نہیں کہا۔کہنا بے کار تھا۔اسے فی الحال رونا تھا، وہ جانتا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ مسجد میں نماز اور کچھ دیر قرآن پاک کی تلاوت کرنے کے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد واپس آیا تھا اور حسب توقع تب بھی امامہ کمرے میں نہیں آئی تھی۔

وہ گاؤں جانے کے لیے تیار ہونے کے بعد اسے خدا حافظ کہنے اوپر ایا تھا۔اسے ساتھ لے جانے کا ارادہ وہ پہلے ہی ترک کر چکا تھا۔

اڑھائی گھنٹے کے بعد بھی وہ کھڑکی کے سامنے اسی طرح کھڑی تھی۔سالار کے اندر آنے پر بھی اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔سالار نے اسے مخاطب کرنے کے بجائے کمرے میں دور پڑے صوفے کو کچھ جدوجہد کے ساتھ کھڑکی کی طرف دھکیلنا شروع کر دیا تھا۔

"یہاں بیٹھ جاؤ تم، کب تک اس طرح کھڑی رہو گی۔"

صوفہ دھکیل کر اس کے قریب لانے کے بعد سالار نے اس کو مخاطب کیا اور تب ہی اس نے امامہ کا چہرہ دیکھا۔اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔اس کی آنکھیں اور ناک سرخ تھی۔سالار نے گردن موڑ کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔وہاں ایک گاڑی میں کچھ بچے سوار ہو رہے تھے اور ایک عورت کو خداحافظ کہہ رہی تھی۔

"رضوان کے بچے ہیں؟" سالار نے گاڑی کو اسٹارٹ ہوتے دیکھ کر امامہ سے کہا۔

امامہ نے کچھ نہیں کہا۔وہ پلکیں جھپکائے بغیر کانپتے ہونٹوں کے ساتھ بس انہیں دیکھ رہی تھی۔

سالار نے اس سے کچھ نہیں پوچھا۔نو سال لمبا عرصہ تھا۔پتا نہیں مزید ان میں سے کس کو وہ پہچان سکی تھی اور کس کو نہیں اور ان میں سے کس کو وہ پہلی بار دیکھ رہی تھی۔وہ عورت اب اندر چلی گئی تھی۔

اس کے کندھوں پر ہلکا دباؤ ڈالتے ہوئے سالار نے اس سے کہا" بیٹھ جاؤ"!

امامہ نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے دوپٹے کے پلو سے آنکھیں اور ناک رگڑنے کی کوشش کی۔صرف چند لمحوں کے لیے اس کا چہرہ خشک ہوا تھا، برسات پھر ہونے لگی تھی۔سار پنجوں کے بل اس کے سامنے چند لمحوں کے لیے بیٹھا۔اس نے امامہ کے دونوں ہاتھ تسلی دینے والے انداز میں اپنے ہاتھوں میں لیے۔اس کے دونوں ہاتھ بے حد سرد تھے۔وہ اس کے ہاتھ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ کمرے کی سردی کو اس نے پہلی بار محسوس کیا تھا۔ہیٹر آن کرنے کے بعد اس نے کمرے کی الماری میں کوئی کمبل ڈھونڈنے کی کوشش کی اور ایک کمبل اسے نظر آہی گیا تھا۔

"میں گاؤں کے لیے نکل رہا ہوں، شام تک واپس آؤں گا۔دس گیارہ بجے کے قریب پاپا ور ممی اٹھ جائیں گے، تب تم نیچے آجانا۔" اس کی ٹانگوں پر کمبل ڈالتے ہوئے۔اس نے امامہ سے کہا۔

وہ اب بھی اسی طرح دوپٹے سے آنکھیں اور ناک رگڑ رہی تھی لیکن اس کی نظریں اب بھی کھڑکی سے باہر تھیں۔سالار اور یہ کمرا جیسے اس کے لیے اہم نہیں رہا تھا۔وہ اس سے کیا کہہ رہا تھا،اس نے نہیں سنا تھا اور سالار یہ جانتا تھا۔وہ اسے خدا حافظ کہتے ہوئے چلا گیا۔

وہ اگلے چار گھنٹے اس طرح صوفے پر جمی بیٹھی رہی۔اس دن اس نے نو سال کے بعد باری باری اپنے تینوں بھائیوں کو بھی گھر سے جاتے دیکھا تھا۔وہ وہاں بیٹھی انہیں دیکھتی ہچکیوں سے روتی رہی تھی۔وہاں بیٹھے ہوئے اسے لگ رہا تھا کہ اس نے یہاں آکر غلطی کی ہے۔اسے نہیں آنا چاہیے تھا۔اتنے سال سے صبر کے جو بند وہ باندھتی چلی آرہی تھی، اب وہ بند باندھنا مشکل ہو رہا تھا۔وہ پہلے اسلام آباد آنا نہیں چاہتی تھی اور اب یہاں سے جانا نہیں چاہتی تھی۔ایسا بھی تو ہو سکتا تھا کہ وہ اسی طرح چوری چھپے اس گھر میں رہتی، اس طرح روز اپنے گھر والوں کو دیکھتی رہتی۔اس کے لیے تو یہ بھی بہت تھا، وہ احمقانہ سوچ تھی، لیکن وہ سوچ رہی تھی۔وہ ہر بات سوچ رہی تھی جس سے وہ یہاں اپنے ماں باپ کے گھر کے پاس رہ سکتی ہو۔

سالار نے گاؤں پہنچنے کے چند گھنٹے کے بعد سکندر کو فون کیا۔

"میں بھی حیران تھا جب ملازم نے مجھے بتایا کہ وہ اوپر گیسٹ روم میں ہے۔میں سوچ رہا تھا پتا نہیں وہ وہاں کیا کر رہی ہے۔"

سالار نے انہیں امامہ کو وہاں سے بلوانے کے لیے کہا تھا اور سکندر نے اسے جواباً کہا۔

"کیا ضرورت تھی اسے خوامخواہ وہاں لے جانے کی، گھر تو اس کا تمہارے کمرے سے بھی نظر آتا ہے۔"

"لیکن گھر والے اسے گیسٹ روم سے ہی نظر آسکتے تھے۔" سالار نے دوم

سالار سے بات ختم کرنے کے بعد سکندر اٹھ کر اوپر والے فلور پر چلے گئے۔دروازے پر دستک دے کر وہ اندر آئے تھے۔

"بیٹا! نیچے آنا تھا، ہم لوگوں کے پاس آکر بیٹھیں کچھ دیر۔"

سکندر یہ کہتے ہوئے اندر آئے اور امامہ کچھ ہڑ بڑا کر اٹھی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ ان کے وہاں آنے کی توقع نہیں کر رہی تھی اور اس کے چہرے پر ایک نظر ڈالتے ہی سکندر ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئے تھے۔اس کی آنکھیں بری طرح سوجی ہوئی تھیں۔

"رونے والی کیا بات ہے بیٹا...؟" سکندر نے اس کے سر کو تھپکتے ہوئے کہا۔

"نہیں... وہ... میں..." وہ بے حد ندامت سے ان سے نظریں ملائے بغیر بولی۔

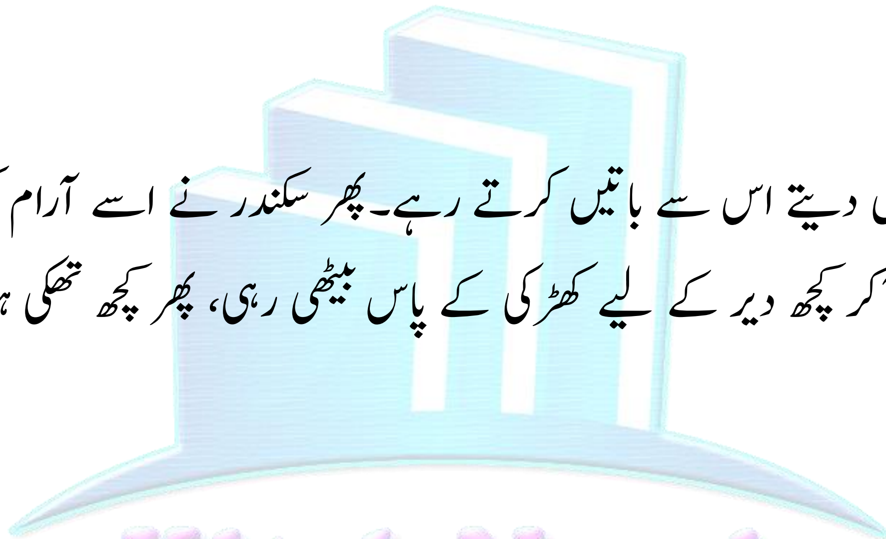
"چلیں! نیچے آئیں، طیبہ بھی پوچھ رہی ہیں آپ کا۔" سکندر نے ایک بار پھر اس کا سر تھپکا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

یہ سالار نہیں تھا، جسے وہ دھڑلے سے انکار کر دیتی۔"جی۔" اس نے یہ کہتے ہوئے صوفے پر پڑا کمبل اٹھانے کی کوشش کی۔سکندر نے اسے روک دیا۔

"ملازم اٹھا لے گا... آپ آجائیں۔"

اس کا چہرہ دیکھ کر طیبہ بھی بے چین ہو گئیں۔ جیسے بھی حالات میں شادی ہوئی، بہرحال وہ ایک ایسی فیملی تھی۔ جسے وہ طویل عرصے سے جانتے تھے اور جن کی دیوار کے ساتھ ان کی دیوار جڑی تھی۔ اس رشتے کا پاس، بہو ہونے کے ناتے ان پر کچھ زیادہ ذمہ داری عائد کرتا تھا۔ خود وہ بھی امامہ کو بچپن سے دیکھتے آئے تھے۔ کسی نہ کسی حد تک وہ ان کے لیے بے حد شناسا تھی۔



وہ لوگ اسے تسلیاں دیتے اس سے باتیں کرتے رہے۔ پھر سکندر نے اسے آرام کرنے کے لیے کہا۔ وہ کمرے میں آکر کچھ دیر کے لیے کھڑکی کے پاس بیٹھی رہی، پھر کچھ تھکی ہوئی آکر بیڈ پر لیٹ کر سو گئی۔

ساڑھے چار بجے اسے ملازم نے انٹر کام پر اٹھایا تھا۔ افطار کا وقت قریب تھا، سکندر اور طیبہ بھی اس کا انتظار کر رہے تھے۔ سالار بھی افطار سے چند منٹ پہلے ہی پہنچا تھا۔ سکندر اور طیبہ اس رات بھی کہیں مدعو تھے۔ کچھ دیر اُن کے پاس بیٹھ کر وہ انہیں خدا حافظ کہتے ہوئے چلے گئے۔ رات کو وہ بارہ بجے کے قریب واپس آئے، گیارہ بجے سالار اور اس کی فلائٹ تھی۔ طیبہ جانے سے پہلے امامہ کوکچھ تحائف دینے آئیں تو امامہ کو وہ تحائف یاد آگئے جو وہ کراچی سے ان دونوں کے لیے لے کر آتی تھی۔

امامہ کو حیرت ہوئی جب سالار، طیبہ سے ملنے کے بعد سونے کے لیے گیٹ گیا تھا۔

"تم مجھے دس بجے اٹھا دینا۔" اس نے امامہ کو ہدایت دی تھی۔

"گیارہ بجے فلائٹ ہے، دیر تک نہیں ہو جائے گی...؟" امامہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"نہیں، پہنچ جائیں گے۔" اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

وہ کچھ دیر بیٹھی اسے دیکھتی رہی پھر وہ دوبارہ اوپر کے فلور کے اسی کمرے میں آگئی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس کے گھر کے پورچ میں کوئی گاڑی بھی نہیں کھڑی تھی۔وہ ویک اینڈ تھا اور وہ یقیناً گھر پر نہیں تھے۔کہاں ہو سکتے تھے۔امامہ نے اندازہ لگانے کی کوشش کی۔نو سال کے بعد یہ اندازہ لگانا بہت مشکل تھا۔اسے امید یہ تھی کہ وہ وہاں بیٹھی انہیں واپس آتے دیکھ سکتی ہے، لیکن دس بجے تک کوئی گاڑی نہیں آئی۔وہ بوجھل دل اور نم آنکھوں کے ساتھ اٹھ کر نیچے آگئی۔سالار کو جگانے کی

ضرورت نہیں پڑی۔وہ جانے کے لیے سامان سمیٹ کھڑا تھا۔امامہ کا دل مزی دبو جھل ہوا، تو بالآخر ایک بار پھر سب کچھ چھوڑ کر جانے کا وقت آگیا تھا۔

باہر پورچ میں ڈرائیور ایک گارڈ کے ساتھ گاڑی میں انتظار کر رہا تھا۔سکندر عثمان نے گارڈ کو ایرپورٹ تک ساتھ جانے کی ہدایت کی تھی۔وہ ہر طرح کی احتیاطی تدابیر کر رہے تھے۔سالار نے سامان گاڑی میں رکھنے کے بعد چابی ڈرائیور سے لے لی۔امامہ نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔

"ہم لوگ بائی روڈ جا رہے ہیں، پاپا آئیں تو انہیں بتا دینا۔

ڈرائیور نے کچھ احتجاج کرنے کی کوشش کی۔شاید سکندر اسے ضرورت سے زیادہ ہدایات کر گئے تھے، لیکن سالار کی ایک جھاڑ نے اسے خاموش کر دیا۔

www.kitabnagri.com

"اور اب اتنی وفاداری دکھانے کی ضرورت نہیں ہے کہ میرے گھر سے نکلتے ہی پاپا کو فون کر دو۔"

وہ گاڑی میں بیٹھا ہوا اس سے کہہ رہا تھا۔اسے یقین تھا وہ اس کے گھر سے نکلتے ہی یہی کام کرے گا۔اس لیے گیٹ سے نکلتے ہی اس نے سکندر کے فون پر کال کی تھی۔وہ کچھ دیر کے لیے سکندر کا فون انگیج کرنا چاہتا تھا۔

"پاپا! ہم لوگ نکل رہے تھے تو سوچا آپ سے بات کر لوں۔" سالار نے سکندر سے کہا۔

"اچھا کیا۔"

"ذرا ممی سے بات کرا دیں۔" اس نے سکندر کے کچھ کہنے سے پہلے ہی سکندر سے کہا۔اسے خدشہ تھا کہ سکندر ڈرائیور کی ان کمنگ کال دیکھ کر چونکیں گے۔وہ اگر گاڑی میں ان سے بات کر رہا ہے تو ڈرائیور انہیں کیوں کال رہا تھا۔البتہ طیبہ اس سے بات کرتے ہوئے کسی ان کمنگ کال کو چیک نہیں کرتیں اور اگر کرتیں بھی تو ان کو شک نہیں ہوتا۔اگلے پندرہ منٹ وہ طیبہ کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ساتھ بیٹھی امامہ کچھ حیران تھی۔لیکن اس نے اسے نظر انداز کیا تھا۔وہ اتنی لمبی باتیں کرنے کا عادی نہیں تھا۔جتنا وہ اب یک دم باتونی ہو گیا تھا۔

ادھر یہی حیرانی طیبہ کو بھی ہو رہی تھی۔سکندر ڈنر ٹیبل پر چند دوسرے افراد کے ساتھ مصروف تھے۔پندرہ منٹ لمبی گفتگو کے بعد جب سالار کو یقین ہو گیا کہ ڈرائیور اب تک سکندر کو کئی کالز کرنے کے بعد تنگ آکر کر کالز کرنا چھوڑ چکا ہو گا یا کم از کم دوبارہ کرنے کی اگلی کوشش کچھ دیر بعد ہی کرے گا تو اس نے خدا حافظ کہتے ہوئے فون آف کر دیا۔طیبہ اور سکندر کی واپسی بارہ بجے سے پہلے متوقع نہیں تھی اور اب اگر ڈرائیور سے پانچ دس منٹ بعد بھی ان کی بات ہوتی تو وہ بہت فاصلہ طے کر چکے ہوتے۔

"بائی روڈ آنے کی کیا ضرورت تھی؟" اس کا فون بند ہوتے دیکھ کر امامہ نے اس سے پوچھا۔

"یونہی دل چاہ رہا تھا۔کچھ یادیں تازہ کرنا چاہتا ہوں۔" سالار نے سیل فون رکھتے ہوئے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کیسی یادیں؟" وہ حیران ہوئی۔

"تمہارے ساتھ پہلے سفر کی یادیں۔" وہ کچھ دیر اس سے نظریں نہیں ہٹا سکی۔

وہ اس شخص سے کہا کہتی کہ وہ اس سفر کو یاد نہیں کرنا چاہتی۔وہ اس کے لیے سفر نہیں تھا، خوف اور بے یقینی میں گزارے چند گھنٹے تھے جو اس نے گزارے تھے۔ مستقبل اس وقت ایک بھیانک بھوت بن کر اس کے سامنے کھڑا تھا اور اس راستے میں وہ بھوت مسلسل اسے ڈراتا رہاتھا۔

"میرے لیے خوش گوار نہیں تھا وہ سفر۔" اس نے تھکے سے لہجے میں سالار سے کہا۔

"میرے لیے بھی نہیں تھا۔" سالار نے بھی اسی انداز میں کہا۔

"کئی سال ہانٹ کرتا رہا مجھے، دیکھنے آیا ہوں کہ اب بھی ہانٹ کرتا ہے۔" وہ بات ختم کرتے ہوئے اسے دیکھ کر بہت مدھم انداز میں مسکرایا۔

امامہ خاموش رہی۔کئی سال پہلے کی وہ رات ایک بار پھر سے ایک اس کی آنکھوں کے سامنے آنے لگی تھی اور آنکھوں کے سامنے صرف رات ہی نہیں بلکہ جلال بھی آیا تھا۔اس رات کی تکلیف کا ایک سرا اس کی ذات کے ساتھ بندھا تھا۔دوسرا اس کی فیملی کے ساتھ۔اس نے دونوں کو کھویا تھا۔اگلی صبح کا سورج لاکھ ہمیشہ جیسا ہوتا، اس کی زندگی ویسی نہیں رہی تھی۔کبھی وہ سوچ سکتی تھی کہ وہ کبھی اس رات کو صرف تکلیف سمجھ کر سوچے گی، تقدیر سمجھ کر نہیں... اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔برابر میں بیٹھا شخص آج اس کے آنسوؤں سے بے خبر نہیں تھا، لیکن اس وقت بے خبر

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تھا۔اس نے کچھ کہے بغیر ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا، امامہ آنکھیں پونچھنے لگی تھی۔وہ سارا نقشہ جو اس نے اپنی زندگی کا کھینچا تھا، اس میں یہ شخص کہیں نہیں تھا۔زندگی نے کس کو کس کے ساتھ جوڑا... کس تعلق کو، کہاں سے توڑا تھا... پتا ہی نہیں چلا... سفر خاموشی سے ہو رہا تھا، لیکن طے ہو رہا تھا۔

"اب بہت احتیاط سے گاڑی چلا رہا ہو۔" امامہ کو کئی سال پہلے کی اس کی ریش ڈرائیونگ یاد تھی۔

"زندگی کی قدر ہو گئی ہے اب؟" اس نے سالار سے ہاتھ چھڑاتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری وجہ سے احتیاط کر رہا ہوں۔" وہ بول نہیں سکی۔خاموشی کا ایک اور وقفہ آیا۔

وہ شہر کی حدود سے باہر نکل آئے تھے اور سڑک پر دھند محسوس ہونے لگی تھی۔یہاں دھند گہری نہیں تھی، لیکن موجود تھی۔

"کبھی دوبارہ سفر کیا اکیلے اس روڈ پر..." امامہ نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"موٹر وے سے جاتا ہوں اب اگر گاڑی میں جانا ہو تو... بس ایک بار آیا تھا کچھ ماہ پہلے۔" وہ کہہ رہا تھا۔"جب پاپا نے مجھے تمہارے ہاتھ کا لکھا ہوا نوٹ دیا۔کیا رات تھی؟"

وہ جیسے تکلیف سے کراہا اور پھر ہنس پڑا۔

"امید تھی جس کو، اس رات میں میں مجسم فنا ہوتے دیکھا۔ سمجھ میں آیا مجھے کہ تب اس رات تم کس حالت سے گزری ہو گی۔اذیت سے بہت زیادہ... موت سے ذرا سی کم... لیکن تکلیف اس کو کوئی بھی نہیں کہہ سکتا۔"

ونڈا سکرین سے باہر دیکھتے ہوئے، وہ جو کچھ اس تک پہنچانا چاہ رہا تھا، پہنچ رہا تھا۔اس کانچ سے وہ بھی گزری تھی۔نم ہوتی آنکھوں کے ساتھ، گردن سیٹ کی پشت سے ٹکائے، وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں سارا راستہ بس یہی سوچتا رہا کہ میں اب کروں گا کیا۔کیا کروں گا میں زندگی میں سوچ رہا تھا۔اللہ نے مجھے ضرورت سے زیادہ زندگی دے دی ہے... تمہارے ساتھ برا کیا تھا... برا تو ہوتا ہی تھا میرے ساتھ... یاد ہے نا، میں نے تمہارے ساتھ سفر میں کیسی باتیں کی تھیں۔"

اس نے عجیب سے انداز میں ہنس کر ایک لمحہ کے لیے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ایک لمحہ کے لیے دونوں کی نظریں ملی تھی، پھر سالار نے نظریں چراتے ہوئے گردن سیدھی کر لی۔سفر پھر خاموشی سے طے ہونے لگا تھا۔وہ تعلق جو ان کے بیچ تھا، وہ جیسے خاموشی کو بھی گفت گو بنا رہا تھا۔لفظ اس وقت خاموشی سے زیادہ بامعنی نہیں ہو سکتے تھے۔

امامہ بھی گردن سیدھی کرکے سڑک کو دیکھنے لگی۔دھند اب گہری ہو رہی تھی۔جیسے وہ سڑک پر نہیں بلکہ اپنے ماضی کی دھند میں داخل ہو رہے تھے۔گہری، معدوم نہ ہونے اور ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دینے والی گہری دھند... کیا کیا اپنے اندر چھپائے ہوئے تھی، لیکن جو کچھ تھا، وہ ابو جھل ہو گیا تھا، فراموش نہیں ہوا تھا۔

سیل فون کی رنگ ٹون نے ان دنوں کو چونکا دیا۔سیل پر سکندر کا نمبر چمک رہا تھا۔سالار ہنس پڑا۔امامہ اس کی بے مقصد ہنسی کو نہیں سمجھی۔

"ہیلو!" سالار نے کال ریسیو کرتے ہوئے صرف اتنا ہی کہا تھا۔اسے حیرت تھی، سکندر عثمان کی کال اتنی دیر سے نہیں آنی چاہیے تھی۔شاید ڈرائیور نے ان کے گھر پہنچنے پر ہی انہیں سالار کے ایڈونچر کے بارے میں مطلع کیا تھا۔سالار نے آواز کچھ کم کر دی تھی۔جو کچھ سکندر اسے فون پر کہہ رہے تھے، وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ امامہ تک پہنچتا۔

"جی...جی۔"وہ اب تابع داری سے کہہ رہا تھا۔سکندر اس پر بری طرح برس رہے تھے اور کیوں نہ برستے وہ، انہیں بے وقوف بنانا جیسے سالار کے لیے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا اور یہ احساس سکندر کے غصے میں اضافہ کر رہا تھا۔انہوں نے کچھ دیر پہلے طیبہ کے پرس میں پڑے اپنے سیل پر ڈرائیور کی مسڈ کالز دیکھی تھیں اور اس سے بات کر کے وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے تھے۔بائی روڈ لاہور جانا، اس وقت ان کے لیے اس کی حماقت کا اعلا ترین مظاہرہ تھا لیکن اس نے جتنی اطمینان سے ان کی آنکھوں میں دھول جھونکی تھی، وہ ان کے لیے زیادہ اشتعال انگیز تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اب غصہ ختم کر دیں پاپا! ہم دونوں بالکل محفوظ ہیں اور آرام سے سفر کر رہے ہیں۔" اس نے بالآخر سکندر سے کہا۔

"تم ظفر کو دھمکیاں دے کر گئے تھے کہ وہ مجھے انفارم نہ کرے؟"

"دھمکی... میں نے ایک مؤدبانہ درخواست کی تھی اس سے کہ وہ آپ کو فی الحال انفارم نہ کرے... آپ ڈنر چھوڑ کر خوامخواہ پریشان ہوتے۔" وہ بڑی رسانیت سے ان سے کہہ رہا تھا۔

"میری دعا ہے سالار! کہ تمہاری اولاد بالکل تمہارے جیسی ہو اور تمہیں اتنا ہو خوار کرے، جتنا تم ہمیں کرتے ہو، پھر تمہیں ماں باپ کی پریشانی کا احساس ہو گا۔" وہ ہنس پڑا۔

"پاپا! اس طرح کی باتیں کریں گے تو میں اولاد ہی پیدا نہیں کروں گا۔"

امامہ نے اس کے جملے پر چونک کر اسے دیکھا۔

"پاپا دعا کر رہے ہیں کہ ہماری اولاد جلد پیدا ہو۔"

امامہ کو چونکتے دیکھ کر سالار نے فون پر بات کرتے ہوئے اسے بتایا۔وہ بے اختیار سرخ ہوئی لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ اس طرح کی دعا کا کون سا وقت اور طریقہ ہے۔دوسری طرف

سکندر فون پر اس کا جملہ سن کر کچھ بے بسی سے ہنس پڑے تھے۔ان کا غصہ کم ہونے لگا تھا۔کئی سالوں کے بعد انہیں سالار سے اس طرح بات کرنا پڑی تھی۔وہ اب اس سے پوچھ رہے تھے کہ وہ کہاں ہے۔سکندر کو اپنے حدود اربعہ کے بارے میں بتا کر سالار نے فون بند کر دیا۔

"پاپا ناراض ہو رہے تھے...؟" امامہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"خوش ہونے والی تو کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے جواباً کہا۔

"تم جھوٹ کیوں بولتے ہو؟" امامہ نے جیسے اسے شرم دلانے کی کوشش کی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کیوں کہ اگر میں سچ بولوں تو لوگ مجھے وہ نہیں کرنے دیتے، جو میں کرنا چاہتا ہوں۔" کمال کی منطق تھی اور بے حد سنجیدگی سے پیش کی گئی تھی۔

"چاہے تمہارے جھوٹ سے کسی کو دکھ پہنچے۔"

"میرے جھوٹ سے کسی کو دکھ نہیں پہنچاتا، بلکہ غصہ آتا ہے۔"

اسے سمجھانا بے کار تھا، وہ سالار تھا۔وہ اب اندازہ لگا سکتی تھی کہ سکندر نے اسے فون پر کیا کہا ہو گا۔

رات کے تقریباً پچھلے پہر وہ اس سروس اسٹیشن پر پہنچے تھے۔

"یہ جگہ یاد ہے تمہیں؟" سالا رنے گاڑی روکتے ہوئے اس سے پوچھا۔امامہ نے دھند زدہ اس جگہ کو دیکھا، جہاں کچھ لائٹس دھند اور اندھیرے کا مقابلہ کرنے میں مصروف تھیں۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"نہیں۔" اس نے سالار سے کہا۔

"یہ وہ جگہ ہے جہاں تم نے رک کر نماز پڑھی تھی۔" وہ دروازہ کھولتے ہوئے نیچے اُتر آیا۔

امامہ نے قدرے حیران نظروں سے اس جگہ کو دوبارہ دیکھنا شروع کیا۔اب وہ اسے کسی حد تک شناخت کر پا رہی تھی۔وہ بھی دروازہ کھول کر اتر آئی۔ایک کپکپی اس کے جسم میں دوڑی۔وہ آج بھی ایک سویٹر اور چادر میں ملبوس تھی۔

وہ کمرا بدل چکا تھا، جہاں انہوں نے بیٹھی کر کبھی چائے پی تھی۔

"چائے اور چکن برگر۔" سالا رنے کرسی پر بیٹھے ہوئے اس آدمی سے کاہ، جو جمائیاں لیتے ہوئے انہیں اندر لے کر آیا تھا اور اب آرڈر کے انتظار میں کھڑا تھا۔امامہ اس کے آرڈر پر اسے دیکھ کر مسکرائی۔

"اب کھا لو گے؟" وہ جانتا تھا، اس کا اشارہ کس طرف تھا۔وہ کچھ کہے بغیر مسکرا دیا۔

"لاسٹ ٹائم ہم وہاں بیٹھے تھے۔تم نے وہاں نماز پڑھی تھی۔"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ ہاتھ کے اشارے سے اس کمرے کی مختلف اطراف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔امامہ کو یاد نہیں تھا، کمرے میں جگہ جگہ ٹیبلز اور کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔

فجر کی اذان میں ابھی بہت وقت تھا اور فی الحال اس جگہ پر کام کرنے والے چند آدمیوں کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔

اب اس جگہ پر چائے اور برگر اتنے برے نہیں تھے جتنے اس وقت تھے۔پریزنٹیشن بھی بہت بہتر تھی، لیکن ان دونوں میں سے کوئی نہ ذائقے کو دیکھ رہا تھا نہ پریزنٹیشن کو۔دونوں اپنے اپنے ماضی کو زندہ کر رہے تھے۔یہ چند گھونٹ اور چند لقموں کی بات نہیں تھی، زندگی کی بات تھی جو نہ جانے ریل کی پٹڑیوں کی طرح کہاں کہاں سے گزر کر ایک اسٹیشن سے لے آئی تھی۔وہ اس مقام پر کھڑے تھے، جہاں ان پٹڑیوں کا کانٹا بدلا تھا۔دور قریب... ایک دوسرے میں مدغم ... اور اب ایک دوسرے کے ساتھ۔

اس راستے پر کچھ نئی یادیں بنی تھیں۔ان کی شادی کے بعد سڑک کے راستے ان کا پہلا سفر اور ان نئی یادوں نے پرانی یادوں کو دھندلانے کے عمل کا آغاز کر دیا تھا۔

ٹیبل پر بل کے پیسے رکھنے کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا۔امامہ نے بھی اس کی پیروی کی۔سالار نے چلتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لیا۔امامہ نے اس کا چہرہ دیکھا۔اس کے چہرے پر ایک نرم سی مسکراہٹ آئی تھی۔

"امامہ! وہ پسٹل کہاں ہے؟"

وہ عمارت سے باہر آتے ہوئے اس کے سوال پر چونکی۔اسے کیا یاد آیا تھا، وہ ہنس پڑی۔

"ابو کے پاس ہے۔" اس نے سالار سے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تم واقعی چلا سکتی تھیں؟" سالار نے پتا نہیں کیا یقین دہانی چاہی۔

"ہاں۔" امامہ نے سر ہلایا۔

"لیکن اس میں گولیاں نہیں تھیں۔" وہ اس کے اگلے جملے پر بے اختیار ٹھٹکا۔"میرے پاس بس پسٹل ہی تھا۔" وہ اطمینان سے کہہ رہی تھی۔

اس نے بے اختیار سانس لیا۔اس کی آنکھوں میں دھول اس نے جھونکی تھی یا اللہ نے، وہ اندازہ نہیں کر سکا۔اس پسٹل نے اسے جتنا شاک اور غصہ دلایا تھا اگر اسے اندازہ ہو جاتا کہ وہ بلٹس کے بغیر تھا تو سالار اس دن امامہ کو پولیس کے ہاتھوں ضرورارریسٹ کروا کر آتا۔وہ پسٹل ہاتھ میں لیے کیوں اتنی پر اعتماد نظر آئی تھی اسے... یہ اسے اب سمجھ میں آیا تھا۔

"تم ڈر گئے تھے۔" امامہ ہنس رہی تھی۔

"نہیں... ڈرا تو نہیں تھا، مگر شاکڈ رہ گیا تھا۔تم سارا راستہ روتی رہی تھیں۔ میں توقع بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تم مجھ پر پسٹل نکال لو گی۔تمہارے آنسوؤں نے دھوکا دیا مجھے۔"

وہ اب کچھ خفگی سے کہہ رہا تھا۔امامہ کھکھلا کر ہنسی۔

وہ دونوں اب گاڑی میں بیٹھ رہے تھے۔بیٹھنے کے بعد بھی جب وہ گاڑی اسٹارٹ کرنے کے بجائے، ونڈ سکرین سے باہر دیکھتا رہا تو امامہ نے اس سے کہا۔

"گاڑی کیوں نہیں اسٹارٹ کر رہے؟"

"مجھے کیوں یہ خیال نہیں آیا کہ تمہار اپسٹل خالی بھی ہو سکتا ہے... کیوں خیال نہیں آیا...؟" وہ جیسے بڑبڑھایا ہوا ایک بار پھر کراہا۔

"اب رونا مت۔" امامہ نے اسے چھیڑا۔ "ویسے کیا کرتے تم اگر تمہیں یہ پتا چل جاتا؟"

"میں سیدھا جا کر پولیس کے حوالے کرتا تمہیں۔" اس نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"تمہیں شرم نہ آتی؟" امامہ بگڑی۔

"تمہیں آئی تھی، جب تم نے مجھ پر پسٹل نکال لیا تھا، میں محسن تھا تمہارا۔" سالار نے بھی اسی انداز میں کہا۔

"محسن تھے... تم مجھے دھمکا رہے تھے۔"

"جو بھی تھا، کم از کم میں یہ ڈیزرو نہیں کرتا تھا کہ تم گن پوائنٹ پر رکھ لیتی مجھے۔"

لیکن میں نے تمہیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا۔" امامہ نے مدافعانہ لہجے میں کہا۔

"تو میں نے کون سا نقصان پہنچایا تھا؟" گاری اب دوبارہ مین روڈ پر تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

لاہور کی حدود میں داخل ہونے تک امامہ اس سے ایک بار پھر خفا ہو چکی تھی۔

☆☆☆☆

وہ اگلے دو تین دن تک اسلام آباد کے ٹرانس میں ہی رہی… وہ وہاں جانے سے جتنی خوف زدہ تھی اب وہ خوف یک دم کچھ ختم ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اور اس کا حتمی نتیجہ یہ نکلا تھا کہ وہ اب اسلام آباد کے اگلے دورے کی منتظر تھی۔اس گیسٹ روم کی کھڑکی میں کھڑے سار دن کس کو، کس وقت دیکھا تھا، وہ اگلے دو تین دن سالار کو بھی بتاتی رہی اور تیرے دن اس کی تان ایک جملے پر آکر ٹوٹی تھی۔

"سالار! ہم اسلام آباد میں نہیں رہ سکتے؟"

سالار بیڈ پر بیٹھا لیپ ٹاپ گود میں رکھے کچھ ای میلز کرنے میں مصروف تھا، جب امامہ نے اس سے پوچھا۔وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے اس سے صرف اسلام آباد کی ہی باتیں کر رہی تھی اور سالار بے حد تحمل سے اس کی باتیں سن رہا تھا اور اس کا جواب بھی دے رہا تھا۔

"نہیں۔" اپنے کام میں مصروف سالار نے کہا۔

"کیوں؟"

"کیوں کہ میری جاب یہاں ہے۔"

"تم جاب بدل لو۔"

"نہیں بدل سکتا۔" وہ چند لمحے خاموش رہی پھر اس نے کہا۔



"میں اسلام آباد میں نہیں رہ سکتی؟"

اس بار سالار نے بالآخر اسکرین سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"اس بات کا کیا مطلب ہے؟" اس نے بے حد سنجیدگی سے اس سے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے کہ میں وہاں رہ لوں گی تم ویک اینڈ پر آجایا کرنا۔"

ایک لمحہ کے لیے سالار کو لگا کہ وہ مذاق کر رہی ہے لیکن وہ مذاق نہیں تھا۔

"میں ہر ویک اینڈ پر اسلام آباد نہیں جا سکتا۔" اس نے بے حد تحمل سے اسے بتایا۔وہ کچھ دیر خاموش رہی۔سالار دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"تو تم مہینے میں ایک دفعہ آجایا کرو۔"

وہ اس کے جملے سے زیادہ اس کے اطمینان پر ٹھٹکا تھا۔

"بعض دفعہ میں مہینے میں ایک بار بھی نہیں آسکتا۔" اس نے کہا۔

"تو کوئی بات نہیں۔"

"یعنی تمہیں فرق نہیں پڑتا؟" وہ ای میلز کرنا بھول گیا تھا۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا۔" امامہ نے بے ساختہ کہا۔اسے اندزہ بھی نہیں تھا کہ وہ اس کے احساسات کو اتنی صفائی سے زبان دے گا۔

"پاپا اور ممی اکیلے ہوتے ہیں وہاں، اس ..." سالا ر نے اس کی بات کاٹی۔

"وہ وہاں اکیلے نہیں ہوتے۔عمار اور یسریٰ ہوتے ہیں ان کے پاس، وہ دونوں آج کل پاکستان سے باہر ہیں۔دوسری بات یہ کہ پاپا اور ممی بڑی سوشل لائف گزار رہے ہیں۔ان کو تمہاری سروسز کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی مجھے ہے۔" سالار نے بے حد سنجیدگی سے اس سے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ کچھ دیر خاموش اس کی گود میں پڑے لیپ ٹاپ کی اسکرین کو گھورتی رہی، پھر بڑبڑائی۔

"میں اسلام آباد میں خوش رہوں گی۔"

"یعنی میرے ساتھ خوش نہیں ہو؟" وہ جزبز ہوا۔

"وہاں زیادہ خوش رہوں گی۔" وہ اب بالآخر صاف صاف اپنی ترجیحات بتا رہی تھی۔

"پاپا ٹھیک کہتے تھے مجھے تمہیں اسلام آباد نہیں لے کر جانا چاہیے تھا۔ماں باپ کی بات سننی چاہیے۔" وہ بے اختیار پچھتایا۔"دیکھو! اگر میں تمہیں اسلام آباد بھیج دیتا ہوں تو کتنی دیر رہ سکتی ہو تم وہاں، ہمیں اگلے سال پاکستان سے چلے جانا ہے۔" وہ اسے پیار سے سمجھانے کی ایک اور کوشش کر رہا تھا۔

"تو کوئی بات نہیں، تم پاکستان تو آیا کرو گے نا۔"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار کا دل خون ہوا۔زندگی میں آج تک کسی نے اس کی ذات میں اتنی عدم دل چسپی نہیں دکھائی تھی۔

میں امریکا میں رہوں اور میری بیوی یہاں ہو، اتنا ابنارمل لائف اسٹائل نہیں رکھ سکتا میں۔"

اس نے اس بار دو ٹوک انداز میں کہا۔وہ کچھ دیر چپ رہی پھر چند لمحوں کے بعد سالار نے اس کے کندھے پر بے حد محبت اور ہمدردی سے اپنا ہاتھ رکھا۔

"سالار! تم دوسری شادی کر لو اور دوسری بیوی کو ساتھ لے جانا۔"

اس بار جیسے اس کے حواس غائب ہوئے۔اگر یہ مذاق تھا۔تو بے ہود تھا اور اگر واقعی تجویز تھی تو بے حد سنگدلانہ تھی۔وہ کئی لمحے بے یقینی سے اس کا چہرہ دیکھتا ہے۔وہ شادی کے تیرے ہفتے اسے دوسری شادی کا مشورہ دے رہی تھی تاکہ وہ اپنے ماں باپ کے قریب رہ سکے۔

"سنو! میں تمہیں سمجھاتی ہوں۔" امامہ نے اس کے تاثرات سے کچھ نروس ہوتے ہوئے اس سے کچھ کہنے کی کوشش کی۔سالار نے بڑی بے رخی سے اپنے نیچے سے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

"خبردار! آئندہ میرے سامنے تم نے اسلام آباد کا نام بھی لیا اور اپنے احمقانہ مشورے اپنے پاس رکھو۔اب میرا دماغ چاٹنا بند کرو اور سو جاؤ۔" وہ بری طرح بگڑا تھا۔

اپنا لیپ ٹاپ اٹھا کر وہ بے حد خفگی کے عالم میں بیڈ روم سے نکل گیا تھا۔امامہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس میں اتنا ناراض ہونے والی کیا بات ہے۔اس وقت اسے واقعی اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ اپنے ماں باپ کی محبت میں وہ کتنے احمقانہ انداز میں سوچنے لگی تھی۔

لائٹس آف کر کے اس نے کچھ دیر کے لیے سونے کی کوشش کی لیکن اسے نیند نہیں آئی۔اسے بار بار اب سالار کا خیال آرہا تھا۔چند لمحے لیٹے رہنے کے بعد وہ یک دم اٹھ کر کمرے سے نکل آئی۔وہ لاؤنج کا ہیٹر آن کیے، قریب پڑے صوفے پر بیٹھا کام کر رہا تھا۔دروازہ کھلنے کی آواز پر ٹھٹکا تھا۔

"اب کیا ہے؟" امامہ کو دیکھتے ہی اس نے بے حد خفگی سے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کچھ نہیں، میں تمہیں دیکھنے آئی تھی۔" وہ اس کے سختی سے پوچھنے پر کچھ جزبز ہوئی۔

"کافی بنا دوں تمہیں؟" وہ مصالحانہ انداز میں بولی۔

"مجھے ضرورت ہو گی تو میں خود بنا لوں گا۔" وہ اسی انداز میں بولا۔

وہ اس کے قریب صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔کچھ کہے بغیر اس نے سالر کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کے کندھر پر سر ٹکا دیا۔یہ ندامت کا اظہار تھا۔سالار نے کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے وہ لیپ ٹاپ پر اپنا کام کرتا رہا لیکن یہ بڑا مشکل تھا۔وہ اس کے کندھے پر سر ٹکائے اس کے اتنے قریب بیٹھی ہو اور وہ اسے نظر انداز کر دے... کر دیتا اگر صرف اس کی بیوی ہوتی... یہ "امامہ " تھی۔لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پر چلتی اس کی انگلیاں تھمنے لگیں، پھر ایک گہرا سانس لے کر وہ بڑبڑایا۔

"اب اس طرح بیٹھو گی تو میں کام کیسے کروں گا؟"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تم مجھے جانے کا کہہ رہے ہو؟"امامہ نے برا مانا۔

"میں تمہیں جانے کا کہہ سکتا ہوں؟" اس نے اس کا سر چوما۔"بہت احمقانہ بات کہی تھی تم نے مجھے۔"

ایسے ہی کہا تھا، مجھے کیا پتا تھا تم اتنی بد تمیزی کرو گے میرے ساتھ؟" وہ ہکا بکا رہا گیا۔

"بد تمیزی... کیا بد تمیزی کی ہے میں نے...؟ تمہیں ایکسکیوز کرنا چاہیے جو کچھ تم نے مجھ سے کہا۔"

وہ سمجھا، وہ ندامت کا اظہار کرنے آئی ہے، لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹا تھا۔امامہ نے بے حد خفگی سے اس کا کندھے سے اپنا سر اوپر اٹھاتے ہوئے اس سے کہا۔

"اب میں ایکسکیوز کیا کروں تم سے...؟

"سالار نے اس کی اٹھی ہوئی ٹھوڑی دیکھی۔کیا مان تھا...؟ کیا غرور تھا...؟ جیسے وہ اس سے یہ تو کروا ہی نہیں سکتا۔

"ایکسکیوز کروں تم سے؟" خفا سی آنکھوں اور اٹھی ٹھوڑی کے ساتھ وہ پھر پوچھ رہی تھی۔

سالار نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے جھک کر اس کی ٹھوڑی کو چوما، یہ مان اسے ہی رکھنا تھا۔وہ اس کا سر جھکا دیکھنے کا خواہش مند نہیں تھا۔

"نہیں، تم سے ایکسکیوز کروا کر کیا کروں گا میں۔"

وہ بے حد نرمی سے اس کی ٹھوڑی کو دوبارہ چومتے ہوئے بولا۔

امامہ کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آئی۔کیا غرور تھا جو اس کی آنکھوں میں جھلکا تھا۔ہاں، وہ کیسے اس سے یہ کہہ سکتا تھا۔اس سے الگ ہوتے ہوئے اس نے سالار سے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اچھا، اب تم ایکسکیوز کرو مجھ سے ، کیوں‌کہ تم نے بد تمیزی کی ہے۔"

وہ اب اطمینان سے مطالبہ کر رہی تھی، وہ مسکرا دیا۔وہ معترف سے اعتراف چاہتی تھی۔

"آئی ایم سوری۔" سالار نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں، اب آئندہ تم یہ نہ کہنا کہ میں اسلام آباد کی بات نہ کروں۔" وہ بے حد فیاضانہ انداز میں اس کی معذرت قبول کرتے ہوئے بولی۔

سالار کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیلی تو سارا مسئلہ اسلام آباد کا تھا۔اسے شاید یہ خدشہ ہو گیا تھا کہ وہ دوبارہ اسے وہاں نہیں لے کر جائے گا اور وہ اسی خدشے کے تحت اس کے پاس آئی تھی۔کیا اندازِ دلبری تھا، وہاں اس کے لیے کچھ نہیں تھا۔جو بھی تھا، کسی کے طفیل تھا۔وہ ہنس پڑا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کیا ہوا؟" اس نے الجھ کر سالار کو دیکھا۔

"کچھ نہیں۔" سالار نے ذرا سا آگے جھکتے ہوئے بڑی نرمی اور محبت سے اسے اس طرح گلے لگا کر اس کا سر اور ماتھا چوما، جس طرح وہ روز آفس سے آنے کے بعد دروازے پر اسے دیکھ کر کرتا تھا۔

"گڈ نائٹ۔" وہ اب اسے خدا حافظ کہہ رہا تھا۔

"گڈ نائٹ۔" وہ اپنی شال لپیٹتے ہوئے صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

بیڈ روم کا دروازہ کھولتے ہوئے اس نے گردن موڑ کر سالار کو دیکھا، وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔وہ الوداعیہ انداز میں مسکرادی، وہ بھی جواباً مسکرایا تھا۔امامہ نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔وہ بہت دیر تک اس بند دروازے کو دیکھتا رہا۔

یہ عورت جس مرد کی زندگی میں بھی ہوتی، وہ خوش قسمت ہوتا لیکن وہ خوش قسمت نہیں تھا۔
"خوش قسمتی" کی ضرورت کہاں رہ گئی تھی اسے!

☆☆☆☆

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"حبیب صاحب کی بیوی نے کئی چکر لگائے میرے گھر کے ... ہر بار کچھ نہ کچھ لے کر آتی تھیں آمنہ کے لیے۔

کہتی تھیں ہمیں جہیز نہیں چاہیے، بس آمنہ کا رشتہ دے دیں۔ کہتی کیا تھیں بلکہ منتیں کرتی تھیں... امامہ کے دفتر اپنے بیٹے کو بھی لے گئیں ایک دن ... بیٹا بھی خود آیا ماں کے ساتھ ہمارے گھر ... بچپن سے پلا بڑھا تھا میری نظروں کے سامنے"...

وہ صحن میں چار پائی پر بیٹھا سر جھکائے، سرخ اینٹوں کے فرش پر نظریں جمائے سعیدہ اماں کی گفت گو پچھلے آدھے گھنٹے سے اسی خاموشی کے ساتھ سن رہا تھا۔اس کی خاموشی سعیدہ اماں کو بری طرح تپا رہی تھی۔کم بخت نہ ہوں نہ ہاں، کچھ بولتا ہی نہیں۔مجال ہے ایک بار ہی کہہ دے کہ آپ نے اپنی بچی کی شادی میرے ساتھ کر کے میری بڑی عزت افزائی کی یا یہی کہہ دے کہ بہت گنوں والی ہے آپ کی بچی۔وہ باتوں کے دوران مسلسل کھول رہی تھیں۔

اتوار کا دن تھا اور وہ امامہ کے ساتھ صبح باقی کا سامان ٹھکانے لگانے آیا تھا۔وہ الیکٹرونکس اور دوسرے سامان کو کچھ چیریٹی اداروں میں بھجوانے کا انتظام کر کے آیا تھا۔امامہ نے اس پر اعتراض

نہیں کیا تھا لیکن سعیدہ اماں کو ان دونوں نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ سامان ان کے گھر نہیں، کہیں اور بھجوایا جا رہا ہے۔

سہ پہر ہو رہی تھی اور وہ ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر وہیں دھوپ میں صحن میں بچھی ایک چار پائی پر بیٹھ گیا تھا۔امامہ اندر کچن میں افطاری اور کھانے کی تیاری کر رہی تھی۔انہیں آج افطاری وہی کرنی تھی۔

دھوپ کی وجہ سے سالار نے اپنا سویٹر اتار کر چارپائی کے ایک کونے پہ رکھ دیا تھا۔جینز کی جیب میں رکھا ایک رومال نکال کر اس نے چہرے پر آئی ہلکی سی نمی کو پونچھا۔یہ امامہ کے رشتے کی چوتھی داستان تھی، جو ہو سن رہا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

بیسن کو برتن میں گھولتے ہوئے امامہ نے صحن میں کھلنے والی کچن کی کھڑکی سے سالار کو دیکھا، اسے اس پر ترس ایا۔وہ کچن میں سعیدہ اماں کی ساری گفت گو سن سکتی تھی اور وہ گفت گو کس حد تک "قابل اعتراض" ہو رہی تھی، وہ اس کا اندازہ کر رہی تھی۔تین دفعہ اس نے مختلف بہانوں سے سعیدہ اماں کو آکر ٹالنے کی کوشش کی، گفت گو کو موضوع بدلا لیکن جیسے ہی وہ کچن میں آتی، باہر صحن میں پھر وہی گفت گو شروع ہو جاتی۔

اونچا لمبا جوان۔قد تم سے کچھ آدھ فٹ زیادہ ہی ہو گا۔"

حبیب صاحب کے بیٹے کا حلیہ بیان کرتے ہوئے سعیدہ اماں مبالغے کے آخری حدوں کو چھو رہی تھیں۔ سالار کا اپنا قد چھ فٹ دو انچ کے برابر تھا اور آدھ فٹ ہونے کا مطلب تقریباً پونے سات فٹ تھا، جو کم از کم لاہور میں پایا جانا ناممکن نہیں، تو مشکل ضرور تھا۔

"اماں! زیرہ نہیں مل رہا مجھے۔" امامہ نے کھڑکی سے جھانکتے ہوئے سعیدہ اماں کو کہا۔

اس کے علاوہ اب اور کوئی بھی چارہ نہیں تھا کہ وہ انہیں اندر بلا لیتی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"ارے بیٹا ! ادھر ہی ہے جدھر ہمیشہ ہوتا ہے۔زیرے نے کہاں جانا ہے۔" سعیدہ اماں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

امامہ نے زیرے کی ڈبیا کو سبزی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ تھوڑی دیر اس نے سعیدہ اماں کو زیرے کی تلاش میں مصرور رکھنا تھا، پھر بعد میں کچھ اور کام سونپ دیتی انہیں، وہ پلان کر رہی تھی۔

"مولوی صاحب سے دم والا پانی لا کر دو گی تمہیں... وہی پلانا... اس سے دل موم ہو گا اس کا۔"

سعیدہ اماں نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے جو کچھ کہا، وہ نہ صرف امامہ نے، بلکہ باہر صحن میں بیٹھے سالار نے بھی سنا تھا۔

"کیوں... کیا ہوا...؟" امامہ نے چونک کر پوچھا۔وہ آلو کاٹ کر بین میں ڈال رہی تھی۔

"کیسا پتھر دل ہے اس کا ... مجال ہے کسی بھی بات میں ہاں میں ہاں ملائے۔" وہ دل گرفتہ ہو رہی تھیں۔

"اماں! اب آپ اس طرح کی باتیں کریں گی تو وہ کیسے ہاں میں ہاں ملائے گا۔آپ نہ کیا کریں اس طرح کی باتیں، اسے برا لگتا ہو گا۔" امامہ نے دبی آواز میں سعیدہ اماں کو منع کیا۔

"کیوں نہ کروں، اسے بھی تو پتا چلے کوئی فالتو چیز نہیں تھی ہماری بچی... لاکھوں میں ایک، جسے ہم نے بیاہا ہے اس کے ساتھ ... یہ زیرہ کہاں گیا...؟" سعیدہ اماں بات کرتے ہوئے ساتھ زیرے کی ڈبیا کی گمشدگی پر پریشان ہونے جلگیں۔

"میں نے آپ سے کہا ہے نا! اب وہ ٹھیک ہے میرے ساتھ۔" امامہ نے اماں کو سمجھایا۔

"تو بڑی صابر ہے بیٹا... میں جانتی نہیں ہوں کیا... بات تو کرتا نہیں میرے سامنے تجھ سے... بعد میں کیا کرتا ہو گا۔" سعیدہ اماں قائل نہیں ہوئی تھیں۔

صحن میں چار پائی پر بیٹھے سالار نے جوتے اتار دیے۔سویٹر کو سر کے نیچے رکھتے ہوئے وہ چارپائی پر چت لیٹ گیا۔اندر سے امامہ اور سعیدہ اماں کی باتوں کی آواز اب بھی آرہی تھی لیکن سالار نے ان آوازوں سے توجہ ہٹا لی۔وہ سرخ اینٹوں کی دیوار پر چڑھی سبز پتوں والی بیلیں دیکھ رہا تھا۔ دھوپ اب کچھ ڈھلنے لگی تھی مگر اس میں اب بھی تمازت تھی۔برابر کے کسی گھر کی چھت سے چند کبوتر اُڑ کر صحن کے اوپر سے گزرے۔ان میں سے ایک کبوتر کچھ دیر کے لیے صحن کی دیوار پر بیٹھ گیا۔ایک طویل عرصے کے بعد اس نے دھوپ میں ایسا سکون پایا تھا۔دھوپ میں سکون نہیں تھا، زندگی میں سکون تھا۔اس نے آنکھیں بند کیں۔پھر چند لمحوں کے بعد چونک کر آنکھیں

کھولیں۔وہ بڑے غیر محسوس انداز میں اس کے سر کے نیچے ایک تکیہ رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔اسے آنکھیں کھولتے دکھ کر اس نے کچھ معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

"گردن تھک جاتی اس طرح تمہاری۔" اس نے سالار کا سویٹر نکالتے ہوئے کہا۔

سالار نے کچھ کہے بغیر تکیہ سر کے نیچے لے لیا۔وہ اس کا سویٹر تہہ کرتے ہوئے۔اپنے بازو پر ڈالتے اندر چلی گئی۔ایسی ناز برداری کا کہاں سوچا تھا اس نے... اور وہہ دیسی ناز برداری چاہتا تھا کہاں تھا اس سے ... ساتھ کی خواہش تھی وہ مل گیا تھا... کچھ اور ملتا نہ ملتا۔اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

"سو گیا ہے کیا؟" سعیدہ اماں نے کھڑکی سے اسے دیکھتے ہوئے اندر آتی امامہ سے پوچھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"جی، سو رہا ہے۔"

"اچھا، میں نے تو سوچا تھا ابھی اور تھوڑا سا سمجھاؤں گی اسے، یہ سو کیوں گیا؟"

سعیدہ اماں کو مایوسی اور تشویش ایک ساتھ ہوئی تھی۔

"تھک گیا ہے اماں... آپ نے دیکھا تو ہے کتنا کام کیا ہے اس نے ... مزدوروں کے ساتھ مل کر سامان اٹھوایا، کل بھی گھر میں کام کرواتا رہا ہے۔آج کل بینک میں بھی بہت مصروف رہتا ہے۔" امامہ مدھم آواز میں اماں کو بتاتی گئی۔

اس نے کچن کی کھڑکی بند کر دی تھی۔سالار کی نیند کتنی کچی تھی، اسے اندازہ تھا۔

"ہاں! لیکن... " امامہ نے بے اختیار سعیدہ اماں کو آہستہ سے ٹوکا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اماں! آہستہ بات کریں، وہ اٹھ جائے گا پھر۔"

"دیکھ، تجھے کتنا خیال ہے اس کا... اور ایک وہ ہے... " سعیدہ اماں رنجیدہ ہوئیں۔

امامہ اب بری طرح پچھتا رہی تھی۔سالار کے بارے میں وہ سعیدہ اماں سے اس طرح کی غیبت نہ کرتی تو سعیدہ اماں اسے "قابل اعتبار" سمجھتیں۔اب مسئلہ یہ ہو رہا تھا کہ سعیدہ اماں کو اس کی لاکھ یقین دہانیوں کے باوجود بیٹھے بٹھائے سالار کی پہلی بیوی کے حولے سے بتا نہیں کیا کیا خدشات ستاتے رہتے ، انہیں جیسے یقین تھا کہ امامہ ان سے ضرور کچھ چھپانے لگی ہے۔وہ سالار کے ساتھ اتنی خوش نہیں تھی، جتنا وہ ظاہر کرتی تھی، اور اس تاثر کی بنیادی وجہ سالار کی وہ مکمل خاموشی تھی، جو وہ سعیدہ اماں کی امامہ کے سلسلے میں کی جانے والی باتوں پر اختیار کرتا تھا۔سالار کی خاموشی کی وجہ اس گفت گو کی نوعیت تھی، جو سعیدہ اماں اس سے کرتی تھیں۔

ایک چیز جو امامہ نے اس ساری صورتِ حال میں سیکھی تھی، وہ یہ تھی کہ اسے اپنے شوہر کے بارے میں، کچھ کسی دوسرے سے کوئی شکایت نہیں کرنی۔اس کی زبان سے نکلے ہوئے کچھ لفظ اب اسی پر بہت بھاری پڑ رہے تھے۔

www.kitabnagri.com

السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ آپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،ارٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو

ابھی ای میل کریں۔

Posted On Kitab Nagri
samiyach02@gmail.com
آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔
Fb/Page/Social Media Writers .Official
Fb/Pg/Kitab Nagri
samiyach02@gmail.com

"بس افطار اور کھانے کے لیے یہی کچھ ... میں نے ک

وہ اس ہفتے پھر اسے اپنے ساتھ کراچی لے کر گیا۔لیکن اس بار رات کی فلائٹ سے واپس آ گئے تھے وہ۔پہلے کی طرح اس بار بھی وہ اسی ہوٹل میں رہے۔سالار آفس میں مصروف رہا جبکہ وہ انیتا کے ساتھ گھومتی پھرتی رہی۔سالار سے اسکی دوبارہ ملاقات اسی طرح رات فلائٹ سے پہلے ہوئی تھی۔وہ کچھ چپ تھی۔سالار نے محسوس کیا لیکن اس کے ساتھ اس فلائٹ میں اسکے بنک کے کچھ غیر ملکی عہدیداران بھی سفر کر رہے تھے۔امامہ سے اسکو بات کرنے کا موقع ایرپورٹ سے واپسی پر ملا۔کارپارکنگ میں کھڑی اپنی گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے امامہ سے پہلا سوال یہی کیا۔

تم اتنی خاموش کیوں ہو؟

کس سے باتیں کروں؟ تم تو مصروف تھے۔امامہ نے جواباً کہا۔۔

چلو اب بات کرو۔سالار نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

کیسا رہا آج کا دن؟

بس ٹھیک تھا۔

کہا گئی تھی آج تم؟

اس نے سالار کو ان تین جگھوں کے نام بتائے جہاں وہ انیتا کے ساتھ گئی تھی۔مگر سالار کو اسکی باتوں میں پچھلی دفعہ کی طرح جوش نظر نہیں آیا۔

تمہاری پے کتنی ہے سالار؟ وہ چند لمحوں کے لیئے ٹھٹکا۔

وہ بیحد سنجیدہ تھی۔وہ بے اختیار ہنس دیا۔

نو کمنٹس۔

میں سیریس ہوں۔

میں بھی سیریس ہوں۔میں شوہر ہوں تمہارا لیکن بے وقوف نہیں۔

جس اپارٹمنٹ میں ھم رہ رہے ہیں وہ تمہارا ذاتی ہے؟

اگلے سوال نے سالار کو اور زیادہ حیران کیا۔

نہیں یہ رینٹڈ ہے۔لیکن تم یہ سب کیوں پوچھ رہی ہو۔

اپنے جواب پر اسے امامہ کے چہرے پر مایوسی اتنی صاف نظر آئی کہ اب وہ بھی سنجیدہ ہوگیا۔

ایسے ہی پوچھ رہی تھی۔میں سمجھی تمہارا اپنا ہوگا۔

میں سوچ رہی تھی کہ تم نے مجھے جو پیسے دیئے ہیں اس سے ھم کوئی پلاٹ خرید لیں۔

امامہ۔۔۔۔۔کیا پرابلم ہے؟ سالار نے اس بار اسکے کندھوں کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے کہا۔

کوئی پرابلم نہیں۔اپنا گھر تو بنانا چاہیئے نا ھم کو۔وہ اب بھی سنجیدہ تھی۔

تم انیتا کا گھر دیکھ کر آئی ہو؟ ایک جھماکے کی طرح سالار کو خیال آیا تھا۔

ہاں۔۔۔۔امامہ نے سر ہلایا۔سالار نے گہرا سانس لیا۔اسکا اندازہ ٹھیک نکلا۔

بہت اچھا گھر ہے نا اسکا؟ وہ اب سالار سے کہہ رہی تھی۔

ہاں بہت اچھا ہے۔سالار نے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔

تم نے سوئمنگ پول کی بوٹ دیکھی ہے؟

نہیں میں نے کافی مہینوں پہلے انکا گھر دیکھا تھا تب وہ انٹیریر نہیں ہوا تھا۔

ویسے سوئمنگ پول میں بوٹ کا کیا کام؟

اصلی والی نہیں ہے۔چھوٹی سی ہے۔لکڑی کی لگتی ہے لیکن کسی اور میٹیریل سے بنی ہے۔اس پر ایک چھوٹی سی ونڈمل ہے اور وہ ہوا سے اس سارے سوئمنگ پول میں حرکت کرتی رہتی ہے۔وہ مسکراتے ہوئے اسکا چہرہ دیکھتا رہا۔وہ اسے کشتی کی ایک ایک چیز بتا رہی تھی۔

انیتا نے بڑا ظلم کیا ہے مجھ پر۔اس کے خاموش ہونے پر سالار نے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

کیوں؟ وہ چونکی۔

میری شادی کے تیسرے ہفتے میری بیوی کو اپنا گھر دکھا دیا۔

کہیں زمین خرید لیتے ہیں سالار۔امامہ نے اسکی بات نظرانداز کی۔

امامہ! میرے پاس دو پلاٹ ہیں۔پاپا نے دیئے ہیں۔اسلام آباد میں تو گھر بنانا اتنا بڑا مسلہ نہیں ہے۔ سالار نے اسے تسلی دی۔

کتنے بڑے پلاٹ ہیں؟ وہ ایک دم پرجوش ہوئی۔

دس دس مرلے کے ہیں۔

بس؟ کم ازکم ایک دو کنال تو ہونا چاہیئے۔وہ ایک دم مایوس ہوئی۔

ہاں دس مرلے کم ہیں۔دو کنال تو ہونا چاہیئے۔سالار نے تائید کی۔

نہیں۔دو نہ ہو۔ایک بھی کافی ہے۔اس میں ایک سبزیوں کا فارم بنائیں گے۔جانور بھی رکھیں گے۔ایک سمرہاؤس بنائیں گے۔اور ایک فش فارم بھی بنا لیں گے۔

سالار کو لگا امامہ کو جگہ اندازہ کرنے میں غلطی ہوئی تھی۔

ایک کنال میں یہ سب کچھ نہیں بن سکتا امامہ۔اس نے مدھم آواز میں کہا۔وہ چونکی۔

لیکن میں تو ایکڑ کی بات کر رہی تھی۔

وہ چند لمحے بھونچکا سا رہ گیا۔

اسلام آباد میں تمہیں ایکڑز میں زمین کہاں سے ملے گی۔چند لمحوں بعد اس نے سنبھل کر کہا۔

اسلام آباد سے باہر تو مل سکتی ہے نا؟ امامہ سنجیدہ تھی۔

تم پھر گھر نہ کہو۔یہ کہو کہ فارم ہاؤس بنانا چاہتی ہو تم۔

نہیں۔۔فارم ہاؤس نہیں۔ایک بڑی سی کھلی سی جگہ پر ایک چھوٹا سا گھر۔جیسے کوئی وادی۔۔۔اسطرح کی وادی میں گھر۔۔

پاپا کا بھی ایک فارم ہاؤس ہے۔کبھی کبھار جاتے ہیں ھم لوگ۔۔۔۔تمہیں بھی لے جاؤں گا وہاں۔سالار نے اسے پھر ٹالا۔

میں فارم ہاؤس کی بات نہیں کر رہی اصلی والے گھر کی بات کر رہی ہوں۔۔امامہ اب بھی اپنی بات پہ اڑی ہوئی تھی۔

جسطرح کا میرا پروفیشن ہے امامہ اس میں فارم ہاؤسز یا شہر سے باہر رہائش رکھنا میں افورڈ نہیں کرسکتا۔کم از کم جب تک میں کام کر رہا۔

اور بڑے شہروں میں بہت مشکل ہے ایکڑز میں گھر بنانا۔یہ تمہارے ان رومینٹک ناولز میں ہوسکتا ہے لیکن رئیل لائف میں نہیں۔جو چیز ممکن ہے اور پریکٹیکل ہے وہ یہ ہے کہ چند سالوں بعد کوئی لگژری فلیٹ لیا جائے۔یا دو چار کنال کا کوئی گھر بنالیا جائے اس سے زیادہ افورڈیبل نہیں۔ہاں یہ

ضرور کرسکتا ہوں کہ پانچ دس سال بعد اسلام آباد یا لاہور سے باہر کوئی فارم ہاؤس بنا لیا جائے۔ لیکن میں جانتا ہوں بیس یا تیس سال میں ھم دس یا بیس بار سے زیادہ وہاں جا نہیں پائیں گے وہ بھی چند دنوں کے لیئے۔وہ ھمارے لیئے ایک سفید ہاتھی ثابت ہوگا۔جس پر ہر ماہ ھمارے اخراجات ہونگے۔

سالار کو اندازہ نہیں تھا کہ اس نے ضرورت سے کچھ زیادہ صاف گوئی کا مظاہرہ کیا تھا۔امامہ کا رنگ کچھ پھیکا سا پڑ گیا تھا۔وہ حقیقت تھی جو وہ اسے دکھا رہا تھا۔سالار نے اسے دوبارہ بولتے نہیں دیکھا۔سارا رستہ اسکی خاموشی سالار کو چبھتی رہی۔

اچھا تم گھر کا ایک سکیچ بنا دو میں دیکھوں گا اگر فیزیبل ہوا تو بنایا جاسکتا ہے۔

یہ سونے سے پہلے سرسری انداز میں امامہ سے کہا تھا اور ایک سیکنڈ میں امامہ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوتے دیکھا۔ایک چھوٹی سی بات اسے اتنا خوش کردیگی اسے اندازہ نہیں تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سحری کے وقت جب وہ الارم کی آواز پر اٹھا تو وہ بستر میں نہیں تھی۔

تم آج پہلے اٹھ گئیں۔۔

وہ کچن میں کام کر رہی تھی جب سالار سحری کے لیئے وہاں گیا۔وہ جواب دینے کی بجائے مسکرائی۔ سالار کو حیرت ہوئی

آج اس نے سحری ختم کرنے میں بڑی عجلت دکھائی تھی اور کیوں دکھائی تھی یہ راز زیادہ دیر تک راز نہیں رہا تھا۔کھانا ختم کرتے ہی وہ اپنا سکیچ بک اٹھا لائی تھی۔

یہ میں نے سکیچ کرلیا ہے جسطرح کا گھر میں کہہ رہی تھی۔

سحری کرتے ہوئے سالار بری طرح چونکا تھا۔وہ اپنی کسی ہدایت پر اتنا فوری عمل درآمد کی توقع نہیں کر رہا تھا۔وہ سکیچ بک اسکے سامنے کھولے بیٹھی تھی۔ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے سکیچ بک کو تھامے ہوئے سالار نے ایک نظر اس پر ڈالی اور دوسری اس گھر پر جو سکیچ میں نظر آرہا تھا۔گھر سے زیادہ اسے اسٹیٹ کہنا زیادہ بہتر تھا۔اس نے ہر وہ چیز شامل کی تھی جسکا ذکر اس نے رات کو کیا تھا۔پہاڑوں کے دامن میں کھلے سبزے میں ایک چھوٹا گھر جسکے سامنے ایک جھیل تھی اور اسکے اردگرد چھوٹے چھوٹے سٹرکچرز تھے اور سمر ہاؤس۔اس نے اپنے سٹرکچرز کو کلر بھی کیا ہوا تھا۔

اور یہ آگے بھی ہے۔اس نے سالار کو سکیچ بک بند کرتے دیکھ کر جلدی سے اگلا صفحہ پلٹ دیا۔

وہ اسکے گھر کا یقیناً عقبی حصہ تھا۔جہاں پر اصطبل اور اور پرندوں کی مختلف قسم کی رہائش گاہیں بنائی گئی تھی۔اس میں وہ فش فارم بھی تھا جسکا وہ رات کو ذکر کر رہی تھی۔

تم رات کو سوئی نہیں۔سکیچ بک بند کرتے سالار نے اس سے پوچھا۔

یہ سکیچز گھنٹوں کی محنت کے بغیر نہیں بن سکتے تھے۔امامہ کو اس تبصرے نے جیسے مایوس کردیا۔وہ سالار سے کچھ اور سننے کی توقع کر رہی تھی۔

اچھا ہے نا؟ اس نے سالار کے سوال کا جواب

دیئے بغیر کہا۔

کانٹا ہاتھ میں لیئے دیر تک وہ اسکا چہرہ دیکھتا رہا۔

بہت اچھا ہے۔ایک لمبی سی خاموشی کے بعد کہے جانے والے اس جملے سے وہ کھل اٹھی۔تمہارے دونوں پلاٹس بیچ کر ہم کسی جگہ پر زرا بڑی جگہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

زرا بڑی جگہ؟ ایک ایکڑ کی بات کر رہی ہو کم از کم تم۔اور زمین تو چلو کسی نہ کسی طرح ہاتھ آجائے گی لیکن اس گھر کی مینٹینینس کے اخراجات۔۔۔۔۔ویل۔۔۔مجھے کم از کم کروڑ پتی ہو کر مرنا پڑے گا۔اگر ارب پتی نہیں تو۔سالار نے اسکی بات کاٹ کر کہا۔

امامہ نے بے حد خفگی سے سکیچ بک بند کر دی۔

ٹھیک ہے میں نہیں کروں گی اب گھر کی بات۔

وہ پلک جھپکتے ہی اٹھ کر سکیچ بک سمیت غائب ہو گئی۔

وہ کانٹا ہاتھ میں پکڑے بیٹھا رہ گیا۔وہ ایک بہت مضحکہ خیز صورت حال کا سامنا کر رہا تھا۔سالار سحری ختم کر کے بیڈروم میں آگیا۔امامہ صوفے پر سکیچ بک کھولے بیٹھی تھی۔سالار کو دیکھ کر اس نے سکیچ بک بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

اگر تمہیں فوری طور پہ گھر چاہیئے تو میں خرید دیتا ہوں تمہیں۔اس نے بے حد سنجیدگی کے ساتھ اس کے پاس صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

مجھے اس طرح کا گھر چاہیئے۔اس نے پھر سکیچ بک اٹھا لی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ایک ایکٹر ہو یا نہ ہو لیکن ایسا ایک بنادوں گا میں تمہیں۔وعدہ۔لیکن اب یہ ہوم مینیا کو اپنے سر سے اتارو۔

وہ امامہ کا کندھا تھپکتے ہوئے اٹھ گیا۔

وہ بے اختیار مطمئن ہوگئی۔وعدے کا لفظ کافی تھا فی الحال اسکے لیئے۔

ماہ رمضان کے باقی دن بھی اسی طرح گزرے تھے۔عید کے فوراً بعد سالار کا بنک کوئی نیا انویسمنٹ پلان لانچ کرنے والا تھا۔اور وہ ان دنوں اسی سلسلے میں بہت مصروف رہا۔امامہ کی مصروفیت کا دائرہ گھر سر شروع ہو کر گھر پہ ہی ختم ہوتا تھا۔وہ اسے دن میں دو تین بار بنک سے چند منٹ کے لیئے کال کرلیتا تھا۔

امامہ کا خیال تھا کہ وہ وقتی طور پر مصروف ہے اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ وقتی طور پہ اپنی مصروفیت کو حتی الامکان کم کیئے ہوئے تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

بازاروں میں عید کی تیاریوں کی وجہ سے رش بڑھتا جارہا تھا۔وہ اپنی مصروفیت کے باوجود اسے ھر رات ایک آدھ گھنٹے کے لیئے باہر لے جایا کرتا تھا۔وہ روزانہ رات کے اس ایک گھنٹے کا انتظار کرتی تھی۔

وہ عید سے دو دن قبل اسلام آباد آگئے تھے۔کامران اور معیز اپنی فیملیز کے ساتھ پاکستان آئے ہوئے تھے۔وہ ان سے فون پر بات کرچکی تھی لیکن سالار کی بیوی کی حیثیت سے یہ انکی پہلی

ملاقات تھی۔وہ سب اس سے بہت دوستانہ انداز سے ملے۔وہ کون تھی وہ سب پہلے سے جانتے تھے۔لہذا کسی نے کوئی سوال نہیں کیا۔

وہ سکندر عثمان کی وسیع و عریض سٹنگ ایریا میں بیٹھی، وہاں موجود تمام لوگوں کی گپ شپ سن رہی تھی۔سالار کے تینوں بھائیوں کے سسرال اسلام آباد میں ہی تھی اور اس وقت موضوع گفتگو تینوں بھائیوں کی سسرال کی طرف سے آنے والے قیمتی تحائف تھے جو عید پر انکے لیئے بھیجے گئے تھے۔امامہ کو وہاں بیٹھے شدید احساس کمتری ہوا۔اسکے اور سالار کے پاس وہاں کسی دوسرے سے کسی تحفے کی تفصیلات شیئر کرنے کے لیئے کچھ نہ تھا۔

اسلام آباد آنے سے پہلے ڈاکٹر سبط علی سعیدہ اماں اور ڈاکٹر فرقان کے علاوہ انکی بیٹیوں نے بھی اسکے لیئے کچھ کپڑے بھجوائے تھے۔لیکن ان میں سے کوئی بھی چیز انکے ماں باپ کے گھر سے نہیں آئی تھی۔کچھ چیزوں کی کمی انکی زندگی میں ھمیشہ رہنی تھی

تم نے کیا بنوایا ہے عید کے لیئے؟ کامران کی بیوی زوہا نے اچانک پوچھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میں نے؟ وہ گڑبڑائی۔

چند لمحوں کے لیئے سب کی نظریں اس پر جم گئی۔

سالار نے کپڑے لے کر دیئے ہے مجھے۔قمیص شلوار ہی ہے۔

امامہ کے لیئے تو عید کے کپڑے میں نے بھی بنوائے ہیں۔یہ پہلی عید ہے اسکی۔تم عید پر تو میرے والے کپڑے ہی پہننا۔طیبہ نے مداخلت کرتے ہوئے اسے بتایا۔

امامہ نے مسکرانے کی کوشش کی۔وہ اسکے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔اسکے کندھوں کے بوجھ میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تم صبح چل رہی ہو میرے ساتھ؟

سالار نائٹ ڈریس میں ملبوس چند لمحے پہلے واش روم سے نکلا تھا۔پہلی دفعہ کی طرح اس بار بھی وہ اسی کھڑکی کے سامنے کھڑی تھی۔

ہاں۔۔۔اس نے سالار کو دیکھے بغیر کہا۔

طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟ اپنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس نے غور سے امامہ کو دیکھا۔

ہاں۔۔۔۔اس نے اسی انداز میں جواب دیا۔

سالار کمبل کھینچتے ہوئے بیڈ پر لیٹ گیا۔امامہ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔وہ اپنے سیٹ پر الارم سیٹ کر رہا تھا۔وہ سوچے سمجھے بغیر اسکی طرف آگئی۔سالار نے چونک کر اسے دیکھا۔وہ کچھ کہے بغیر اسکے قریب بیٹھ گئی۔سیل فون سائڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ حیران ہوا۔وہ پریشان تھی اور یہ پوچھنے کے لیئے اسے اب تصدیق کی ضرورت نہیں تھی۔وہ پہلے کی طرح اب بھی اسکی اداسی کو اسلام آباد آنے کا نتیجہ ہی سمجھا تھا۔لیٹے لیٹے سالار نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔وہ اسکے ہاتھ کی گرفت میں اپنے ہاتھ کو دیکھتی رہی۔پھر اس نے نظریں اٹھا کر سالار کو دیکھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تمہیں مجھ سے شادی نہیں کرنی چاہیئے تھی۔وہ بھونچکا سا رہ گیا۔

پھر کس سے شادی کرنی چاہیئے تھی۔وہ حیران ہوا۔

کسی سے بھی۔میرے علاوہ کسی سے بھی۔

اچھا مشورہ ہے لیکن دیر سے ملا ہے۔اس نے بات مذاق میں اڑانے کی کوشش کی۔امامہ نے ہاتھ چھڑا دیا۔

تم پچھتا رہے ہو نا اب؟ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

میں کیوں پچھتاؤں گا۔وہ اب سنجیدہ ہو گیا۔

تمہیں پتہ ہو گا۔اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن سالار نے اسے روک دیا۔

نہیں مجھے نہیں پتا۔تم بتادو۔وہ واقعی حیرت زدہ تھی۔

تمہارا بھی دل چاہتا ہو گا کہ کوئی تمہیں بھی کپڑے دے۔۔تحائف دے اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ بات مکمل نہ کر سکی۔اسکی آواز پہلے بھرائی اور پھر آنسو ٹپکنے لگے۔

وہ ہکا بکا اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا۔جو بات اسکے وہم و گمان میں بھی نہ تھی وہ اسکے لیئے احساس جرم بن رہی تھی۔

میرے خدایا۔۔۔امامہ تم کیا کیا سوچتی رہتی ہو۔۔۔۔۔وہ واقعی ششدر تھا۔

وہ اپنی آنکھوں کو رگڑ کر صاف کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

بس تمہیں مجھ سے شادی نہیں کرنی چاہیئے تھی۔وہ دلبرداشتہ تھی۔

بات تحفوں کی نہیں تھی بلکہ سبکی کی تھی جو لاؤنج میں بیٹھے ان لوگوں کے درمیان اس نے محسوس کی تھی۔

سالار نے جواب میں کچھ کہنے کی بجائے اسے گلے سے لگا کر تسلی دینے والے انداز میں تھپکا۔اسے تسلی نہیں ہوئی اس نے اسکا ہاتھ ہٹایا اور اٹھ کر چلی گئی۔آدھے گھنٹے تک واش روم میں آنسو بہانے کے بعد اسکے دل کا بوجھ تو ہلکا نہیں ہوا البتہ اسکے سر میں درد ہونے لگا تھا۔کپڑے تبدیل کر کے جب واپس وہ کمرے میں آئی تو وہ کمرے کی لائٹ آن کیئے ہوئے اسی طرح بیٹھا تھا۔امامہ کو کچھ شرمندگی ہوئی۔وہ اس سے کچھ نہ کہتی تو ٹھیک تھا۔وہ اس سے نظریں ملائے بغیر بیڈ کی دوسری طرف آ کر لیٹ گئی۔وہ بھی لائٹس آف کر کے لیٹ گیا۔اس نے امامہ کو مخاطب نہیں کیا تھا۔اور یہ اسکے لیئے جیسے نعمت مترقبہ تھی---------------------------------------

++++++++++++++

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ بی بی آپ اتنی عقلمند نہیں جتنا میں آپکو سمجھتا تھا۔بہت ساری چیزیں ہیں جسمیں آپ خاصی حماقت کا مظاہرہ کرتی ہیں۔

اگلی صبح گاؤں جاتے ہوئے ڈرائونگ کے دوران وہ بیحد سنجیدگی سے اسے کہہ رہا تھا۔وہ سامنے سڑک کو دیکھتی رہی۔

کیا ہوجاتا ہے تمہیں بیٹھے بٹھائے۔کیوں الٹی سیدھی باتیں سوچتی رہتی ہو؟

تم اب مجھ سے اس طرح کی باتیں کر کے مجھے اپ سیٹ کر رہے ہو۔

اس نے نہایت بیزاری سے کہا۔

میں بات کروں گا۔اس نے جواباً اسے ڈانٹا تھا۔

مجھے سسرال کے کپڑوں اور تحائف میں دلچسپی نہیں ہے۔تمہیں کیا لگتا ہے کیا میں عید پر سسرال سے آئے کپڑے پہنوں گا؟ ہاں البتہ تمہیں اگر اس بات کا دکھ ہے کہ تمہیں تحائف نہیں ملے تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ہاں ہے مجھے دکھ۔۔۔پھر؟ امامہ نے بیحد خفگی سے اسکی بات کاٹی۔

تو پھر یہ ہے کہ میں تمہیں لے دیتا ہوں یہ سب کچھ، پہلے بھی لے کر دیئے ہیں، سالار کا لہجہ کچھ نرم پڑا۔

تم یہ سب کچھ نہیں سمجھ سکتے۔امامہ نے اسی انداز میں کہا۔

ہاں ہو سکتا ہے، لیکن تم بھی یہ بات سمجھ لو کہ کچھ چیزیں تم بدل نہیں سکتی تمہں اسے قبول کرنا ہو گا۔

کیا تو ہے۔۔۔

تو پھر اتنا رونا کیوں۔۔۔

سب نے محسوس کیا ہو گا کہ میری فیملی نے۔اس نے رنجیدہ ہوتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔

تم سے کسی نے کچھ کہا؟

نہیں۔

تو پھر؟

کہا نہیں لیکن پھر بھی دل میں سوچا تو ہو گا نا۔

تم انکے دلوں تک مت جاؤ جو میں کہہ رہا ہوں تم صرف وہ سنو۔سالار نے اسکی بات کاٹ کر کہا۔یہ بے معنی چیزیں ہیں، ایک نارمل ارینج میرج ہوتی تو بھی میں سسرال سے کوئی تحائف لینا پسند نہیں کرتا۔جن رواج کو میں پسند نہیں کرتا انکی وجہ سے کوئی حسرت اور پچھتاوے بھی نہیں مجھے۔۔۔۔۔۔

تم سے زیادہ کوئی قیمتی گفٹ ہوسکتا ہے میرے لیئے؟ وہ جانتا تھا کہ وہ اسکی بات سے متاثر نہیں ہو رہی ہوگی۔اس نے امامہ سے مزید کچھ نہ کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔++++++++++++++++++++

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس وسیع و عریض کمپاؤنڈ اور اسکے اندر موجود چھوٹی بڑی عمارتوں نے چند لمحوں کے لیئے امامہ کو حیران کردیا۔اس نے سالار سے اس سکول اور دوسرے پراجیکٹس کے بارے میں سرسری تذکرہ سنا تھا لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ کام اتنا منظم ہو رہا ہے۔

کمپاؤنڈ میں آج صرف ڈسپنسری کھلی تھی۔اور اس وقت بھی وہاں مریضوں کی ایک خاصی تعداد موجود تھی۔یہ عید کی تعطیلات تھی۔

سالار کی گاڑی کو کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے دیکھ کر کچھ دیر کے لیئے کمپاؤنڈ میں ہلچل مچ گئی۔کیر یٹکرا سٹاف ایک دم الرٹ ہوگئے۔وہاں کام کرنے والے اکثر افراد آج چھٹی پر تھے۔اور جو وہاں موجود تھے انہوں نے کمپاؤنڈ کے آخری کونے میں انیکسی کے سامنے گاڑی رکنے کے بعد سالار کے ساتھ گاڑی سے نکلنے والی چادر میں ملبوس اس لڑکی کو دلچسپی سے دیکھا۔

انیکسی کا چوکیدار پہلا آدمی تھا جسے سالار نے اپنی بیوی سے متعارف کرتے ہوئے اپنی شادی کے بارے میں مطلع کیا تھا۔اور وہ جانتا تھا جبتک وہ عمارت کے دوسرے حصوں تک جائے گا تب تک اسکی شادی کی خبر ہر طرف پھیل چکی ہوگی۔

انیکسی کے سامنے موجود لان سے گزرتے ہوئے امامہ نے بڑی دلچسپی سے اپنے قرب وجوار میں نظر اڑائی۔بہت عرصہ بعد وہ ایسی کھلی فضا میں سانس لے رہی تھی کچھ دیر کے لیئے اداسی کی ہر کیفیت کو اس مے غائب ہوتے محسوس کیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ہم یہاں بیٹھ جاتے ہیں۔

انیکسی کے برآمدے میں پہنچتے ہی اس نے سالار سے کہا۔جو چوکیدار سے دروازہ کھلوا رہا تھا۔۔

نہیں۔۔۔۔یہاں کچھ دیر بعد تمہیں سردی لگے گی۔اندر لاؤنج میں بیٹھ کر بھی تمیں یہ سب کچھ اسی طرح نظر آئے گا۔فی الحال ذرا میں ڈسپنسری کا ایک راؤنڈ لوں گا تمہیں اگر یہاں بیٹھنا ہے تو بیٹھ جاؤ۔سالار نے اس سے کہا۔

نہیں۔۔میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔اس نے فوراً کہا۔

کبھی ھم بھی یہاں رہنے کے لیئے آئے گے۔اس نے بے اختیار کہا۔

اچھا۔۔۔۔۔امامہ کو لگا جیسے وہ اسے بہلا رہا ہے۔۔۔دس منٹ بعد وہ اسے مرکزی عمارت اور اس سے منسلک دوسرے حصے دکھا رہا تھا۔اور سٹاف کو کچھ ہدایات بھی دیتا جارہا تھا۔

وہ سب لوگ کہہ رہے ہیں مٹھائی کھلائے جی۔چوکیدار نے سالار کو دوسرے لوگوں کی فرمائش سنادی۔

چلیں۔۔۔آج افطار اور افطار ڈنر کا انتظام کرلیں۔میں اکاؤنٹنٹ کو بتا دیتا ہوں۔سالار نے مسکرا کر کہا۔

دو گھنٹے وہاں گزارنے کے بعد جو وہ اسکے ساتھ وہاں سے نکلی تو پہلی بار اپنے دل میں اسکے لیئے عزت کے کچھ جذبات لیئے ہوئے تھی۔

یہ سب کیوں کر رہے ہو تم؟اس نے رستے میں اس سے پوچھا۔

اپنی بخشش کے لیئے۔جواب غیر متوقع تھا لیکن کہنے والا بھی تو سالار سکندر تھا۔

مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنے رحمدل ہو۔چند لمحے خاموش رہ کر امامہ نے اس سے کہا۔

نہیں۔۔۔رحمدل نہیں ہوں نا ہی ترس کھا کہ کسی لے لیئے کچھ کر رہا ہوں۔ذمہ داری سمجھ کے کر رہا ہوں۔رحمدل ہوتا تو مسلہ ہی کیا تھا۔آخری جملہ اس نے جیسے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

کیسے شروع کیا یہ سب کچھ۔؟

وہ اسے فرقان سے اپنی ملاقات اور اس پراجیکٹ کے آغاز کے بارے میں بتانے لگا۔وہ چپ چاپ سنتی رہی۔

اس کے خاموش ہونے پر اس نے جیسے سراہنے والے انداز میں کہا۔۔بہت مشکل کام تھا۔۔۔۔

نہیں وہ لائف سٹائل بدلنا زیادہ مشکل تھا جو میرا تھا۔

وہ چند لمحے بول نہ سکی۔اسکا اشارہ جس طرف تھا اسے یاد کرنا بہت تکلیف دہ تھا۔۔۔

ہر کوئی اس طرح کا کام نہیں کرسکتا۔۔۔وہ مدھم آواز میں بولی۔۔

ھر کوئی کرسکتا ہے لیکن کرنا نہیں چاہتا۔سروس آف ہیومینیٹی کسی کی چیک لسٹ پر نہیں ہوتی ، میں خوش قسمت تھا کہ آگئی۔وہ ہنسا۔۔۔۔

تم بہت بدل گئے ہو،، امامہ نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔وہ مسکرایا۔۔

زندگی بدل گئی تھی میں کیسے نہ بدلتا۔۔۔نہ بدلتا تو سسرال سے آنے والے عید کے تحائف کے انتظار میں بیٹھا ہوتا۔

امامہ نے اسکے طنز کا برا نہیں مانا۔۔

میں مانتی ہوں کے میں بہت ٹپیکل ہوں۔۔اس نے اعتراف کیا۔۔

ٹپیکل نہیں ہو، زندگی کو دیکھا نہیں ہے ابھی تم نے۔وہ سنجیدہ ہوا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

کم از کم یہ تو نہ کہو، مجھے زندگی نے بہت کچھ دکھایا اور سکھایا ہے۔امامہ نے کچھ رنجیدگی سے اسکی بات کاٹی تھی۔

مثلاً کیا؟؟ سالار نے پوچھا۔

کیا نہیں سکھایا زندگی نے، گنوا نہیں سکتی میں۔بہت سبق سکھائے ہیں زندگی نے مجھے۔

سبق سکھائے ہونگے گُر نہیں۔۔

امامہ نے چونک کر اسکا چہرہ دیکھا۔وہ عجیب سے انداز میں مسکرایا تھا۔وہ سیدھی باتیں کبھی بھی نہیں کرتا تھا۔

اچھا لگ رہا ہوں کیا؟ سڑک پر نظریں جمائے ڈرائیو کرتے ہوئے وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

کیا؟؟ وہ اسے دیکھتے ہی بری طرح گڑبڑائی۔

تم مجھے دیکھ رہی ہو، اس لیئے ہوچھ رہا ہوں،۔۔۔امامہ نے حیرانی سے اسکا چہرہ دیکھا پھر بے اختیار ہنس پڑی۔چند لمحوں کے لیئے واقعی وہ اسے بے حد اچھا لگا تھا۔۔۔

www.kitabnagri.com

--*************************

عید کے چاند کا اعلان عشاء سے کچھ پہلے ہوا تھا اور اس اعلان کے فوری بعد سکندر نے ان دونوں کو ایک گھنٹے کے اندر اندر اپنی شاپنگ مکمل کر کے واپس آنے کا کہا تھا۔

انہوں نے شاپنگ نہیں کی تھی بلکہ ایک ریسٹورنٹ سے ڈنر کیا۔اسکے بعد مہندی لگوا کر اور چوڑیاں خرید کر واپس آگئی تھی۔سالار کم از کم آج رات واقعی محتاط تھا۔اور سکندر کی ہدایات کو نظرانداز نہیں کر رہا تھا۔کیونکہ امامہ کے گھر میں مسلسل گاڑیوں کا آنا جانا لگا ہوا تھا۔اور وہ لوگ بھی انہی مارکیٹس میں جاتے تھے جہاں سالار کی فیملی جاتی تھی۔

ساڑھے دس بجے کے قریب وہ گھر پہ تھے۔اور اس وقت گھر میں کوئی موجود نہ تھا۔

سالار پچھلے دو گھنٹوں سے مختلف لوگوں کی فون کالز سن رہا تھا۔یہ سلسلہ گھر آنے تک جاری تھا۔امامہ بیزار ہونے لگی تھی۔

چلو کافی بناتے ہیں اور پھر فلم دیکھتے ہیں۔۔سالار نے بلآخر اسکی بیزاری کو محسوس کرلیا تھا۔

میں ہاتھ دھو لوں؟ امامہ نے ہاتھوں پر لگی مہندی کو دیکھ کر کہا۔

نہیں،،، میں بناؤں گا کافی، تم بس میرے ساتھ کچن میں آجاؤ۔۔

تم بنا لوگے؟

بہت اچھی۔۔۔۔اس نے سیل آف کرتے ہوئے ٹیبل پر رکھا۔

مہندی لگے ہوئے دونوں ہاتھ کچن کی ٹیبل پر کہنیاں ٹکائے وہ اسے کافی بناتے ہوئے دیکھتی رہی۔ کچن میں رکھے بلیک کرنٹ اور چاکلیٹ فج کیک کے دو ٹکڑے لیکر وہ کافی ٹرے میں رکھنے لگا تو امامہ نے کہا، کچھ فائدہ ہوا میرے کچن میں آنے کا؟

ہاں تم نے مجھے کمپنی دی، اس نے ٹرے اٹھا کر کچن سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

تم اکیلے بھی بنا سکتے تھے خوامخوا مجھے اپنے ساتھ لائے۔۔۔

تمہیں دیکھتے ہوئے زیادہ اچھی بنی ہے۔۔وہ اسکی بات پر ہنسی۔

یہ بڑی چیپ بات ہے۔۔۔۔

اوہ رئیلی۔۔۔وہ تمہارے رومینٹک ناولز میں بھی تو ہیرو ایسی ہی باتیں کرتا ہے۔

تم میری بکس کی بات کیوں کرتے ہو۔وہ ایک دم بگڑی۔

اوکے۔۔۔اوکے سوری۔۔سالار نے ساتھ چلتے ہوئے ٹرے سے ایک ہاتھ ہٹا کر اسکے گرد ایک لمحے کے لیئے حمائل کردیا۔

کونسی موویز لی تھی تم نے؟ بیڈروم میں آکر صوفے پر بیٹھتے ہوئے امامہ نے پوچھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار نے مارکیٹ سے آتے ہوئے ایک مووی شاپ سے کچھ سی ڈیز لی تھی۔سی ڈی پلییئر پر مووی لگاتے ہوئے سالار نے ان موویز کے نام دہرائے۔

ریموٹ پکڑے وہ کمبل اٹھا کر خود بھی صوفے پر آگیا اسکی اور اپنی ٹانگوں پر کمبل پھیلا کر اس نے کارنر ٹیبل پہ پڑا کافی کا مگ اٹھا کر امامہ کی طرف بڑھایا۔۔

تم پیو۔۔پکڑنے کی ضرورت نہیں۔اس نے امامہ کو مہندی والے ہاتھوں سے مگ پکڑنے سے روکا۔

سکرین پر فلم کے کریڈٹس چل رہے تھے۔امامہ نے کافی کا گھونٹ لیا۔

کافی اچھی ہے۔۔اس نے ستائشی انداز میں مسکرا کے سر ہلایا۔

تھینک یو۔۔۔سالار نے دوسے ہاتھ سے اپنا مگ اٹھایا۔

وہ اب سکرین کی طرف متوجہ تھا جہاں چارلی تھیرن نظر آرہی تھی۔امامہ نے اسکا انہماک محسوس کیا تھا۔وہ کچھ بے چین ہوئی۔وہ اس ایکٹریس سے ناواقف تھی۔

یہ کون ہے؟ امامہ نے اپنا لہجہ حتی المقدور نارمل رکھتے ہوئے کہا۔

تم نہیں جانتی؟ سالار اب کانٹے کے ساتھ کیک کا پیس اسکے منہ میں ڈال رہا تھا۔

نہیں۔۔۔۔۔۔۔

چارلیز تھیرن ہے۔میرے نزدیک دنیا کی سب سے خوبصورت عورت ہے۔کیک امامہ کو کڑوا لگا تھا۔وہ پورا سکرین کی طرف متوجہ تھا۔

خوبصورت ہے نا؟کیک کھاتے ہوئے اس نے سکرین سے نظریں ہٹا کر امامہ کو دیکھا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ٹھیک ہے بس۔۔۔اس نے سرد مہری سے کہا۔

مجھے تو خوبصورت لگتی ہے۔سکرین پہ نظریں جمائے وہ بڑبڑایا۔

امامہ کی دلچسپی اب فلم سے ختم ہوگئی تھی۔

خوبصورت ہے لیکن بری ایکٹریس ہے۔چند سین گزرنے کے بعد اس نے کہا۔

آسکر جیت چکی ہے۔ابھی تک اسکی نظریں سکرین پر تھی۔امامہ کو چارلیز اور بری لگی۔

مجھے اسکی ناک اچھی نہیں لگ رہی۔چند لمحے مزید گزرنے پر امامہ نے کہا۔

ناک کون دیکھتا ہے۔وہ اسی انداز میں بڑبڑایا۔امامہ نے چونک کر اسے دیکھا۔سالار سنجیدہ تھا۔

پھر------؟؟؟؟

مجھے بال پسند ہیں اسکے۔امامہ دوبارہ سکرین دیکھنے لگی۔

سالار کو بے اختیار ہنسی آئی۔اس نے ہنستے ہوئے امامہ کو ساتھ لگایا۔

تم ذرا بھی ذہین نہیں ہو۔۔

کیا ہوا؟۔۔۔امامہ کو اسکے ہنسنے کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔

کچھ نہیں ہوا۔۔۔۔مووی دیکھو۔۔

امامہ نے ریموٹ اٹھا کر سی ڈی پلیئر بند کردیا۔

کیا ہوا؟؟ وہ چونکا

فضول مووی ہے۔بس تم مجھ سے باتیں کرو۔امامہ نے جیسے اعلان کردیا۔

باتیں ہی تو کر رہا ہوں۔مہندی خراب ہوئی ہوگی۔سالار نے اسکا ہاتھ دیکھتے ہوئے کہا۔

نہیں سوکھ گئی ہے۔میں ہاتھ دھو کر آتی ہوں۔وہ ریموٹ رکھ کر چلی گئی۔

چند منٹوں کے بعد جب وہ واپس آئی تو مووی دوبارہ آن تھی۔امامہ کو آتے دیکھ کر اس نے مووی آف کردی۔وہ اسکے پاس آکر بیٹھ گئی۔کافی پیتے ہوئے سالار نے اسکے مہندی والے ہاتھ باری باری پکڑ کر دیکھے۔

تمہارے ہاتھوں پر مہندی بہت اچھی لگتی ہے۔

اسکی ہتھیلی اور کلائی کی ناش و نگار پر انگلی پھیرتے ہوئے اس نے کہا۔وہ بلاوجہ مسکرا دی۔۔۔

چوڑیاں کہاں ہیں۔۔سالار کو یاد آیا۔

پہنوں؟ وہ پرجوش ہوئی۔

ہاں۔۔۔۔

وہ چوڑیاں پہن کر دوبارہ اسکے پاس آگئی۔اسکی کلائی ایکدم سرخ چوڑیوں سے سج گئی۔اپنی کلائیاں سالار کے سامنے کر کے اس نے اسے چوڑیاں دکھائی۔

پرفیکٹ۔۔۔۔وہ نرمی سے مسکرایا۔

وہ اب اسکی چوڑیوں پر انگلی پھیر رہا تھا۔۔

معجزہ لگتا ہے یہ۔۔۔چند لمحوں بعد گہری سانس لیکر کہا اس نے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اپنے بازو اسکے گرد حمائل کر کے اس نے امامہ کو خود سے قریب کیا۔امامہ نے اسکے سینے پہ سر رکھ دیا۔وہ اس شخص سے محبت نہیں کرتی تھی لیکن بار بار اسکی قربت میں ایسے ہی سکون اور تحفظ کا احساس ہوتا۔۔وجہ وہ رشتہ تھا جو انکے درمیان تھا یا کچھ اور۔۔۔

ایک بات مانو گی؟۔۔۔سالار نے اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے ملائمت سے کہا۔۔

کیا؟۔۔اسکے سینے پہ سر رکھے امامہ نے سر اونچا کر کے اسے دیکھا۔

وعدہ کرو پہلے۔

اوکے۔۔امامہ نے بے اختیار وعدہ کرلیا۔۔۔

فلم دیکھنے دو مجھے۔۔وہ بے حد خفہ ہوکر الگ ہوئی اس سے۔

میں دیکھنے کے لیئے لیکر آیا ہوں امامہ۔

تم دوسری موویز بھی لیکر آئے ہو ان میں سے کوئی دیکھ لو۔

اوکے ٹھیک ہے۔۔امامہ حیران ہوئی کہ وہ اتنی جلدی کیسے مان گیا۔

سی ڈی پلیئر میں مووی تبدیل کر کے وہ دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

اب خوش؟؟ اس نے امامہ سے پوچھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ مطمئن انداز میں مسکا کر دوبارہ اسکے قریب ہوگئی۔اسکے سینے پہ سر ٹکائے اس نے فلم کے کریڈٹس دیکھے۔وہ اسے بہت آہستہ آہستہ تھپک رہا تھا۔امامہ کو نیند آگئی۔اسکی آنکھ لگ جاتی اگر تیسرے سین میں اسے چارلیز تھیرن نظر نہ آتی۔

کچھ کہے بغیر اس نے سر اٹھا کر سالار کو دیکھا۔

آئی ایم سوری تینوں موویز اسی کی ہیں۔۔اس نے ایک شرمندہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

دیکھنے دو یار۔۔اس نے جیسے التجا کی تھی۔۔

امامہ نے چند لمحے سکرین کو دیکھنے کیبعد کہا۔

تعریف نہیں کروگے تم اسکی۔۔۔

آئی پرامس۔۔سالار نے بے ساختہ کہا

وہ خوبصورت نہیں ہے۔امامہ نے جیسے اسے یاد دلایا۔

بلکل بھی نہیں۔۔سالار نے تائید کی

اور بری ایکٹریس ہے۔

بے حد۔امامہ کو تسلی ہوئی۔۔۔

اور تم اسے اس طرح اب کبھی نہیں دیکھو گے جیسے پہلے دیکھ رہے تھے۔اس بار سالار ہنس پڑا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

کس طرح دیکھتا ہوں میں؟

تم دیکھتے نہیں گھورتے ہو اسے۔۔

کون ایسا نہیں کریگا وہ اتنی۔۔۔۔۔۔سالار روانی میں کہتے کہتے رک گیا۔۔

کہہ دو نا کہ خوبصورت ہے۔۔امامہ نے اسکی بات مکمل کرلی۔۔

میں تمہارے لیئے اسکو بہن نہیں بنا سکتا۔

تو صرف ایکٹریس سمجھو اسے۔۔۔

ایکٹریس ہی تو سمجھ رہا ہوں یار۔۔۔۔۔۔چھوڑو۔۔۔میں نہیں دیکھتا۔۔آدھی مووی تو ویسے ہی گزر گئی ہے۔۔۔سالار نے اس بار کچھ خفہ ہوکر ریموٹ سے مووی آف کردی۔

امامہ بے حد مطمئن انداز میں صوفے سے اٹھ کر کھڑی ہوئی وہ اب صوفے سے چیزیں سمیٹ رہا تھا۔

کمبل لے آؤ گے نا تم؟ واش روم کی طرف جاتے ہوئے امامہ نے پوچھا۔۔

جی لے آؤں گا کوئی اور حکم ہو تو وہ بھی دیں۔

وہ کمبل اٹھاتے ہوئے خفگی سے بڑبڑایا۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سکندر نے عید کے تحفے کے طور پہ ایک بریسلیٹ دیا تھا اسے اور سوائے سالار کے سب نے ہی اسے کچھ نہ کچھ دیا تھا۔امامہ کا خیال تھا، وہ اس بار ضرور اسے زیور میں کوئی چیز تحفے میں دے گا۔اسے لاشعوری طور پہ جیسے انتظار تھا کہ وہ اسے کچھ دے۔اس نے اس بار بھی اسے کچھ رقم دی تھی۔وہ کچھ مایوس ہوئی لیکن اس نے سالار سے کوئی شکایت نہیں کی۔

عید کی رات شہر کے نواح میں واقع سکندر عثمان کے فارم ہاؤس میں ایک بڑا فیملی ڈنر تھا۔وہاں سالار کی بیوی کی حیثیت سے پہلی بار وہ متعارف ہوئی تھی۔اور طیبہ کے تیار کیئے گئے سرخ لباس میں وہ بلکل نئی نویلی دلہن لگ رہی تھی۔امامہ کو اب احساس ہوا تھا کہ سالار کا اسے اسلام آباد لانے اور اپنی شناخت نہ چھپانے کا فیصلہ ٹھیک تھا۔اسے اس عزت و احترام کی اشد ضرورت تھی جو اسے وہاں ملی تھی۔

اوپن ایر میں باربی کیوز کے دوران اپنی پلیٹ لیکر وہ کچھ دیر کے لیئے فارم ہاؤس کے برآمدے میں لکڑیوں کی سیڑھیوں پہ بیٹھ گئی۔باقی افراد ٹولیوں کی شکل میں سامنے کھلے سبزے میں ڈنر کرتے ہوئے مختلف سرگرمیوں میں مصروف تھے۔

تم یہاں کیوں آکر بیٹھ گئی؟ امامہ کے قریب آتے ہوئے اس نے دور سے کہا۔

ایسے ہی۔۔شال لینے آئی تھی۔۔پھر یہی بیٹھ گئی۔وہ مسکرائی۔اس کے قریب بیٹھتے ہوئے سالار نے سوفٹ ڈرنک کا گلاس اپنی ٹانگوں کے درمیان نچلی سیڑھی پہ رکھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ لکڑی کے ستون سے ٹیک لگائے ایک گھٹنے پر کھانے کی پلیٹ ٹکائے کھانا کھاتے ہوئے دور لان میں سٹیج پر بیٹھے گلوکار کو دیکھ رہی تھی

سالار نے اسکا کانٹا اٹھا کر اسکی پلیٹ سے کباب کا ایک ٹکڑا اپنے منہ میں ڈالا۔وہ اب گلوکار کی طرف متوجہ تھا جو اپنی غزل شروع کرچکا تھا۔

انجوائے کر رہی ہو؟ سالار نے اس سے پوچھا۔

ہاں۔۔۔اس نے مسکرا کر کہا۔وہ اب غزل سن رہی تھی۔

کسی کی آنکھ پرنم ہے محبت ہوگئی ہوگی۔

زباں پر قصہ غم ہے محبت ہوگئی ہوگی۔

وہ بھی سوفٹ ڈرنک پیتے ہوئے غزل سننے لگا۔

کبھی ہنسنا کبھی رونا کبھی ہنس کے رو دینا،

عجب دل کا یہ عالم ہے محبت ہوگئی ہوگی۔۔

اچھا گا رہا ہے۔۔امامہ نے ستائشی انداز میں کہا۔۔

سالار نے کچھ کہنے کی بجائے سر ہلا دیا۔

خوشی کا حد سے بڑھ جانا بھی اب اک بیقراری ہے،،

نہ غم ہونا بھی اک غم ہے محبت ہو گئ ہو گی۔۔۔

سالار سوفٹ ڈرنک پیتے ہوئے ہنس پڑا۔امامہ نے اسکا چہرہ دیکھا۔وہ شاید کہی اور پہنچا ہوا تھا۔

تمہیں کچھ دینا چاہ رہا تھا میں۔۔۔۔۔

وہ جیکٹ کی جیب سے کچھ نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

بہت دنوں سے دینا چاہتا تھا لیکن۔۔۔وہ بات کرتے کرتے رک گیا۔۔

اسکے ہاتھ میں اک ڈبیا تھی۔امامہ کے چہرے پہ بے اختیار مسکراہٹ آئی۔تو بلاآخر اسے اسکا خیال آ ہی گیا اس نے ڈبیا لیتے ہوئے سوچا اور اسے کھولا۔وہ ساکت ری گئ۔اندر ایر رنگز تھے۔ان ایر رنگز سے تقریباً ملتے جلتے جو وہ اکثر پہنا کرتی تھی۔اس نے نظریں اٹھا کر سالار کو دیکھا۔

میں جانتا ہوں یہ اتنے ویلوایبل تو نہیں ہوں گے جتنے تمہارے فادر کے ہیں لیکن مجھے اچھا لگے گا اگر تم کبھی کبھار اسے بھی پہنو۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ان ایر رنگز کو دیکھتے ہوئے اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

تم نہیں پہننا چاہتی تو بھی ٹھیک ہے۔۔۔میں ریپلیس کرنے نہیں دے رہا۔

سالار نے اسکی آنکھوں میں نمودار ہوتی نمی کو دیکھ کر بے ساختہ کہا۔۔

کچھ کہنے کی بجائے امامہ نے اپنے دائیں کان میں لٹکتا جھمکا اتارا۔

میں پہنا سکتا ہوں؟؟

سالار نے ایک ایر رنگ نکالتے ہوئے کہا۔امامہ نے سر ہلادیا۔۔۔سالار نے باری باری اسکے کانوں میں ایر رنگز پہنا دیئے۔

وہ نم آنکھوں کے ساتھ مسکرا دی۔۔۔وہ دیر تک مبہوت سا اسے دیکھتا رہا۔

اچھی لگ رہی ہو۔۔

مجھ سے زیادہ کوئی تم سے محبت نہیں کرسکتا، کوئی مجھ سے زیادہ تمہاری پرواہ نہیں کرسکتا۔مجھ سے زیادہ خیال نہیں رکھ سکتا تمہارا۔میرے پاس تمہارے علاوہ کوئی قیمتی چیز نہیں۔

اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ اسے کہہ رہا تھا۔۔۔

مجھے نوازا گیا ہے۔۔سیدھا ہوتے ہوئے اس نے امامہ سے کہا۔۔

رومانس ہورہا ہے؟ اپنے عقب میں آنے والی کامران کی آواز پہ وہ ٹھٹکے۔

کوشش کر رہے ہیں۔۔سالار نے پلٹے بغیر کہا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

گڈ لک۔۔۔وہ کہتا ہوا اسکے پاس سے سیڑھیوں سے اترتے ہوئے انہے دیکھے بغیر چلا گیا۔۔

امامہ کی رکی ہوئی سانس بحال ہوئی۔وہ جھینپ گئ تھی۔سالار اور اسکی فیملی کم از کم ان معاملات میں آزاد خیال تھے۔۔

لکڑی کی ان سیڑھیوں پر ایک دوسرے کے پاس بیٹھے وہ گلوکار کی سریلی آواز کو سن رہے تھے زندگی کے وہ لمحے یاد بن رہے تھے۔

------*****-*---*********

لاہور واپسی پر عید ڈنر کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔وہ امامہ کو اپنے سوشل اور بزنس سرکل میں متعارف کروا رہا تھا۔

عید کے چوتھے دن وہ اسے پہلی بار اپنی ہی بنک کی طرف سے دییے گئے عید کے ڈنر میں لیکر گیا تھا اور ایک بڑے ہوٹل میں ہونے والے اس ڈنر میں جاتے ہی امامہ کو پسینہ آنے لگا۔گیدرنگ کا ایک بڑا حصہ غیر ملکی مردوں اور عورتوں پر مشتمل تھا۔وہ فیملی ڈنر تھا۔کم از کم سالار اسے یہ ہی بتا کر اسے وہاں لایا تھا۔لیکن وہاں آنے والی فیملیز کون تھی یہ اس نے نہیں بتایا تھا۔۔

چند لمحوں کے لیئے اسے لگا جیسے وہ مس ورلڈ کے مقابلہ حسن میں آگئی ہو۔وہاں موجود عورتیں بیس سے ساٹھ سال کی عمر تک کے درمیان تھی لیکن یہ طے کرنا زیادہ مشکل تھا کہ ان میں ست کون عمر کی کس سیڑھی پر ہے. سگریٹ پیتے ہوئے ہاتھ میں ڈرنکس لیئے وہ گرمجوشی اور بے تکلفی کے ساتھ مختلف مردوں سے گلے ملتے ہوئے گفتگو میں مصروف تھیں۔شیفون کے لباس پر دوپٹہ اوڑھے امامہ کو اپنا آپ الوباٹا لگا۔

وہاں کھڑے جیسے اس نے خود کو جانچنا شروع کیا تھا۔اس نے پہلی بار سالار اور اپنے حلیے کا فرق بھی نوٹس کیا۔۔

ایک برانڈڈ سیاہ ڈنر سوٹ میں سرخ دھاری دھار ٹائی کے ساتھ وہ بلکل اس ماحول کا حصہ لگ رہا تھا۔۔وہاں لگڑے اس پر یہ ہولناک انکشاف بھی ہوا کہ اسکا حلیہ سالار کے اس لک کے ساتھ بلکل میچ نہیں کر رہا۔

وہ اوڈ کپل تھے۔اسے احساس کمتری کا دوسرا بڑا دورہ بڑے غلط وقت اور غلط جگہ پر پڑا تھا۔وہ اسکا تعارف باری باری مختلف لوگوں سے کروا رہا تھا۔اور امامہ اس پذیرائی اور گرمجوشی پر حیران تھی۔جو اسے مل رہی تھی پھر اسے ایکدم احساس ہوا اس کی وجہ بھی سالار تھا۔یہ پروٹوکول مسز سالار سکندر کے لیئے تھا۔امامہ ہاشم کے لیئے نہیں۔یہ ٹیگ جسکے گلے میں لٹکا ہوتا، اسے یہ ہی پروٹوکول ملتا۔چاہے اسکا حلیہ اس سے بھی بدتر ہوتا۔۔اسکا احساس کمتری کا پارہ اوپر جارہا تھا۔سالار کے ساتھ کھڑے اسے اپنے ہی حلییے کی چند اور خواتین بھی بلاآخر اس مجمع میں نظر آ ہی گئی۔اور اسے کچھ حوصلہ ملا۔

ڈرنک پلیز! "مشروبات کی ٹرے پکڑے ویٹر نے بلکل اسکے پاس آ کر کہا۔وہ چونکی اور اس نے ٹرے پر نظر دوڑائی۔وائن گلاس میں ایپل جوس تھا۔اس نے ایک گلاس اٹھا لیا۔اپنے سامنے کھڑے ایک غیر ملکی جوڑے سے باتیں کرتے ہوئے سالار نے بیحد غیر محسوس انداز میں امامہ کو دیکھے بنا اسکے ہاتھ سے گلاس لیا۔وہ چونک اٹھی۔ایک لمحے کے لیئے اسے خیال آیا جیسے وہ خود پینا چاہتا ہو لیکن اسکا گلاس ہاتھ میں لیئے اسی طرح وہ اس جوڑے سے باتیں کرتا رہا۔ویٹر دائرے میں کھڑے تمام افراد کو سرو کرتا ہوا واپس سالار کے پاس آیا۔سالار نے امامہ کا گلاس بیحد غیر محسوس انداز سے ٹرے میں واپس رکھتے ہوئے ویٹر سے کہا.

سوفٹ ڈرنک پلیز۔۔

امامہ کچھ سمجھ نہیں پائی تھی۔ٹرے میں رکھا اپنا گلاس اس بے دور جاتے دیکھا۔پھر اس نے سالار کو دیکھا وہ اب بھی وہاں مصروف تھا۔ویٹر چند لمحوں بعد ایک دوسری ٹرے لیئے موجود تھا۔اس بار اسکا گلاس اٹھانے سے پہلے ہی سالار نے ایک گلاس اٹھا کر اسے دیا اور دوسرا خود پکڑ لیا۔۔

اوہ ہیلو۔۔۔سالار۔۔وہ چالیس پینتالیس سال کی ایک عورت تھی جس نے سالار کے قریب آتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا۔اور پھر بے حد دوستانہ انداز میں بے تکلفی کیساتھ اسکے بازو پہ ہاتھ رکھ لیا ۔وہ وہاں موجود دوسرے مردوں کی طرح عورتوں سے گلے نہیں مل رہا تھا۔لیکن ان میں سے کچھ عورتوں سے ہاتھ ملا رہا تھا۔امامہ کے لیئے یہ ہضم کرنا بلکل مشکل ہورہا تھا۔

مجھے کسی نے تمہاری بیوی کے بارے میں بتایا۔یہ میرے لیئے ایک بڑی خبر ہے۔کب شادی کی تم نے؟

وہ عورت اب کہہ رہی تھی اس سے۔سالار بے شائستگی سے امامہ کا تعارف کرایا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

مسز لئیق نے اس سے ملتے ہوئے اسے ڈنر پر مدعو کیا۔۔سالار نے ہلکی سی مسکراہٹ کیساتھ کوئی دن طے کیئے بغیر دعوت قبول کرلی. امامہ نے اپنے عقب میں کسی کو دیکھ کر سالار کو مسکراتے ہوئے دیکھا۔

ہائے رمشا۔۔۔

امامہ نے بےاختیار پلٹ کر دیکھا

اوہ ہائے۔۔۔رمشا بھی مسکراتی ہوئی اسکے پاس آئی۔

سالار نے دونوں کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا۔رمشا بڑی خوشدلی سے اس سے ملی۔۔

بڑی لکی ہیں آپ۔اگر آپ اسے نہ ملتی تو اس بندے سے میں نے شادی کرلینی تھی۔۔رمشا نے بڑی بے تکلفی سے امامہ سے کہا۔۔بس۔۔۔کچھ دیر ہوگئی مجھے سالار سے ملنے میں.

وہ بھی جواباً خوشدلی سے ہنسا تھا۔۔

ولیمہ کب ہے؟ وہ پوچھ رہی تھی۔

بیس تاریخ کو اسلام آباد میں۔۔وہ سالار سے کہہ رہی تھی۔

امامہ نے اس بار سالار کو اسے ٹالتے نہیں دیکھا۔وہ اسکے ساتھ ملاقات طے کر رہا تھا۔اسکے پاس آنے والی وہ پہلی لڑکی تھی جسکے ساتھ سالار کا رویہ کچھ زیادہ ہی بے تکلفی لیئے ہوئے تھا۔امامہ اس پر سے نظریں نہ ہٹا سکی۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

****

کوئی بات کرو۔واپسی پر سالار نے اسکی خاموشی محسوس کر کے کہا۔۔

کیا بات کروں۔۔۔

کوئی بھی۔۔وہ پھر خاموش ہوگئی۔

عجیب لوگ تھے سارے۔۔کچھ دیر بعد سالار نے اسے بڑبڑاتے ہوئے سنا۔وہ چونک کر اسکی طرف متوجہ ہوا۔

عجیب کیوں۔۔۔

تمہیں عورتیں اسطرح کی لباس میں یہ سب کرتی اچھی لگتی ہے؟؟ اس نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اس سے پوچھا.

تم نے وہ پہنا جو تمہیں اچھا لگا انہوں نے بھی وہ پہنا جو انکو اچھا لگا۔

اس نے بے یقینی سے سالار کو دیکھا۔کم از کم وہ اس سے ایسے جواب کی توقع نہیں کر رہی تھی۔

تمہیں کچھ برا نہیں لگا؟

میرے لیئے وہ سب ریسپیکٹیبل لوگ تھے۔کچھ میرے کلائنٹس تھے اور کچھ کو میں ویسے ہی جانتا ہوں۔

تمہیں برا کیوں لگے گا سالار تم مرد ہو۔۔۔تمہیں تو بہت اچھا لگے گا اگر تمہیں عورتیں اس طرح کے کپڑوں میں نظر آئیں گی۔۔

بات کرتے ہوئے اسے اندازہ نہیں ہوا کہ اسکا لہجہ کتنا سخت تھا۔۔سالار کا چہرہ سرخ ہوگیا۔۔

میں ایسی گیدرنگز میں مرد بن کر نہیں جاتا مہمان بن کر جاتا ہوں۔مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ کس نے کیا پہنا ہے۔میرے لیئے ہر عورت بغیر اپنے پہناوے کے قابل احترام ہے میں

لباس کی بنا پر کسی کا کردار نہیں جانتا۔اگر تمہارا خیال ہے کہ تم نے دوپٹا لیا ہوا ہے تو تم قابل عزت ہو۔۔اور وہ عورت جو ایک قابل اعتراض لباس پہنے ہوئے ہے وہ عزت کے قابل نہیں۔۔تو تم بلکل غلط ہو۔

وہ بول نہ سکی۔سالار کے لہجے میں پہلے بار اس نے ترشی محسوس کی۔

تمہیں کیسا لگے گا اگر کوئی تمہارے پردے کی وجہ سے تمہارے بارے میں یہ ہی بات کہے۔۔۔جیسی تم انکے بارے میں کہہ رہی ہو۔

تم انکی حمایت کیوں کر رہی ہو۔وہ جھنجھلائی۔

میں کسی کی حمایت نہیں کررہا صرف یہ کہہ رہا کہ دوسرے لوگ کیا کرتے ہیں اور کیا نہیں یہ ھمارا مسلہ نہیں۔۔۔۔۔۔

تمہیں یہ سب پسند ہے؟ وہ اسکے سوال پر ہنسا تھا۔۔

یہ ایشو نہیں ہے مجھے یہ سب اپنی زندگی کے لیئے پسند نہیں ہے لیکن مجھے ایسے ڈنر میں اس لیئے جانا پڑتا ہے کیونکہ مجھے اپنی جاب کی وجہ سے کسی حد تک سوشل رہنا ہے۔

ایک بات پوچھوں؟ سالار نے کچھ حیرانی سے اسے دیکھا لیکن کچھ کہا نہیں۔

اگر میں تمہاری زندگی میں نہیں آتی تو تم اس طرح کی لڑکیوں سے شادی کرلیتے جو آج وہاں تھی؟

وہ رمشا کا نام لینا چاہتی تھی لیکن اس نے نہیں لیا۔

تمہارا مطلب ہے کہ میں پردہ کرنے والی اور پردہ نہ کرنے والی میں کس سے شادی کرتا۔۔سالار نے براہ راست سوال کردیا۔

وہ اسکا چہرہ دیکھتی رہی وہ واقعی یہ ہی پوچھنا چاہتی تھی۔۔

آنیسٹلی میں تمہیں ایک بات بتاؤں۔۔میں کسی عورت کا صرف پردہ دیکھ کر اس سے شادی نہ کرتا۔کسی عورت کا پردہ کرنا نہ کرنا میرے لیئے اتنا اہم نہیں جتنا اس میں کچھ دوسری خوبیوں کا ہونا۔۔اسے آج شاک پہ شاک لگ رہے تھے۔

اگر ایک عورت اللہ کے احکامات پہ عمل کرتی ہیں سر اور جسم چھپاتی ہے

لیکن میں اس ایک چیز کے علاوہ بھی اس عورت میں کچھ اور خوبیاں چاہتا جس سے میں نے شادی کرنی ہوتی۔۔۔

کیسی خوبیاں؟۔۔اسے تجسس ہوا۔۔

صبر و برداشت و اطاعت۔۔وہ اسکا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔

یہ دونوں نادر کوالٹیز ہیں۔۔باقی سب کچھ ہوتا ہے لڑکیوں میں۔۔۔ڈگریز اوور لک اور مینرزم اور پردہ بھی۔۔۔لیکن یہ دو کوالٹیز ناپید ہوتی جارہی ہے۔اگر اسے کوئی زعم تھا تو ختم ہوگیا تھا۔

میں کیوں اچھی لگی تمہیں؟ اس نے بلآخر سالار سے پوچھ ہی لیا۔

خالی پردہ تمہیں امپریس نہیں کرتا۔ تحمل اور اطاعت تو کبھی دکھائی نہیں میں نے. پھر؟؟؟

پتہ نہیں۔۔۔یہ وہ سوال ہے جسکا جواب مجھے کبھی نہیں ملا تمہیں ناپسند کرنے کے کئ جواز بتا سکتا ہوں لیکن پسند کرنے کے لیئے میرے پاس کوئی جواز نہیں۔وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے کہہ رہا تھا

۔

پہلے تم مجھے intrigue کرتی تھی۔پھر تم مجھے ایریٹیٹ کرنے لگی اسکے بعد تم مجھے haunt کرنے لگی۔پھر میں تم سے جیلس ہونے لگا۔۔پھر حسد کرنے لگا اور پھر محبت،،، وہ قدرے بے بسی سے ہنسا۔

ان ساری سٹیجز میں صرف ایک چیز کامن تھی۔میں تمہیں کبھی بھی اپنے ذہن سے نہیں نکال سکا۔مجھے تمہارا خیال آتا تھا اور آتا ہے۔اور بس میرا دل تمہاری طرف کھنچتا تھا۔خوار جو کرنا تھا اللہ نے مجھے میری اوقت بتا کر۔۔بس اور کوئی بات نہیں تھی۔اس لیئے یہ تو کبھی پوچھو ہی مت کہ کیوں اچھی لگی تم مجھے۔وہ محبت سے زیادہ بے بسی کا اظہار تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اور اگر یہ سب نہ ہوا ہوتا تو پھر تم میرے بجائے کسی اور لڑکی سے شادی کر لیتے۔مثلاً رمشا سے۔۔۔

سالار نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر ہنس دیا۔۔۔

تو یہ سوال رمشا کی وجہ سے ہو رہے تھے۔۔یو آر سلی۔۔۔

تمہیں پسند ہے ناوہ؟ وہ اسکی ہنسی کو نظرانداز کر کہ سنجیدہ ہی رہی۔

ایک دوست اور کولیگ کے طور پر۔۔سالار نے کہا۔

امامہ نے کچھ نہیں کہا۔سالار کو لگا جیسے وہ گہری سوچ میں ہے۔

کیا ہوا؟؟ سالار نے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

کچھ نہیں۔۔۔تمہارے ساتھ کھڑی اچھی لگی تھی وہ مجھے اور پھر۔۔۔۔۔۔۔۔،،،

بعض دفعہ ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے بہت سے لوگ اچھے لگتے ہیں حتی کہ دو دشمن بھی ساتھ ساتھ کھڑے اچھے لگتے ہیں۔۔اس سے کیا ہوتا ہے۔۔۔سالار نے اسکی بات کاٹی۔۔

کچھ نہیں، ایسے ہی خیال آیا تھا۔۔۔

میں تمہارے ساتھ بہت خوش ہوں امامہ! یہ میری زندگی کا سب سے اچھا وقت ہے۔فی الحال دنیا میں ایسی کوئی شے نہیں جسکی مجھے کمی محسوس ہورہی ہو۔اس لیئے تم اپنے اندازوں اور خیالوں سے باہر آوٴ۔ڈنر میں جاوٴ کھانا کھاوٴ لوگوں سے گپ شپ کرو اینڈ دیٹس اٹ۔۔۔اس دنیا کو اپنے ساتھ گھر لیکر مت آوٴ۔۔۔

اس رات ناول پڑھتے ہوئے وہ سالار کیساتھ ہونے والی گفتگو کے بارے میں سوچ رہی تھی۔وہ اپنے لیپ ٹاپ پر کچھ کام کر رہا تھا۔ناول سے نظریں ہٹا کر وہ سالار کو دیکھنے لگی۔وہ اپنے کام میں منہمک تھا۔۔

سالار۔۔۔اس نے کچھ دیر بعد اسے مخاطب کیا۔

ہاں۔۔۔۔اسی طرح کام کرتے ہوئے اس نے کہا۔۔

تم اچھے انسان ہو ویسے،،،،، اسکی تعریف کرتے ہوئے وہ عجیب سی شرمندگی محسوس کر رہی تھی۔

اچھا۔۔وہ اسی طرح مصروف تھا۔امامہ کو لگا اس نے اسکی بات غور سے نہیں سنی۔۔میں نے تمہاری تعریف کی ہے۔۔اس نے دہرایا۔۔۔

بہت شکریہ۔۔۔اسکا لہجہ اب بھی اتنا ہی سرسری تھا۔۔۔۔

تمہیں خوشی نہیں ہوئی۔۔۔اسکا اتنا نارمل رہنا ہے۔۔امامہ کو ہضم نہیں ہوا تھا۔۔۔

کس چیز سے؟ وہ چونکا۔

میں نے تمہاری تعریف کی۔۔

اور میں نے تمہارا شکریہ ادا کردیا۔۔

لیکن تمہیں اچھا نہیں لگا؟ وہ کچھ متجسس تھی۔۔

کیا اچھا لگتا مجھے۔۔میری باتیں سن کر مجھے اچھا آدمی کہہ رہی ہو۔عمل دیکھ کر کہتی تب خوشی ہوتی مجھے۔۔اور فی الحال میں ایسا کوئی عمل تمہیں پیش نہیں کرسکتا۔۔

امامہ بول نہ سکی۔وہ پھر اپنے لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ تھا۔

وہ کچھ دیر چپ چاپ اسکا چہرہ دیکھتی رہی اور پھر کہا۔

تم نے میرے ہاتھ سے وہ ڈرنک کیوں لی تھی؟ اسے اچانک یاد آیا تھا۔

Kitab Nagri

www.kitabnagri.com

کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ تم مجھے شوٹ کردو۔۔۔وہ اسکے بے تکے جواب پر حیران ہوئی۔

یہ کیا بات ہوئی۔۔۔؟

شراب تھی وہ۔۔وہ ہل نہ سکی۔

سوری۔۔سالار نے سکرین سے نظریں ہٹاتے ہوئے اس سے معذرت کی۔امامہ کا رنگ اڑ گیا تھا۔ان پارٹیز میں ہارڈ ڈرنک بھی ہوتی ہے۔سوشل ڈرنک سمجھی جاتی ہے وہاں۔۔وہ سنجیدگی سے اسے بتاتے ہوئے دوبارہ سکرین کی طرف متوجہ ہوا۔

امامہ کا دل یکدم جیسے ہر چیز سے اچاٹ ہوگیا تھا۔اس نے زندگی میں پہلی بار شراب دیکھی تھی اور شراب ہاتھ میں لی تھی۔اگر وہ سالار کے ساتھ کھڑی نہ ہوتی تو شاید پی بھی لیتی۔اسکا شوہر ان پارٹیز میں جانے کا عادی تھا۔اور وہ وہاں کس حد تک اجتناب کرپاتا تھا۔کرتا بھی یا نہیں۔۔۔اسکا اعتماد پھر تڑخنے لگا۔

وہ چند ہفتوں میں کسی کا کردار نہیں جانچ سکتی تھی۔وہ بھی تب جب وہ اسے شادی کے اس پہلے مہینے میں مکمل طور پر متاثر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

چند لمحے پہلے دل میں سالار کے لیئے نمودار ہونے والا احترام سیکنڈز میں غائب ہوا تھا۔۔۔

وہ جس شیشے سے اسے دیکھ رہی تھی۔وہ پھر دھندلا گیا۔اسکی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ سالار سے اگلا جملہ کیا کہے وہ اپنی ای میلز کی طرف متوجہ ہوچکا تھا۔وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آئی۔دوسرے بیڈروم کے واش روم میں آکر وہ بے مقصد اپنا دایاں ہاتھ رگڑ رگڑ کر دھوتی رہی۔وہ احمقانہ

حرکت تھی لیکن اس وقت وہ اپنی ڈپریشن ختم کرنے لے لیئے اور کچھ نہیں کرسکتی تھی۔وہ بے مقصد گھر کے ہر کمرے میں پھرتی رہی نیند اسکی آنکھوں سے مکمل غائب ہوچکی تھی۔

اللہ سکون کے آسمان کو اندیشوں کی زمین کے بغیر کیوں نہیں کھڑا کرتا۔اس نے سوچا۔

وہ تاریکی اور سردی میں کتنی ہی دیر ٹیرس کی ریلنگ کے پاس کھڑی رہی وقت کا احساس ہی نہیں ہوا۔

تم کیا کر رہی ہو یہاں؟ اپنے عقب میں سالار کی آواز نے اسکی سوچوں کے تسلسل کو توڑا۔۔وہ کمرے سے اسکی طویل عدم موجودگی کی طنا پر اسے ڈھونڈتا ہوا یہاں آگیا تھا۔

میں۔۔۔امامہ نے چونک کر پلٹ کر اسے دیکھا۔۔میں نیچے دیکھ رہی تھی۔

نیچے کیا ہے۔۔سالار نے اسکے قریب آکر نیچے جھانکا۔

نیچے۔۔؟امامہ کو کو خود پتہ نہیں تھا۔

نیچے۔۔۔کچھ بھی نہیں۔۔۔سالار نے اسکے چہرے کو غور سے دیکھنے کی کوشش کی۔وہ اسے غائب دماغ لگی تھی۔۔۔یا پریشان۔۔۔

اندر چلیں؟۔۔وہ کچھ کہنے کی بجائے شال ٹھیک کرتے ہوئے اسکے ساتھ اندر آگئی۔

تم سو جاؤ میں تھوڑی دیر بعد آؤنگی۔۔اس نے اندر آتے ہوئے سالار سے کہا۔

میں کچھ دیر ٹی وی دیکھوں گی۔۔سالار ٹھٹک گیا۔

امامہ ریموٹ ہاتھ میں لیکر اب ٹی وی آن کر رہی تھی۔شادی کے بعد پہلی بار وہ ٹی وی دیکھنے میں اتنی دلچسپی ظاہر کر رہی تھی۔

ٹی وی پر کوئی خاص پروگرام آرہا ہے؟ اس نے پوچھا۔۔۔

نہیں ویسے ہی دیکھوں گی۔امامہ نے اسکی طرف دیکھے بنا کہا۔وہ چاہتی تھی کہ وہ چلا جائے۔

وہ جانے کی بجائے صوفے پر اسکے قریب آکر بیٹھ گیا۔اس نے امامہ کے ہاتھ سے ریموٹ لیکر ٹی وی آف کردیا۔

امامہ نے کچھ جز بز ہوکر اسے دیکھا۔

میں شراب نہیں پیتا امامہ۔۔میں یہ پھل چکھ چکا ہوں اسکا ذائقہ کیا ہے اسکا اثر کیا ہے میں دونوں سے واقف ہوں مجھے شراب میں کوئی غم ڈبونا ہے نا کسی سرور کی تلاش ہے میرے لیئے یہ ان گناہوں میں سے ایک ہے جسکو میں چھوڑ چکا ہوں۔تم ہر روز بس اللہ سے یہ دعا کیا کرو کہ وہ مجھے سیدھے رستے سے نہ بھٹکائے۔وہ اس سے سوال کی توقع کر رہی تھی جواب کی نہیں۔۔وہ کسی سائکالوجسٹ کی طرح اسکا ذہن پڑھ رہا تھا۔

اب تمہیں ٹی وی دیکھنا ہے تو دیکھو۔۔ورنہ آکر سو جاؤ۔۔۔گڈ نائٹ۔۔

اس نے ٹی وی آن کر کے ریموٹ امامہ کے ہاتھ میں دیا۔اور بیڈروم چلا گیا۔وہ اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

**************--------**--****

سالار کے ساتھ اس گفتگو نے اسکے لیئے بہت آسانی پیدا کرلی تھی۔دوبارہ ڈنر پر جاتے ہوئے امامہ نے وہاں آنے والے لوگوں کو نہیں جانچا تھا۔اس بار وہ اسے اتنے برے بھی نہیں لگے۔

تم کسی سے کوئی بات کیوں نہیں کرتی؟ وہ شاید چوتھا ڈنر تھا جب واپسی پر رات کو سونے سے قبل کپڑے تبدیل کرتے سالار نے اس سے پوچھا تھا۔۔وہ ناول پڑھتے ہوئے چونکی۔۔

کیسی بات؟

کوئی بھی بات۔۔وہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

جب کوئی مجھ سے کچھ پوچھتا ہے تو میں جواب دیتی ہوں۔۔

لیکن تم بھی تو کسی سے کچھ پوچھا کرو۔وہ ان پارٹیز میں اسکی مسلسل خامشی کو نوٹ کر رہا تھا۔

Kitab Nagri

www.kitabnagri.com

کیا پوچھا کروں۔۔۔

تم حال چال پوچھا کرو۔پھر فیملی کے بارے میں پوچھا کرو بچوں کے بارے میں بات کرسکتی ہو۔فار گاڈ ایک امامہ عورتوں کو تو یہ بتانا نہیں پڑتا کہ انہوں نے آپس میں کیا باتیں کرنی ہے۔وہ اسے بتاتے ہوئے کچھ سٹپٹا گیا۔

اچھا میں کوشش کروں گی۔اس نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔۔

میرا یہی سوشل سرکل ہے یہی لوگ بار بار ملیں گے تمہیں۔ان ہی میں سے تم نے دوست بنانے ہیں۔۔

لیکن میں نے دوست بنا کر کیا کرنا ہے۔اس نے دوبارہ ناول کھولتے ہوئے کہا سالار نے ہاتھ بڑھا کر ناول اس سے لے لیا

کتابیں اچھی ہوتی ہے لیکن ایک دنیا اسکے باہر ہے۔وہ بھی اچھی ہے۔وہ سنجیدہ تھا۔وہ اسکا چہرہ دیکھتی رہی۔

لوگوں سے چھپ چھپ کر بھاگ بھاگ کر اب بہت مشکل ہوگیا ہے دوبارہ انکے ساتھ چلنا۔۔وہ خود بھی سمجھ نہ پائی کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔

اسی لیئے چاہتا ہوں کہ تم لوگوں کیساتھ انٹرایکٹ کرو۔اب ضرورت نہیں رہی چھپنے کی جہاں میں تمہیں لیکر جاتا ہوں وہاں تم میری فیملی ہو۔وہاں تم سے کوئی تمہاری فیملی کے بارے میں انویسٹی گیٹ نہیں کریگا۔۔وہ اسے سمجھا رہا تھا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اچھا میں کوشش کروں گی۔۔اس نے غیر محسوس انداز میں سالار سے کتاب لیتے ہوئے کہا۔۔۔

بھابھی کے ہاں بھی جایا کرو۔وہ اسے نوشین کے بارے میں کہہ رہا تھا۔

جاتی ہوں۔۔اس نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔۔

وہ اسے چپ چاپ کچھ دیر دیکھتا رہا۔

اب اس طرح مت دیکھو مجھے۔امامہ نے اسکی نظریں اپنے چہرے پر محسوس کرتے ہوئے گردن موڑ کر کہا۔میں نے کہا ہے نا میں کوشش کروں گی۔۔۔

وہ کچھ کہنے کی بجائے کمبل لیتا ہوا چت لیٹ گیا۔وہ دوبارہ کتاب پڑھنے لگی لیکن کچھ دیر بعد پھر اسے سالار کی نظریں خود پر محسوس ہوئی۔

اب کیا ہے۔۔اس نے کچھ جھنجھلا کر سالار کو دیکھا۔۔

کچھ نہیں۔۔۔امامہ نے اسکی نظروں میں عجیب سا تاثر محسوس کیا تھا۔وہ بہت سنجیدگی کے ساتھ کچھ سوچ رہا تھا

***********-----*****-----+***

عید کے دو ہفتے بعد اسلام آباد کے ایک ہوٹل میں انکے ولیمہ کی تقریب منعقد ہوئی تھی۔اگر سالار کی ضد نہ ہوتی تو سکندر کبھی اس تقریب لے لیئے اسلام آباد کا انتخاب نہ کرتے۔ولیمہ کی تقریب خاصی سادگی سے ہوئی۔دوہزار کے قریب افراد کی موجودگی میں امامہ اتنا ہی غیر آرام دہ محسوس کر رہی تھی جتنا اسے کرنا چاہیئے تھا۔لیکن اسکے باوجود وہ خوش تھی۔وہ باقاعدہ طور پر سالار کی فیملی کا حصہ بن کر جیسے کسی چھت کے نیچے آ گئی تھی۔

وہ ولیمہ لے بعد دو ہفتوں کے لیئے بہماس گئے تھے۔پاکستان سے باہر سالار کیساتھ امامہ کا یہ پہلا سفر تھا۔ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ زندگی میں دوبارہ کبھی ان پندرہ دنوں جیسے

پرسکون اور بے فکری کے دن انکی زندگی میں دوبارہ کبھی نہیں آنے والے تھے۔۔انکا رشتہ نیا تھا لیکن تعلق پرانا تھا۔ا

سالار کا فون انٹرنیشنل رومنگ پر تھا لیکن دن کا زیادہ وقت وہ آف رہتا تھا۔بنک اور ان سے متعلقہ کاموں کو اس نے پندرہ دنوں کے لیئے اپنی زندگی سے نکال دیا تھا۔سالار بہماس پہلے بھی دو مرتبہ آچکا تھا۔وہ اسے لیکر ان تمام جگہوں پر جارہا تھا جہاں کی سی فوڈز مشہور تھی۔

ھم اپنے گھر میں اسطرح کا ایک رانچ بنائیں گے۔

سالار نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ایک لمحے کے لیئے اسے مذاق لگا۔لیکن وہ سنجیدہ تھی۔

کس پر بنائیں گے؟ سالار نے اسے جیسے کچھ یاد دلانے کی کوشش کی۔

جھیل پر۔۔بلا کی سنجیدگی تھی۔

اور جھیل کہاں سے آئے گی۔۔۔وہ ہکا بکا تھا۔

وہ تم بناؤ گے نا۔۔وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

اور اس جھیل میں پانی کہاں سے آئیگا؟

امامہ نے ایک لمحے کے لیئے سوچا۔۔۔نہر سے۔وہ ہنس پڑا لیکن امامہ نہیں ہنسی۔۔

پانی کی نہر نکالنا دودھ کی نہر نکالنے سے زیادہ مشکل ہے سویٹ ہارٹ۔۔

اس نے امامہ کے کندھوں پر بازو پھیلایا۔۔امامہ نے اسکا ہاتھ جھٹک دیا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تم نہیں بنا کر دوگے؟ وہ سوال نہیں تھا۔۔دھمکی تھی۔۔

ھم یہاں آجایا کرینگے بلکہ اگلے سال میں تمہیں ماریشس لیکر جاؤں گا۔پھر اس سے اگلے سال مالدیپ۔۔۔

امامہ نے اسکی بات کاٹی۔

تم نہیں بنا کردوگے جھیل۔۔۔

امامہ جھیل کیسے بنا کر دوں میں تمہیں۔۔ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ھم کسی ایسی جگہ پر گھر بنائے جہاں قدرتی طور پر آس پاس اسطرح پانی ہو۔سالار نے اسے ٹالنے کی کوشش کی۔۔

ہاں یہ ٹھیک ہے۔اس پر بروقت اثر ہوا تھا اور سالار نے جیسے سکھ کا سانس لیا۔۔

سالار تم بہت اچھے ہو۔امامہ نے اب اسکا ہاتھ پیار سے پکڑ کر کہا۔۔

امامہ یہ بلیک میلنگ ہے۔سالار نے ہاتھ چھڑائے بنا گہرا سانس لیکر احتجاج کیا۔وہ اسکے جھوٹ کو اسکے گلے کی ہڈی بنا رہی تھی۔

ہاں۔۔۔ہے تو۔۔۔اس نے بڑے آرام سے کندھے اچکا کر ہنستے ہوئے کہا۔

وہاں دوبارہ امامہ نے باقی دن رانچ کا ذکر نہیں کی اور اس پر سالار نے اللہ کا شکر ادا کیا۔اسے امید تھی کہ وہ بھول جائیگی۔۔

واپس آنے کے چوتھے دن بعد اس نے فخریہ انداز میں سالار کو اس گھر کے نئے ڈیزائنز دکھائے۔وہ جھیل اور رانچ بھی اسکا حصہ بن چکے تھے۔۔وہ ہنی مون اسے بہت مہنگا پڑا تھا۔وہ دنیا کی پہلی بیوی تھی جس نے ہنی مون پر جھیل اور رانچ کی شاپنگ کی تھی۔۔اور وہ دنیا کا پہلا شوہر تھا جس نے اس شاپنگ پر اعتراض نہیں کیا تھا۔

انکے اپارٹمنٹ کی دیوار پر اب کچھ اور تصویروں کا اضافہ ہوگیا تھا۔جن میں ایک چیز کامن تھی۔انکے چہرے اور آنکھوں میں نظر آنے والی خوشی اور چمک اور انکے ہونٹوں پر موجود مسکراہٹ۔۔۔۔

وہ ایک دوسرے کے لیئے بنے تھے۔۔۔کم از کم وہ تصویریں ہر لحاظ سے یہ ثابت کرنے پر تلی ہوئی تھی۔

زندگی آھستہ آھستہ اپنے معمول پر آرہی تھی۔سالار واپس آنے کیبعد مصروف ہوگیا۔۔وہ بنک سے تقریباً دس بجے گھر آرہا تھا اور پہلے کی طرح گھر سے باہر کافی کے لیئے نکلنے کا سلسلہ کچھ عرصہ کے لیئے منقطع ہوگیا۔سالار کے اصرار کے باوجود وہ کھانے پہ اسکا انتظار کرتی تھی۔

وہ نوشین کیساتھ اب وقتاً فوقتاً گھر سے نکلنے لگی تھی۔۔اسکی زندگی کا دائرہ اب گھر سے باہر بڑھنے لگا تھا اور سالار اس چیز کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا

وہ اس دن چینل سرفنگ کر رہی تھی جب اسکی نظریں ایک چینل پہ ٹھہر گئی۔چند لمحوں کے لیئے اسکو اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آیا۔وہ اسٹاک مارکیٹ کے حوالے سے کوئی پروگرام تھا۔اور اس

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میں شامل دو شرکاء میں سے سالار بھی تھے ایک لمحے کے لیئے امامہ کو یقین نہیں آیا وہ سکرین پر سالار کو دیکھ رہی ہے لیکن چند لمحوں کیبعس سالار کا نام اور اسکا عہدہ سکرین پر چند لمحوں کے لیئے فلیش ہوا۔۔

تو وہ مجھ سے جھوٹ بول رہا تھا۔۔۔؟امامہ نے اسکا عہدہ دیکھ کر سوچا۔۔وہ پی آر سے منسلک نہیں تھا لیکن اس وقت اسے سکرین پر دیکھتے ہوئے وہ اتنی ایکسائٹڈ تھی کہ اس نے سالار کے جھوٹ اور اسکے وجوہات پر غور ہی نہیں کیا۔۔زندگی میں پہلی بار اس نے فنانس سے متعلق کوئی پروگرام اتنے شوق اور لگن سے دیکھا تھا۔ آدھ گھنٹا اس پروگرام میں اسے سنتے اور دیکھتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ وہ بہت امپریسیو تھا۔کمپوزڈ۔۔کانفیڈنٹ۔۔بے حد شارپ اور مکمل پروفیشنل۔۔۔وہ زندگی میں پہلی بار اسکی شکل و صورت اور پرسنالٹی پر غور کر رہی تھی۔۔اور پہلی بار اسے احساس ہوا کہ اسکی آواز بہت اچھی ہے۔شادی کے دو ہی مہینے بعد اپنے شوہر کو ٹی وی پر دیکھتے ہوئے وہ بری طرح متاثر ہورہی تھی۔۔

سالار کسی پوسٹ لنچ میٹنگ میں تھا جب امامہ نے اسے کال کی میٹنگ ختم ہورہی تھی اس لیئے وہ کال لیتے ہوئے بورڈ روم سے باہر آیا۔

سالار تم ٹی وی پہ آئے ہو؟ اس نے چھوٹتے ہی کہا۔

ایک لمحے کے لیئے سالار سمجھ نہ سکا۔۔

کیا؟

تم ٹی وی چینل پہ آئے تھے ایک پروگرام میں اور تم نے مجھے بتایا بھی نہیں۔۔

دوماہ پہلے ریکارڈ کیا تھا انہوں نے ریپیٹ کیا ہوگا۔۔سالار کو یاد آگیا۔

تم کیا کر رہی ہو۔اس نے موضوع بدلا لیکن امامہ کس حد تک متاثر تھی اس پروگرام سے اسکا اندازہ اسے گھر آکر ہی ہوا۔

میں نے اسے ریکارڈ کرلیا ہے۔وہ کھانا کھا رہے تھے جب امامہ نے اسے بتایا۔۔

کسے؟ وہ چونکا کیونکہ وہ کوئی اور بات کر رہے تھے۔۔۔

تمہارے اس پروگرام کو۔۔۔

اس میں ریکارڈ کرنے والی کیا بات تھی۔۔وہ حیران ہوا۔۔۔

تم ٹی وی پر بہت اچھے لگ رہے تھے۔امامہ نے اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے کہا۔۔۔

اور تم انویسٹمنٹ بنکنگ میں ہو۔پی آر میں نہیں۔۔امامہ نے اسے بتایا۔

وہ مسکرایا لیکن اس نے جواباً کچھ نہیں کہا۔۔۔

تم نے دیکھا ہے اپنا پروگرام؟

سالار نے کانٹا ہاتھ سے رکھتے ہوئے اس سے کہا۔۔۔

سویٹ ہارٹ ایسے بہت سے پروگرامز ہوتے ہیں جن میں ہر روز بہت سارے ایکسپرٹس بلائے جاتے ہیں اس میں ایسی کونسی خاص بات ہے کہ اسکو بیوی کیساتھ بیٹھ کر دیکھا جائے۔۔اس سے پہلے بھی کئی پروگرامز میں آچکا ہوں اور آئندہ بھی کہی نہ کہی نظر آتا رہوں گا۔یہ بھی میری جاب کا ایک حصہ ہے۔۔۔

وہ اسکا ہاتھ تھپک کر اب دوبارہ کانٹا اٹھا رہا تھا۔امامہ چند لمحے کچھ بول نہ سکی۔اس نے جیسے ٹھنڈے پانی کا گلاس اس پر انڈیل دیا تھا ایسے وہ شرمندہ ہو رہی تھی۔۔۔۔

سالار سود حرام ہے نا۔۔۔

وہ خود سمجھ نہ پائی کہ اس نے سالار کی باتوں کے جواب میں یہ کیوں کہا۔۔۔شاید یہ اس شرمندگی کا رد عمل تھا۔

ہاں۔۔۔۔۔وہ کانٹے سے کباب کا ایک ٹکڑا اٹھاتے ہوئے صرف ایک لمحے لے لیئے ٹھٹکا۔۔

بلکل اسی طرح جس طرح جھوٹ حرام ہے۔غصہ حرام ہے۔غیبت حرام ہے۔منافقت تہمت اور بد دیانتی حرام ہے۔۔وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔۔

میں ان چیزوں کی بات نہیں کر رہی۔

امامہ نے اسکی بات کاٹی۔۔۔اس نے جواباً امامہ کی بات کاٹی۔۔۔۔۔۔

کیوں؟ کیا ان ساری چیزوں سے کیا معاشرے کو کم نقصان پہنچتا ہے؟ امامہ کو جواب نہیں سوجھا۔۔۔

تم جسٹی فائی کر رہے ہو سود کو۔۔۔۔؟ اس نے بلاآخر کہا۔۔

نہیں میں جسٹی فائی نہیں کر رہا میں صرف یہ کہہ رہا تھا کہ ھم جز کو کل سے الگ نہیں کر سکتے۔اسلامی معاشرے کو سود اتنا نقصان نہیں پہنچا رہا جتنا دوسری خرابیاں۔وہ اسکا چہرہ دیکھ رہی تھی۔۔۔

میں اگر پاکستانی معاشرے میں پائی جانے والی پانچ خرابیاں بتاؤں اور کہوں ان میں سے کوئی ایک ختم کردو جس سے معاشرہ بہتر ہوجائے۔۔کرپشن کو غربت کو۔

نا انصافی کو بدیانتی یا سود کو تو میں شرط لگاتا ہوں امامہ یہ پانچواں آپشن کبھی بھی کسی کی پہلی ترجیح نہیں ہوگا۔وہ چیلنج کر رہا تھا اور وہ چیلنج جیت بھی سکتا تھا۔کیونکہ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا وہ بھی پہلی چار میں سے ہی ایک کو ختم کرنا چاہیں گی۔۔امامہ نے دل ہی دل میں اعتراف کیا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اور سود صرف بنکنگ میں تو نہیں ہے۔کوئی یوٹیلٹی بل لیٹ ہوجاتا ہے تو اس پر سرچارج لگ جاتا ہے۔۔سکول کالج کی فیس لیٹ ہوجائے تو اس پر فائن لگ جاتا ہے۔۔۔یہ بھی تو سود کی قسمیں ہیں۔

اسکے پاس اسکی توجیہات کا کوئی جواب نہیں تھا۔۔

تو تم بنکنگ میں اس لیئے ہو کیونکہ تم سود کو دوسری برائیوں جیسی عام برائی سمجھتے ہو؟؟ امامہ نے بحث سمیٹنے کی کوشش کی۔

نہیں میں اسے بہت بڑی لعنت سمجھتا ہوں تو پھر میری سوچ میں کیا تبدیلی آئے گی۔یہ سوچ لیکر ساری دنیا کے مسلمان بنک میں کام کرنا بند کردے۔۔اور دوسرے مذاہب والوں کو کھلا راستہ چھوڑیں کہ وہ آئے اور ٹیک اوور کرے۔۔۔ھماری اکانومی کو اپنی مٹھی میں لے لیں۔جب چاہے جیسے چاہے ھمارا گلہ دبا دے۔

امامہ الجھی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔۔سود کے بارے میں یہ انکی پہلی بحث تھی۔۔*****

*****---*****************

رمضان میں اور اسکے بعد امامہ کو کھانا پکانے کا کوئی خاص موقع نہیں ملا تھا۔لیکن اب وہ اسکے لئے باقاعدہ طور پہ گھر کا کھانا بنانے لگی۔وہ سی فوڈز کے علاوہ کسی خاص کھانے کا شوقین نہیں تھا۔سی فوڈز کو شدید ناپسند کرنے کے باوجود وہ ہفتے میں اسکے لیئے ایک یا دو بار ڈبے میں بند سی فوڈز کی جگہ بازار سے تازہ سی فوڈ لاکر پکانے لگی۔

اتوار کا دن تھا اور وہ لنچ کی تیاریوں میں مصروف تھی۔کسی دوست سے فون پر بات کرتے ہوئے سالار کو وہم سا ہوا تھا کہ وہ سنک کے سامنے کھڑی رو رہی ہے۔

ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی آف کرتے ہوئے اور دوست کو خدا حافظ کہتے ہوئے وہ صوفے سے اٹھ کر کچن میں آگیا۔سنک کے سامنے کھڑی وہ رو نہیں رہی تھی بلکہ زار و قطار رو رہی تھی۔۔۔ سالار کے چودہ طبق روشن ہوگئے۔۔

کیا ہوا؟؟؟

نفی میں سر ہلا کر وہ اسی طرح اپنے کام میں مصروف رہی۔

سالار نے ہاتھ بڑھا کر سنک کا نل بند کر دیا۔

کیوں رو رہی ہو تم؟؟ وہ واقعی سمجھنے سے قاصر تھا۔۔۔۔۔۔امامہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اپنے ماں باپ کے گھر میں نے کبھی ان چیزوں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔۔جنہیں اب مجھے دھونا پڑ رہا ہے۔۔۔پانی دوبارہ کھولتے ہوئے اس نے بھرائی آواز میں کہا۔۔

وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔اسکے گھر میں بھی سی فوڈز اتنے ہی شوق سے کھائے جاتے تھے لیکن وہ ان سے شدید قسم کی کراہت رکھتی تھی۔

سالار کو کچھ دیر سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا کہے۔۔۔

میں نے تمہیں کب کہا ہے کہ مجھے یہ بنا کر دو۔۔

تم نے خود کہا تھا میں تمہیں سی فوڈ لا کر دوں گا اور تم آج یہ بنانا۔۔

سالار نے پھر کچھ خفگی سے پانی بند کردیا۔۔

چھوڑو مت بناؤ۔۔اس نے سختی سے کہتے ہوئے وہ برتن سنک سے اٹھا کر شیلف پر رکھ دیے۔۔

یہ بات نہیں ہے۔۔میں سوچ رہی تھی جب شوہر کو بنا کر کھلا سکتی ہوں تو ماں باپ کو بھی بنا کر کھلا دیتی۔۔۔اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔۔

کیا رنج تھا۔۔۔کیا پچھتاوا تھا۔۔وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔۔۔

اسکے منع کرنے کے باوجود اس نے اس دن سی فوڈ ہی تیار کیا۔۔لیکن اسکی سرخ آنکھوں کو دیکھ کر سالار کو اس قدر احساس جرم ہوا کہ وہ ٹھیک طرح کھانا بھی نہ کھا سکا۔۔

میں آہستہ آہستہ یہ سی فوڈ کھانا چھوڑ دوں گا۔ تمہیں یہ دوبارہ گھر پر نہیں بنانا پڑے گا۔۔۔

نہیں۔۔۔تمہیں پسند ہے تم کیوں چھوڑو گے۔۔پتہ نہیں مجھے ایسے ہی خیال آگیا تو۔۔۔۔آہستہ آہستہ میری ناپسندیدگی کم ہوجائے گی۔۔۔

میں۔۔۔۔۔۔

امامہ نے اسکی بات کاٹ دی۔۔۔رہنے دو بس۔۔۔اگر کچھ چھوڑنا ہے تو یہ جو تم انرجی ڈرنکس وغیرہ پیتے ہو انہیں چھوڑ دو میں تمہیں کچھ فریش جوسز بنا کر دوں گی۔

وہ ہنس پڑا۔۔۔وہ واقعی ان ڈرنکس کا بہت عادی تھا اور اسکی بنیادی وجہ اسکا لائف سٹائل اور اسکا فروفیشن تھا۔۔اسکے سہارے وہ ساری رات آرام سے کام کیا کرتا تھا۔وہ امامہ کے ہاتھ کے بنے کھانے کا عادی ہونے لگا تھا۔امامہ اسکے رات کو بہت دیر سے گھر آنے پر بھی اسے تازہ چپاتی بنا کر

دینے کی عادی ہ گئی تھی۔اور سالار نے زندگی میں ایسی چپاتی نہیں کھائی تھی۔وہ ناشتے میں سلائس اور ایک انڈا کھا کر چائے کافی کے ایک کپ کے ساتھ بھاگ جانے والا آدمی تھا۔۔اور زندگی میں پہلی دفعہ ناشتہ کا کوئی مینیو ہونے لگا تھا انڈا تلے ہوئے یا ابلے ہوئے کی جگہ مختلف قسم کے آملیٹ ملنے لگے۔بعض دفعہ پراٹھا ہوتا۔ڈبے کی جگہ تازہ جوس کے گلاس نے لے لی تھی۔لنچ کے لیئے گھر کے بنے سینڈوچز اور سلاد ہوتے۔شروع شروع میں وہ امامہ کے اصرار پر کچھ بے دلی سے اس لنچ پیک کو گھر سے لاتا تھا لیکن آہستہ آہستہ اسکی ناخوشی ختم ہونے لگی۔وہ گھر کا کھانا تھا۔۔بہت ویلیوایبل تھا۔کیونکہ اسکو بنانے کے لیئے صبح سویرے اٹھ کر اسکی بیوی اپنا کچھ وقت صرف کرتی تھی۔۔وہ پانی کے اس گلاس کا بھی اس طرح عادی ہونے لگا تھا جو ہر روز گھر میں داخل ہوتے ہی وہ اسے دیتی تھی۔

میں دودھ نہیں پیتا۔۔۔جب اس نے پہلی بار گرم دودھ کا گلاس اسے دیا تو اس نے بیحد شائستگی سے اسے بتایا۔۔

کیوں؟ جواباً اس نے اتنی حیرت کا اظہار کیا کہ وہ شرمندہ سا ہو کر رہ گیا۔

مجھے پسند نہیں ہے۔۔۔

مجھے تو بڑا پسند ہے۔تمہیں کیوں نہیں پسند۔۔

مجھے اسکا ذائقہ اچھا نہیں لگتا۔۔وہ سوچ میں پڑ گئی۔

تو میں اسمیں اوولٹین ڈال دوں۔۔۔سالار نے اسکے جواب کو مکمل ہونے سے پہلے ہی گلاس اٹھا کر پی لیا۔وہ زہر پی سکتا تھا لیکن اوولٹین نہیں۔۔

اسکے اپنے گھر میں مردوں کا جسطرح خیال رکھا جاتا تھا وہ بھی اس کا اسی طرح خیال رکھ رہی تھی

----*****

---&***-----*****-----****

امامہ کے لیئے زندگی بدل گئی تھی۔یا بہت عرصہ کیبعد پھر شروع ہوئی تھی۔۔سالار نے اس سے کبھی کوئی سوال نہیں کیا وہ اس گھر کے سیاہ و سفید کی مالک تھی۔۔

یہ ناممکن تھا کہ ایسا شخص کسی کی دعاؤں کا حصہ نہ بنےاسے کبھی نماز کیبعد دعا کرتے ہوئے سالار کو یاد نہیں کرنا پڑا تھا۔۔۔

****

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

آر یو شیور۔۔۔تم اکیلے رہ لوگی۔۔سالاراب بھی جیسے یقین دہانی چاہتا تھا۔۔

وہ دو ہفتوں کے لیئے نیویارک اپنے بنک کے کسی ورکشاپ کے سلسلے میں جا رہا تھا۔

میں رہ لوں گی۔۔۔ویسے بھی فرقان بھائی اور بھابھی تو پاس ہی ہیں۔کچھ نہیں ہوتا۔۔۔اس نے سالار کو تسلی دی۔۔اسکی فلائٹ صبح گیارہ بجے تھی وہ اس وقت پیکنگ سے فارغ ہوا تھا۔

میرے بغیر رہ لو گی تم؟ اس نے امامہ کی بات سننے کے بعد کہا۔۔

ہاں دو ہی ہفتوں کی تو بات ہے۔امامہ نے بیحد اطمینان سے کہا۔۔۔

دو ہفتوں میں پندرہ دن ہوتے ہیں۔۔سالار نے بریف کیس بند کرتے ہوئے کہا۔۔

کوئی بات نہیں گزر جائیں گے۔۔

سالار نے گہرا سانس لیا۔ہاں تمہارے تو گزر جائینگے میرے نہیں گزریں گے میں تو ابھی اے تمہیں مس کرنے لگا ہوں یار۔۔وہ ہنس پڑی۔۔۔

پہلے بھی تو جاتے ہو تم۔دو ہفتے پہلے دبئ گئے تھے۔پچھلے مہینے سنگاپور۔۔اس نے تسلی دینے والے انداز میں یاد دلایا۔

دو دن کے لیئے دبئ گیا تھا اور چار دن کے لیئے سنگاپور۔۔یہ تو دو ہفتے ہیں۔۔

ہاں تو دو ہفتے ہیں نا۔دو مہینے یا دو سال تو نہیں۔اس نے کمال اطمینان سے کہا۔۔

سالار اسے دیکھ کر رہ گیا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

چلو اچھا ہے یہ بھی۔نا میں یاد آوٴں گا نا ہی نظر آوٴں گا۔نا میرا کوئی کام ہو گا۔۔وقت ہی وقت ہو گا تمہارے ساتھ۔۔وہ نجانے اس سے کیا سننا چاہتا تھا۔۔

ہاں کافی وقت ہو گا میں ایک دو پینٹنگز مکمل کرلوں گی۔گھر کے کچھ اور کام ہے وہ بھی کرلوں گی ۔میں نے بہت کچھ پلان کیا ہوا ہے۔۔

اس نے ناول پکڑے اپنی جماہی روکنے کے لیئے منہ پہ ہاتھ رکھا۔۔وہ ہنس پڑا تھا۔۔

تمہارے لیئے تو blessing in disguise ہو گیا ہے میرا ٹرپ۔۔میں نے تو سوچا ہی نہیں تھامیری وجہ سے تمہارے اتنے کام پینڈنگ ہو رہے ہیں۔۔۔

اگر اسکے لہجہ میں گلہ تھا تو امامہ نے نوٹس نہیں کیا۔۔

چلو یہ بھی اچھا ہے۔وہ بڑبڑایا۔۔

ویزی لگا ہوتا تو میں تمہیں لے جاتا. اسے پھر کچھ خیال آیا تھا۔۔

تم پریشان مت ہو میں یہاں پہ بلکل ٹھیک رہوں گی۔امامہ نے فوراً سے پیشتر کہا۔۔

سالار جواب دینے کی بجائے چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔۔

کیا دیکھ رہے ہو۔۔امامہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔

تمہارا اطمینان۔۔۔۔

Kitab Nagri

میں فلمی ہیروئنز کی طرح ڈائلاگ نہیں بول سکتی۔۔

www.kitabnagri.com

صرف فلمی ہیروئنز ہی ڈائلاگ بولتی ہے؟

نہیں ہیرو بھی بولتے ہیں۔۔۔وہ اطمینان سے ہنسی.۔۔سالار مسکرایا تک نہیں تھا۔وہ پھر سنجیدہ ہوگئی۔۔۔

مت جاؤ پھر۔۔۔؟ اگر اتنا مس کر رہے ہو تو۔۔اس نے جیسے اسے چیلنج کیا.

پیار سے کہتی تو نہ جاتا. لیکن میں تمہارا کوئی چیلنج قبول نہیں کروں گا۔۔مجھے تم سے ہار پسند ہے۔۔وہ ہنسی.

تم بات بدل رہے ہو۔

نہیں خود کو تسلی دے رہا ہوں۔۔چلو آؤ تمہیں کافی پلوا کر لاؤں۔۔۔

وہ یکدم بستر سے اٹھ کر بولا۔

اس وقت؟ رات کے اس وقت امامہ تیار نہیں تھی۔۔

ہاں۔۔۔اتنے دن تک تو نہیں پلوا سکوں گا کافی۔۔۔وہ دراز سے والٹ اور کار کی چابیاں نکال رہا تھا

لیکن اب میں پھر کپڑے بدلوں؟

مت بدلو۔۔چادر لے لو یہی ٹھیک ہے۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار نے اسکی بات کاٹی وہ اب سیل فون اٹھا رہا تھا۔۔۔۔

فورٹریس سے کافی پینے کے بعد وہ بے مقصد سٹیڈیم کے گرد ڈرائیو کرتا رہا۔۔

اب گھر چلیں۔۔تمہیں آرام کرنا چاہیئے۔۔امامہ کو اچانک خیال آیا۔۔

میں پلین میں آرام کروں گا۔۔

امامہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اتنا سنجیدہ اور گہری سوچ میں کیوں ڈوبا ہوا ہے۔۔واپس آتے ہوئے اس نے ایک دکان سے بہت سا پھل خریدا۔۔

تم یہاں نہیں ہو گے تو اتنا پھل خریدنے کی کیا ضرورت؟ امامہ حیران ہوئی تھی۔۔

تمہارے لیئے خریدا ہے۔شاید پھل کھاتے ہوئے ہی تمہیں میں یاد آجاؤں۔اس نے مسکرا کر کہا تھا۔۔

یہ پھل کھانے کے لیئے شرط ہے؟ وہ بے اختیار ہنسی۔۔

نہیں۔۔۔امید۔۔۔امامہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔۔

--------*&***----****

اسے واقعی سالار کے جانے کیبعد دو دن کوئی مسلہ نہیں ہوا۔سالار کی عدم موجودگی میں رات کا کھانا وہ فرقان کے ہاں کھایا کرتی تھی۔دو دن تک تو وہ اطیمنان کیساتھ کھانا کھا کر گھر واپس آجاتی تھی پھر کوئی ناول نکال لیتی تھی۔اور سونے تک پڑھتی رہتی۔۔لیکن مسلہ تیسری رات کو ہوا تھا۔۔ اس دن سالار نے دن بھر اسے کوئی کال نہیں کی تھی اور اتنے مہینوں میں یہ پہلا دن تھا۔۔اس طرح سے نہ میسج نہ ہی کوئی ای میل آئی تھی۔وہ پچھلی رات سے بہت مصروف تھا۔اس نے اسے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ شاید اگلے چند دن وہ اس سے بات نہ کر سکیں۔۔

وہ اس رات فرقان کے ہاں کھانے پہ نہیں گئی۔اسکی بھوک غائب ہوگئی تھی۔اس دن اس نے کمپیوٹر مسلسل آن رکھا ہوا تھا۔اس آس میں کہ شاید وہ اسے کوئی ای میل کر دے۔۔

رات کو اس نے کافی کے لیئے کریم نکالنے کے لیئے فریج کھولا تو اس نے کیک کا وہ ٹکڑا دیکھاجو دو دن پہلے ایئرپورٹ جانے سے پہلے وہ کھاتے کھاتے چھوڑ گیا تھااور امامہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس نے کیک کا بچا ہوا ٹکڑا فریج میں کیوں رکھ چھوڑا تھا۔۔

کافی بنا کر وہ ٹیرس پر نکل آئی تھی جہاں وہ ویک اینڈ پہ اکثر بیٹھا کرتے تھے۔

تمہیں بچے اچھے لگتے ہیں؟؟ ایک دن وہاں کھڑے اس نے نیچے کھیلتے اور شور مچاتے بچوں کو دیکھتے ہوئے سالار سے پوچھا تھا۔۔

ہاں۔۔۔۔لیکن اس طرح کے نہیں۔۔۔۔

وہ ہنس پڑی۔۔اسکا اشارہ شور کی طرف تھا۔۔

مجھے تو ہر طرح کے بچے اچھے لگتے ہیں۔۔۔شور کرنے والے بھی اس نے نیچے جھانکتے ہوئے کہا.

گڈ فار یو بٹ آئی کانٹ سٹینڈ دم۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار نے لاپرواہی سے کہا۔۔دوسروں کے بچے ہیں نا اس لیئے برے لگتے ہیں۔اپنے بچوں کا شور کبھی برا نہیں لگے گا تمہیں۔۔اس نے روانی سے کہا.۔۔۔

بچے؟۔۔۔۔ایک بچہ کافی ہے۔۔وہ چائے پیتے پیتے اٹکا۔۔۔

امامہ نے چونک کر نیچے جھانکتے دیکھا۔۔

ایک کیوں؟؟

تو کتنے ہونے چاہیئے۔وہ سنجیدہ ہوا۔۔اس نے ایک لمحے کے لیئے سوچا۔کم سے کم چار۔۔

اور زیادہ سے زیادہ بارہ۔۔۔سالار نے ہنستے ہوئے اسکے جملے میں اضافہ کیا تھا۔وہ اسے مذاق سمجھا تھا۔

میں سیریس ہوں۔۔۔اس کی ہنسی رکنے پہ اس نے کہا۔۔

چار بچے۔۔۔تم حواسوں میں ہو۔۔سالار نے مگ منڈھیر پہ رکھ دیا۔

کون پالے گا انہیں؟ اسے بے اختیار تشویش ہوئی۔۔

تم اور میں۔۔۔اس نے اطمینان سے کہا۔۔

میں ایک بچہ پال سکتا ہوں چار نہیں۔۔۔

سالار نے ہاتھ اٹھا کر جیسے ختمی انداز میں کہا۔۔

ٹھیک ہے تم ایک پال لینا۔تین میں پال لوں گی۔۔وہ اطمینان سے کہہ کر دوبارہ نیچے جھانکنے لگی۔۔

امامہ۔۔میں سنجیدہ ہوں۔۔

اور میں بھی۔۔۔

ھم چار بچے افورڈ نہیں کرسکتے۔

میں تو کر سکتی ہوں۔میرے پاس وہ پیسے ہیں جو۔۔۔۔۔۔۔

وہ میں نے اس لیئے نہیں دیئے کہ تم انہیں بچوں کی فوج پہ انویسٹ کرو۔۔۔

سلالار نے جھنجھلا کر اسکی بات کاٹی۔۔۔

امامہ کو برا لگا وہ کچھ کہنے کی بجائے بے حد خفگی کے عالم میں پھر نیچے دیکھنے لگی۔

سویٹ ہارٹ۔۔۔ھم کو،،،،، سالار نے اسکے کندھے کر گرد بازو پھیلا کر اسے منانے کی کوشش کی۔

ہاتھ ہٹاؤ۔۔۔۔امامہ نے اسکا ہاتھ جھٹکا۔۔

میں نے کیا کیا ہے؟ وہ جھنجھلایا۔تم چاہتی ہو میں گھر آفس سکول ڈاکٹرز اور مارکیٹوں کے چکر لگاتے لگاتے بوڑھا ہو جاؤں۔۔

تو تم کیا کرتے ہوئے بوڑھا ہونا چاہتے ہو۔۔تڑ سے جواب آیا تھا۔۔وہ لاجواب ہو گیا۔۔وہ خفگی بھری سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ رات کے وقت اپنے بچوں کو گھر میں کیوں نہیں رکھتے۔دوسروں کو دکھانے کے لیئے باہر کیوں لے آتے ہیں۔وہ اسکے سوال کا جواب دییے بغیر اپنا مگ اٹھا کر اندر چلا گیا۔۔۔امامہ کو بے اختیار ہنسی آئی تھی۔

وہ اب بھی ہنس پڑی تھی منڈیر کے اس نشان کو دیکھ کر نیچے لان میں پھر وہی شور برپا تھا۔اس نے پلٹ کر دیوار کے ساتھ لگے اس رگ کو دیکھا جس پر وہ دیوار کیساتھ ٹیک لگا کر کبھی کبھار گٹار بجایا کرتا تھا۔۔

اسے احساس نہیں ہوا کہ اسکی کافی ٹھنڈی ہوچکی ہے۔وہ اسی طرح بھرا ہوا مگ لیکر واپس اندر آگئی۔۔۔*****

**********---************

فجر کے بعد وہ مسلسل کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی تھی۔کال نہیں تو کوئی ای میل ہی سہی۔اس نے وقفے وقفے سے اسے چار پانچ ای میلز کی تھی پھر وہ مایوس ہوگئی۔جواب نہ آنے کا مطلب تھا کہ وہ ای میلز چیک نہیں کر رہا تھا۔

اگلے دن اداسی کا دورہ اور بھی شدید تھا۔۔۔اس دن نہ وہ کوئی پینٹنگ بنا سکی نہ ہی کوئی کتاب پڑھ سکی اور اس نے کھانا بھی نہیں پکایا۔فریج میں چند دنوں کا پڑا ہوا کھانا کھا لیا۔شام تک وہ اگلے دن سعیدہ اماں کے ہاں جانے کا پروگرام بنا چکی تھی۔اسکا خیال تھا یہ تنہائی تھی جو اسے مضمحل کر رہی تھی۔وہ یہ بھول گئی تھی کہ وہ نو سال تنہا ہی رہی تھی اس سے زیادہ تنہا۔۔اس سے زیادہ برے حالات میں۔۔۔

اس دن اسے سالار کی تین لائنوں کی ایک ای میل ملی تھی اور ان تین لائنوں کو اس نے رات تک کم از کم تین سو بار پڑھا تھا۔۔۔

Hi sweetheart! How are you? This workshop has really nailed me down, how is your painting going? Love you,,,,,

ان تین جملوں کی ای میل کے جواب میں اس نے ایک لمبی ای میل کی تھی جس میں اسے اپنی ہر ایکٹیویٹی بتائی تھی۔ایک کے بعد دوسرا۔۔دوسرے کے بعد تیسرا جھوٹ۔۔وہ اسے یہ کیسے کہہ دیتی کہ وہ اداس ہے۔پھر وجہ پوچھتا وہ۔۔تو وہ اسے اپنی اداسی کی کیا وجہ بتاتی۔۔۔----****

---**--+--**--*****

بیٹا چیرہ کیوں اترا ہوا ہے تمہارا؟ کوئی پریشانی ہے؟ جھگڑا کر کے تو نہیں گیا سالار تمہارے ساتھ؟ سعیدہ اماں نے اسکے چہرے پر پہلی نظر ڈالتے ہی اپنے سوالوں سے اسے بوکھلا دیا۔۔

نہیں،،، نہیں کچھ بھی نہیں ہوا۔۔بس ایسے ہی گھر میں اکیلی تھی شاید اس لیئے۔۔۔

اس نے مصنوعی مسکراہٹ سے اسے بہلایا لیکن وہ مطمئن نہیں ہوئی۔۔

امامہ نے کپڑوں کا بیگ کمرے میں رکھنے کے فورا بعد ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے کھڑے ہوکر خود کو دیکھا۔۔وہ واقعی بہت پریشان لگ رہی تھی۔کوئی بھی اسکا چہرہ با آسانی سے ہڑھ سکتا تھا ۔۔۔اگلے دس منٹ آئینے کے سامنے کھڑے ہوکر وہ اپنے تاثرات کو ریلیکس کرنے کی کوشش کرتی رہی۔مسکرا کر گہرے سانس لیکر چہرے کے تاثرات کو نرم رکھ کر پھر جیسے زچ ہوکر اس نے ہار مان لی۔

جہنم میں جائے۔۔۔اب لگتی ہوں پریشان تو کیا کروں۔۔۔کتنا مسکراؤں میں۔۔۔؟

پھر وہ باہر نکل آئی۔۔سونا یہاں بھی مشکل تھا۔۔۔اداسی یہاں بھی ویسی ہی تھی۔۔

اتنی چپ تو تم پہلے کبھی نہیں رہی تھی بیٹا۔۔۔اب کیا ہوگیا ہے تمہیں۔۔۔؟ اگلی شام تک سعیدہ اماں یقینی طور پہ فکرمند ہوگئی تھی۔۔۔حالانکہ اس دن صبح سالار سے اسکی بات بھی ہوئی تھی۔۔۔

تم سالار کیساتھ خوش تو ہو نا؟ وہ تشویش سے پوچھ رہی تھی اور وہ انکا چہرہ دیکھنے لگی۔۔اداسی بری طرح بڑھی تھی۔مسلہ خوشی کا نہیں تھا۔۔مسلہ یہ نہیں تھا کہ وہ اسکے ساتھ خوش ہے یا نہیں۔۔۔بات صرف اسکے ساتھ رہنے کی تھی۔۔خوش یا اداس جیسے بھی ہو لیکن اسکے ساتھ ہی۔۔۔۔

اس نے سعیدہ اماں کو جواب دینے کی بجائے موضوع بدل دیا۔۔وہ دو دن وہاں رہ کر پھر اسی بے چینی کے عالم میں واپس آئی تھی۔۔

لیکن تم نے تو کہا تھا کہ تم میرے آنے تک وہی رہو گی۔۔۔سالار اسکی واپسی پر حیران ہوا۔۔

میری مرضی۔۔۔۔وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی لیکن معلوم نہیں اس نے یہ کیوں کہا۔۔

اوکے۔۔۔۔وہ جواب پر حیران ہوا تھا۔۔

مجھے نیویارک سے ورکشاپ کے ختم ہونے کے بعد یہیں سے دو ہفتے کے لیئے کینیڈا جانا ہے۔۔

سالار نے اسے اگلی خبر سنائی۔۔۔

کیا مطلب۔۔۔۔

جو کولیگ مانٹریال والی کانفرنس اٹینڈ کر رہا تھا اسے کوئی میڈیکل ایمرجنسی ہوگئی تھی۔۔فوری طور پر مجھے کانفرنس میں جانے کے لیئے کہا گیا ہے کیونکہ میرے پاس ویزہ بھی ہے اور میں قریب بھی ہوں۔۔۔

وہ صدمے سے بول ہی نہ سکی دو ہفتے اور باہر رہنے کا مطلب تھا کہ وہ عید کے ایک ہفتے بعد واپس پاکستان آتا۔۔

ہیلو۔۔۔۔سالار نے اسکی لمبی خاموشی پر لائن پر اسکی موجودگی چیک کی۔۔۔

یعنی عید کے بعد آؤ گے تم؟

اس نے اپنے لہجے کی مایوسی پر قابو پاتے ہوئے سالار کو یاد دلانے کی کوشش کی کہ عید قریب ہے۔۔۔

ہاں۔۔۔یک حرفی جواب آیا تھا۔۔یقیناً اسے یاد تھا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اور میں عید پر کیا کروں گی؟

اسکی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا بات کرے اس سے۔۔مایوسی کی انتہا تھی۔۔جسکا وہ اس وقت شکار ہورہی تھی۔ایک ہفتے کا انتظار تیب ہفتوں میں تبدیل ہوگیا تھا۔۔اور تین ہفتے کے لیئے اس اپارٹمنٹ میں اکیلا رہنا۔۔۔اسے سالار پر غصہ آنے لگا تھا۔۔

تم اسلام آباد چلی جانا عید پر۔۔سالار نے کہا۔۔

نہیں۔۔۔میں یہی رہونگی۔۔اس نے بلاوجہ ضد کی۔۔

ٹھیک ہے یہی رہنا۔۔سالار نے با آسانی گھٹنے ٹیک دیئے۔

تمہیں کیوں بھیج رہے ہیں۔۔۔بھیجنا تھا تو پہلے ہی کہنا چاہیئے تھا نا اسے۔۔۔

اسے اب بنک والوں پر غصہ آرہا تھا۔۔

ایسی ایمرجنسی ہو جاتی ہے کبھی کبھار وہ کسی اور کو اتنے شارٹ نوٹس پر پاکستان سے نہیں بھیج سکتے۔۔ورنہ مجھے کہا بھیجنا تھا انہوں نے۔۔۔سالار نے وضاحت کی۔۔

پھر بھی۔۔۔تم کہہ دیتے کہ تم مصروف ہو۔۔ تمہیں ان دنوں پاکستان میں کوئی کام ہے۔۔۔وہ ہنس پڑا۔۔۔

لیکن مجھے تو کوئی کام نہیں ہے۔۔۔۔میں جھوٹ بولتا؟؟

امامہ کو غصہ آیا۔۔زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا کیا؟

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

نیور۔۔۔اپنے کام میں؟ ضرورت ہی نہیں پڑی۔اس نے اطمینان سے کہا۔امامہ کچھ بول نہ سکی۔۔

تم ایسا کرو ڈاکٹر صاحب کے گھر چلی جاؤ۔اتنے دن اکیلی رہوگی تو بور ہو جاؤ گی۔۔

نہیں۔۔میں بور نہیں ہونگی مجھے یہاں بڑے کام ہیں۔۔وہ اسکے مشورے پر کچھ چڑ سی گئی۔

سالار کو اسکی ٹون نے حیران کیا تھا۔وہ اس طرح کبھی بات نہیں کرتی تھی اور ابھی کچھ دیر پہلے تو وہ بے حد خوشگوار اور پرجوش انداز میں بات کر رہی تھی پھر یکدم اسے کیا ہوگیا۔۔وہ امامہ سے پوچھنا چاہتا تھا لیکن فوری طور پہ اس نے موضوع بدلنا بہتر سمجھا۔۔

اپ سیٹ ایک چھوٹا لفظ تھا اس کیفیت لے لیئے جو وہ اس وقت محسوس کر رہی تھی۔وہ بے حد غم و غصہ میں تھی۔آخر وہ اسے چار ہفتے کا کہہ کر تو باہر نہیں گیا تھا۔۔وہ بعد میں ان تیس دنوں کے ایک ایک گھنٹے کو گننے لگی۔۔

میں بھی اب اسے ای میل نہیں کرونگی۔نہ ہی کال کروں گی۔نہ ہی اس سے پوچھوں گی کہ اس نے کب آنا ہے اور کب نہیں۔۔آتا ہے تو آئے نہیں تو نہ آئے۔۔جہنم میں جائے میرا ہی قصور ہے۔۔بار بار اس سے نہ پوچھتی تو اس طرح نہیں کرتا وہ۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس رات بستر پر لیٹے ہوئے وہ بے حد رنجیدگی کے عالم میں ان تمام چیزوں کی فہرست بناتی رہی جن میں اسے اب سالار کی نافرمانی کرنی تھی۔بستر پر لیٹے چھت کو گھورتے ہوئے اسکی فہرست ابھی دو سو پچپن اینٹریز تک پہنچی تھی لہ اسے بیڈ کے بلکل اوپر چھت پر چھپکلی نظر آئی۔وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔اکیلا گھر اور چھپکلی۔یہ فی الحال اسکے لیئے بد ترین تھا۔۔وہ چھپکلی کو دیکھ کر ہی بیڈ سے اٹھ کر صوفے پر چلی گئی اور سے پھر سالار پر غصہ آنے لگا تھا۔ایک چھوٹی سی چھپکلی دو ہفتے پہلے اپارٹمنٹ میں نمودار ہوئی تھی۔۔

وہ اس وقت بیڈ سائڈ ٹیبل لیمپ آن کیئے ناول پڑھ رہی تھی جو بے حد دلچسپ موڑ پہ تھا جب بستر پہ نیم دراز ہو کہ اپنی ٹانگیں سکیڑے ہوئے اسکی نظریں اچانک چھت پر اپنے بیڈ کے بلکل اوپر موجود چھپکلی پر پڑی۔سالار برابر والے بستر پر گہری نیند سو رہا تھا۔وہ عام حالات میں اسے کبھی نہیں جگاتی لیکن یہ اسکے لیئے عام حالت نہیں تھی۔۔اس نے اوندھے لیٹے سالار کا کندھا جھنجھوڑا۔۔

سالار۔۔۔۔۔۔۔۔۔سالار۔۔۔۔۔۔وہ نیند میں اسکی آواز پر ہڑبڑا گیا۔۔

کیا ہوا؟؟

وہ اوپر دیکھو۔۔۔میرے بیڈ کے اوپر چھت پر چھپکلی ہے۔۔

امامہ نے حواس باختہ ہوکر اسے کہا۔۔

سالار نے موندی ہوئی آنکھوں کو مسلتے لیٹے لیٹے ایک نظر چھت کو دیکھا۔۔پھر امامہ کو۔۔اور دوبارہ اوندھے منہ لیٹ گیا۔۔

www.kitabnagri.com

سالار۔۔۔۔امامہ نے دوبارہ اسکا کندھا ہلایا۔۔

اسکا خیال تھا کہ وہ شاید نیند میں وہ چھپکلی دیکھ نہیں پایا تھا۔۔

دیکھ لی ہے میں نے امامہ۔۔سونے دو۔۔وہ لیٹے لیٹے بڑبڑایا۔۔۔

دیکھ لی ہے تو کچھ کرو اسکا۔۔۔وہ اسکی بے توجہی پر ناراض ہوئی۔۔

چلی جائے گی خود ہی۔۔تم لائٹ آف کر کے سو جاؤ۔۔۔وہ پھر بڑبڑایا۔۔

السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،ارٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو

ابھی ای میل کریں۔

samiyach02@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Fb/Page/Social Media Writers .Official

Fb/Pg/Kitab Nagri

samiyach02@gmail.com

میں کیسے سو جاؤں وہ مجھے دیکھ رہی ہے۔اسکی خفگی بڑھی۔۔۔

لائٹ بند کردو۔۔نہ تم سے دیکھو نہ وہ تمہیں دیکھے۔۔۔

اسے اسکے مشورے سے زیادہ اسکی بے حسی پہ غصہ آیا۔۔

تم میرے لیئے ایک چھپکلی نہیں مار سکتے۔

میں رات کے اڑھائی بجے چھپکلی نہیں مار سکتا۔۔جسٹ اگنور اٹ۔۔۔

میں نہیں اگنور کرسکتی اسے۔۔۔یہ اگر گرے تو سیدھا میری ٹانگوں پہ گرے گی۔۔اس نے چھت کو دیکھتے ہوئے بے بسی سے کہا۔

یار میں تمہاری سائڈ پہ آجاتا ہوں تم میری سائڈ پہ آجاؤ۔۔

وہ کروٹ لیتے کہتا ہوا اسی طرح اسکی سائڈ پر چلا گیا۔وہ اسکے ایثار سے زیادہ اسکی دلیری سے متاثر ہوئی تھی۔کمرے کی بڑی لائٹ بند کرتے ہوئے وہ اپنا ناول لیے سالار کا بیڈ سائڈ ٹیبل لیمپ آن کر کے اسکے بستر میں بیٹھ گئی۔سالار تب تک اسی طرح اوندھے منہ لیٹے لیٹے اسکا سئڈ لیمپ آف کرچکا تھا۔۔خود کو قدرے محفوظ پاتے ہوئے کچھ پرسکون انداز میں اس نے ناول کے چند جملے پڑھے پھر دوبارہ چھپکلی کو دیکھا۔۔وہ جیسے اسی جگہ پر چپک کر رہ گئی تھی۔۔۔امامہ نے سالار کو دیکھا۔۔وہ اس چھپکلی کے عین نیچے بے حد اطمینان سے اسی طرح کمبل اوڑھے اوندھے منہ لیٹا تھا۔۔

سالار۔۔۔۔۔تم مرد کتنے بہادر ہوتے ہو۔۔۔اس نے مردوں کو سراہنا ضروری سمجھا۔۔۔

اور سمجھدار بھی۔۔اسے جواباً بڑبڑاہٹ سنائی دی۔

سمجھدار کیسے؟ وہ صفحہ پلٹتے پلٹتے چونکی۔۔۔

چھپکلی گرتی تمہارے بیڈ پر لیکن بھاگتی میرے بیڈ لی طرف۔۔اسکا منہ میرے بیڈ کی طرف ہے۔۔جماہی لیتے اسی طرح آنکھیں بند کیے ہوئے سالار نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ نے سر اٹھا کر چھت کو دیکھا اور اگلے ہی لمحے وہ بیڈ سے باہر تھی۔۔چھپکلی کا رخ واقعی سالار کے بیڈ کی طرف تھا۔۔۔

تم سارے مرد بے حد خود غرض ہوتے ہو اور ایک جیسے ہوتے ہو۔۔

وہ بیڈروم سے باہر نکلتے ہوئے جتنی بلند آواز میں یہ اس سے کہہ سکتی تھی اس نے کہا۔۔۔

سالار نے بلآخر آنکھیں کھول دی تھی۔۔وہ اسے تنگ کر رہا تھا۔۔۔لیکن اسے اندازہ ہوا کہ تنگ کرنے کے لیئے شاید یہ موقع غلط تھا۔۔

دس منٹ بعد اسے چھپکلی کا صفایا کرنے کی اطلاع دیکر وہ اسے منا کر لاؤنج سے واپس لے آیا تھا۔اس نے اگلے کئی دن یہ چھپکلی نہیں دیکھی تھی اور آج یہ چھپکلی پھر آگئی تھی۔۔یقیناً اس نے جھوٹ بولا تھا اس نے اس چھپکلی کو نہیں مارا تھا۔۔وہ احمقانہ بات اس وقت اسکے لیئے ایک اور پوائنٹ ہو گیا تھا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اگلے دن فون پر اس نے سالار کو اس چھپکلی کے نمودار ہونے کا بتایا۔۔

تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا کہ تم نے اسے مار دیا تھا۔۔اس نے چھوٹتے ہی سالار سے کہا۔۔

میں نے اسے واقعی مار دیا تھا۔یہ کوئی اور چھپکلی ہو گی۔۔سالار نے لاپرواہی سے کہا۔۔۔۔

نہیں یہ وہی چھپکلی تھی۔تم نے اگر اسے مارا ہوتا تو تم مجھے دکھاتے۔۔وہ اپنی بات پر مصر تھی۔

سالار کا سر گھوم کر رہ گیا۔۔وہ امامہ سے اس سے زیادہ احمقانہ گفتگو کی توقع نہیں رکھ سکتا تھا۔۔

تم اگر کہتی تو میں تمہیں وہ مری ہوئی چھپکلی بھی دکھا دیتا۔۔اس نے تحمل کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی تھی۔۔

نہیں یہ وہی تھی میں اسے پہچانتی ہوں۔۔۔

اگر یہ وہی تھی تو اتنے دن سے کہاں تھی۔۔۔

اس نے ایک ال لوجیکل چیز پر لاجک دینے کی کوشش کی۔۔

جہاں بھی تھی مجھے نہیں پتا لیکن تم یہی چاہتے تھے کہ میں پریشان ہوں۔

سالار نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔۔وہ اس الزام کے جواب میں کیا کہتا۔امامہ کو کچھ ہوا تھا۔۔لیکن کیا ہوا تھا اسے سمجھ نہیں آئی۔۔

تمہیں پتہ ہے مجھے چھپکلی سے ڈر لگتا ہے لیکن تم پھر بھی اسے یہاں چھوڑ کر گئے۔کیونکہ تمہیں احساس نہیں ہے میرا۔۔تم مجھے پریشان دیکھ کر خوش ہوتے ہو۔تمہارے لیئے ہر چیز مذاق ہے۔۔اسکی کسی بات کا کوئی سر پیر نہیں تھا۔۔وہ اسکی گفتگو سنتا رہا۔۔

www.kitabnagri.com

تم ھمیشہ میرے ساتھ ایسا کرتے ہو اور مجھے پتا ہے تم نے ھمیشہ اسی طرح کرنا ہے۔۔کیونکہ تمہارے لیئے صرف تمہاری اپنی اہمیت ہے اور میں تمہارے گھر کی نوکرانی ہوں۔۔۔تم جہاں مرضی پھرو لیکن میں ھمیشہ گھر پہ رہوں جیسے غلام رہتے ہیں۔۔۔میں سارا دن کام کروں اور تم میرے لیئے ایک چھپکلی نہیں مار سکتے۔۔اس بے ربط گفتگو کے اختتام پر وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔۔۔

ساری گفتگو میں ایشو کیا تھا۔چھپکلی کا نہ مارا جانا، اسکی خود غرضی۔۔اسکے گھر پہ نہ ہونا یا وہ سارے کام جو اسے کرنے پڑ رہے تھے۔۔وہ سمجھ نہ سکا۔۔

اگلے پانچ منٹ وہ تحمل سے اسکی ہچکیاں رکھنے کا انتظار کرتا رہا۔۔اور پھر بلآخر طوفان جب تھم گیا تو اس نے کہا۔۔آئی ایم سوری میرا قصور تھا۔میں فرقان سے کہتا ہوں وہ ملازم کو بھیجے وہ چھپکلی کو مار دے گا۔فی الحال معذرت کے سوا اسے صورت حال سے نبٹنے کا اور کوئی راستہ نظر نہیں آیا۔۔

نہیں۔۔۔اب میں چھپکلی کے ساتھ رہو گی تاکہ تمہیں پتا چلے۔۔۔اس نے ناک رگڑتے ہوئے اس سے کہا۔۔سالار کو بے اختیار ہنسی آگئ تھی جسے اس نے کھانس کر اس پہ قابو پالیا۔۔وہ جلتی پر تیل نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔امامہ کا مسلہ کیا تھا وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔۔

فرقان کے ملازم نہیں اس دن آ کر چھپکلی کو مار دیا تھا۔لیکن اس چیز نے بھی امامہ کے دل میں ممنویت کو پیدا نہیں کیا تھا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اگلے دن کھانا پکاتے ہوئے اسکے ہاتھوں پر چھری سے کٹ لگ گیا۔۔سنک میں پانی کے نیچھی انگلی رکھے وہ پھر اسے یاد آنے لگا۔۔

یہ کیا ہوا ہے۔۔؟

وہ اس دن آفس سے آنے کے بعد لاؤنج میں ٹہلتے ہوئے فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔امامہ ڈنر کے لیئے برتن لگا رہی تھی۔۔وہ بات کرتے ٹہلتے ہوئے کچن کاؤنٹر پہ پڑے پیالے سے کچھ بینز کھا

رہا تھا جب امامہ نے وہاں آکر رکھے ہوئے چاول اٹھائیں۔۔سالار نے اسکے ہاتھ کی پشت پر چند آبلے دیکھے۔فون پر بات سنتے سنتے اس نے بے اختیار اس سے کہا۔۔

کیا ہوا؟؟؟۔۔۔۔۔۔

یہ؟؟ امامہ نے چونک کر اسکی نظروں کے تعاقب میں اپنا ہاتھ دیکھا۔۔

کچھ نہیں۔۔کھانا بنا رہی تھی تو آئل کے کچھ چھینٹیں گر گئے۔۔اس نے لاپرواہی سے بتایا۔۔۔

وہ اسی طرح فون پر بات سنتے ہوئےاسکا ہاتھ پکڑ کر دیکھنے لگا۔۔۔پھر اس کا ہاتھ چھوڑ کر اسی طرح فون پر بات کرتے لاؤنج سے غائب ہوگیا۔۔وہ فریج سے پانی نکال رہی تھی جب وہ دوبارہ نمودار ہوا۔۔اس نے فون پر سٹاک مارکیٹ کے کسی ایشو پر بات کرتے ہوئے اس نے امامہ کا ہاتھ پکڑ کر چند لمحوں میں اس پر مرحم لگایا اور پھر اسی طرح دوبارہ چلا گیا۔۔وہ ہل نہ سکی تھی۔اتنے سالوں میں اسکے کسی زخم پہ رکھا جانے والا یہ پہلا مرہم تھا۔۔

کھانا کھاتے ہوئے سالار کی نظر ایک بار پھر اسکے ہاتھ پر پڑی تھی اور اس نے قدرے خفگی کے عالم میں اس سے کہا۔

اگر اسی وقت کچھ لگا لیتی تو یہ آبلے نہ پڑتے۔

مجھے اس سے تکلیف نہیں ہوئی۔

مگر مجھے تکلیف ہو رہی ہے سویٹ ہارٹ۔۔۔

وہ اس سے نظریں ملا کر جواب نہ دے سکی۔اسے یقین تھا کہ اسے تکلیف ہو رہی ہو گی اور اس مرحم سے زیادہ ٹھنڈک اسکے اس جملے نے پہنچائی تھی اسے، تو اب کوئی تھا جسے اسکے ہاتھ پہ آنے والے ایک معمولی زخم پر بھی تکلیف ہوتی تھی۔۔

وہ درد کے احساس سے جیسے دوبارہ آشنا ہورہی تھی اور اب اتنے مہینوں بعد یہ پہلا کٹ تھا جسکے بارے میں اس سے پوچھنے والا کوئی نہیں تھا۔اور اسے یہ پوچھنے والا ایک بار پھر بری طرح یاد آیا تھا۔۔

دوسرے ہفتے کے اختتام تک وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بری طرح جھنجھلانے لگی تھی۔۔مازمہ کیساتھ، مالی کیساتھ، اسکے گھر آنے والے فرقان کے بچوں کیساتھ اور خود سالار کیساتھ۔۔۔

امامہ۔۔۔۔۔۔کیا ہورہا ہے تمہیں؟۔۔سب ٹھیک ہے نا؟ سالار کو بلآخر اس سے ڈائریکٹ ہو کر پوچھنا پڑا۔

کیا ہونا ہے مجھے۔۔۔وہ اسکے سوال پر بری طرح چڑی۔۔۔

وہی تو پوچھ رہا ہوں۔۔اس نے تحمل سے کہا۔۔۔

کچھ نہیں ہورہا ہے مجھے۔۔۔۔۔

پھر تم۔۔۔۔وہ بات کرتے کرتے رک گیا۔۔۔یہ کہنا ذرا مشکل تھا کہ وہ اسکے ساتھ تلخ ہورہا تھا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

پھر میں کیا؟۔۔۔امامہ نے اسکے خاموش ہونے پر پوچھا۔۔

کچھ نہیں۔۔۔میں ابھی دو تین دن تک تمہیں فون نہیں کر سکوں گا۔۔

کیوں؟؟ وہ بری طرح بگڑی۔۔۔اتنا بھی کیا کام ہے کہ تم مجھے چند منٹ کے لیئے بھی کال نہیں کر سکتے۔۔۔

میں تمہیں ای میل کردیا کروں گا۔۔اگر وقت ملا تو کال بھی کروں گا۔۔وہ اسے تحمل سے سمجھا رہا تھا۔۔

تمجھے ای میل بھی نہ کرو۔۔اس سے اور بھی وقت بچے گا تمہارا۔۔۔۔

اس نے بے حد خفگی کے عالم میں فون بند کردیا۔اسے سالار پہ بری طرح غصہ آرہا تھا۔۔چند منٹوں بعد دوبارہ کال آنے لگی تھی۔وہ کال ریسیو نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن اسے ریسیو کرنا پڑی۔۔

تم نے فون بند کردیا تھا۔۔۔وہ حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ہاں۔۔۔۔۔

کیوں؟؟

تاکہ تمہارا وقت ضائع نہ ہو۔میں نے کل ایک میگزین میں پڑا تھا کہ جن مردوں کو احساس کمتری ہو وہ اپنی بیویوں کو اپنی جھوٹی مصروفیت کے قصے سناتے رہتے ہیں۔۔سالار نے کچھ ہکا بکا ہوکر اسکا جملہ سنا تھا۔۔۔

تاکہ انکی بیویوں کو یہ امپریشن ملے کہ وہ کتنے اہم ہیں۔۔اور یہ دنیا اسکے بنا نہیں چل سکتی۔سالار نے اسی اچھنبے میں اسکے باقی جملے بھی سنے۔۔اس سے انکی سیلف اسٹیم بڑھتی ہے۔۔۔

اس نے آخری جملہ کہہ کر کچھ دیر کے لیئے سالار کے رد عمل کا انتظار کیا۔۔وہ خاموش تھا۔۔

ہیلو۔۔امامہ کو حدشہ ہوا کہ شاید کال ڈراپ ہوگئ ہے۔۔۔

میں سن رہا ہوں۔۔اس میگزین میں بس اتنا لکھا تھا؟

وہ سنجیدہ لگ رہا تھا لیکن بات سنجیدہ نہیں تھی۔

ہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

گڈ۔۔۔ڈینٹسٹ کے پاس گئ تھی تم؟ اس نے بات بدلی۔۔

امامہ لی جھنجھلاہٹ میں اضافہ ہوا۔وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔وہ اس سے بحث کرنا چاہتی تھی۔

دو گھنٹے بعد اس نے دو ہفتوں پر پراگرام چارٹ اسے ای میل کردی۔اس ڈاکومنٹ کو پڑھنے میں اسے پندرہ منٹ لگے۔یہ ای میل اسے کس جملے کی وجہ سے کی گئ تھی اسے اندازہ تھا لیکن اسکے باوجود اس نے کسی قسم کی شرمندگی کا اظہار نہیں کیا۔۔

تم نے فرقان کے گھر ڈنر پہ جانا کیوں چھوڑ دیا؟ سالار نے اس دن اس سے پوچھا۔۔

میری مرضی۔۔۔

وہ کہنا چاہتی تھی کہ ڈنر ٹیبل پر فرقان یا اسکی بیٹی کو دیکھتے ہوئے اسے وہ یاد آتا ہے اور ہر روز ڈنر کے بعد کچھ اور زیادہ اپ سیٹ ہوجاتی تھی لیکن وہ یہ سب نہ کہہ سکی۔

میں جانتا ہوں تم بہت بہادر ہو اکیلی رہ سکتی ہو ڈنر تو تمہارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، پھر بھی انکے گھر چلی جاتی تو کوئی ایکٹیویٹی ہوتی تمہارے پاس اس ناولز لے علاوہ۔۔۔

تمہیں کیا پرواہ ہے۔۔اس نے سالار کے جملے پر جز بز ہوکر کہا۔۔

مجھے تمہاری پرواہ ہے۔۔یہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر بیٹھنا چھوڑ دو۔۔وہ سنجیدہ تھا۔۔

تم نے مجھے نصیحتیں کرنے کے لیئے فون کیا ہے؟ وہ جھنجھلائی۔

ہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تو کرتے رہو۔۔۔۔

تم پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔۔یہی کہنا چاہتی ہو تم۔۔

تم باہر جاکر مجھ سے مس بیہیو کرنے لگے ہو۔۔

کیا۔۔۔؟؟۔۔سالار کو لگا جیسے اس نے سننے میں کوئی غلطی کردی ہو۔۔

میں بار بار نہیں دہرا سکتی اپنی بات۔اس نے سردمہری سے کہا۔۔۔

میں مس بیہیو کر رہا ہوں تمہارے ساتھ؟؟ اس نے بے یقینی سے پوچھا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ہاں۔۔۔۔۔۔جواب بلکل دو ٹوک تھا۔۔سالار نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔۔۔

میں اگر تمہیں کوئی عقل کی بات سمجھاتا ہوں تو میں مس بیہیو کرتا ہوں تمہارے ساتھ؟؟

اب تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ میں بے وقوف ہوں؟ سالار کا دماغ گھوم گیا۔۔

میں نے کب کہا تم بیوقوف ہو؟۔۔۔۔

اب تم مجھ کو جھوٹا کہہ رہے ہو۔۔۔وہ بے بسی سے ہنس پڑا۔

کیا ہوا ہے تمہیں امامہ۔۔۔۔

اب تم کہہ دو کہ میرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔۔۔



پانی پیو۔۔

کیوں پیوں۔۔۔۔۔۔۔۔

Kitab Nagri

www.kitabnagri.com

اچھا مت پیو۔۔۔موسم کیسا ہے باہر کا۔۔۔

وہ اب موضوع بدلنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔مگر وہ امامہ کے رد عمل پہ بری طرح حیران تھا۔۔

امامہ! کوئی پریشانی ہے تمہیں؟؟ وہ اگلے دن نوشین کیساتھ اسکے کہنے پہ فورٹریس آئی تھی۔جب چلتے چلتے نوشین نے اچانک اس سے پوچھا۔وہ بری طرح چونکی۔۔۔پھر مسکرانے کی کوشش کی۔۔

نہیں۔۔۔۔۔نہیں تو۔۔۔۔کیوں۔۔۔

پھر اس طرح کیوں گم صم ہو؟

نہیں میں۔۔۔میں کچھ سوچ رہی تھی۔۔۔

سالار کیساتھ تو بات ہوتی ہے تمہاری۔۔کوئی جھگڑا تو نہیں ہے۔۔۔

نہیں تو۔۔روز بات ہوتی ہے۔۔۔اس نے بے اختیار مسکرانے کی کوشش کی اور ڈسپلے پر لگے ایک سوٹ کی طرف نوشین کو متوجہ کیا۔۔۔وہ اسے یہ کیسے بتاتی کہ یہاں اسکے ساتھ پھرتے ہوئے سالار کتنا یاد آرہا ہے۔۔

میگزین میں آج تم نے کچھ نہیں پڑھا ان مردوں کے بارے میں جو احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں۔۔اور اپنی بیویوں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟؟ سالار نے اگلے دن فون پہ بات کرتے ہوئے اسے چھیڑا۔۔۔

امامہ کا موڈ بری طرح آف ہوا۔۔

تم کیا کہنا چاہ رہے ہو کہ ایسے مرد نہیں ہوتے اور میں فضول بات کرتی ہوں۔۔

میں مذاق کر رہا تھا امامہ۔۔وہ کچھ محتاط ہوا۔۔۔

ایک سنجیدہ بات کو مذاق میں لے رہے ہو تم،،،،،

کونسی سنجیدہ بات؟ امامہ! تم آجکل کونسے میگزین پڑھ رہی ہو۔۔وہ کہے بغیر نہ رہ سکا۔۔

تمہیں اس سے کیا۔۔۔وہ مزید بگڑی۔۔۔

اگر تم مجھے اس طرح کے اسٹوپڈ ایکسرپٹس سناؤ گی تو میں پوچھوں گا تو سہی نا۔۔۔

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے بحث کرنے لگا تھا۔۔اب تقریباً ہر روز یہی کچھ ہو رہا تھا۔۔پچھلے چار دن سے فون کال کے اختتام پر اسے معذرت کر کے فون بند کرنا پڑ رہا تھا۔۔اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ امامہ کو کیا ہوا ہے؟ وہ ناراض پہلے بھی ہوتی تھی مگر اس طرح کی باتوں پہ نہیں ہوتی تھی۔

سالار اگر اسکے بنتے بگڑتے موڈ کو سمجھ نہیں پا رہا تھا تو وہ بھی خود کو نہیں سمجھ پا رہی تھی۔۔وہ سارا دن اسکے بارے میں سوچ سوچ کر اداس ہوتی تھی اور اس بات کرتے ہوئے وہ بلاوجہ اس سے جھگڑتی۔

اسے اس پر شدید غصہ آتا تھا اور کیوں آتا تھا یہ اسکی سمجھ سے باہر تھا۔

وہ سارا دن ٹی وی آن کیسے ہوئے اسکی کال کے انتظار میں بیٹھی رہتی تھی یا پھر کمپیوٹر آن کر کے پرانے ای میلز پڑھتے ہوئے کسی نئے ای میل کا انتظار کرتی۔۔۔چند لائنوں والی ای میلز جن میں وہ انکا حال پوچھتا تھا درجنوں بار پڑھتی تھی اور پھر ایک لمبا چوڑا جواب لکھ کر اسکی ای میل کے انتظار میں ساری ساری رات اسکی چیزیں نکال کر صاف کرتے ری ارینج کرتی رہتی تھی۔پھر اسکے کولیکشن میں موجود چارلی تھیرون کی موویز دیکھتی تھی۔یہ واقعی بے بسی کی حد تھی۔اسے اب وہ ایکٹریس بھی بری لگنا بند ہو گئ تھی جسکو وہ پہلے سالار کے سامنے دیکھنا پسند نہیں کرتی تھی۔۔۔ہر

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

روز کھانے کی ٹیبل پر وہ اسکے بھی برتن لگادیتی۔یہ جیسے کھانے کی ٹیبل پہ اپنی تنہائی دور کرنے کی کوشش تھی۔۔

عید کے لیئے اسلام آباد جانے تک گھر کی اس خاموشی اور تنہائی نے اسے مکمل طور پر حواس باختہ کردیا تھا۔۔۔

اسلام آباد سے آنے کے بعد بھی اس نے خود کو بہتر محسوس نہیں کیا تھا۔۔سالار کی پوری فیملی میں سے صرف عمار اور یسریٰ عید منانے کے لیئے وہاں موجود تھے۔۔

سالار نے طیبہ کو اسکی عید کی شاپنگ کرنے کے لیئے کہا تھا۔۔وہ بڑے بجھے دل کیساتھ انکے ساتھ چلی گئی تھی۔۔

اسلام آباد آکر یہ بھی پہلی بار ہوا تھاکہ اس نے گیسٹ روم کی کھڑکی سے لگ کر اپنے گھر والوں میں سے کسی کے نظر آنے کا انتظار بھی نہیں کیا تھا۔۔

عید کی صبح پیلے کی طرح اس بار بھی سالار کی کال سے اٹھی۔۔وہ مانٹریال میں اپنا سیشن ختم کرکے کچھ دیر پہلے ہوٹل آیا تھا۔۔

کونسے کپڑے پہن رہی ہو تم آج؟ اس نے مبارکباد دینے کے بعد اس سے پوچھا۔۔

تمہیں بتانے کا فائدہ؟ اس نے بیڈ کے کراؤن کیساتھ پشت ٹکاتے ہوئے کہا۔۔

میں تصور کرنا چاہ رہا ہوں کہ تم کیسی لگ رہی ہو گی۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میرے سامنے کبھی تم نے میرے کپڑوں کو غور سے دیکھا تک نہیں، اب وہاں بیٹھ کر کیا تصور کروگے۔

امامہ ھم کم از کم آج آرگیو نہیں کرینگے۔۔۔سالار نے مداخلت کرتے ہوئے جیسے پیشگی جنگ بندی کا اعلان کردیا۔۔۔ تمھیں کیا چاہیئے آج؟؟ فلاورز اور کیک تو ممی سے میں نے کہا ہے تمہارے لیئے کچھ اور چاہیئے؟؟

نہیں۔۔۔وہ بے حد اداس تھی۔۔۔

مجھے مس تو نہیں کر رہی تم۔۔۔سالار نے مذاق کیا تھا۔۔لیکن اس نے جیسے اسکی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھ دیا تھا۔۔اسکی آنکھوں میں آنسوؤں کو سیلاب امڈ آیا تھا۔۔اس نے اپنی آستین کیساتھ آنکھوں کو رگڑ کر صاف کرنے کی کوشش کی تھی۔۔۔وہ اسکی خاموشی پر غور کیسے بغیر بات کر رہا تھا۔کینیڈا میں عید پہلے ہوچکی تھی اور وہ عید کے دن بھی کانفرنس اٹینڈ کرتا رہا۔۔۔

کب کی فلائٹ ہے تمہاری؟ اس نے کوشش کی تھی کہ اسکی آواز بات کرتے ہوئے نہ بھرائے۔وہ بڑی شرمندگی محسوس کرتی اگر وہ یہ جان جاتا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ اب اسے فلائٹ کا بتا رہا تھا۔۔

تم نے مجھے کپڑوں کا کلر نہیں بتایا۔۔سالار کو بات کرتے کرتے یاد آیا۔۔تم نے ممی کے ساتھ جاکر کپڑے لیئے تھے؟

ہاں لیئے تھے۔۔۔۔جو آج پہنوں گی وہ ہیزل گرین ہے۔۔

ہیزل گرین؟؟ وہ بے اختیار اٹکا۔۔وہ تو آنکھیں ہوتی ہیں۔۔۔

آنکھوں کا کلر ہوتا ہے۔ھمیشہ کی طرح اس نے تصحیح کی۔۔۔

اووہ۔۔۔۔آج میں جینیفر کی آنکھوں کو غور سے دیکھوں گا۔۔اس نے ڈنر پر اپنی کسی ساتھی کا نام لیا۔۔۔

کیوں؟؟

اسکی آنکھوں میں مجھے اپنی بیوی کے کپڑوں کا کلر نظر آئے گا۔۔وہ سنجیدہ تھا۔۔۔۔وہ بے اختیار ہنس پڑی۔۔۔۔

امامہ۔۔۔جب سے میں یہاں آیا ہوں تم پہلی بار ہنسی ہو۔۔سالار نے اسکی ہنسی کو نوٹس کیا۔۔۔اور شادی کے بعد اتنے مہینوں میں یہ پہلا کلر ہے جسے تم نے شناخت کیا ہے اور وہ بھی کسی عورت کی آنکھوں کی وجہ سے۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تم جیلس ہو رہی ہو۔۔وہ ہنس پڑا۔۔

ہاں بس اب ایک یہی تو کام رہ گیا ہے میرے کرنے کو۔۔۔

اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔۔

یعنی نہیں ہورہی یا نہیں ہوسکتی۔۔۔۔

وہ ہوچھ رہا تھا اور وہ جواب نہ دے سکی اسکی خاموشی پر وہ ہنسا۔۔

اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔۔وہ جزبز ہوئی۔۔۔

اپنی خوش فہمی پر ہنسا ہوں۔کم از کم تم کسی عورت سے میرے لیئے جیلس نہی. ہوسکتی۔

وہ اسے تنگ کر رہا تھا اور وہ جانتی تھی اسکا اشارہ رمشہ کی طرف تھا۔۔

تم مجھے صرف یہ بتاؤ کہ کب آ رہے ہو؟

اس نے بات بدلنا بہتر سمجھا۔۔

وہ عید کے دوسرے دن رات کی فلائٹ سے واپس لاہور آگئ تھی۔کیونکہ اگلی رات آٹھ بجے کی فلائٹ سے وہ آرہا تھا۔وہ زود رنجی اور حساسیت جو پچھلے چار ہفتوں سے اسے ناخوش رکھے ہوئے تھی وہ یکدم غائب ہوگئ تھی۔

اور چار ہفتے کے بعد بلآخر اس نے کیک کا وہ ٹکڑا اور کین ڈسپوز آف کردیئے۔۔۔

اگر فرقان کو سیدھا ہسپتال سے ایئرپورٹ نہ جانا ہوتا تو وہ خود اسے ریسیو کرنے چلی جاتی وہ کچھ اتنی ایکسائٹڈ ہورہی تھی۔۔

نو بج کر پینتالیس منٹ پر بلآخر ڈور بیل بجی۔اسے دروازے تک پہنچنے میں سیکنڈز لگے تھے۔۔

خدایا۔۔کیا خوشی اسے کہتے ہیں جو اس شخص کے چہرے پر پہلی نظر ڈالتے محسوس کی میں نے۔۔۔اس نے دروازہ کھول کر ڈور ہینڈل پر اپنا کپکپاتا ہاتھ رکھے سالار کو دیکھ کر اچھنبے سے سوچا.

فرقان سے باتیں کرتا دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ سیدھا ہوا اوران دونوں کی نظریں ملیں۔۔۔وہی گرمجوش مسکراہٹ جسکی وہ عادی تھی۔وہ اسے دیکھتے ہی چند لمحوں کے لیئے جیسے ساکت ہو گئی۔۔

امامہ۔۔۔سامان کی ڈیلیوری دینے آیا ہوں چیک کرو۔۔کوئی بریکج یا ڈیمج تو نہیں۔۔۔فرقان نے ایک سوٹ کیس کھینچ کر اندر لیجاتے ہوئے اسے چھیڑا۔۔سالار مسکرایا تھا۔

امامہ نے سلام کا جواب دینے کی کوشش کی تھی لیکن اسکے گلے میں کوئی گرہ لگنے لگی تھی۔بات یہی تک ہوتی تو ٹھیک تھی لیکن آنکھوں میں پانی کیسے اور کیوں آگیا تھا۔وہ آگے بڑھا اور ھمیشہ کی طرح اسے گلے لگایا۔۔جیسے وہ آفس سے آنے کی بعد لگایا کرتا تھا۔۔بے اختیار آنسوؤں کا ایک اور ریلہ آیا۔۔یہی تو وہ ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔۔۔یہی نرم لمس۔۔اپنے گرد یہی بازوؤں کا حصار۔۔

کیسی ہو تم۔۔وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔۔گلے گرہیں اور بڑھ گئی۔اس نے اب اسکو خود سے الگ گیا اور اسکا چہرہ اور آنسو دیکھے۔۔

کیا ہوا؟؟ وہ ٹھٹکا۔۔۔اور سوٹ کیس اندر لیجاتے ہوئے فرقان نے پلٹ کر دیکھا۔

میں ابھی۔۔۔۔ابھی سلاد کے لیئے پیاز کاٹ رہی تھی۔اس نے کچھ گھبراہٹ میں مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے بھرائی آواز میں کہا۔۔۔پھر شاید خود ہی اسے بہانہ کمزور لگا۔وہ سر میں کچھ درد تھا۔اور فلو تھا۔۔فرقان کی مسکراتی نظروں سے وہ کچھ گڑبڑائی۔

سالار نے فرقان کو نظرانداز کیا اور ایک بار پھر اسے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔۔تو یار کوئی میڈیسن لینی چاہیئے تھی۔۔

کوکنگ رینج پہ کچھ رکھ کے آئی ہوں۔۔وہ رکے بنا کچن میں چلی گئی۔

اسکے سامنے کھڑے رہ کر اس سے نظریں ملا کر جھوٹ بولنا مشکل ہوگیا تھا۔۔سنک میں چہرے پر پانی کے چھینٹے مار کر اس نے کچھ پانی پیا. آواز کی تھرتھراہٹ صرف اس سے ختم ہوسکتی تھی۔

بیٹھو کھانا کھا کر جاؤ نا۔۔۔وہ جب لاؤنج میں آئی تو سالار فرقان سے کہہ رہا تھا۔

نہیں۔۔۔اس وقت نہیں۔۔کھانے پہ انتظار کر رہے ہونگے بچے۔کچھ دنوں بعد چلیں گے کہی ڈنر کے لیئے۔۔۔وہ بیرونی دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔۔سالار دروازے تک اسے چھوڑنے گیا۔وہ کچن میں آکر کھانا اور برتن لگانے لگی۔۔

وہ دروازے سے واپسی پر کچن میں سیل فون پر بات کرتے ہوئے آیا۔فون پر سکندر تھے۔امامہ نے اسے کچن کاؤنٹر پہ رکھے پانی کی بوتل کو کھولتے دیکھا. فون کندھے اور کان کے بیچ دبائے اس نے بوتل کا ڈھکن کھولا۔۔امامہ نے اسکے گلاس کی طرف جانے سے پہلے ایک گلاس لاکر اسکے سامنے کاؤنٹر پہ رکھ دیا۔سالار سے بوتل لیکر اس نے گلاس میں اسکے لیئے پانی ڈالا۔۔

سالار نے سکندر سے بات کرتے ہوئے سر کے اشارے سے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر پانی کی گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔۔

پاپا خیریت پوچھ رہے ہیں تمہاری۔۔

فریج کا دروازہ کھولتے ہوئے وہ مسکرائی۔

میں اب ٹھیک ہوں۔۔سالار نے اسکے جملے پر غور کیے بغیر سکندر تک اسکا جملہ پہنچا دیا۔۔

کاؤنٹر پر پڑے سلاد میں سے سیب کا ایک ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈالتے ہوئے وہ اسی طرح سکندر سے بات کرتے ہوئے کچن سے نکلا۔۔امامہ نے اسے ٹیرس کا دروازہ کھول کر پودوں پر نظر دوڑاتے دیکھا۔۔ٹیبل پر برتن رکھتے ہوئے اسکی آنکھوں میں ایک بار پھر نمی آنے لگی۔ایک مہینہ بعد یہ جگہ اسے گھر لگی تھی۔بات محبت کی نہیں بلکہ عادت کی تھی اور وہ اسکی عادی ہوچکی تھی اور بعض دفعہ عادت محبت سے بھی زیادہ جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔۔۔

اسے اچانک خیال آیا کہ وہ کھانا کھانے سے پہلے کپڑے تبدیل کریگا بیڈروم جاکر وی اسکے لیئے کپڑے نکال کر واش روم میں لٹکا کر آئی۔

وہ واش روم سے نکل رہی تھی جب وہ بیڈروم میں داخل ہوا۔

میں شاور لیکر کھانا کھاؤں گا۔۔اس نے جیسے اعلان کیا۔۔

میں نے تمہارے کپڑے اور ٹاولز رکھ دیئے ہیں اور یہ میں تمہارے لیئے نئے سلپرز لیکر آئی تھی ۔۔وہ سلپرز کا ڈبہ شوریک سے نکالتے ہوئے بولی۔

رہنے دو امامہ میں خود ہی نکال لوں گا۔۔۔

ریسٹ واچ اتارتے ہوئے اس نے امامہ کو منع کیا۔۔اسے کبھی بھی کسی دوسرے کا اپنا جوتا اٹھانا پسند نہیں تھا۔وہ جانتی تھی۔۔لیکن اسکے منع کرنے کے باوجود میں سلپرز نکال لائی تھی۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

کچھ نہیں ہوتا۔۔اس نے سلیپرز اسکے پاس رکھ دیئے۔

وہ اب بیڈ پر بیٹھا اپنے جوتے اور جرابیں اتار رہا تھا اور وہ بے مقصد اسکے پاس کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔۔سالار نے کچھ حیرانی سے نوٹس کیا تھا۔۔

یہ یلو کپڑے تم نے میرے انتظار میں پہنے ہیں؟ اس نے جرابیں اتارتے ہوئے امامہ کو چھیڑا۔۔وہ بے وجہ ہنسی۔۔وہ مسٹرڈ کو یلو کہہ رہا تھا۔۔لیکن آج اس نے تصحیح نہیں کی۔

نائس سلیپرز۔۔۔اس نے سلیپرز پہنے امامہ سے کہا۔۔

میں رکھ لیتی ہوں۔۔۔امامہ نے جوتے اور جرابیں اس سے لینے کی کوشش کی۔

کیوں یار۔۔پہلے کون رکھتا تھا۔۔سالار نے کچھ حیرانی سے اسے روکا۔۔امامہ رک گئی۔۔

امامہ نے بیڈ سائڈ ٹیبل پر اسکی رسٹ واچ اور سیل فون کو دیکھا۔ہر خالی جگہ بھرنے لگی تھی۔۔

جبتک وہ نہا کر آیا امامہ کھانا لگا چکی تھی۔۔سالار نے ڈائننگ ٹیبل پہ نظر ڈالتے ہی بے اختیار کہا۔۔

امامہ کیا کیا پکا رکھا ہے یار۔۔۔

جو جو تمہیں اچھا لگتا ہے۔۔اس نے سادگی سے کہا۔۔

مجھے۔۔؟ وہ کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے ٹیبل پر ڈشز دیکھ کر جیسے سوچ میں پڑا۔۔

تم نے اپنا وقت ضائع کیا۔۔

کوئی اور وقت ہوتا تو وہ ہورے دن کی محنت پر بولے جانے والے اس جملے سے سخت ناراض ہوتی۔۔لیکن اس وقت اسے کچھ بھی برا نہیں لگ رہا تھا وہ اتنی ہی سرشار تھی۔۔۔

میں نے اپنا وقت تمہارے لیئے استعمال کیا۔۔اس نے مدھم آواز میں سالار کی تصیح کی۔۔۔

لیکن تم تھک گئی ہو گی۔۔۔

نہیں۔۔۔کیوں تھکوں گی میں۔۔۔اس نے چاولوں کی ڈش سالار کی طرف بڑھا دی۔۔

سالار نے اسکی پلیٹ میں ہمیشہ کی طرح پہلے چاول ڈالے۔۔اپنی پلیٹ کے کونے میں پڑے ان چاولوں کو دیکھ کر اسکا دل بھر آیا تھا۔۔وہ اب اپنی پلیٹ میں چاول ڈال رہا تھا۔ایک مہینے لے بعد وہ اسکے اتنے قریب بیٹھی تھی۔کھانا سرو کرتے ہوئے اسکے ہاتھ دیکھ رہی تھی سفید شرٹ کی آستینیں موڑے اسکے ہاتھوں نے ھمیشہ کی طرح اسکو اپنی طرف متوجہ کیا۔

پینٹنگز مکمل ہو گئی ہیں تمہاری؟ وہ کھانا شروع کرتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا۔۔

کون سی پینٹنگز ؟اس نے بے خیالی سے کہا۔وہ ٹھٹکا۔

تم بنا رہی تھی نا کچھ۔۔۔اس نے اسے یاد دلایا۔۔۔

یہ بھی لو۔۔اس نے جواب دینے کی بجائے ایک اور ڈش اسکی طرف بڑھا دی۔

ڈر تو نہیں لگا تمہیں یہاں اکیلے رہتے ہوئے؟ اس نے پوچھا۔۔

کھانا اچھا ہے؟ امامہ نے ایک بار پھر جواب گول کیا۔۔

ھمیشہ اچھا ہوتا ہے۔وہ مسکرایا۔۔۔

کتنے ناولز پڑھے تم نے؟ وہ اب ہوچھ رہا تھا۔۔۔

یہ چوپس بھی ہیں۔۔اس نے ایک اور ڈش سرو کی۔۔

تمہاری فلائٹ ٹھیک رہی۔۔

ہاں اوور آل کچھ بمپی رہی لیکن ٹھیک ہی تھی۔۔۔

اور کانفرنس بھی اچھی رہی؟؟

ایکسیلنٹ۔۔۔اس نے بے اختیار کہا۔۔

کیا روٹین تھی تمہاری؟ وی اسے موضوع سے ہٹانے میں کامیاب نہیں ہوئی تھی۔۔۔

میری روٹین۔۔۔۔۔وہ سوچ میں پڑی۔۔۔

ہاں کیا کیا کرتی تھی سارا دن۔۔وہ اب چپاتی کا ٹکڑا توڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔۔

جو پہلے کیا کرتی تھی۔۔اس نے نظریں چرا کر ایک اور ڈش اسکی طرف بڑھا دی۔۔

لیکن تب تو بہت زیادہ وقت ہوتا ہوگا تمہارے ساتھ۔۔

بلکل۔۔۔ساری شام۔۔۔ساری رات۔۔۔۔

پھر تو عیش ہوگئے ہونگے تمہارے؟ اپنی پلیٹ میں قورمہ نکالتے ہوئے اس نے مسکرا کر کہا۔۔

امامہ نے جواب دینے کی بجائے اپنی پلیٹ کو دیکھا جس میں چیزوں کا ڈھیر اسی طرح پڑا تھا۔اس سے کچھ کھایا نہیں جارہا تھا۔۔۔

تم سعیدہ اماں کو یہاں لے آتی۔۔۔سالار نے یکدم اس سے کہا۔۔اسے پتا نہیں کیا خیال آیا تھا۔

میں نے کہا تھا ان سے لیکن تمہیں تو پتا ہے انکا وہ اتنے دنوں کے لیئے اپنا گھر نہیں چھوڑ سکتی۔اس مے جوب دیا۔

ڈیٹس انڈرسٹینڈ ییبل۔۔۔سالار نے کھانا کھاتے ہوئے بے اختیار ایک نوالہ اسکی طرف بڑھایا۔۔وہ آخری لقمہ ھمیشہ اسے کھلاتا تھا۔۔ایک لمحے کے لیئے وہ ٹھٹکی پھر اس نے لقمہ منہ میں لے لیا۔لیکن اسے چبا نہ سکی۔وہ لقمہ جیسے آخری حد ثابت ہوا۔۔وہ بے اختیار رو پڑی۔۔وہ پانی پیتے پیتے یکدم رک گیا۔۔

کیا ہوا؟ وہ ہکا بکا تھا۔ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ کر وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتی گئ۔

کیا ہوا ہے امامہ۔۔وہ بری طرح بدحواس ہوا۔۔کم از کم اس وقت اس طرح کی گفتگو کے دوران آنسو؟ وہ اسکی وجہ تلاش نہیں کرسکا۔۔

ایک دفعی آنسو بہہ جانے لے بعد سب کچھ آسان ہوگیا تھا۔۔

فارگاڈ ایک۔۔تم پاگل کردو گی مجھے۔۔کیا ہوا. ؟ سب کچھ ٹھیک رہا میرے بعد؟ کسی نے تمہیں پریشان تو نہیں کیا؟ وہ اب مکمل طور پر حواس باختہ تھا۔۔ٹشو پیپر سے آنکھیں رگڑتے ہوئے امامہ نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے سر ہلایا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تو پھر کیوں رو رہی ہو۔۔سالار مطمئن نہیں ہوا۔

ایسے ہی بس میں تمہیں بہت مس کرتی رہی اس لیئے۔۔وہ کہتے کہتے پھر رو پڑی۔۔

سالار کو لگا جیسے اس نے سننے میں غلطی کی ہو۔۔۔

کس کو مس کیا؟؟؟

تمہیں۔۔۔اس نے سر جھکا کر روتے ہوئے کہا۔۔وہ چند لمحوں کے لیئے ساکت ہو گیا۔۔

مجھے کس لیئے؟ یہ بے یقینی کی انتہا تھی۔۔

وہ روتے روتے ٹھٹکی۔۔اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر بے حد خفگی کے عالم میں ٹیبل سے اپنی ڈنر پلیٹ اٹھاتی ہوئی کچن چلی گئی۔۔

میرا دماغ خراب ہو گیا تھا اس لیئے۔۔۔وہ کچھ بول نہ سکا۔۔۔

وہ اب برتن اٹھا اٹھا کر لے جارہی تھی اور سالار بلکل ہونق سا پانی کا گلاس ہاتھ میں لیئے اسے اپنے سامنے سے برتن اٹھاتے دیکھ رہا تھا۔۔وہ اسکے رونے سے کبھی اتنا حواس باختہ نہیں ہوا تھا جتنا اس چھوٹے سے اعتراف سے ہوا۔۔۔۔

وہ چار ہفتے باہر رہ کر اسکے جس رویے کو سمجھنے کی کوشش میں ناکام ہوا تھا وہ اب سمجھ آرہا تھا۔۔اسکے لیئے یہ ناقابل یقین تھا کہ امامہ اسے۔۔۔۔۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔۔وہ کچن میں ادھر ادھر جاتے ہوئے اسی طرح آنکھیں رگڑتی ہوئی چیزیں سمیٹ رہی تھی۔۔

وہ گلاس ٹیبل پر رکھ کر کچن آگیا تھا۔وہ فریج سے سویٹ ڈش نکال رہی تھی۔۔سالار نے اسکے ہاتھ سے دونگا پکڑ کر کاؤنٹر پہ رکھ دیا۔کچھ کہے بغیر اس نے اسے گلے لگایا۔۔بڑی نرمی سے یوں جیسے تلافی کر رہا ہو۔۔معذرت کر رہا ہو۔۔وہ خفگی سے الگ ہونا چاہتی تھی اسکا ہاتھ جھٹکنا چاہتی تھی لیکن بے بس تھی۔۔برسات پھر ہونے لگی۔۔وہ اسکی عادتیں خراب کر رہا تھا۔۔

انکے درمیان ایک لفظ کا بھی تبادلہ نہیں ہوا۔۔

برسات تھمنے لگی تھی۔۔وہ ہاتھ سے گال اور آنکھیں خشک کر کے اس سے الگ ہو گئ تھی۔۔

دراصل میں گھر میں اکیلی تھی اس لیئے مس کرتی رہی۔۔

انکار۔اقرار۔۔اعتراف۔۔پھر انکار۔۔یہ مشرقی عورت کی زندگی کا دائرہ تھا وہ بھی اس دائرے میں گھومنے لگی تھی۔۔

ہاں۔۔۔اکیلا ہو تو ایسا ہی ہوتا ہے۔۔سالار نے اسکے جھوٹ کو سچ بنانے میں اسکی مدد کی. امامہ کا حوصلہ بڑھا۔۔

دانت میں درد تھا تو۔۔۔تو۔۔۔۔۔اس لیئے مجھے رونا آگیا۔۔وہ اٹکی پھر اس نے کہا۔۔

یاں مجھے اندازہ ہے دانت کا درد بہت تکلیف دہ ہوتا ہے. ایک دفعہ ہوا تھا مجھے۔۔میں جانتا ہوں کیا حالت ہوتی ہے۔۔۔وہ نظریں ملا بغیر جھوٹ بول رہے تھے۔

آ۔۔۔۔۔۔آ۔۔۔۔۔وہ اٹکی اب تیسرا جھوٹ اسکے ذہن میں نہیں آرہا تھا۔جو سوال آرہا تھا اس نے وہی پوچھا۔۔۔تم نے مجھے مس نہیں کیا۔۔؟

ہر دن ہر گھنٹہ ہر سیکنڈ۔۔۔وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہا تھا اور امامہ کی آنکھوں میں جیسے ستارے جھلملانے لگے تھے۔۔

چار ہفتے تمہارے ساتھ نہیں تھا۔۔اگر تمہارا خیال ساتھ نہ ہوتا تو میں مر جاتا۔۔

تم جھوٹے ہو۔۔۔وہ بھرائی ہوئی آواز میں ہنسی تھی۔۔

تم بھی۔۔۔۔سالار نے بے ساختہ بتایا۔۔۔

وہ روتے ہوئے ہنس رہی تھی لین چار ماہ میں پہلی دفعہ سالار کے لیئے وی برسات قابل اعتراض نہیں تی۔.

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ اس رات بیڈ پر اس سے چند انچ دور کروٹ کے بل لیٹی کہنی تکیے پر ٹکائے اس سے باتیں کرتی رہی تھی۔ایک مہینے کے دوران اکھٹی ہوجانے والی ساری باتیں۔اسے اندازہ نہیں ہوا تھا کہ صرف وہ بول رہی تھی۔سالار بلکل خاموش چت لیٹا اسکا چہرہ دیکھتے ہوئے اسے سن رہا تھا۔وہ خاموش سامع پلکیں جھپکائے بغیر صرف اسکے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔اسکی آنکھوں کے تاثرات اسکے چہرے پر جھلکنے والے رنگ بات کرتے ہوئے اسکی ہنسی کی کھکھلاہٹ وہ جیسے سینیما کی فرنٹ رو میں بیٹھا

ہوا ایک سحر زدہ ناظر تھا۔۔کہنی کے بل نیم دراز جب وہ تھک جاتی تو پھر اسکے کندھے پر سر رکھتے ہوئے کہتی۔۔۔اچھا چلو اب سو جاتے ہیں۔۔۔

یہ جملہ وہ شاید پچیس دفعہ کہہ چکی تھی۔۔

اسکے کندھے پہ سر رکھے اسے پھر کچھ یاد آجاتا تو وہ یکدم سر اٹھا کر اسکا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھتی۔
میں نے تمہیں یہ بتایا ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔

سالار نفی میں سر ہلادیتا گفتگو پھر دوبارہ وہی سے شروع ہوجاتی۔خاموش سامع پھر وہی فلم دیکھنے لگتا۔۔۔

یہ کونسی آذان ہو رہی ہے؟ وہ بات کرتے کرتے چونکی۔۔۔

دور کہی سے آذانوں کی آوازیں سنائی دی۔

فجر کی۔سالار نے پرسکون انداز میں کہا۔۔وہ بری طرح گڑبڑائی۔

او مائی گاڈ۔۔فجر ہوگئی۔۔اور میں۔۔۔ تمہیں تو سونا چاہیئے تھا تم تو تھکے ہوئے تھے۔مجھے پتا ہی نہیں چلا۔تم مجھے بتا دیتے۔۔وہ اب بری طرح نادم ہورہی تھی۔۔مجھ سے کہنا چاہیئے تھا تمہیں۔کیوں نہیں کہا تم نے۔

کیا کہتا۔۔۔وہ اب پرسکون تھا۔

یہی کہ تم سونا چاہتے ہو۔۔

لیکن میں تو سونا نہیں چاہتا تھا۔۔

لیکن مجھے تو وقت کا پتا ہی نہ چلا کم از کم تم کو مجھے بتانا چاہیئے تھا۔۔وہ واقعی شرمندہ ہورہی تھی.

تمہارا خیال ہے مجھے وقت کا احساس تھا؟

تم سو جاؤ اب۔۔۔اور آئی ایم سوری۔کتنی فضول باتیں کی میں نے تم بھی کیا سوچ رہے ہونگے۔۔

میں تو نماز پڑھ کر سوؤں گا اب۔اور میں صرف یہ سوچ رہا تھا کہ آج تم نے مجھ سے اتنی باتیں کیسے کرلی۔۔

تم نے تو غور سے سنی بھی نہیں ہونگی میری باتیں۔۔وہ شرمندگی سے مسکرئی۔

ایک ایک بات سنی ہے۔۔چاہو تو دہرا سکتا ہوں۔۔۔آج تک تم نے جب جب جو کچھ بھی کہا ہے مجھے یاد ہے اور ھمیشہ یاد رہیگا۔۔۔

اسکا لہجہ ہموار تھا لیکن آنکھوں میں کوئی تاثر تھا جس نے چند لمحوں کے لیئے امامہ کو باندھا تھا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اسی طرح باتیں کروگی تو ہر رات جاگ سکتا ہوں تمہارے لیئے۔۔امامہ نے نظریں چرا لی۔۔۔

اس سے کچھ دور ہٹتے ہوئے اس نے تکیے پہ سر رکھ دیا۔وہ اب سیدھی لیٹی چھت کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

سائڈ ٹیبل پر پڑے سیل فون کے یکدم بجتے الارم کو بند کرتے ہوئے سالار نے اسکی طرف کروٹ بدلی۔۔۔کہنی کے بل نیم دراز اس نے امامہ سے کہا۔۔

کچھ اور بتانا ہے تم نے؟ امامہ نے اسکا چہرہ دیکھا۔وہ سنجیدہ تھا۔۔

نہیں۔۔۔۔اس نے مدھم آواز میں کہا۔۔۔۔

آئی لو یو۔۔۔جواباً سالار کے جملے نے اسے چند لمحوں کے لیئے ساکت کیا۔۔وہ اسکے پاس تھا اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جیسے کچھ اس سے سننے کی خواہش رکھتا ہو۔۔۔

تھینک یو۔۔۔۔

وہ بے اختیار ہنسا۔۔۔ایک گہرا سانس لیکر۔ایک لمحے کے لیئے آنکھیں بند کرتے ہوئے اس نے جیسے گھٹنے ٹیک دیئے۔۔وہاں اسکے قریب کوئی اور عورت ہوتی تو اسے اظہار محبت ہی ملتا۔۔۔یہ امامہ ہاشم تھی اسکا اظہار تشکر ہی کافی تھا۔۔۔۔

*******----&*****---******

یہ میں تمہارے لیئے لایا تھا۔۔۔وہ دس بجے کے قریب اسکے ساتھ ناشتہ کرنے کے بعد ٹیبل صاف کر رہی تھی جب وہ بیڈروم سے ایک خوبصورت پیکنگ میں ایک باکس لیکر اسکے پاس آیا تھا.

یہ کیا ہے۔۔؟وہ ٹیبل صاف کرتے کرتے رک گئی۔۔

دیکھ لو۔۔۔سالار نے باکس اسکی طرف بڑھایا۔۔۔

جیولری ہے؟ اسکو۔۔۔۔۔۔۔لیبل اور باکس ڈیزائن سے کچھ اندازہ ہوگیا تھا۔۔سالار جواب دینے کی بجائے کندھے اچکا کر خاموش رہا۔۔امامہ نے بڑے تجسس اور احتیاط سے اس باکس کی نفیس اور

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

خوبصورت پیکنگ کو ہٹا کر باکس کھول لیا۔۔سرخ مخمل جیسے ایک بے حد مہین اور چمکدار کپڑے کی تہوں کے درمیان ایک کرسٹل رنگ کیس تھا اور اس کیس سے نظر آنے والی رنگ نے کچھ دیر کے لیئے اسے ساکت کیا۔۔اسکویر ڈائمنڈز کے بینڈ کے ساتھ وہ ایک پلاٹینم ٹیولپ ڈائمنڈ رنگ تھی۔۔چودہ قیراط کے اس ڈائمنڈ کے گرد ننھے ننھے نیلم کے گول گول نگینوں کا ایک دائرہ تھا۔۔بہت دیر. مسمرائزڈ اس رنگ پر نظریں جمائے اس نے بے اختیار گہرا سانس لیکر اپنا پہلا رد عمل دیا یہ صرف ڈائمنڈ نہیں تھے جو اسکو حیرہ کر رہے تھے بلکہ وہ پیچیدہ ڈیزائن بھی جس میں وہ سارے جیولز جڑے تھے.

یہ بہت خوبصورت ہے۔۔اس نے بمشکل کہا۔۔سالار نے ہاتھ بڑھا کر کرسٹل کا کیس کھولا رنگ کو نکالا اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر اس نے وہ رنگ اسکی انگلی میں پہنا دی۔۔

ہاں۔۔۔یہ اب خوبصورت لگ رہی ہے۔۔

اور دیکھو یہ بلکل میری انگلی کے سائز کے مطابق ہے وہ جیسے کچھ اور ایکسائٹڈ ہوئی تھی۔۔۔

تمہاری انگلی کا سائز لیکر بنائی گئی ہے کیونکہ تمہاری ایک رنگ لیکر گیا تھا میں۔۔

اس نے اسکے ہاتھ کو چومتے ہوئے کہا جس میں رنگ پہنا تھا۔

یہ ویڈنگ گفٹ ہے تمہارے لیئے۔سالار نے اسکا ہاتھ چھوڑتے ہوئے کہا. اس نے کچھ حیران سالار کو دیکھا۔

ویڈنگ گفٹ؟؟ چار مہینے ہوگئے ہیں شادی کو۔۔۔

ہاں۔۔۔۔میں نے تمہیں ویڈنگ گفٹ نہیں دیا تھا۔۔پہلے یاد نہیں تھا بعد میں پیسے نہیں تھے اس نے ہنس کر کہا۔۔۔۔۔۔

اور اب کہاں سے آئے پیسے۔۔۔

آ گئے کہیں سے۔۔اس نے ٹالا۔۔امامہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔۔

کوئی غلط کام نہیں کیا میں نے۔۔۔وہ بے اختیار شرمندہ ہوئی۔۔

میں نے کب کہا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔

چلو ڈاکٹر صاحب کے ہاں چلتے ہیں اور سعیدہ اماں سے بھی مل کر آتے ہیں۔۔۔میرے بیگ میں کچھ گفٹس ہیں انکے لیئے وہ نکال لو۔۔سالار نے اسے بات مکمل نہیں کرنے دی تھی۔۔

تھینک یو سالار۔۔۔وہ جاتے جاتے ٹھٹکا۔۔۔۔

کس لیئے۔۔۔؟؟

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ہر چیز کے لیئے۔۔۔

یہ سب تمہارا ہی ہے۔۔۔امامہ نے نظریں چرائی۔۔۔

میں نے سوچا تمہیں یاد بھی نہیں ہو گا کہ تم نے مجھے شادی پر کوئی گفٹ نہیں دیا۔۔۔۔۔اپنے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے خوشی سے سرشار ہوئی تھی۔۔۔وہ واحد گلہ تھا جو وہ سالار کے لیئے دل میں رکھے ہوئے تھی.

نہیں بھولا نہیں تھا۔۔

****

مائی گاڈ۔۔۔دیکھو۔۔وہ واک وے پر چلتے چلتے بے اختیار ٹھٹکی تھی۔۔۔

سالار نے اسکی نظروں کا تعاقب کیا۔۔وہ دونوں ریس کورس میں لگنے والے ایک میلے کو دیکھنے آئے تھے۔اب بے مقصد میلے کی جگہ سے کچھ دور چہل قدمی میں مصروف تھے جب امامہ واک وے کے داہنی طرف درختوں کے اطراف پانی میں ڈوبی ہوئی گھاس میں نظر آنے والے عکس کو دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی۔اس عکس کو دیکھ کر وہ بھی کچھ دیر کے لیئے سحرزدہ سا ہوگیا تھا۔۔یوں لگ رہا تھا جیسے وہ رنگ ونور سے بھری کسی وادی کے کنارے کھڑے اس میں چمکتے ہوئے رنگین ہیرے جواہرات کے درخت دیکھ رہے ہو یا الف لیلی کا کوئی منظر دیکھ رہے ہو۔جیسے جنت میں رات ہوگئی ہو۔۔۔

طویل خاموشی کے بعد اس نے امامہ کی آواز سنی۔۔اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔۔

ایسی ہوتی ہوگی جنت؟؟ سالار نے اسے کہتے سنا۔۔

وہ کچھ کہنے کی بجائے دوبارہ اس پانی کو دیکھنے لگا۔۔

جنت میں ستارے ہونگے؟ وہ پوچھ رہی تھی۔۔

ہاں بہت سارے ہونگے۔۔اس نے اندازہ لگایا۔۔

اتنے رنگوں کے؟

۔کائنات میں موجود ہر رنگ۔۔۔وہ بے اختیار محظوظ ہو کر ہنسی۔۔اسے جواب پسند آیا۔

رات ایسی منور ہوتی ہو گی۔۔۔عکس پہ نظریں جمائے وہ جیسے بے خود ہو رہے تھے۔۔

اس سے زیادہ روشن اس سے زیادہ منور۔۔۔سالار نے بے اختیار کہا۔۔اس نے اپنی انگلی سے عکس کو چھونے کی کوشش کی۔۔سالار نے بروقت اسے کھینچا۔۔

درختوں پر لائٹس آن ہیں پانی میں کرنٹ بھی ہو سکتا ہے۔۔وہ ناراض ہوا تھا۔۔

میں اسے چھونا چاہتی تھی۔۔

یہ عکس جنت نہیں۔۔

جنت میں اور کیا ہو گا۔

تم۔۔۔۔۔اس نے گردن موڑ کر دیکھا اسے وہ عکس کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

صرف میں؟؟ اور تم نہیں ہوں گے؟؟ پتا نہیں۔اس نے گردن موڑ کے عجیب مسکراہٹ کیساتھ اسے دیکھا۔۔

تو پھر تم کیسے جانتے ہو کہ میں وہاں ہو نگی۔۔۔اس نے اسے تنگ کیا۔۔

جنت کے علاوہ کہی اور رکھا جاسکتا ہے تمکو؟؟ اس نے جواباً سوال کیا۔وہ ہنس پڑی۔۔

اتنی آسانی سے مل جاتی ہے جنت؟ اس نے سالار کو بتایا۔۔۔

مجھے آسانی سے نہیں ملے گی تمہیں آسانی سے مل جائیگی۔۔۔۔اس کا لہجہ پھر عجیب سا تھا۔۔۔

کیوں؟؟ وہ حیران ہوئی۔۔۔

تم جتنی آسانی سے ہر چیز میں جنت ڈھونڈ لیتی ہو میں آج تک نہیں ڈھونڈ سکا۔اس لیئے کہہ رہا ہوں۔۔۔وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔۔۔

دو دن پہلے وہ گھر کے لیئے ایک لیمپ خریدنے گئے تھے۔۔وہ رات کو ناول پڑھتے پڑھتے لیمپ شیڈ کو دیکھنے لگی۔وہ ای میل چیک کرنے کے بعد اپنا لیپ ٹاپ بند کرنے لگا تھا۔۔تو اس نے امامہ کو دیکھا۔

کیا دیکھ رہی ہو تم؟ وہ حیران ہوا۔۔

بیوٹی فل۔۔۔اس نے بے ساختہ لیمپ شیڈ کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔

ہاں اچھا ہے۔۔۔اس نے سرسری انداز میں کہا۔

یہ کونسے پھول ہیں؟؟

پھول؟؟ سالار نے لیمپ شیڈ کو حیرانی سے دیکھا۔اس نے پہلی بات اس پرل کلر کے شیڈ پر بنے پیٹرن کو دیکھا۔۔۔سنہری مائل پیلے پھولوں کا ایک نفیس پیٹرن تھا۔۔

نہ یہ گلاب ہے نہ ہی ٹیولپ ہے۔۔وہ جیسے پھولوں کو پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی پھر جیسے اس نے ہتھیار ڈال دییے۔۔

ایسے پھول جنت میں ہونگے؟؟ وہ ہنس پڑا۔۔

اچھا۔۔۔۔۔

دیکھو یہ پھول رنگ بدل رہے ہیں۔۔۔لیکن یہ رنگ نہیں بدل رہے بلکہ یہ کھل رہے ہیں۔۔۔سالار جیسے کسی سحر میں آیا تھا وہ پھول واقعی کھل رہے تھے۔۔۔

LOVELY

وہ سراہے بغیر نہ رہ سکا۔اسے اب سمجھ آیا کہ یہ لیمپ اتنا مہنگا کیوں تھا۔۔

اور ایک ہفتے پہلے اسکی دراز صاف کرتے ہوئے سالار کی ویسٹ پیپر باکس میں سے وہ ایک پوسٹ کارڈ اسکے پاس لیکر آئی تھی۔۔۔

ہاں۔۔۔۔اسے پھینک دیا ہے میں نے۔۔۔بیکار ہے۔۔۔اس نے امامہ کے ہاتھ میں وہ پوسٹ کارڈ دیکھ کر کہا۔۔وہ کارڈ کو لییۓ اسکے پاس آکر بیٹھ گئی۔۔۔سالار دیکھو کتنی خوبصورت جھیل ہے۔۔اور دیکھو کتنا سکون ہے اس جگہ پر۔۔

یہ صندل سے بنی ہے۔اس کشتی کا رنگ دیکھو۔۔یہ صندل کا رنگ ہے۔

ایسا لگتا ہے جیسے کوئی صبح سویرے اس کشتی میں بیٹھ کر کہی جاتا ہو۔۔۔

کتنی سکرینٹی ہے اس سین میں۔۔۔۔ایسے جیسے یہ جنت ہو۔۔۔میں نہ بتاتی تو تم تو اسے چھینک رہے تھے۔۔وہ بے اختیار اسکا چہرہ دیکھنے لگا۔۔وہ واقعی اسکی زندگی میں نہ آتی تو وہ جنت کو۔۔۔۔۔۔

اسکی پکچر بنالو سیل فون کیساتھ۔۔۔امامہ کی آواز نے یکدم اسے چونکا دیا۔۔۔سالار نے سیل فون نکال کر چند تصویریں کھینچی۔۔اور سیل اسے تھما دیا۔۔اس نے باری باری اس تصویروں کو دیکھا اور مطمئن ہوگئی۔۔

چلیں۔۔۔؟؟سالار نے اس سے کہا۔۔۔

ہاں۔۔۔دونوں نے آخری نظر عکس پر ڈالی اور چل پڑے۔۔۔

سالار نے چلتے ہوئے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔۔۔

خاموش کیوں ہوگئے۔۔۔کوئی بات کرو۔۔امامہ نے چند قدم چلنے کے بعد کہا۔۔

تم کرو میں سن رہا ہوں۔۔

ہوسکتا ہے تمہیں مجھ سے پہلے جنت مل جائے۔۔امامہ نے اپنے جملء کا مفہوم سمجھے بنا اسکو تسلی دی۔۔وہ ہنس پڑا تھا۔۔۔

چاہتا تو میں بھی یہی ہوں۔۔۔وہ بڑبڑایا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تم سے پہلے مرنا چاہتا ہوں میں۔۔۔اسے چلتے ہوئے ٹھوکر لگی۔۔کوئی چی جیسے اسکے جسم سے ایک لمحے کے لیئے تھراتی ہوئ گزری۔۔۔وہ جنت ڈھونڈتی پھر رہی تھ اس سے پہلے سامنے جو شے کھڑی تھی وہ اسے بھول گئ تھی۔۔۔

تم کیوں کہہ رہے ہو اسطرح۔۔وہ رک گئی اور اس نے سالار سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔۔

تم نے ہی تو کہا تھا شاید مجھے تم سے پہلے جنت مل جائے۔۔۔

لیکن میں نے مرنے کا نہیں کہا تھا۔۔۔

کیا اس کے بنا مل سکتی ہے؟؟

وہ بول نہ سکی۔۔وہ ایک دوسرے کا چہرہ دیکھتے رہے پھر سالار نے اسکی آنکھوں میں نمی امڈتے دیکھی۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔جو مرضی کہو۔۔اسکی آواز میں خفگی تھی۔۔

سالار نے اسکا ہاتھ پکڑ کر معذرت خواہانہ اندا میں دبایا۔۔۔

میں نے صرف تمہاری بات دہرائی تھی۔۔

اور میرا وہ مطلب نہیں تھا جو تم نے نکالا۔۔

میں سمجھتا ہوں۔۔

وہ دونوں پھر چلنے لگے۔۔۔

کیا تم جنت میں مجھے اپنا پارٹنر منتخب کرو گی۔؟؟

وہ بول نہ سکی۔۔۔۔وہ ہنس پڑا۔۔۔

یعنی نہیں۔۔۔۔

میں نے یہ کب کہا۔۔۔وہ رک گئی۔

لیکن تم نے کچھ بھی کب کہا۔۔

میں سوچ رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سوچ لیا۔۔۔پھر اب بتاؤ۔۔۔وہ ہنسی

تمہیں کیا ہوا ہے۔۔۔

جنت کی بات تم نے شروع کی تھی۔۔اس نے سالار کا چہرہ دیکھا۔۔

شاید۔۔۔وہ خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تمہیں یقین نہیں ہے۔

اس نے ہنس کر اس سے پوچھا۔۔۔

یقین کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔۔۔

اگر تم جنت میں پہنچ گئے تو پھر تم کو ہی چننا پڑے گا۔۔۔اس نے مذاق کیا۔۔

اور اگر کوئی اور بھی پہنچ گیا تو؟ اسکی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔۔

دونوں کے درمیان خاموشی کا لمبا وقفہ آیا تھا۔۔اس اور کا تعارف نہ امامہ نے مانگا تھا نہ سالار نے کروایا تھا۔۔مگر اس اور نے اسے سالار سے نظریں چرانے پر مجبور کیا تھا۔وہ اس سے کہہ نہ سکی بات اسکے انتخاب پر کبھی نہیں رہی تھی بات جلال کے انتخاب پر تھی۔۔اس کا انتخاب جنت میں بھی شاید وہ نہ ہوتی لیکن یہ اعتراف میں کوڑے کھانے جیسی ذلت تھی۔۔چپ بہتر تھی لیکن اسے یہ اندازہ نہیں ہوا تھا کہ اسکی چپ سالار کو اس وقت کوڑے کی طرح لگی تھی۔۔۔

+++---***-----****----***

سکندر عثمان کو چند لمحوں کے لیئے اپنی سماعتوں پہ یقین نہیں آیا تھا۔۔۔

آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔۔وہ پلاٹ تو بک ہی نہیں سکتا۔۔سالار کے نام ہے وہ۔۔۔۔۔۔

انہوں نے احتشام الدین سے کہا۔۔۔وہ انکے ایک کاروباری دوست تھے۔۔اور چند منٹ پہلے اس نے سکندر کو فون کر کے ایک پلاٹ کی فروخت کے بارے میں شکایت کی تھی۔۔انکے کسی دوست نے انہی کے وکیل کے ذریعے ایسا ایک پلاٹ کچھ دن پہلے خریدا تھا۔۔جو سکندر عثمان کا تھا۔۔اور جس کو ایک ڈیڑھ سال پہلے احتشام الدین نے خریدنے کی آفر کی تھی۔۔لیکن سکندر نے تب اسے

یہ بتایا تھا کہ جائداد کی تقسیم کے دوران وہ یہ پلاٹ سالار کے نام کرچکا ہے۔۔البتہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ اگر کبھی پلاٹ کو فروخت کرنے کی ضرورت پڑی تو احتشام الدین پہلی ترجیح ہو گا۔۔

میرے وکیل کے ذریعے سارا پیپر ورک ہوا ہے۔۔۔آپ کہیں تو آپکو نیوز پیپر میں پلاٹ کی منتقلی کا ایڈ بھی بھجوا دیتا ہوں

۔آپ کے بیٹے نے پلاٹ ڈیڑھ کروڑ میں بیچا ہے۔مجھے تو افسوس اس بات کا ہے کہ میرے وکیل نے منتقلی کے بعد بتایا مجھے۔۔

سکندر عثمان کا سر گھوم کر رہ گیا۔۔

میں ابھی سالار سے بات کر کے دوبارہ آپ سے بات کرتا ہوں۔۔۔سکندر عثمان نے یکدم کہا۔

انہیں ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ انکو بنا بتائے پلاٹ کیسے بیچ سکتا ہے۔۔

سالار اس دن اسلام آباد میں تھا اور اس وقت اپنے کسی کام سے مارکیٹ جا رہا تھا جب اسے سکندر کی کال ملی۔

سالار تم نے اپنا پلاٹ بیچ دیا ہے؟؟

اسکو ہیلو کہتے ہی سکندر نے دوسری طرف سے کہا۔۔

چند لمحے سالار کچھ بول نہ سکا۔۔پلاٹ کی فروخت کا سکندر کو اتنی جلدی پتہ چل جائے گا اسے اندازہ نہیں تھا۔۔

تم میرے آفس آؤ۔۔۔اس نے سرد مہری سے فون بند کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔

کب بیچا تھا پلاٹ؟؟؟

اس کے آفس پہنچ کر کرسی پہ بیٹھتے ہی سکندر نے اس سے پوچھا۔۔

پچھلے مہینے۔۔۔اس نے لہجہ ہموار رکھنے کی کوشش کی تھی۔۔۔

کیوں؟؟؟

مجھے کچھ رقم کی ضرورت تھی۔۔

کس لیئے۔۔؟؟

سالار اس بار جواب دیتے ہوئے جھجکا۔۔۔

کس لیئے رقم کی ضرورت تھی۔۔

مجھے امامہ کو ایک رنگ خرید کر دینی تھی۔۔۔سکندر کو لگا کہ اس نے سننے میں غلطی کی ہے۔۔۔

کیا؟؟؟؟؟

امامہ کے لیئے رنگ خریدنی تھی۔۔اس نے اپنا جواب دہرایا۔۔۔

لاکھ دو لاکھ کی رنگ کے لیئے تم نے پلاٹ بیچ دیا۔۔۔

اپنا کریڈٹ کارڈ استعمال کرتے بنک سے پرسنل لون لیتے یا مجھ سے کہتے۔۔۔

میں لون لیکر اسے گفٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔اور ایک دو لاکھ کی انگوٹھی نہیں تھی کچھ زیادہ مہنگی تھی۔۔آپ اتنے پیسے کبھی نہ دیتے مجھے۔۔وہ بڑی رسانیت سے کہہ رہا تھا۔۔۔

کتنی مہنگی ہوتی۔۔چار یا پانچ لاکھ کی ہوتی۔۔۔چلو دس لاکھ کی ہوتی میں دے دیتا تمہیں۔۔۔سکندر بے حد خفہ تھے۔۔وہ پلاٹ پونے دو کروڑ کا تھا جسے وہ ڈیڑھ کروڑ میں بیچ آیا تھا۔۔

دس لاکھ کی بات نہیں تھی۔۔۔سکندر نے اسے کہتے سنا۔۔۔

پھر؟؟ سکندر کے ماتھے پر بل آئے۔۔۔سالار نے اپنا گلا صاف کیا۔۔۔

13.7 یہ واحد طریقہ تھا جس وہ اس کی قیمت تین ہندسوں میں کرپایا تھا۔۔

کیا؟؟

سکندر کو کچھ سمجھ نہیں آئی۔

13.7۔۔۔سالار نے ایک بار پھر گلہ صاف کر کے اگلا لفظ کہا۔۔سکندر کو چند لمحے سانس نہیں آیا۔۔۔

اسے پہلی بار اسکی بات سمجھ میں آئی تھی۔۔۔

13.7 ملین کی رنگ دی ہے تم نے اسے؟؟ اس کا ذہن جیسے بھک اڑ گیا۔۔سالار ٹیبل پر پڑے پیپر ویٹ پر انگلیاں پھیر رہا تھا۔۔۔

سالار ایک کروڑ سینتیس لاکھ کی رنگ دی ہے تم نے اسے۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

جی۔۔۔۔اس بات سالار نے نظریں اٹھا کر سکندر کو دیکھا۔۔

سکندر بے یقینی سے اسکی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔سالار نے نظریں چرا لی۔۔وہ اب انکے عقب میں لگی پینٹنگ کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

اسکے چہرے پہ نظریں جمائے سکندر نے ریوالونگ چیئر کی پشت سے ٹیک لگا لی۔۔۔وہ اگر اسے الو کا پٹھا کہتے تھے تو ٹھیک ہی کہتے تھے۔۔۔

کہاں سے لی تھی رنگ۔۔؟ بلآخر انہوں نے لمبی خاموشی کو توڑا۔

Tiffanyسے۔

انہیں ایسے ہی کسی نام کی توقع تھی۔۔

ڈیزائن کیا ہوگا؟ اس مالیت کی رنگ نادر ہوتی ہے۔۔۔

جی۔۔۔jewellery statment

اس نے tiffany کی سب سے مہنگی رینج میں آنے والی جیولری کولیکشن کا نام لیا۔

تو کوئی اس سے زیادہ مہنگی رنگ نہیں تھی؟ ابھی دوسرا پلاٹ پڑا تھا۔چار ہیرے اور لگوادیتے اس میں۔۔

سکندر نے ٹیبل پر پڑے سگار کیس سے ایک سگار نکالتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے اس سے کہا ۔۔سالار کے دائیں گال میں ڈمپل پڑا۔۔اس نے یقیناً اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔۔سکندر کا خیال

اسکی یہ مسکراہٹ شرمندگی کی وجہ سے تھی۔۔انکے پاؤں تلے سے یقیناً زمین کھسک جاتی اگر اسے یہ پتہ چلتا کہ اس نے پہلے دونوں پلاٹس بیچ کر اسے ایک نیکلس دینے کا سوچا تھا۔لیکن پھر اسے انگوٹھی کا خیال آگیا جو امامہ مستقل طور پہ پہن سکتی تھی۔۔۔

میں کتابوں میں جب رانجھا فرہاد رومیو مجنون و غیرہ کے بارے میں پڑھتا تھا تو میں سوچتا تھا کہ یہ ساری لفاظی ہے کوئی مرد اتنا الو کا پٹھا نہیں ہوسکتا۔لیکن تم نے تو یہ ثابت کردیا مجھ پر کہ یہ ممکن ہے۔۔کسی بھی زمانے میں کوئی بھی مرد کسی بھی عورت کے لیئے عقل سے پیدل ہوسکتا ہے۔۔

سالار نے اس بے عزتی کو سر جھکائے شہد کے گھونٹ کی طرح پیا۔۔اسکی اتنی بے عزتی کرنا تو سکندر کا حق تھا۔۔

بیوی کے لیئے تو صرف ایک شاہجہان نے پیسے لٹائے تھے وہ بھی اسکے مرنے کیبعد۔۔۔تمہیں کیا ہوگیا تھا۔۔سکندر نے جیسے اسے شرم دلائی۔۔۔

میں نے دراصل امامہ کو ابھی تک شادی کا کوئی گفٹ نہیں دیا تھا۔۔اسکے لہجے میں بلا کا اطمینان تھا۔۔۔

سکندر زندگی میں پہلی بار اسکی ڈھٹائی سے متاثر ہوئے تھے۔۔

تو اپنے پیسوں سے اسے گفٹ دیتے۔۔انہوں نے طنزیہ کہا تھا۔۔

وہ بھی دے دیئے ہیں اسے۔۔اس نے طنز کا جواب سنجیدگی سے دے کر اسے حیران کردیا۔۔

وہ اس بادشاہ کی شکل دیکھ کر رہ گئے جو اپنی بیوی پر اپنی سلطنت لٹانے پر تلا تھا۔

اپنا سگار ایش ٹرے میں رکھتے ہوئے وہ ٹیبل پر کچھ آگےء جھکے اور انہوں نے جیسے ایک ہمراز کی طرح کہا۔۔۔سالار ایسا بھی کیا ہے امامہ میں۔۔کہ تم عقل سے پیدل ہوگئے ہو۔۔

یہ طنز نہیں تھا۔۔وہ واقعی جاننا چاہتا تھا۔۔

سالار نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔۔

بس،، وہ اچھی لگتی ہے مجھے۔

وہ اس وقت سکندر کو تیس سالہ مرد نہیں بلکہ تین سال کا ایک معصوم بچہ لگا۔۔

ایک طویل سانس لیتے ہوئے وہ سیدھے ہوگئے۔۔

اسے پتہ ہے اس رنگ پرائس کا؟؟

نہیں۔۔۔۔

سکندر کچھ حیران ہوئے۔تو یہاں اپنی محبوبہ کو مرعوب اور متاثر کرنے کا کوئی جذبہ بھی کارفرما نہیں۔۔

آپ بھی ممی یا کسی اور سے بات نہ کریں۔۔میں نہیں چاہتا کہ امامہ کو پتا چلے۔

وہ اب ان سے کہہ رہا تھا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

باقی تیرہ لاکھ کا کیا کیا؟؟

وہ اب کچھ اور کارناموں کے بارے میں جاننا چاہتے تھے۔

ساتھ لاکھ تو امامہ کو حق مہر دیا وہ ڈیو تھا۔۔۔۔اس نے حق مہر کی اصل رقم بتائے بغیر کہا۔

اور باقی چھ لاکھ میں نے کچھ خیراتی اداروں میں دے دیئے۔۔

سکندر کا غصہ دھویں کے مرغولوں میں تبدیل ہونے لگا۔غصے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

سالار نے باپ کے ہونٹوں پہ ایک مشفقانہ لیکن بے حد معنی خیز مسکراہٹ نمودار ہوتے دیکھی۔۔۔

اور حق مہر صرف سات لاکھ تو نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ہے نا سالار؟؟ وہ کتنے ملین دیا گیا؟؟

اس نے بے حد پچکارتی ہوئی آواز میں کہا اس سے۔

سالار بے اختیار ہنسا۔۔۔جانے دیں پاپا۔۔

یعنی ملین میں ہے۔۔اسکا اندازہ ٹھیک تھا۔۔

اب میں جاؤں؟؟ سالار نے جواب دینے کی بجائے پوچھا۔۔سکندر نے سر ہلادیا۔۔۔

وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر اسکی طرف آیا۔اور اس نے جھکتے ہوئے سکندر کو ساتھ لگایا۔۔پھر وہ سیدھا ہوگیا۔۔۔

سالار،، جو دوسرا پلاٹ ہے اسکے پیپرز مجھے لاہور پہنچ کر بھجوادینا۔۔۔سکندر نے کہا۔۔

پاپا، ٹرسٹ می۔۔۔سالار نے کہا۔۔۔

شٹ اپ۔۔۔۔

اوکے۔۔۔وہ ہنس پڑا تھا۔۔

*-+*******--*-*--**---****

Oh tiffany statement

وہ اس رات کسی ڈنر پر تھے جب اسکی رنگ مسز یوئرز نے نوٹس کی۔

وہ بزنس کلاس کا ایک بڑا نام تھی۔اور اپنی لباس اور جیولری کی وجہ سے خاصی مشہور تھی۔۔

مائی ویڈنگ رنگ۔۔۔امامہ نے مسکرا کر کہا۔۔۔

وہ اسکا ہاتھ پکڑے بے حد مرعوب انداز میں کہہ رہی تھی۔۔اور انکا یہ انداز اس ٹیبل پہ بیٹھی تمام خواتین میں اس رنگ کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا کر رہا تھا۔۔

The most beautiful and expensive picec of jewellary under this roof tonight...

لکی ویمن۔۔تمہارے شوہر کا ذوق بہت اعلی ہے۔۔۔

امامہ ان ستائشی جملوں پہ فخریہ انداز میں مسکرائی۔۔

کیا قیمت ہوگی؟ بائیں جانب بیٹھی مسز زبیر نے بھی اس رنگ کو ستائشی انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔۔

مجھے نہیں پتا۔۔شاید چار پانچ لاکھ۔امامہ نے گلاس اٹھا کر پانی کا گھونٹ بھرتے اندازہ لگایا۔۔

ایک لمحہ کے لیئے اس نے ٹیبل پر چھا جانے والی خاموشی کو محسوس کیا۔۔پھر خو پہ جمی نظروں کو۔۔۔

ڈالرز یا پاؤنڈز؟؟

اس نے حیرانی سے مسز یوئرز کی شکل دیکھی۔۔پھر ہنس پڑی۔۔اس نے اسے مذاق سمجھا تھا۔۔میرا شوہر اتنا بے وقوف نہیں ہوسکتا۔۔اس نے بے ساختہ کہا۔

مسز یوئیرز نے دوبارہ سوال. نہیں کیا وہ سمجھی امامہ قیمت نہیں بتانا چاہتی۔۔۔سالار اس رنگ کی قیمت کیا ہے؟ اس رات بیڈ پر بیٹھے ناول پڑھتے ہوئے امامہ کو ایک دم مسز یوئرز کا سوال یاد آگیا۔۔

کیوں؟؟ وہ بھی کوئی کتاب پڑھتے ہوئے چونکا۔

سب لوگوں نے بہت تعریف کی۔۔اس نے بے حد فخریہ انداز میں کہا۔

دیٹس گڈ۔۔۔وہ مسکرا کر دوبارہ کتاب کی طرف متوجہ ہوا۔۔

مسز یوئرز نے قیمت پوچھی تھی میں نے کہا چار پانچ لاکھ کی ہو گی۔انہوں نے پوچھا ڈالرز یا پاؤنڈز میں۔۔۔میں نے کہا میرا شوہر اتنا بے وقوف نہیں ہو سکتا۔۔۔وہ بے اختیار ہنس پڑا۔۔۔

کیا ہوا؟؟؟

وہ چونکی۔۔

کچھ نہیں۔۔۔کچھ پڑھ رہا تھا۔۔سالار نے بے ساختہ کہا۔۔

تو کیا قیمت ہے اسکی؟ امامہ نے دوبارہ پوچھا۔

یہ انمول ہے۔۔سالار نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کہا۔۔

کوئی بھی چیز جو تمہارے ہاتھ میں ہو انمول ہے۔۔

پھر بھی۔۔۔۔۔اس نے اصرار کیا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

Two hundred and fifty sex

سالار نے ڈالرز ساتھ نہیں لگایا۔۔

اوہ اچھا میں زیادہ ایکسپینسیو سمجھ رہی تھی۔وہ کچھ مطمئن ہو گئی اور دوبارہ ناول پڑھنے لگی۔وہ اسکا چہرہ دیکھنے لگا۔۔اسے فریب دینا بہلانا بہت آسان تھا۔

امامہ نے چند لمحے بعد اسکی نظروں کو اپنے چہرے پہ محسوس کیا۔

کیا ہوا؟؟ وہ مسکرادی۔۔وہ ان نظروں کی عادی تھی۔

تمہیں کچھ بتانا چاہتا تھا۔

کیا؟؟

You are the best thing ever happened to me,

وہ ایک لمحے کے لیئے حیران ہوئی پھر ہنس پڑی۔۔

آئی لو یو۔۔وہ پھر ہنس پڑی اور بلش ہوئی۔۔۔

تھینک یو۔۔۔جواب وہی تھا جو ہمیشہ آتا تھا۔۔اس بار وہ ہنس پڑا

******-----******----******

امامہ۔۔۔وہ گاڑی کے دروازے کو بند کرتے ہوئے کرنٹ کھا کر پلٹی۔۔۔

وہ جلال تھا۔۔۔پارکنگ میں اسکے برابر والی گاڑی سے اسے نکلتے ہوئے دیکھ کر ٹھٹکا تھا۔۔

اوہ مائی گاڈ۔۔۔میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آج تم سے یہاں ملاقات ہوگی۔۔

ہاؤ آر یو۔۔وہ بے حد ایکسائٹڈ انداز میں اسکی طرف آیا تھا۔

وہ بت بنی اسے دیکھ رہی تھی۔۔وہ اسکی اڑی رنگت پہ غور کیئے بنا بے تکلف دوستوں کی طرح کہہ رہا تھا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ نے بلاآخر مسکرانے کی کوشش کی۔۔یہ ضروری تھا۔۔۔بے حد ضروری تھا۔۔جلال سے زیادہ خود اسکے لیئے۔۔اسے نہ وہ پرانا دوست سمجھ سکتی تھی نہ بے تکلف ہوسکتی تھی۔۔۔

میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں۔۔۔

اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔۔نظریں تو وہ اس سے اب بھی نہیں ملاسکتی تھی وہ ویسا ہی تھا جیسے اس نے آخری بار کلینک پر دیکھا تھا۔۔

میں تو بلکل ٹھیک ہوں۔۔میں نے چند ماہ پہلے شادی کرلی ہے۔۔

اسکی سمجھ میں نہیں آیا اس نے اسے یہ خبر دینا کیوں ضروری سمجھا۔۔کیا اسکا اس سے کوئی تعلق تھا۔۔

بہت اچھی ہے میری بیوی ، وہ بھی ڈاکٹر ہے۔۔برٹش نیشنل ہے۔اسپیشلائزیشن بھی اس نے وہی سے کی ہے۔۔۔امیزنگ وومین۔۔اس نے چار جملوں میں اس پر اپنی بیوی کی حیثیت واضح کی۔۔۔

ایک لمحے کے لیئے وہ بھول گئی کہ وہ بھی کسی کی بیوی ہے۔اسکے منہ سے کسی دوسری عورت کے لیئے اپنی بیوی کے الفاظ نے اسے چند لمحوں کے لیئے ادھیڑا تھا۔۔

مبارک ہو۔۔اس نے بلاآخر وہ الفاظ کہہ دیے جو اسے کہنا چاہیئے تھے۔

تھینکس۔۔۔میں تمہیں ضرور بلاتا لیکن تمہارا کنٹیکٹ نمبر میرے پاس نہیں تھا۔پہلی بار تو نہیں بلا سکا تھا لیکن دوسری بار تو بلا سکتا تھا۔۔جلال نے بات کرتے کرتے جیسے مذاق کیا تھا۔۔وہ مسکرا نہ سکی۔۔

تم نے تو اسکے بعد کوئی رابطہ ہی نہیں کیا۔۔کوئی فون کوئی وزٹ کچھ نہیں۔۔۔میں تو انتظار ہی کرتا رہا۔۔وہ اب اسکا جائزہ لے رہا تھا۔۔

یہ امامہ سات آٹھ ماہ پہلے والی امامہ سے بے حد مختلف تھی۔۔۔وہ اب بھی پہلے کی طرح ایک چادر میں ملبوس تھی لیکن اسکی چادر اور لباس بے حد نفیس اور مہنگے تھے۔۔اسکے ہاتھوں اور کانوں میں پہنی ہوئی جیولری نے جلال کو اور بھی چونکا دیا۔۔اسکی فنگر میں ایک رنگ تھی لیکن یہ وہ وہم تھا جسکی وہ تصدیق نہیں چاہتا تھا۔۔امامہ ہاشم بہت بدل چکی تھی۔۔۔کیسے۔۔۔۔اس سوال نے اسے بے چین کیا۔۔۔

اسکے عقب میں کھڑی اس قیمتی گاڑی کو بظاہر سرسری دیکھتے ہوئے جلال نے اس سے پوچھا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تم اب بھی اسی فارماسیوٹیکل کمپنی میں کام کرتی ہو؟؟ اس کا جی چاہا تھا کہ کاش اس میں آنے والی ساری تبدیلیاں کسی بونس یا کسی ہینڈسم پیکج کی مرہون منت ہو۔۔مرد کو اپنی متروکہ عورت کو موووڈون دیکھ کر ہتک کا احساس ہوتا ہے اور وہ اس احساس سے بچنا چاہتا تھا۔۔

نہیں میں مے جاب چھوڑ دی تھی۔۔۔اس نے مدھم آواز میں کہا۔۔

اوہ اچھا۔۔۔وہ بڑبڑایا۔۔۔

تو تم کچھ نہیں کر رہی آجکل؟؟؟

امامہ چند لمحے خاموش رہی۔

میری شادی ہوگئی ہے۔۔وہ اب بھی یہ نہ کہہ سکی کہ میں نے شادی کرلی ہے۔۔جلال کے چہرے سے ایک لمحے کے لیئے مسکراہٹ غائب ہوگئی۔۔

اوہ اچھا۔۔۔مبارک ہو۔۔وہ بروقت سنبھلا۔۔

تم نے بتایا ہی نہیں۔۔نہ انوائٹ کیا۔۔کیا کرتا ہے وہ۔۔؟؟

آپ جانتے ہیں اسے۔۔سالار سکندر۔۔اس نے گلا صاف کر کے کہا۔۔۔

اوہ۔۔۔ایک لمحے کے لیئے جلال کے پاس کہنے کے لیئے کچھ نہیں بچا۔

وہ بنکر ہے۔۔میں جانتا ہوں۔۔جلال اسکی بات کاٹ کر اسے سالار کا بنک اور اسکے عہدے کے بارے میں بتانے لگا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

آپ کو کیسے پتا؟ وہ حیران ہوئی۔۔

آدھے شہر کو تمہارے شوہر کے بارے میں پتا ہوگا۔۔

آؤ لنچ کرتے ہیں۔۔گپ شپ لگائیں گے۔۔اتنے عرصہ بعد ملے ہیں بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔اس نے بے تکلفی اور گرمجوشی سے کہا۔۔

نہیں میں گروسری کے لیئے آئی ہوں۔۔ڈنر کے لیئے مجھے کچھ چیزیں چاہیئے تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

امامہ نے اسے ٹالنا چاہا اسے یقین تھا وہ اصرار نہیں کریگا۔۔جلال کے بارے میں اسکا اندازہ آج بھی غلط تھا۔۔

یار گروسری بھی ہوجائے گی میں خود کروا دوں گا لیکن لنچ کے بعد۔۔وہ سامنے ریسٹورنٹ ہے ایک گھنٹے میں فارغ ہوجائیں گے ھم۔۔۔جلال نے اسے بات مکمل نہیں کرنے دی۔

میں۔۔۔۔۔۔اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن جلال کچھ بھی سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔۔وہ بادل نخواستہ اسکے ساتھ ریسٹورنٹ آگئی۔۔۔

تو کیسی گزر رہی ہے تمہاری لائف اپنے شوہر کیساتھ۔۔۔مینیو آرڈر کرتے ہوئے جلال نے بے تکلفی سے کہا۔۔۔امامہ نے اسکا چہرہ دیکھا وہ صرف سوال نہیں تھا۔۔۔وہ جیسے جاننا چاہتا تھا کہ وہ اسکے علاوہ کسی اور مرد کیساتھ خوش رہ سکتی ہے یا نہیں۔۔۔

بہت اچھی گزر رہی ہے میں بہت خوش ہوں سالار کیسات گُڈ۔۔۔ارینج میرج تو نہیں ہوگی؟؟ سالار اور تم نے اپنی مرضی سے کی ہوگی۔۔۔اس نے جلال کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کی۔۔وہ اس سوال سے کیا جاننا چاہتا تھا۔۔۔

ہاں سالار نے اپنی مرضی سے مجھ سے شادی کی ہے۔۔اس نے فیملی سے پوچھا نہیں تھا بلکہ بتایا تھا۔۔سالار کا خیال تھا کہ مرد کو شادی کرتے ہوئے اپنی مرضی دیکھنی چاہیئے فیملی کی نہیں۔۔۔

جلال کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔۔۔

بہت زیادہ انڈیپینڈنٹ سوچ رکھتا ہے وہ۔۔اس نے چند لمحوں بعد جلال کو جیسے تاویل دینے کی کوشش کی۔۔۔تاویل پچھلے جملے سے بھی زیادہ چبھی تھی۔۔

ظاہر ہے۔۔۔سالانہ لاکھوں کمانے والے شوہر کی تعریف بیوی پر فرض ہوتی ہے۔۔

اس بار اسکا ہنس کر کہا ہوا جملہ امامہ کو چبھا تھا۔۔۔۔

لاکھوں کا تو مجھے پتہ نہیں لیکن اچھے شوہر کی تعریف بیوی پہ فرض ہوتی ہے۔۔

جلال نے اسکے جملے کو نظرانداز کرتے ہوئے ہنس کر کہا۔۔۔تو پتا رکھا کرو نا اسکے لاکھوں کا۔۔کیسی بیوی ہو تم؟؟ ڈیڑھ دو کروڑ تو بنا ہی لیتا ہو گا سال میں۔۔۔بہت بڑے بڑے مرجرز کروا رہا ہے تمہارا شوہر تمہیں پتا نہیں؟؟

نہیں۔۔۔ھم اور چیزوں کے بارے میں باتیں کرتے رہتے ہیں۔۔۔ضروری چیزوں کے بارے میں۔۔۔

اسکا لہجہ بے حد سادہ تھا لیکن جلال کے پیٹ میں گرہیں پڑی تھی۔اس نے زوردار قہقہہ لگایا۔بعض دفعہ ہنسی کی شدید ضرورت پڑ جاتی ہے۔۔

چالاک مردوں کو ایسی ہی بیویوں کی ضرورت ہوتی ہے۔۔تم لوگوں کی رہائش کہاں ہے۔۔؟؟

اس نے جوتا مارا۔۔۔پھر معصومیت سے سوال کیا۔۔امامہ نے اسکے تبصرے پر کچھ کہنے کی بجائے اسے اپنا ایڈریس بتا دیا۔۔وہ اسکے ساتھ سالار کو مزید ڈسکس نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اوہ۔۔۔اپارٹمنٹ۔۔وہ بھی رینٹڈ۔۔۔کوئی گھر ور لینا چاہیئے تھا تم لوگوں کو۔۔اگر تم لوگ انٹرسٹڈ ہو تو میرے دو تین گھر ہیں پوش ایریا میں۔۔تم لوگ رینٹ کرلو۔۔۔جلال نے فیاضانہ آفر کی۔۔۔

نہیں۔۔۔۔نہیں ضرورت نہیں۔۔ھم کم فرٹیبل ہے وہاں۔۔۔امامہ نے کہا۔۔

تم سالار کیساتھ کسی دن آؤ نا کھانے پر۔۔بات کرتے کرتے اس نے یوں کہا جیسے وہ صرف دوست ہی تھے اور دوست رہے تھے۔۔وہ بول نہ سکی۔۔اگر وہ بے حس تھا تو بہت زیادہ۔۔اگر ظالم تھا تو انتہا کا۔۔۔

جلال میں اب چلتی ہوں۔۔بہت دیر ہورہی ہے۔۔

اسے پتا نہیں اچانک کیا ہوا وہ اپنا بیگ اٹھا کر یکدم کھڑی ہوگئی۔جلال کیساتھ وہ کپل بھی چونکا۔۔نہیں کھانا آنے والا ہے کھا کر نکلتے ہیں۔۔۔

نہیں مجھے گروسری کر کے پھر کوکنگ بھی کرنی ہے۔اور میرے شوہر کو تو گھر آتے ہی کھانا تیار ملنا چاہیئے۔۔آج ویسے بھی اس نے کچھ خاص ڈشز کہی ہیں۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اسکا انداز اتنا ختمی تھا کہ جلال اس بار اصرار نہ کرسکا۔۔

اچھا سالار کا کوئی ویزیٹنگ کارڈ اور اپنا کانٹیکٹ نمبر تو دے دو۔اس نے امامہ سے کہا۔اسکے بیگ میں سالار کے چند کارڈز تھے۔۔اس نے ایک کارڈ نکال کر جلال کے سامنے ٹیبل پہ رکھ دیا۔۔۔

اپنا فون نمبر بھی لکھ دو۔

وہ ایک لمحہ کے لیئے ہچکچائی پھر اس نے کارڈ کی پشت پر اپنا سیل نمبر لکھ دیا۔۔

جلال کے پاس کھڑا آدمی تب تک کارڈ پر نام پڑھ چکا تھا۔۔۔

اوہ۔۔آپ سالار سکندر کی بیوی ہیں؟؟ وہ اسکے سوال پہ بری طرح چونکی۔۔

فاروق صاحب بھی بنکر ہے سالار کو جانتے ہونگے۔۔جلال نے فوراً کہا۔۔

بہت اچھی طرح سے۔۔۔اس آدمی کا انداز اب بلکل بدل چکا تھا۔۔۔اس نے امامہ کو اپنی بیوی سے متعارف کرایا۔۔

آپ کے شوہر بہت بریلیئنٹ بنکر ہے۔۔

فاروق نے اسکے لیئے ستائشی کلمات ادا کیئے۔

ہمیں انوائٹ کیا تھا اس نے کچھ ماہ پہلے ویڈنگ ریسپشن پہ لیکن ھم امریکہ میں تھے۔مسز فاروق اب بڑی گرمجوشی سے کہہ رہی تھی۔۔اور امامہ کی جان پہ بن آئی تھی۔۔وہ اندازہ نہیں کرپائی تھی کہ وہ سالار کے کتنے قریب تھے یا صرف سوشل سرکل کا حصہ تھے۔۔۔

بہت کلوز فرینڈشپ ہے امامہ اور سالار کیساتھ میری بلکہ فیملی ٹائیز ہیں۔۔۔بس درمیان میں کچھ عرصہ آؤٹ آف ٹچ رہے ہیں ھم۔۔دس بارہ سال تو ہوگئے ہونگے ھماری فرینڈشپ کو امامہ؟؟ اسکی سمجھ میں نہیں آیا وہ کیا کہہ رہا ہے۔اس نے کچھ حیرانی سے جلال کو دیکھا۔۔

ویری نائس۔۔۔آپ سالار کیساتھ آئیں کسی دن ھماری طرف۔۔۔فاروق نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔چند رسمی جملوں کے تبادلے کی بعد وہ انہیں خداحافظ کہہ کر باہر نکل آئی لیکن وہ بہت اپ سیٹ تھی۔۔۔وہ سٹور میں کیا خریدنے آئی تھی بھول گئ تھی۔۔۔وہ ٹرالی لیئے ایک شیلف سے دوسرے شیلف کو دیکھتے گزرتی رہی۔۔پھر خالی ٹرالی پر نظر پڑنے پر اس نے سوچا کہ وہ کیا خریدنے آئ تھی لیکن ذہن کی سکرین پہ کچھ بھی نمودار نہیں ہوا۔۔اس نے بے مقصد چند چیزیں اٹھائ اور باہر آگئی۔۔پارکنگ سے گاڑی نکالنے کے بعد اسے ایک دم احساس ہوا کہ وہ گھر نہیں جانا چاہتی پھر اسے وہ ساری چیزیں یاد آنے لگی جسے وہ خریدنے آئ تھی۔۔لیکن اب وہ دوبارہ کہی گروسری کے لیئے جانے کے موڈ میں نہیں تھی۔۔بے مقصد دوپہر میں سڑک پر ڈرائیو کرتے ہوئے اسے خود اندازہ نہیں ہوا تھا کہ وہ کہاں جارہی ہے۔۔اس کا خیال تھا کہ اس نے کچھ غلط ٹرن لی تھی اور اب رستہ بھول گئی ہے۔۔بہت دیر بعد اسے احساس ہوا کہ وہ لاشعوری طور پہ اس روڈ پر جارہی تھی۔۔جس طرف سالار کا آفس تھا۔۔وہ مال روڈ پر تھی اور ون وے کی وجہ سے اب پلٹ نہیں سکتی تھی۔۔ایک سگنل پر ایک لمبے چھوڑے ٹریفک جام میں پھنسے اسے وہ سڑک اور اپنی زندگی ایل جتنا لمبے لگے تھے۔۔۔

گاڑی بند ہوگئ اور سگنل کھل گیا تھا۔۔بے تحاشہ ہارن کی آوازوں پر اس نے چونک کر گاڑی سٹارٹ کرنے کی کوشش کی وہ ناکام رہی اور بری طرح نروس ہوئی۔۔ایک ٹریفک وارڈن اسکے قریب آیا۔۔

گاڑی سٹارٹ نہیں ہورہی ہے۔۔امامہ نے اس سے کہا۔۔

پھر لفٹر سے اسے ہٹانا پڑے گا۔۔ورنہ ٹریفک جام ہوجائے گا۔۔اس نے اسے بتایا۔۔سگنل تب تک دوبارہ بند ہوچکا تھا۔۔۔وہ وائرلیس پر لفٹر کو بلانے لگا۔۔۔اور وہ بے حد ہڑبڑانے والے انداز میں گاڑی سٹارٹ کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔وہ ناکام رہی۔۔لفٹر آنے پر وہ گاڑی سے باہر نکل آئی۔لفٹر میں بیٹھا آدمی اسے قریبی پارکنگ میں اسے پہنچانے کے بارے میں بتاتا ہوا کسی ٹیکسی میں اسے وہاں تک جانے کا کہہ کر غائب ہوگیا۔۔مال روڈ پر اس ٹریفک میں اسے کوئی ٹیکسی یا رکشہ نہیں مل سکتا تھا۔۔لیکن واحد کام جو وہ کر سکتی تھی وہ سڑک کراس کر کے کچھ فاصلے پر سالار کے آفس جانا تھا۔۔اس نے سیل نکال کر سالار کو فون کرنا شروع کردیا لیکن اسکا سیل آف تھا۔۔۔اسکا مطلب ی تھا کہ اسکو اسکے آفس ہی جانا تھا۔۔چند منٹ اور چلنے کے بعد اسکے جوتے کا سٹریپ نکل گیا۔آج برا نہیں بلکہ بدترین دن تھا۔وہ اس ٹوٹے ہوئے جوتے کیساتھ اسکے آفس نہیں جانا چاہتی تھی لیکن اس کے علاوہ کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا۔۔اسے اپنی حالت پہ رونا آنے لگا تھا۔۔

اسکے بنک کے اس شاندار عمارت کے سامنے جوتا گھسیٹتے ایک لمحہ لے لیئے ہچکچائی لیکن پھر اسکے ذہن میں آیا کہ وہ سیدھی اسکے آفس چلی جائے۔۔گارڈ کو اپنا تعارف کرواتے ہوئے اس نے انکی آنکھوں میں اتنی حیرانی اور بے یقینی دیکھی تھی کہ اسکے عزت نفس میں کچھ اور کمی بھی آئی تھی۔لیکن مین ریسیپشن میں داخل ہوتے ہی اسکی عزت نفس مکمل طور پر ختم ہوچکی تھی۔شاندار انٹیریئر والا وسیع و عریض ماربلڈ ہال اس وقت سوٹڈ بوٹڈ کورپوریٹ کلائنٹس سے بھرا ہوا

تھا۔۔آفس کا یہ لے آؤٹ کبھی اسکے تصور میں آجاتا تھا تو وہ وہاں کبھی نہ آتی لیکن اب وہ آچکی تھی۔۔ریسیپشن کاؤنٹر پر اس نے سالار سکندر سے اپنا رشتہ ظاہر کرنے کی حماقت نہیں کی تھی۔۔

مجھے سالار سکندر سے ملنا ہے۔۔۔

کیا آپ نے اپوائنمنٹ لیا ہے میڈم؟؟

ریسپشنسٹ نے بے حد پروفیشنل انداز میں کہا۔۔اسکا ذہن ایک لمحہ کے لیئے بلینک ہوگیا تھا۔۔

اپوائنمنٹ۔۔۔۔وہ حیان ہوئی۔۔اس نے جواب دینے کی بجائے ہاتھ میں پکڑے سیل پر ایک بار پھر اسکا نمبر ڈائل کیا۔۔اس بار کال ریسیو نہیں ہوئی لیکن بیل بجی تھی۔۔

میں اسکی دوست ہوں۔۔اس نے کال ختم کرتے ہوئے بے ربطی سے کہا۔۔

ابھی وہ ایک میٹنگ میں ہے انہیں تھوڑی دیر میں انفارم کردیتی ہوں۔۔۔آپکا نام؟؟

ریسپشنسٹ نے کہا۔۔۔

امامہ۔۔۔وہ اپنا نام بتا کر ہال میں پڑے صوفوں میں سے ایک صوفے پر جاکر بیٹھ گئی۔۔

اسے تقریباً پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑا تھا۔۔

پندرہ منٹ بعد اس نے چند افراد کے ساتھ سالار کو بات چیت کرتے ریسیپشن پر نمودار ہوتے دیکھا۔۔ان لوگوں کو دروازے تک چھوڑ کر وہ ادھر ادھر دیکھے بغیر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا واپس جانے لگا۔۔ریسیپشنسٹ نے اسے روکا۔۔۔امامہ نے سالار کو اسکی بات سنتے اور پھر ٹھٹکتے دیکھا۔۔وہ

اپنی ایڑھیوں پر گھوم گیا۔۔اسے اتنی دور سے بھی سالار کے چہرے پہ حیرت نظر آئی تھی۔۔پھر وہ مسکرایا۔۔۔

اس نے پلٹ کر ریسیپشنسٹ سے یقیناً اسکا تعارف کرایا تھا۔۔۔پھر وہ رکے بغیر اسکی طرف آیا۔۔اگر وہ اس وقت اس سے گھر میں سامنا کر رہی ہوتی تو اس وقت اس سے لپٹ کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہی ہوتی۔۔

واٹ اے پلیزنٹ سرپرائز۔۔۔

اس نے قریب آتے ہوئے کہا وہ بہت خوشگوار موڈ میں تھا۔۔

میرا جوتا ٹوٹ گیا ہے۔۔اس نے بے ربطی سے جواب دیا اس نے سالار سے نظریں ملائے بغیر کہا وہ جانتی تھی کہ وہ اس کی آنکھیں پڑھنا جانتا تھا۔

سامنے سگنل پہ میری گاڑی خراب ہوگئی اور لفٹر اسے کہی لے گیا ہے۔اور یہاں تمہارا آفس تھا تو یہی آگئی۔۔لیکن شاید نہیں آنا چاہیئے تھا۔کیونکہ تم مصروف ہو بس تم مجھے گھر بھجوا دو۔۔وہ ایک کے بعد ایک مسلہ بتاتے ہوئے اسے بند بے ڈھنگے انداز میں کہا۔۔

نو پرابلم۔۔۔سالار نے اسکے چہرے کو دیکھتے ہوئےاسی تسلی دی۔۔

سوری میم آپ مجھے اپنا تعارف کرادیتی تو میں آپکو آفس میں بٹھاتی۔۔

ڈیسک پہ بیٹھی لڑکی نے قریب آکر معذرت کی۔۔

اٹس اوکے۔۔۔کسی کو بھیج کر یہاں قریبی کسی شو سٹور سے اس سائز کے جوتے منگوائیں۔

اس نے لڑکی سے کہا اور پھر اگلا جملہ امامہ سے کہا۔۔

امامہ یہ ٹوٹا ہوا جوتا اتار دو۔۔

اتاردوں؟؟ وہ ہچکچائی۔

ہاں کوئی حرج نہیں میرے باتھ روم میں وضو لے سلیپرز ہیں وہ پہن کر پاؤں دھو لینا تب تک نیا جوتا آجائے گا۔۔اور کس سگنل سے گاڑی لیکر گئے ہے۔۔امامہ نے اسے اندازے سے بتایا۔۔اس نے ڈیسک سے آنے والی لڑکی کو گاڑی کا نمبر دیا اور کچھ ہدایات دی.۔۔وہ تب تک ٹوٹے ہوئے جوتے اتار چکی تھا۔اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیئے وہ اسے وہاں سے لے آیا۔۔اپنے ہاتھ پر اسکی گرفت محسوس کرتی ہوئے امامہ نے سوچا اسے اس وقت اس سہارے کی بے حد ضرورت تھی۔۔وہ راستے میں ملنے والے افراد سے ریلیکس انداز میں اسکا تعارف کرتے ہوئے اپنے آفس لے آیا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ویسے تم یہاں آ کیسے گئی۔۔اس نے آفس کا دروازہ بند کرتے ہوئے امامہ سے پوچھا۔۔

میں؟؟؟؟ اسے بہانہ یاد نہیں آیا۔۔سالار نے کچھ لمحے اسکے جواب کا انتظار کیا پھر بات بدل دی۔۔۔

تم کھڑی کیوں ہو بیٹھ جاؤ۔۔

اپنی ٹیبل کی طرف جاتے ہوئے اس نے انٹرکام کا ریسیور اٹھاتے ہوئے اس سے کہا۔۔۔۔

وہ انٹرکام پر اسکے لیئے کوئی جوس لانے کا کہہ رہا تھا۔جب اسکا فون بجنے لگا۔اس نے کال ریسیو کی۔۔چند لمحے بات کرتا رہا پھر اس نے امامہ سے کہا۔۔۔امامہ تمہارا کریڈٹ کارڈ کہا ہے؟؟

وہ اسکے سوال پر چونکی۔اسکے پاس ایک سپلمنٹری کارڈ تھا۔۔

میرے بیگ میں۔۔۔

ذرا چیک کرو۔۔۔

اس نے بیگ سے والٹ نکالا اور پھر باری باری بیگ کا ہر حصہ چیک کیا۔۔کارڈ وہاں نہیں تھا۔۔

اسکے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئیے۔۔

اس میں نہیں ہے۔۔اس نے اڑی ہوئی رنگت کیساتھ سالار سے کہا۔۔

اس نے جواب دینے کی بجائے فون پر کہا۔۔۔

بلکل میری بیوی چھوڑ آئ تھی وہاں۔۔میں منگوا لیتا ہوں۔۔تھینک یو۔۔اس نے فون بند کر دیا۔۔۔امامہ کی جان میں جان آئی۔۔

کہاں ہے کارڈ؟؟ امامہ نے پوچھا۔۔۔

کہاں شاپنگ کی ہے تم نے؟؟ سالار نے اسکی طرف آتے پوچھا۔۔

اسے ڈپارٹمنٹل سٹور یاد آیا۔۔

وہاں چھوڑ دیا تھا میں نے؟؟؟ اسے جیسے یقین نہیں آیا۔۔۔

ہاں سٹور کے مینیجر نے ہیلپ لائن کو انفارم کیا وہ تمہارے سیل پر ٹائی کررتے رہے لیکن تم۔نے کال ریسیو نہیں کی.۔۔اب انہوں نے مجھے کال کیا ہے۔

ایک آدمی ٹرے میں پانی اور جوس کا ایک گلاس لے آیا تھا۔۔اسے اس وقت اسکی شدید ضرورت محسوس ہورہی تھی۔۔

سالار دوسرے صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔۔اس بار انٹرکام دوبارہ بجا اور وہ اٹھ گیا۔۔گاڑی کا پتا چل گیا تھا امامہ گاڑی کے پیپرز کہاں ہیں؟؟ اس نے ایک بار پھر فون ہولڈ پہ رکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔۔

امامہ کو اپنی اگلی حماقت یاد آئی۔۔ گاڑی کے پیپرز گاڑی میں ہی تھے۔وہ پیپرز اور لائسنس گاڑی میں چھوڑ آئی تھی۔اس برانڈ نیو گاڑی پر اگر کوئی ہاتھ صاف کرتا تو یہ دونوں چیزیں انعام میں ملتی۔کیونکہ لفٹر اسے مطلوبہ پارکنگ میں چھوڑ کر وہاں سے جاچکا تھا۔۔جوس ایکدم اسکے خلق میں اٹکنے لگا.۔۔

گاڑی میں۔۔۔اس نے نظریں ملائے بغیر کہا۔۔جواباً اسے ملامت نہیں کی گئ تھی جسکی وہ توقع کر رہی تھی۔۔

آئی ڈی کارڈ کی کاپی ہے؟؟ وہ کسی کو گاڑی لانے کے لیئے بھیجنا چاہتا تھا۔۔وہ گلاس رکھ کر ایک بار پھر آئی ڈی کارڈ اپنے بیگ میں ڈھونڈنے لگی۔۔وہاں اسکا کوئی وجود نہیں تھا۔۔۔اسے یاد آیا کہ وہ دوسرے بیگ میں ہے۔۔اسکا دل وہاں سے بھاگ جانے کو چاہا اسے خود پر شدید غصہ آرہا تھا۔۔ اس دفعہ سالار نے اسکے جواب کا انتظار نہیں کیا تھا۔میرے پیپرز میں دیکھو میری وائف کی آئی ڈی کارڈ کاپی یوگی۔وہ ڈرائور کو دے دو اور کار کی چابیاں بھی بھجوا دیتا ہوں۔۔اس نے فون پر کہا۔۔۔

تمہیں اگر فریش ہونا ہو تو میرے سلیپرز یہاں پڑے ہیں۔۔۔

یہ آفر بروقت آئی تھی۔۔۔اسے واقعی اس وقت کوئی ایسی جگہ چاہیئے تھی جہاں وہ اپنا منہ چھپا لیتی ۔باتھ روم کا دروازہ بند کیئے وہ اپنے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتی گئی۔

سنا ہے تمہاری کوئی گرل فرینڈ آئی ہوئی ہے۔؟؟

اس نے باہر رمشہ کی آواز سنی۔۔وہ سالار کو چھیڑ رہی تھی۔۔وہ جواباً ہنسا۔۔

ہاں آج کی تھکا دینے والی میٹنگ کے بعد کسی گرل فرینڈ کا ایک وزٹ تو ڈیزرو کرتا تھا میں۔۔وہ آئینہ میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے انکی باتیں سنتی رہی۔۔۔وہ دونوں اب کسی کلائنٹ اور آج کی میٹنگ کو ڈسکس کر رہے تھے۔اسکا دل چاہا کہ وہ واپس کمرے میں نہ جائے وہ اس سین سے غائب ہونا چاہتی تھی۔۔

باتھ روم کا دروازہ کھلنے پر رمشہ خیر مقدمی انداز میں اسکی طرف آئی۔۔۔

چلو کسی بہانے تمہاری بیگم تو یہاں آئی۔رمشہ نے اس سے ملتے ہوئے کہا۔۔

سالار جواب دینے کی بجائے صرف مسکرایا۔۔

چند منٹ وہ کھڑی باتیں کرتی رہی پھر اس نے کہا۔۔

اب اگلی میٹنگ ہے۔۔تو تم آ رہے ہو کیا۔۔۔؟؟

ہاں میں آتا ہوں۔۔۔تم سٹارٹ کرلو میٹنگ میں دس پندرہ منٹ میں آتا ہوں۔۔۔اس نے کہا۔۔۔

رمشہ امامہ کو خدا حافظ کہتے ہوئے نکل گئی۔

تم چلے جاؤ۔۔گاڑی آئیگی تو میں چلی جاؤں گی۔۔اس نے کمرے میں پڑے جوتے کے ڈبے سے نیا جوتا نکالتے ہوئے سالار سے کہا۔۔

تم سینڈوچ کھاؤ۔تم نے ہی صبح بنا کر دیئے تھے۔آج کلائنٹس کے ساتھ لنچ کی یہ کھا نہ سکا۔۔وہ ٹیبل پر پڑے سینڈوچ کا ایک ٹکڑا اٹھا کر کہہ رہا تھا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

مجھے بھوک نہیں ہے۔۔۔اس وقت خلق سے کچھ اتارنا بہت مشکل تھا۔۔۔

کیوں بھوک نہیں ہے۔۔۔۔لنچ کیا ہے کیا تم نے/؟؟؟

نہیں لیکن بھوک نہیں۔۔۔

پھر کھاؤ صرف ایک کھاؤ۔۔۔وہ اسے بہلا رہا تھا۔۔

امامہ کیساتھ کوئ مسلہ تھا اور اس وقت پوچھنا بے کار تھا۔۔وہ جب پریشان ہوتی تھی تو اسی طرح چیزیں بھولتی تھی۔وہ سر جھکائے سینڈوچ کھانے لگی جو اس نے اسکے سامنے پلیٹ میں رکھا تھا۔۔

اسکا خیال تھا کہ سالار اسکی ان حرکات پہ اب تبصرہ کریگا لیکن وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔۔۔سینڈوچ ختم ہونے کے بعد اس نے امامہ سے چائے کا پوچھا۔۔اور اسکے انکار پر اس نے انٹرکام پر کسی سے ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کے لیئے کہا۔۔

میں تمہیں اپنی گاڑی میں بجھوا رہا ہوں تمہاری گاڑی جب آئیگی تو میں بجھوا دیتا ہوں۔۔

میں خود ڈرائیو کر کے چلی جاتی ہوں۔۔۔اس نے کہا۔۔۔

تمہیں ڈرائیور ڈراپ کردے گا تم اپ سیٹ ہو اور میں نہیں چاہتا تم ڈرائیو کرو۔۔وہ بول نہ سکی۔۔۔

میں خود چلی جاتی ہوں۔۔اس نے بنک ایگزٹ پر سالار سے کہا۔۔

یار کلائنٹس کو بھی یہاں تک چھوڑنے آتا ہوں تم تو بیوی ہو میری۔۔وہ مسکرایا تھا۔۔

ڈرائیور پارکنگ میں کھڑی گاڑی دروازے کے سامنے لایا تھا۔ڈرائیور گاڑی کا دروازہ کھولنے آیا۔مگر اس سے پہلے سالار اسکے لیئے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول چکا تھا۔۔

وہ گاڑی میں بیٹھنے کی بجائے اسے رک کر دیکھنے لگی۔۔وہ اسکا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی لیکن اسکے خلق میں ایک بار پھر گرہیں پڑنے لگی تھیں۔۔

Anything else ma'am

سالار نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔

تھینک یو۔۔اس نے بلآخر کہا۔۔

Always at your disposal ma'am

اس نے اپنا بازو اس کے گرد پھیلاتے ہوئے اسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔

وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔۔سالار نے دروازہ بند کر دیا۔چلتی ہوئی گاڑی میں امامہ نے ایک لمحے کے لیئے مڑ کر دیکھا وہ ابھی وہی کھڑا تھا۔۔وہ یقیناً گاڑی کے مین روڈ پہ جانے کا انتظار کر رہا تھا اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔۔

جسکی ذمہ داری تھی وہ شخص اسکے لیئے کھڑا تھا۔۔وہ جلال کی ذمہ داری نہیں تھی۔۔وی پھر کیوں یہ توقع کر رہی تھی کہ وہ اسکے لیئے اتنی کرٹسی دکھاتا۔۔اس نے ٹھیک کیا تھا اسکے ساتھ ڈرائیور بھیج کر وہ واقعی اس وقت ڈرائیو کرنے کے قابل نہیں تھی۔۔گھر آ کر بھی وہ بے مقصد لاؤنج میں بیٹھی رہی۔۔آج کا دن بے حد برا تھا۔۔تکلیف دہ یادوں کا سلسلہ تھا جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔۔

کیا ہوا ہے تمہیں۔۔۔سالار نے اس رات کھانے کی ٹیبل پہ اس سے پوچھا۔۔

کچھ نہیں۔۔۔جواب حسب توقع تھا۔۔

سالار نے کھانا کھاتے کھاتے ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔۔

کوئی پریشانی نہیں۔۔بس اپنی فیملی کو مس کر رہی ہوں۔۔اس نے جھوٹ بولا۔۔

سالار نے اسے کریدا نہیں۔وہ اسے صرف بہلانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔وہ ڈنر کے بعد کام کے لیئے سٹڈی روم میں چلا گیا امامہ نے سونے کی کوشش کی لیکن سو نہ سکی۔۔کتنا وقت اس نے اندھیرے میں بستر پر چت لیٹے چھت کو گھورتے ہوئے گزارا اسکو پتہ ہی نہ چلا۔۔سوچوں کا تسلسل تب ٹوٹا جب اسے دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔۔۔۔سالار سونے کے لیئے حتی الامکان آہستگی سے دروازہ کھولا تھا۔۔پھر وہ دروازہ بند کر لے لائٹ آن کیے بغیر اسی طرح احتیاط سے دبے پاؤں واش روم کی طرف گیا۔۔

امامہ نے آنکھیں بند کرلی۔۔نیند اب بھی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔وہ کپڑے تبدیل کر کے سونے کے لیئے آ کر لیٹا تھا۔۔اس نے امامہ کی طرف کروٹ لی۔۔اور پھر امامہ نے اسکی آواز سنی۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تم جاگ رہی ہو؟۔۔۔۔

تمہیں کیسے پتا چل جاتا ہے۔۔وہ کچھ جھلائی۔۔

پتا نہیں کیسے؟ بس پتا چل ہی جاتا ہے۔۔کیا پریشانی ہے؟؟ ایک لمحہ کے لیئے اسکا دل چاہا کہ وہ اسے بتادے اپنی اور جلال کی ملاقات کے بارے میں لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے اس خیال کو جھٹک دیا۔۔

کچھ نہیں بس میں ڈپریسڈ تھی۔

اسی لیئے تو کہا تھا باہر چلتے ہیں۔۔۔سالار نے کہا۔۔

میں ٹھیک ہوں اب۔۔۔امامہ نے ایک دم کسی ننھے بچے کی طرح اس کے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے کہا۔وہ اسکے سر کو چومتے ہوئےزاسے تھپکنے لگا۔۔۔امامہ کا دل بھر آیا۔۔۔

اگر اسکی زندگی میں جلال انصر نام کا کوئی باب نہ آیا ہوتا تو کتنا ہی اچھا ہوتا۔۔وہ اس شخص کیساتھ بہت خوش رہ سکتی تھی۔۔

*****-----+****-----********

جلال کیساتھ اسکی ہونے والی ملاقات اتفاقی تھی ایک ایسا اتفاق جسے وہ دوبارہ نہیں چاہتی تھی۔اسے پتہ نہیں تھا کہ یہ اتفاقی ملاقات اسکے لیئے کتنے خطرناک اثرات لیکر آنے والی تھی۔۔۔مہینوں یا سالوں میں نہیں بلکہ دنوں میں۔۔۔

دو دنوں بعد وہ ایک ڈنر میں مدعو تھے۔۔وہ اس وقت سالار کیساتھ کھڑی چند لوگوں سے مل رہی تھی۔۔جب اس نے ہیلو کی ایک شناسائی آواز سنی۔امامہ نے گردن موڑ کر دیکھا اور پھر وہ ہل نہ سکی۔۔وہ فاروق تھا جو بے حد گرمجوشی کیساتھ سالار سے مل رہا تھا۔۔

میری بیوی۔۔۔۔۔۔۔سالار اب اسکا تعارف کروا رہا تھا۔۔تعارف کی ضرورت نہیں ہے میں پہلے ہی ان سے مل چکا ہوں۔۔۔سالار نے کچھ حیران سا ہوکر فاروق کو دیکھا۔۔

آپ مل چکے ہیں امامہ سے؟؟؟

بلکل ابھی پرسوں ہی تو ملے ہیں۔۔ڈاکٹر جلال انصر کیساتھ لنچ کر رہی تھی۔۔دراصل جلال ھمارے فیملی ڈاکٹر ہیں۔۔انہوں نے بتایا کہ یہ انکی پرانی کلاس فیلو ہے اور جب انہوں نے اسکو آپکا ویزٹینگ کارڈ دیا تب مجھے پتہ چلا کہ یہ آپکی وائف ہیں۔۔۔

فاروق بڑے خوشگوار انداز میں کہہ رہا تھا۔۔۔

میں نے اور میری مسز نے تو کھانے پہ بھی انوائٹ کیا تھا۔لیکن انہوں نے کہا کہ آپ آجکل مصروف ہیں۔۔

فاروق نے نہ امامہ کی فق ہوتی رنگت کو دیکھا نہ سالار کے بے تاثر چہرے کو۔۔جو کچھ وہ کہہ رہا تھا سالار کو اس پر یقین نہیں آرہا تھا۔اسکے کان جیسے سن ہورہے تھے۔۔وہ جلال انصر سے مل رہی ہے؟؟ لیکن کب سے۔۔۔۔

فاروق کی بات سنتے ہوئے امامہ نے اسے خشک ہوتے گلے کیساتھ دیکھا۔۔اس نے اسکے بے تاثر چہرے کو دیکھ کر غلط اندازہ لگایا تھا۔۔

میں اسے سب کچھ بتادوں گی وہ میری بات سمجھ لے گا اسکے بے تاثر چہرے نے امامہ کو عجب خوش فہمی میں مبتلا کردیا۔

آپ ظہیر صاحب سے ملے ہیں؟؟ اس نے ایک دم سالار کو فاروق کی بات کاٹتے دیکھا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

آئے ہوئے ہیں کیا؟؟

ہاں ابھی ہم لوگ آپ ہی کی بات کر رہے تھے۔۔آیئے میں آپکو ملواتا ہوں۔۔سالار فاروق کو لیئے ایک طرف چلا گیا۔۔

وہ دوبارہ پلٹ کر اسکی طرف نہیں آیا۔۔ایسا پہلی سار ہوا تھا کہ وہ کسی پارٹی میں اسکے پاس نہیں آیا تھا۔۔وہ کچھ پریشان ہوگئ۔لیکن اسے ابھی بھی یقین تھا کہ سالار اس چیز کو بڑا ایشو نہیں بنائے گا۔۔۔

گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بھی اسکی خاموشی ویسے ہی تھی۔۔گاڑی کے مین روڈ پر آنے کے چند منٹوں بعد امامہ نے اسکی طویل خاموشی کو توڑنے کی کوشش کی۔۔

تم مجھ سے ناراض ہو۔۔۔؟؟

Will you please shut up

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ فریز ہوگئی تھی۔۔۔

میں اس وقت گاڑی ڈرائیو کرنا چاہتا ہوں۔۔تمہاری بکواس سننا نہیں چاہتا۔۔وہ اس پر چلایا نہیں تھا لیکن جو کچھ اسکی نظروں میں اور اسکے ٹھنڈے لہجے میں تھا۔۔۔وہ امامہ کو مارنے کے لیئے کافی تھا۔ وہ اسے دوبارہ مخاطب کرنے کی ہمت نہ کرسکی۔۔اتنے مہینوں میں اس نے اسے اندھا دھند گاڑی کو ڈرائیو کرتے ہوئے دیکھا۔۔

اپارٹمنٹ میں داخل ہون ے کی بعد وہ اپنی جیکٹ لاؤنج میں صوفے پر پھینکتے ہوئےسیدھا کچن میں گیا۔۔امامہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کچن میں جائے یااسکے بیڈروم میں آنے کا انتظار کرے۔۔اپنی چادر اتارتے ہوئے وہ کچھ دیر اپارٹمنٹ کے بیرونی دروازے کے پاس ہی کھڑی رہی اس کا ذہن اب ماؤف ہونے لگا تھا۔۔وہ اتنے عرصہ کے بعد ایک دوست اور ایک عشق کے ساتھ رہ رہی تھی لیکن آج پہلی بار ایک شوہر کا سامنا کر رہی تھی۔

کوریڈور میں کھڑے کھڑے اس نے سینڈلز اتارے۔۔تب ہی اس نے سالار کو کچن ایریا سے پانی کا گلاس لے جاتے اور پھر ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پر بیٹھے دیکھا۔۔اب اسکی پشت امامہ کی طرف تھی ۔۔پانی کا گلاس خالی کر کے ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ اب اپنی ٹائی اتار رہا تھا

وہ اب اپنے گلے سے ٹائی اتار رہا تھا۔۔وہچند لمحے کھڑی اسے دیکھتی رہی پھر آگے بڑھ آئی وہ کرسی کھینچ کر بیٹھی ہی تھی کہ وہ کرسی دھکیلتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار میری بات سنو۔۔۔

ابھی کچھ اور رہ گیا ہے جو تم نے مجھے بتانا ہے؟؟ اس نے سالار کی آنکھوں میں پہلے کبھی تحقیر نہیں دیکھی تھی لیکن آج دیکھ رہی تھی۔۔

مجھے وضاحت کا موقع تو دو۔۔۔

وضاحت؟؟ کس چیز کی وضاحت؟؟ تم مجھے یہ بتانا چاہتی ہو کہ تم نے اپنے ایکس بوائے فرینڈ کے لیئے اپنے شوہر کو دھوکہ دینا کیوں ضروری سمجھا۔۔اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔۔

یا تم مجھے یہ بتاؤ گی کہ تمہاری ایکس بوائے فرینڈ کی وہ کونسی خوبی ہے جو تمہیں اپنے شوہر میں نظر نہیں آئی۔وہ اپنے لہجے سے اسے کاٹ رہا تھا۔۔اس سے بہتر ہے کہ تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم کب سے اس سے مل رہی ہو۔۔۔

میں اتفاقاً اس سے ملی وہ بھی صرف ایک بار۔۔۔۔اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کچھ کہنا چاہا۔۔سالار نے پوری قوت سے ڈائننگ ٹیبل پر ہاتھ مارا۔۔

Stop befooling me women...

وہ پوری قوت سے چلایا۔۔امامہ کی ہاتھ کانپنے لگے۔۔

تم سمجھتی ہو میں اب تم پہ اعتبار کرلوں گا۔۔تم نے میری نظروں میں اپنی عزت ختم کردی آج۔۔

You are nothing but a bloody cheater.

وہ کہتے ہوئے وہاں رکا نہیں تھا۔بیڈروم میں جانے کی بعد وہ سٹڈی روم میں چلا گیا۔۔

اس نے اپنی مٹھیاں بھینچ کر جیسے اپنے ہاتھوں کی کپکپاہٹ دور کرنے کوشش کی۔۔اسکے الفاظ بار بار اسکے کانوں میں گونج رہے تھے۔۔بات اتنی بڑی نہیں تھی جتنی سالار نے بنا لی تھی لیکن اتنی چھوٹی بھی نہیں تھی جتنا امامہ سمجھی تھی۔۔وہ اسکے اور جلال کے ماضی کے تعلق سے اگر واقف نہ ہوتا تو کبھی بھی کسی کلاس فیلو کیساتھ کھانے کھانے پر اتنا ہنگامہ کھڑا نہ کرتا۔۔

www.kitabnagri.com

وہ اٹھ کر بیڈروم آگئی۔سونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا تھا۔۔وہساری رات جاگتی رہی سالار بیڈروم نہیں آیا۔اسے یقین تھا کہ صبح تک اسکا غصہ ختم نہیں تو کم ضرور ہوجائے گا۔۔اور وہ اس سے دوبارہ بات کرنا چاہتی تھی۔۔

وہ فجر کے وقت کمرے میں آیا تھا اس پر ایک نظر ڈالے بغیر وہ کہتے تبدیل کر کے نماز کے لیئے چلا گیا۔۔اسکی واپسی معمول کے مطابق جم اور جاگنگ کے بعد آفس جانے سے کچھ دیر پہلے ہوئی تھی۔۔اس نے امامہ کو تب بھی مخاطب نہیں کیا۔۔امامہ کے نکالے ہوئے کپڑوں کی بجائے وہ اپنے نکالے ہوئے کپڑے لیکر واش روم گیا۔۔

وہ کچھ دلبرداشتہ ہوکر کچن میں ناشتہ بنانے لگی۔۔سالار تیار ہوکر لاؤنج آیا لیکن ناشتے کی ٹیبل پر جانے کی بجائے سٹڈی روم چلا گیا۔اسے پتا تھا۔وہ اپنا لیپ ٹاپ لینے گیا ہوگا وہاں لیکن ایسا وہ ناشتہ کرنے کے بعد کرتا تھا آج پہلے لینے کا مطلب تھا کہ۔۔۔۔

سالار ناشتہ لگا دیا ہے میں نے۔۔امامہ نے اس سے کہا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس کے لیئے تم جلال کو بلا لو۔۔اس نے بات نہیں کہی تھی اسے کوڑا مارا تھا۔۔۔وہ سفید پڑ گئی۔وہ ایک لمحہ رکے بنا اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔۔

وہ کتنی دیر وہاں کھڑی رہی اسکے لفظ کسی خاردار تار کی طرح اسے اپنی گرفت میں لیئے ہوئے تھے۔۔۔

وہ سارا دن کچھ کھا نہ سکی۔۔اس نے دو بار سالار کو کال کی لیکن اس نے ریسیو نہیں کی۔۔اس نے ٹیکسٹ میسج کے ذریعے اس سے معافی مانگی۔۔اس نے ٹیکسٹ کا بھی کوئی جواب نہیں دیا۔۔۔وہ روزانہ سات یا آٹھ بجے کے قریب گھر اتا تھا اگر اسے کبھی دیر سے آنا ہوتا تو اسے مطلع کر دیتا تھا۔۔لیکن اس دن وہ رات کو تقریباً دس بجے آیا تھا۔۔۔

آج بہت دیر ہوگئی؟ امامہ نے دروازہ کھولنے پر پوچھا۔۔۔سالار نے جواب نہیں دیا۔۔

وہ کھڑی صرف اسے دیکھتی رہ گئی۔

لاؤنج میں ریموٹ سے ٹی وی آن کرتے ہوئے وہ بیڈروم میں چلا گیا۔۔یہ جیسے اشارہ تھا کہ وہ دوبارہ ٹی وی دیکھنے کے لیئے وہاں آئیگا۔۔امامہ کو یقین تھا کہ وہ کھانا نہیں کھائے گا لیکن پھر بھی بوجھل دل سے وہ کھانا لگانے لگی۔۔

وہ دس پندرہ منٹ بعد کپڑے تبدیل کر کے لاؤنج میں آگیا تھا۔۔فریج سے انرجی ڈرنک نکال کر وہ صوفے پر بیٹھ کر چینل سرفنگ کرنے لگا۔

کھانا تیار ہے۔۔امامہ نے اسے انفارم کیا۔۔وہ ٹی وی دیکھتا رہا۔۔

تم کھانا کیوں نہیں کھا رہے۔۔وہ آگے بڑھی۔۔اس نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔۔

یہ میرا گھر ہے، یہاں موجود ہر چیز میری ہے، اور کھانا کھانا نہ کھانا میرا مسلہ ہے تمہارا نہیں۔۔۔اسکی آنکھوں میں بے رخی کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

مں نے تمہارے انتظار میں ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔۔

Stop this bullshit

وہ عجیب سے انداز میں ہنسا تھا۔۔۔

میں تمہارے ہاتھوں بے وقوف ضرور بن گیا ہوں لیکن بے وقوف ہوں نہیں۔۔۔

سالار تم جو سمجھ رہے ہو ایسا بلکل نہیں۔۔وہ اسکے سامنے صوفے پر بیٹھ گئ۔۔۔

بلکل تم ٹھیک کہہ رہی ہو میں جو تمہیں سمجھا تھا وہ غلط تھا۔۔

امامہ کے خلق میں پھر گرہیں پڑنے لگی۔۔

تم میری بات کیوں نہیں سن لیتے۔۔اس نے بھرائ ہوئ آواز میں کہا۔۔

امامہ۔۔۔آج میرے سامنے رونا مت، تم مجھے استعمال کر رہی ہو ایکسپلائٹ کر رہی ہو،،، کرو ۔۔لیکن ایموشنلی بلیک میل مت کرو

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

۔وہ اسکے آنسو دیکھ کر بری طرح مشتعل ہوا تھا۔۔

ٹھیک ہے تم بات سننا نہیں چاہتے۔۔مت سنو۔۔لیکن معاف کردو مجھے۔۔۔میری غلطی ہے مجھے اس سے نہیں ملنا چاہیئے تھا۔۔اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔۔۔

اسطرح ملنے کی بجائے تمہیں اس سے شادی کرلینی چاہیئے۔۔اس نے اسکی بات کاٹ کر کہا۔۔

سالار وہ شادی شدہ ہے۔۔وہ بات مکمل نہ کر سکی۔۔اسکے آنسو بہنے لگے تھے اور اسکے بات ادھورا چھوڑنے پر وہ سلگا تھا۔۔

بہت دکھ ہے تمہیں اسکے شادی شدہ ہونے کا؟؟ تو کہو اس سے تم سے دوسری شادی کر لے یا بیوی کو طلاق دے لیکن اسے ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے تم تو ویسے ہی اسے دستیاب ہو۔۔

وہ سانس نہ لے سکی۔۔کم از کم اسے اسکی زبان سے یہ سننے کی توقع نہیں تھی۔۔

کیا مطلب ہے تمہارا؟؟ اس نے بے یقینی سے کہا۔۔

تم جو مطلب نکالنا چاہتی ہو نکال لو۔۔اس نے کہا۔۔

میرے کیریکٹر پر بات کر رہے ہو تم ؟؟اسکا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا۔۔

کیریکٹر ہے تمہارا؟؟ اس نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔۔

کیریکٹر تھا تو شادی کی تھی تم نے۔۔اسے اپنی بھرائی ہوئی آواز اسے خود ہی جھنجھلاہٹ ہونے لگی تھی۔۔

www.kitabnagri.com

شادی نہیں غلطی کی تھی۔ and i regret itوہ اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔خاموشی کا ایک لمبا وقفہ آیا تھا۔۔پھر اس نے اپنے خلق میں پھنسا آنسوؤں کا گولہ نگلتے ہوئے کہا۔۔

میری فیملی ہوتی نا تو میں تم سے اس طرح کی ایک بات بھی نہ سنتی۔لیکن اب اور کچھ مت کہنا ورنہ میں تمہارا گھر چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔۔

سالار نے جواب میں ٹیبل پر پڑا اپنا سیل اٹھایا۔۔اس نے فرقان کو کال کی۔

تمہارا ڈرائیور سو تو نہیں گیا۔۔

نہیں۔۔۔دوسری طرف سے فرقان نے کہا۔۔

تمہیں ضرورت ہے؟؟

ہاں۔۔۔۔

اچھا میں اسے بتاتا ہوں۔۔سالار نے سیل فون بند کردیا۔۔

ڈرائیور تمہیں چھوڑ آتا ہے تم پیکنگ کر کے جاسکتی ہو۔۔لیکن مجھے کبھی گھر چھوڑنے کی دھمکی مت دینا۔۔جو کچھ تم میرے گھر میں رہ کے کر رہی ہو بہتر ہے یہاں سے چلی جاؤ۔۔۔وہ اٹھ کر بیڈروم چلا گیا۔۔

وہ بت کی طرح وہی بیٹھی رہی۔۔اس نے اسے دھکے دیکر نہیں نکالا تھا لیکن وہ یہی سمجھی۔۔۔چند لمحے بعد وہ اٹھ کر اپارٹمنٹ سے باہر آئی۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

لفٹ میں اس نے اپنے دوپٹے سے بھیگی آنکھوں اور چہرے کو رگڑ کر خشک کیا۔۔وہ ڈرائیور کے سوالوں سے بچنا چاہتی تھی۔۔

مجھے سعیدہ اماں کی طرف چھوڑ دو۔۔اس نے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے کہا۔۔

سعیدہ اماں نے نیند سے اٹھ کر دروازہ کھولا اور امامہ کو دیکھ کر بری طرح پریشان ہوئی۔۔ مگر اس سے زیادہ پریشان وہ اسے اندر آکر بلک بلک کر روتے دیکھ کر ہوئی تھی۔۔

سالار نے گھر سے نکال دیا؟ وہ سن کر حواس باختہ ہو گئی تھی۔۔وجہ کیا تھی۔۔وہ سعیدہ اماں کو تو کیا کسی کو بھی نہیں بتا سکتی تھی۔۔

بھائی جان کو فون ملا کر دو۔۔۔میں ان سے بات کرتی ہوں۔۔ایسے کیسے گھر سے نکال سکتا ہے وہ۔۔سعیدہ اماں کو غصہ آنے لگا۔۔۔

امامہ نے اسکے اصرار کے باوجود آدھی رات کو ڈاکٹر سبط علی کو فون نہیں کیا۔۔۔یہ مصیبت اسکی تھی وہ اسکے لیئے لوگوں کی نیند خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔

وہ خود پچھلی رات نہیں سوئی اور اب اسطرح روتے روتے اسکا سر درد سے پھٹنے لگا تھا۔۔فجر کی نماز کے بعد وہ سونے کے لیئے لیٹ گئی۔نیند مشکل سے آئی لیکن آ گئی تھی۔۔

دوبارہ اسکی آنکھ دوپہر کو کھلی اور آنکھ کھلنے پر اسے یہ سب ایک بھیانک خواب کی طرح لگا تھا۔۔۔

سالار نے کوئی فون تو نہیں کیا؟؟ اس نے سعیدہ اماں کے کمرے میں آنے پر پوچھا۔۔

نہیں۔۔۔تم نہالو میں کھانا لگانے لگی ہوں۔۔پھر بھائی صاحب کی طرف چلتے ہیں۔۔سعیدہ اماں کہہ کر نکل گئی۔۔پتا نہیں اسے کیوں امید تھی کہ وہ پچھتا رہا ہو گا شاید اسکے چلے جانے کے بعد اسے احساس ہو گیا ہو گا کہ اس نے زیادتی کی ہے۔بارہ گھنٹے غصہ ختم ہونے کے لیئے کافی تھے اگر یہ سب کچھ اس نے غصے میں کیا تھا تو۔۔۔۔۔

اس نے بوجھل دل کیساتھ شاور لیا اور سعیدہ اماں کے گھر پڑے ہوئے اپنے کپڑوں میں سے ایک جوڑا نکال کر پہن لیا۔۔اسے بہت بھوک لگ رہی تھی لیکن دو لقمے لیتے ہی اسکی بھوک مر گئی۔۔

سعیدہ اماں نے زبردستی اسے کھانا کھلایا۔۔وہ کھانے کے فوراً بعد ڈاکٹر صاحب کی طرف جانا چاہتی تھی لیکن امامہ ڈاکٹر صاحب کو انکے آفس فون پر اس طرح کی گفتگو سے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

لیکن سعیدہ اماں اس پر تیار نہیں تھی وہ اسے زبردستی ڈاکٹر صاحب کے گھر لے آئی۔۔کلثوم آنٹی سب کچھ سن کر سعیدہ اماں کی طرح حواس باختہ ہوئی۔۔ڈاکٹر صاحب ابھی آفس سے نہیں آئے تھے۔۔۔

لیکن بیٹا جھگڑا کس بات پر ہوا۔۔؟؟؟امامہ کے پاس اس ایک سوال کا جواب نہیں تھا۔۔

سعیدہ اماں اور کلثوم آنٹی کے ہر بار پوچھنے پر اسے احساس ہوتا کہ اس سوال کا جواب اسکی نیت صاف ہونے کے باوجود اسکو مجرم بنا رہا تھا۔اگر وہ انکو یہ بتاتی کہ وہ اپنے ایک پرانے دوست کے ساتھ کھانے پر گئی تھی تو وہ کبھی کسی اچھے رد عمل کا اظہار نہیں کرتے۔۔وہ یہ سب ڈاکٹر صاحب کو بھی نہیں بتاسکتی تھی جو گھر آتے ہی اسے اس طرح دیکھ کر پریشان ہوئے تھے۔

اسے میرے کیریکٹر پر شک ہے۔۔اس نے انکے بار بار پوچھنے پر سر جھکائے ہوئے کہا۔۔ڈاکٹر سبط علی کو جیسے شاک لگا تھا۔۔سعیدہ اماں اور کلثوم آنٹی بھی بول نہ سکی۔۔ڈاکٹر صاحب نے اسکے بعد کوئی سوال نہیں کیا اس سے۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ رات کو آئے گا تو میں اس سے بات کروں گا۔۔پریشانی کی بات نہیں۔۔ٹھیک ہو جائے گا سب۔۔۔اس نے امامہ کو تسلی دی۔۔

میں اسکے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔۔میں جاب کرلوں گی لیکن اب اسکے گھر نہیں جاؤں گی۔۔ڈاکٹر سبط علی نے اسکی کسی بات کے جواب میں کچھ نہیں کہا۔۔وہ اب بھی شاک میں تھے۔سالار سکندر کے بارے میں جو تاثر وہ آج تک بنائے بیٹھے تھے وہ بری طرح مسخ ہوا تھا۔وہ خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ سب کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہو سکتا ہے ورنہ سالار اس لڑکی کو آدھی رات اس طرح کا الزام لگا کر نہیں نکال سکتا جس کو وہ اپنی بیٹی کہتے تھے۔۔

فرقان اس رات اکیلا آیا تھا۔۔سالار اسکے ساتھ نہیں تھا۔ڈاکٹر صاحب نے لیکچر کے بعد اسے روک لیااور سالار لے بارے میں پوچھا۔۔

وہ کچھ مصروف تھا اس لیئے وہ نہیں آسکا۔۔فرقان نے اطمینان سے کہا۔۔

آپ کو اس نے بتایا ہے کہ اس نے امامہ کو گھر سے نکال دیا ہے؟؟ فرقان چند لمحے بول نہ سکا۔۔

امامہ کو؟؟؟ اس نے بے یقینی سے کہا۔۔۔

آپکے ڈرائیور کے ذریعے ہی اس نے کل امامہ کو سعیدہ بہن کے گھر بجوایا تھا۔۔

فرقان کو پچھلی رات سالار کی کال یاد آگئی۔

مجھے یقین نہیں آرہا، کیسے؟؟؟مطلب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

فرقان کا دماغ واقعی چکرا گیا۔۔۔سالار امامہ پر جس طرح جان چھڑکتا تھا کم از کم اس کے لیئے یہ بات ماننا ممکن نہیں تھا کہ وہ اسے گھر سے نکال سکتا ہے۔۔اور وہ بھی اس طرح آدھی رات کو۔۔وہ اسے کل جم میں بہت خاموش لگا تھا اور آج تو آیا ہی نہیں تھا۔۔

میں اسے ابھی فون کرتا ہوں میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔۔۔

فرقان نے پریشان ہوتے سالار کو اپنے سیل سے کال کی سالار کا سیل آف تھا۔۔اس نے دوبارہ گھر کے نمبر پر ٹرائی کیا کسی نے فون نہیں اٹھایا۔۔اسنے کچھ حیران ہو کر ڈاکٹر صاحب کو دیکھا۔۔

فون نہیں اٹھا رہا۔۔ سیل آف ہے۔۔میں گھر جاکر اس سے بات کرتا ہوں آپ امامہ کو میرے ساتھ بھیج دے۔۔فرقان واقعی پریشان ہو گیا تھا۔

نہیں۔۔۔۔امامہ آپکے ساتھ نہیں جائیگی۔اس نے نکالا ہے خود ہی آکر معذرت کر کے لے جائے۔ڈاکٹر صاحب نے دو ٹوک انداز میں کہا۔۔

آپ اسے جاکر میرا پیغام دے۔۔فرقان نے ڈاکٹر سبط علی کو کبھی اتنا سنجیدہ نہیں دیکھا۔۔****

----****---------****---------*****

سالار نے بیل کی آواز کو چند بار نظرانداز کرنے کی کوشش کی لیکن جب اسے اندازہ ہوگیا کہ فرقان جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتااور اسکا یہ ارادہ کیوں تھا وہ جانتا تھا۔اس نے جاکر دروازہ کھولا اور پھر دروازہ کھلا چھوڑ کر اندر آگیا۔۔۔

تم نے امامہ کو گھر سے نکال دیا ہے؟؟فرقان نے اندر آتے ہی اپنے عقب میں دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔۔

میں نے نہیں نکالا وہ خود گھر چھوڑ کر گئ ہے۔۔سالار نے پیچھے دیکھے بغیر سٹڈی روم میں جاتے ہوئے کہا۔۔

مجھ سے جھوٹ مت بولو۔تم نے خود مجھے ڈرائیور کو بھیجنے کا کہا تھا۔۔

فرقان اسکے پیچھے سٹڈی روم میں آگیا۔۔۔

ہاں۔۔کہا تھا کیونکہ اس نے مجھے گھر چھوڑنے کی دھمکی دی تھی۔۔تو میں نے کہا ٹھیک ہے تمہیں کل جانا ہے تم آج چلی جاؤ۔۔لیکن میں نے اسے نکالا نہیں۔۔۔

اس نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بے تاثر چہرے سے کہا۔۔فرقان نے سگریٹ کے ٹکڑوں سے بھرے ایش ٹرے کو دیکھااور پھر اس سلگتے ہوئے سگریٹ کو جسے وہ دوبارہ اٹھا رہا تھا۔۔

بیویاں گھر چھوڑنے کی دھمکیاں دیتی رہتی ہیں اسکا یہ مطلب نہیں کہ اسے اس طرح گھر سے نکال دو۔۔فرقان نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔۔

دیتی ہو گی but she dare not do that to me.....

اس نے فرقان کی بات کاٹ کر کہا۔۔

ڈاکٹر صاحب کتنے پریشان ہیں تمہیں اندازہ ہے؟؟

یہ میرا اور اسکا معاملہ ہے وہ ڈاکٹر صاحب کو بیچ میں کیوں لائی ہے۔۔وہ سلگا تھا۔۔

وہ کیسے نہ لیکر آتی تم اسے گھر سے نکالتے اور ڈاکٹر صاحب کو پتا نہ چلتا؟؟؟

وہ چاہتی تو نہ پتا چلتا۔اگر اتنی جرات تھی کہ گھر چھوڑ کر چلی گئ تو پھر اتنا حوصلہ بھی ہونا چاہیئے تھا کہ منہ بند رکھتی۔۔۔اس نے سگریٹ کا ٹکڑا ایش ٹرے میں پھینکتے ہوئے کہا۔۔

تمہیں کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔

کچھ نہیں۔۔۔۔

کس بات پہ جھگڑا ہوا ہے تم دونوں کا۔۔۔؟؟

بس ہوگیا کسی بات پر۔۔۔وہ کم از کم وجہ بتانے کا کوئ ارادہ نہیں رکھتا تھا۔۔

فرقان آدھے گھنٹے بحث کے بعد اس سے وجہ معلوم نہ ہوسکی اور پھر اس نے ہتھیار ڈال دیئے۔

ٹھیک ہے جو ہو گیا سو ہوگیا اب تم اسے لے آؤ۔۔

یہ میں نہیں کروں گا۔۔نہ میں نے اسے نکالا ہے نہ میں اسے لیکر آؤں گا۔۔وہ خود آنا چاہتی ہے تو آجائے۔۔اس نے دو ٹوک انداز میں کہا۔۔

اور ڈاکٹر صاحب یہ سب نہیں ہونے دینگے۔۔انکا پیغام یہی ہے کہ تم جا کر معذرت کر کے اسے لے آؤ۔۔سالار خاموش رہا۔۔۔

میرے ساتھ چلو ابھی اسے لے آتے ہیں۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میں نہیں جاؤں گا۔۔ڈاکٹر صاحب سے میں خود بات کرلوں گا۔۔

ابھی کرو بات۔۔۔۔۔۔

میں ابھی بات نہیں کرنا چاہتا۔۔میں چاہتا ہوں وہ کچھ دن وہاں رہے یہ اسکے لیئے اچھا ہو گا۔۔۔فرقان اگلے دو گھنٹے بیٹھے اسے یہی سمجھاتا رہا۔۔لیکن وہ اسکے انکار کو اقرار میں نہ بدل سکا۔۔وہ بے حد ناخوش سالار کے اپارٹمنٹ سے گیا۔اسکی خفگی نے سالار کے فرسٹریشن میں اور بھی اضافہ کیا۔۔

*۔۔*****۔۔۔۔۔****۔۔۔۔۔******

ڈاکٹر سبط علی اگلے چار دن اسکا انتظار کرتے رہے وہ نہیں آیا نہ ہی اسکا کوئی فون آیا تھا۔۔انہیں خود اسکو فون کرنے میں عار تھا۔۔انہیں کہی نہ کہی یہ توقع تھی کہ وہ انکا اتنا احترام ضرور کرتا ہے کہ اسکا پیغام ملنے پر آجاتا۔۔لیکن اسکی مکمل خاموشی نے جیسے انہیں ذہنی دھچکا پہنچایا تھا۔۔امامہ اس دن سے انکے گھر پر تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

فرقان ڈاکٹر سبط علی اور سالار کے اپارٹمنٹ کے درمیان گھن چکر بنے ہوئے تھے۔۔اس ساری صورت حال میں میں سب سے زیادہ ابتر ذہنی حالت امامہ کی تھی۔۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اسکے معاملے میں اس طرح کا رویہ دکھا سکتا ہے۔۔

چوتھے دن ڈاکٹر سبط علی نے سالار کو فون کردیا۔۔وہ آفس میں بیٹھا ہوا تھا اور سیل پر ڈاکٹر صاحب کا نمبر دیکھ کر چند لمحے وہ ہل نہ سکا۔۔یہ ایک ایسی کال تھی جس سے وہ بچنا بھی چاہتا تھا

اور جسے وہ اٹینڈ نہ کرنے کی جرات بھی نہیں کرسکتا تھا۔۔رسمی سلام۔دعا کے بعد ڈاکٹر سبط علی نے بغیر کسی تمہید کے اس سے کہا۔۔

آپ اگر شام کو میری طرف آسکتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں آجاتا ہوں۔۔اگر معاملہ ختم کرلیں گے تو ٹھیک ہے ورنہ معاملہ ختم کرلیں گے۔۔۔

انکے الفاظ میں اسکے لیئے کسی بھی قسم کا ابہام نہیں تھا۔

میں آجاؤں گا۔۔۔

مہربانی ہوگی آپکی۔۔۔اس نے مزید کوئی بات کیئے بنا سلام کر کے فون بند کردیا۔۔۔

وہ فون ہاتھ میں پکڑے بیٹھا رہا ڈاکٹر سبط علی کا یہ لہجہ اسکے لیئے نیا تھا اور غیر متوقع وہ جملہ تھا جو اس نے آخر میں کہا۔۔معاملہ ختم کرنے تک نوبت کیسے آگئی تھی۔اسکے نزدیک یہ ایک جھگڑا تھا۔۔پہلی بار اسکے پیٹ میں گرہیں پڑی تھی۔۔

اس شام پہلے کی طرح ڈاکٹر سبط علی نے اسے دروازے سے ریسیو نہیں کیا۔نہ اس سے مصافحہ کیا نہ اسکے لیئے اٹھے تھے۔۔۔وہ لاؤنج میں کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔۔اس کے آنے پر اس نے کتاب بند کر کے سائیڈ پہ رکھی۔سالار سلام کر کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

میں تم سے بہت لمبی چھوڑی بات نہیں کروں گا سالار۔۔سالار نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔۔وہ انکے منہ سے پہلی بات تم کا طرز تخاطب سن رہا تھاورنہ وہ تو اپنے ملازم کو بھی آپ کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔۔

میں پچھلے چار دن سے صرف اس بات پر شرمندہ ہوں کہ میں نے امامہ کی شادی تم سے کیوں کرائی۔تم اس قابل نہیں تھے۔۔محبت کے دعوے کرنا اور بات ہوتی ہے لیکن کسی عورت کو اپنے گھر میں عزت سے رکھناایک بلکل الگ بات ہے۔۔تم صرف پہلا کام کر سکتے تھے۔۔

لاؤنج سے منسلک کمرے میں وہ ڈاکٹر صاحب کی آواز اور اسکی خاموشی کو سن رہی تھی۔۔

اپنی بیوی کو اس طرح نکالنے والے مرد کو میں مرد تو کیا انسان بھی نہیں سمجھتا۔۔۔تمہیں اگر اس بات کا پاس نہیں تھا کہ وہ تمہاری بیوی ہے تو اس بات کا پاس ہونا چاہیئے تھا کہ وہ میری بیٹی ہے۔۔

میں نے اسے گھر سے نہیں نکالا وہ خود۔۔۔۔۔۔۔سالار نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔۔ڈاکٹر صاحب نے اسکی بات کاٹ دی۔

تم نے گاڑی ارینج کی تھی۔۔۔اندر بیٹھی امامہ کانپنے لگی تھی۔۔اس نے ڈاکٹر صاحب کو کبھی اتنی بلند آواز میں بات کرتے نہیں سنا تھا۔

تمہیں جرات کیسے ہوئی کہ تم اسکے کردار کے بارے میں بات کرو۔۔

سالار نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا انکا چہرہ سرخ ہورہا تھا۔۔

آپ نے اس سے یہ پوچھا کہ یہ بات میں نے کیوں کی تھی۔۔۔اندر بیٹھی امامہ کا چہرہ فق ہوگیا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میں اس سے کچھ نہیں پوچھوں گا میں تمہارے کردار کو نہیں جانتا لیکن وہ نو سال سے میرے پاس ہے وہ کوئی ایسا کام نہیں کرسکتی جس پر تم اسکے کردار پر انگلی اٹھاؤ۔۔

اسے یقین تھا وہ اب جلال کا نام لے گا۔۔۔اب لے گا۔۔۔۔اسکا پورا جسم سرد پڑا تھا۔۔سالار کا ایک جملہ اسے اس وقت ڈاکٹر صاحب کی نظروں میں گرانے والا

تھا۔۔۔۔ایک۔۔۔۔دو۔۔۔۔تین۔۔۔۔چار۔۔۔اسکا دل سیکنڈز سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے دھڑکنے لگا۔۔۔

پھر امامہ نے اسکی آواز سنی، ایک لمحے کے لیئے اسکا دل رک گیا۔۔

آئی ایم سوری۔۔۔اسے یقین نہیں آیا۔۔۔یہ وہ جملہ نہیں تھا جسکی وہ توقع کر رہی تھی۔۔اسکی سوری نے اسے شاک کیا تو ڈاکٹر صاحب کو اور بھی مشتعل کردیا۔۔

ایک بات یاد رکھنا تم سالار۔۔جو کچھ تم کو زندگی میں ملنا ہے اس عورت کے مقدر سے ملنا ہے یہ تمہاری زندگی سے نکل گئ تو خواری کے سوا کچھ تمہارے ہاتھ نہیں آئیگا۔۔ہاتھ ملو گے ساری عمر تم۔۔۔تمہاری خوش قسمتی ہے کہ اللہ نے تمہیں امامہ کا کفیل بنایا کبھی رازق بننے کی کوشش بھی مت کرنا رازق تم نہیں ہو اسکے اللہ اسکو تم سے بہتر کفیل دے دیگا۔۔۔

وہ کاٹو تو لہو نہیں کے مصداق بنا بیٹھا تھا۔۔

شرمساری سی شرمساری تھی جو وہ محسوس کر رہا تھا۔۔اور اندر بیٹھی امامہ بھی اسی طرح ندامت کے سمندر میں غرق تھی۔۔۔

اسے گھر میں رکھنا ہے تو عزت سے رکھو ورنہ ابھی اور اسی وقت اسے چھوڑ دو۔تم سے کئ گنا اچھے انسان کیساتھ اسکو بیاہ دوں گا۔۔

میں آپ سے اور اس سے بہت شرمندہ ہوں۔۔آپ اسے بلائیں میں اس سے معذرت کرلیتا ہوں۔

اندر بیٹھی امامہ جیسے زمین میں گڑ گئ تھی۔۔

کلثوم آنٹی اسے بلانے آئ تھی اور اسکا دل چاہا لہ وہ کہی بھاگ جائے۔زندگی میں اپنے شوہر کا جھکا ہوا سر دیکھنے سے بڑی ندامت کا سامنا اس نے آج تک نہیں کیا تھا۔

میں بہت زیادہ معذرت خواہ ہوں جو کچھ ہوا نہیں ہونا چاہیئے تھا۔جو کچھ کیا غلط کیا میں نے مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔سالار نے نظریں اٹھائے بغیر اسکے بیٹھتے ہی کہا۔۔امامہ کے رنج میں کچھ اور اضافہ ہوا۔۔آج سالار کیساتھ زیادتی ہوئ تھی اور اسکا ذمہ دار وہ خود کو ٹھرا رہی تھی۔۔

بیٹا آپ جانا چاہیں تو چلی جائیں اور نہیں جانا چاہیں تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر صاحب نے اس سے کہا۔۔

نہیں۔۔۔میں جانا چاہتی ہوں۔۔اس نے اپنی آنکھیں رگڑتے ہوئے کہا۔۔

ٹھیک ہے پھر اپنا سامان پیک کرلیں۔۔ڈاکٹر صاحب نے اس سے کہا۔۔وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئ۔اس نے سامان بیگ میں رکھا۔ڈاکٹر صاحب امامہ کے اٹھتے ہی سٹڈی روم میں چلے گئے اور وہ سر جھکائے بیٹھا رہا۔۔

بیٹا کھانا لگواؤں؟؟ کلثوم آنٹی نے جیسے ماحول بہتر کرنے کی کوشش کی۔۔

نہیں۔۔۔میں کھانا کھا کر آیا تھا۔۔

اس نے اب بھی نظریں نہیں اٹھائی۔وہ نظریں اٹھانے کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔۔

ملازم سوفٹ ڈرنک کا ایک گلاس اسے دیکر گیا سالار نے چند گھونٹ لیکر گلاس واپس رکھ دیا۔۔

امامہ کو پیکنگ میں پانچ منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے سالار نے کھڑے ہوکر خاموشی سے اس سے بیگ لے لیا۔۔ڈاکٹر صاحب بھی انکو گاڑی تک چھوڑنے آئے تھے لکن ھمیشہ کی طرح سالار سےاس بار بغلگیر نہیں ہوئے۔۔

گاڑی کے سڑک پر آنے تک دونوں میں کوئی بات نہیں ہوئی پھر سالار نے کہا۔۔۔

میں شرمندہ ہوں میں نے تمہارے ساتھ غلط رویہ اپنایا۔۔۔

سالار میں تم سے بہت شرمندہ ہوں مجھے پتا نہیں تھا کہ ابو کو غصہ آئے گا۔۔انہوں نے تمہارے ساتھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سالار نے اسکی بات کاٹ دی نہیں انہوں ٹھیک لیا جو بھی کیا غلط تو کچھ بھی نہیں کہا اس نے لیکن میں نے تمہارے کیریکٹر کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا۔

تمہارا مطلب ہے کہ تم یہ سب کہو گے اور میں یہ نہ سمجھوں کہ تم میرے کردار پہ انگلی اٹھا رہے ہو۔۔سالار خاموش رہا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ مجھے اتفاقاً اس دن پارک میں مل گیا تھا اس نے کہنا شروع کیا اس دفعہ سالار نے اس کو نہیں ٹوکا۔۔۔ابھی چند ماہ پہلے اس نے دوسری شادی کی ہے اس نے لنچ کے لیئے اصرار کیا مجھے خیال بھی نہیں آیا کہ تمہیں برا لگ سکتا ہے اور میں نے تو لنچ بھی نہیں کیا۔کچھ دیر بیٹھے رہے پھر وہ آدمی اور انکی مسز آگئیں۔۔مجھے دیر ہورہی تھی تو میں وہاں سے گھر آگئ۔بس اتنی سی بات تھی میری غلطی بس یہ تھی کہ میں نے تمہیں بتایا نہیں۔

اور میری غلطی یہ تھی کہ میں نے تمہاری بات سنی نہیں۔سن لینی چاہیئے تھی۔۔آئی اوور ری ایکٹڈ۔۔

وہ اب مدھم آواز میں اعتراف کر رہا تھا۔۔

بے عزتی کروانی تھی اس لیئے۔۔۔وہ بڑبڑایا۔۔۔

وہ اسے کہنا چاہتی تھی کہ وہ اسکی کتنی احسان مند ہورہی تھی لیکن کہہ نہ سکی۔۔اسکے ایک لمحے کی چپ نے اسکی عزت رکھ کہ جیسے سارے دنوں کے رویوں کا کفارہ ادا کردیا۔۔

مجھے نہیں پتا تھا کہ تمہیں کسی آدمی کیساتھ میرا ملنا اتنا برا لگے گا۔۔ورنہ میں تو کبھی۔۔۔۔۔۔کچھ دیر کے بعد امامہ نے کہا۔۔۔

سالار نے اسکی بات کاٹ ءلی۔۔۔وہ کوئی آدمی نہیں تھا امامہ۔۔۔

وہ اب میرے لیئے صرف کوئی آدمی ہے۔۔سالار نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اس نے ناک رگڑتے ہوئے ایک بار پھر آنکھیں صاف کرنے کی کوشش کی۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟

ہاں ٹھیک ہے۔۔۔اس نے امامہ کے ماتھے پہ ہاتھ رکھ کے جیسے ٹمپریچر چیک کیا۔۔

بخار ہے؟؟

تھوڑا سا ہے۔۔

ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہوں۔۔

نہیں۔۔میڈیسن لے رہی ہوں میں۔بیگ میں ہے۔۔وہ خاموش ہو گیا۔۔اس ایک واقعے نے اعتماد کے اس رشتے میں عجیب دراڑیں پیدا کر دی تھی۔۔۔

اس رات گھر آکر انکے درمیان کوئی بات چیت نہیں ہوئی۔امامہ میڈیسن لیکر سو گئی اور سالار سٹڈی روم جاکر سگریٹ پیتا رہا۔۔

وہ پچھلے کئی مہینوں سے اسے خوش کرنے کی آخری حد تک جارہا تھا اسکے سارے ناز نخرے اٹھا رہا تھا اسے یقین تھا وہ سب کچھ امامہ کے دل سے جلال انصر نامی شخص سے متعلقہ ہر طرح کے جذبات نکال دے گا۔۔وہ اسکے قریب آرہی تھی۔۔لیکن جلال کسی بھوت کی طرح دوبارہ نمودار ہو گیا تھا۔۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے اتنی خوبصورتی سے دھوکا دے رہی تھی۔۔وہ دو دن پہلے ہونے والی ایک ایک بات کو یاد کر کے سلگتا رہا۔وہ ملاقت اگر اتفاقی تھی تو اسکے بعد اس نے امامہ کی جو حالت دیکھی تھی وہ اس کے لیئے ناقابل برداشت تھی۔۔اس دن اسکے آفس میں امامہ جو آخری چیز بھولی تھی وہ باتھ روم بیسن کی سل پہ رکھی ہوئی اسکی شادی کی رنگ تھی۔۔وہ رنگ

اسکے جانے کے بعد سالار کو وہاں سے ملی تھی۔۔اسکا خیال تھا گھر پہنچ کر اسے رنگ یاد آجائے گی لیکن اس دن تو کیا اگلے دو دن تک امامہ کو کچھ یاد نہیں آیا۔۔وہ مسلسل انگلی میں رہنے والی اتنی قیمتی چیز کو کیسے فراموش کر سکتی ہے۔

جلال سے ہونے والی اس ملاقات کے بعد اس نے اسکے رنگ اتارنے کو جیسے نیا مفہوم پہنا دیا تھا۔۔

-------***---****----*



باجی آپ کہاں تھی۔۔؟

اگلی صبح وہ ملازمہ کے بیل دینے پر جاگی۔۔

میں چند دن اپنے گھر رہنے گئی تھی۔

منہ ہاتھ دھو کر وہ واپس آئی تو ملازمہ سٹڈی روم کی صفائی کر رہی تھی۔سگریٹ کے ٹکڑوں سے بھرے ایش ٹرے نے اسے چونکا دیا۔۔

مجھے لگتا ہے باجی سالار صاحب سگریٹ پینے لگے ہیں۔۔ہر روز اسی طرح ایش ٹرے بھرا ہوتا ہے۔۔اب روز روز تو کوئی مہمان نہیں آتا ہو گس۔۔

وہ جواب دیئے بغیر وہاں سے نکل گئی۔۔۔

*-----***---+******

اگلی صبح اس نے ایش ٹرے پھر سگریٹ کے ٹکڑوں سے بھرا ہوا دیکھا۔وہ اس بات سے پریشان ہوئی کہ وہ سموکر نہیں تھا لیکن عادی بن رہا ہے۔۔کئی دنوں کے بعد اس رات سالار نے کھانا بڑی رغبت سے کھایا۔وہ عام طور پر ایک چپاتی سے زیادہ نہیں کھاتا تھا۔لیکن آج اس نے دو چپاتیاں کھائی۔

اور بنادوں؟؟ امامہ نے اسے دوسری چپاتی لیتے ہوئی دیکھ کر پوچھا۔

نہیں میں پہلے ہی اوور ایکٹنگ کر رہا ہوں۔اس نے منع کیا۔۔

امامہ نے اسکی پلیٹ میں کچھ سبزی ڈالنے کی کوشش کی اس نے روک دیا۔۔

نہیں میں ویسے ہی کھانا چاہ رہا ہوں۔۔امامہ نے کچھ حیرانی سے اسکا چہرہ دیکھا۔وہ جانتی تھی اسے اسکے ہاتھ کی چپاتی پسند ہے۔اس دن پہلی بار اس نے آخری لقمہ اسے نہیں دیا۔۔وہ کھانا کھانے کے بعد ٹیبل سے اٹھ گیا۔۔وہ برتن اکھٹے کر رہی تھی جب وہ کچھ پیپرز لیئے آیا۔۔۔۔

یہ کیا ہے؟؟ امامہ نے کچھ حیرانی سے پیپرز کو دیکھا۔۔۔

بیٹھ کر دیکھ لو۔۔۔وہ اسکے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔۔۔

وہ بھی کچھ الجھے انداز میں پیپرز لیکر بیٹھ گئی۔۔

پیپرز پر ایک نظر ڈالتے ہی اسکا رنگ فق ہوا۔۔

طلاق کے پیپرز ہیں یہ؟؟ وہ بمشکل بول سکی۔۔۔

نہیں یہ میں نے اپنے وکیل سے ایک ڈائیورس ڈیڈ تیار کروایا ہے۔۔اگر کبھی خدانخواستہ ایسی صورت حال ہوگئی تو یہ تمام معاملات خوش اسلوبی سے طے کرنے کی ایک کوشش ہے۔۔

مجھے تمہاری بات سمجھ نہیں آئی۔۔وہ اب حواس باختہ تھی۔۔۔۔۔۔

ڈرو مت یہ کوئی دھمکی نہیں ہے۔میں نے یہ پیپرز تمہارے تحفظ کے لیئے تیار کروائے ہیں۔۔سالار نے اسکے کانپتے ہوئے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔۔

کیسا تحفظ؟؟ اسے اب بھی ٹھنڈے پسینے آرہے تھے۔۔

میں نے علیحدگی کی صورت میں فنانشل سیکیورٹی اور بچوں کی کسٹڈی تمہیں دی ہے۔

لیکن میں تو طلاق نہیں مانگ رہی. اسکی ساری گفتگو اسکے سر پر سے گزر رہی تھی۔

میں بھی تمہیں طلاق نہیں دے رہا صرف قانونی طور پر خود کو پابند کر رہا ہوں کہ میں علیحدگی کے کیس کو کورٹ میں نہیں لیکر جاؤں گا۔۔تمہیں علیحدگی کا حق اور بچوں کی کسٹڈی دے دوں گا۔۔جو بھی چیزیں اس عرصے میں حق مہر تحائف جیولری یا روپے اور پراپرٹی کی صورت میں تمہیں دوں گا وہ سب خلع یا طلاق دونوں صورتوں میں تمہاری ملکیت ہوگی۔میں انکا دعوی نہیں کروں گا۔۔۔

یہ سب کیوں کر رہے ہو تم؟؟ اس نے بے حد خائف انداز میں اسکی بات کاٹی۔۔

میں اپنے آپ سے ڈر گیا ہوں امامہ۔۔۔وہ سنجیدہ تھا۔۔۔

میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ مجھے تم پہ اتنا غصہ آسکتا ہے۔میں نے تمہیں گھر سے نہیں نکالا لیکن اس رات میں نے پرواہ نہیں کی کہ تم گھر سے کیوں اور کہاں جا رہی ہو۔۔میں اتنا مشتعل تھا کہ میں نے یہ پرواہ بھی نہیں کی کہ تم بحفاظت کہی پہنچی بھی ہو یا نہیں۔وہ بے حد صاف گوئ سے کہہ رہا تھا۔۔اور پھر اتنے دن میں نے ڈاکٹر صاحب کی بات بھی نہیں سنی۔

I just wanted to punish you

وہ ایک لمحے کے لیئے رکا۔۔

اور اس نے مجھے خوفزدہ کردیا۔میرا غصہ ختم ہوا تو مجھے یقین نہیں آرہا تھا۔۔کہ میں اتنا گر سکتا ہوں میں تمہارے ساتھ اسطرح بیہیو کرسکتا ہوں۔۔لیکن میں نے کیا۔۔۔بہر حال میں ایک انسان ہوں تم کو ساتھی کی بجائے حریف سمجھوں گا تو شاید آئندہ بھی کبھی ایسا کروں۔۔ابھی شادی کو تھوڑا وقت ہوا ہے۔مجھے بہت محبت ہے تم سے میں خوشی خوشی یہ سارے وعدے تم سے کرسکتا ہوں سب کچھ دے سکتا ہوں تمہیں لیکن کچھ عرصہ بعد اگر ایسی کوئی سچویشن آگئ تو پتا نہیں ھمارے درمیان کتنی تلخی ہوجائے تب شاید میں اتنی سخاوت نہ دکھا سکوں اور ایک عام مرد کی طرح خودغرض بن کر تمہیں تنگ کروں۔۔۔اس لیئے اب ان دنوں جب میرا دل بڑا ہے تمہارے لیئے تو میں نے کوشش کی ہے کہ یہ معاملات طے ہوجائے صرف زبانی دعوے نہ کروں تمہارے ساتھ۔۔۔میری طرف سے میرے والد کے سگنیچرز ہیں اس پر تم ڈاکٹر صاحب سے اس پر سائن کروالو وہ چاہیں تو پیپرز اپنے پاس رکھیں یا تم اپنے لاکر میں رکھوا دو۔وہ آنکھوں میں آنسو لیئے اسکا چہرہ دیکھتی رہی۔۔

میں نے تو تم سے کوئی سیکیورٹی نہیں مانگی۔۔اسکی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

لیکن مجھے تو دینی چاہیئے نا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں یہ پیپرز جذبات میں آکر نہیں دے رہا تمہیں،،،، یہ سب کچھ سوچ سمجھ کر کر رہا ہوں۔۔۔تمہارے بارے میں بہت پوزیسیو، بہت ان سیکیور ہوں امامہ۔۔۔وہ ایک لمحے کے لیئے ہونٹ کاٹتے ہوئے رکا۔۔

اور اگر کبھی ایسا ہوا کہ تم مجھے چھوڑنا چاہو تو میں تمہیں کتنا تنگ کرسکتا ہوں تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے لیکن مجھے اندازہ ہوگیا ہے۔وہ پھر رک کر ہونٹ کاٹنے لگا۔۔۔تم میرا واحد اثاثہ ہو جسے میں پاس رکھنے کے لیئے فیئر اور فاؤل کی تمیز کے بنا کچھ بھی کرسکتا ہوں اور یہ احساس بہت خوفناک ہے میرے لیئے. میں تمہیں تکلیف پہنچانا چاہتا ہوں نہ ہی تمہاری حق تلفی چاہتا ہوں ھم جب تک ساتھ رہینگے بہت اچھے طریقے سے رہینگے اور اگر کبھی الگ ہوجائیں تو میں چاہتا ہوں ایک دوسرے کو تکلیف دیئے بغیر الگ ہوں۔۔

وہ اسکا ہاتھ تھپکتے ہوئے اٹھ کر چلا گیا۔۔وہ پیپرز ہاتھ میں لیے بیٹھی رہی۔۔

www.kitabnagri.com

****----&***---****++--&

پودوں کو پانی کب سے نہیں دیا؟ اگلی صبح اس نے ناشتہ کی ٹیبل پر سالار سے پوچھا۔۔

پودوں کو؟؟ وہ چونکا۔

پتا نہیں۔۔شاید کافی دن ہوگئے۔۔وہ بڑبڑایا تھا۔

سارے پودے سوکھ رہے تھے وہ اسکا چہرہ دیکھتے ہوئے حیران تھی۔وہ جم سے آنے کے بعد روز صبح پودوں کو پانی دیا کرتا تھا۔۔اس سے پہلے کبھی بھی امامہ نے اسے روٹین بدلتے نہیں دیکھا۔۔وہ سلائس کھاتے کھاتے ایک دم اٹھ کر ٹیرس کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔۔چند منٹوں بعد وہ پریشان سا واپس آیا تھا۔۔۔

ہاں۔۔۔مجھے خیال ہی نہیں رہا۔۔اس دن وہ پودوں کو پانی دے کر آئی تھی۔

تمہاری گاڑی فی الحال میں استعمال کر رہا ہوں۔دو چار دن میں میری گاڑی آجائے گی تو تمہاری چھوڑ دوں گا۔۔اس نے دوبارہ بیٹھتے ہوئے امامہ سے کہا۔۔

تمہاری گاڑی کہاں ہے۔۔۔

ورکشاپ میں ہے لگ گئی تھی۔۔اس نے عام سے لہجے میں کہا۔۔۔وہ چونک گئی۔۔

کیسے لگ گئی؟؟؟

میں نے کسی گاڑی کے پیچھے مار دی تھی۔۔۔وہ کچھ معذرت خواہانہ انداز میں اسے بتا رہا تھا۔وہ اسکا چہرہ دیکھتی رہی وہ سلائس پر مکھن لگا رہا تھا۔وہ ایکسپرٹ ڈرئیور تھا اور یہ ناممکن تھا کہ وہ کسی گاڑی کو پیچھے سے ٹکر مار دے۔

گھر میں آنے والی دراڑیں مرد اور عورت پر مختلف طریقے سے اثر انداز ہوتی ہے۔۔عورت کی پریشانی آنسو بہانے کھانا چھوڑ دینے اور بیمار ہونے تک ہوتی ہے مرد اس میں کچھ نہیں کرتا اسکا ہر رد عمل اسکے آس پاس کی دنیا پر اثرانداز ہوتا ہے۔۔۔۔۔

امامہ نے اسکے چہرے سے نظریں ہٹالی

&*------------****-----&&***

اس رات وہ ڈاکٹر صاحب کے گھر اس واقعے کے بعد پہلی بار لیکچر کے لیئے گیا تھا امامہ ھمیشہ کی طرح آج بھی انکے ساتھ تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے آج بھی سالار کا استقبال کسی گرمجوشی کے بغیر صرف ہاتھ ملا کر کیا تھا۔لیکچر کے بعد ڈنر پہ بھی انہوں نے سالار کے لیئے وہی پرانی توجہ نہیں دکھائی۔ڈنر پر فرقان بھی تھا اور ڈاکٹر صاحب فرقان سے گفتگو میں مصروف رہے۔۔سالار سے آنٹی نے تھوڑی سی بات چیت کی تھی۔سالار سے زیادہ اس رات اس رویئے کو امامہ نے محسوس کیا تھا۔امامہ کو ڈاکٹر سبط علی کا سالار کو نظرانداز کرنا بری طرح چھبا تھا۔واپس آتے ہوئے وہ پریشان تھی۔

اس رات وہ سونے کے لیئے نہیں گئی تھی۔ایک ناول لیکر وہ سٹڈی روم میں آگئ تھی۔وہ کام کرنے کی بجائے سگریٹ سلگائے بیٹھا تھا اسے دیکھ کر سگریٹ اس نے ایش ٹرے میں مسل دیا

کمرے میں اکیلی بیٹھی بور ہوتی اس لیئے سوچا یہاں آجاؤں۔۔اس نے سگریٹ کو نظرانداز کر کے سالار کو تاویل دی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تم ڈسٹرب تو نہیں ہوگے؟؟ اس نے سالار سے پوچھا۔

نہیں۔۔ بلکل نہیں۔۔اس نے حیرانی سے اسے دیکھا۔۔

وہ راکنگ چیئر پہ جاکر بیٹھ گئی اور ناول کھول لیا۔۔وہ سگریٹ پینا چاہتا تھا لیکن اسکے سامنے نہیں پیتا تھا۔۔امامہ یہ جانتی تھی اس لیئے وہاں آکر بیٹھ گئی تھی۔

کچھ دیر وہ بے مقصد اسے دیکھتا رہا۔۔پھر اپنا لیپ ٹاپ نکال کر نہ چاہتے ہوئے بھی کام کرنے لگا تھا۔کافی دنوں کے بعد اس رات اس نے پریشان ہوکر سگریٹ کی بجائے کام کیا تھا۔وہ پچھلے ایک ہفتے میں صرف گھر آکر نہیں بلکہ آفس میں بھی اسی طرح چین سموکنگ کر رہا تھا اب اسے عادتاً طلب ہورہی تھی۔۔۔

ایک ڈیڑھ گھنٹہ بعد اس نے بلآخر امامہ کو مخاطب کیا.

تم سو جاؤ کافی رات ہوگئ ہے۔۔۔امامہ نے چونک کر اسے دیکھا

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تم فارغ ہوگئے ہو؟؟

نہیں مجھے ابھی کافی کام ہے۔

تو پھر میں بیٹھی ہوں ابھی تم کام ختم کرلو میرا بھی ایک چیپٹر رہتا ہے۔۔

سالار بے اختیار گہرا سانس لیکر رہ گیا۔۔یعنی آج رات وہ مزید کوئی سگرٹ نہیں پی سکتا تھا۔۔اس نے ایش ٹرے میں سگریٹ کے ادھ جلے ٹکڑوں کو قدرے مایوسی سے دیکھتے ہوئے سوچا.

مزید ایک گھنٹہ بعد جب وہ فارغ ہوا تو تب تک وہ اسی راکنگ چیئر پہ سو چکی تھی۔۔وہ اپنی کرسی پہ بیٹھا بے مقصد اسے دیکھتا رہا۔۔

اگلے چند دن بھی اسی طرح ہوتا رہا۔انکے درمیان آہستہ آہستہ گفتگو ہونے لگی تھی اور اسکا آغاز بھی امامہ کرتی تھی۔۔سالار بے حد شرمندہ تھا اور اسکی خاموشی کی بنیادی وجہ یہی تھی۔وہ اس پورے واقعے سے بری طرح ہرٹ ہونے کے باوجود اسے بھلانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

ڈاکٹر سبط علی نے اگلے ہفتے بھی سالار کیساتھ ویسے ہی سلوک کیا تھا اس بار امامہ کو پہلے سے بھی زیادہ رنج ہوا۔۔

******------****---*******

ابو۔۔آپ سالار سے اچھی طرح بات کیوں نہیں کرتے؟؟

امامہ اگلے دن سہ پہر کو ڈاکٹر سبط علی کے آفس سے آنے کے بعد انکے گھر آئی تھی۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

کیسے بات کرنی چاہیئے؟ وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

جیسے آپ پہلے بات کرتے تھے۔۔

پہلے سالار نے یہ سب نہیں کیا تھا۔۔اسکے بارے میں مجھے بڑی خوش گمانیاں تھی۔۔وہ مدھم آواز میں بولے۔۔

ابو وہ برا نہیں ہے۔۔وہ بہت اچھا ہے۔میری غلطی تھی۔ورنہ بات شاید اتنی نہ بڑھتی۔وہ بہت عزت کرتا ہے میری بہت خیال رکھتا ہے لیکن اب یہ سب ہونے کے بعد وہ بہت پریشان ہے۔۔۔وہ سر جھکائے وضاحتیں دے رہی تھی۔۔آپ جب اسے اگنور کرتے ہیں تو مجھے بہت ہتک محسوس ہوتی ہے۔۔وہ یہ سلوک ڈیزرو نہیں کرتا۔۔فرقان بھائی کے سامنے کتنی بے عزتی محسوس ہوتی ہوگی اسے۔۔۔وہ بے حد رنجیدہ تھی۔۔۔۔

ڈاکٹر سبط علی بے ساختہ ہنس پڑے۔۔امامہ نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔۔۔

میں جانتا ہوں سالار برا آدمی نہیں ہے وہ پریشان اور نادم ہے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ قصور اسکا زیادہ نہیں اور میرا اسکے ساتھ رویہ آپکو برا لگتا ہوگا۔۔وہ حیرانی سے ڈاکٹر سبط علی کی چہرہ دیکھنے لگی۔۔۔

بیٹا میں آپکو اسی بات کا احساس دلانا چاہتا تھا مرد جب غصے میں گھر چھوڑ کر جاتا ہے تو ویسے ہی واپس آجاتا ہے۔اسکے گھر سے جانے پر اسکی عزت پہ کوئی حرف نہیں آتا نہ اسکی بیوی کی عزت پر حرف آتا ہے لیکن عورت جب غصے میں گھر سے نکلتی ہے تو اپنی اور مرد دونوں کی عزت لیکر باہر آتی ہے وہ واپس بھی آئے تو دونوں کی عزت کم ہوجاتی ہے۔۔جھگڑا ہوا تھا، کوئی بات نہیں۔۔اس نے غصے میں برا بھلا کہہ دیا جانے کا کہہ دیا آپ گھر کے کسی دوسرے کمرے میں چلی جاتی وہ ہاتھ پکڑ کر تو نہیں نکال رہا تھا نا۔۔ صبح تک اسکا غصہ ٹھنڈا ہوجاتا۔۔ایک آدھ دن میں بات ختم ہوجاتی اتنا بڑا مسلہ نہ بنتا۔۔۔وہ رسانیت سے اسے سمجھا رہے تھے۔۔

مرد کے دل میں اس عورت کی کوئی عزت نہیں ہوتی جسے چھوٹی چھوٹی باتوں پہ گھر کی دہلیز پار کرنے کی عادت ہو۔۔اور یہ دوسری بار ہوا ہے۔۔۔اس نے چونک کر ڈاکٹر صاحب کو دیکھا۔۔

یاد ہے شادی کے دوسرے دن بھی آپ ناراض ہوکر سعیدہ اماں کے پاس رہ گئ تھی۔۔۔

امامہ نے نادم ہوکر سر جھکا لیا تھا۔۔اسے یہ واقعہ یاد نہیں رہا تھا۔۔۔

مرد کیساتھ انا کا مقابلہ کرنے والی عورت بیوقوف ہوتی ہے وہ اسے اپنا دشمن بنا لیتی ہے اکھڑ پن اور ضد سے مرد سے بات منوائ جاسکتی ہے لیکن اسکے دل میں اپنی محبت اور عزت نہیں بڑھائ جاسکتی۔۔اللہ نے آپکو محبت کرنے والا اور بہت سی خوبیوں والا شوہر دیا ہے اس نے آپکی عیب جوئی نہیں کی بلکہ آپ کو اپنے ساتھ لے گیا بہت کم مردوں میں یہ صفت ہوتی ہے۔تو اگر کبھی کوئ کوتاہی ہوجائے اس سے تو اسکی مہربانیاں یاد کر لیا کریں

وہ سر جھکائے خاموشی سے انکی باتیں سنتی رہی۔۔۔اگر میں یہ سب باتیں اس وقت آپکو سمجھاتا جب آپ یہاں آئ تھی تو آپ کبھی میری بات نہ سمجھتی۔۔آپکو لگتا کہ اگر اس وقت آپکے والدین ہوتے تو اس سچویشن میں آپکو سپورٹ کرتے اس لیئے یہ باتیں تب نہیں سمجھائ میں نے۔۔وہ ٹھیک کہہ رہے تھے وہ اسے اس وقت کچھ کہتے تو وہ بری طرح دلبرداشتہ ہوجاتی۔

اس نے کچھ کہے بغیر وہ پیپرز نکال کر انہیں دیئے جو سالار نے اسے دییے تھے۔یہ سالار نے دیئے ہیں مجھے لیکن مجھے اسکی ضرورت نہیں۔۔۔

ڈاکٹر سبط علی بے حد گہری مسکراہٹ کیساتھ وہ پیپرز پڑھتے رہیں، پھر ہنس پڑے۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس نے یہ بہت ناسب اور حکمت والا کام کیا ہے۔۔میں اپنے پاس آنے والے اکثرمردوں کو ان معاملات کے حوالے سے اسی طرح تصفیے کا کہتا ہوں اور کئ مردوں نے کیا بھی ہے سالار کے ذہن میں بھی وہی چیزیں ہے، لیکن اس نے آپکے لیئے کچھ زیادہ کردیا ہے۔۔

وہ پیپرز پر نظر ڈالتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔۔۔

لیکن میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ کچھ کہنا چاہتی تھی جب ڈاکٹر صاحب نے اسکی بات کاٹ دی۔۔۔

آپ بھی اسکا کچھ زیادہ خیال رکھا کریں۔۔۔

وہ اسے پیپرز لوٹا رہے تھے یہ جیسے گفتگو ختم کرنے کا ارادہ تھا۔۔۔۔

******------*****-----******

اس دن وہ پورا رستہ ڈاکٹر صاحب کی باتوں کے بارے میں سوچتی رہی انہوں نے اسے کبھی نصیحت نہیں کی تھی یہ پہلا موقع تھا۔کوئ نہ کوئ غلطی اس نے بھی محسوس کی تھی۔۔۔

تم ڈاکٹر صاحب کے پاس گئ تھی؟؟ سالار نے شام کو گھر آتے ہی سوال کیا۔۔

ہاں تمہیں کیسے پتا چلا؟؟ وہ کھانے کے برتن ٹیبل پر لگا رہی تھی۔۔

انہوں نے مجھے فون کیا تھا۔۔وہ گردن سے ٹائ نکالتے ہوئے بولا۔۔

اوہ۔۔۔کچھ کہا انہوں نے تم سے؟؟؟ اس نے سالار کا چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔

نہیں ویسے ہی کچھ دیر باتیں کرتے رہیں۔۔

امامہ کو محسوس ہوا وہ اس سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔۔ھمیشہ کی طرح کپڑے تبدیل کرنے کے لیئے بیڈروم میں جانے کی بجائے ٹائی نکال کر بے مقصد کچن کے کاؤنٹر سے ٹیک لگائے سلاد کھا رہا تھا۔

آج کیا ہے کھانے میں؟؟ شادی کے اتنے مہینوں میں پہلی دفعہ اس نے یہ سوال کیا تھا۔۔امامہ نے اسے بتایا لیکن وہ حیران ہوئی تھی۔

اور سویٹ ڈش؟؟؟ یہ سوال پہلے سے بھی زیادہ اچھنبے والا تھا۔۔وہ میٹھے کا شوقین نہیں تھا۔۔۔

کل چائینیز بنانا۔۔وہ ایک بار پھر حیرانی سے اسکا چہرہ دیکھنے لگی۔۔وہ کھانے کے معاملے میں فرمائشیں کرنے کا کہاں عادی تھا۔۔

کل بھی چائینیز تھا۔۔۔فریج سے پانی کی بوتل نکلتے ہوئے اس نے سالار کو جیسے یاد دلایا۔۔وہ گڑبڑا گیا۔۔۔

ہاں کل بھی چائینیز تھا کوئی بات نہیں کل پھر سہی۔۔۔

آئی مین اس میں کوئی ہرج نہیں۔۔امامہ نے صرف سر ہلایا۔۔وہ اب فریج سے چپاتیاں بنانے کے لیئے آٹا نکال رہی تھی۔۔

ایکوا بلیو کلر تم پہ بہت اچھا لگتا ہے۔۔اس نے حیرت سے سالار کو دیکھا۔۔۔

آ۔۔۔۔۔آ۔۔۔۔ایکوا بلیو نہیں ہے یہ؟؟ اس کی آنکھوں کے تاثر نے اسے گڑبڑایا تھا۔۔

سالار تمہارے ساتھ مسلہ کیا ہے/؟امامہ نے کہا۔۔۔

کیوں کیا ہوا؟؟ مجھے لگا یہ ایکوا بلیو ہے۔۔۔

یہ ایکوا بلیو ہی ہے۔۔اسی لیئے تو پوچھ رہی ہوں کہ مسلہ کیا ہے۔۔

وہ اسکی بات پہ ہنس پڑا۔۔پھر کچھ کہے بغیر آگے بڑھا اور اسے ساتھ لگالیا۔۔

میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔۔امامہ نے اسے کہتے سنا۔وہ جانتی تھی کہ وہ کس چیز کے لیئے شکریہ ادا کر رہا تھا۔۔

آئی ایم ریئلی سوری۔اینڈ آئی مین اٹ۔۔۔

وہ اب دوبارہ معذرت کر رہا تھا۔۔

آئی نو۔۔۔اس نے مدھم آواز میں کہا۔۔۔

آئی لو یو۔۔۔امامہ کا دل بھر آیا۔۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تمہیں کیسے پتا چلا کہ یہ ایکوا بلیو ہے۔؟

اپنی پوروں سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے امامہ نے بات بدلنے کی کوشش کی۔

تم ھمیشہ عجیب نام لیتی ہو کلرز کے۔ایکوا بلیو واحد عجیب نام تھاجو مجھے بلیو کلر کے لیئے اس وقت یاد آیا۔۔اس نے سادہ لہجے میں کہا۔۔۔وہ کھکھلا کر ہنس پڑی وہ کلر بلائنڈ تھا اسے اب اندازہ ہوچکا تھا۔۔

ویری سمارٹ۔۔اس نے جیسے اسے داد دی۔۔

یو تنگ سو۔۔وہ ہنسا۔۔۔

یس آئی ڈو۔۔۔

تھینک یو دن۔۔۔وہ کہتا ہوا کچن سے نکل گیا تھا۔۔۔

کچن کے وسط میں کھڑی وہ اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔۔

*******----*****-----****--****

کیا لو گی تم؟؟ سالار نے مینیو کارڈ پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔۔۔

میں تو شرمپ کی ڈشز میں سے کوئی ٹرائی کروں گا۔۔۔۔

وہ اسلام آباد میں دوسری بار کھانا کھانے نکلے تھے۔۔پندرہ منٹ بعد کھانا سرو ہوگیا اور کھانا کھانے کے دوران ویٹر نے ایک چٹ لاکر سالار کو دی اس نے حیرانی سے چٹ پر لکھی تحریر کو دیکھا۔۔۔۔

آپ یہ جگہ فوراً چھوڑ دے۔سالار نے حیرانی سے سر اٹھا کے ویٹر کو دیکھا۔۔۔یہ کیا ہے/؟؟

اس نے ویٹر سے پوچھا۔اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتا ایک کرنٹ اسے چھو کر گزرا۔۔وہ جان گیا تھا کہ وہ کیا تھا۔۔

بے حد برق رفتاری سے چند کرنسی نوٹ نکال کر اس نے ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس نے ویٹر کو بل کلیئر کرنے کا کہا۔۔۔امامہ حیرانی سے اسکی شکل دیکھنے لگی۔۔

کھانا چھوڑ دو ہمیں جانا ہے۔۔اس نے کھڑے ہو کر کہا۔۔

لیکن کیوں۔۔۔وہ نہ سمجھی تھی۔۔

امامہ یہ تمہیں باہر جاکر بتاتا ہوں تم بیگ لے لو اپنا۔۔وہ کرسی دھکیلتا ہوا پلٹا اور پھر ساکت ہو گیا۔۔انہیں نکلنے میں دیر ہو گئی تھی۔۔اس نے کچھ فاصلے پر امامہ کے والد اور بڑے بھائی کو دیکھا اور وہ انہی کی طرف آرہے تھے۔۔

وہ برق رفتاری سے امامہ کی کرسی کی طرف آیا۔۔امامہ ٹیبل کے نیچھے اپنے قدموں میں رکھا ہوا بیگ اٹھا رہی تھی اس نے ابھی انہیں آتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔۔سالار کے اپنے قریب آنے پر بیگ اٹھاتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے بھی اپنی فیملی کے افراد کو اپنی طرف آتا دیکھا۔۔ایک لمحہ میں اسکا خون خشک ہو گیا۔۔سالار نے کچھ کہنے کی بجائے اسے اپنے اوٹ میں کیا۔۔۔

سامنے سے ہٹو۔۔۔ہاشم مبین نے پاس آتے ہی بلند آواز میں اس سے کہا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

آس پاس ٹیبلز پہ بیٹھے لوگ یکدم انکی طرف متوجہ ہوئے۔۔نہ صرف کسٹمرز بلکہ ویٹرز بھی۔۔

آپ ھمارے ساتھ گھر چلیں وہاں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔۔۔سالار نے تحمل سے ہاشم مبین کو کہا۔۔۔

اس نے جواباً ایک گالی دیتے ہوئے اسے گریبان سے پکڑا اور کھینچ کر ایک طرف ہٹانے کی کوشش کی۔۔وسیم اور عظیم سے امامہ کو وہاں سے لے جانے کا کہا۔۔ہاشم کے برعکس وسیم اور عظیم دونوں

کچھ متامل تھے۔۔وہ جانتے تھے اس طرح زبردستی اس ریسٹورنٹ سے کسی کو ہال سے باہر نہیں لے جاسکتے کیونکہ سیکیورٹی کا سامنا کیئے بغیر امامہ کو بحفاظت وہاں سے لے جانا مشکل تھا۔

وہ سالار کے عقب میں اسکی شرٹ پکڑے تھر تھر کانپتی ہوئی تقریباً اس سے چپکی ہوئی تھی ۔۔۔جب ہاشم نے سالار کا گریبان پکڑتے ہوئے اسے کھینچا۔۔۔۔۔

سالار نے اپنا دفاع کرتے ہوئے گریبان چھڑاتے ہاشم مبین کو ذرا سا پیچھے دھکیلا۔انکے لیئے یہ دھکا کافی ثابت ہوا۔وہ پیر پھسلنے سے بے اختیار نیچھے گرے۔۔ریسپشن تب تک باہر موجود سیکورٹی کو انفارم کر چکا تھا۔۔اس دھکے نے عظیم کو بھی مشتعل کردیا تھا وہ بھی بلند آواز سے گالیاں دیتے ہوئے جوش میں آیا اور بے حد غیر متوقع انداز میں سالار کے جبڑے پر ایک گھونسا رسید کیا۔۔چند لمحوں کے لیئے اسکی آنکھوں کے سامنے جیسے اندھیرا چھا گیا وہ اسکے لیئے بلکل بھی تیار نہیں تھا۔وہ ذرا سا جھکا اور عظیم اسکے پیچھے کھڑی امامہ تک جاپہنچا۔اس نے کانپتے ہوئے سالار کے پیچھے چھپنے کی کوشش کی لیکن عظیم نے اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے نہ صرف سالار سے الگ کرنے کی کوشش کی بلکہ اسکے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔۔سالار تب تک سنبھل کر سیدھا ہوکر اسے چھڑانے کے لیئے پلٹا تھا جب اسکے بائیں کندھے کی پشت پر درد کی ایک تیز لہر اٹھی اس نے ہونٹ بھینچ کر اپنی چیخ روکی۔۔وہ ہاشم مبین تھے جس نے ٹیبل پر پڑا ہوا چاقو اس کی پشت میں مارنے کی کوشش کی۔لیکن آخری لمحے میں ہلنے کی وجہ سے وہ اسکے بائیں کندھے میں جا کر لگا تھا۔۔

سیکورٹی اور دوسرے ویٹرز تب تک قریب پہنچ چکے تھے اور ان تینوں کو پکڑ چکے تھے۔۔امامہ نے نہ تو ہاشم مبین کو سالار کو وہ چاقو ماتے دیکھا تھا اور نہ ہی سالار کو چاقو کندھے سے نکالتے

دیکھا۔۔سالار اپنی جینز کی جیب سے سیل نکال کر سکندر کو فون پر وہاں آنے کے لیئے کہہ رہے تھے اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے لیکن اسکے باوجود اپنا لہجہ نارمل رکھ کر سکندر سے بات کر رہا تھا۔۔وہ اپنے کندھے سے کمر تک خون کی نمی محسوس کر رہا تھا۔

آپ کو فرسٹ ایڈ کی ضرورت ہے آپ آجایئے۔۔مینجر نے اس کے پشت پر بہنے والے خون کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔

امامہ نے مینجر کی اس بات پر حیران ہوکر سالار کو دیکھا وہ اب فون ہر بات ختم کر رہا تھا۔۔امامہ نے اس کے ہاتھ کو پہلی بار نوٹس کیا تھاجو وہ کندھے کے اوپر رکھے ہوئے تھا۔۔

کیا ہوا ہے؟؟ امامہ نے قدرے سراسیمگی کے عالم میں پوچھا۔۔

کچھ نہیں۔۔۔سالار نے اپنا بازو سیدھا کیا۔۔امامہ نے اسکی خون آلود انگلیاں دیکھی۔۔اس نے سمجھا شاید اسکا ہاتھ زخمی ہے۔

اسے کیا ہوا؟؟ اس نے کچھ حواس باختہ ہوکر پوچھا۔۔اس نے جواب دینے کی بجائے قریبی ٹیبل سے نیپکن اٹھا کر اپنے ہاتھ صاف کرتے ہوئے امامہ کو چلنے کا اشارہ کیا۔۔وہ مینجر کے کمرے میں آگئے۔۔وہ پولیس کو جال کر چکا تھا۔اور اب وی پولیس کے آنے تک انہیں وہاں روکنا چاہتا تھا لیکن سالار زخمی تھا اسے فرسٹ ایڈ کی ضرورت تھی۔۔امامہ نے پہلی بار سا لار کی خون آلود پشت دیکھی اور دھک سے رہ گئ تھی۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اگلے پانچ منٹ میں پولیس ایمبولینس اور سکندر آگے پیچھے پہنچے تھے۔۔سکندر کے آتے ہی سالار نے امامہ کو گھر کی بجائے فوری طور پر کہی اور بھیجنے کا کہا۔۔سکندر خود سالار کو ہاسپٹل لیجارہے تھے۔۔وہ چاہنے کے باوجود اس سے یہ نہ کہہ سکی کہ وہ اسکے ساتھ جانا چاہتی ہے۔

سکندر نے اسے فوری طور پر اپنے بڑے بھائی شاہنواز کے گھر بھیج دیا۔۔

وہ وہاں بت کی طرح آکر گیسٹ روم میں بیٹھ گئی۔سالار کو کسی نے چاقو سے زخمی کرلیا تھا یہ اس نے سن لیا تھا مگر یہ اسکے باپ نے کیا تھا یا بھائیوں میں سے کسی نے۔۔۔یہ وہ نہ جان سکی۔۔۔

ریسٹورنٹ کی سیکیورٹی نے پولیس کے آنے تک ان تینوں کو ایک کمرے میں بند کردیا تھا۔

اسے ابھی آئے ہوئے پانچ منٹ ہی ہوئے تھے کہ سالار کی کال آگئی۔

تم پہنچ گئی۔۔۔اس نے امامہ کی آواز سنتے ہی کہا۔۔۔

ہاں۔۔تم کہاں ہو؟؟

ابھی کلینک پر ہوں۔۔سالار نے کہا۔۔

اور ابو؟؟؟

پاپا ساتھ ہیں میرے۔۔۔سالار نے اسکے لف ظوں پر غور نہیں کیا۔۔

میں اپنے ابو کا پوچھ رہی ہوں۔۔اس نے بے ساختہ کہا۔۔۔

اسے امامہ کی یہ تشویش بہت بری لگی۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ تینوں پولیس کسٹڈی میں ہیں یہاں سے فارغ ہو کر ھم وہی جائینگے۔۔امامہ کا دل ڈوبا۔۔

باپ اور بھائیوں کے حوالات میں ہونے کے تصور نے چند لمحوں کے لیئے اسے سالار کے زخمی ہونے سے لاپرواہ کر دیا۔۔

السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ آپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،ارٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو

ابھی ای میل کریں۔

samiyach02@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Fb/Page/Social Media Writers .Official

Fb/Pg/Kitab Nagri

samiyach02@gmail.com

سالار انہیں پلیز معاف کر دو۔۔۔اور ریلیز کروادو۔۔

سکندر اس وقت اسکے پاس تھے۔۔وہ امامہ سے کچھ کہہ نہ سکا لیکن وہ خفا ہوا تھا۔۔وہ اس سے زیادہ اپنی فیملی کے لیئے پریشان تھی۔۔

وہ زخمی تھا لیکن اس نے یہ تک پوچھنے کی زحمت نہیں کی کہ وہ اب کیسا ہے؟

میں تم سے بعد میں بات کروں گا۔۔اس نے کچھ کہنے کی بجائے فون بند کردیا.

کلینک میں اس کے چیک اپ میں ایک گھنٹہ لگ گیا۔خوش قسمتی سے اسکی کوئی رگ کو نقصان نہیں پہنچا تھا۔۔۔

کلینک میں ہی سکندر کی فیملی کے افراد نے آنا شروع کردیااور سالار کو سکندر کے اشتعال سے اندازہ ہوگیا تھا کہ یہ معاملہ سنجیدہ نوعیت اختیار کرگیا ہے وہ خود بے حد ناراض ہونے کے باوجود معاملے کو ختم کرنے کے خواہشمند تھے لیکن سکندر نہیں مان رہے تھے۔۔۔

امامہ نے دو بار سالار سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن ایک دفعہ اس نے فون نہیں اٹھایا اور دوسری دفعہ اس نے فون بند کردیا۔۔۔یہ دوسری بار ہوا تھا کہ اس نے اپنا سیل اسکی وجہ سے آف کیا تھا۔۔۔

کیوں پیروی نہ کروں اس کیس کی؟؟؟ انہیں چھوڑ دوں تاکہ اگلی بار وہ تمہیں شوٹ کردے۔۔۔

اس نے ہسپتال سے پولیس سٹیشن جاتے ہوئے گاڑی میں سکندر سے کہا تھا۔۔میں بات بڑھانا نہیں چاہتا۔۔

بات بڑھ چکی ہے اب اور اسکی ابتدا انہوں نے ہی کی ہے۔۔سکندر بے حد مشتعل تھے۔۔۔پاپا وہ امامہ کی فیملی ہے۔۔اس نے بلآخر کہا۔۔

نہیں۔۔۔۔وہ امامہ کی فیملی تھی۔۔اگر اسے امامہ کی پرواہ ہوتی تو اسکے شوہر پر کبھی ہاتھ نہ اٹھاتے۔اور اگر انہیں پرواہ نہیں تو امامہ کو بھی انکی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔۔یہ ایک حد تھی جو میں کبھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ پار کرے لیکن انہوں نے یہ حد پار کرلی ہے۔میری فیملی میں سے کسی کو تکلیف پہنچے گی تو میں ہاشم فیملی کو کسی سیف ہیون میں نہیں رہنے دوں گا میں انہیں انہی کی زبان میں جواب دوں گا یہ بات تم اپنی بیوی کو بتا بھی دو اور سمجھا بھی دو۔۔

پاپا پلیز اس ایشو کو حل ہونا چاہیئے۔۔سالار نے باپ سے کہا۔۔

یہ خواہش انکو کرنی چاہیئے تب ہی یہ مسلہ حل ہو گا۔اسے میرے بیٹے کو ہاتھ لگانے کی جرات کیسے ہوئی اسکا خیال ہے میں یہ غنڈہ گردی براشت کرلوں گا؟؟ اب وہ مجھے پولیس سٹیشن سے نکل کر دکھائے۔۔انہیں ٹھنڈا کرنے کی ہر کوشش ناکام ہورہی تھی۔

معاملہ کس حد تک بڑھ جائے گا اسکا اندازہ سالار کو نہیں تھا۔یہ صرف دو بارسوخ فیملیز کا مسلہ نہیں رہا تھا بلکہ یہ کمیونٹیز کا مسلہ بن گیا تھا۔اسلام آباد پولیس کے تمام اعلیٰ افسران اس معاملے کو حل کرنے کے لیئے وہاں موجود تھے۔ہاشم مبین کو سب سے زیادہ مسلہ ریسٹورنٹ کی انتظامیہ کی وجہ سے ہورہا تھا جہاں یہ سب کچھ ہوا۔۔

ابتدائی غصے اور اشتعال کے بعد بلآخر ہاشم فیملی نے واقعے کی سنگینی کو محسوس کرنا شروع کردیا مگر مسلہ یہ ہورہا تھا کہ سکندر فیملی کسی قسم کی لچک دکھانے کو تیار نہ تھے۔۔

فجر تک وہاں بیٹھنے کے بعد بھی مسلے کا کوئی حل نہیں نکلا اور وہ گھر واپس آگئے۔۔

سالار واپسی پر سارا رستہ سکندر کو کیس واپس لینے پر قائل کرتا رہا اور ناکام رہا۔۔

شاہنواز کے گھر گیسٹ روم میں داخل ہوتے ہی امامہ نے اس سے پوچھا۔

ابو اور بھائی ریلیز ہوگئے؟؟ اسکا دماغ گھوم گیا تھا۔واحد چیز جسکی امامہ کو پرواہ تھی وہ یہ تھی کہ اسکے ابو اور بھائی ریدیکھا۔۔ئے۔اسکا زخم کیسا تھا۔اسکی طبیعت کیسی تھی۔امامہ کو جیسے اس سے کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی۔۔

نہیں۔۔۔اور ہونگے بھی نہیں۔۔۔وہ بے حد خفگی سے کہتا ہوا واش روم چلاگیا۔۔۔پین کلرز لینے کے باوجود اس وقت تک جاگتے رہنے کی وجہ سے اسکی حالت واقعی خراب تھی اور رہی سہی کسر امامہ کی عدم استحکام وجہی نے ہوری کردی تھی۔۔۔

وہ پولیس سٹیشن میں ہیں/؟اسکے واش روم سے نکلتے ہی اس نے سرخ سوجی ہوئی آنکھوں کیساتھ اس سے پوچھا تھا۔۔۔وہ جواب دیئے بغیر بیڈ پر کروٹ کے بل لیٹ گیا۔۔اور آنکھیں بند کرلی۔۔

وہ اٹھ کر اسکے پاس آکر بیٹھ گئ

کیس واپس لے لو سالار۔۔۔انہیں معاف کردو. اسکے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے ملتجیانہ انداز میں اس سے کہا۔۔سالار نے آنکھیں کھول دی۔۔۔

امامہ میں اس وقت سونا چاہتا ہوں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔۔

میرے ابو کی کتنی عزت ہے شہر میں۔۔وہ وہاں کیسے رہ رہے ہونگے اور کیسے برداشت کر رہے ہونگے یہ سب کچھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ رونے لگی۔۔۔

عزت صرف تمہارے ابو کی ہے /؟میری۔۔میرے ماں باپ۔۔۔میری فیملی کی کوئی عزت نہیں۔۔۔۔۔۔؟؟

وہ بے ساختہ کہہ گیا۔۔وی سر جھکائے ہونٹ کاٹتے ہوئے روتی رہی.

یہ سب میری وجہ سے ہوا۔مجھے تم سے شادی نہیں کرنی چاہیئے تھی۔۔

تمہارے پاس ہر چیز کی وجہ شادی ہے۔۔تم میرے ساتھ شادی کر کے جہنم میں آگئ ہو۔۔شادی نہ ہوئی ہوتی تو جنت میں ہوتی تم۔۔ہے نا۔۔۔وہ بری طرح برہم ہوا۔۔

میں تمہیں تو الزام نہیں دے رہی میں تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس نے خائف ہوتے ہوئے کچھ کہنا چاہا

۔۔

کچھ میرے ساتھ بھی وفاداری کا مظاہرہ کرو۔۔۔ویسی وفاداری جیسے تم اپنے باپ اور بھائیوں کے لیئے دکھا رہی ہو۔۔۔وہ بول نہیں سکی۔۔اس نے جیسے اسے جوتا کھینچ مارا تھا۔۔اسکا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔۔۔

وہ ایک لفظ کہے بغیر اسکے بستر سے اٹھ گئی سالار نے آنکھیں بند کرلی۔۔

دوبارہ اسکی آنکھ ساڑھے بارہ بجے کندھے میں ہونے والی تکلیف سے کھلی۔اسے ٹمپریچر بھی ہو رہا تھا۔کندھے کو حرکت دینا مشکل ہو گیا تھا۔۔بستر سے اٹھتے ہی اسکی نظر امامہ پر پڑی۔۔وہ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔۔وہ رکے بغیر واش روم چلا گیا.

نہا کر تیار ہونے کے بعد وہ باہر نکلا اور امامہ سے بات کیئے بغیر وہ بیڈروم سے چلا گیا۔۔اسے اپنا آپ وہاں اجنبی لگنے لگا تھا وہ واحد انسان تھا جو اسکی سپورٹ تھا اب وہ بھی اس سے برگشتہ ہو رہا تھا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میں کیس واپس لے رہا ہوں۔۔لنچ ٹیبل پر بیٹھے اس نے اعلانیہ انداز میں کہا۔۔۔پورے ٹیبل پر ایک دم خاموشی چھا گئی۔وہاں سکندر کیساتھ شاہنواز اور اسکی فیملی بھی تھی۔۔

میں نے اس پورے معاملے کے بارے میں سوچا ہے اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔طیبہ نے بے حد تلخی سے اسکی بات کاٹی۔۔

تم سوچنا کب کا چھوڑ چکے ہو۔۔۔یہ تمہاری بیوی کی پڑھائی گئی پٹی ہے۔۔

ممی۔۔۔۔امامہ کو اس ساری ایکویشن سے نکال دیں۔

اچھا تو پھر اسے طلاق دیکر اس مسلہ کو ختم کردو۔

وہ ماں کا چہرہ دیکھتا رہا پھر اس نے ہاتھ میں پکڑا کانٹا رکھ دیا۔۔

یہ میں کبھی نہیں کروں گا۔۔

تو پھر ہم بھی وہ نہیں کرینگے جو تم چاہتے ہو۔امامہ کے باپ اور بھائی جیل میں رہینگے۔۔طیبہ نے بھی اسکے انداز میں کہا۔۔۔

کیس واپس لینے کا مطلب ہے انکو شہہ دینا۔۔تم پوری فیملی کو خطرے میں ڈال رہے ہو۔۔شاہنواز نے مداخلت کی۔۔۔

رسک تو کیس چلنے کی صورت میں بھی ہو گا۔۔۔وہ جانتا تھا وہ جو کہہ رہا ہے اس سے پوری فیملی کی کتنی ملامت اسے ملنے والی تھی۔۔وہ امامہ کو خوش کرسکتا تھا یا اپنی فیملی کو۔۔۔اور اپنی فیملی کو ناخوش کرنا اسکے لیئے زیادہ بہتر تھا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ رات کے نو بجے تک ویسے ہی کمرے میں بیٹھی رہی۔۔سالار کا کوئ اتا پتا نہیں تھا۔وہ تھکن کے عالم میں صوفے پر کب سوگئ اسے انداۃ نہیں ہوا۔۔

رات گئے اسکی آنکھ سالار کے کندھا ہلانے پر کھلی تھی۔وہ ہڑبڑا گئ۔

اٹھ جاؤ ہمیں جانا ہے۔۔وہ کمرے سے اپنی چیزیں سمیٹ رہا تھا۔

وہ کچھ دیر بیٹھی آنکھیں رگڑتی رہی.

کیس واپس لے لیا ہے میں نے تمہاری فیملی ریلیز ہو گئ ہے۔وہ ٹھٹکی تھی۔

وہ بیگ کی زپ بند کر رہا تھا۔۔کسی نے جیسے امامہ کے کندھوں سے منوں بوجھ ہٹادیا تھا۔۔اسکے چہرے پر آنے والے اطمینان کو وہ نوٹس کیئے بغیر نہ رہ سکا۔۔۔

اسکے پیچھے باہر لاؤنج میں آتے ہوئے اس نے ماحول میں موجود تناؤ اور کشیدگی محسوس کی تھی۔۔۔شاہنواز اور سکندر دونوں ہی بے حد سنجیدہ تھے اور طیبہ کے ماتھے پر شکنیں تھی۔وہ نروس ہوئ تھی۔وہ سالار کیساتھ جس گاڑی میں تھی وہ ڈرائیور چلا رہا تھا۔سالار پورا رستہ کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا۔اور گہری سوچ میں ڈوبا رہا۔۔

گھر پہنچنے کے بعد بھی سب کی خاموشی اور سرد مہری ویسی ہی تھی۔۔سالار طیبہ اور سکندر سے باہر لاؤنج میں بیٹھ گیا اور وہ کمرے میں آ گئ۔۔

آدھا گھنٹہ بعد ملازم اسے کھانے پہ بلانے آیا تھا۔۔

اسکی آمد سے کوئ خاص ردعمل نہیں ہوا. صرف سالار اپنی پلیٹ میں کچھ ڈالے بغیر اسکا انتظار کر رہا تھا۔اس کے بیٹھنے پر اسی نے اس سے پوچھتے ہوئے چاول کی ڈش اسکی طرف بڑھائ اور پھر کھانے کے دوران وہ بغیر پوچھے کچھ نہ کچھ اسکی طرف بڑھاتا گیا۔۔۔

وہ کھانے کے بعد بیڈروم میں سالار کیساتھ ہی آئ تھی وہ ایک دفعہ پھر بات چیت کیئے بغیر سونے کے لیئے لیٹ گیا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار۔۔۔۔آنکھیں بند کیئے اسکی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ جواب دے یا نہ دے۔۔

سالار۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بولو۔۔۔بلآخر اس نے کہا۔۔

زخم گہرا تو نہیں تھا؟؟ نرم آواز سے اس نے پوچھا تھا۔

کون سا والا؟؟ ٹھنڈے لہجے میں کیا ہوا سوال اسے لاجواب کر گیا.۔۔۔

تمہیں درد تو نہیں ہو رہا؟؟

اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے سوال بدلا تھا۔۔۔

اگر ہو بھی تو کیا فرق پڑتا ہے۔۔میرا زخم ہے۔میرا درد ہے۔۔

وہ پھر لاجواب ہوئی۔۔

بخار ہورہا ہے تمہیں کیا؟؟ اسکا ہاتھ کندھے سے ہٹ کر پیشانی پہ گیا.۔۔اسکا ہاتھ ہٹاتے ہوئے سالار نے بیڈ سائڈ لیمپ آن کر دیا۔

امامہ تم وہ کیوں نہیں پوچھتی جو پوچھنا چاہتی ہو؟؟ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا اس نے۔

وہ چند لمحے بے بسی سے اسے دیکھتی رہی پھر جیسے ہتھیار ڈال دیئے۔۔

ابو سے کیا بات ہوئی تمہاری؟؟

اس نے جواب میں ہاشم مبین کی گالیوں کو بے حد بلنٹ انداز میں انگلش میں ٹرانسلیٹ کیا۔۔امامہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔۔

میں گالیوں کا نہیں پوچھ رہی ویسے کیا کہا تھا انہوں نے۔۔۔

امامہ نے خفگی سے اسکی بات کاٹ دی۔۔

اوہ سوری۔۔۔انکی گفتگو میں ستر فیصد گالیاں تھی اور کتنا ایڈیٹ کرونگا۔۔باقی باتوں میں انہوں نے مجھے کہا کہ میں سور ہوں لیکن کتے کی موت کروں گااور جو کچھ میں نے انکی بیٹی کیساتھ کیا وہ میری بیٹی اور بہن کیساتھ ہو۔۔اسکے لیئے وہ خصوصی طور پہ بد دعا فرمائیں گے۔۔تمہارے لیئے بھی انکے کچھ پیغامات ہیں لیکن وہ اس قابل نہیں کہ تمہیں بتا سکوں۔۔یہ تھی انکی گفتگو۔۔وہ نم آنکھوں کیساتھ گنگ بیٹھی اسکا چہرہ دیکھتی رہی۔

انہوں نے تم سے ایکسکیوز نہیں کی؟ بھرائی آواز میں اس نے پوچھا.

کی تھی انہوں نے۔۔۔انہیں بڑا افسوس تھا کہ اس وقت انکے پاس کوئی پسٹل کیوں نہیں تھا یا کوئی اچھا والا چاقو۔۔کیونکہ وہ مجھے زندہ سلامت دیکھ کر بے حد ناخوش تھے۔۔اسکا لہجہ طنزیہ تھا۔۔

پھر تم نے کیس کیوں ختم کردیا۔۔۔؟؟

تمہارے لیئے کیا۔۔۔اس نے دو ٹوک انداز میں کہا۔۔وہ سر جھکا کر رونے لگی۔

میں تم اور تمہاری فیملی سے کتنی شرمندہ ہوں میں بتا نہیں سکتی۔۔اس سے تو اچھا تھا وہ مجھے مار دیتے۔۔۔۔

میں نے تم سے کوئی شکایت کی ہے؟؟ وہ سنجیدہ تھا۔۔

نہیں۔۔۔لیکن تم مجھ سے ٹھیک طرح بات نہیں کر رہے کوئی بھی نہیں کر رہا۔

میں کل رات سے خوار ہورہا تھا مجھے تو تم رہنے دو مجھے اس حوالے سے تم سے کوئی شکایت نہیں لیکن جہاں تک میری فیملی کا تعلق ہے تو وہ تھوڑا بہت تو ری ایکٹ کرینگے۔۔۔یہ فطری بات ہے۔۔دو چار ہفتے گزر جائیں پھر سب ٹھیک ہوجائیں گے۔۔اس نے رسانیت سے کہا۔۔

امامہ نے بھیگی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

میری کوئی عزت نہیں کرتا۔۔۔

سالار نے اسکی بات کاٹ دی۔۔یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو۔۔کسی نے تم سے کچھ کہا؟؟ پاپا نے؟ ممی نے ی کسی اور نے؟

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

کسی نے کچھ نہیں کہا لیکن۔۔۔۔۔۔

سالار نے پھر اسکی بات کاٹ دی۔۔اور کوئی کچھ کہے گا بھی نہیں تم سے۔جس دن تم سے کوئی کچھ کہے تب کہنا کہ تمہاری عزت نہیں کرتا کوئی۔۔۔وہ بے حد سنجیدہ تھا۔۔۔

میں تمہیں کبھی اپنے باپ کے گھر بھی نہیں لیکر آتا اگر مجھے یہ حدشہ ہوتا کہ تمہیں عزت نہیں ملے گی۔تم سے شادی جیسے بھی ہوئی تھی تم میری بیوی ہو اور ہمارے سرکل میں ایسا کوئی نہیں جو یہ بات نہیں جانتا۔۔

اب یہ رونا دھونا بند کردو۔۔۔اس نے قدرے جھڑکنے والے انداز میں کہا۔

ساڑھے چھ بجے کی فلائٹ ہے۔۔سو جاؤ اب۔اس نے آنکھیں بند کرلی وہ اسکا چہرہ دیکھنے لگی۔۔کچھ بھی کہے بنا وہ اسکے سینے پہ سر رکھ کر لیٹ گئی یہ پرواہ کیئے بغیر کہ اسکے سر رکھنے سے اسکے کندھے میں تکلیف ہوسکتی ہے۔۔وہ جانتی تھی وہ اسے کبھی نہیں ہٹائے گا۔۔اور سالار نے اسکو نہیں ہٹایا۔۔بازو اسے گرد حمائل کرتے ہوئے اس نے دوسرے ہاتھ سے لائٹ آف کردی۔۔

ممی ٹھیک کہتی ہے۔۔۔اس کے سینے پہ سر رکھے اس نے سالار کو بڑبڑاتے سنا۔۔

کیا؟؟ وہ چونکی۔۔۔

تم نے مجھ پر جادو کیا ہوا ہے۔۔۔وہ ہنس پڑی۔۔۔

&---**---****-----****-----*****---***

اس واقعے کے چند ہفتوں بعد وہ لاہور میں بھی بڑے محتاط رہے لیکن آہستہ آہستہ ہر ڈر اور خوف ختم ہونے لگا۔امامہ کی فیملی کی طرف سے اس بار اسطرح کی دھمکیاں بھی نہیں ملی تھی جیسی امامہ کے چلے جانے کے بعد وہ سکندر کو دیتے تھے۔۔

پولیس سٹیشن میں تصفیہ کے دوران سکندر نے ہاشم مبین کو صاف صاف بتا دیا تھا کہ سالار اور امامہ کو کسی بھی طرح پہنچنے والے نقصان کی ذمہ داری وہ ہاشم کے خاندان کے علاوہ کسی پہ نہیں ڈالے گے۔۔۔

سالار نے ٹھیک کہا تھا کچھ عرصہ بعد انکی فیملی کا رویہ بھی امامہ کیساتھ ٹھیک ہوگیا طیبہ کی تلخی بھی ختم ہوگئ اور اس میں زیادہ ہاتھ امامہ کا ہی تھا وہ فطرتاً صلح جو اور فرمانبرار تھی اور احسان مند ہونے کے لیئے اتنا کافی تھا کہ وہ اس انسان کی فیملی تھی جو اسے سر پہ آٹھائے پھرتا تھا۔

*****-------********---*****

کوئ وسیم ہاشم صاحب ملنا چاہتے ہیں آپ سے۔۔اپنی آفس کی کرسی میں جھولتا سالار ایک دم ساکت ہوگیا۔۔

کہاں سے آئے ہیں؟؟

اسلام آباد سے۔۔ کہہ رہے ہیں کہ آپکے دوست ہیں۔ریسپشنسٹ نے مزید بتایا۔۔

بھیج دو۔۔۔اس نے انٹرکام رکھ دیا اور خود سیدھا ہوکر بیٹھ گیا۔۔وسیم کے آنے کا وہاں مقصد کیا تھا۔۔وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر کرسی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا تب وسیم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔۔ایک لمحے کے لیئے دونوں ساکت ہوئے۔۔پھر سالار نے ہاتھ بڑھایا۔۔ایک طویل عرصے کیبعد دونوں کی ہونے والی یہ پہلی ملاقات تھی۔۔

کیا لوگے؟ چائے؟ کافی؟ سالار نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

کچھ نہیں۔۔۔میں صرف چند منٹ کے لیئے آیا ہوں۔۔وسیم نے جواباً کہا۔۔وہ دونوں کسی زمانے میں گہرے دوست تھے لیکن اس وقت انکو اپنے درمیان موجود تکلف کی دیوار کو ختم کرنا بلکل مشکل لگ رہا تھا۔

سالار نے دوبارہ کچھ پوچھنے کی بجائے انٹر کام اٹھا کر چائے کا آرڈر دے دیا۔۔۔

امامہ کیسی ہے؟؟ اسکے ریسیور رکھتے ہی وسیم نے پوچھا۔۔

شی از فائن۔۔سالار نے نارمل انداز میں جواب دیا۔۔

میں اس سے ملنا چاہتا تھا تمہارے گھر کا ایڈریس تھا میرے پاس لیکن میں تم سے پوچھنا چاہتا تھا ۔۔وسیم نے جتانے والے انداز میں کہا۔۔

ظاہر ہے تمہیں یہ پتا چل سکتا ہے کہ میں کہاں کام کرتا ہوں تو ہوم ایڈریس معلوم کرنا زیادہ مشکل نہیں تھا۔سالار نے معمول کے انداز میں کہا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میں ملنا چاہتا ہوں اس سے۔۔۔۔وسیم نے کہا۔

مناسب تو شاید نہ لگے لیکن پھر بھی پوچھوں گا۔۔کس لیئے۔۔۔؟؟سالار نے جواباً فرینک انداز میں کہا.

کوئی وجہ نہیں ہے میرے پاس. وسیم نے جواباً کہا۔اس دن ریسٹورنٹ میں جو چٹ۔۔۔۔

وہ تم نے بھیجی تھی میں جانتا ہوں۔۔سالار نے اسکی بات کاٹی تھی۔وسیم ایک لمحے کے لیئے بول نہ سکا۔۔

تم نے اور امامہ نے جو کچھ کیا وہ بہت غلط کیا۔لیکن اب جو بھی ہوا وہ ہوچکا۔۔میں امامہ سے ملنا چاہتا ہوں۔۔۔

تمہاری فیملی کو پتا ہے؟ سالار نے پوچھا۔۔

نہیں۔۔۔انہیں اگر پتا چل گیا تو وہ مجھے گھر سے نکال دینگے۔۔سالار اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا سچ اور جھوٹ جانچنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔اسکی نیت کیا تھی وہ یہ اندازہ نہیں کرسکتا تھا۔لیکن وہ اور امامہ ایک دوسرے کے بہت قریب تھے وہ یہ جانتا تھا۔لیکن سالار کے لیئے پھر بھی یہ مشکل تھا کہ اسے ملنے کی اجازت دے۔

وسیم میں نہیں سمجھتا کہ اب اسکا کوئی فائدہ ہے۔امامہ میرے ساتھ خوش ہے اپنی زندگی میں سیٹلڈ ہے۔میں نہیں چاہتا وہ اپ سیٹ ہوجائے یا اسے کوئی نقصان پہنچے۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میں نا تو اسے اپ سیٹ کرنا چاہتا ہوں نا ہی اسے کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہوں۔۔۔میں بس کبھی کبھی اس سے ملنا چاہتا ہوں۔وسیم نے بے تابی سے کہا۔۔

میں اس پر سوچوں گا وسیم لیکن یہ بڑا مشکل ہے۔۔میں نہیں چاہتا کہ کوئی تمہیں استعمال کر کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وسیم نے اسکی بات کاٹ دی۔۔

میں بھی نہیں چاہتا کہ اسے کوئی نقصان پہنچے۔ایسی کوئی خواہش ہوتی تو اتنے سالوں میں تم سے پہلے رابطہ کرلیا ہوتا۔میں جانتا تھا وہ شادی کر کے تمہارے ساتھ گئی تھی۔تم انوالوڈ تھے پورے معاملے میں لیکن میں نے فیملی کو یہ نہیں بتایا۔۔

سالار ایک لمحے کے لیئے ٹھٹکا پھر اس نے کہا۔۔وہ اتنے عرصے سے میرے ساتھ نہیں تھی

نہیں ہوگی۔۔لیکن وہ تم سے شادی کر کے گئی تھی۔یہ میں جانتا تھا۔۔

میں سوچوں گا وسیم۔۔۔سالار نے بحث کرنے کی بجائے پھر وہی جملہ دہرایا۔۔وسیم مایوس ہوا تھا۔۔۔

میں دو دن کے لیئے ہوں لاہور میں۔۔اور یہ میرا کارڈ ہے۔میں اس سے واقعی ملنا چاہتا ہوں۔۔وسیم نے کارڈ اسکے سامنے ٹیبل پر رکھ دیا اس رات وہ خلاف معمول کچھ زیادہ ہی پریشان تھا۔۔امامہ نے نوٹس کیا لیکن وجہ معلوم نہیں تھی اسکو۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ کھانے کے بعد کام کرنے کے لیئے معمول کے مطابق اسٹڈی میں جانے کی بجائے اسکے پاس آکر لاؤنج میں بیٹھ گیا۔۔پانچ دس منٹ کی خاموشی کے بعد امامہ نے بلآخر ایک گہرا سانس لیکر اسے کہتے سنا۔۔

امامہ۔۔۔اگر تم وعدہ کرو کہ تم خاموشی اور تحمل سے میری بات سنو گی آنسو بہائے بغیر تو مجھے تم سے کچھ کہنا ہے.

وہ چونک کر اسکی طرف متوجہ ہوئی۔کیا کہنا ہے؟ وہ کچھ حیران تھی۔۔

وسیم تم سے ملنا چاہتا ہے۔۔۔اس نے بلا تمہید کہا۔۔

وہ ہل نہ سکی۔۔وسیم۔۔۔میرا بھائی؟؟ امامہ کے لہجے میں بے یقینی تھی۔سالار نے سر ہلادیا اور اسکو اپنی آج کی ملاقات کی تفصیلات بتانے لگا اور اس دوران برسات شروع ہوچکی تھی۔۔

سالار نے بے حد تحمل کا مظاہرہ کیا۔۔اسکے علاوہ وہ اور کس چیز کا مظاہرہ کرسکتا تھا۔۔۔

تم نے کیوں اسے یہاں آنے نہیں دیا۔۔تم اسے ساتھ لیکر آتے۔اس نے ہچکیوں میں روتے ہوئے اسکی بات کاٹی۔۔

مجھے پتا تھا وسیم مجھے معاف کردے گا وہ بھی مجھے اتنا مس کرتا ہو گا جتنا میں اسکو مس کرتی ہوں۔۔میں تم سے کہتی تھی نا کہ وہ۔۔۔۔۔۔سالار نے اسکی بات کاٹی۔۔

جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے امامہ۔۔۔میں نہیں جانتا کہ وہ کیوں ملنا چاہتا ہے تم سے لیکن اسکے تمہارے ساتھ ملنے سے بڑے نقصان دہ نتائج بھی برآمد ہوسکتے ہیں۔۔سالار اسکے آنسوؤں سے متاثر ہوئے بغیر بولا تھا۔۔وہ وسیم کے حوالے سے واقع خدشات کا شکار تھا۔۔۔

کچھ نہیں ہو گا۔۔۔مجھے پتا ہے کچھ نہیں ہو گا۔۔وہ بہت اچھا ہے۔۔تم اسے فون کر کے ابھی بلا لو۔

میں اسے کل بلواؤں گا لیکن وہ اگر کبھی اکیلے یہاں آنا چاہے یا تمہیں کہی بلائے تو تم نہیں جاؤ گی۔۔سالار نے اسکی بات کاٹتے ہوئے کہا۔۔

اور میں ایک بار پھر دہرا رہا ہوں نہ وہ یہاں اکیلا آئے گا نہ تم اس کے فون کرنے پہ کہی جاؤ گی۔۔سالار نے بڑی سختی سے اسے تاکید کی۔

میں اسکے بلانے پہ کہی نہیں جاؤں گی لیکن اسکے یہاں آنے پر کیوں اعتراض ہے تمہیں۔۔؟؟اس نے احتجاج کیا۔

وہ میرے گھر پر ہوتے ہوئے آئے مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن وہ اکیلا یہاں نہ آئے وہ تو خیر میں نیچھے سیکیورٹی والوں کو بھی بتادوں گا۔۔

وہ میرا بھائی ہے سالار۔۔۔امامہ کو بے عزتی محسوس ہوئی۔

جانتا ہوں، اسی لیئے تم سے یہ سب کہہ رہا ہوں میں تمہارے حوالے سے اس پر یا کسی پر بھی اعتبار نہیں کرسکتا۔۔

لیکن،،،،،،

تم مجھے صرف یہ بتاؤ تمہیں اس سے ملنا ہے یا نہیں۔۔۔اگر تمہیں بحث کرنی ہےاس ایشو پر تو بہتر ہے وسیم آئے ہی نا۔۔سا لار نے اسے جملہ مکمل نہیں کرنے دیا۔۔

ٹھیک ہے میں اسے اکیلے نہیں بلاؤں گی یہاں۔۔۔امامہ نے گھٹنے ٹیک دیئے۔۔

مجھے اس سے فون پر بات کرنی ہے۔۔۔سالار نے کچھ کہنے کی بجائے وسیم کا وزٹنگ کارڈ لا کر اسے دیا۔۔وہ خود اسٹڈی میں چلا گیا۔۔چند بار بیل ہونے ہر وسیم نے فون اٹھایا تھا اور اسکی آواز سننے پر امامہ کے خلق میں آنسوؤں کا پھندا لگا تھا۔

ہیلو۔۔۔میں امامہ ہوں۔۔

وسیم دوسری طرف کچھ دیر بول نہ سکا اسکی آواز بھرانے لگی تھی وہ دو گھنٹے ایک دوسرے کیساتھ بات کرتے رہے تھے۔وسیم شادی کرچکا تھا اور اسکے تین بچے تھے وہ بہتے آنسوؤں کیساتھ یہ سب سنتی رہی۔۔

سالار دو گھنٹے بعد سٹڈی سے نکلا تھا وہ اس وقت بھی فون کان سے لگائے سرخ آنکھوں کیساتھ فون پر وسیم سے گفتگو میں مصروف تھی۔۔وہ اسکے پاس سے گزر کر بیڈروم گیا تھا۔اور امامہ نے ایک بار بھی اسے سر اٹھا کر نہیں دیکھا۔۔وہ اسکا انتظار کرتے کرتے سو گیا۔۔فجر کی نماز کے لیئے جب وہ مسجد جانے کے لیئے اٹھا تو وہ اس وقت بھی بستر پر نہیں تھی۔لاؤنج میں آتے ہی وہ کچھ دیر کے لیئے ہل نہ سکا۔۔وہاں کا انٹیریر راتوں رات بدل چکا تھا۔۔

تم ساری رات یہ کرتی رہی ہو؟؟ سالار پانی پینے کے لیئے کچن میں گیا تھا۔تو اس نے کچن کے فرش کو کیبنٹ سے نکالی گئ چیزوں سے بھرا ہوا پایا۔۔اسکا دماغ گھوم کر رہ گیا۔۔۔

کیا؟؟ وہ اسی طرح کام میں مصروف اطمینان سے بولی۔۔

تمہیں پتا ہے، کیا کرتی رہی ہو تم۔۔سالار نے پانی کا گلاس خالی کر کے کاؤنٹر پہ رکھ دیا اور باہر نکل گیا۔۔۔بیرونی دروازے تک پہنچ کر وہ کسی خیال کے تحت واپس آیا تھا۔۔۔

امامہ۔۔۔آج سنڈے ہے اور میں ابھی مسجد سے آکر سوؤں گا. خبردار تم نے بیڈروم کی صفائی اس وقت شروع کی۔

پھر میں کس وقت صفائی کروں گی بیڈروم کی۔۔۔میں نے وسیم کو لنچ پہ بلوایا ہے۔۔امامہ نے پلٹ کر کہا۔۔سالار کی چھٹی حس نے بروقت کام کیا تھا۔۔۔

بیڈروم کی صفائی کا وسیم کے لنچ کیساتھ کیا تعلق ہے؟ وہ حیران ہوا تھا۔تم نے اسے بیڈروم میں بٹھانا ہے؟؟

نہیں۔۔۔لیکن،،، وہ اٹکی تھی۔۔۔

امامہ بیڈروم میں کچھ نہیں ہو گا۔۔۔مجھے سونا ہے آکر ابھی۔۔اس نے امامہ کو ایک بار پھر یاد دہانی کرائی تھی۔۔۔

یہ سامان لادینا مجھے سونے سے پہلے، کھانے کی تیاری کرنی ہے مجھے۔۔۔امامہ نے کاؤنٹر پہ پڑی ایک لسٹ کی طرف اشارہ کیا۔۔

میں فجر کی نماز پڑھنے جارہا ہوں اور یہ سامان تمہیں سو کر اٹھنے کے بعد لا کر دوں گا۔۔وہ لسٹ کو ہاتھ لگائے بغیر چلا گیا۔۔

تمام حدشات کے باوجود واپسی پراس نے اپنے بیڈروم کو اسی حالت میں دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔۔۔

اس نے دس بجے مطلوبہ اشیاء لاکر دی تھیں۔۔کچن تب تک کسی ہوٹل کے کچن کی شکل اختیار کرچکا تھا۔۔۔وہ پتا نہیں کون کونسی ڈشز بنا رہی تھی۔وہ کم از کم 25 افراد کا کھانا تھا۔۔جو وہ اپنے بھائی کے لیئے بنا رہی تھی۔سالار نے اسے کوئی نصیحت نہیں کی۔۔وہ لاؤنج میں بیٹھا انگلش لیگ کا کوئی میچ دیکھتا رہا۔۔

وسیم دو بجے آیا تھا اور دو بجے تک امامہ کو گھر میں کسی مرد کی موجودگی کا احساس تک نہیں ہوا.

وسیم کا استقبال اس نے سالار سے بھی پہلے دروازے پر کیا تھا۔بہن اور بھائی کے درمیان ایک جذباتی سین ہوا۔۔

اسکے بعد ساڑھے چھ بجے تک وسیم کی موجودگی میں وہ ایک خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتا رہا۔۔وہ کھانے کی ٹیبل پر موجود تھا لیکن اسے محسوس ہورہا تھا کہ اسکا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔۔امامہ کو بھائی کے علاوہ کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔۔امامہ نے کھانے کی ٹیبل پر اسے کچھ سرو بھی نہیں کیا۔

وسیم کے جانے کے بعد سالار کی توقع کے عین مطابق بچا ہوا تقریباً سارا کھانا ملازمہ فرقان اور چند دوسرے گھروں میں بھیج دیا گیا۔۔

وہ عشاء کی نماز پڑھ کر آیا تو وہ اسکے لیئے ڈائننگ ٹیبل پر کھانا لگا کر خود سو رہی تھی۔۔وہ ویک اینڈ پر رات کا کھانا ہمیشہ باہر کھاتے تھے۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس نے پہلی بار امامہ کے گھر پہ موجودگی کے باوجود اکیلے ڈنر کیا اور وہ بری طرح پچھتایا وسیم کو امامہ سے ملنے کی اجازت دے کر

*****-----****-----*****--*

امامہ۔۔۔یہ وسیم نامہ بند ہوسکتا ہے اب۔۔؟؟وہ تیسرا دن تھا جب ڈنر پر بلآخر سالار کی قوت برداشت جواب دے گئ تھی۔

کیا مطلب؟؟ وہ حیران ہوئ تھی۔۔

مطلب یہ کہ دنیا میں وسیم کے علاوہ بھی کچھ لوگ ہیں جنکی تمہیں پرواہ کرنی چاہیئے۔۔سالار نے ان ڈائریکٹ انداز میں کہا۔۔

مثلاً کون؟؟ اس نے جواباً اتنی سنجیدگی سے پوچھا تھا کہ وہ کچھ بول نہ سکا۔۔

اور کون ہے جسکی مجھے پرواہ کرنی چاہیئے۔۔وہ اب بڑبڑاتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

میرے کہنے کا مطلب تھا کہ تم گھر پہ توجہ دو اب۔۔

وہ اب اسکے علاوہ اور کیا کہتا۔۔یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ مجھ پہ توجہ دو۔۔

گھر کو کیا ہوا؟؟ وہ مزید حیران ہوئی۔۔وہ اس بار مزید کوئ تاویل نہ دے سکا۔۔

تمہیں میرا وسیم کے بارے میں باتیں کرنا اچھا نہیں لگتا؟؟ اس نے یکدم جیسے اندازہ لگایا۔۔اسکے لہجے میں ایسے بے یقینی تھی کہ وہ ہاں نہ کہہ سکا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میں نے کب کہا کہ مجھے برا لگتا ہے۔۔ویسے ہی کہہ رہا ہوں تمہیں. وہ بے ساختہ بات بدل گیا۔

ہاں میں بھی یہ سوچ رہی تھی تم ایسا کیسے سوچ سکتے ہو وہ تمہارا بیسٹ فرینڈ ہے۔۔وہ یکدم مطمئن ہوئی۔

سالار اس سے یہ نہ کہہ سکا کہ وہ اسکا فرینڈ ہے نہیں کبھی تھا۔۔

تمہارے بارے میں بہت کچھ بتاتا تھا وہ۔۔

سالار کھانا کھاتے کھاتے رکا۔۔۔میرے بارے میں کیا؟؟

سب کچھ۔۔وہ روانی سے بولی۔۔

سالار کے پیٹ میں گرہیں سی پڑی۔۔سب کچھ کیا؟؟ مطلب جو بھی تم کرتے تھے۔

سالار کی بھوک اڑی تھی۔

مثلاً کیا؟؟ وہ پتا نہیں اپنے کن حدشات کو ختم کرنا چاہتا تھا۔۔وہ سوچ میں پڑی۔۔

جیسے تم جن سے ڈرگز لیتے تھے انکے بارے میں،، اور جب تم لاہور میں اپنے کچھ دوسرے دوستوں کیساتھ ریڈلائٹ ایریا گئے تھے۔۔وہ بات مکمل نہ کر سکی. پانی پیتے ہوئے سالار کو اچھوکا لگا۔

تمہیں اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ میں۔۔۔۔۔۔۔سالار خود بھی اپنا سوال پورا دہرا نہ سکا۔۔

جب بھی جاتے تھے تو بتاتا تھا۔۔

سالار کے منہ سے بے اختیار وسیم کے لیئے زیرلب گالی نکلی تھی اور امامہ نے اسکے ہونٹوں کی حرکت کو پڑھا تھا۔۔وہ بری طرح اپ سیٹ ہوئ

تم نے اسے گالی دی ہے؟؟ اس نے شاکڈ ہوکر سالار سے کہا۔۔

ہاں وہ سامنے ہوتا تو میں اسکی دو چار ہڈیاں بھی توڑ دیتا۔وہ اپنی بہن سے یہ باتیں جاکر کرتا تھا۔

میں تصور بھی نہیں کرسکتا۔۔وی واقعی بری طرح برہم ہوا۔سب کچھ کی دو جھلکیوں نے اسکے ہاتھوں کے طوطے اڑا دیئے تھے۔امامہ اسکے بارے میں کیا کچھ جانتی ہے اسکا اندازی اسے آج ہوا۔۔۔

تم میرے بھائی کو دوبارہ گالی مت دینا۔امامہ کا موڈ بھی آف ہوگیا تھا۔وہ کھانے کے برتن سمیٹنے لگی تھی۔سالار کچھ کہنے کی بجائے بے حد خفگی سے کھانے کی میز سے اٹھ گیا تھا۔۔

وہ تقریباً دو گھنٹے بعد بیڈروم میں سونے کے لیئے آئ تھی۔۔وی اس وقت معمول کے مطابق اپنی ای میلز چیک کرنے میں مصروف تھا۔وہ خاموشی سے اپنے بیڈ پر آکر لیٹ گئ۔۔۔

میں نے وسیم کو ایسا کچھ نہیں کہا جس پر تم اس طرح ناراض ہوکر بیٹھو۔۔

سالار نے مفاہمت کی کوششوں کا آغاز کردیا۔۔۔وہ اسی طرح بے حس و حرکت لیٹی رہی۔۔

امامہ میں تم سے بات کر رہا ہوں۔۔۔سالار نے کمبل کھینچا تھا۔۔

تم اپنے چھوٹے بھائی عمار کو وہی گالی دے کر دکھاؤ۔۔اسکے تیسری بار کمبل کھینچنے پر وہ بے حد خفگی سے اسکی طرف کروٹ بدل کر بولی۔

سالار نے بلا توقف وہی گالی عمار کو دی۔چند لمحوں کے لیئے امامہ کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کہے اس سے. اگر دنیا میں ڈھٹائی کی کوئی معراج تھی تو وہ سالار تھا۔

میں پاپا کو بتاؤں گی۔امامہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔۔

تم نے کہا تھا عمار کو گالی دینے کو۔ویسے تمہارے بھائی کو اس سے زیادہ خراب گالیاں میں اسکے منہ پر دے چکا ہوں اور اس نے کبھی مائنڈ نہیں کیا۔اگر تم چاہو تو اگلی بار جب وہ یہاں آئے تو میں تمہیں دکھا دوں گا۔۔۔

وہ جیسے کرنٹ کھا کر اٹھ بیٹھی تھی۔

تم وسیم کو یہاں میرے سامنے گالیاں دو گے؟؟ اسے بے حد رنج ہوا تھا۔۔

جو کچھ اس نے کیا ہے میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو اسے گالیاں ہی دیتا اور وہ بھی اس سے بری۔سالار نے لگی لپٹی کے بغیر کہا۔۔

لیکن چلو آئی ایم سوری۔۔وہ اسکی شکل دیکھ کر رہ گئی۔

سکندر ٹھیک کہتے تھے انکی یہ اولاد سمجھ میں نہ آنے والی چیز تھی۔

لیکن پاپا۔۔وہ میرا بڑا خیال رکھتے ہیں میری کوئی بات نہیں ٹالتے ہر خواہش پوری کرتے ہیں۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس نے ایک بار سکندر کے پوچھنے پر کی وہ اسکا خیال رکھتا تھا کے جواب میں سالار کی تعریف کی تھی۔۔۔

امامہ یہ جو تمہارا شوہر ہے یہ اللہ نے اس دنیا میں صرف ایک پیس پیدا کیا ہے تیس سال میں نے باپ کے طور پر جسطرح اسکے ساتھ گزارے ہیں وہ میں ہی جانتا ہوں۔۔یہ تمہارے سامنے بیٹھ کر تمہاری آنکھوں میں دھول جھونک سکتا ہے اور تمہیں کبھی پتا بھی نہیں چلے گا۔۔اس نے جو کرنا ہوتا ہے وہ کر کے ہی رہتا ہے چاہے ساری دنیا ختم ہوجائے اسے سمجھا سمجھا کر اور کبھی اس خوش فہمی میں مت رہنا کہ یہ تمہاری بات مان کر اپنی مرضی نہیں کریگا۔۔سالار سر جھکائے مسکرا کر باپ کی باتیں سنتا رہا۔اور امامہ کچھ الجھی ہوئ کبھی اسے اور کبھی سکندر کو دیکھتی۔آہستہ آہستہ چل جائے گا. تمہیں پتا کہ سالار کیا چیز ہے۔۔

یہ پانی میں آگ لگانے والی گفتگو کا ماہر ہے۔

تمہارا امپریشن بہت خراب ہے پاپا پر۔۔تمہیں کوئ وضاحت کرنی چاہیئے تھی۔۔

کیسی وضاحت؟؟ وہ بلکل ٹھیک کہہ رہے تھے۔تمہیں انکی باتیں غور سے سننا چاہیئے تھی۔

وہ تب بھی اسکا منہ دیکھتی رہ گئ تھی اور اب بھی۔۔۔

آئ ایم سوری۔۔وہ پھر کہہ رہا تھا۔

تم شرمندہ تو نہیں ہو۔۔اس نے اسے شرمندہ کرنے کی آخری کوشش کی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ہاں وہ تو میں نہیں ہوں۔لیکن چونکہ تمہیں میرا سوری کرنا اچھا لگتا ہے اس لیئے آئی ایم سوری۔۔

اس نے تپانے والی مسکراہٹ کیساتھ کہا۔۔امامہ جواب دینے کی بجائے بیڈ سائڈ ٹیبل پر پڑا پانی کا پورا گلاس پی لیا اور دوبارہ کمبل کھینچ کر لیٹ گئ۔

پانی اور لادوں؟؟ وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔۔۔امامہ نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔۔۔

وہ نیند میں سیل فون کی آواز پہ بڑبڑائ تھی۔۔وہ سالار کا سیل فون تھا۔۔

ہیلو۔۔۔۔سالار نے نیند میں کروٹ لیتے ہوئے کال ریسیو کی۔۔امامہ نے دوبارہ آنکھیں بند کرلی۔

ہاں بات کر رہا ہوں۔۔اس نے سالار کو کہتے سنا۔پھر اسے محسوس ہوا جیسے وہ یکدم بستر سے نکل گیا تھا۔۔امامہ نے آنکھیں کھولتے ہوئے نیم تاریکی میں اسے دیکھنے کی کوشش کی وہ لائٹ آن کیئے بغیر اندھیرے میں ہی لاؤنج میں چلا گیا تھا۔

وہ کچھ حیران ہوئ تھی وہ کس کا فون ہوسکتا ہے۔جسکے لیئے وہ رات کے اس پہر یوں اٹھ کر کمرے سے باہر گیا تھا۔

ایک جینز اور شرٹ پیک کردو میری۔۔مجھے اسلام آباد کے لیئے نکلنا ہے ابھی۔۔

کیوں خیریت تو ہے؟؟ وہ پریشان ہوگئ تھی۔

سکول میں آگ لگ گئ ہے۔

اسکی نیند پلک جھپکتے غائب ہوگئ تھی۔

سالار اب دوبارہ فون پر بات کر رہا تھا بے حد تشویش کے عالم میں کمرے میں واپس آکر اس نے اسکا بیگ تیار کیا وہ تب تک کمرے میں واپس آچکا تھا۔

آگ کیسے لگی؟؟

پی تو وہاں جاکر پتا آیا۔

ے گا۔۔وہ بے حد عجلت میں اپنے کپڑے لیکر واش روم چلا گیا۔وہ بیٹھی رہی وہ اسکی پریشانی کا اندازہ کر سکتی تھی۔۔۔

دس منٹ میں تیار ہوکر وہ نکل گیا اور امامہ نے باقی ساری رات اسی پریشانی میں دعائیں کرتے ہوئے کاٹی۔۔

سالار کے گاؤں پہنچنے کے بعد بھی آگ پر قابو نہیں پایا جاسکا۔۔۔وجہ بروقت فائر بریگیڈ کا دستیاب نہ ہونا تھا اور اسکا اتنے گھنٹوں تک نہ بجھ پانے کا کیا مطلب تھا وہ امامہ سمجھ چکی تھی۔۔

وہ پورا دن جلے پاؤں کی بلی کی طرح گھر میں پھرتی رہی۔سالار نے اسے بلآخر آگ پر قابو پانے کی اطلاع دے دی۔مگر ساتھ یہ بھی کہ وہ اسکو رات کو فون کریگا اور اس رات وی اسلام آباد میں رہنے والا تھا۔۔

سالار سے آدھی رات کے قریب اسکی بات ہوئی وہ آواز سے اتنا تھکا ہوا لگ رہا تھا کہ امامہ نے اس سے زیادہ دیر بات کرنے کی بجائے سونے کا کہہ کر فون بند کردیا۔۔لیکن وہ خود ساری رات

سو نہ سکی۔۔آگ عمارت میں لگائی گئی تھی۔۔وہاں پولیس کو ابتدائی طور پر ایسے شواہد ملے تھے۔اور یہ بات امامہ کی نیند اور حواس باطل کرنے کے لیئے کافی تھی۔۔

وہ صرف سالار کا سکول نہیں تھا وہ پورا پروجیکٹ اب ایک ٹرسٹ کے تحت چل رہا تھا۔جسکی مین ٹرسٹی سالار کی فیملی تھی۔۔

اور اس پروجیکٹ کو اسطرح کا نقصان ایکدم کون پہنچا سکتا ہے؟؟

یہی وہ سوال تھا جو اسے ہولا رہا تھا۔۔

اگلی رات کو وہ گھر پہنچا اور اسکے چہرے پر تھکن کے علاوہ اور کوئی تاثر نہیں تھا۔۔امامہ کو جیسے حوصلہ ہوا تھا۔

بلڈنگ کے سٹرکچر کو نقصان پہنچا ہے جس کمپنی نے بلڈنگ بنائی ہے وہ کچھ اگزامن کر رہے ہیں اب دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔۔شاید بلڈنگ گرا کر دوبارہ بنانی پڑ جائے۔۔

کھانے کی ٹیبل پر امامہ کے پوچھنے پر اس نے بتایا۔۔

بہت نقصان ہوا ہوگا۔۔۔یہ سوال احمقانہ تھا لیکن امامہ حواس باختہ تھی۔۔

ہاں۔۔۔۔جواب مختصر تھا۔

سکول بند ہوگیا؟؟ ایک اور احمقانہ سوال۔۔

نہیں۔۔۔گاؤں کے چند گھر فوری طور پر خالی کروائے ہیں اور کرائے پر لیکر سکول کے مختلف بلاکس کو شفٹ کیا ہے وہاں پر۔۔ابھی کچھ دنوں میں سمر بریک آجائے گی تو بچوں کا زیادہ نقصان نہیں ہو گا۔۔وہ کھانا کھاتے ہوئے بتا رہا تھا۔

اور پولیس نے کیا کہا؟؟ ادھر ادھر کے سوالوں کے بعد امامہ نے بلآخر وہ سوال کیا جو اسے پریشان کیئے ہو ئے تھا۔

ابھی تفتیش شروع ہوئی ہے دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔۔سالار نے گول مول بات کی تھی۔اس نے اسے یہ نہیں بتایا کہ دو دن اسلام آباد میں وہ اپنی فیملی کے ہر فرد سے اس کیس کے مشتبہ افراد میں امامہ کی فیملی کو شامل کرنے کے لیئے دباؤ کا سامنا کرتا رہا تھا۔

اب کیا ہو گا؟؟ تیسرا احمقانہ سوال۔۔

سب کچھ دوبارہ بنانا پڑے گا اور بس۔۔جواب اتنا ہی سادہ تھا۔۔

اور فنڈز۔۔۔۔وہ کہاں سے آئینگے۔؟؟یہ پہلا سمجھدارانہ سوال تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

انڈوومنٹ فنڈ ہے سکول کا۔۔اسکو استعمال کرینگے کچھ انویسمنٹ کی ہے میں نے وہاں سے رقم نکلواؤں گا۔وہ اسلام آباد کا پلاٹ بیچ دوں گا۔۔فوری طور پر تو تھوڑا بہت کرلوں گا۔۔

پلاٹس کیوں؟؟ وہ بری طرح بدکی تھی۔۔امامہ نے نوٹس نہیں کیا تھا کہ وہ پلاٹس نہیں پلاٹ کہہ رہا تھا۔۔

اس سے فوری طور پر رقم مل جائے گی۔بعد میں لے لوں ابھی تو مجھے اس میس سے نکلنا ہے۔۔

تم وہ حق مہر کی رقم لے لو، آٹھ دس لاکھ کے قریب ویڈنگ پر ملنے والی گفٹ کی رقم بھی ہو گی اور اتنے ہی میرے اکاؤنٹ میں پہلے سے بھی ہونگے۔پچاس ساٹھ لاکھ تو یہ ہو جائے گا اور ۔۔۔۔۔۔سالار نے اسکی بات کاٹی۔۔۔

یہ میں کبھی نہیں کروں گا۔۔

قرض لے لو مجھ سے بعد میں دے دینا۔

نو۔۔۔اسکا انداز حتمی تھا۔۔

میرے پاس بے کار پڑے ہیں سالار تمہارے کام آئیں گے تو۔۔۔۔۔۔اس نے پھر امامہ کی بات کاٹ دی۔

میں نے کہا نا نہیں۔۔۔۔۔اس نے اس بار ترشی سے کہا۔

میرے پیسے اور تمہارے پیسے میں کوئی فرق ہے کیا؟؟

ہاں ہے۔۔۔اس نے اسی انداز میں کہا۔۔

وہ حق مہر اور شادی پر گفٹ میں ملنے والی رقم ہے میں کیسے لے لوں تم سے۔۔میں بے شرم ہوسکتا ہوں لیکن بے غیرت نہیں۔۔

اب تم خوامخوا جذاتی ہو رہے ہو اور۔۔۔۔۔۔۔

سالار نے اسکی بات کاٹی۔۔کون جذباتی ہو رہا ہے۔۔کم از کم میں تو نہیں ہو رہا۔

وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔۔

میں تمہیں قرض دے رہی ہوں سالار۔۔

بہت شکریہ۔مگر مجھے اسکی ضرورت نہیں۔۔مجھے قرض لینا ہ تو بڑے دوست ہیں میرے پاس۔

دوستوں سے قرض لو گے بیوی سے نہیں؟؟

نہیں۔۔۔

میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں سالار۔۔

ایموشنلی کرو فنانشلی نہیں۔

وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔اسکی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کسطرح قائل کرے۔۔

اور اگر میں یہ رقم ڈونیٹ کرنا چاہوں تو؟؟ اسے بلآخر ایک خیال آیا۔

ضرور کرو۔۔اس ملک میں بہت سارے خیراتی ادارے ہیں۔۔تمہارا پیسہ ہے چاہے آگ لگادو۔
لیکن میں یا میرا ادارہ نہیں لے گا۔۔اس نے ختمی انداز میں کہا۔۔

تم مجھے کچھ ڈونیٹ نہیں کرنے دو گے۔۔

ضرور کرنا لیکن مجھے فی الحال ضرورت نہیں۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ ٹیبل سے اٹھ گیا تھا۔

وہ بے حد اہ سیٹ اسے جاتا دیکھ رہی تھی.اسکے لیئے وہ دو پلاٹس اسکے گھر کی پہلی دو اینٹیں تھی۔ اور یہی چیز اسکے لیئے تکلیف دہ تھی۔اور وہ احساس جرم بھی تھا جو وہ اس سارے معاملے میں اپنی فیملی کے انوالو ہونے کی وجہ سے محسوس کر رہی تھی۔۔وہ کہی نہ کہی اس رقم سے جیسے اس نقصان کی تلافی کرنا چاہتی تھی لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ سالار نے اسکی سوچ کو پہلے سے پڑھ لیا تھا۔۔وہ جانتا تھا کہ امامہ یہ کوششیں کیوں کر رہی۔

********------***---*******

جو کچھ ہوا اس میں میرا کوئ قصور نہیں نہ ہی میری کوئ انوالومنٹ ہے۔۔۔

اسکے سامنے بیٹھا وسیم بڑی سنجیدگی سے اسے یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔اور میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب ابو نے کیا ہے۔میں نے گھر میں ایسا کچھ نہیں سنا۔۔

وسیم نے ہاشم کا بھی دفاع کرنے کی کوشش کی۔امامہ قائل نہیں ہوئ۔وہ سالار کے سامنے اپنی فیملی کا دفاع کرنے کی کوشش کرسکتی تھی وسیم کے سامنے نہیں۔۔۔یہ جو کچھ ہوا تھا اس میں اسکے اپنے ہی باپ کا ہاتھ تھا۔۔

ابو سے کہنا یہ سب کرنے سے کچھ نہیں ملے گا سالار کو کیا نقصان ہو گا یا مجھے کیا نقصان ہو گا۔ایک سکول ہی جلا ہے۔پھر بن جائے گا۔۔ان سے کہنا وہ کچھ بھی کرلے ھم کو فرق نہیں پڑے گا۔۔

میں ابو سے یہ سب نہیں کہہ سکتا۔۔میں بہت بزدل ہوں۔۔تمہاری طرح بہادر نہیں۔۔

تمہارے جانے کے بعد اتنے سالوں میں بہت دفعہ کمزور پڑا میں بہت دفعہ شش و پنج کا شکار بھی ہوا اور شک و شبہ کا بھی۔۔بہت دفعہ دل چاہتا تھا زندگی کے اس غبار کو میں بھی ختم کرلوں جس سے میری بینائی دھندلائی ہوئی ہے لیکن میں بہت بزدل ہوں۔تمہاری طرح سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نہیں جاسکتا۔۔۔

اب آجاؤ۔۔۔امامہ کو خود احساس نہیں ہوا اس نے یہ بات کیوں اس سے کہہ دی۔

وسیم نے اس سے نظریں نہیں ملائی پھر سر ہلاتے ہوئے کہا۔۔اب تو بہت مشکل ہے جب اکیلا تھا تب کچھ نہ کرسکا اب تو بیوی بچے ہیں۔۔۔

ھم تمہاری مدد کرسکتے ہیں۔۔میں اور سالار۔۔۔کچھ بھی نہیں ہوگا تمہیں۔۔اور تمہاری فیملی کو تم ایک بار کوشش تو کرو۔۔۔

امامہ بھول گئ تھی اس نے وسیم کو کیا ڈسکس کرنے کے لیئے بلایا تھا۔اور کیا باتیں لیکر بیٹھ گئ۔

انسان بہت خود غرض اور بے شرم ہوتا ہے امامہ پی جو ضرورت ہوتی ہے نا یہ صحیح اور غلط کی سب تمیز ختم کردیتی ہے۔کاش میں زندگی میں مذہب کو پہلی ترجیح بنا سکتا۔۔مگر مذہب پہلی ترجیح نہیں ہے میری۔وسیم نے گہرا سانس لیا تھا۔جیسے کوئی رنج تھا جس نے بگولہ بن کر اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

میں تمہاری طرح فیملی نہیں چھوڑ سکتا مذہب کے لیئے۔۔تمہاری قربانی بہت بڑی ہے۔

تم جانتے بوجھتے جہنم کا انتخاب کر رہے ہو صرف دنیا کے لیئے؟؟ اپنی بیوی بچوں کو بھی اسی راستے پہ لے جاؤ گے کیونکہ تم میں صرف جرات نہیں ہے۔سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہنے کی۔۔

وہ اب بھائی کو چیلنج کر رہی تھی۔وہ ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔۔جیسے بے قرار تھا۔۔

تم مجھے بہت بڑی آزمائش میں ڈالنا چاہتی ہو۔۔۔

آزمائش سے بچانا چاہتی ہوں۔۔۔آزمائش تو وہ ہے جسمیں تم نے خود کو ڈال رکھا ہے۔۔

اس نے اپنی گاڑی کی چابی اٹھا لی۔۔میں صرف اسی لیئے تم سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔۔۔وہ کہتے ہوئے اسکے روکنے کے باوجود اپارٹمنٹ سے نکل گیا تھا۔۔وسیم کو پارکنگ میں اپنی گاڑی کی طرف جاتا دیکھ کر اسے جیسے پچھتاوا ہوا تھا۔۔وہ وسیم سے تعلق توڑنا نہیں چاہتی تھی۔لیکن اسے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔

*****-----******------*****--*

وسیم میرا فون نہیں اٹھا رہا۔۔امامہ نے اس رات کھانے پر سالار سے کہا۔

ہوسکتا ہے وہ مصروف ہو۔سالار نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

نہیں وہ ناراض ہے۔۔

اس بار سالار چونکا۔۔وہ کیوں ناراض ہو گا۔۔

امامہ نے اسے اپنی اور وسیم کی ساری گفتگو سنا دی۔۔سالار گہرا سانس لیکر رہ گیا۔۔۔

تمہیں ضرورت کیا تھی اس سے اس طرح کی گفتگو کرنے کی بالغ آدمی ہے وہ بزنس کر رہا ہے بیوی بچوں والا ہے اسے اچھی طرح پتا ہے کہ اس نے کیا کرنا ہے زندگی میں اور کیا نہیں۔۔۔تم لوگ آپس میں ملنا چاہتے ہو تو مذہب کو ڈسکس مت کرو۔سالار نے اسے سنجیدگی سے سمجھایا۔

بات اس نے شرور کی تھی۔۔امامہ نے جیسے اپنا دفاع کیا۔

اور خود بات شروع کرنے کہ بعد اب وہ تمہاری کال نہیں اٹھا رہا تو تم انتظار کرو جب اسکا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا خود ہی تمہیں کال کرلے گا۔۔سالار کہہ کر دوبارہ کھانا کھانے لگا۔۔وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔

اب کیا ہوا؟؟ سالار نے سلاد کھاتے ہوئے اسکی خاموشی نوٹس کی۔۔

میری خواہش ہے وہ بھی مسلمان ہوجائے اور گمراہی کے اس دلدل سے نکل آئے۔۔

سالار نے ایک لمحہ رک کر اسے دیکھا اور پھر بڑی سنجیدگی سے کہا۔۔۔

تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہو گا۔۔یہ اسکی زندگی اسکا فیصلہ ہے۔۔تم اپنی خوایش اس پر لاگو نہیں کرسکتی۔۔اور تم دوبارہ کبھی اس سے اس مسلے ہر بات نہیں کروگی نہ ہی سکول کے حوالے سے کسی گلے شکوے کے لیئے اسے بلاؤ گی۔میں اپنے مسلے خود ہینڈل کرسکتا ہوں۔۔وہ کہہ کر کھانے کی ٹیبل سے اٹھ گیا۔۔امامہ اسی طرح حالی پلیٹ لیئے بیٹھی رہی۔۔

****-----****---***----****

Kitab Nagri www.kitabnagri.com

اسکول کی بلڈنگ کے سٹرکچر کو واقعی نقصان پہنچا تھا۔یہ سالار کے لیئے حالیہ زندگی کا سب سے بڑا مالیاتی نقصان تھا۔۔مختلف کیمیکلز سے انتہائی مہارت کیساتھ عمارت کے مختلف حصوں میں آگ لگائی گئی تھی۔یہ کسی عام چور اچکے کا کام نہیں تھا۔۔اگر مقصد سالار کو نقصان پہنچانا تھا تو اسے بے حد نقصان ہوا اگر مقصد اسے چوٹ پہنچانا تھا تو یہ پیٹ پر ضرب لگانے جیسا تھا۔۔وہ دوہرا ہوا تھا لیکن منہ کے بل نہیں گرا تھا۔۔

اسے چھوڑ دو سالار۔۔۔وہ دوسرے ویک اینڈ پر اسلام آباد میں تھے اور طیبہ اس بار جیسے گڑگڑا رہی تھی۔۔تمہیں شادی کا شوق تھا اب پورا ہو گیا۔۔اب چھوڑ دو اسے۔۔۔

آپکو اندازہ نہیں آپ کتنا تکلیف پہنچاتی ہے مجھے جب آپ مجھ سے اسطرح بات کرتی ہے۔سالار نے انکو بات مکمل نہیں کرنے دی۔

تم نے دیکھا نہیں انہوں نے کیا کیا ہے۔۔۔

ابھی کچھ ثابت نہیں ہوا۔اس نے پھر ماں کی بات کاٹی۔۔

تم عقل کے اندھے ہوسکتے ہو ہم نہیں۔۔۔اور کون ہے دشمن تمہارا امامہ کی فیملی کے سوا۔۔طیبہ برہم تھی۔۔۔

اس سب میں امامہ کا کیا قصور ہے۔۔

یہ سب اسکی وجہ سے ہورہا ہے تم یہ بات کیوں نہیں سمجھتے۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

نہیں سمجھتا۔۔اور نہ ہی سمجھوں گا۔میں کل بھی آپ سے کہہ رہا تھا آج بھی کہتا ہوں اور آئندہ بھی کہوں گا میں امامہ کو طلاق نہیں دوں گا۔آپ کو کوئی اور بات کرنی ہے تو میں بیٹھتا ہوں اس ایشو پہ مجھے نہ آج اور نہ ہی دوبارہ بات کرنی ہے۔

طیبہ کچھ بول نہ سکی تھی۔وہ آدھ گھنٹہ بعد وہاں بیٹھا رہا پھر واپس بیڈروم آگیا امامہ ٹی دیکھ رہی تھی۔۔وہ اپنا لیپ ٹاپ نکال کر کچھ کام کرنے لگا تھا۔اسے عجیب سا احساس ہوا تھا وہ جس چینل کو دیکھ رہی تھی اس پر مسلسل اشتہار چل رہے تھے اور وہ انہیں بڑی یکسوئی سے دیکھ رہی تھی۔۔سالار نے وقتاً فوقتاً دو تین مرتبہ اسکو اور ٹی وی کو دیکھا۔اس نے دس منٹ کے دوران ایک بار بھی اسے چائے کا مگ اٹھاتے نہیں دیکھا تھا۔

اس نے لیپ ٹاپ بند کردیا اور اسکے پاس صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔امامہ نے مسکرانے کی کوشش کی سالار نے اسکے ہاتھ سے ریموٹ لیکر ٹی وی آف کردیا۔

تم نے میری اور ممی کی باتیں سنی ہیں کیا؟؟ وہ چند لمحوں کے لیئے ساکت ہوگئ۔وہ جن یا جادوگر نہیں تھا۔۔۔شیطان تھا اور اگر شیطان نہیں تھا تو شیطان کا سینئر منسٹر تھا۔اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے جھوٹ بولنا بیکار تھا۔۔اس نے گردن سیدھی کرلی۔

ہاں چائے بنانے گئ تھی میں اور تم دونوں لاؤنج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے میں نے کچن میں سنا سب۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ اسے یہ نہ بتا سکی کہ طیبہ کے مطالبے نے چند لمحوں کے لیئےاسکے پیروں تلے زمین نکال دی تھی۔

تم جب یہاں آتے ہو تو وہ یہ کہتی ہیں تم سے؟؟

ایک لمبی خاموشی کے بعد اس نے سالار سے پوچھا جو اسے تسلی دینے کے لیئے کچھ الفاظ ڈھونڈ رہا تھا۔

نہیں۔۔۔ہر بار نہیں کہتی۔۔ کبھی کبھی وہ اوور ری ایکٹ کرجاتی ہیں۔۔اس نے ہموار لہجے میں کہا ۔۔۔

میں اب اسلام آباد کبھی نہیں آؤں گی۔اس نے ایک دم کہا۔

لیکن میں تو آؤں گا اور میں آؤں گا تو تمہیں بھی آنا پڑے گا۔۔۔الفاظ سیدھے تھے لہجہ نہیں۔۔

تم اپنی ممی کی سائڈ لے رہے ہو؟؟

ہاں۔۔۔جیسے میں نے انکے سامنے تمہاری سائڈ لی تھی۔

وہ اسکے جواب پر چند لمحے کچھ بول نہ سکی۔وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔

خاموشی کا ایک اور لمبا وقفہ آیا۔۔پھر سالار نے کہا۔

زندگی میں اگر کبھی میرے اور تمہارے درمیان علیحدگی جیسی کوئی چیز ہوئی تو اسکی وجہ میرے پیرنٹس یا میری فیملی نہیں بنے گی۔۔کم از کم یہ ضمانت میں تمہیں دیتا ہوں۔۔

وہ پھر بھی خاموش رہی تھی

کچھ بولو۔۔۔

کیا بولوں؟؟؟

جب تم خاموش ہوتی ہو تو بہت ڈر لگتا ہے مجھے۔

امامہ نے حیرانی سے اسے دیکھا وہ سنجیدہ تھا۔

مجھے لگتا ہے تم پتا نہیں اس بات کو کیسے استعمال کروگی میرے خلاف۔۔۔۔۔۔۔

کبھی۔۔۔اس نے جملہ مکمل کرنے کے بعد کچھ توقف سے ایک آخری لفظ کا اضافہ کیا۔۔وہ اسے دیکھتی رہی لیکن خاموش تھی۔سالار نے اسکا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا۔۔۔

تم میری بیوی ہو امامہ وہ میری ماں ہیں۔۔میں تمہیں شٹ اپ کہہ سکتا ہوں انہیں نہیں. وہ ایک ماں کی طرح سوچ رہی ہیں اور ماں کی طرح ری ایکٹ کررہی ہیں جب تم ماں بنو گی تو تم بھی اسی طرح ری ایکٹ کرنے لگو گی۔انہوں نے تم سے کچھ نہیں کہا مجھ سے کہا۔۔میں نے اگنور کردیا۔جس چیز کو میں نے اگنور کردیا اسے تم سیریسلی لوگی تو یہ حماقت ہوگی۔

وہ اسے سمجھا رہا تھا وہ خاموشی سے سنتی رہی جب وہ خاموش ہوا تو اس نے مدھم آواز میں کہا۔۔۔

میرے لئے سب کچھ کبھی ٹھیک نہیں ہو گا۔۔جب سے شادی ہوئ ہے یہی سب کچھ ہو رہا ہے تمہارے لیئے ایک کے بعد ایک مسلہ آجاتا ہے مجھ سے شادی اچھی ثابت نہیں ہوئ تمہارے لیئے۔۔ابھی سے اتنے مسلے ہورہے ہیں تو پھر بعد میں پتا نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سالار نے اسکی بات کاٹ دی۔۔

شادی ایک دوسرے کی قسمت سے نہیں کی جاتی ایک دوسرے کے وجود سے کی جاتی ہے اچھے دنوں کے ساتھ کے لیئے لوگ فرینڈشپ کرتے ہیں شادی نہیں۔۔۔ھم دونوں کا ماضی حال مستقبل جو بھی ہے جیسا بھی ہے ایک ساتھ ہی ہے اب اگر تم کو یہ لگتا ہے کہ میں یہ توقع کر رہا تھا کہ تم سے شادی کے بعد پہلے میرا پرائز بانڈ نکلے گا یا پھر کوئ بونس ملے گا یا پروموشن ہوگی تو سوری مجھے ایسی توقعات نہیں۔جو کچھ ہورہا ہے وہ بے وقت ہوسکتا ہے میرے لیئے لیکن غیر متوقع نہیں۔۔۔

میں تمہارے لیئے کس حد تک جاسکتا ہوں کتنا سینسئر ہوں وہ وقت بتا سکتا ہے اس لیئے تم خاموشی سے وقت کو گزرنے دو۔۔یہ چائے ٹھنڈی ہوگئ ہے جاؤ دوبارہ چائے بنا لاؤ۔۔پیتے ہیں۔۔۔وہ اسکا چہرہ دیکھتی رہی۔۔کوئ چیز اسکی آنکھوں میں امڈنے لگی تھی۔۔

اسکی ضرورت نہیں ہے امامہ۔۔سالار نے اسکے چہرے پر پھسلتے آنسوؤں کو دیکھتے ہوئے اس سے نرمی سے کہا۔وہ سر ہلاتے ہوئے اپنی ناک رگڑتی اٹھ گئ۔۔

******----**&*----****---*

سالار نے اس مسلے کو کیسے حل کیا تھا یہ امامہ نہیں جانتی تھی۔سکول کی دوبارہ تعمیر کیسے شروع ہوئی تھی اسے یہ بھی نہیں پتا تھا سالار پہلے سے زیادہ مصروف تھا اور اسکی زندگی میں آنے والا طوفان کسی تباہی کے بغیر گزر گیا تھا۔

****

مجھے ہاتھ دکھانے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔سالار نے دو ٹوک انکار کرتے ہوئے کہا تھا۔

لیکن مجھے ہے۔۔امامہ اصرار کر رہی تھی۔

یہ سب جھوٹ ہوتا ہے۔۔سالار نے اسے بچوں کی طرح بہلانے کی کوشش کی۔

کوئی بات نہیں، ایک بار دکھانے سے کیا ہوگا۔اسکے انداز میں تبدیلی نہیں آئی تھی۔

تم کیا جاننا چاہتی ہو اپنے مستقبل کے بارے میں مجھ سے پوچھ لو۔۔

سالار اسے پامسٹ کے پاس لیجانے کے موڈ میں نہیں تھا۔جو اس فائیو سٹار ہوٹل کی لابی میں تھا جہاں وہ کھانا کھانے آئے تھے۔

ویری فنی۔۔۔اس نے مذاق اڑایا تھا۔اپنے مستقبل کا تو تمہیں پتا نہیں میرا کیا ہوگا۔

کیوں۔تمہارا اور میرا مستقبل ساتھ ساتھ نہیں کیا۔۔سالار نے مسکرا کر اسے جتایا۔

اسی لیئے تو کہتی ہوں پامسٹ کے پاس چلتے ہیں اس سے پوچھتے ہیں۔امامہ کا اصرار بڑھا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

دیکھو ہمارا آج ٹھیک ہے۔۔کافی ہے۔۔۔تمہیں کل کا مسلہ کیوں ہورہا ہے۔۔۔وہ اب بھی رضامند نہیں تھا۔

مجھے ہے کل کا مسلہ۔۔وہ کچھ جھلا کر بولی۔

کتنے لوگ ہاتھ دکھا کر جاتے ہیں اس پامسٹ کو۔۔تمہیں پتا ہے میرے کولیگز کو اس نے انکے فیوچر کے بارے میں کتنا کچھ ٹھیک بتایا تھا بھابھی کی بھی کتنی کزنز آئی تھی اسکے پاس۔۔۔۔۔امامہ اب اسے قائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

بھابھی آئی تھی انکے پاس؟؟ سالار نے جواباً پوچھا تھا۔

نہیں۔۔۔وہ اٹکی۔۔

تو؟؟

تو یہ کہ انکو انٹرسٹ نہیں لیکن مجھے تو ہے۔اور تم نہیں لیکر جاؤ گے تو میں خود چلی جاؤں گی۔۔وہ یکدم سنجیدہ ہوگئی تھی۔

کس دن؟؟ سالار نے جیسے ٹالا۔۔

ابھی۔۔۔

وہ بے اختیار ہنسا اور اس نے جیسے ہتھیار ڈال کر کہا۔۔

پامسٹ کو ہاتھ دکھانا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے اور میں تم اے ایسی حماقت کی توقع نہیں رکھتا تھا لیکن اب تم ضد کر رہی ہو تو ٹھیک ہے۔۔تم دکھا لو ہاتھ۔۔

تم نہیں دکھاؤ گے؟؟ اسکے ساتھ لابی کی طرف جاتے ہوئے امامہ نے پوچھا۔۔

نہیں۔۔۔سالار نے دو ٹوک انداز میں کہا۔۔

چلو کوئی بات نہیں۔۔خود ہی تو کہہ رہے ہو کہ میرا اور تمہارا مستقبل ایک ہے تو جو کچھ میرے بارے میں پامسٹ بتائے گا وہ تمہارے بارے میں بھی تو ہو گا۔۔امامہ اسے چھیڑ رہی تھی۔

مثلاً۔۔۔سالار نے بھنویں اچکاتے ہوئے پوچھا۔

مثلاً اچھی خوشگوار ازدواجی زندگی۔۔اگر میری ہوگی تو تمہاری بھی ہوگی۔۔

ضروری نہیں ہے۔۔۔وہ اسے اب تنگ کرنے لگا۔۔

ہوسکتا ہے شوہر کے طور پر میری زندگی بڑی بری گزرے تمہارے ساتھ۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تو مجھے کیا؟؟ میری تو اچھی گزر رہی ہوگی۔۔امامہ نے کندھے اچکا کر بے نیازی دکھائی۔

تم عورتیں بڑی سیلفش ہوتی ہو۔سالار نے چلتے چلتے جیسے اسکے رویئے کی مذمت کی۔

تو نہ کیا کرو پھر ھم سے شادی۔۔نہ کیا کرو ھم سے محبت۔۔۔ھم کونسا مری جارہی ہوتی ہیں تم مردوں کے لیئے۔۔۔

امامہ نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا تھا۔وہ ہنس پڑا۔۔چند لمحوں کے لیئے وہ جیسے واقعی لاجواب ہوگیا تھا۔

ہاں ھم ہی مرے جارہے ہوتے ہیں تم عورتوں پر۔۔۔عزت کی زندگی راس نہیں آتی شاید اس لیئے۔وہ چند لمحوں بعد بڑبڑایا۔۔

تمہارا مطلب ہے تم شادی سے پہلے عزت کی زندگی گزار رہے تھے۔؟؟امامہ ھمیشہ کی طرح فوراً برا مان گئی تھی۔

ھم شاید جنرلائز کر رہے تھے۔۔سالار اسکا بدلتا موڈ دیکھ کر گڑبڑایا۔۔

نہیں۔۔۔تم صرف اپنی بات کرو۔

تم آگر ناراض ہورہی ہو تو چلو پھر پامسٹ کی طرف نہیں جاتے۔۔سالار نے اسے بے حد سہولت سے موضوع سے ہٹایا۔

نہیں میں کب ناراض ہوں ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔۔۔امامہ کا موڈ یکدم بدلا۔

ویسے تم کیا پوچھو گی پامسٹ سے؟؟ سالار نے بات کو مزید گھمایا۔۔۔

بڑی چیزیں ہیں۔۔۔امامہ سنجیدہ تھی۔۔

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر تب تک وہ پامسٹ تک پہنچ چکے تھے۔۔۔

پامسٹ اب امامہ کا ہاتھ پکڑے عدسے کی مدد سے اسکی لکیروں کا جائزہ لے رہا تھا۔پھر اس نے بے حد سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔۔

لکیروں کا علم نہ تو ختمی ہوتا ہے نہ الہامی۔ھم صرف وہی بتاتے ہیں جو لکیریں بتا رہی ہوتی ہیں بہر حال مقدر سنوارتا اور بگاڑتا اللہ تعالی ہی ہے۔۔۔وہ بات کرتے کرتے چند لمحوں کے لیئے رکا۔پھر اس نے جیسے حیرانی سے اس کے ہاتھ پر کچھ دیکھتے ہوئے بے اختیار اسکا چہرہ دیکھا۔اور پھر برابر کی کرسی پر بیٹھے اسکے شوہر کو دیکھا جو اس وقت بلیک بیری پر میسجز دیکھنے میں مصروف تھا۔۔

بڑی حیرانی کی بات ہے۔۔پامسٹ نے دوبارہ ہاتھ دیکھتے ہوئے کہا۔۔

کیا؟؟ امامہ نے کچھ بے تاب ہوکر پامسٹ سے پوچھا۔

آپکی یہ پہلی شادی ہے؟؟ سالار نے نظر اٹھا کر پامسٹ کو دیکھا۔۔اسکا خیال تھا یہ سوال اسکے لیئے تھا۔۔لیکن وہ امامہ سے مخاطب تھا۔۔

ہاں۔۔امامہ نے کچھ حیران ہوکر پہلے پامسٹ کو اور پھر اسے دیکھا۔۔

اوہ۔۔۔اچھا۔۔پامسٹ پھر کسی غور و حوض میں مصروف ہوگیا۔۔

آپکے ہاتھ پر دوسری شادی کی لکیر ہے۔۔ایک مضبوط لکیر۔۔۔ایک خوشگوار کامیاب دوسری شادی۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

پامسٹ نے امامہ کو دیکھتے ہوئے ختمی انداز میں کہا۔۔امامہ کا رنگ اڑ گیا۔۔اس نے گردن موڑ کر سالار کو دیکھا۔۔وہ اپنی جگہ ساکت تھا۔۔

آپ کو یقین ہے؟؟ امامہ کو لگا جیسے پامسٹ نے کچھ غلط پڑھا تھا۔

جہاں تک میرا علم ہے اسکے مطابق تو آپکے ہاتھ پر شادی کی دو لکیریں ہیں اور دوسری لکیر پہلی کی نسبت زیادہ واضح ہے۔۔

پامسٹ اب بھی اسکے ہاتھ پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔۔۔سالار نے امامہ کے کسی اگلے سوال سے پہلے والٹ سے ایک کرنسی نوٹ نکال کر پامسٹ کے سامنے میز پر رکھا پھر بڑی شائستگی سے کہتے ہوئے اٹھ گیا۔۔۔

تھینک یو۔۔بس اتنی انفارمیشن کافی ہے۔۔ ھم لیٹ ہورہے ہیں ھمیں جانا ہے۔۔۔اسے اٹھ کر وہاں سے چلتا دیکھ کر امامہ نہ چاہنے کے باوجود اٹھ کر اسکے پیچھے آئ تھی۔۔۔

مجھے ابھی اور بہت کچھ پوچھنا تھا اس سے۔۔امامہ نے خفگی سے کہا۔۔

مثلاً؟؟ سالار نے کچھ تیکھے انداز میں کہا۔

اس نے مجھے اور پریشان کردیا ہے۔۔۔امامہ نے اسکے سوال کا جواب نہیں دیا۔۔لیکن جب وہ پارکنگ میں آگئے تو اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہی سالار سے کہا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

یہ تمہارا اپنا انتخاب تھا اس نے تمہیں نہیں بلایا تھا تم خود گئ اپنا مستقبل دیکھنے۔۔۔سالار نے بے رخی سے کہا۔۔۔

سالار تم مجھے چھوڑ دو گے کیا؟؟ امامہ نے پوچھا۔

یہ نتیجہ اگر تم نے پامسٹ کی پیش گوئی کے بعد نکالا ہے تو مجھے تم پر افسوس ہے۔۔سا لار کو غصہ آیا تھا اس پر۔۔

ایسے ہی پوچھا ہے میں نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تمہیں پہلے کم وہم تھے میرے بارے میں کہ کسی پامسٹ کی مدد کی ضرورت پڑتی۔۔سالار کی خفگی کم نہیں ہوئی تھی۔

دوسری شادی تو وہ تمہاری پریڈیکٹ کر رہا ہے۔۔۔ایک کامیاب خوشگوار ازدواجی زندگی اور تم مجھ سے پوچھ رہی ہو کہ کیا میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟؟ یہ بھی تو ہو سکتا ہے تم مجھے چھوڑو۔۔۔سالار نے اس بار چھبتے ہوئے انداز میں کہا۔۔اس کی گاڑی اب مین روڈ پر آچکی تھی۔۔

میں تو تمہیں کبھی نہیں چھوڑ سکتی۔۔امامہ نے سالار کو دیکھے بغیر بے ساختہ کہا۔۔۔

پھر ہو سکتا ہے میں مر جاؤں اور اسکے بعد تمہاری دوسری شادی ہو۔۔۔سالار کو یکدم اسے چڑانے کی سوجھی۔۔

امامہ نے اس بار اسے خفگی سے دیکھا۔تم بے وقوفی کی بات مت کرو۔

ویسے تم کرلینا شادی اگر میں مر گیا تو۔۔اکیلی مت رہنا۔۔۔امامہ نے کچھ اور برا مانا۔۔۔۔

میں کچھ اور بات کر رہی ہوں تم کچھ اور بات کرنا شروع کردیتے ہو۔۔اور تمہیں اتنی ہمدردی دکھانے کی ضرورت نہیں۔

تم اصل میں یہ چاہتے ہو کہ اگر میں مر جاؤں تو تم دوسری شادی کرلینا۔وہ کچھ لمحوں کی بعد یکدم بولی۔۔وہ اسکی ذہانت پر عش عش کر اٹھا۔۔۔

تو کیا میں نہ کروں/؟؟سالار نے جان بوجھ کر اسے چھیڑا۔

مجھے پامسٹ کے پاس جانا ہی نہیں چاہیئے تھا۔وہ پچھتائ تھی۔

تم مجھے سود کے بارے میں سوال کرتی ہو اور خود یہ یقین رکھتی ہو کہ اللہ کے علاوہ کسی انسان کو دوسرے انسان کی قسمت کا حال پتا ہوتا ہے؟؟ وہ ھمیشہ سے صاف گو تھا۔مگر اسکی صاف گوئ نے امامہ کو پہلے کبھی اتنا شرمندہ نہیں کیا تھا جتنا اسوقت کیا۔۔گھڑوں پانی پڑنے کا مطلب اب سمجھ آیا تھا اسے۔۔

انسان ہوں۔۔فرشتہ تو نہیں ہوں میں۔۔۔اس نے مدھم آواز میں کہا۔

جانتا ہوں۔۔اور تمہیں کبھی فرشتہ سمجھا بھی نہیں میں نے، مارجن آف ایرر دیتا ہوں تمہیں لیکن تم مجھے نہیں دیتی۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ اسے دیکھ کر رہ گئی وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔وہ بہت کم کوئی بات غلط کرتا تھا امامہ کو اسکا اعتراف تھا۔۔

زندگی اور قسمت کا پتا اگر ان چیزوں سے چلتا تو پھر اللہ تعالی انسان کو کبھی عقل نہیں دیتا۔صرف یہی چیزیں دیکر اسے دنیا میں اتار دیتا۔۔۔

وہ گاڑی چلاتے ہوئے کہہ رہا تھا اور وہ شرمندگی سے سن رہی تھی۔جب مستقبل نہیں بدل سکتے تو پھر جاننے کا کیا فائدہ۔بہتر ہے غیب غیب ہی رہے اللہ سے اسکی خبر کی بجائے اسکا رحم و کرم مانگنا زیادہ بہتر ہے۔

وی بول ہی نہیں سکی تھی۔سالار بعض دفعہ اسے بولنے کے قابل نہیں چھوڑتا یہ یقین یہ اعتماد تو اسکا اثاثہ تھا۔۔یہ اسکے پاس کیسے چلا گیا. امامہ کو اس رات پہلی بار یہ بے چینی ہوئی تھی۔۔وہ ساتھی تھے رقیب نہیں تھے۔وہ ایمان کے درجوں میں اس سے پیچھے تھا وہ اسے کیسے پیچھے چھوڑنے لگا تھا اب۔۔

*-*****-----*****-------*****

وہ سالار کیساتھ خانہ کعبہ کے صحن میں بیٹھی ہوئی تھی۔سالار انکے دائیں جانب تھا یہ وہاں انکی آخری رات تھی۔وہ پچھلے پندرہ دن سے وہاں تھے۔اور اپنی شادی کے ساتویں مہینے عمرے کے لیئے آئے تھے۔احرام میں ملبوس سالار کے برہنہ کندھے کو دیکھتے ہوئے امامہ کو ایک لمبے عرصے کے

بعد وہ خواب یاد آیا تھا۔۔سالار کے دائیں کندھے پر کوئی زخم نہیں تھا لیکن اسکے بائیں کندھے کی پشت پر اب بھی اس ڈنر نائف کا نشان تھا۔جو ہاشم مبین نے مارا تھا۔

تم نے پہلے کبھی مجھے اس خواب کے بارے میں نہیں بتایا۔وہ امامہ کے منہ سے اس خواب کے بارے میں سن کر شاکڈ تھا۔کب دیکھا تھا تم نے یہ خواب؟؟

امامہ کو تاریخ مہینہ دن سب یاد ہے تھا۔کیسے بھولتی۔۔اس دن وہ جلال سے ملی تھی اتنے سالوں کے لاحاصل انتظار کے بعد۔۔۔۔۔

سالار گنگ تھا۔۔وہ وہی رات تھی جب وہ یہاں امامہ کے لیئے گڑگڑا رہا تھا۔اس آس میں کہ اسکی دعا قبول ہو جائے۔۔یہ جانے بغیر کہ اسکی دعا قبول ہو رہی تھی۔

اس دن میں یہاں تھا۔۔اس نے اپنی آنکھیں رگڑتے ہوئے امامہ کو بتایا۔اس بار وہ ساکت ہوئی۔

عمرہ کے لیئے؟؟

سالار نے سر ہلایا۔وہ سر جھکائے اپنے ہونٹ کاٹتا رہا۔وہ کچھ بول نہ سکی صرف اسکو دیکھتی رہی۔

اس دن تم یہاں نہ ہوتے تو شاید۔۔

ایک لمبی خاموشی کے بعد اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن کہہ نہ سکی۔

شاید؟؟ سالار نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔یوں جیسے وہ چاہتا تھا کہ وہ بات مکمل کر لے۔۔وہ کیسے کہتی کہ وہ اس دن یہاں نہ ہوتا تو شاید جلال اس سے اتنی سرد مہری نہ برتتا۔۔وہ سب کچھ نہیں

کہتا جو اس نے کہا تھا۔وہ اسکے اور جلال کے بیچ اللہ کو لے آیا تھا۔اور اس کے لیئے اللہ نے سالار کو چنا تھا۔۔

سالار کی باتیں اسکی سماعتوں سے چپک گئ تھی۔

اتنے سالوں میں جب بھی یہاں آیا تمہارے لیئے بھی عمرہ کرتا۔۔

وہ بڑے سادہ لہجے میں امامہ کو بتا رہا تھا اسے رلا رہا تھا۔۔۔

تمہاری طرف سے ہر سال عید پر قربانی بھی کرتا رہا ہوں میں۔۔

کیوں؟؟ امامہ نے بھرائی ہوئ آواز میں اس سے پوچھا تھا۔۔

تم منکوحہ تھی میری۔دور تھی لیکن میری زندگی کا حصہ تھی۔۔

وہ روتی گئ۔۔اسکے لیئے سب کچھ اسی شخص نے کرنا تھا کیا۔۔۔

اسے سالار کے حافظ قرآن ہونے کا بھی اس وقت پتا چلا تھا۔۔۔وہ جلال کی نعت سن کر مسحور ہوجاتی تھی۔وہاں حرم میں سالار کی قرات سن کر گنگ تھی۔

ایسی قرات کہاں سے سیکھی تم نے؟؟ وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

جب قرآن پاک حفظ کیا تب،،،، اب تو پرانی بات ہوگئ ہے۔اس نے بڑے سادہ لہجے میں کہا۔۔

امامہ کو چند لمحوں کے لیئے جیسے اپنے کانوں پہ یقین نہیں آیا۔

تم نے قرآن پاک حفظ کیا ہوا ہے؟؟؟ ڈاکٹر صاحب نے کبھی نہیں بتایا۔۔وہ شاکڈ تھی۔۔۔

تم نے بھی کبھی نہیں بتایا اتنے مہینوں میں۔۔

پتا نہیں۔۔ کبھی خیال نہیں آیا۔ڈاکٹر صاحب کے پاس آنے والے زیادہ لوگ حفاظ ہیں۔۔میرا حافظ قرآن ہونا انکے لیئے انوکھی بات نہیں ہوگی۔۔وہ کہہ رہا تھا۔

تم اتنا حیران کیوں ہورہی ہو۔۔

آنسوؤں کا ایک ریلہ امامہ کی آنکھوں میں آیا۔

جلال کو پیڈسٹل پر رکھنے کی ایک وجہ اسکا حافظ قرآن ہونا بھی تھا۔۔اور آج وہ جسکی بیوی تھی حافظ قرآن وہ بھی تھا۔اللہ اسکے سامنے ہوتا تو وہ اسکے آگے گر کر روتی بہت کچھ مانگا تھا پر یہ تو صرف چاہا تھا۔وہ اتنا کچھ دے رہا ہے اسکا دل چاہا وہ ایک بار پھر بھاگ کے حرم میں چلی جائے جہاں سے وہ ابھی آئی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

رو کیوں رہی ہو؟؟

وہ اسکے آنسوؤں کی وجہ جان نہ پایا۔۔وہ روتے روتے ہنسی۔۔

بہت خوش ہوں اس لیئے۔تمہاری احسانمند ہوں اس لیئے۔۔نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر پا رہی اس لیئے۔۔وہ روتی ہنستی اور کہتی جارہی تھی۔

بے وقوف ہو اس لیئے۔۔۔سالار نے جیسے خلاصہ کیا۔۔

ہاں وہ بھی ہوں۔۔۔اس نے پہلی بار سالار کی زبان سے اپنے لیئے بے وقوف کا لفظ سن کر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

ایک لمحہ کے لیئے امامہ نے آنکھیں بند کی پھر آنکھیں کھول کر حرم کے صحن میں خانہ کعبہ کے بلکل سامنے برابر میں بیٹھے سالار کو دیکھا جو بہت خوش الحانی سے قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔۔

فبای آلاء ربکما تکذبٰن۔۔

اور تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔۔

تم جو کچھ کر رہی ہو امامہ تم اس پر بہت پچھتاؤ گی، تمہارے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔۔

نو سال پہلے یہ ہاشم مبین نے اسکو تھپڑ مارتے ہوئے کہا تھا۔

ساری دنیا کی ذلت رسوائی بدنامی اور بھوک تمہارا مقدر بن جائے گی۔۔انہوں نے اسکے چہرے پر ایک اور تھپڑ مارا تھا۔۔

تمہاری جیسی لڑکیوں کو اللہ ذلیل و خوار کرتا ہے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑتا۔۔۔امامہ کی آنکھیں نم ہوگئ۔۔۔ایک وقت آئے گا تم ھماری طرف لوٹو گی، منت ساجت کروگی، گڑگڑاؤ گی تب ھم تمہیں دھتکار دیں گے تب تم چیخ چیخ کر اپنے منہ سے اپنے گناہ کی معافی مانگو گی کہو گی کہ میں غلط تھی۔۔۔امامہ اشکبار آنکھوں سے مسکرائ۔۔

میری خواہش ہے بابا۔۔۔وہ زیر لب مسکرائی۔۔کہ زندگی میں ایک بار آپکے سامنے آؤں اور آپکو بتادوں کہ دیکھ لیجئے۔میرے چہرے پر کوئی ذلت و رسوائی نہیں ہے۔میرے اللہ نے میری حفاظت کی مجھے دنیا کے سامنے تماشہ نہیں بنایا میں اگر آج یہاں بیٹھی ہوں تو صرف اس لیئے کیونکہ میں سیدھے رستے پہ ہوں اور یہاں بیٹھے میں ایک بار پھر اقرار کرتی ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔۔اسکے بعد نہ کوئی پیغمبر آیا ہے اور نہ آئے گا۔۔وہی پیر کامل ہیں۔میں دعا کرتی ہوں کہ وہ مجھے میری آنے والی زندگی میں بھی اپنے ساتھ شرک کروائے نہ ہی مجھے اپنے آخری پیغمبر کے برابر کسی کو لاکھڑا کرنے کی جرات ہو

بے شک میں اسکے کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتی۔

سالار نے سورہ رحمٰن کی تلاوت ختم کرلی تھی چند لمحوں کے لیئے وہ رکا پھر سجدے میں چلا گیا۔سجدے سے اٹھنے کے بعد وہ کھڑا ہوتے ہوتے رک گیا۔۔امامہ آنکھیں بند کیئے دونوں ہاتھ پھیلائے دعا مانگ رہی تھی۔وہ اسکی دعا ختم ہونے کے انتظار میں وہی بیٹھ گیا۔امامہ نے دعا ختم کی۔سالار نے ایک بار پھر اٹھنا چاہا لیکن اٹھ نہ پایا۔امامہ نے بہت نرمی سے اسکا دایاں ہاتھ پکڑ لیا۔وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔۔

یہ جو لوگ کہتے ہیں نا کہ جس سے محبت ہوئی وہ نہیں ملا۔ایسا پتا ہے کیوں ہوتا ہے۔۔۔محبت میں صدق نہ ہو تو محبت نہیں ملتی۔نو سال پہلے جب میں نے جلال سے محبت کی تو پورے صدق کیساتھ کی۔۔دعائیں وظیفے منتیں۔۔کیا تھا جو میں نے نہیں کیا لیکن وہ مجھے نہیں ملا. پتا ہے کیوں؟؟ کیونکہ اس وقت تم بھی مجھ سے محبت کرنے لگے تھے اور تمہاری محبت میں میری محبت سے زیادہ صدق

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تھا۔سالار نے اپنے ہاتھ کو دیکھا اسکی ٹھوڑی سے ٹپکنے والے آنسو اب اسکے ہاتھ پر گر رہے تھے سالار نے دوبارہ امامہ کے چہرے کو دیکھا۔۔

مجھے اب لگتا ہے اللہ نے مجھے بڑے پیار سے بنایا ہے وہ مجھے ایسے کسی شخص کو سونپنے پر تیار نہیں تھاجو میری قدر نہ کرتا۔۔اور جلال کبھی میری قدر نہیں کرتا۔اللہ نے مجھے سالار سکندر کو سونپا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ تم وہ شخص ہو جسکی محبت میں صدق ہے۔تمہارے علاوہ اور کون تھا جو مجھے یہاں لیکر آتا۔تم نے ٹھیک کہا تھا تم مجھ سے پاک محبت کرتے ہو۔۔

وہ بے حس و حرکت سا اسے دیکھ رہا تھا اس نے اس اعتراف اس اظہار کے لیئے کونسی جگہ چنی تھی۔وہ اسکے ہاتھ کو نرمی اور احترام سے چومتے ہوئے باری باری اپنی آنکھوں سے لگارہی تھی۔

مجھے تم سے کتنی محبت ہوگی میں یہ نہیں جانتی۔۔دل پر میرا اختیار نہیں ہے مگرمیں جتنی بھی زندگی تمہارے ساتھ گزاروں گی تمہاری وفادار اور فرمانبردار رہوں گی۔۔زندگی کے ہر مشکل مرحلے ہر آزمائش میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔میں اچھے دنوں میں تمہاری زندگی میں آئی ہوں میں برے دنوں میں بھی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔

اس نے جتنی نرمی سے اسکا ہاتھ پکڑا تھا اسی نرمی سے چھوڑ دیا۔۔سالار کچھ کہے بغیر اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔وہ خانہ کعبہ کے دروازے کو دیکھ رہا تھا بلاشبہ اسے زمین پر اتاری جانے والی صالح اور بہترین عورتوں میں سے ایک دی گئ تھی وہ عورت جسکے لیئے سالار نے ہر وقت اور ہر جگہ دعا کی تھی۔

کیا سالار سکندر کے لیئے نعمتوں کی کوئی حد رہ گئی تھی؟؟ اور جب وہ عورت اسکے ساتھ تھی تو اسے احساس ہورہا تھا کہ وہ کیسی بھاری ذمہ داری لیے بیٹھا تھا اسے اس عورت کا کفیل بنادیا گیا تھا جو نیکی اور پارسائی میں اس سے کئی زیادہ تھی۔

سالار تم سے ایک چیز مانگوں۔۔؟؟امامہ نے جیسے اسکے سوچ کے تسلسل کو روکا تھا۔سالار نے رک کر اسکا چہرہ دیکھا وہ جانتا تھا وہ اس سے کیا مانگنے والی ہے۔۔

تم ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا آخری خطبہ پڑھو۔۔سالار کو اندازہ نہیں تھا۔وہ اس سے یہ مطالبہ کرنے والی تھی۔۔

آخری خطبہ؟؟ وہ بڑبڑایا۔

ہاں وہی خطبہ جو انہوں نے جبل رحمت کے دامن میں دیا تھا۔اس پہاڑ پر جہاں چالیس سال بعد آدم و حوا بچھڑ کر ملے اور بخشے گئے تھے۔۔۔امامہ نے مدھم آواز میں کہا۔۔

ایک جھماکے کے ساتھ سالار کو پتا چل گیا تھا وہ اس سے آخری خطبہ کیوں پڑھوانا چاہتی ہے

اس نے آخری خطبے کے بارے میں سالار سے ایک دن پہلے بھی پوچھا تھا۔۔تب وہ جبل رحمت پر کھڑے تھے۔۔

تمہیں آخری خطبہ کیوں یاد آگیا؟؟ سالار نے کچھ حیران ہوکر اسے دیکھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

یہیں پر آخری حج کے اجتماع سے خطاب کیا تھا نا انہوں نے؟؟ وہ جبل رحمت کی چوٹی کے دامن کو دیکھ رہی تھی۔۔

ہاں۔۔۔سالار نے اسکی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے نیچے جھانکا۔۔

تمہیں انکا خطبہ یاد ہے؟؟ امامہ نے پوچھا۔۔

سارا تو نہیں۔۔۔سالار یاد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اٹکا۔بس چند احکامات یاد ہونگے۔اس نے بات مکمل کرلی تھی۔

جیسے؟؟۔۔امامہ نے دل گردہ نکال دینی والی بے رحمی کیساتھ انکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔۔وہ اسے بڑی نازک جگہ پر کھڑا کر کے زندگی کا مشکل ترین سوال پوچھ رہی تھی۔

مجھے ٹھیک طرح سے وہ احکامات یاد نہیں میں ایک بار آخری خطبہ کو دوبارہ پڑھوں گا۔پھر تم پوچھ لینا جو پوچھنا چاہتی ہو۔۔سالار نے بچنے کی ایک ناکام کوشش کی۔

مجھے پورا یاد ہے اور آج یہاں کھڑی ہوں تو اور بھی یاد آرہاہے۔میں سوچ رہی ہوں کہ انہوں نے وہ آخری خطبہ یہاں کیوں دیا تھا جہاں آدم و حوا ملے تھے۔۔شاید اس لیئے کیونکہ دنیا کا آغاز انہی دو انسانوں سے ہوا اور دین مکمل ہونے کا اعلان بھی اسی میدان میں ہوا۔۔

اور اسی میدان میں ایک دن دنیا کا خاتمہ بھی ہوگا۔۔سالار لقمہ دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

امامہ ہنس پڑی۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تم ہنسی کیوں۔۔سالار الجھا۔

تم تو کہہ رہے تھے تم کو وہ چند احکامات بھی یاد نہیں اب یہ کیسے یاد آگیا کہ انہوں نے دین مکمل ہونے کا اعلان یہاں کیا تھا۔۔

سالار لاجواب ہوا تھا۔۔امامہ اسی پرسوچ انداز میں کہنے لگی.

مجھے لگتا ہے وہ خطبہ دنیا کے ہر انسان کے لیئے تھا ہم سب کے لیئے۔۔اگر وہ سارے احکامات جو اس آخری خطبہ میں تھے ھم سب نے اپنائے ہوتے یا اپنا لیں تو دنیا بے سکونی کا شکار نہ ہوتی۔ جہاں آج ھم کھڑے ہیں اگر وہ نبی کریم کی اپنی امت کے لیئے آخری وصیت تھی تو ہم بہت بد قسمت ہیں کہ انکی سنت تو ایک طرف ان کی وصیت تک ہمیں یاد نہیں۔۔ عمل کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔وہ کچھ جذباتی انداز میں بولتی گئ۔وہ عورت نو سال پہلے بھی اسکے پیروں تلے سے زمین نکال سکتی تھی اور آج بھی نکال رہی تھی۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تمہیں سود کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات پتا ہے نا اس خطبے کے؟؟ وہ تلوار سالار کی گردن پہ آگری تھی جس سے وہ بچنے کی آج تک کوشش کرتا آیا تھا۔۔وہ کس جگہ پر کھڑی اس سے کیا پوچھ رہی تھی۔ایسی ندامت تو کبھی خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہوکر اللہ کے سامنے بھی نہیں ہوئ تھی اسے جتنی اسے اس جگہ کھڑے ہوکر ہوئ۔سالار کو اس وقت ایسا لگا جیسے جبل رحمت پہ پڑے ہر پتھر نے اس پر لعنت بھیجی تھی۔پسینہ ماتھے پر نہیں پیروں کے تلووں تک آیا تھا اسے لگا جیسے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے کھڑا ہے پھر وہ

وہاں پر ٹھہر نہ سکا اور امامہ کا انتظار کیئے بغیر جبل رحمت سے اترتا چلا گیا۔وہ رحمت کا حقدار نہیں تھا تو وہاں کیسے کھڑا ہوتا۔۔اسے نیچھے آکر محسوس ہوا۔۔اور آج امامہ نے وہ سوال حرم میں کردیا تھا۔سالار نے اس بار اس سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ اس سے کیا مانگے گی۔۔اس نے انکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حرم کے صحن سے نکلنے سے پہلے امامہ سے کہا تھا۔۔

میں جب بھی سود چھوڑوں گا تمہارے لیئے نہیں چھوڑوں گا۔۔۔۔۔بلکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لیئے چھوڑوں گا۔۔۔امامہ نے بڑی ٹھنڈی آواز میں کہا۔۔تو پھر انہی کے لیئے چھوڑ دو۔۔

سالار ہل نہ سکا۔۔یہ عورت اسکی زندگی میں پتا نہیں کس لیئے آئی یا لائی گئی تھی۔۔اسکو اکنامکس اور حساب کے ہر سوال کا جواب آتا تھا سوائے اس ایک جواب کے۔۔

تم تو حافظ قرآن ہو سالار پھر بھی اتنی بڑی خلاف ورزی کر رہے ہو قرآن پاک اور اللہ کے احکامات کی۔۔امامہ نے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تم جانتی ہو میں انویسٹمنٹ بنکنگ کروارہا ہوں لوگوں کو اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

امامہ نے اسکی بات کاٹ دی۔۔تم کو یقین ہے کہ اس میں سود کا ایک ذرہ بھی شامل نہیں؟؟؟

سالار کچھ دیر بول نہ سکا۔۔پھر اس نے کہا۔

تم بنکنگ کے بارے میں میرا مؤقف جانتی ہو۔۔چلو میں چھوڑ بھی دیتا ہوں یہ بلکل ہر مسلم چھوڑ دے بنکوں کو۔۔۔اسکے بعد کیا ہو گا۔۔حرام حلال میں تبدیل ہو جائے گا؟ اس نے بڑی سنجیدگی کیساتھ کہا۔۔

ابھی تو ہم حرام کام ہی سہی مگر اس سسٹم کے اندر رہ کر اس سسٹم کو سمجھ رہے ہیں ایک وقت آئے گا جب ہم ایک متوازی اسلامک اکنامک سسٹم لے آئیں گے۔۔۔

ایسا وقت کبھی نہیں آئے گا۔۔امامہ نے اسکی بات کاٹ دی.

تم ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟؟

سود جن لوگوں کے خون میں رزق بن کے دوڑنے لگے۔وہ سود کو مٹانے کا کبھی نہیں سوچیں گے۔

سالار کو لگا امامہ نے اسکو طمانچہ مارا ہے۔بات کڑوی تھی پر سچی تھی۔۔۔

میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ اگر تم چیزوں کو بدل نہیں سکتے تو اپنی قابلیت ایک غلط کام کو عروج پہ پہنچانے کے لیئے استعمال مت کرو۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار سکندر کو ایک بار پھر حسد ہوا تھا۔کیا زندگی میں ایسا کوئی وقت آنا تھا جب وہ امامہ ہاشم کے سامنے دیو بنتا۔۔۔کبھی بونا نہ بنتا۔۔۔فرشتہ دکھتا شیطان نہیں دکھتا۔؟؟؟

میں آخری خطبہ پڑھوں گا۔۔۔کہنا وہ کچھ اور چاہتا تھا اور کہہ کچھ اور دیا۔۔

مجھ سے سنو گے؟؟ امامہ نے اسکا ہاتھ تھام کر بڑے اشتیاق سے کہا۔۔

تمہیں زبانی یاد ہے؟؟ سالار نے پوچھا۔

اتنی بار پڑھا ہے زبانی دہرا سکتی ہوں۔۔

سناؤ۔۔سالار نے اسکے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

*-**-----***-----****-----****

سب تعریفیں اللہ کے لیئے ہیں اور ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد و مغفرت طلب کرتے ہیں۔اور اسی کے سامنے توبہ کرتے ہیں اور اسی کے سامنے اپنے نفس کی خرابیوں اور برے اعمال سے پناہ چاہتے ہیں۔۔جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے اللہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسکا کوئی شریک نہیں اور میں اعلان کرتا ہوں کہ محمد اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔

اے لوگوں میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں اسکی اطاعت کا حکم دیتا ہوں۔اور اپنے خطبے کا آغاز نیک بات سے کرتا ہوں۔۔لوگوں سنو۔۔میں تمہیں وضاحت سے بتاتا ہوں کیونکہ شاید اسکے بعد کبھی تم سے اس جگہ نہ مل سکوں۔

اچھی طرح سن لو۔اللہ تعالی نے سود کو حرام قرار دیا ہے اور میں آج سے تمام سود کلعدم قرار دیتا ہوں اور سب سے پہلے وہ سود معاف کرتا ہوں جو لوگوں نے میرے چچا عباس بن عبدالمطلب کو ادا کرنا ہے۔البتہ تم کو اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے۔جس میں نہ اوروں کا نقصان ہے نہ تمہارا۔۔

-**--*****-----****-----*****

پینتیس سالہ غلام فرید ذات کے لحاظ سے کمہار تھا اور پیشے کے لحاظ سے سکول کا چوکیدار تھا۔گاؤں میں رہتا تھا لیکن شہر میں بسنے کے خواب دیکھتا تھا۔اسے راتوں رات امیر بننے کا بھی بڑا شوق تھا۔۔

وہ سات بہنوں کا اکلوتا اور سب سے بڑا بھائی تھا۔جسکی شادی کا خواب اسکے پیدا ہوتے ہی ماں نے سجا لیا تھا۔دھوم دھام کی شادی نے اگلے کئی سال غلام فرید کو وہ قرض چکانے میں مصروف رکھا۔جب وہ قرض ختم ہوا تو پھر اسکی بہنوں کی شادیوں کے لیئے قرض لینا پڑا اور اس بار خاندان والوں کے انکار پر اس نے سود پر قرضہ لیا۔سات بہنیں تھی اگلے سال کسی نہ کسی کی شادی آجاتی تھی۔۔پچھلا قرضہ وہی کا وہی کھڑا رہتا۔مزید قرضہ سر چڑھ جاتا اور پھر ایک کے بعد ایک بچے کی پیدائش۔۔۔غلام فرید کو کبھی کبھی لگتا تھا کہ اسکا نام غلام قرض ہونا چاہیئے۔۔شادی کے تیرہ سالوں میں قرضہ تو اس نے ادا کردیا لیکن سود کی رقم اسکے سر پر اسکے بالوں سے بھی زیادہ ہوگئ تھی۔اسکی بیوی بھی سکول میں صفائ کا کام کرتی تھی۔دو بڑے بچے بھی گاؤں کی دو دکانوں پہ کام کرتے تھے کئ سالوں سے سود کی وہ سل پھر بھی اسکے سینے سے ہٹی ہی نہیں۔بوجھ تھا کہ بڑھتا ہی گیا۔کئ بار وہ سوچتا تھا کہ ایک رات چپکے سے بیوی بچوں سمیت گاؤں سے بھاگ جائے۔۔غلام فرید کے خوابوں کی گاڑی ساری رات چھکا چھک چلتی رہتی۔گاؤں سے بھاگ جانا آسان تھا لیکن ان لوگوں سے چھپنا آسان نہیں تھا جس سے اس نے قرضہ لیا ہوا تھا وہ لوگ اسکی چمڑی ادھیڑنے کے پر قادر تھے اور اسے کتوں کے آگے پھنکوا دیتے۔

راہ فرار غلام فرید کے پاس نہیں تھی اوراگر کوئی تھی تو صرف ایک۔۔۔کہ وہ امیر ہوجاتا۔۔اور پتا نہیں کیوں اسے لگتا تھا کہ وہ امیر ہوسکتا ہے۔۔۔

*------*******-----*******

اے لوگوں میں نے تم میں ایسی چیزیں چھوڑی ہے کہ تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔یعنی اللہ کی کتاب اور نبی کی سنے۔اور تم غلو سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔۔۔

*------*******------***

چنی غلام فرید کی آخری اولاد تھی اگر اسکی بیوی نسیمہ زندہ رہتی۔اور وہ سب کچھ نہ ہوتا جو ہوگیا۔ڈیڑھ سالہ چنی کو اسکی پیدائش سے پہلے کئ بار مارنے کی کوشش کی گئ۔نسیمہ کو جب اپنے نویں بار حاملہ ہونے کا علم ہوا تو اس نے گاؤں کی دائ سے ملنے والی ہر اس چیز کا استعمال کیا جس سے اسقاط حمل ہوجاتا۔۔چنی کو تو کچھ نہیں ہوا لیکن خود نسیمہ ان مضر صحت ادویات کے استعمال سے کئ قسم کی بیماریوں کا شکار ہوگئ۔

چنی کو مارنے کی ایک کوشش تب بھی کی گئ جب ساتویں مہینے طبیعت خراب ہونے پر نسیمہ کو شہر جانا پڑا اور وہاں الٹرا ساؤنڈ میں اسے اپنے ہونے والے بچے کی جنس کا پتہ چلا۔نویں اولاد لڑکی ہونے کا مطلب تھا کہ اسکی بیٹیوں کی تعداد چھ ہوجائے گی۔۔۔نسیمہ کو جیسے غش آگیا تھا۔۔سات بہنیں بیاہتے بیاہتے غلام فرید اور اسکا یہ حال ہوگیا تھا اب چھ بیٹیاں بیاہتے انہیں کس

دوزخ سے گزرنا تھا۔۔اس خیال نے آخری دو تین مہینے میں اسے ہر اس بد احتیاطی پر اکسایا جس سے بچی کی جان چلی جاتی۔۔۔نسیمہ کی اپنی خوش قسمتی تھی کہ وہ خود جان سے ہاتھ نہین دھو بیٹھی اس سے۔۔۔۔۔۔۔۔

چنی صحتمند پیدا ہوئی۔اسکا پیدا ہونا جیسے اسکی اپنی ذمہ داری بن گئ تھی۔ماں کو ہفتے بعد ہی ڈیوٹی پر جانا تھا۔۔یہ کوئی شہر نہیں تھا کہ کہ میٹرنیٹی لیو جیسی سہولت سے اسے نوازا جاتا۔۔اور وہ بھی نویں بچے کی پیدائش پر۔باہ کے پاس تو پہلے ہی اپنے بچوں کے لیئے وقت نہیں تھا۔اسکے سر کا بوجھ مزید بڑھ گیا تھا۔

دو کمروں کا وہ گھر جو غلام فرید کا واحد خاندانی ترکہ تھا چنی کی پیدائش کے چند ہفتوں بعد سود میں گروی رکھا گیا تھا۔اسکول والوں نے اس وقت میں غلام فرید کی مدد کی اور اسے ایک کوارٹر دے دیا جسمیں صرف ایک کمرہ تھا لیکن یی بھی غنیمت تھا. چنی کی پیدائش اپنے ماں باپ کو خوب یاد رہی کہ اسکی پیدائش نے انہیں بے گھر کیا۔۔لیکن چنی کی خوش قسمتی یہ تھی کہ روایتی انداز میں اس پر منحوس کا لیبل نہیں لگا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

نحیف و نزار سانولی رنگت والی چنی سارا دن گرمی میں بان کی ایک چارپائ پر پڑی رہتی روتی کھلبلاتی پھر خود ہی اپنا انگوٹھا چوستی اور سو جاتی۔۔کسی بہن کو خیال آجاتا تو چنی کو اسکے سستے سے پلاسٹک کے اس فیڈر میں دودھ مل جاتا جسمیں اسکے ہر بہن بھائ نے دودھ پیا تھا جو اتنے سالوں میں اتنا گدلا میلا اور گھس گیا تھا کہ اسمیں ڈالا جانے والا دودھ بھی میلا لگنے لگتا تھا. وہ بلاشبہ

جراثیم کی آماجگاہ تھی۔لیکن وہ غریب کی اولاد تھی اور غریب کی اولاد بھوک سے مرجاتی ہے۔۔۔گندگی سے نہیں۔۔۔

پورے دن میں ایک بار ملنے والا دودھ کا فیڈر وہ واحد غذا تھی جس پر چنی سارا دن گزارا کرتی تھی۔نسیمہ شام کو تھکی ہاری آتی تھی جو بھی روکھی سوکھی ملتی کھا کر کمرے میں لیٹ کر اپنے کسی بچے سے اپنی ٹانگیں دبوا لیتی تھی اور وہی سوجاتی تھی اسے پتہ بھی نہیں تھا کہ اسکے کمرے میں ایک نوزائیدہ اولاد ہے۔ہاں کبھی کبھار وہ اس وقت چنی کو دیکھنے بیٹھ جاتی تھی جب بڑی بچیوں کو اچانک وہم ہوتا تھا کہ چنی مر گئ ہے کیونکہ وہ کبھی سانس نہیں لے پاتی اور کبھی اسکا جسم اتنا ٹھنڈا ہوجاتا کہ نسیمہ کو لگتا انکا بوجھ واقعی کم ہوگیا ہے۔۔۔لیکن چنی اپنے ماں باپ کے سارے ارمانوں پر پانی پھیرتے ہوئے پھر سانس لینا شروع کردیتی تھی۔

بھوک واحد مسلہ نہیں تھا چنی کو۔۔۔سارا سارا دن وہ پیشاب اور پاخانہ میں لتھڑی پڑی رہتی تھی۔چنی کے جسم پر کھجلی ہوئ اور پھر ایسے بڑھ گئ جیسے اسکی جلد عادی ہوکر خود ہی ٹھیک ہوتی گئ۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

کئ ہفتوں تک کسی کو خیال نہیں آیا کہ چنی کی پیدائش رجسٹر کروانی ہے۔۔اسکا کوئ نام ہونا چاہیئے۔چنی نام اسے اسکی ماں نے اسکی جسامت دیکھ کر دیا تھا پھر گاؤں میں حفاظتی ٹیکوں کی مہم والے آئے تو غلام فرید کو چنی کا نام اور پیدائش رجسٹر کروانی پڑی غلام فرید نے اسکے لیئے بھی تین سو روپے کسی سے ادھار لیئے تھے۔اور وہ ادھار بھی گاؤں کی مسجد کے امام سے۔اور ان تین سو روپوں نے اسکی زندگی میں کیا کردار ادا کرنا تھا۔اسکا اندازہ نہ غلام فرید کو تھا نہ ہی اس بچی کو

جسکا نام کنیز رکھ دیا گیا تھا۔گاؤں میں کسی کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ کنیز ولد غلام فرید عرف چنی کو اس نام کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اسکو اللہ نے کسی اور کام کے لیئے چنا تھا۔۔

++++******++++****+

دیکھو میں نے حق پہنچا دیا ہے بس اگر کسی کے پاس امانت رکھوئی گئی ہے تو وہ اسکا پابند ہے کہ اس امانت رکھوانے والے کو اسکی امانت پہنچاے اور بیشک تم سب کو اللہ کی طرف لوٹنا اور حساب دینا ہے۔۔۔

++++----++++----++++

امام صاحب سے تین سو کا وہ قرض ہی تھا جس نے پہلی بار غلام فرید کو یہ احساس دلایا کہ امیر بننا کوئی اتنا مشکل کام نہیں۔مولوی نے اسکو قرض دینے کیساتھ یہ ذمہ داری بھی سونپی تھی کہ وہ سکول کے مالکان سے مسجد کے لیئے چندہ لیکر انہیں دے۔مولوی ان لوگوں میں سے تھا جو آخرت میں بھی جنت چاہتا تھا اور دنیا میں بھی جنت جیسا عیش و آرام۔

www.kitabnagri.com

غلام فرید نے اسکو یقین دلایا کہ سکول کے مالکان اسکی بہت مانتے ہیں۔مولوی سے جھوٹ تو بول دیا اس نے مگر اب مولوی کے بار بار اصرار کرنے پر اس نے سکول کے مالکان سے مسجد کے چندے کی بات کر ہی لی۔۔اسکول کے مالک نے مولوی کو بلایا اور اس سے تفصیلات مانگی کہ کس لیئے رقم چاہیئے۔۔اس نے چھوٹے موٹے اخراجات کی ایک لمبی تفصیل پیش کردی۔سکول کے مالک نے تفصیلات جاننے کے بعد نہ صرف اس وقت کچھ وم مہیا کی بلکہ ہر مہینے ایک معقول رقم دینے کا

وعدہ بھی کرلیا۔۔مولوی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔اسکی نظروں میں غلام فرید کی عزت ایک دم بڑھ گئی اور گاؤں میں پہلی دفعہ غلام فرید کو کسی نے عزت دی تھی۔۔وہ بھی مسجد کے امام نے۔۔۔جس نے نہ صرف جمعے کے خطبے میں لاؤڈ سپیکر پر سکول مالکان اور انتظامیہ کی دردمندی کے قصیدے پڑے بلکہ غلام فرید کی کوششوں کو بھی سراہا۔۔

سکول کے مالک نے یہ رقم غلام فرید کے ہی ہاتھوں مولوی کو پہنچانے کا وعدہ کیا تھا۔اسکو سونپی جانے والی ذمہ داری نے اسکی اہمیت مولوی کی نظر میں دوگنی کردی۔اگر مولوی کو یہ رقم مسجد کے انتظام و انصرام کے لیئے چاہیئے ہوتی تو وہ اسکی بلکل عزت نہ کرتا۔۔۔مگر مولوی کو یہ رقم اپنے لیئے چاہیئے تھی۔گاؤں کے دوسرے زمیندار اور صاحب حیثیت لوگوں سے وصول پائے جانے والے چندوں کی طرح جنکے بارے میں مولوی سے کوئی سوال و جواب نہیں کرتا تھا۔۔۔البتہ ان سب لوگوں کو جمعہ کی نماز کے خطبے کے دوران لاؤڈ سپیکر پر اس چندے کا اعلان چاہیئے ہوتا تھا او مولوی اس اعلان کو قصیدوں کے تڑکے کیساتھ پیش کرنے کے ماہر تھے۔۔

یہ پہلی بار ہوا تھا کہ پیسوں کے حوالے سے جواب دہی کا سسٹم بنانے کی کوشش کی تھی جو مولوی کو قابل قبول نہیں تھی لیکن چندے کی ماہانہ رقم کا ٹھکرانے کا حوصلہ بھی نہیں تھا اس میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سکول کا مالک وہاں دوسرے مہینے آیا تھا اور مولوی نے غلام فرید کے ساتھ ملکر مسجد میں ہونے والی تمام مرمتیں اسے دکھائی تھی۔وہ مطمئن ہوکر لوٹا۔مگر یہ صرف اس مہینے ہوا اگلے مہینے غلام فرید کے ہاتھ سے وصول کرنے والے رقم کا مولوی نے کیا کیا تھا۔۔اسکا غلام فرید کو اندازہ بھی

نہیں ہوا۔وہ مسجد میں دو چار بار گیا تھا اسکا استقبال خوب اچھی طرح کیا گیا۔۔مولوی نے اپنے گھر سے کھانا چائے پانی بھی دیا۔لیکن چندے کے استعمال کے بارے میں بس آئیں بائیں شائیں کرتا رہا۔۔غلام فرید کو چندے کے درست استعمال سے کوئی دلچسپی نہیں تھی مگر اپنے ہاتھ سے ہر مہینے بیس ہزار کی رقم جس مشکل سے مولوی کو دے رہا تھا یہ صرف وہ ہی جانتا تھا۔مگر اسے خوف تھا تو صرف اللہ کا۔کیونکہ وہ مسجد کا پیسہ تھا۔۔اسکے دل سے چندے کے حوالے سے اللہ کا خوف ختم کرنے میں مولوی نے بنیادی کردار ادا کیا۔۔۔اگر مولوی مسجد کے پیسوں کو لوٹ کا مال سمجھ کر کھا رہا تھا تو غلام فرید کو بھی حق تھا۔۔اسکے سر پہ بھی تو قرضہ تھا وہ چار مہینے خود میں یہ ہمت پیدا کرتا رہا کہ وہ مولوی سے اس سلسلے میں بات کرسکے۔اسے ان پیسوں میں حصہ چاہیئے تھا۔۔آدھا آدھا یا کم از کم پانچ ہزار تو بنتا ہی تھا۔سکول کے مالک کو اطمینان ہو گیا تھا کہ مولوی نے مسجد کی حالت کو بہتر کرلیا ہو گا اسکے ماہانہ بھیجے گئے پیسوں سے قرآن پاک کی تعلیم کے لیئے آنے والے بچوں اور مسجد کے بنیادی قسم کے اخراجات پورے ہوتے رہینگے۔۔غلام فرید نگران تھا کہ وہ یہ دیکھے لہ مسجد میں آنے والے بچوں کو قرآن پاک قاعدے سپارے مسجد ہی مہیا کرے۔غلام فرید کو اندازہ ہو گیا تھا کہ مسجد میں آنے والے کسی بچے کو مسجد سے کچھ نہیں مل رہا اور اگر کچھ مل رہا تو بلکل بھی مفت نہیں مل رہا۔یہ اسکی بے چینی کا آغاز تھا۔۔اور اس وقت اسکی بے چینی اپنے انتہا پر پہنچ گئی جب چوتھے مہینے مولوی نے نیا موٹر سائیکل خرید لیا۔وی اسکی نئ موٹر سائیکل کو دیکھ کر اس قدر حسد اور خفگی کا شکار ہوا کہ وہ پیسوں کا ذکر کیئے بغیر صرف مٹھائ کھا کر آگیا تھا۔مولوی نے ماہانہ چندے کا پوچھا کیونکہ وہ مہینے کی پہلی تاریخ تھی۔غلام فرید نے اس دن مسجد میں بیٹھ کر پہلا جھوٹ بولا تھا کہ سکول کا مالک ملک سے باہر چلا گیا ہے اور ابھی واپس نہیں آیا۔۔مولوی کو

ایک دم فکر لاحق ہوئی کہ اگر سکول کا مالک فوری طور پہ واپس نہ آیا تو پھر اس مہینے کے پیسے کون دے گا۔۔غلام فرید نے اسکو سکول کے مالک کا فون نمبر دے دیا تھا جو غلط تھا۔۔۔۔

وہ بیس ہزار کی رقم جیب میں لیئے اس دن ایک عجیب سی کیفیت کیساتھ مسجد سے نکلا تھا یوں جیسے اسکی لاٹری نکلی تھی۔اسے پتا تھا مولوی ہر سال مختلف چیزوں سے اکٹھی ہونے والی رقم کو اپنی رقم کے طور پر گاؤں کے انہی سودخوروں کو بزنس میں سرمایہ کاری کے لیئے دیتے تھے جو سود خور غلام فرید جیسے ضرورتمندوں کو وہ رقم دیکر انہیں ساری عمر کے لیئے چوپایہ بنا دیتے ہیں۔

مولوی نے ایک ڈیڑھ ہفتہ مزید رقم کا انتظار کیا اور پھر کچھ بے صبری میں وہ نمبر گھما دیا تھا۔نمبر آف تھا۔دو دن وقفے وقفے سے کئی بار فون کرنے پر بھی جب فون بند ملاتو مولوی غلام۔فرید کی بجائے سکول پہنچ گئے۔

اور وہاں جاکر انہیں یہ خبر ملی کہ سکول کا مالک کچھ دن پہلے سکول سے ہوکر جاچکے تھے۔۔مولوی کا پارہ اب ہائی ہوگیا تھا۔اس نے غلام فرید کو اسکے کوارٹر پر جالیااور جب غلام فرید نے انہیں ایک بار پھر وہی کہہ کر ٹرخانے کی کوشش کی تو مولوی نے اسکے جھوٹ کا پول کھول دیا کہ وہ سکول سے ہوکر آیا ہے اور سب جانتا ہے۔۔۔غلام فرید نے کہا کہ ہوسکتا ہے وہ آیا ہو اور اس دن میری چھٹی ہو اور مالک کی ملاقات مجھ سے نہیں ہوئی۔

مولوی اس پر کچھ زیادہ بھڑکے۔۔غلام فرید کو اندازہ ہوگیا کہ وہ اب مولوی سے مزید جھوٹ نہیں بول سکتا اسے اب دو ٹوک صاف صاف بات کرنی پڑی۔۔اس نے مولوی کو بتایا کہ اسے ہر مہینے

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس رقم میں اپنا حصہ چاہیئے۔۔کچھ لمحوں کے لیئے مولوی کو یقین نہ آیا کہ گاؤں کا ایک کمی کمین مسجد کے امام سے کیا مطالبہ کر رہا ہے۔جب انہیں یقین آیا تو اسکے منہ سے غصہ میں جھاگ نکلنے لگا تھا۔تم اللہ کے گھر کے لیئے ملنے والے ہدیے سے اپنا حصہ مانگ رہے ہو دوزخی انسان۔۔

انہوں نے غلام فرید کو ڈرانے کی کوشش کی تھی لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ دوزخ جیسی زندگی گزار کر وہ موت کے بعد دوزخ سے کیا ڈرتا۔۔

اللہ کے گھر کے پیسے اگر اللہ کے گھر پہ لگتے تو کبھی نہ مانگتا مولوی صاحب۔۔۔اس نے بھی تن کر کہہ دیا اس سے۔۔مولوی نے اسکو دھمکایا کہ وہ سکول کے مالک سے بات کرینگے۔اور اسے سارا کچا چٹھا سنادینگے۔۔

جواباً غلام فرید نے اسے دھمکایا کہ وہ بھی سکول کے مالک کو یہ بتادے گا کہ مولوی چندے والی رقم کو خود استعمال کر رہے ہیں اور انہوں نے مسجد کے پیسوں کو ایک سود خور کو دے رکھا ہے اور وہ اسکا سود کھا رہے ہیں۔۔بلکہ وہ پورے گاؤں میں انکو بدنام کر دے گا۔مولوی کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی اسکا بس چلتا تو غلام فرید کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتوں کو ڈال دیتا۔۔۔وہ اسے جی بھر کے برا بھلا کہتا رہا۔اس دن مولوی نے غلام فرید کو دنیا بھر کی ہر وہ گالی دی جو اس نے کبھی بھی کسی سے سنی تھی لیکن غلام فرید ڈھٹائی سے اپنے پیلے دانتوں کیساتھ منہ کھول کر انکے سامنے ہنستا رہا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ٹھیک ہے مولوی صاحب مجھے تو کیڑے پڑے گے سانپ اور بچھو قبر میں میری لاش نوچیں گے اور مجھے مرتےوقت کلمہ بھی نصیب نہیں ہو گا۔میرے ساتھ جو بھی مرنے کے بعد ہو گا لیکن آپکے بیس ہزار تو آپکی زندگی میں بند ہوجائیں گے۔۔۔اسی مہینے سے۔۔۔میں مالک کو کہہ دیتا ہوں کہ میں نے اس لیئے آپکو پیسے نہیں دییے کیونکہ آپ تو مسجد میں پیسہ لگا ہی نہیں رہے ہیں تو سوچیں زیادہ نقصان جنتی کا ہوا یا دوزخی کا۔۔۔

سب گالم گلوچ اور لعنت ملامت کی بعد مولوی نے گھر آکر اپنی بیوی سے مشورہ کیا اور پھر اگلے دن بڑے ٹھنڈے دل و دماغ کیساتھ مولوی نے غلام فرید کیساتھ پندرہ ہزار وصول کرنے پر اتفاق کرلیا۔اور اس سے بھی بڑی اعلی ظرفی کا مظاہرہ اس نے تب کیا جب غلام فرید نے کہا کہ اس مہینے کے بیس ہزار وہ پہلے ہی خرچ کرچکا ہے۔۔یہ پچھلے چار مہینے کے پیسوں سے اسکا کمیشن تھا۔مولوی کا دل چاہا کہ اس غلام فرید نامی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کو اپنے ہاتھوں سے گاؤں کے بیچ کھیتوں میں اس طرح پھانسی پر لٹکا دے جسطرح لوگ کھیتوں میں پرندوں کو ڈرانے کے لیئے بیجا لگاتے ہیں۔مگر اسے یاد آیا کہ سال کے آخر میں اس نے اپنی بیٹی کی شادی بھی کرنی تھی اور وہ زمین بھی خریدنی تھی جسکا بیعانہ وہ کچھ دن پہلے دیکر آئے تھے۔۔۔

غلام فرید کو یقین نہیں آیا تھا کہ بیٹھے بٹھائے اس کو ہر ماہ تنخواہ سے کچھ ہی تھوڑی رقم ملنے لگی تھی۔اور وہ رقم اگر وہ سود والوں کو دے دیتا تو بہت جلد اسکا سود ختم ہونے والا تھا۔۔مگر اسے اندازہ نہیں تھا کہ مولوی سے دشمنی پال کر اس نے زندگی کی سب سے بڑی غلطی کرلی تھی۔۔۔۔سود لینے سے بھی بڑی غلطی۔۔۔

******----------**********

اے لوگوں عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔تم نے اللہ کو گواہ بناکر اسکو خود پر حلال کیا۔اور انہیں اپنی امان میں لیا۔تمہیں اپنی عورتوں پر حقوق حاصل ہیں بلکل ویسے ہی جیسے تمہاری عورتوں کو تم پر حقوق حاصل ہیں۔۔۔ان پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کیساتھ دوستی نہ کرے جسے تم پسند نہیں کرتے اور تمہاری حرمت کی نگہبانی کرے۔اور اگر وہ تمہاری فرمانبردار رہتی ہیں تو پھر یہ انکا حق ہے کہ تم انکے ساتھ اچھا سلوک کرو اور انکے نان نفقہ کی ذمہ داری اٹھاؤ۔۔۔

*******----------*********

احسن سعد نے تین سال کی عمر میں اپنی ماں کو اپنے باپ کے ہاتھوں پہلی بار پٹتے دیکھا تھا اس نے کوئ بے حیائ کاکام کیا تھاوہ کام کیا تھا وہ تین سال کی عمر میں جان نہ سکا۔لیکن اپنے باپ کی زبان سے بار بار ادا ہونے والا وہ لفظ اسکے ذہن پر نقش ہوگیا تھا۔

اسے یہ بھی یاد تھا کہ اسکے باپ نے اسکی ماں کے چہرے پہ دو تین تھپڑ بھی مارے تھے اسکا بازو بھی مروڑا تھا اور پھر اسے دھکا دیکر زمین پر گرا لیا تھا۔۔اسے وہ چاروں غلیظ گالیاں بھی یاد تھی۔جو اسکے باپ نے اسکی ماں کو دی تھی۔۔

وہ خوف کے مارے کمرے میں موجود صوفے کے پیچھے چھپ گیا تھا۔۔کیونکہ اسکو پہلا خیال یہ آیا تھا کہ اسکا باپ اب اسکو پیٹے گا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس کے باپ نے اسے چھپتے دیکھا تھا۔مار کٹائی کے اس سین کے بعد فوراً اسکے باپ نے اسے صوفے کے پیچھے سے بڑے پیار سے نکالا تھا۔پھر اسے گود میں اٹھا کر گھر سے باہر لے گیا۔اگلے دو گھنٹے وہ باپ کیساتھ من پسند جگہوں کی سیر کرتا اور من پسند چیزیں کھاتا رہا لیکن اسکا ذہن وہی اٹکا ہوا تھا۔۔

تم تو میرے پیارے بیٹے ہو سب سے زیادہ پیارے ہو مجھے۔۔اس کا باپ ان دو گھنٹوں میں مسلسل بہلاتا رہا اسکو۔۔وہ باپ کے گلے بھی لگ جاتا اور باپ کے کہنے پر اسکو چومتا بھی لیکن وہ اس دن بہت خوفزدہ ہوا تھا۔۔

واپسی پر اس نے اپنی ماں کو معمول کے کاموں میں مصروف پایا تھا۔وہ کھانا پکا رہی تھی۔جیسے روز پکاتی تھی۔۔اسکے باپ کو چائے بنا کر دی تھی جیسے روز دیتی تھی۔مگر فرق صرف یہ تھا کہ آج انکے چہرے پہ انگلیوں کے چند نشان تھے اور انکی آنکھیں سرخ اور سوجھی ہوئی تھی۔اس دن اسکا دل ماں کے پاس سونے کو نہیں چاہا تھا۔وہ اپنی پانچ سالہ بہن کے بستر میں سونے لے لیئے گیا تھا اور بہت دیر تک سو نہ سکا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اگلے چند روز وہ پریشان رہا اور خاموش بھی۔۔اسکی ماں نے اسکی خاموشی نوٹس کی یا نہیں لیکن اسکے باپ نے کی تھی۔وہ اسکا اکلوتا بیٹا تھا اسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھااب وہ باپ سے ہلکا سا کھنچا تھاتو اس کے لیئے اسے نظرانداز کرنا نا ممکن تھا اگلے کئ دن اسکا باپ اس پر معمول سے زیادہ توجہ دیتا رہا اسکے سارے نخرے اٹھاتا اور ہر فرمائش پوری کرتا رہا۔وہ آہستہ آہستہ نارمل ہوتا گیا اور وہ پہلی اور آخری بار ہوا تھاجب اسکے باپ نے اسکی ماں کو مارنے کے بعد اسکے اتنے

نخرے اٹھائے تھے۔بعد کے سالوں میں اسکی ماں کئی بار اسکے سامنے پٹی تھی اس نے ان غلیظ گالیوں کو معمول کے الفاظ میں تبدیل ہوتے دیکھا جب بھی انکے باپ کو غصہ آتا تھا تو وہ ان الفاظ کا بے دریغ استعمال کرتا تھا۔۔اب وہ خاموش تماشائی کی طرح وہ منظر دیکھتا تھا۔اور ایسے ہر منظر کے بعد اسکا باپ اسکو شام کی سیر کے لیئے لیکر جاتا تھا اور اسے بتایا کرتا تھا کہ اللہ بے حیائی کو کتنا ناپسند کرتا ہے اور عورت سب سے زیادہ بے حیائی کے کاموں میں ملوث ہے۔اور بے حیائی کرنے والوں کو سزا دینی چاہیئے۔

پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک کی بہت ساری آیات اسکو اسے باپ نے یاد کروائی تھی اور بے حیائی کے کاموں کی وہ فہرست بھی جس کے کرنے پر عورت کو سزا دینا واجب ہوجاتا تھا۔اور بے حیائی کے ان کاموں میں شوہر کی نافرمانی، پردے کی پابندی نہ کرنا۔کسی نامحرم سے ملنا یا بات کرنا، گھر سے اجازت کے بغیر جانا، کسی قسم کا فیشن کا سنگھار کرنا، شوہر سے اونچی آواز میں بات کرنا، کھانا دیر سے یا بدمزہ بنانا، ٹی وی دیکھنا، میوزک سننا، نماز روزے کی پابندی نہ کرنا اسکے دادا دادی کی خدمت نہ کرنا اور اس طرح کے کئی کام تھے جو اسے مکمل ازبر تھے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ جن قاری سے قرآن سیکھتا تھا ان سے ماں باپ کے ادب کے بارے میں احکامات بھی سنتا تھا۔خاص طور پر ماں کے حوالے سے۔۔۔

مگر وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ بے حیائی کے کام کرنے والی عورت کی وہ کیسے عزت کرسکتا تھا۔آسان تشریح اسکے باپ نے اسکو کی کہ وہ بڑا ہوکر مرد بننے والا ہے ایک ایسا مرد جو کسی بھی عورت کو بے حیائی کے کاموں پر سزا دینے کا اور گالیاں دینے کا پورا حق رکھتا ہے۔اسکا آئیڈیل

اسکا باپ تھا۔باریش داڑھی کیساتھ اسلامی شعائر پر سختی سے کاربند پانچ وقت نماز پڑھنے والا ایک بے حد خوش اخلاق نرم خو انسان اورسعادت مند بیٹا۔۔۔جو زندگی کا ایک بڑا حصہ مغرب میں گزارنے کے بعد بھی ایک مثالی اور عملی مسلمان تھا وہ بھی بڑا ہوکر ویسا ہی بننا چاہتا تھا۔۔

اے لوگوں تمہارے خون تمہارے مال ایک دوسرے کے لیئے اس طرح محترم ہیں جیسے آج کا یہ دن(عرفہ کا دن) یہ مہینہ اور یہ شہر۔۔

خبردار زمانہ جاہلیت کی ہر رسم اور طریقہ آج میری قدموں کے نیچھے ہے اور جاہلیت کے خون معاف کردیئے گئے ہیں اور پہلا خون جو میں اپنے خونوں سے معاف کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ حارث کا خون ہے۔دیکھو میرے بعد گمراہ نہ ہوجانا کہ پھر ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگ جاؤ۔۔

*********---------********

غلام فرید کی زندگی میں صرف چند اچھے مہینے آئے تھے۔ایسے مہینے جسمیں پہلی بار اس نے راتوں کو سکون سے سونا سیکھا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

غلام فرید بہت معصوم تھا یا شاید بہت بے وقوف۔وہ سمجھ رہا تھا کہ اس نے زندگی میں پہلی بار کوئی بڑی کامیابی حاصل کرلی ہے۔جیسے امیر بننے کی طرف پہلا قدم اٹھایا ہے۔مولویکے ساتھ اس نے جو کچھ کیا تھا اسکے بعد کئی دن تک مولوی کی نیندیں اڑی رہی۔بیس ہزار کی رقم بیٹھے بٹھائےپندرہ ہزار رہ گئی تھی۔اسکا صدمہ تو تھا ہی لیکن ساتھ اس بات کا اندیشہ بھی اسے ہوگیا کہ

مسجد کی رقم کو سود خوری کے کاروبار میں لگانے کی خبر اگر کسی طرح گاؤں میں پھیل گئ تو اور کچھ ہو نا ہو لیکن مستقبل میں اسکے چندے بند ہوجائینگے۔۔۔

بدنامی کی تو خیر اسے فکر نہیں تھی وہ اگر بدنام ہو بھی جاتا تو بھی کوئ اسے مسجد کی امامے مت سے نہیں ہٹا سکتا تھا کیونکہ یہ اسکو باپ داد کی جاگیر کی طرح ورثے میں ملی تھی۔اور گاؤں والوں کو تو صحیح طرح وضو کرنا بھی نہیں آتا تھا۔وہ امام مسجد کو دینی لحاظ سے کیا جانتے۔اور اگر ہٹا بھی دیتے تو اسکی جگہ لاتے کس کو؟؟

بیوی مولوی کو سودی کاروبار میں لگائ رقم واپس لینے نہیں دے رہی تھی۔وہ پہلا خیال تھا جو غلام فرید کی دھمکی کے بعد مولوی کو آیا تھا۔وہ جتنی جلدی ہوسکے اپنی رقم واپس لے۔تاکہ وہ غلام فرید کو جھوٹا ثابت کرسکیں۔۔

بیوی کا کہنا تھا اور کونسی ایسی جگہ ہے جہاں پیسہ لگانے پر پچیس فیصد منافع مل جائے۔بنک والے تو آٹھ یا نو بھی رو دھو کر دیتے ہیں۔۔بیٹیوں کے جہیز کہاں سے بنے گے۔انکی شادی کے اخراجات کیسے پورے ہونگے۔۔مسجد کی امامت تو تین وقت کی روٹی ہی پوری کرسکتی ہے۔مولوی کو بیوی کی باتیں سمجھ تو آرہی تھی لیکن ساتھ انکو یہ دھڑکا بھی لاحق تھا کہ کہیں کسی دن غلام فرید باقی پندرہ ہزار دینے سے انکاری نہ ہوجائے۔اور انکا حدشہ ٹھیک نکلا۔

دو ماہ بعد غلام فرید نے اپنے گھر کے کچھ ناگزیر اخراجات کی بناء پر مولوی کو رقم دینے سے معذرت کرلی۔اور ان سے اگلے ماہ کی مہلت مانگی۔یہ وہ لمحہ تھا جب مولوی نے گالم گلوچ لعنت

و ملامت نہیں کی تھی انہیں۔مولوی نے اسکو جہنم سے ڈرانے کی بجائے خود اسکی زندگی جہنم بنانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔انہوں نے اپنی بیوی کو بتائے بغیر گاؤں کے اس شخص سے رقم کا مطالبہ یہ کہہ کر کیا تھا کہ مسجد کی تزئین و آرائش کی لیئے فوری طور پہ ایک بڑی رقم چاہیئے اس لیئے وہ چاہتے تھے کہ اپنی رقم میں سے کچھ مسجد میں چندہ کرے جو جواب مولوی کو ملا تھا وہ اسکے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔اس آدمی نے رقم واپس کرنے سے صاف انکار کردیا۔اسکا کہنا تھا کہ فی الحال رقم کاروبار میں لگی ہوئی ہے اور وہ اگلے دو تین سال تک اسکا منافع تو دے سکتا ہے لیکن اصل رقم واپس نہیں کرسکتا۔۔مولوی کو وہاں کھڑے کھڑے دن میں تارے نظر آنے لگے۔اس نے پانچ لاکھ کی رقم اس آدمی کو دی ہوئی تھی۔

اس دن غلام فرید سے مولوی کی نفرت کچھ اور بڑھ گئی۔گھر جاکر انہوں نے بیوی کو یہ قصہ سنایا۔وہ بھی دل تھام کر رہ گئی مگر اس نے مولوی کو یہ کہہ کر تسلی دی۔

چلیں مولوی صاحب دو تین سال بعد ہی سہی دے گا تو دے گا نا۔۔اور شکر ہے اس نے منافع دینے سے انکار نہیں کیا میں تو پہلے ہی آپکو روک رہی تھی۔لیکن پتا نہیں آپکو کیا سوجھی کہ لگی لگائی روزی پہ لات مارنے چلے۔۔اسے مولوی سے یہ کہتے ہوئے یہ پتا نہیں تھا کہ یہ لگی لگائی روزی خود ہی انہیں لات مار دینے والی تھی۔۔

اگلے مہینے پھر مولوی کو غلام فرید سے پیسے نہیں ملے۔۔۔اور اس مہینے ساہوکار نے اس کو منافع کی رقم بھی نہیں دی تھی۔ایک ماہ پہلے مولوی کے رقم کے مطالبے نے جیسے اسے چوکنا کردیا تھا۔کہ وہ پارٹی ٹوٹنے والی ہے تو وہ کیوں منہ بھر بھر کے اسکو منافع کھلاتا۔۔۔اب اسکی باری تھی دیا گیا

سارا منافع واپس وصول کرنے کی۔لیکن اس نے مولوی سے یہ باتیں نہیں کی۔بلکہ اس سے چھ مہینے کی مہلت مانگی اور یہ کہا تھا کہ چھ ماہ کا منافع وہ اکٹھا دے گا پھر اس پر شدید مالی بحران آیا تھا اس نے مولوی سے نا صرف دعا کی درخواست کی بلکہ کوئی قرآنی وظیفہ بھی مانگا تھا۔

مولوی کو ٹھنڈے پسینے آگئے تھے اس کی باتیں سن کر۔اور کچھ بعید نہیں کہ ہارٹ ہی فیل ہوجاتا ۔وہ لکھ پتی سے ککھ پتی بن گئے تھے وہ بھی دن دہاڑے۔۔

مولوی صاحب چپ چاپ وہاں سے تو اٹھ کر آگئے لیکن اس نے اپنے مالی نقصان کا سارا غصہ غلام فرید پہ اتارا تھا۔

انہوں نے سکول سے اسکے مالک کا نمبر لیا تھا اور پھر اسے فون کر کے غلام فرید پر جی بھر کر الزامات لگائے۔مالک کا رد عمل فوری تھا۔وہ پہلی فرصت میں گاؤں آیا تھا اور مولوی سے ملاقات کے بعد غلام فرید کی صفائیاں اور وضاحتیں سننے کے باوجود اسے نوکری سے فارغ کردیا

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

غلام فرید کے سر پہ جیسے پہاڑ آگرا تھا۔صرف اسے نہیں اسکی بیوی کو بھی نکال دیا گیا تھا اور ان سے کوارٹر بھی خالی کروالیا گیا تھا۔۔

گیارہ لوگوں کا وہ خاندان چھت سے بے چھت ہوگیا تھا۔وسائل اتنے نہیں تھے کہ وہ گاؤں میں کوئی مکان کرائے پر لے لیتے۔مولوی کے طفیل غلام فرید پورے گاؤں میں بیوی سمیت بدنام ہوگیا تھا۔وہ ایک چور تھا جس نے اللہ کے پیسوں کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔گاؤں والوں نے مولوی

کے دہرئے گئے قصے سن سن کر غلام فرید کا سوشل بائکاٹ کر دیا۔غلام فرید نے بھی مولوی کے کارنامے گاؤں والوں کو بتانے کی کوشش کی لیکن ایک کمین اور چور کی بات پہ کون یقین کرتا ۔۔مولوی بری الذمہ اور معصوم قرار پایا.

پتا نہیں وہ کونسا لمحہ تھا جب غلام فرید اپنا ذہنی توازن کھونا شروع ہوا۔بھوک اور تنگدستی نے اسکا دماغ خراب کر دیا۔گاؤں والوں کی باتوں اور طعنوں نے۔۔۔لڑکپن میں

داخل ہوتی بیٹیوں پر پڑتی گاؤں کے لڑکوں کی گندی نظروں اور اپنی بے بسی نے۔یا پھر ان سود خوروں کی دھمکیوں نے جو اسے سود کی قسطیں ادا نہ کرنے پر بار بار اس احاطے کے ٹوٹے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر مار پیٹ کرتے جہاں جانوروں کے ایک باڑے کے برابر غلام فرید نے بھی لکڑی کی چھت ڈال کر وقتی طور پہ اپنے خاندان کو چھت فراہم کی تھی۔۔

پتا نہیں کیا ہوا تھا غلام فرید کو۔چنی ایک سال کی تھی جب غلام فرید نے ایک رات اپنے خاندان کے نو کے نو افراد کو ذبح کر دیا۔چنی واحد بچ گئی تھی۔وہ غلام فرید کو مری ہوئی لگی۔نو انسانوں کو مارنے کے بعد غلام فرید نے اپنی جان نہیں لی تھی۔وہ زندہ تھا ہی کب۔۔خاندان کو مار دینا ہی وہ حل تھا جیسے جو ایک ان پڑھ شخص نے غربت اور قرض سے نجات کے لیئے نکالا تھا جب کوئی حل ہی باقی نہ رہا تھا۔۔

ایک سال کی چنی کو کچھ یاد نہیں تھا۔۔نہ قاتل نہ مقتول۔۔

*********---------*********

اے لوگوں نا تو میرے بعد کوئ پیغمبر یا نبی آئے گا نہ تمہارے بعد کوئ نئ امت، میں تمہارے پاس اللہ کی کتاب اور اپنی سنت چھوڑے جارہا ہوں اگر تم ان پر عمل کروگے تو کبھی گمراہ نہ ہونگے

*******--------*********

وہ رات ہاشم مبین کی زندگی کی مشکل ترین راتوں میں سے ایک تھی۔انہوں نے ایک بھیانک خواب دیکھا تھا کچھ دیر پہلے۔مگر خواب انسان جاگتی آنکھوں سے کیسے دیکھ سکتا ہے اور خواب میں بھی انسان کی اپنی اولاد اپنے والدین کے ساتھ ایسی بے رحمی کا سلوک کیسے کر سکتی ہے۔کہ انسان ایک لمحے کے لیئے اسکے اپنی سگی اولاد ہونے پر شبہ کرے۔۔۔

وہ اسٹڈی میں بیٹھے اپنی جائداد اور بنک بیلنس اور دوسرے اثاثہ جات کی فائلز اپنے سامنے میز پر ڈھیر لیئے صرف یہ سوچ رہا تھا کہ یہ سب انکے ساتھ کیوں ہورہا تھا۔

اولاد باپ کے مرنے کے بعد ترکہ پر لڑے تو سمجھ میں آتا ہے مگر اولاد ماں باپ کی زندگی میں ہی انکے سامنے اسطرح جائداد کے حصوں اوت پائ پائ پر لڑے جیسے ماں باپ مر گئے ہو تو ماں باپ کو کونسی صلیب پر چڑھنا پڑتا ہے۔۔۔ہاشم مبین آجکل اسی صلیب پر چڑھے ہوئے تھے۔ہاشم مبین نے ساری زندگی ایک بادشاہ کی طرح گزاری تھی وہ سب پر حاوی رہے تھے اور انکی کسی بھی اولاد کی یہ مجال نہیں تھی کہ وہ اسکے سامنے سر اٹھائے۔اور اب اسی ہاشم مبین پر وہی اولاد انگلیاں بھی اٹھا رہی تھی اور گستاخانہ باتیں بھی کر رہی تھی۔اس نے ساری زندگی اپنی اولاد کو

بہترین لائف سٹائل دینے کے لیئے کئی سمجھوتے کیئے۔۔جس میں وہ صحیح اور غلط کی تمیز بھی بھول گئے۔۔کب کب اس نے ضمیر کا سودا کیا تھا وہ بھی اسے یاد آرہا تھا اور کب کب انسانیت کا اور کب اپنے مذہب کا۔

وہ بے چین ہو کر اٹھ کر کمرے میں پھرنے لگے مال و زر کا وہ ڈھیر جو اس نے اپنا مذہب بیچ اور بدل کر اکٹھا کیا تھا وہ شاید اسی قابل تھا کہ اسکی اولاد اسے لوٹ لیتی۔

اور پھر زندگی کے اس لمحے پر اسے ایک غلطی اور اس ایک غلطی کیساتھ امامہ یاد آئی۔

انہوں نے اسے ذہن سے جھٹکا۔۔پھر جھٹکا۔۔پھر جھٹکا۔۔اور پھر وہ رک گئے۔فائدہ کیا تھا اس کوشش کا. پہلے کبھی اس میں کامیاب ہوئے تھے جو آج ہوتے؟؟

کتنے سال ہوئے تھے اسے دیکھے ہوئے۔۔اس سے ملے ہوئے۔۔۔آخری بار انہوں نے اسے ہوٹل میں دیکھا تھا سالار کیساتھ۔۔اور آخری بار انہوں نے اسکی آواز کب سنی اس سے کب بات کی تھی انہیں یہ بھی یاد تھا۔۔۔

یہ کیسے بھول جاتا۔۔وسیم کی موت پر۔۔

کتنے سال گزر گئے تھے ل۔انہوں نے ایک گہرا سانس لیا۔آنکھوں میں آنے والی نمی صاف کی ۔۔پتا نہیں یہ نمی وسیم کے لیئے آئی تھی یا امامہ کے لیئے۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

آنے والے ہفتے میں سب کچھ بکنا اور بٹنا تھا۔۔یہ گھر یہ فیکٹری زمین پلاٹس اکاؤنٹس گا ڑیاں۔۔سب اثاثے۔۔۔اگر کچھ بٹنے کے قابل نہ تھا تو وہ ہاشم مبین اور اسکی بیوی تھی۔جنھیں کوئی بھی ساتھ رکھنے پر تیار نہیں تھا۔۔۔

یہ وہی رات تھی جب انہوں نے ای بار امامہ سے ملنے کا سوچا تھا یہ وہی رات تھی جب انہوں نے سوچا کہ شاید انکی باقی اولاد کی طرح امامہ کو بھی جائداد میں حصہ دینا چاہیئے۔۔اور وہ یی جانتے تھے کہ وہ اس سوچ پر کبھی عمل نہیں کرسکتے۔وہ امامہ کو اپنی جائداد کا وارث نہیں بناسکتے تھے کیونکہ اس کے لیئے اسے بہت سارے اعترافات کرنے پڑتے۔عمر کے اس حصے میں اس نے پہلی دفعہ یہ سوچا کہ وہ کچھ اعتراف کرلیں تاکہ ضمیر کا بوجھ تھوڑا کم ہو۔۔گناہ کا بوجھ گھٹانا تو اب ناممکن رہا.

*********--------***********

اور شیطان سے خبردار رہو وہ اس بات سے مایوس ہوچکا ہے کہ زمین پر اسکی پرستش کی جائے لیکن وہ اس بات پر راضی ہے کہ تمہارے درمیان فتنہ و فساد پیدا کرتا رہے اس لیئے تم اس سے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرو۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

**********--------*********

مویشیوں کے اس احاطے میں اپنے خاندان کی لاشوں کے پاس چند گھنٹے بیٹھے رہنے ک بعد غلام فرید اس رات پہلی بار جاکر جانوروں کے باڑے میں سویا تھا۔

اس کے خاندان کی لاشیں صبح سویرے دودھ لینے والے کچھ لوگوں نے دیکھی تھی اور اسکے بعد گاؤں میں کہرام مچ گیا۔غلام فرید اس کہرام کے دوران بھی جانوروں کے باڑے میں ہی چھری پاس رکھے بیٹھا اسے گھورتا رہا۔

پورا گاؤں اس احاطے میں آگیا تھا تو لوگوں نے غلام فرید کو بھی دیکھ لیا۔اور اس خون آلود چھری کو بھی۔وہ پہلا موقع تھا جب گاؤں میں سے کوئی اسکو گالی نہ دے سکا۔ہمیشہ کی طرح وہ اس سے دہشت زدہ ہوگئے تھے۔اس کو دور دور سے دیکھ کر ایسے سرگوشیاں کر رہے تھے جیسے وہ چڑیا گھر میں رکھا ہوا پنجرے میں بند کوئی جنگلی جانور ہو۔اس دن گاؤں مین سے کسے نے نا تو اسے ماں بہن بیوی بیٹی کی فحش گالی دی تھی نا ہی کوئی طعنہ دیا تھا اور نہ ہی لعنت و ملامت۔۔نہ ڈرایا دھمکایا گیا۔۔اور نہ اسے یاد کرایا گیا کہ اس نے اگر اس تاریخ تک سود کی قسط ادا نہ کی تو اسکے ٹکڑے کرنے کے بعد اسکی بیوی اور بیٹیوں کیساتھ کیا کیا جائے گا۔

زندگی میں پہلی بار اس دن غلام فرید نے جیسے چند لمحوں کے لیئے جانور بننے کے بعد انسان جیسا درجہ حاصل کرلیا تھا۔۔۔۔۔۔

پولیس آنے سے قبل مولوی صاحب بھی موقع واردات پر پہنچے وہ رستے میں سن چکے تھے کہ غلام فرید نے کیا کیا تھا۔۔لیکن اسکے باوجود نو لاشوں اور اسکے درمیان بلکتی ایک بچی نے ان پر لرزہ طاری کردیا اسے لگا جیسے غلام فرید کو اللہ نے اسکے کیئے کی سزا دی ہے۔۔اس برائی پر جو اس نے مولوی کیساتھ کی تھی۔اور یہ بات وہ اگلے کئی مہینے جمعے کے خطبے میں دہراتے رہے۔اپنی مومنیت رجسٹر کروانے کا اس سے اچھا اور کونسا موقع ہوسکتا تھا۔۔

پولیس کے پہنچنے پر مولوی صاحب نے ہی انکا استقبال کیا تھا اور وہ شیطان دکھایا تھا جو پھانسی کا حقدار تھا۔اس شیطان نے کسی بھی مزاحمت کے بغیر خود کو پولیس کے حوالے کردیا۔

ہاں میں نے ہی مارا ہے سب کو اور صرف اس لیئے کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ بھی ویسی زندگی جیئے جیسے غلام فرید جی رہا تھا۔میں کچھ بھی کرلیتا کسی جائز طریقے سے اپنا قرض نہیں اتار سکتا تھا۔غلام فرید نے پولیس کے سامنے اپنے اعترافی بیان میں کہا۔۔

*****–*****–––––––*******

جان جاؤ کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان ایک امت ہے۔کسی کے لیئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے کچھ لے سوائے اسکے جسے اسکا بھائی رضامندی سے دے اور اپنے نفس پر اور دوسرے پر زیادتی نہ کرو۔

********–––––––––*********

بھوک سے روتی بلکتی اور خون میں لتھڑی ہوئی چنی کو سب سے پہلے جس نے دیکھا اس نے اسے بھی زخمی سمجھا تھا لیکن جب اسکی مدد کرنے اور اسے طبی امداد دینے کے لیئے اٹھایا گیا تو۔ یہ پتا چل گیا کہ وہ صحیح سلامت تھی۔ گاؤں والوں کے لیئے یہ ایک معجزہ تھا۔غلام فرید کا کوئی بھائی نہیں تھا اور بہنوں میں سے صرف ایک اس بات پر تیار ہوئی کہ وہ چنی کو انکے پاس رکھے گی۔نسیمہ کے خاندان میں کوئی بھی اس پر تیار نہیں ہوا تھا کہ وہ ایک قاتل کی بیٹی کو اپنے گھر میں پالے۔

لیکن فوری طور پر چنی کی دیکھ بھال صلہ رحمی کے جذبے کے تحت انکے ایک پرانے ہمسائے نے کرنا شروع کردی۔چنی کو پیدائش کے بعد زندگی میں پہلی بار پیٹ بھر کر خوراک اور اچھے کپڑے اور بستر نصیب ہوا تھا اس دن۔۔جس دن اسکا خاندان قتل ہوا۔وہ چنی جسکو کبھی ماں باپ نے غور سے نہیں دیکھا تھا اسے دیکھنے پورا گاؤں اُمڈ آیا۔سوائے اسکے دودھیالی اور ننھیالی خاندانوں کے۔جنہیں یہ حدشہ تھا کہ کہی یہ ذمہ داری انکے گلے نہ پڑ جائے۔۔۔غربت اتنی بڑی لعنت ہوتی ہے کہ انسان کے اندر سے خونی رشتوں اور انسانیت کے بنیادی صفات مٹادیتی ہے۔۔

صرف غلام فرید کی ایک بہن ایسی تھی جسکے چار بچے تھے اور ان میں سے بھی تین بیٹے تو دونوں خاندانوں کا دباؤ اسی پر پڑا تھا۔۔۔صدمے اور غم سے بے حالی کی کیفیت میں وہ اپنے اکلوتے بھائی کی آخری نشانی کو اپنے پاس رکھنے پر تیار تو ہوگئ تھی۔لیکن اسکے شوہر اور سسرال والوں نے اسکا وہ صدمہ اس حادثے کے دوسرے دن ہی اپنے تیوروں اور ناراضگی سے ختم کردیا۔اس سے پہلے کہ وہ باقیوں کی طرح چنی کی ذمہ داری سے ہاتھ اٹھاتی اس علاقے میں انتظامی عہدیداران اور سیاست دانوں اور سماجی شخصیات کی آمد شروع ہوگئ۔اور جو بھی آرہا تھا وہ چنی کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے ساتھ کچھ نہ کچھ مالی امداد بھی کرتے جاتے تھے۔

مالی امداد کے لیئے دییے جانے والے چیکوں اور کیش رقومات کے سلسلے نے ایک دم چنی کے رشتہ داروں کے اندر صلہ رحمی جگا دی۔چنی بوجھ نہیں بلکہ بوجھ ہٹانے والی تھی۔اسکا اندازہ سب کو ہوگیا۔اور یہاں سے چنی کی کفالت کے لیئے جھگڑوں کا آغاز ہوگیا۔۔

دونوں سائڈ سے پورے کے پورے خاندان والے اس ہمسایہ کے گھر دھرنا دیکر بیٹھ گئے۔۔اور نوبت لڑائی تک پہنچی تو اس ہمسایہ نے پولیس کو بلوا لیا۔۔پولیس نے چنی کو اس ہمسایہ کی کفالت میں رہنے دیا اور فریقین سے کہا کہ وہ چنی کی کسٹڈی کے لیئے عدالت سے رجوع کرے تب تک بچی اسی گھر میں رہیگی۔۔

چنی کو اپنے پاس رکھنے والے ہمسایہ نے اس کے لیئے ملنے والی نقد رقومات کو چنی پر خرچ کرنے کے بہانے کھل کر خرچ کرنا شروع کر دیا۔جیسے وہ ایک بہتی گنگا تھی جس میں ہر کوئی ہاتھ دھو رہا تھا۔

کیش رقوم کا وہ سلسلہ بہت جلد ختم ہو گیا۔لوگوں کی ہمدردیاں اسکی یاداشتوں کے ساتھ کم ہوتی گئی۔۔اور پھر ایک وقت آیا جب چنی ہمسایوں کے لیئے ایک بوجھ بن گئی تھی۔۔سرکاری امداد کا وہ چیک جسکو استعمال کرنے پر فی الحال پابندی تھی اور وہ صرف اسکو مل سکتا تھا جسے چنی کی کسٹڈی ملتی اور وہ اسکے رشتہ داروں میں ہی کسی کو ملنا تھی۔سو اس سے پہلے کہ عدالت کیس کا فیصلہ کرتی ہمسائے چنی کے سب سے بڑے ماموں کو کچھ رقم کے عوض چنی تھما گئے تھے اور ساتھ انہوں نے عدالت میں بیان بھی دیا کہ چنی اسی ماموں کے گھر سب سے زیادہ اچھی پرورش پاسکتی ہے۔۔

تین مہینے بعد تمام رشتہ داروں کی آہ و بکا کے باوجود چنی کا وہ ماموں چنی کی کسٹڈی اور دس لاکھ روپے کی رقم کا چیک عدالت سے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سونے کی چڑیاں اب ماموں کے سر پر بیٹھ گئ تھی اس سے پہلے ایک ریڑھا چلا کر پھل سبزیاں ادھر سے اُدھر ڈھوتا تھا دس لاکھ سے اس نے فوراً زمین کا ایک ٹکڑا خرید کر کاشتکاری کا آغاز کردیا۔چنی کی اسطرح ناز برداری یہاں نہیں کی گئ جیسی وقتی طور پہ سہی لیکن اس کے ہمسایہ نے کی تھی۔

ماموں کے بچوں نے زندگی میں پہلی بار اپنے باپ کے پاس اتنا پیسہ دیکھا تھا جس سے وہ انہیں سب کچھ لیکر دے سکتا تھا۔اللہ نے معجزاتی طور پر انکی زندگی بدل دی تھی لیکن اس معجزے کا سہرا کوئ بھی چنی کے سر باندھنے کو تیار نہیں تھا۔چنی کی صحیح خوش قسمتی کا آغاز اس دن ہوا تھا جب چنی کے خاندان کیساتھ ہونے والے حادثے کے تقریباً چھ مہینے کے بعد سکول کا مالک چنی کو دیکھنے آیا تھا۔جہاں غلام فرید کام کرتا تھا اور ایک سزا کے طور پر نکالے جانے نے چنی سے اسکا خاندان چھین لیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

*********------------*********

تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔کسی عرب کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئ فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے۔اور اپنے غلاموں کا خیال رکھو جو تم کھاؤ اس میں سے انکو کھلاؤ اور جو تم پہنو اسی میں سے انکو پہناؤ اور اگر وہ ایسی خطا کرے جو تم معاف نہ کرنا چاہو تو انہیں فروخت کردو لیکن کوئ سزا مت دو۔۔

**************&&*******

بیرونی گیٹ ہمیشہ کی طرح گھر میں کام کرنے والی میڈ نے کھولا تھا۔سالار نے ابھی ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا ہی تھا جب ہر روز کی طرح لان میں کھیلتے اسکے دونوں بچے بھاگتے ہوئے اس کے پاس آگئے تھے۔چار سالہ جبریل پہلے پہنچا تھا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے بیٹھے اس نے اپنے بیٹے کا چہرہ چوما تھا وہ پسینے میں شرابور تھا۔

السلام علیکم۔۔گاڑی میں پڑے ٹشو باکس سے ٹشو نکال کر اس نے جبریل کا ماتھا اور چہرہ صاف کیا ۔۔دو سالہ عنایہ ہانپتی کانپتی شور مچاتی گرتی پڑتی اسکے پاس آگئ تھی۔۔اس نے ہمیشہ کیطرح اسے گود میں لیا تھا بہے زور سے اسے بھینچنے کیبعد اس نے باری باری بیٹی کے دونوں گال چومے۔جبریل تب تک گاڑی کا دروازہ بند کرچکا تھا۔

اس نے عنایہ کو نیچے اتار دیا۔وہ دونوں باپ سے ملنے کی بعد دوبارہ لان میں بھاگ گئے تھے۔وہ کچھ دیر کھڑا اپنے بچوں کو دیکھتا رہا پھر گاڑی کے پچھلے حصے سے اپنا بریف کیس اور جیکٹ نکالتے ہوئے وہ گھر کے اندرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

امامہ تب تک اسکے استقبال کے لیئے دروازے تک آچکی تھی۔دونوں کی نظریں ملی تھی۔وہ اسکے پاس آتی ہوئ مسکرائ۔۔

تم جلدی آگئے آج۔؟؟

اس نے ہمیشہ کی طرح اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔۔ہاں آج زیادہ کام نہیں تھا۔

تو ڈھونڈ لیتے۔۔وہ اسکے ہاتھ سے جیکٹ لیکر ہنسی۔۔وہ جواب دینے کی بجائے مسکرایا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ اس کے لیئے پانی لے آئی۔

تمہاری طبیعت ٹھیک ہے/؟وہ اسکے ہاتھ میں پکڑی ٹرے سے گلاس اٹھا رہا تھا۔جب امامہ نے اچانک پوچھا تھا۔اس نے چونک کر اسکی شکل دیکھی۔

ہاں۔۔بلکل۔۔کیوں؟؟

نہیں مجھے تھکے ہوئے لگے ہو اس لیئے پوچھ رہی ہوں۔۔سالار نے جواب دینے کی بجائے گلاس منہ سے لگایا وہ ٹرے لیکر چلی گئ۔۔

کپڑے تبدیل کر کے وہ سٹنگ ایریا میں آگیا تھا۔کانگو کا موسم اسے کبھی پسند نہیں رہا تھا اسکی وجہ وہ بارش تھی جو کسی بھی وقت شروع ہو سکتی تھی اور اب بھی شاید کچھ دیر میں پھر شروع ہونے والی تھی۔

چائے۔۔۔وہ امامہ کی آواز پر باہر لان میں دیکھتے ہوئے بے اختیار پلٹا۔وہ ایک ٹرے میں چائے کے دو مگ اور ایک پلیٹ میں چند بسکٹ لیئے کھڑی تھی۔۔۔

تھینکس۔۔۔وہ مگ اور ایک بسکٹ اٹھاتے ہوئے مسکرایا۔۔۔

باہر چلتے ہیں بچوں کے پاس۔۔وہ باہر جاتے ہوئے بولی۔

میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں کسی کال کا انتظار کر رہا ہوں۔۔۔

وہ سر ہلاتے ہوئے باہر چلی گئ۔۔چند منٹوں بعد اس نے امامہ کو لان میں نمودار ہوتے دیکھا تھا۔لان کے ایک کونے میں پڑی کرسی پر بیٹھتے وہ کھڑکی میں سالار کو دیکھ کر مسکرائ تھی۔وہ بھی جواباً مسکرادیا تھا۔۔۔

امامہ اب مکمل طور پر بچوں کی طرف متوجہ تھی۔۔چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے دائیں کندھے پر پڑی شال سے اپنے جسم کا وہ حصہ چھپائے جہاں ایک نئ زندگی پرورش پارہی تھی۔انکے ہاں تیسرے بچے کی آمد متوقع تھی۔

سا لار کے ہاتھ میں پکڑی چائے ٹھنڈی ہوچکی تھی۔ایک گہری سانس لیکر اس نے مگ پاس پڑے ٹیبل پر رکھ لیا۔

امامہ کا اندازہ ٹھیک تھا وہ ٹھیک نہیں تھا۔وہ کھڑکی سے باہر نظر آنے والی ایک خوش حال فیملی دیکھ رہا تھا ایک فرفیکٹ لائف اور اسکے بچوں کے بچپن کے قیمتی لمحے،، اپنے اندر ایک اور ننھا وجود لیئے اسکی بیوی کا مطمئن اور مسرور چہرہ۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

چند پیپرز کو پھاڑ کر پھینک دینے سے زندگی ایسی ہی خوبصورت رہ سکتی تھی۔۔

وہ ایک لمحے کے لیئے بری طرح کمزور پڑا تھا۔اولاد اور بیوی واقعی انسان کی آزمائش ہوتے ہیں.

اسکا فون بجنے لگا تھا۔۔ایک گہرا سانس لیکر اس نے فون کرنے والے کی آئ وی دیکھی۔کال ریسیو کرتے ہوئے اسے اندازہ تھا۔۔۔۔۔۔۔اس وقت وہ دوسری طرف کس سے بات کرنے والا تھا اسے اپنی فیملی کی زندگی اور استعفیٰ میں سے ایک چیز کا انتخاب کرنا تھا۔۔۔

*********------*******--*

خوب سن لو۔۔اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔پانچ وقت کی نماز قائم کرو۔رمضان کے روزے رکھو۔اپنے مال کی زکواۃ خوشی سے ادا کرو۔۔اپنے حاکم کی اطاعت کرو۔۔چاہے وہ ایک ناک کٹا حبشی ہی کیوں نا ہو۔۔اور اس طرح اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔۔

افریقہ کا دوسرا سب سے بڑا ملک کانگو پچھلی کئ دہائیوں سے دنیا میں صرف پانچ چیزوں کی وجہ سے پہچانا جاتا تھا۔

خانہ جنگی۔۔۔جس میں اب تک پینتالیس لاکھ لوگ جان گنوا چکے تھے۔۔۔غربت کے لحاظ سے یو این کے اکنامک اینڈکٹر میں کانگو یو این کے 188 ممالک کی فہرست میں 187ویں نمبر پہ تھا۔۔معدنی وسائل کے ذخائر کے لحاظ سے کانگو دنیا کا امیر ترین ملک تھا۔۔گھنے جنگلات سے بھرا ہوا اور پگمیز یعنی پستہ قامت سیاہ فام لوگ کانگو کے ان جنگلات میں صدیوں سے پائ جانے والی انسانوں کی ایک ایسی نسل جو مہذب زمانے کے واحد غلام جنہیں غلام بنانا قانوناً جائز تھا۔۔ورلڈ بنک نے یو این کی خوراک کے عالمی ادارے کیساتھ ملکر کانگو میں ان جنگلات کی تباہی کے ایک عظیم الشان پراجیکٹ کا آغاز کیا۔۔

سالار سکندر جس وقت اس پراجیکٹ کے ہیڈ کے طور پر کانگو پہنچا تو اس منصوبے کو تین سال گزر چکے تھے۔۔اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ ورلڈ بنک اسے کسطرح استعمال کرنے والا تھا لیکن اسے یہ اندازہ بہت جلد ہوگیا تھا ایباکا سے ملاقات کے بعد۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

********----------********

پیٹرس ایباکا سے سالار کی پہلی ملاقات بڑے ڈرامائی انداز میں ہوئی تھی۔اسے کانگو میں آئے تقریباً ایک سال ہونے والا تھا جب لاموکو نامی جگہ کو اپنی ٹیم کیساتھ وزٹ کرتے ہوئے پیٹرس ایباکا تقریباً دو درجن کے قریب پگمیز کیساتھ اچانک وہاں آگیا تھا گارڈز نے ایباکا اور اسکے گروپ کو یکدم نمودار ہوتے دیکھ کر حواس باختگی کے عالم میں بے دریغ فائرنگ شروع کردی۔

سالار نے دو پگمیز کو زخمی ہوکر گرتے دیکھا اور باقیوں کو درختوں کی اوٹ میں چھپتے اور پھر بلند آواز میں ایباکا کوکسی درخت کی اوٹ سے انگریزی زبان میں یہ پکارتے سنا تھا کہ وہ حملہ کرنے نہیں آئے بات کرنے آئے ہیں۔سالار اس وقت اپنی گاڑی کی اوٹ میں تھا سب سے پہلے اس نے ایباکا کی پکار سنی۔۔چند لمحوں کے لیئے وہ حیران رہ گیا تھا کسی پگمیز کا انگریزی بولنا۔۔یقیناً حیران کن تھا لیکن اس سے زیادہ حیران کن اسکا امریکی لب و لہجہ تھا جس میں ایباکا چلا چلا کر کہہ رہا تھا کہ اسے ان سے بات کرنی ہے وہصرف ملنا چاہتا ہے اسکے پاس کوئی ہتھیار نہیں۔۔

سالار نے گارڈز سے کہا کہ وہ اس پکارنے والے آدمی سے بات کرنا چاہتا ہے فائرنگ بند کردیں۔۔کیونکہ دوسری طرف سے نہ تو فائرنگ ہورہی اور نہ ہی کسی ہتھیار کا استعمال۔۔۔۔

اسکے گارڈز کچھ دیر تک اس سے بحث کرتے رہے اور اس بحث کو ختم کرنے کا واحد حل سالار نے نکالا تھا۔۔جو اس کی زندگی کی سب سے بڑی بے وقوفی ثابت ہوسکتی تھی۔اگر دوسرا گروپ واقعی مسلح ہوتا وہ یکدم زمین سے اٹھ کر گاڑی کی اوٹ سے باہر نکل آیا تھا اسکے گارڈز پگمیز کی اچانک

آمد پر اتنے حواس باختہ نہیں ہوئے تھے جتنے اسکے بلکل اس طرح سامنے آجانے سے ہوئے تھے۔ سالار انکی حواس باختگی سمجھ سکتا تھا یہ پاکستان نہیں تھا بلکہ خانہ جنگی کا شکار کانگو تھا۔۔جہاں کسی کی جان لینا مچھر کے برابر تھا۔۔۔

فائرنگ اب بند ہوگئ تھی اسکی تقلید میں اسکے گارڈز بھی باہر نکل آئے تھے۔فائرنگ کے تھمتے ہی ایباکا بھی نکل آیا تھا۔سالار نے چلا کر گارڈز کو گولی چلانے سے منع کیا۔پھر وہ اس ساڑھے چار فٹ قد کے بے حد سیاہ،چپٹی ناک والے اور موٹی سیاہ آنکھوں والے آدمی کی طرف متوجہ ہوا۔۔جو اپنے ساتھیوں کے برعکس جینز اور شرٹ میں تھا۔ان ننگے پاؤں والے پگمیز کے درمیان جاگرز پہنے وہ عجیب سا لگ رہا تھا۔۔

پیٹرس ایباکا۔۔۔اس پستہ قامت شخص نے آگے بڑھتے ہوئے سالار سے اپنا تعارف کرواتے ہوئے سالار سے ہاتھ ملانے کے لیئے ہاتھ بڑھایاجسے تھامنے سے پہلے سالار نے بڑے نپے تلے انداز میں اسکا سر سے پاؤں تک جائزہ لیا۔۔وہ ابھی تک یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ بھی ان مفلوک الحال لوگوں میں ہوگا جو ملکیوں کی گاڑیاں سامنے آنے پر امداد کے لیئے انکے سامنے آجاتے ہیں۔۔سالار بھی ایباکا سے کسی ایسی ہی ڈیمانڈ کا انتظار کررہا تھا۔لیکن جواباً ایباکا کی زبان سے اپنا نام سن کر حیران رہ گیا۔۔اس نے ایباکا سے اپنا تعارف نہیں کرایا تھا تو پھر وہ اسے کیسے جانتا تھا۔وہ ایباکا سے یہ سوال کیئے بنا نہ رہ سکا۔اس نے بتایا کہ وہ اسکے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے لوموکا مین ہونے والے وزٹ کے بارے میں بھی، اسے بنک کے آفس میں کام کرنے والے کسی مقامی آدمی نے بتایا تھا جس نے ایباکا کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود سالار سے ملاقات کے لیئے اپوائنمنٹ کے حصول میں

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

مدد سے انکار کردیا تھا۔وی سالار کے آفس نمبرز پر روزانہ ڈھیروں کالز کرتا تھا۔ویب سائٹ پر موجود اسکی ای میل پر اس نے سینکڑوں ای میلز کی تھی۔جنکا جواب ہر بار صرف موصولی ہی کا آیا تھا۔فون کالز ریسیو کرنے والے سالار کے عملے کے افراد اسکی ملاقات کا مقصد جان کر اسے بڑے نارمل انداز میں ٹال دیتے تھے۔اسکی گفتگو سنتے ہوئے سالار اسکے بیان و زبان سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا۔یہ ناقابل یقین بات تھی لیکن اسکے بعد سالار نے جو کچھ سنا تھا اس نے اسکے چودہ طبق روشن کردیئے تھے۔۔پیٹرس ایباکا ہاورڈ بزنس اسکول کا گریجویٹ اور وال سٹریٹ میں جے پی مارگن گروپ کیساتھ پانچ سال کام کرنے کی بعد کانگو آیا تھا۔۔

اپنے والٹ سے نکالے ہوئے کچھ ویزٹنگ کارڈز اس نے سالار کی طرف بڑھادیئے۔۔اس نے بے حد بے یقینی سے اسے پکڑا تھا۔کانگو کے جنگلات میں تیروں اور نیزوں سے شکار کر کے بھوک مٹانے والا جنگلی ہاورڈ سکول تک کیسے پہنچ گیا اور پھر وہ جے پی مارگن گروپ کے ساتھ منسلک رہنا ۔۔تو پھر وہ یہاں کیا کررہا تھا۔

اس سوال کا جواب ایباکا نے سالار سکندر کو اسکے آفس میں دوسرے دن اپنی دوسری ملاقات میں کاغذات کے ایک انبار کیساتھ دیا تھا جو وہ اس ملاقات میں سالار سکندر کو دینے آیا تھا۔۔

ایباکا کا دس سال کی عمر میں لوموکا میں ایک بچے کے طور پر ایک مشنری سے متعارف ہوا تھا جو اسے اپنے ساتھ کانگو کے جنگلات میں وہاں کےلوگوں کیساتھ رابطہ اور کمیونیکیشن کے لیئےساتھ لیئے پھرتا رہا اور پھر اسےاس حد تک اس بچے سے لگاؤ ہوگیا کہ بیماری کی وجہ سے کانگو چھوڑنے پر وہ ایباکا کو بھی اپنے ساتھ امریکہ لے گیا تھا جہاں اس نے اسے پیٹریس کا نام دیا۔

ایک نیا مذہب بھی،،، لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ اس نے ایباکا کو تعلیم دلوائی۔۔ایباکا بے حد ذہین تھا اور ریورنڈ جانسن نے اسکی ذہانت کو جانچ لیا۔وہ ایباکا کو اسکے بعد ہر سال کانگو لاتا رہا جہاں ایباکا کا خاندان اسی طرح جی رہا تھا۔دس سالہ ایباکا نے اگلے پچیس سال امریکہ میں گزارے مگر اسکے بعد وہ امریکہ چھوڑ آیا تھا

وہ اپنے لوگوں کے پاس رہنا چاہتا تھا۔کیونکہ انہیں اس کی ضرورت تھی اور انہیں اسکی ضرورت اس لیئے تھی کیونکہ ورلڈ بنک سے ہونے والے تعاون سے بہت سے منصوبوں میں سے ایک منصوبہ جنگل کے اس حصے میں شروع ہوگیا تھا۔۔جہاں ایباکا کا قبیلہ آباد تھا۔اسکا خاندان اور اس سے بڑھ کر وہ دس ہزار لوگ جو جنگل کے اس حصے سے بے دخل کیئے جارہے تھے۔جسمیں وہ صدیوں سے رہ رہے تھے۔جنگل کٹنے جارہا تھا وہ ساری زمین صاف ہوتی پھر وہاں اس معدنیات کی تلاش شروع ہوتی جو اس منصوبے کا دوسرا حصہ تھا۔اور ایباکا کا مسلہ اسکا اپنا خاندان نہیں تھا۔اسکا مسلہ وہ پورا جنگلات کا حصہ تھا جو اب جگہ جگہ زونز بنا کر کاٹا جارہا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ہم پانچ لاکھ لوگ ہیں لیکن یہ جنگل تو کانگو کے ساڑھے تین کروڑ لوگوں کو روزگار دے رہا ہے ۔ورلڈ بنک ٹمبر انڈسٹری کو معاونت دے رہا ہے کیونکہ اس سے ہماری غربت ختم ہوگی جب جنگل ہی غائب ہوکر یورپ اور امریکہ کی فیکٹریز اور شورومز میں مہنگے داموں بکنے والی لکڑی کی اشیاء میں تبدیل ہوجائیں گی تو کانگو کے لوگ کیا کرینگے۔تم لوگ ہم سے وہ بھی چھیننا چاہتے ہو جو اللہ نے ہمیں دیا ہے۔اگر ہم ویسٹ میں ان سے سب کچھ چھیننے پہنچ جائے تو تمہیں کیسا لگے گا۔؟؟ایباکا نے اپنا کیس بہت تہذیب سے پیش کیا تھا۔

سالار کے پاس اسکے سوالوں کے رٹے رٹائے جوابات تھے اس پراجیکٹ کی طرح کانگو میں ہونے والی اور بہت سی پراجیکٹس کی تفصیلات اسکی انگلیوں پر تھی وہ وہاں ورلڈ بنک کا کنٹری ہیڈ تھا۔مگر ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ پیٹرس ایباکا کے انکشافات اور سوالات اسے پریشان کرنے لگے تھے بہت کچھ ایسا تھا جو اسکی ناک کے نیچے ہورہا تھا لیکن اسکو پتا نہیں تھالیکن وہ اس سب کا حصہ دار تھا۔کیونکہ وہ سب کچھ اسی کے دستخطوں سے منظور ہورہا تھا۔

ایباکا لے فائلوں کے انبار وہ کئ ہفتوں تک پڑھتا رہا۔کئ ہفتے وہ اپنے آپ سے جنگ کرتا رہا۔۔ورلڈ بنک کی ایما پر وہاں ایسی کمپنیوں کو لکڑی استعمال کرنے کی اجازت دے دی گئ تھی جنکا ٹریک ریکارڈ افریقہ کے دوسرے بہت سے ممالک میں اسی حوالے سے قابل اعتراض رہا تھا۔لکڑی کٹ رہی تھی جنگل صاف ہورہا تھا آبادی بے دخل ہورہی تھی اور جن شرائط پر ان کمپنیز کو لائسنس دیا گیا تھاوہ ان شرائط کو بھی پورا نہیں کر رہی تھی انہیں لکڑی کے عوض اس علاقے کے لوگوں کی معاشی حالت سدھارنے کا فریضہ دیا گیا تھا۔اور وہ کمپنیاں کروڑوں ڈالرز کی لکڑی لے جانے کے عوض چند عارضی نوعیت کے سکول اور ڈسپنسریز لوگوں کو فراہم کر رہی تھی۔خوراک خشک دودھ نمک اور مسالا جات کی شکل میں دی جارہی تھی۔۔اور یہ سب ورلڈ بنک آفیشلز کے نگرانی کے باوجود ہورہا تھا کیونکہ پگمیز کو اس ملک میں اچھوت کا درجہ حاصل تھا۔وہ ان کمپنیز کے خلاف عدالت نہیں جاسکتے تھے۔اگلے دو ماہ سالار کو ایباکا کیساتھ انفرادی حیثیت میں ان جگہوں کو خود جاکر دیکھنے میں لگے جنکے بارے میں ایباکا نے اسے دستاویزات دی تھی۔۔اور پھر اسے اندازہ ہوگیا کہ وہ دستاویزات اور ان میں پائ جانے والی معلومات بلکل ٹھیک تھی۔ضمیر کا فیصلہ بہت

آسان تھا۔جو کچھ ہورہا تھا غلط ہورہا تھا۔وہ اسکا حصہ نہیں بننا چاہتا تھا۔لیکن مشکل یہ تھی کہ اب وہ کیا کرے۔ایک استعفی دیکر اس ساری صورت حال کو اسی طرح چھوڑ کر نکل جاتا یا وہ وہاں پر ہونے والی بے ضابطگیوں کے خلاف آواز بلند کرتا۔جو کچھ ورلڈ بنک وہاں کر رہا تھا۔وہ انسانیت کی دھجیاں اڑانے کے برابر تھا۔

افریقہ میں ایباکا سے ملنے کے بعد زندگی میں پہلی بار سالار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خطبے کے ان الفاظ کو سمجھا تھا کہ کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئ سبقت نہیں۔۔وہ ھمیشہ ان الفاظ کو صرف ذات برادری اور اونچ نیچ کے حوالے سے دیکھتا رہا تھا۔وہ اس سیاہ فام آبادی کا استحصال دیکھ رہا تھا جو دنیا کے ایک بڑے خطے پر بستی تھی۔اور پھر اس گوری آبادی کی ذہنی پسماندگی کی ہوس کو دیکھ رہا تھا جسکا وہ بھی حصہ تھا۔اسے خوف محسوس ہوا۔کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے آخری الفاظ آنے والے زمانوں کے حوالے سے اسی سیاہ فام آبادی کے حوالے سے پیش گوئی کی گئ تھی۔یا کوئ تنبیہ جسے صرف سفید فام لوگ ہی نہیں مسلمان بھی نظر انداز کییے ہوئے تھے۔صدیوں پہلے غلامی کا جو طوق سیاہ فاموں سے ہٹایا گیا تھا اکیسوی صدی کے مہذب زمانے میں افریقہ میں استعماریت نے وہ طوق ایک بار پھر اسکے گلوں میں ڈال دیا تھا۔۔

انہیں سیاہ فام لوگوں میں ایک ایباکا بھی تھا جو امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں اپنی زندگی کے پچیس سال گزارنے کے بعد بھی وہاں سے اس سیاہ دور میں لوٹ آیا تھا صرف اپنے لوگوں کی بقاء کے

لیئے۔بقاء کے لفظ کا مفہوم سالار نے ایباکا سے سیکھا تھا اور اسکے لیئے کیا کیا قربان کیا جاسکتا ہے وہ ابھی اس سے سیکھ رہا تھا۔وہ اگر سالار سکندر کو متاثر کر رہا تھا تو وہ کسی کو بھی متاثر کر سکتا تھا۔

وہ دنیا کے دو ذہین ترین انسانوں کا آمنا سامنا تھا یہ کیسے ممکن تھا ایک متاثر ہوتا اور دوسرا نہیں ہوتا۔۔

سالار سکندر۔۔میں زندگی میں تم سے زیادہ قابل اور ذہین انسان سے نہیں ملا۔سالار مسکرا کر رہ گیا۔۔

میں خود انٹرنیشنل آرگنائزیشنز میں کام کر چکا ہوں اور ان میں کام کرنے والے مختلف افراد سے مل چکا ہوں لیکن تم ان سب میں سے مختلف ہو اور مجھے یقین ہے تم میری مدد کروگے۔۔

تعریف کا شکریہ۔۔۔لیکن اگر تم اس خوشامد کا سہارا لیکر میری مدد چاہتے ہو اور تمہارا خیال ہے کہ میں تمہارے منہ سے یہ سب سننے کے بعد آنکھیں بند کر کے تمہاری خاطر اس صلیب پر چڑھ جاؤں گا تو میرے بارے میں تمہارا اندازہ غلط ہے۔میں جو کچھ بھی کروں گا سوچ سمجھ کے کروں گا۔۔

ایباکا کی اس فیاضانہ تعریف کو خوشامد قرار دینے کے باوجود سالار جانتا تھا ایباکا کو اسکی شکل میں ایک مسیحا مل گیا ہے۔مسیحا بھی وہ جو ورلڈ بنک میں کام کرنے کے باوجود اپنا ضمیر زبرستی بے ہوش تو کرسکتا تھا سلا نہیں سکتا تھا۔۔

تمہارا سینس آف ہیومر بہت اچھا ہے۔۔ایباکا نے مسکراتے ہوئے کہا۔یہ چیز مجھ میں نہیں پائی جاتی۔

سالار نے ترکی بہ ترکی کہا۔۔۔اور جس صورت حال میں تم مجھے ڈال بیٹھے ہو اس کے بعد تو کئی سالوں بھی اسکے پیدا ہونے کے کوئی امکانات نہیں۔۔۔

میں بہت سارے مسلمانوں کیساتھ پڑھتا رہا ہوں کام کرتا رہا ہوں ملتا رہا ہوں مگر تم ان سے مختلف ہو۔۔وہ عجیب تبصرہ تھا۔

میں کسطرح مختلف ہوں۔۔سالار پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

تم ایک اچھے مسلمان ہونے کیساتھ ایک اچھے انسان بھی ہو۔جن سے میرا واسطہ پڑا تھا وہ یا تو اچھے مسلمان تھے یا اچھے انسان۔۔۔

سالار کچھ دیر بول نہ سکا۔۔بولنے کے قابل ہی کہاں چھوڑا تھا اسے افریقہ کے اس بے دین انسان نے۔

اچھا مسلمان تمہاری نظر میں کیا ہے؟؟ سالار نے بہت دیر خاموش رہنے کی بعد پوچھا۔

تمہیں میری بات بری تو نہیں لگی۔۔۔ایباکا ایک دم محتاط ہو گیا۔

نہیں مجھے تمہاری بات انٹرسٹنگ لگی۔مگر تمہاری زبان سے ادا ہونے والا یہ پہلا جملہ تھا جس میں تمہاری کم علمی جھلکی۔۔

اس بار ایباکا الجھا۔۔وہ مذہب ڈسکس کرنے نہیں بیٹھے تھے وہاں لیکن مذہب ڈسکس ہو رہا تھا۔

اچھا مسلمان؟؟ جو باعمل ہو ساری عبادات کرتا ہے پورک نہیں کھاتا شراب نہیں پیتا نائٹ کلب نہیں جاتا میرے نزدیک وہ ایک اچھا مسلمان ہے جیسے ایک اچھا عیسائی یا ایک اچھا یہودی۔۔۔

ایباکا کو اندازہ نہیں تھا وہ اپنی کم علمی میں جو باتیں کر رہا تھا وہ سالار کو شرمسار کرنے کے لیئے کافی تھیں۔۔ایباکا اسے اچھا مسلمان بھی مان رہا تھا اور اچھا انسان بھی لیکن کیا وی اس معیار پہ پورا اترتا تھا۔۔۔

ریونڈ جانسن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ سالار نے بے ساختہ کہا۔

ویل۔۔۔ایباکا کہہ کر مسکرایا تھا انکے مجھ پر بہت احسانات ہیں لیکن وہ کبھی میرے آئڈیل نہ بن سکے۔۔۔

کیوں؟؟ وہ سوال و جواب سالار کو عجیب لطف دے رہے تھے۔

انکے احسانوں کی ایک قیمت تھی وہ مجھے کرسچن بنانا چاہتے تھے جب میں نے وہ مذہب اپنا لیا تو انہوں نے وہ سارے احسانات ایک کرسچن بچے پر کیئے۔ایک انسان کے طور پہ ایک انسان سمجھ کر تو اس نے میرے لیئے کچھ نہیں کی۔مذہب کسی کے دل و دماغ میں زبردستی نہیں ڈالا جاسکتا۔

میں نے تھوڑا بہت سب مذاہب کا مطالعہ کیا لیکن پتہ نہیں کیوں جو انسان ان مذاہب کا پیروکار ہوجاتا ہے وہ اپنی اچھائیاں کھو بیٹھتا ہے۔ تمہیں لگ رہا ہو گا میں فلاسفر ہوں۔

ایباکا کو بات کرتے کرتے احساس ہوا تھا۔سالار بہت دیر سے خاموش تھا۔

نہیں اتنا فلاسفر تو میں بھی ہوں۔۔سالار نے مسکرا کر کہا۔۔تم امریکہ سے یہاں واپس کیسے آگئے۔سالار نے اس سے وہ سوال کیا جو اسے اکثر الجھاتا تھا۔

ایک چیز جو میں نے ریونڈ جانسن سے سیکھی تھی وہ اپنے لوگوں کے لیئے ایثار تھا اپنی ذات سے آگے کسی دوسرے کے لئے سوچنا۔امریکہ بہت اچھا تھا وہاں میرا مستقبل تھا۔لیکن صرف میرا مستقبل تھا۔میری قوم کے لیئے کچھ نہیں تھا۔میں کانگو میں کچھ اور بننے کا خواب لیکر آیا ہوں۔ایباکا کہہ رہا تھا۔

اور وہ کیا؟؟ سالار کو پھر تجسس ہوا۔

کانگو کا صدر بننے کا۔۔۔۔۔۔سالار کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

تم ہنسے نہیں؟؟ ایباکا نے جواباً کہا تھا۔۔

تم نے ایسی کوئی بات نہیں کی جس پہ میں ہنس پڑوں۔ہارورڈ سکول سے پڑھنے کے بعد تمہیں اتنے ہی بڑے خواب دیکھنے چاہیئے۔۔ایباکا اسکی بات پر مسکرا دیا تھا۔۔

وہ مہینے سالار کے لیئے بے حد پریشانی کے تھے۔۔کیا کرنا چاہیئے اور کیا کر سکتا تھا کے درمیان فاصلہ تھا۔۔۔وہ ایباکا کی مدد نہ بھی کرتا تب بھی وہ جتنی جنفشانی سے اپنی حقوق کی جنگ لڑ رہا تھا سالار کو یقین تھا جلد یا بدیر ورلڈ بنک کے چہرے پر کالک ملنے والا ایک بڑا سکینڈل سامنے آنے والا ہے ۔حفاظتی اقدامات کا وقت اب گزر چکا تھا پیٹرس ایباکا صرف کنگالا یا سواحلی بولنے والی ایک پگمی نہ

تھا جسے کانگو کے جنگلات تک محدود کیا جاسکتا ہے۔وہ امریکہ میں اپنی زندگی کا بڑا حصہ گزارنے والا شخص تھا جسکے کانٹیکٹس تھے اگرچہ وہ اس وقت اس کے کام نہیں آرہے تھے لیکن اس سے وہ کمزور نہیں پڑا تھا بلکہ زیادہ طاقتور بن کر ابھرا تھا۔وہ نہ صرف پگمیز بلکہ بانٹو قبیلے کی آواز بھی بن چکا تھا جنکا انحصار جنگلات پہ تھا۔۔

اگلا کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ہی ایباکا کیساتھ اسکا میل جول ان لوگوں کی نظروں میں آگیا تھا جنکے مفادات ورلڈ بنک کے ذریعے پورے ہورہے تھے۔سالار پہ نظر رکھی جانے لگی تھی اس سے پہلے کے اس کے خلاف کوئی کاروائی ہوتی انگلینڈ کے ایک اخبار نے ایباکا کی فراہم کی گئی معلومات کی تحقیق کرنے کے بعد کانگو کے پگمیز اور ورلڈ بنک کے کانگو بارانی جنگلات میں ہونے والے پراجیکٹس کے بارے میں ایک کور سٹوری کی تھی۔جس میں ورلڈ بنک کے کردار کے حولے سے بہت سارے اعتراضات اٹھائے گئے تھے۔

واشنگٹن میں ورلڈ بنک کے ہیڈ کوارٹر میں جیسے ہلچل مچ گئی۔ورلڈ میڈیا میں اس معاملے کی رپورٹنگ اور کوریج کو دبانے کی کوشش کی گئی مگراس سے پہلے ہی یورپ اور ایشیاء کے بہت سارے ممالک کے ممتاز اخبارات اس آرٹیکل کو ری پرنٹ کرچکے تھے اور ورلڈ بنک میں وہ ہلچل اس وقت عروج پر پہنچی جب سالار سکندر کی طرف سے ہیڈ آفس کو کانگو میں چلنے والے ان ہراجیکٹس کے حوالے سے ایک تفصیلی ای میل کی گئی۔۔اور یہی وہ وقت تھا جب سالار کو نامعلوم ذرائع سے دھمکیاں ملنے کا آغاز ہوا۔وہ پراجیکٹس جو ان چلانے والی کمپنیوں کو اربوں ڈالرز کی آمدنی دے رہے تھے بنک کے اپنے کنٹری ہیڈ کی مخالفت کا باعث بنتے تو وہ کمپنیز اور انکے پیچھے

کھڑی بین الاقوامی خاموش طاقتیں خاموش تماشائی تو نہ بنے رہتے۔کوئ عام صورت حال ہوتی تو اس وقت تک سالار سے استعفی لیکر اسے بڑے ہتک آمیز طریقے سے ملازمت سے فارغ کیا جاچکا ہوتا۔مگر اس وقت اسکا استعفی انٹرنیشنل میڈیا کے تجس کو ابھار دیتا۔

ای میل کا جواب سالار کو ایک تنبیہ کی شکل میں دیا گیا تھا جوسادہ الفاظ میں خاموش ہوجانے کی تاکید کی تھی۔

بنک نے نہ صرف اس ای میل میں ہونے والے اسکے تجزیہ کو ناپسند کیا تھا بلکہ پیٹرس ایباکا کی فراہم کردہ معلومات پر گارڈین میں شائع ہونے والی کور سٹوری کا ملبہ بھی اسکے سر پر ڈالتے ہوئے اسے ایباکا اور اس کور سٹوری میں استعمال ہونے والی معلومات کا ذریعہ قرار دیا گیا۔۔۔

یہ الزام سالار سکندر کے فروفیشنل کام پر ایک دھبہ تھا۔پیٹرس ایباکا سے ہمدردی رکھنے متاثر ہونے اور میل جول رکھنے کے باوجود سالار نے اسے بنک کے کسی انفارمیشن یا دستاویزات کی بات بھی نہیں کی تھی۔ایباکا نے ساری معلومات کہاں سے لی تھی وہ ایباکا کے علاوہ اور کوئ نہیں جانتا تھا۔ اس تنبیہ کے جواب میں سالار نے بنک کو اپنے استعفی کی پیشکش کی تھی۔اسے اب یہ محسوس ہوا کہ اسے مانیٹر کیا جاتا تھا۔اسکی فون کالز ٹیپ ہورہی تھی۔اور اسکی اس میلز ہیل ہورہی تھی۔دنوں میں اسکی آفس کا ماحول تبدیل ہوگیا تھا۔۔اس نے بنک کی ناراضی اور ہدایات کے باوجود ایباکا سے نہ تو اپنا میل جول ختم کیا نہ ہی رابطہ۔۔۔

استعفی کی پیشکش کیساتھ اس نے بنک کو کانگو میں میں چلنے والے جنگلات پراجیکٹ کے خلاف اپنی تفصیلی رپورٹ بھی بھیجی تھی جو سالار کی اپنی معلومات تھی۔اور توقع کے مطابق انہیں واشنگٹن طلب کرلیا گیا تھا۔

امامہ کو اس ساری صورت حال کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔وہ امید سے تھی اور سالار اسے اس ٹینشن کا حصہ دار نہیں بنانا چاہتا تھا جس سے وہ گزر رہا تھا۔۔وہ صرف ایباکا اوراسکے جدوجہد کے بارے میں جانتی تھی۔

امامہ کو صحیح معنوں میں تشویش تب ہوئی جب اس نے میڈیا میں سالار سکندر کا نام بھی نمودار ہوتے دیکھا جسکے بارے میں میڈیا کہہ رہا تھا کہ وہ اس پراجیکٹ کے حوالے سے ہیڈ آفس کو اختلافی رپورٹ دے چکا تھا۔

اور انہی حالات میں اچانک واشنگٹن سے اسکا بلاوا آگیا تھا اور یہ وہ وزٹ تھا جس پر امامہ نے آخر اس سے پوچھ ہی لیا۔

سب کچھ ٹھیک ہے سالار؟؟ وہ اس رات سالار کی پیکنگ کر رہی تھی۔جب اس نے اچانک پوچھا۔۔وہ وپنا بریف کیس تیار کر رہا تھا۔

ہاں یار۔۔۔تم کیوں پوچھ رہی ہو؟؟ سالار نے جواباً اس سے پوچھا۔

تم واشنگٹن کیوں جارہے ہو؟؟ وہ اپنے خدشوں کو کسی مناسب سوال کی شکل میں نہ ڈھال سکی۔

میٹنگ ہے۔۔اور میں تو اکثر آتا جاتا رہتا ہوں اس بار تم اسطرح سوال کیوں کر رہی ہو۔اس نے اپنا بریف کیس بند کر کے امامہ سے کہا۔

پہلے کبھی تم اتنے پریشان نہیں لگے۔

نہیں۔۔۔ایسی کوئی بڑی پریشانی نہیں ہے۔بس شاید یہ ہو گا کہ مجھے اپنی جاب چھوڑنی پڑے گی۔امامہ کے کندھے ہر ہاتھ رکھ کر اس نے ممکنہ حد تک اپنا لہجہ نارمل رکھنے کی کوشش کی۔اس بار بھونچکا ہونے کی باری امامہ کی تھی۔

جاب چھوڑنی پڑے گی؟؟ تم تو اپنی جاب سے بہت خوش تھے۔۔وہ حیران نہ ہوتی تو کیا ہوتی۔

تھا۔۔۔لیکن اب نہیں ہوں۔۔۔۔۔۔سالار نے مختصراً کہا۔۔کچھ مسلے ہیں تمہیں آکر بتاؤں گا تم اپنا اور بچوں کا خیال رکھنا۔۔کہاں ہیں دونوں؟؟

سالار نے بات بڑی سہولت سے بدل دی تھی۔ایک لمحہ اسے خیال آیا کہ ان حالات میں اسے اپنے بچوں اور امامہ کو کنشاسا میں اکیلا چھوڑ کر نہیں جانا چاہیئے۔لیکن حل کیا تھا اسکے پاس۔امامہ کی پریگنینسی کے آخری مراحل چل رہے تھے۔وہ ہوائی جہاز کا سفر نہیں کر سکتی تھی۔۔

تم اپنا اور بچوں کا خیال رکھنا۔میں صرف تین دن کے لیئے جارہا ہوں جلدی واپس آؤں گا۔وہ اب بچوں کے کمرے میں سوئے ہوئے جبریل اور عنایہ کو پیار کر رہا تھا۔اسکی فلائٹ چند گھنٹوں بعد تھی۔

ملازمہ کو اپنے پاس گھر پہ رکھنا میری غیر موجودگی میں۔۔اس نے امامہ کو ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تم ہماری فکر مت کرو تین دن کی ہی تو بات ہے تم صرف اپنی میٹنگ کو دیکھو آئی ہوف وہ ٹھیک رہے. امامہ کو اس وقت تشویش اس میٹنگ کی تھی۔

اسے آدھے گھنٹے میں نکلنا تھا اسکا سامان پیک تھا۔وہ دونوں چائے کا ایک آخری کپ پینے کے لیئے لاؤنج میں ساتھ بیٹھے تھے۔اور اس وقت چائے کا پہلا گھونٹ پینے سے پہلے سالار نے اس سے کہا۔

میں تم سے محبت کرتا ہوں اور ھمیشہ کرتا رہوں گا۔۔

امامہ اپنی چائے اٹھاتے ہوئے ٹھٹکی پھر ہنسی۔۔

آج بہت عرصہ بعد تم کہی جانے سے پہلے ایسی کوئ بات کہی ہے۔۔ خیریت ہے۔؟؟

وہ اب اسکا ہاتھ تھپک رہی تھی۔سالار نے مسکرا کر چائے کا کپ اٹھا لیا۔

ہاں خیریت ہے لیکن تمہیں اکیلا چھوڑ کر جارہا ہوں اس لیئے فکرمند ہوں۔۔۔۔

اکیلی تو نہیں ہوں میں۔۔۔جبریل اور عنایہ میرے ساتھ ہے تم پریشان مت ہونا۔۔۔۔

سالار چائے کا گھونٹ بھرتا رہا امامہ بھی چائے پینے لگی۔لیکن اسے یہ محسوس ہوا جیسے وہ اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔۔

تم مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہو؟ وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔۔وہ چائے پیتے ہوئے چونکا پھر مسکرایا۔۔

وہ ھمیشہ اسے بوجھ لیتی تھی۔۔۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ایک اعتراف کرنا چاہتا ہوں لیکن ابھی نہیں کروں گا واپس آکر کروں گا۔۔اس نے چائے کا کپ رکھتے ہوئے کہا۔

مجھے تمہاری یہ عادت سخت ناپسند ہے۔۔۔۔۔ہر دفعہ کہیں جاتے ہوئے مجھے الجھا جاتے ہو میں سوچتی رہوں گی کہ پتا نہیں کیا اعتراف کرنا ہے۔۔

امامہ نے ھمیشہ کی طرح برا مانا تھا اور اسکا گلہ غلط نہیں تھا۔وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتا تھا۔اور جان بوجھ کر کرتا تھا۔۔

اچھا دوبارہ کبھی نہیں کروں گا۔۔وہ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔۔اس کے جانے کا وقت ہورہا تھا۔۔بازو پھیلائے وہ ہمیشہ کی طرح جانے سے پہلے امامہ سے آخری بار مل رہا تھا۔۔ہمیشہ کی طرح گرمجوش معانقہ۔

آئ ویل مس یو۔۔جلدی آنا۔۔وہ ہمیشہ کی طرح جذباتی ہوئ تھی اور وہی کلمات دہرائے تھے۔۔جو وہ ہمیشہ دہراتی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

پورچ میں کھڑے ایک آخری بار اسکو خدا حافظ کہنے کے لیئے اس نے الوداعیہ انداز میں سالار کی گاڑی کے چلتے ہی ہاتھ ملایا تھا۔۔گاڑی تیز رفتاری سے طویل پورچ کو عبور کرتے ہوئے کھلے ہوئے گیٹ سے باہر نکل گئ۔امامہ کو لگا تھا وقت اور زندگی دونوں تھم گئے تھے۔۔وہ جب کہیں چلا جاتا وہ اسی کیفیت سے دوچار ہوتی۔۔۔

*********----------*******

وہ اس وقت نیویارک میں تھی۔اسکے ہاں پہلا بچہ ہونے والا تھا۔وہ سات وی آسمان پر تھی کیونکہ جنت اسکے پیروں کے نیچے آنے والی تھی نعمتیں ہی تھی کہ گنی نہیں جارہی تھی تیسرا مہینہ تھا اسکی پریگننسی کا جب سالار نے ایک رات اسے نیند سے جگا دیا تھا۔وہ سمجھ نہیں پائ تھی کہ سالار نے اسے نیند سے جگا کر کیا بتانے کی کوشش کی تھی۔اور یہی کیفیت سالار کی بھی تھی اسکی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔کہ وہ اسے کن الفاظ میں اتنے بڑے نقصان کی اطلاع دے۔اس سے پہلے سکندر اور وہ یہی ڈسکس کر رہے تھے۔کہ امامہ کو اطلاع دینی چاہیئے یا اس حالت میں اس سے یہ خبر چھپانی چاہیئے۔۔

سکندر کا خیال تھا کہ امامہ کو ابھی نہیں بتانا چاہیئے لیکن سالار کا فیصلہ تھا کہ وہ اس سے اتنی بڑی خبر چھپا کر ساری عمر کے لیئے اسے کسی رنج میں مبتلا نہیں کرسکتا۔۔۔۔وہ وسیم سے ویسے بھی رابطے میں تھی۔اسے ویسے بھی ایک آدھ دن میں اطلاع مل جاتی۔وہ دونوں قادیانوں کی ایک عبادت گاہ پر ہونے والی فائرنگ میں درجنوں دوسرے لوگوں کی طرح مارے گئے تھےاور امامہ چند گھنٹوں پہلے یہ نیوز دیکھ چکی تھی وہ اس جانی نقصان پر رنجیدہ بھی ہوئ تھی۔ایک انسان کے طور پر۔مگر اسکے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان لوگوں میں اسکے دو اتنے قریبی لوگ بھی شامل ہوسکتے ہیں۔۔اسے شبہ ہوتا بھی کیسے۔۔وہ اسلام آباد کی عبادت گا ہ نہیں تھی کسی اور شہر کی تھی سعد اور وسیم وہاں کیسے جاسکتے ہیں۔اور وسیم تو اپنی عبادت گاہ بھی بہت کم جاتا تھا۔۔۔بے یقینی اس لیئے بھی تھی کیونکہ ایک ہفتہ بعد وہ اور سعد نیویارک آنے والے تھے وہ دس سال بعد سعد سے مل رہی تھی۔۔۔بے یقینی اس لیئے بھی تھی کیونکہ وسیم نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے عقائد سے

تائب ہوجائے گا۔اور وہ سعد کو بھی سمجھائے گا جو اس سے زیادہ کٹر تھا اپنے عقائد میں۔۔۔ایک دن پہلے تو اس نے وسیم سے بات کی تھی۔۔۔

اور سالار۔۔۔وہ کیا کہہ رہا تھا۔۔۔کیا وہ پاگل ہوگیا تھا۔یا وہ کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہی تھی۔

وہ صبر نہیں تھا۔۔وہ شاک بھی نہیں تھا۔۔وہ بے یقینی تھی۔۔سالار کو اندازہ تھا مگر وہ یہ نہیں سمجھ رہا تھا کہ اسے اس انکشاف کے بعد اس سے کیسے نکالے۔۔۔

وہ کئی گھنٹے گم صم آنسو بہائے بغیر سالار کے کسی سوال اور بات کا جواب دیئے بغیر ایک بت کی طرح وہی بستر پہ بیٹھی رہی یوں جیسے انسان نہیں برف کی سل بن گئی تھی۔۔اسکی حالت کو دیکھ کر سالار کو شدید پچھتاوا ہوا۔کہ اس نے سکندر کی بات نہ مان کر غلطی کردی ہے۔۔سالار اپنے ڈاکٹر کزن کو بلا لایا تھا گھر پر ہی اسے دیکھنے۔۔۔

اسکے بعد کیا ہوا تھا امامہ کو ٹھیک سے یاد نہیں۔۔سالار کو لمحہ لمحہ یاد تھا۔وہ کئی ہفتے اس نے اسے پاگل پن کی سرحد پر جاتے اور وہاں سے پلٹتے دیکھا۔وہ چپ ہوتی تو کئی کئی دن چپ رہتی روتی تو گھنٹوں روتی سوتی تو پورا دن اور رات آنکھیں نہیں کھولتی اور جاگتی تو دو دو دن بستر پر چند لمحوں کے لیئے بھی لیٹے بغیر لاؤنج سے بیڈروم اور بیڈروم سے لاؤنج کے چکر کاٹتے کاٹتے اپنے پاؤں سجالیتی۔۔۔یہ صرف ایک معجزہ تھا کہ اسکی ذہنی حالت اور کیفیت میں بھی جبریل کو کچھ نہیں ہوا تھا وہ جیسے یہ فراموش ہی کر بیٹھی تھی کہ اسکے اندر ایک اور زندگی پرورش پارہی تھی۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اور وحشت جب کچھ کم ہوئی تو اس نے سالار سے پاکستان جانے کا کہا۔اسے اپنے گھر جانا تھا ۔۔سالار نے اس سے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ وہ کس گھر کو اپنا گھر کہہ رہی ہے۔۔اس نے خاموشی سے دو سیٹیں بک کروالی تھی۔۔۔۔

مجھے اسلام آباد جانا ہے۔اس نے سالار کے پوچھنے پر کہا تو اس نے بحث نہیں کی تھی۔اگر اسکے گھر والوں سے ملاقات اسکو نارمل کر دیتی تو وہ اس ملاقات کے لیئے کسی بھی حد تک جاسکتا تھا

ہاشم مبین انکے ہمسائے تھے۔انکے گھر آنے والی قیامت سے سالار کا خاندان بے خبر نہیں تھا۔۔مذہب کا فرق تھا۔۔خاندانی اختلافات تھے دشمنی تھی لیکن اسکے باوجود انکی یہ خواہش کبھی نہ تھی کہ ہاشم مبین کیساتھ ایسا ہوتا۔۔بڑھاپے میں دو بیٹوں کی موت کیسا صدمہ تھا سکندر اندازہ کرسکتے تھے۔۔وہ خود باپ تھے۔انہوں نے ہاشم مبین کے گھر جاکر ان سے تعزیت کی تھی۔۔اس صدمے میں بھی بہت سرد مہری سے ہاشم مبین نے اسکی تعزیت قبول کی تھی

سکندر کو امید نہیں تھی کہ وہ امامہ سے ملیں گے اس نے سالار سے اپنی خدشات کا اظہار ضرور کیا تھا لیکن امامہ کو جس حالت میں انہوں نے دیکھا تھا وہ سالار کو ایک کوشش کرنے سے روک نہ سکے تھے۔۔انہیں امامہ کو دیکھ کر دلی رنج ہوا۔۔ہاشم مبین نے نہ صرف فون پر سکندر سے بات کرنے سے انکار کیا تھا بلکہ سالار کو گھر پر گیٹ سے اندر جانے نہیں دیا۔سکندر اور وہ دونوں مایوسی کے عالم میں واپس آگئے۔امامہ کی سمجھ میں اسکی مایوسی اور بے بسی نہ آسکی تھی۔

سالار اسکے سامنے بے بس تھا لیکن پہلی بار اس نے امامہ کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے تھے۔۔

تمہیں اگر اپنے گھر جانا ہے تو پہلے اپنے باپ سے بات کرلو وہ اجازت دے تو پھر میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔لیکن میں تمہیں بغیر اجازت کے وہاں گیٹ پر گارڈز کے ہاتھوں ذلیل ہونے کے لیئے نہیں بھیج سکتا۔۔

اسکے رونے اور گڑگڑانے کے باوجود سالار نہیں پگھلا تھا۔امامہ نے اپنے باپ سے فون پر بات کر کے اجازت لے لی تھی۔مگر اس فون کال نے سب کچھ بدل دیا۔جو چیز سالار اسے نہیں سمجھا سکا تھا وہ ہاشم مبین نے اسکو سمجھا دی تھی۔

پی جو کچھ ہوا ہے تمہاری وجہ سے ہوا ہے تم جن لوگوں کیساتھ بیٹھی ہو انہی لوگوں نے جان لی ہے میرے دونوں بیٹوں کی۔اور تم اب میرے گھر آنا چاہتی ہو۔قاتلوں کیساتھ میرے گھر آنا چاہتی ہو۔وہ ہذیانی انداز میں چلاتے اور گالیاں دیتے رہے۔۔

تم لوگ۔۔۔اور ہم لوگ۔۔فرق کتنا بڑا تھا امامہ کو یاد آگیا تھا۔ہاشم مبین کی مزید کوئی بات سننے اس نے فون بند کردیا۔اسکے بعد وہ بلک بلک کر روئی تھی۔اس گھر میں صرف وسیم اسکا تھااور وسیم جاچکا تھا۔

وہ سالار کیساتھ واپس نیو یارک آگئی تھی۔۔وہ سمجھ رہا تھا وہ نارمل ہوگئی تھی آہستہ آہستہ ٹھیک ہوجائے گی۔لیکن ایسا نہ ہوا وہاں کی تنہائی نے امامہ کے اعصاب کو مفلوج کرنا شروع کیا۔سالار پی ایچ ڈی کر رہا تھا اور ساتھ ہی ایک آرگنائزیشن میں پارٹ ٹائم کام کرتا تھا۔وہ صبح پانچ بجے گھر سے نکلتا تھااور رات کو آٹھ نو بجے اسکی واپسی ہوتی تھی اور وہ واپسی پہ اتنا تھکا ہوا ہوتا تھا کہ ایک

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

دو گھنٹہ ٹی وی دیکھ کر کھانا کھا کر سو جاتا۔۔امامہ بارہ چودہ گھنٹے ایک بیڈروم کے آٹھویں منزل کے اس اپارٹمنٹ میں بلکل تنہا ہوتی تھی۔۔۔وسیم اسکے ذہن سے نہیں نکلتا تھا وہ روز اپنے فون میں موجود اسکے اور اپنے میسجز کو جو سینکڑوں کی تعداد میں ہوتے پڑھنا شروع کردیتی اور پھر گھنٹوں اسی میں گزار دیتی۔۔تسلی دلاسا اور دل جوئی کے لیئے سالار جو کر سکتا تھا کرچکا تھا۔

وہ صبح سویرے گھر سے اسکے بارے میں سوچتے ہوئے نکلتا اور رات کو جب گھر واپس آتا تو بھی اسی کے بارے میں سوچ رہا ہوتا۔امامہ کی ذہنی کیفیت نے جیسے اسکے اعصاب شل کرنا شروع کردیئے۔جبریل کی پیدائش میں ابھی بہت وقت تھا۔اور وہ اسے اس جہنم سے نکالنا چاہتا تھا۔جس میں وہ ہر وقت نظر آتی تھی۔

سائکاٹرسٹ اسکی پریگنینسی کی وجہ سے اسکو تیز دوائیاں نہیں دے رہے تھے۔

اسکے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے سے پہلے ہی ایک رات امامہ نے کہا تھا۔۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

مجھے پاکستان جانا ہے۔

کیوں؟؟ سالار کو اپنا سوال خود بے تکا لگا۔

پھر اس نے جو کہا تھا اس نے سالار کا دماغ بھک سے اڑا دیا۔

کل میں نے وسیم کو دیکھا۔۔وہاں کچن کاؤنٹر کے پاس وہ پانی پی رہا تھا۔۔بات کرتے ہوئے اسکی آواز بھرائی

مجھے لگتا ہے میں کچھ عرصہ اور یہاں رہوں گی تو پاگل ہوجاؤں گی۔یا شاید ہونا شروع ہوچکی ہوں اور میں ایسا نہیں چاہتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ٹھیک ہے، ہم واپس چلے جاتے ہیں مجھے صرف چند ہفتے دے دو سب کچھ وائنڈ اپ کرنے کے لیئے۔۔سالار نے لمحوں میں فیصلہ کیا تھا۔اسکا چہرہ دیکھتے ہوئے امامہ نے نفی میں سر ہلایا۔

تم پی ایچ ڈی کر رہے ہو۔تم کیسے جاسکتے ہو میرے ساتھ۔۔

میں پی ایچ ڈی چھوڑ دوں گا۔۔ڈاکٹریٹ کی ڈگری ضروری نہیں تم اور تمہاری زندگی ضروری ہے۔۔۔۔۔سالار نے جواباً کہا۔۔۔

کچھ کہنے کی کوشش میں امامہ کی آواز بھرائی وہ کہہ نہ پائی اس نے دوبارہ بولنے کی کوشش کی اور اس بار وہ بلک بلک کر رونے لگی تھی۔

نہیں تم ساتھ نہیں آؤ گے۔۔یہ کیوں ضروری ہے کہ ساری زندگی تم قربانیاں ہی دیتے رہو میرے لیئے۔۔۔اب پی ایچ ڈی چھوڑ دو۔۔۔اپنا کیریئر چھوڑو۔۔تمہاری زندگی ہے۔قیمتی ہے تمہارا وقت تم کیوں اپنی زندگی کے اتنے قیمتی سال میرے لیئے ضائع کرو۔۔۔

سالار نے کچھ کہنے کی کوشش کی کوئی اور موقع ہوتا تو اسکا یہ اعتراف اسکو خوشی دیتا لیکن اب اسے تکلیف دے رہی تھی۔۔وہ روتے ہوئے اسی طرح کہہ رہی تھی۔۔۔آئی ایم ناٹ سیوٹیبل فار یو۔۔۔جتنا سوچتی ہوں مجھے یہی احساس ہوتا ہے تمہارا ایک برائٹ فیوچر ہے لیکن میرا وجود تمہاری ترقی کے راستے میں رکاوٹ ہے۔مجھے احساس جرم ہوتا ہے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ چپ چاپ اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا وہ رو رہی تھی اور بول رہی تھی۔میں تم سے بہت شرمندہ ہوں لیکن میں بے بس ہوں میں کوشش کے باوجود بھی اپنے آپ کو نارمل نہیں رکھ پاتی۔۔۔اور اب۔۔۔وسیم کو دیکھنے کے بعد تو میں اور بھی.۔۔۔۔۔اور بھی۔۔۔۔۔۔وہ بولتے بولتے رک گئی۔۔صرف اسکے آنسو اور ہچکیاں نہیں تھمی تھی۔۔۔

سالار تم بہت اچھے انسان ہو بہت اچھے ہو تم بہت قابل ہو۔۔۔۔تم مجھ سے بہتر عورت ڈیزرو کرتے ہو میں نہیں۔۔تمہیں ایسی عورت ملنی چاہیئے جو تمہارے جیسی ہو۔۔تمہیں زندگی میں آگے بڑھنے میں سپورٹ کرے میری طرح تمہارے پاؤں کی بیڑی نہ بنے۔۔

اور یہ سب کچھ تم آج کہہ رہی ہو جب ھم اپنا پہلا بچہ ایکسپکٹ کر رہے ہیں؟؟

مجھے لگتا ہے یہ بچہ بھی مر جائے گا۔اس نے عجیب بات کہی تھی۔۔۔سالار نے اسکا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی اس نے ہاتھ چھڑا لیا۔۔۔

تم کیوں اس طرح سوچ رہی ہو۔۔اسے کچھ نہیں ہو گا. سالار پتا نہیں کس کو تسلی دینا چاہتا تھا۔ لیکن اس وقت امامہ سے زیادہ اسکی حالت قابل رحم ہو رہی تھی۔۔

تم بس مجھے پاکستان بھیج دو۔۔امامہ نے اسکی بات کے جواب میں کچھ نہیں کہا۔۔اس نے ایک بار پھر وہی مطالبہ دہرایا تھا۔

میں تمہیں اسلام آباد نہیں بھیجوں گا۔۔سالار نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

مجھے وہاں جانا بھی نہیں۔۔۔میں سعیدہ اماں کے پاس رہ لوں گی۔وہ اسکی بات پر حیران ہوا تھا۔سعیدہ اماں نہیں تم ڈاکٹر صاحب کے پاس چلی جاؤ اگر وہاں رہنے پر تیار ہو تو میں تمہیں بھیج دیتا ہوں۔۔سالار نے کچھ سوچ کر کہا۔

ٹھیک ہے مجھے انہی کے پاس بھیج دو۔۔۔وہ تیار ہوگئ تھی۔۔۔

اگر تم وہاں جاکر خوش رہ سکتی ہو تو ٹھیک ہے۔۔واپس کب آؤ گی؟؟

وہ خاموش رہی۔۔۔

واپس آجانا۔۔۔اسکی لمبی خاموشی کو سالار نے مختصر زبان دی تھی۔۔مشورہ نہیں تھا۔منت تھی۔خواہش نہیں تھی بے بسی تھی۔۔۔امامہ نے اسکی بات خاموشی سے سن کر خاموشی سے ہی اسکا جواب دیا۔

وہ ایک ہفتہ بعد پاکستان واپس چلی آئ تھی اور جیسے کسی قید سے چھوٹ آئ تھی۔وہ واپس نہ آنے کے لیئے جارہی تھی سالار کو اسکا احساس اسکی ہر ہر حرکت سے ہو رہا تھا۔لیکن وہ پھر بھی اسے جانے دینا چاہتا تھا۔اگر دوری سے وہ صحتیاب ہوسکتی تھی تو دور ہوجائے لیکن وہ ٹھیک ہوجائے۔۔۔چار مہینے اور گزرتے تو اسکی اولاد دنیا میں آجاتی۔اور وی اسکی بقا بھی چاہتا تھا اور ہمت بھی اپنی جانتا تھا جو آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی۔وہ ڈپریشن امامہ کے وجود سے جیسے اسکے وجود میں داخل ہونے لگا تھا۔۔۔

جس شام اسکی فلائٹ تھی وہ ایک بار پھر دل گرفتہ ہورہا تھا اسے لگا اب وہ گھر ٹوٹنے والا تھا جسے اس نے بہت مشکل سے بنایا تھا۔۔امامہ بھی خاموش تھی لیکن پتا نہیں کیوں سالار کو وہ پر سکون لگی۔۔پر سکون مطمئن۔۔خوش۔۔وہ اسکے چہرے کی کتاب پر اس دن یہ نہیں پڑھنا چاہتا تھا۔۔

مت جاؤ۔۔۔۔وہ ٹیکسی کے آنے پر اسکا بیگ اٹھا کر لاؤنج میں لے آیا تھا۔۔وہ اپنا ہینڈ کیری کھینچتے ہوئے اسکے پیچھے آئ تھی۔۔اور وہ بھی دوسرے سامان کی طرح سالار کو تھمانے کی کوشش کی جب سالار نے اسکا ہاتھ تھام لیا۔۔اس نے خلاف توقع ہاتھ نہیں کھینچا تھا بس ہاتھ اسکے ہاتھ میں رہنے دیا تھا۔۔بہت دیر سالار اسکا ہاتھ یوں ہی پکڑے رہا تھا پھر اس نے بہت دل گرفتگی سے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔وہ لمس امامہ کیساتھ آیا تھا۔اس قید سے آزاد ہونے کے بعد بھی اسے بے قرار کرتا تھا۔وہ کئ سال بعد ایک دفعہ پھر ڈاکٹر سبط علی کے گھر پناہ لینے آئ تھی۔اور اس بار بھی پناہ مل گئ۔ڈاکٹر صاحب اور اسکی بیوی اسکی ذہنی حالت سے واقف تھے۔کچھ دنوں کے لیئے امامہ نے یوں محسوس کیا تھا جیسے وہ کسی قید تنہائی سے نکل آئ تھی۔مگر یہ کیفیت بھی وقتی تھی۔سکون یہاں بھی نہیں تھا۔۔۔سالار اسے روز فون کرتا تھا کبھی وہ ریسیو کرلیتی اور کبھی نہیں۔۔۔کبھی وہ اس سے لمبی بات کرتی کبھی مختصر۔۔

پتہ نہیں کتنے دن تھے جو اس نے اسی طرح گزارے۔

نہر کے کنارے اونچے لمبے درخت ہوا سے ہلتے تو انکے پتوں سے سورج کی کرنیں چھن چھن کر نہر کے پانی پر پڑتی لحظہ بھر کے لیئے اسے روشن کرتی غائب ہوتی۔۔

بس ایک لمحہ تھا جب اس نے سوچا کہ اسے اس پانی میں اترنا چاہئیے۔۔اس سے پہلے کہ وہ قدم اٹھاتی کسی عورت کی آواز پر ٹھٹک گئ تھی۔۔۔

یہ ذرا گھٹا تو بندھوا دے میرے ساتھ بٹیا۔۔

وہ ایک ستر اسی سالہ بوڑھی عورت تھی۔جو ایندھن کے لیئے وہاں درختوں کی خشک لکڑیاں چننے کے بعد اسے ایک چادر نما کپڑے میں باندھ رہی تھی۔۔اس نے کچھ کہے بنا نہر کے کنارے سے ہٹتے ہوئے اسکی طرف قدم بڑھا دیے۔۔ گھٹا اتنا بڑا تھا کہ اسے یقین نہیں تھا کہ وہ اسکو اپنے سر پر اٹھا لے گی لیکن اس نے امامہ کی مدد سے وہ گھٹا بڑی آرام سے سر پر اٹھا لیا۔۔

ذرا میری بکری کی رسی مجھے پکڑانا۔۔امامہ کو تامل ہوا لیکن پھر اس نے جاکر تھوڑی بہت جد و جہد کے بعد اس بکری کی رسی پکڑ ہی لی تھی۔

آپ چلیں میں ساتھ چلتی ہوں۔۔کہاں جانا ہے آپکو۔۔

بس یہ یہاں آگے ہی جانا ہے سڑک کے دوسری طرف۔بوڑھی عورت نے سڑک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے بتایا۔۔

امامہ بکری کی رسی کھینچتی ہوئ چپ چاہ اسکے پیچھے چل پڑی۔

سڑک پار کرتے ہی امامہ کو دس بیس کے قریب وہ جھگیاں نظر آگئ جنھیں اماں اپنا گھر کہتی تھی۔وہ کچھ تامل کے بعد ایسی ہی ایک جھگی میں اماں کے پیچھے چلتی ہوئ داخل ہوئ۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس نے احاطے کے ایک کونے میں سر پر لادا ہوا گھڑا اتار پھینکا تھا۔۔ایک چولہے پر مٹی کی ایک ہنڈیا چڑھی ہوئی تھی۔وہاں ایک آسودہ سی حرارت تھی جیسے وہ کسی گرم آغوش میں آگئی تھی۔

اری تو کھڑی کیوں ہے اب تک۔۔بیٹھ کر دم تو لے۔میری خاطر کتنا چلنا پڑ گیا تجھے۔میں نے کہا بھی تھا میں لے جاتی ہوں بکری کو میرا تو روز کا کام ہے۔پر تُو تو شہر کی کُڑی ہے تجھ سے کہاں ہوتی ہے کوئی مشقت۔۔۔

اس نے کچھ فاصلے ہر ہڑی چوکی کو اسکی طرف کھسکایا۔

میں بھی مشقت ہی کاٹتی آئی ہوں اماں۔۔یہ مشقت تو کچھ بھی نہیں۔۔۔

امامہ اس سے کہتے ہوئے آگے بڑھ آئی تھی۔۔وہ بوڑھی عورت ہنس پڑی۔۔۔

بس مجھے مشقت نہیں لگتی۔۔۔تجھے لگتی ہے۔۔یہی تو فرق ہے۔۔

امامہ اسکا چہرہ دیکھنے لگی وہ اس حلیے اور اس جگہ رہنے والی عورت سے ایسی بات کی توقع نہیں رکھتی تھی۔

آدمی کیا کرتا ہے تیرا؟؟ وہ اماں کے اس سوال پر اچانک چونکی۔۔۔

کیا کرتا ہے؟؟ اس نے جیسے یاد کرنے کی کوشش کی۔۔کام کرتا ہے۔

کیا کام کرتا ہے۔۔اماں نے پھر پوچھا۔۔

باہر کام کرتا ہے۔۔وہ بڑبڑائی۔۔

www.kitabnagri.com

پردیس میں ہے؟ بوڑھی عورت نے پوچھا۔

ہاں۔۔۔وہ اسی طرح ساگ کو دیکھتے ہوئے بولی۔

تُو یہاں کس کے پاس ہے؟ سسرال ولوں کے پاس؟؟

نہیں۔۔۔۔۔۔۔

پھر؟؟؟

میں کسی کے پاس نہیں۔۔۔

آدمی نے گھر سے نکال دیا کیا۔۔اس نے چونک کر اماں کا چہرہ دیکھا۔

نہیں۔۔۔۔۔۔

تو پھر لڑ کر آئی ہے کیا؟؟

نہیں۔۔اس نے بے ساختہ سر ہلادیا۔۔

تو پھر یہاں کس لیئے آئی ہے؟؟

سکون کے لیئے۔۔اس نے بے اختیار کہا۔۔

سکون کہی نہیں ہے۔۔وہ اس عورت کا چہرہ دیکھنے لگی۔

www.kitabnagri.com

جو چیز دنیا میں ہے ہی نہیں اسے دنیا میں کیا ڈھونڈنا۔۔اس نے حیرت سے اس عورت کو دیکھا۔وہ گہری بات کر گئی تھی۔

پھر بندہ رہے کیوں دنیا میں اگر بے سکون ہی رہنا ہے۔۔وہ اس سے یہ سوال نہیں پوچھنا چاہتی تھی جو پوچھ لیا تھا۔

تو پھر کہاں رہے؟؟ وہ لاجواب ہوئی۔

تیرا آدمی کہتا نہیں واپس آنے کو؟

پہلے کہتا تھا اب نہیں کہتا۔

بیچارہ اکیلا ہے وہاں؟؟

وہ ایک لمحے کے لیئے ٹھٹکی۔ہاں۔۔اس نے مدھم آواز میں کہا۔

تُو اکیلا چھوڑ کر آگئی اسے؟ اس نے جیسے افسوس کیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تجھ سے پیار نہیں کرتا تھا؟؟ وہ ایک لمحہ کے لیئے ساکت ہوئی۔

کرتا تھا۔۔اسکی آواز بے حد مدھم تھی۔۔

خیال نہیں رکھتا تھا؟۔

رکھتا تھا۔۔۔آواز اور بھی مدھم ہوتی گئی۔۔

روٹی کپڑا نہیں دیتا تھا؟؟

دیتا تھا۔وہ اپنی آواز بمشکل سن پائی۔۔

تو نے پھر بھی چھوڑ دیا اسے۔تو نے بھی اللہ سے بندے والا معاملہ کیا اسکے ساتھ۔سب کچھ لیکر بھی دور ہو گئی اس سے۔

وہ بول نہ سکی۔

تجھے یہ ڈر بھی نہ لگا کہ کوئی دوسری عورت لے آئے گا وہ؟

نہیں۔۔۔۔

تجھے پیار نہیں ہے اس سے؟؟ کیا سوال آیا تھا۔

کبھی پیار کیا ہے؟؟ آنکھوں میں سیلاب آیا۔

کیا تھا۔۔اس نے آنسوؤں کو بہنے دیا۔

پھر کیا ہوا۔۔

نہیں ملا۔۔سر جھکائے اس نے آگ میں کچھ لکڑیاں ڈالی۔

ملا نہیں یا اس نے چھوڑ دیا۔۔اسکے منہ میں جیسے ہری مرچ آئی۔۔

اس نے چھوڑ دیا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

پیار نہیں کرتا ہو گا۔۔اماں نے بے ساختہ کہا۔۔۔

پیار کرتا تھا لیکن انتظار نہیں کرسکتا تھا۔۔اس نے پتا نہیں کیوں صفائ دی اسکی۔

جو پیار کرتا ہے وہ انتظار کرتا ہے۔جواب کھٹاک سے آیا تھا۔

اس آدمی کی وجہ سے گھر چھوڑ آئ اپنا؟؟

نہیں بس وہاں بے سکونی تھی مجھے اس لیئے۔۔

کیا بے سکونی تھی۔۔وہ برستی آنکھوں کیساتھ بتاتی گئ۔۔۔

اماں چپ چاپ سنتی رہی اسکے خاموش ہونے پر بھی وہ کچھ نہ بولی۔

وہاں نہر کنارے کیا کر رہی تھی/؟

بہت بزدل ہوں اماں۔۔مرنے کے لیئے نہیں کھڑی تھی۔

یعنی تم تو بڑی بہادر ہو۔مجھ سے بھی زیادہ بہادر۔۔

نہیں میں تو بہت کمزور ہوں۔۔امامہ نے کہا۔

تجھے اپنی ہونے والی اولاد کا بھی خیال نہیں آتا۔۔پیار نہیں آتا اس پر۔۔۔اسکی آنکھیں ایک بار پھر برسنے لگی۔

کوئی اسطرح گھر چھوڑ کے آتا ہے جیسے تم چھوڑ کر آگئی۔۔۔مر جاتے ہیں بڑے بڑے پیارے مر جاتے ہیں پر کوئی ایک کے مرنے پر باقیوں کو چھوڑ دیتا ہے؟؟؟

میں اب کسی سے پیار نہیں کرنا چاہتی اماں۔۔۔میں جس سے بھی پیار کرتی ہوں وہ مجھ سے چھن جاتا ہے۔۔بار بار پیار کروں۔۔بار بار گنوادوں۔۔میں اب اس تکلیف سے نہیں گزر سکتی۔۔

وہ روتی جارہی تھی۔۔

یہ تو نہیں بلکہ یہ تو کوئی انسان بھی نہیں کرسکتا کہ اپنوں کو اس لیئے چھوڑ دے کہ اسکے بچھڑنے کی تکلیف سے بچ جائے۔ایک کا درد جھیل نہیں پارہی ہو تو سب کو اکٹھا چھوڑ کر سہہ پاؤ گی؟؟ امامہ کے پاس جواب نہیں تھا۔۔

اس جھگی کے اندر میرا جوان بیٹا ہے ٹھہرو ذرا میں اسے لیکر آتی ہوں۔۔

وہ عورت ایکدم اٹھ کر اندر چلی گئی۔چند منٹ کے بعد وہ ایک ریڑھی نما ٹرالی کو دھکیلتی ہوئی باہر لائی۔جس میں ایک دبلا پتلا مرد ایک بستر پر لیٹا ہوا قہقہے لگا رہا تھا۔جیسے وہ ماں کی توجہ ملنے پر خوش ہو۔وہ ذہنی اور جسمانی طور پہ معذور تھا۔

میرا اکلوتا بیٹا ہے یہ۔اڑتیس سال میں نے اسکے سہارے گزارے ہیں اللہ کے بعد۔

پانچ بیٹے پیدا ہوئے پر ختم ہوگئے۔پھر یہ پیدا ہوا تو شوہر نے کہا اسے کسی درگاہ پہ چھوڑ آتے ہیں۔میں نہیں پال سکتا ایسی اولاد کو۔۔پر میں کیسے مان سکتی تھی مجھے تو پیار ہی بڑا تھا اس سے۔۔

شوہر دو چار سال سمجھاتا رہا پر میں نہ مانی۔۔اللہ کی دی ہوئی چیز کو کیسے پھینک دیتی۔۔

شوہر کو بڑا پیار تھا مجھ سے پر اسے اولاد بھی چاہیئے تھی۔وہ مر گیا تو ساری جائداد رشتہ داروں نے چھین لی بس بیٹا میرے پاس رہنے دیا۔یہ ٹھیک ہوتا تو یہ بھی چھین لیتے۔۔اڑتیس سال سے اسکا اور میرا ساتھ ہے۔اسکو شوہر کے کہنے پر درگاہ چھوڑ آتی تو میرا کیا ہوتا۔

کوئی بوجھ تھا جو امامہ کے کندھوں سے ہٹ رہا تھا۔کوئی سحر تھا جو ٹوٹ رہا تھا۔

جو وچھوڑا اللہ دیا اس پر صبر کر اور خود کسی کو وچھوڑا نہ دے۔اللہ پسند نہیں کرتا یہ۔

غم بہت بڑا تھا میرا اماں۔

اللہ نے تجھے غم دیا تم نے اپنے آدمی کو۔۔۔تو کونسا اپنا غم اپنے اندر رکھ کر بیٹھ گئی تھی۔

اسے سالار یاد آیا۔۔اسکی آنکھیں دھندلائی۔

اسکی محبت اسکی عنایات یاد آئی اور اس اولاد کا خیال آیا جسے اس نے بڑی دعاؤں میں مانگا تھا اور جب دعا پوری ہوئی تو وہ کسی چیز کی قدر نہیں کر رہی تھی۔

وہ جانے سے پہلے ایک بار پھر اس بوڑھی عورت سے ملنے آئی تھی اسکے لیئے کچھ چیزیں لیکر اسے بے حد کوشش کے باوجود نہ وہ جھگی ملی نہ وہ عورت۔

جبریل سکندر اپنی پیدائش سے بھی پہلے اپنی ماں کے بہت سارے رازوں کا امین تھا۔۔۔

امریکہ کے ہسپتال کے نیورو سرجری کے ڈیپارٹمنٹ کے آپریشن تھیٹر میں ڈاکٹر جس شخص کا دماغ کھولے بیٹھے تھے۔وہ آبادی کے اس 2.5فیصد سے تعلق رکھتا تھا جو 150 آئی کیو لیول رکھتے تھے۔اور اسکے ساتھ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔۔۔

وہ آپریشن آٹھ گھنٹے سے ہورہا تھا اور نجانے مزید کتنی دیر جاری رہنا تھا۔ڈاکٹرز کی اس ٹیم کو لیڈ کرنے والا ڈاکٹر دنیا کے قابل ترین سرجن میں سے ایک مانا جاتا تھا۔

واشنگٹن میں ورلڈ بنک کے ہیڈ کوارٹرز میں وہ سالار سکندر کی پہلی میٹنگ نہیں تھی وہ درجنوں بار وہاں آ جا چکا تھا۔مگر اپنی زندگی میں وہ کبھی کسی بورڈروم میں دماغ پر اتنا بوجھ لیکر نہیں بیٹھا تھا جتنا اس دن بیٹھا تھا۔

وہ فلائٹ کے دوران دو گھنٹے سویا تھا اور باقی کا وقت اس نے اس پریزنٹیشن کو بار بار دیکھتے اور اس میں تبدیلیاں اور اضافے کرتا گزارا جو وہ اس میٹنگ میں پیش کرنے آیا تھا۔سالار کو سانپوں کے بل میں بیٹھ کر اسکا زہر نکالنے کی تجویز پیش کرنی تھی۔اور اسے اپنی کامیابی یا ناکامی کے بارے میں کوئی خوش فہمی یا غلط فہمی نہیں تھی۔

اس کی فلائٹ واشنگٹن میں جس وقت پہنچی اس کے ٹھیک چار گھنٹے بعد ورلڈ بنک کے دربار میں اسکی حاضری تھی وہ ایک بار پھر ہوٹل کے کمرے میں سوئے بغیر کاغذات کا وہ پلندہ دیکھتا رہا جو

اسے پریزنٹیشن کیساتھ بورڈ روم میں تقسیم کرنا تھے۔ان کاغذات کے ڈھیر کو اگر وہ کورٹ میں پیش کردیتا تو وہ کیس جیت جاتا۔لیکن سوال یہ تھا کہ دنیا میں ایسی کونسی عدالت تھی جو اس کیس کو سنتی۔ایباکا عالمی عدالت انصاف میں جانے کے وسائل نہیں رکھتا تھا اور وہ ورلڈ بنک میں کام کرتا تھا وہ اپنے پروفیشنل معاملات خفیہ رکھنے کا پابند تھا۔اسے یہ معلوم بھی نہیں تھا کہ پیٹرس ایباکا اس وقت نیویارک کے ایک ہسپتال میں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا۔

*********-------*********

اس بورڈ روم کا ماحول ویسا نہیں تھا جیسااس نے ھمیشہ دیکھا تھا۔سنجیدگی ہر بورڈروم کا حصہ ہوتی ہے لیکن جو اس نے اس دن وہاں دیکھی وہ سرد مہری تھی۔وہاں بیٹھے سات کے سات لوگوں کے چہروں اور آنکھوں میں ایک جیسی سرد مہری تھی۔ایسی سرد مہری جو کسی بھی کمزور اعصاب کے انسان کو حواس باختہ کرنے کے لیئے کافی تھی۔بے تاثر چہرے اور اوسان خطا کرنے والی نظریں۔۔ ایک بیضوی شکل کی میز کے گرد ٹانگوں پر ٹانگیں رکھے وہ پانچ مرد اور دو عورتیں اس کام کے ماہر تھے جو وہ اس وقت کر رہے تھے۔۔ورلڈ بنک کے سالار سکندر جیسے کئ باضمیر ایمپلائیز کا دھڑن تختہ کرچکے تھے۔سالار سکندر انکے سامنے کیا شے تھا کم از کم اس میٹنگ کے آغاز سے پہلے وہ یہی سوچ کر آئے تھے۔

سالار سکندر نے میٹنگ کے آغاز میں اس میٹنگ کی سربراہی کرنے والے ہیڈ کے ابتدائ کلمات بڑے تحمل سے سنے تھے۔وہ سالار سکندر کی نا اہلی ناکامیوں اور کوتاہیوں کو ڈسکس کر رہے تھے ۔سالار نے باقی چھ لوگوں کی نظریں خود پر جمی محسوس کی۔

میں ان میں سے کسی بھی بات کا جواب دینے سے پہلے اس پراجیکٹ کے حوالے سے ایک پریزنٹیشن دینا چاہتا ہوں کیونکہ میرا خیال ہے کہ ان میں سے بہت سارے سوالات اور اعتراضات کے جواب موجود ہے جو آپ لوگ مجھ پر کر رہے ہیں۔۔۔

سالار نے مائیکل کے ابتدائی کلمات کے بعد اسکے کسی الزام کا جواب دینے کی بجائے کہا۔

سالار ایک کے بعد ایک سلائیڈ پراجیکٹر پر دکھاتا گیا۔۔ان سات لوگوں نے وہ پریزنٹیشن بے تاثر چہرے کیساتھ ساکت بیٹھے دم سادھے دیکھی۔

لیکن اسکے ختم ہونے کے بعد ان ساتوں کے ذہن میں جو خدشہ ابھرا تھا وہ ایک ہی تھا۔سالار سکندر کے ہاتھ میں وہ گرینیٹ تھا جسکی پن وہ نکالے بیٹھا تھا۔وہ جہاں بھی پھٹتا تباہی پھیلا دیتا۔

پروجیکٹر کی سکرین تاریک ہوئی۔۔سالار نے اپنے لیپ ٹاپ کو بند کرتے ہوئے ان ساتوں کے چہروں پر نظر ڈالی۔۔اتنے سالوں کی پبلک ڈیلنگ کے بعد وہ اتنا اندازہ تو لگا پایا تھا کہ اس نے وہ پریزنٹیشن وہاں پیش کرنے میں اپنا وقت ضائع کیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تو تم اس پراجیکٹ میں کام نہیں کرنا چاہتے؟؟

مائیکل نے خاموشی توڑتے ہوئے اس سے جو سوال کیا تھا اس نے سالار کے خدشات کی تصدیق کی۔

میں چاہتا ہوں کہ ورلڈ بنک کانگو میں اس پراجیکٹ کو ختم کردے۔۔سالار نے بھی وقت ضائع کیئے بغیر کہا۔

تم مضحکہ خیز باتیں کر رہے ہو۔اتنے سالوں سے شروع کیئے جانے والے ایک پراجیکٹ کو ورلڈ بنک ایک چھوٹے سے عہدیدار کے کہنے پر ختم کردے کیونکہ اسے بیٹھے بٹھائے یہ فوبیا ہوگیا ہے کہ بنک کانگو میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنے والے پراجیکٹس کو سپورٹ کر رہا ہے۔۔

وہ جولیا پڑورڈ تھی جس نے بے حد تضحیک آمیز انداز میں سلگا دینے والی مسکراہٹ کیساتھ سالار سے کہا تھا۔

اگر میں فوبیا کا شکار یا یہ میرا دماغی خلل ہے تو یہ بیماری اس وقت ان جنگلات میں بسنے والے لاکھوں لوگوں کو لاحق ہوچکی ہے۔۔۔سالار نے ترکی بہ ترکی جواب دیا تھا۔

تم کیا ہو؟ کس حیثیت میں کانگو میں بیٹھے ہو؟ ورلڈ بنک کے ایک ایمپلائی کے طور پر یا ایک ہیومن رائٹ ایکٹوسٹ کے طور پر؟؟ کانگو کے لوگ یا پگمیز تمہارا درد سر نہیں ہے تمہاری ترجیح صرف ایک ہونی چاہیئے کہ تم مقررہ وقت پر پراجیکٹ مکمل کرو۔۔

اس بار بات کو ترشی سے کاٹنے والا الیگزنڈر رافیل تھا۔جو ورلڈ بنک کے صدر کے قریبی معاونین میں سے ایک تھا۔

تم نے وہ کانٹریکٹ پڑھا ہے۔۔وہ شرائط و ضوابط پڑے ہیں جس سے اتفاق کرتے ہوئے تم نے سائن کیئے تھے۔تم اپنے کانٹریکٹ کی خلاف ورزی کر رہے ہو۔۔۔اور بنک تمہیں جاب سے نکالنے کا پورا اختیار رکھتا ہے اسکے بدلے میں۔

میں نے اپنا کانٹریکٹ پڑھا ہے اور ورلڈ بنک کا چارٹر بھی پڑھا ہے دونوں میں کہی بھی یہ نہیں لکھا کہ مجھے کوئی ایسا کام کرنا پڑے گا جو بنیادی انسانی حقوق اور کسی ملک کے قوانین کی دھجیاں اڑا کر ہوسکے۔۔اگر ایسی کوئی شق میرے کانٹریکٹ میں شامل تھی تو آپ مجھے ریفرنس دے۔

الیگزنڈر رافیل چند لمحے بول نہ سکا۔اس کے ماتھے پر بل تھے اور مسلسل تناؤ میں رہنے کی وجہ سے وہ مستقل جھریوں میں تبدیل ہوچکے تھے۔

اور تم اپنے آپ کو ان لوگوں سے زیادہ قابل سمجھتے ہو جنھوں نے یہ پراجیکٹ کئی سال کی تحقیق کے بعد شروع کیا تھا۔تم سمجھتے ہو جن لوگوں نے فزبلٹی بنائی تھی وہ ایڈیٹس تھے۔۔۔وہ اب تضحیک آمیز انداز میں اس سے پوچھ رہا تھا۔۔

نہیں۔۔۔وہ ایڈیٹس نہیں تھے۔۔۔نہ میں ایڈیٹ ہوں۔۔وہ فیئر نہیں تھے اور میں ہوں۔بات صرف اس دیانت کی ہے جو فزبلٹی تیار کرتے وقت نظرانداز کی گئی ہے ورنہ یہ ممکن ہی نہیں کہ اس پراجیکٹ کی فزبلٹی رپورٹ تیار کرنے والے اتنے عقل کے اندھے اور نا اہل ہو کہ انہیں وہ سب نظر نہ آیا ہو جو مجھے نظر آیا ہے اور

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میرے علاوہ لاکھوں مقامی لوگوں کو نظر آ رہا ہے۔۔۔ورلڈ بنک کو اس پراجیکٹ کے حوالے سے زیادہ انویسٹیگیشن کرنی چاہئے ایک انکوائری کمیٹی بنا کر۔۔۔مجھے یقین ہے کہ اگر اس کمیٹی نے دیانت داری سے کام کیا تو انہیں بھی یہ سب نظر آجائے گا جو مجھے نظر آرہا ہے۔۔۔سالار نے رافیل کے ہتک آمیز جملوں کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

میرے خیال میں بہتر ہے کہ اس ڈیڈلاک کو ختم کرنے کے لیئے ایک کام کیا جائے جو واشنگٹن اور گومبے میں تمہارے آفس میں اس پراجیکٹ کے حوالے سے پیدا ہو گیا ہے۔

اس بار بولنے والا بل جاؤلز تھا۔۔تم ریزائن کر دو۔جیسے تم نے پریزنٹیشن اور بنک کے ساتھ ہونے والی آفیشل خط و کتابت میں بھی آفر کیا تھا کہ اس پراجیکٹ کو تم اس طرح نہیں چلا سکتے۔۔وہ بڑے تحمل اور رسانیت سے جیسے سالار سکندر کو صلاح دے رہا تھا۔

اگر یہ آپشن ورلڈ بنک کو مناسب لگتا ہے تو مجھے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں۔۔مجھے بھی اس مسئلے کا حل صرف میرا استعفی نظر آرہا ہے۔لیکن میں اپنی استعفے کی وجوہات میں اس پریزنٹیشن میں دیئے جانے والے سارے اعداد و شمار کو بھی شامل کروں گا اور اپنے تحفظات بھی لکھوں گا اور میں اس استعفے کو پبلک کروں گا۔

بورڈ روم میں چند لمحوں کے لیئے خاموشی چھائی تھی۔وہ بلاآخر اس ایک نکتے پر آ گئے تھے جسکے لیئے اس نے سالار کو واشنگٹن طلب کیا تھا۔جو ورلڈ بنک کے گلے میں ہڈی کی طرح پھنسا ہوا تھا۔بورڈ روم میں بیٹھے ان سات افراد کے صرف دو ٹاسک تھے۔یا سالار کو اس پراجیکٹ کے چلانے کے لیئے راضی کرلیا جائے یا پھر اس سے خاموشی سے استعفی لیا جائے اور وہ ذاتی وجوہات کی بناء پر ہو۔۔اب مسئلہ اس سے بڑھ گیا تھا۔وہ نہ صرف استعفے میں یہ سب کچھ لکھنا چاہتا تھا بلکہ اسے پبلک بھی کرنا چاہتا تھا۔

اگلے تین گھنٹے وہ ساتوں سالار کو قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔انہوں نے ہر حربہ استعمال کرلیا تھا۔جب دلیلوں سے کام نہیں بنا تو انہوں نے بنک کے کانٹریکٹ میں استعفے کے حوالے سے کچھ شقوں کو اٹھا کر اسے دھمکی دی تھی کہ وہ جاب کے دوران اپنے علم میں لائے گئے تمام فروفیشنل معلومات کو صیغہ راز میں رکھنے کا پابند ہے۔اور استعفے کو پبلک کرنے اور اس رپورٹ کو میڈیا پر لانے پر اس کے خلاف قانونی کاروائی کی جاسکتی تھی۔اور اسے نہ صرف مالی طور پر لمبا چوڑا ہرجانہ بھرنا پڑتا بلکہ وہ آئندہ بنک یا اس سے منسلک کسی بھی چھوٹے بڑے ادارے کی جاب کرنے کے لیئے نااہل قرار دیا جاتا۔۔۔سالار کو پتا تھا یہ دھمکی نہیں تھی۔۔۔بہت بڑی دھمکی تھی۔۔۔

دباؤ اور دھمکیاں جتنی بڑھتی گئ سالار سکندر کی ضد بھی اتنی ہی بڑھتی گئ۔اگر سکندر عثمان کہتے تھے کہ ڈھٹائی میں اسکا کوئ مقابلہ نہیں کرسکتا تو وہ ٹھیک کہتے تھے۔

تم کیا چاہتے ہو؟؟ تین گھنٹے کے بعد بلاآخر مائکل نے اسکی ضد کے آگے ہتھیار ڈالتے ہوئے اس سے پوچھا۔۔۔۔۔۔

ایک غیر جانبدارانہ انکوائری ٹیم جو نئے سرے سے اس پراجیکٹ کا جائزہ لے۔اور اسکے بعد پگمیز اور ان بارانی جنگلات کے بہترین مفاد میں اس پراجیکٹ کو ختم۔کیا جائے۔یا کوئ ایسا حل نکالا جائے جو اس جنگلات میں رہنے والے لوگوں کے لیئے قابل قبول ہو اور میں مقامی لوگوں کی بات کر رہا ہوں۔وہاں کی مقامی حکومت کی بات نہیں کر رہا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار نے جواباً وہی مطالبہ دہرایا۔

تمہاری قیمت کیا ہے؟ الیگزنڈر نے سالار کو جیسے بات کرنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔کوئی تو ایسی چیز ہوگی جسکے لیئے تم اس مطالبے سے ہٹ جاؤ۔۔ہمیں بتاؤ وہ کونسی ایسی چیز ہے جس پر تم ہم سے سودا کرلو۔۔رافیل نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔۔سالار نے ٹیبل پر رکھی اپنی چیزیں سمیٹنی شروع کردی۔

میری کوئی قیمت نہیں۔۔اور میں نے ورلڈ بنک کو اسی غلط فہمی میں جوائن کیا تھا کہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ کام کروں گا جو دنیا میں اپنی پروفیشنل مہارت اور قابلیت کی وجہ سے جانے جاتے ہیں۔اگر بروکرز کے ساتھ کام کرنا ہوتا تو بیچنے خریدنے اور قیمت لگانے والا تو اسٹاک ایکسچینج میں کرتا یا کسی بنک میں انویسمنٹ بنکنگ۔۔۔

وہ نرم لہجے میں انکے منہ پر جوتا مار گیا تھا۔اور اس چوٹ کی شدت وہاں بیٹھے ساتوں نے ایک ساتھ محسوس کی۔وہ سادہ زبان میں انہیں دلال کہہ رہا تھا اور ٹھیک کہہ رہا تھا۔

ان ساتوں میں سے کسی نے مزید کچھ نہیں کہا۔۔ستے ہوئے اور تنے ہوئے چہروں کیساتھ وہ بھی اپنے کاغذات اور لیپ ٹاپ سنبھالنے لگے تھے۔میٹنگ بغیر کسی نتیجے کے ختم ہوگئی تھی۔اور سالار کو اندازہ ہوا تھا کہ اسکے بعد ورلڈ بنک میں اسکا کیرئیر بھی ختم ہوگیا تھا۔۔۔

وہ میٹنگ ہیڈ کوارٹر میں ہونے والی ہر میٹنگ کی طرح ریکارڈ ہوئی تھی۔۔۔لیکن سالار کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ میٹنگ براہ راست کسی دوسری جگہ بھی پیش کی جارہی تھی۔سالار کے اس بورڈ روم سے نکلنے سے پہلے اس سے نمٹنے کے لیئے دوسری حکمت عملی طے ہوگئ تھی۔

الیگزنڈر رافیل سالار کے پیچھے آیا تھا اور اس نے چند منٹوں کے لیئے سالار سے علیحدگی میں بات کرنا چاہی۔۔سالار کچھ الجھا لیکن پھر آمادہ ہوگیا۔وہ کونسی بات تھی جو میٹنگ میں نہیں کہی جاسکتی تھی اور یہاں کہی جارہی تھی۔الیگزنڈر رافیل کے آفس میں وہ مزید اسی پیرائے کی کوئ گفتگو سننے کی توقع کیساتھ گیا تھامگر اپنے آفس میں الیگزنڈر رافیل کا رویہ انکے ساتھ حیران کن طور پر مختلف تھا۔

مجھے یہ ماننے میں کوئ شبہ نہیں کہ میں تمہاری رپورٹ سے بہت متاثر ہوا ہوں اور صرف میں نہیں پریزیڈنٹ بھی۔۔۔اسکے پہلے ہی جملے نے سالار کو حیران کردیا۔صدر ہمیشہ تم سے بہت ساری توقعات رکھتے تھے۔افریقہ کے لیئے جو وژن انکا ہے انکو صرف تم عملی جامہ پہنا سکتے ہواور یہ پراجیکٹ ان سینکڑوں پراجیکٹس میں سے بہت چھوٹا پراجیکٹ ہے جو وہ تمہارے لیئے سوچتے ہیں وہ بہت بڑی شے ہے۔تمہارے ذریعے افریقہ کی تقدیر بدلی جاسکتی ہے اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ صدر افریقہ لے بارے میں بہت سنجیدہ ہیں۔وہ وہاں سے غربت اور بھوک مٹانا چاہتے ہیں۔ایباکا ایک بے وقوف آدمی ہے۔۔وہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے جو افریقہ کی ترقی میں رکاوٹ ہیں۔

تم نے کوئی سوال نہیں کیا۔۔۔رافیل کو اسکی خاموشی چبھی۔اگر وہ سالار کو صدر کے حوالے سے تعریفی کلمات پہنچا کر جوش دلانا چاہتا تھا تو وہ ناکام ہورہا تھا۔سالار کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

میرے پاس جو بھی سوال تھے وہ میں اپنی رپورٹ میں اٹھا چکا ہوں مجھے خوشی ہے کہ صدر افریقہ میں میرے کام سے اور اس رپورٹ سے متاثر ہے۔لیکن میں زیادہ خوش تب ہوں گا جب اس رپورٹ پر مجھے ورلڈ بنک سے کوئی پازیٹیو رسپانس آئے گا۔

بنک تمہیں وائس پریزیڈنٹ کا عہدہ دینا چاہتا ہے اوت یہ پریذیڈنٹ کی ذاتی دلچسپی کی وجہ سے ہورہا ہے۔اور اس سلسلے میں امریکن گورنمنٹ سے بھی بات ہوئی ہے انکی.

رافیل ایسے بات کر رہا تھا جیسے بہت بڑے راز افشا کر رہا ہو اس پر۔۔اسکی مایوسی کی انتہا نہ رہی تھی جب اس نے میز کے دوسری طرف بیٹھے اپنے سے پندرہ سال چھوٹےاس مرد کے چہرے کو اس خبر پہ بھی بے تاثر پایا۔۔

اور اس عہدے کے بدلے میں مجھے کیا کرنا ہے؟؟ رافیل کو اتنی لمبی تقریر کے بعد اتنا دو ٹوک سوال سننے کی توقع نہیں تھی۔۔

پریزیڈنٹ کو اس پراجیکٹ پر تمہاری سپورٹ چاہیئے۔۔مطلق اور غیر مشروط سپورٹ۔۔

رافیل نے اب تمہیدوں میں وقت ضائع نہیں کیا تھا۔۔

میرا خیال ہے وہ میں نہیں دے سکوں گا۔۔اس پراجیکٹ کے حوالے سے میں اپنی رائے بتا چکا ہوں۔۔۔۔مراعات اور عہدے میرے سٹینڈ کو نہیں بدل سکتے۔۔کیا کچھ اور کہنا ہے؟؟

سالار سکندر کو رافیل اس ملاقات سے پہلے کچھ نہیں سمجھتا تھا اور اب اسے بے وقوف سمجھ رہا تھا۔۔اتنا بڑا عہدہ اسے پلیٹ میں رکھ کر پیش کیا جا رہا تھا اور وہ اسے ٹھکرا رہا تھا۔۔غرور تھا تو بے جا تھا۔۔بے وقوفی تھی تو انتہا کی۔

تمہیں سب کچھ آتا ہے۔ٹیکٹ نہیں آتے اس لیئے تم کامیابی کے سب سے اوپر والے زینے پر کبھی کھڑے نہیں ہوسکو گے۔وہ اس سے ایسی بات نہیں کہنا چاہتا تھا پھر بھی کہہ بیٹھا تھا۔۔

اگر ٹیکٹ فل کا مطلب بے ضمیر اور بد دیانت ہونا ہے تو پھر یہ خصوصیت میں کبھی اپنے اندر پیدا نہیں کرنا چاہوں گا۔۔میں اپنا استعفٰی آج ہی میل کردوں گا۔۔۔۔سالار اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

*********---------*********

سالار جب ورلڈ بنک ہیڈ کوارٹر سے نکلا اس وقت بوندا باندی ہورہی تھی۔وہ کیب پر وہاں آیا تھا اور واپس بھی اسی میں جانا تھا مگر جو کچھ پچھلے چند گھنٹوں میں اندر بھگت آیا تھا۔اسکے بعد وہ بے مقصد پیدل فٹ پاتھ پر چلتا رہا۔چلتے چلتے اس نے بے اختیار ایک گہرا سانس لیا۔وہ چند دن پہلے تک اپنے آپ کو دنیا کا مصروف ترین انسان سمجھتا تھا اور اب چند گھنٹوں بعد دنیا کا بے کار ترین انسان۔۔

کچھ عجیب سی ذہنی کیفیت تھی اسکی۔فی الحال کرنے کے لیئے کچھ بھی نہ تھا۔۔کوئی میٹنگ کوئی وزٹ کوئی ایجنڈا۔۔کوئی فون کال ای میل کوئی پریزنٹیشن بھی نہیں۔۔لیکن سوچنے کے لیئے بہت کچھ تھا۔ایک لمحے کے لیئے چلتے چلتے اسے خیال آیا کیا ہوا اگر وہ سمجھوتہ کرلے وہی سے واپس ہیڈکوارٹر چلا جائے۔وہ پیش کش قبول کرلے جو ابھی اسے کی گئی تھی۔کوئی مشکل اور ناممکن تو نہیں تھا یہ۔۔ابھی سب کچھ اسکے ہاتھ میں تھا۔۔ورلڈ بنک میں پہلے سے بھی بڑا عہدہ مل جاتا اسے۔کیا برائی تھی اگر وہ کچھ دیر کے لیئے ضمیر کو سلا دیتا۔۔کانگو اس کا ملک نہیں۔۔نا ہی پگمیز اسکے لوگ۔۔۔۔پھر؟؟؟

واقعی ٹھیک کہا تھا رافیل نے وہ کیوں یہ سب کر رہا تھا انکے لیئے۔۔اور یہ سب کرتے کرتے اپنے آپکو یہاں لایا تھا۔جہاں آگے کنواں تھا پیچھے کھائی۔۔لیکن پھر اسے وہ غربت اور بد حالی نظر آئی جو اس نے وہاں کے لوگوں میں دیکھی تھی۔وہ امید بھری نظریں یاد آئی تھی۔۔جن سے وہ اسے دیکھتے تھے۔کاغذات کا وہ پلندہ یاد آیا جسکا ایک ایک لفظ کہہ رہا تھا کہ وہاں انسانیت کی تذلیل ہورہی تھی۔وہ غلامانہ استحصال تھا جواسکا مذہب چودہ سو سال پہلے ختم کرچکا تھا۔۔۔

اور یہ سب یاد کرتے ہوئے اسے امامہ بھی یاد آئی تھی۔

اس نے جیب سے سیل فون نکال کر اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی پر نہیں ہوا۔ایک عجیب سی اداسی اور تنہائی نے اسے آگھیرا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سوچوں کی رفتار ایک دم ٹوٹی تھی۔وہ کس بحران میں کیا سوچنے بیٹھ گیا۔اس نے ہر منفی سوچ کو ذہن سے جھٹک دیا تھا۔شاید یہ ذہنی دباؤ کی وجہ سے ہورہا تھا اس نے خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کی تھی۔

اپنے ہوٹل کے کمرے میں پہنچ کر اپنا لیپ ٹاپ والا بیگ رکھ کر اس نے معمول کے انداز میں ٹی وی آن کیا تھا۔۔ایک مقامی چینل پر واشنگٹن میں صبح سویرے ہونے والے ایک ٹریفک حادثے کی خبر چل رہی تھی۔جس میں دو مسافر موقع پر مر گئے تھے۔جبکہ تیسرا شدید زخمی حالت میں ہسپتال میں تھا سالار نے ہاتھ میں پکڑے ریموٹ سے چینل بدلنا چاہا لیکن پھر سکرین پر چلنے والی ایک ٹکر کو دیکھتے ہوئے جامد ہوگیا۔اسکرین میں اسکرول پر اب اس حادثے کی تفصیلات دی جارہی تھی اس میں زخمی ہونے والے شخص کا نام پیٹرس ایباکا بتایا جارہا تھا جو کہ ایک انقلابی تھا۔اور سی این این کے ایک پروگرام میں شرکت کے لیئے آرہا تھا۔سالار کا دماغ جیسے بھک سے اڑ گیا۔

سالار جانتا تھا کہ وہ امریکہ میں ہے کئ دنوں سے۔وہ امریکہ روانہ ہونے سے پہلے اس سے ملنے آیا تھا اور اس نے سالار کو بتایا تھا کہ اس کے کچھ دوستوں نے بلآخر بڑی کوششوں کے بعد کچھ بڑے نیوز چینلز کے نیوز پروگرامز میں اسکی شرکت کے انتظامات کیئے تھے۔

اسکا مطلب ہے کہ چھری میری گردن پر گرنے والی ہے۔سالار نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔تم اگر اس پراجیکٹ کے حوالے سے ورلڈ بنک اور اسکے عہدیداران پر تنقید کروگے تو سب سے پہلے میں ہی نظر میں آوں گا۔۔اور یہ چینلز مجھ سے رسپانس کے لیئے رابطہ کرینگے۔۔

سالار کو اس مشکل صورت حال کا اندازہ ہونے لگا تھا جس میں وہ پیٹرس ایباکا کے انٹرویوز کے بعد پھنستا۔وہ آتش فشاں جو عرصے سے پک رہا تھا اب پھٹنے والا تھا۔اور بہت سو کو ڈبونے والا تھا۔۔

میں تمہیں بچانے کی پوری کوشش کروں گا۔۔ایباکا نے اسے یقین دلایا تھا۔میں تم پر کوئی تنقید نہیں کروں گا۔بلکہ تمہاری سپورٹ کے لیئے تمہاری تعریف کروں گا۔۔تم اب آئے ہو یہ پراجیکٹ تو پہلے سے جاری ہے۔

ایباکا بے حد سنجیدہ تھا لیکن سالار کیساتھ ساتھ وہ خود بھی یہ جانتا تھا کہ اسکی یہ یقین دہانی ایک خوش فہمی تھی۔سالار اس پراجیکٹ کی سربراہی کر رہا تھا۔اور نہ ہی اسے جمعہ جمعہ چار دن ہوئے تھے وہاں آئے۔۔۔ا

اسے بھی میڈیا کی شدید تنقید کا سامنا ہونے والا تھا۔

تم جلد سے جلد ورلڈ بنک چھوڑ دو۔میں تمہاری رپورٹ کا حوالہ دوں گا کہ تم اس پراجیکٹ سے ناخوش تھے اور تمہارے اس پوزیشن کو چھوڑنے کی وجہ بھی یہی ہے۔۔ایباکا نے جیسے اسے ایک راہ دکھائی تھی۔

میں اس سے پہلے ایک کوشش ضرور کروں گا کہ بنک کو مجبور کر سکوں کہ اس پراجیکٹ پر نظر ثانی کرے۔

وہ دونوں کا آخری رابطہ تھا۔نیوز چینل بتا رہا تھا کہ بچنے والے مسافر کی حالت تشویش ناک تھی۔اس نے اپنا فون نکال کر یہ جاننے کی کوشش کی تھی کہ ایباکا کو کہاں لے جایا گیا تھا۔عجیب

اتفاق تھا لیکن ایکدم اسکا فون رابطوں کے مسائل کا شکار ہونے لگا تھا۔کچھ دیر پہلے امامہ اور اب بھی وہ یہاں لوکل کال بھی نہیں کر پا رہا تھا۔کچھ دیر سیل فون کیساتھ مصروف رہنے کے بعد اس نے جھنجھلا کر کمرے میں موجود فون لائن اٹھا کر اسے استعمال کرنے کی کوشش کی وہ لائن بھی کام نہیں کر رہی تھی۔سالار حیران ہوا تھا۔وہ ایک فائیو سٹار ہوٹل میں تھا اور اسکی فون لائن کا کام نہ کرنا حیران کن ہی تھا۔اس نے انٹرکام پر آپریٹر کے ذریعے ایک کال بک کروائی تھی۔۔۔

اگلا آدھا گھنٹہ وہ آپریٹر کی کال کا انتظار کرتا رہا۔۔سالار کو لگا جیسے س کو کسی سے بھی رابطہ کرنے سے روکا جا رہا ہے۔۔اس بار کہی بھی خود کال کرنے کی بجائے اس نے ریسیپشنسٹ سے کہا تھا کہ وہ اسے پولیس انکوائری سے پتا کر کے بتائے کہآج صبح واشنگٹن میں ہونے والے اس ٹریفک حادثے کے زخمی کو کہاں لے جایا گیا تھا۔۔اس نے چند ہی منٹوں میں سالار کو اسپتال کا نام بتا دیا۔سالار نے اسکو کانگو میں اپنا گھر اور امامہ کا سیل فون نمبر دیا تھا۔وہ اگلی کال وہاں کرنا چاہتا تھا۔لیکن وہاں رابطہ نہ ہوسکا۔

اسپتال پہنچ کر پیٹرس کو تلاش کرنا مشکل نہیں تھا لیکن اسے ایباکا سے ملنے نہیں دیا گیا۔وہ مخدوش حالت میں تھا اور اسکی سرجری کے بعد اسے مصنوعی تنفس پر رکھا گیا تھا۔اپنے آپ کو ایباکا کا رشتہ دار ظاہر کرنے پر اسے بحر حال دور سے دیکھنے کی اجازت دی گئ۔مگر استقبالیہ پر موجود شخص نے اسے بے یقینی اور شبہ کی نظر سے دیکھا۔ایک پگمی اور ایک ایشیائ کی رشتہ داری کیسے ممکن تھی۔

اسپتال کی آئی سی یو میں نلیوں تاروں اور پٹیوں میں جکڑے ایباکا کو وہ پہلی نظر میں پہچان نہ پایا۔سالار کی سمجھ میں نہیں ایا کہ وہ کیا کرے۔۔اسکا اور ایباکا کا انسانیت کا رشتہ تھا صرف پھر بھی وہ عجیب غمزدہ حالت میں کھڑا تھا وہاں۔

وہاں کھڑے کھڑے سالار کو ایک بار پھر خیال آیا کہ وہ چاہتا تو اب بھی سب ٹھیک کر سکتا تھا ایباکا مر رہا تھا اور اسکے مرنے کیساتھ ہی وہ سارے حقائق و شواہد بھی غائب ہونے والے تھے ۔۔پگمیز کو فوری طور پر ایباکا کا متبادل نہیں مل سکتا تھا۔جو کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنے حق کی بات اس دبنگ انداز میں کہہ سکتے جس انداز میں ایباکا کہتا تھا۔۔شاید یہ ایک موقع اسے قدرت دے رہی تھی۔۔وہ الجھا۔۔۔بھٹکا۔۔ضمیر کا چابک ایک بار پھر اس پر برسا تھا۔

اسکے اپنے ہوٹل واپسی پر ایک اور بڑا سانحہ اسکا منتظر تھا۔اسکے کمرے میں اسکا لاکر کھلا ہوا تھا۔اور اس میں موجود اسکا پاسپورٹ اور کچھ دوسرے اہم ڈاکومینٹس غائب تھے اور اس کا وہ بیگ بھی غائب تھا جس میں اسکا لیپ ٹاپ اور اس رپورٹ سے متعلقہ تمام ثبوتوں کی کاپیاں تھی۔سالار کو چند لمحے یقین ہی نہیں آیا کہ یہ اسکا کمرہ ہے۔

بے حد طیش کے عالم۔میں اس نے فون اٹھا کر فوری طور پر اپنے ساتھ ہونے والے واقعے کی اطلاع مینیجر کو دی اور اسے اپنے کمرے میں طلب کرلیا گیا۔مینیجر اور سیکیورٹی گارڈز کے اسکے کمرے میں آنے پر اسکا دماغ یہ جان کر بھک سے اڑ گیا کہ اس پورے فلور پر صفائی سے متعلقہ کام کرنے کے لیئے پچھلے دو گھنٹے اس فلور کے سی سی ٹی وی کیمرے آف کیئے گئے تھے۔ایک لمحے کے لیئے اسے لگا جیسے اسکے ہاتھ پاؤں کٹ گئے۔اسکے پاس جو کچھ بھی تھا وہ اس لیپ ٹاپ اور

اس بیگ میں تھا۔اسکی ایک کاپی اسکے پاس اور ایک گومبے میں اسکے گھر کے باس لاکر میں جو امامہ کی تحویل میں دیکر آیا تھا۔

وہ پہلا موقع تھا جب سالار نے ایک عجیب سا خوف سا محسوس کیا تھا۔۔ایباکا کا ایک حادثے میں زخمی ہونا اب اسے ایک اتفاق نہیں لگ رہا تھا۔کوئی تھا جو ایباکا کو نقصان پہنچانے کے بعد اسکے ہاتھ پیر کاٹ رہا تھا۔اسے بے بس کر رہا تھا۔پہلا خیال جو اس وقت اسے آیا تھا وہ امامہ اور اپنے بچوں کا تحفظ تھا۔ان سے رابطہ ہر قیمت پر ضروری تھا۔اسے امامہ کو متنبہ کرنا تھا کہ وہ ان ڈاکومینٹس کیساتھ پاکستان ایمبیسی یا کسی پولیس اسٹیشن چلی جائے کم از کم تب تک جب تک وہ خود وہاں نہیں پہنچ جاتا۔۔

اس نے مینیجر سے کہا تھا کہ وہ پولیس میں رپورٹ کروانا چاہتا ہے اسکی قیمتی چیزوں کی حفاظت یقیناً ہوٹل کی ذمہ داری نہیں تھی لیکن کم از کم ہوٹل اتنی ذمہ داری تو دکھاتا کہ اسکی عدم موجودگی میں اس فلور کے سی سی ٹی وی سسٹم کو آف نہ کیا جاتا۔

مینیجر نے معذرت کرتے ہوئے فوری طور پر اسے اس نقصان کی تلافی کی آفر کی تھی اور اس سے درخواست کی تھی کہ وہ پولیس کو اس معاملے میں انوالو نہ کرے۔لیکن سالار اس وقت اپنے حواسوں میں نہیں تھا وہ اپنے کمرے سے ہی باہر نہیں نکلا تھا وہ اس ہوٹل سے بھی باہر نکل آیا تھا۔۔۔

ایک فون بوتھ سے اس نے ایک بار پھر کانگو میں گھر اور امامہ کا نمبر ملانے کی کوشش کی نتیجہ وہی آیا تھا اسکا ذہن ماؤف ہو رہا تھا۔۔

اس نے بلآخر پاکستان میں سکندر عثمان کو فون کیا تھا اور جب اسے فون پر انکی آواز سنائی دی تو کچھ دیر کے لیئے اسے یقین نہیں آیا کہ وہ بلآخر کسی سے بات کرنے میں کامیاب ہو پارہا تھا۔سکندر کو بھی اسکی آواز سے پتا چل گیا تھا کہ وہ پریشان تھا۔

سالار نے کوئی تفصیلات بتائے بغیر مختصر انہیں بتایا کہ وہ اپنے سفری دستاویزات گم کرچکا ہے اور اس وجہ سے وہ فوری طور پر اگلی فلائٹ سے واپس نہیں جاسکتا۔اور وہ امامہ سے رابطہ نہیں کر پا رہا ۔اس نے سکندر سے کہا کہ وہ پاکستان سے امامہ کو کال کریں اور اگر رابطہ نہ ہوسکے تو پھر فارن آفس میں اپنے جاننے والوں کے ذریعے کنشاسا میں پاکستان ایمبیسی کے ذریعے انہیں تلاش کریں اور فوری طور پر اس سے کہے کہ لاکر میں پڑے سارے ڈاکومینٹس سمیت ایمبیسی چلی جائے۔۔سکندر عثمان بری طرح ٹھٹکے۔

ایسا کیا ہوا ہے کہ تمہیں یہ سب کرنا پڑ رہا ہے۔سالار سب ٹھیک ہے نا۔۔

پاپا اسوقت آپ صرف وہ کریں جو میں کہہ رہا ہوں۔۔میں تفصیل آپکو بعد میں بتاؤں گا۔۔وہ جھنجھلا گیا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک آپکو خود کال کر کے پوچھتا ہوں آپ میرے فون پر کال مت کریں نہ ہی میرے نمبر پر میرے لیئے کوئی میسج چھوڑیں۔۔اس نے باپ کو مزید تاکید کی۔

سالار تم مجھے پریشان کررہے ہو۔سکندر عثمان کا ان ہدایات کو سن کر خوفزدہ ہونا لازمی تھا۔

سالار نے فون بند کردیا تھا۔وہ باپ کو یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ اسکے اپنے حواس اس وقت اس سے زیادہ خراب ہورہے تھے۔فون بوتھ سے کچھ فاصلے پر پڑی ایک بنچ پر بیٹھے ہوئے اس نے بے اختیار خود کو ملامت کی تھی اسے اپنی فیملی کو کانگو میں چھوڑ کر نہیں آنا چاہیئے تھا۔۔اور ان حالات میں۔۔۔میٹنگ جاتی بھاڑ میں۔۔۔وہ اسے آگے پیچھے کروا دیتا۔۔کیا ضرورت تھی اتنی مستعدی دکھانے کی۔۔۔۔

اب رات ہورہی تھی اور صبح سے لیکر اس وقت تک اسکے سیل پر نہ کوئی کال آئی تھی نہ ٹیکسٹ میسج۔۔۔فون سگنلز کو بہترین حالت میں دکھا رہا تھا مگر سالار کو یقین تھا اسکا فون اور فون کے ذریعے ہوئےاسکے رابطوں کو کنٹرول کیا جا رہا تھا۔۔اور کس لیئے۔۔۔وہ یہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔۔

وہ اگر اسے نقصان پہنچانا چاہتے تھے تو ان سب ہتھکنڈوں کے بغیر نقصان پہنچاتے جیسے ایاکا پر وار کیا تھا۔۔اور اگر اسے بنک سے نکالنا تھا تو یہ کام تو وہ خود کر رہا تھا۔پھر یہ سب کیوں؟؟؟

اسکی ریڑھ کی ہڈی میں جیسے سنسناہٹ ہوئی تھی۔اسے اچانک احساس ہوا وہ لوگ اسے احساس دلانا چاہتے تھے کہ اسے مانیٹر کیا جا رہا تھا۔۔اسے نقصان پہنچایا جاسکتا تھا۔۔اور کس کس قسم کا۔۔اور اسے یہ بھی بتایا جارہا تھا اور یہ سب ورلڈ بنک نہین کرسکتا۔۔صرف ورلڈ بنک نہیں۔۔۔اسے سی آئی اے چیک کر رہی تھی۔۔پتا نہیں جو پسینے چھوٹے تھے وہ جسم کے ٹھنڈا ہونے پر چھوٹے تھے یا گرم ہونے پر۔۔۔۔۔۔۔لیکن سالار کچھ دیر کے لیئے پانی میں نہا گیا تھا۔اسکا دماغ اس وقت بلکل

خالی تھا۔۔یہ اسکے فرشتوں نے بھی کبھی نہیں سوچا ہو گا کہ وہ کبھی ایسے معاملے میں انوالو ہو سکتا ہے کہ سی آئی اے اسکے پیچھے پڑ جاتی اور اب اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ پراجیکٹ ورلڈ بنک کی خواہش نہیں امریکہ کی خواہش تھا۔اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیئے کسی بھی حد تک جاسکتا تھا۔۔۔

وہ ڈیڑھ گھنٹہ وہاں بت کی طرح بیٹھا رہا۔۔اسے تین دن کے لیئے واشنگٹن میں رہنا تھا لیکن اب اپنی سفری دستاویزات گم ہو جانے کے بعد اسے یقین تھا وہ فوری طور پر واپس نہیں جاسکتا۔کم از کم تب تک جب تک وہ ان مطالبات میں کوئی لچک نہ دکھاتا جو وہ ان سے کر رہے تھے۔

ڈیڑھ گھنٹہ بعد اس نے سکندر عثمان کو دوبارہ فون کیا تھا اور انہوں نے اسے بتایا کہ امامہ اوراسکے بچے گھر پر نہیں ہے۔گھر لاکڈ ہے اور وہاں کوئی ملازم یا گارڈ نہیں ہے۔جو انکے بارے میں کوئی اطلاع دیتا۔۔۔ایمبیسی کے افسران نے اس سلسلے میں کانگو کے وزارت داخلہ سے رابطہ کیا تھا مگر جو بھی پتا چلتا اسکی فیملی کے بارے میں وہ فوری پتا نہیں چل سکتا تھا۔۔کچھ وقت تو لگتا ہے۔۔۔

جو کچھ وہ فون پر سن رہا تھا۔اس کے جسم میں کپکپاہٹ دوڑانے کے لیئے کافی تھا۔امامہ اور اسکے بچے کہی نہیں جاسکتے تھے۔۔اس سے پوچھے اور اسے اطلاع دییے بغیر۔۔۔گارڈ بنک کے فراہم کیئے ہوئے تھے۔یہ کیسے ممکن تھا کہ گھر لاکڈ ہونے پر وہ بھی وہاں سے چلے گئے۔۔۔

میں کوشش کر رہا ہوں فوری طور پر ایمبیسی میرے ویزے کا انتظام کرے اور میں وہاں جاکر خود اس سارے معاملے کو دیکھوں۔۔۔۔۔سکندر اسے تسلی دینے کی کوشش کر رہے تھے۔

تم بھی کوشش کرو کہ فوری طور پر وہاں پہنچو۔۔امریکن ایمبیسی کو اسکی گمشدگی کی اطلاع دو۔تم تو امریکن نیشنل ہو تمہارے بچے بھی۔۔۔وہ ہماری ایمبیسی سے زیادہ مستعدی سے انہیں تلاش کر لینگے۔۔۔

سکندر نے ایک راستہ دکھایا تھا اور بلکل ٹھیک دکھایا تھا۔لیکن وہ باپ کو اس وقت یہ کہہ نہ پایا کہ وہ امریکن گورنمنٹ کیساتھ ہی الجھ پڑا ہے۔۔۔سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا سالار تم پریشان مت ہو۔۔کانگو میں ابھی اتنا بھی اندھیر نہیں مچا کہ تمہاری فیملی اس طرح غائب ہوجائے۔۔۔جواب میں کہنے کے لیئے سالار کے پاس کچھ نہ تھا۔۔مزید کچھ کہے اس نے فون رکھا اور فون بوتھ سے آگیا تھا۔۔اس فون بوتھ سے واپس ہوٹل جانے میں اسے صرف پانچ منٹ لگے تھے لیکن اس وقت وہ پانچ منٹ اسے پانچ ہزار سال لگ رہے تھے۔۔آزمائش تھی کہ بلا کی طرح اسکے سر پر آئی تھی اور اس بھی زیادہ اسکی فیملی کے سر پر۔۔۔

وہ ہوٹل لے کمرے میں آکر دروازہ بند کر کے خود پر قابو نہیں رکھ پایا تھا۔۔وہ بے اختیار چیخیں مارتا رہا تھا۔اس ہوٹل کے ساتویں فلور کے ایک ڈبل گلیزڈ شیشوں والے ساؤنڈ پروف کمرے کے دروازے کو اندر سے لاک کیئے وہ اسکے ساتھ چپکا پاگلوں کی طرح چلاتا رہا۔۔بلکل اس طرح جب کئی سال پہلے مارگلہ کی پہاڑیوں پر ایک۔تاریک رات میں ایک درخت سے بندھا چلاتا رہا تھا۔۔بے بسی کی وہی انتہا اس نے آج بھی محسوس کی تھی۔۔اور اس سے زیادہ شدت سے محسوس کی تھی کیونکہ تب جو بھی گزر رہا تھا اسکے اپنے اوپر گزر رہا تھا اور آج جو بھی گزر رہا تھا اسکی بیوی اور کم سن بچوں پر گزر رہا تھا۔اور انکو پہنچنے والی تکلیف کا تصور بھی سالار کو جیسے صلیب پر لٹکا رہا تھا۔۔وہ

لوگ جو اسکے اعصاب کو شل کرنا چاہتے تھے وہ اس میں کامیاب ہورہے تھے۔وہ اگر اسے اوندھے منہ دیکھنا چاہتے تھے تو وہ اوندھے منہ پڑا تھا۔۔

وہ رات سالار پر بہت بھاری تھی۔۔وہ ساری رات ایک لمحہ کے لیئے بھی نہیں سویا۔۔امامہ۔جبریل اور عنایہ کے چہرے اسکی آنکھوں کے سامنے گھومتے رہے تھے۔

اگلی صبح وہ آفس کے اوقات شروع ہونے سے بہت دیر پہلے ورلڈ بنک کے ہیڈ کوارٹر پہنچا تھا۔۔

الیگزنڈر رافیل نے سالار کو اپنے کمرے کی طرف آتا ہوا بڑے اطمینان سے دیکھا تھا۔یہ وہ سالار نہیں تھا جو کل یہاں آیا تھا۔ایک دن اور ایک رات نے اسے پہاڑ سے مٹی کردیا تھا۔

مجھے صدر سے ملنا ہے۔

اس نے آتے ہی جو جملہ کہا رافیل اس جملے کی توقع نہیں کر رہا تھا۔اسکا خیال تھا کہ وہ اس سے کہے گا کہ وہ اسکی تمام شرائط ماننے کے لیئے تیار ہے۔

پریزیڈنٹ سے ملاقات۔۔۔۔بہت مشکل ہے یہ تو۔۔۔کم ازکم اس مہینے میں تو یہ ممکن نہیں۔۔۔اور پھر اس ملاقات کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی تمہیں۔۔۔اگر تمہیں وہ سب دہرانا ہے جو کل کہا تھا تو وہ میں ان تک پہنچا چکا ہوں۔۔۔

کچھ لمحوں کے لیئے سالار کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کہے۔۔وہ ورلڈ بنک کے اس دفتر میں رونا نہیں چاہتا تھا لیکن اس وقت اسے لگ رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے گا۔۔۔

www.kitabnagri.com

کنشاسا میں کل سے میری فیملی غائب ہے۔میری بیوی۔۔۔میرا بیٹا اور میری بیٹی۔۔۔اپنے لہجے پر قابو پاتے ہوئے اس نے رافیل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہنا شروع کیا۔۔

اوہ۔۔۔۔بہت افسوس ہوا۔۔ تمہیں فوری طور پر واپس جانا چاہیئے کانگو، تاکہ پولیس کی مدد سے اپنی فیملی کو برآمد کرواسکو۔۔

میرا پاسپورٹ اور سارے ڈاکومینٹس گم ہوچکے ہیں ہوٹل کے کمرے سے سب کچھ غائب ہوا ہے کل۔۔اور اب میں کل واپس کنشاسا نہیں جاسکتا۔۔مجھے ہیڈ کوارٹر کی مدد چاہیئے اپنے پاسپورٹ اور دوسرے دستاویزات کے لیئے۔۔۔اور مجھے ورلڈ بنک سے فوری طور پر ڈاکومینٹس چاہیئے تاکہ میں اپنا پاسپورٹ لے سکوں۔۔۔

رافیل نے اسکی بات خاموشی سے سننے کے بعد اسے بڑی سرد مہری سے کہا۔۔۔

ان حالات میں ورلڈ بنک تمہیں نئے پاسپورٹ کے لیئے کوئی لیٹر جاری نہیں کرسکتا کیونکہ تم آج ریزائن کر رہے ہو۔۔میرا خیال ہے تمہیں معمول کے طریقہ کار کے مطابق پاسپورٹ کے لیئے اپلائی کرنا چاہیئے اور پھر کانگو جانا چاہیئے۔۔۔ایک ویزیٹر کے طور پر۔۔۔۔۔اگر تم ورلڈ بنک کے ایمپلائی ہوتے تو ھم تمہاری فیملی کے لیئے کسی بھی حد تک جاتے لیکن اب انکا تحفظ ہماری ذمہ داری نہیں۔۔تمہارے لیئے زیادہ مناسب یہ ہے کہ تم کنشاسا میں امریکن ایمبیسی سے رابطہ کرو یا پاکستان ایمبیسی سے۔۔۔تم اوریجنلی پاکستان سے ہو نا؟؟

سالار اس کے اس تضحیک آمیز جملے کو شہد کے گھونٹ کی طرح پی گیا۔رافیل کے دو ٹوک انکار نے اسکے ذہنی ہیجان میں اضافہ کر دیا تھا۔زندگی میں کبھی کسی مغربی ادارے سے اسے اتنی شدید نفرت نہیں ہوئ جتنی اس وقت اسے ورلڈ بنک سے ہوئ تھی۔۔۔وہ اپنی زندگی کے بہترین سال اور صلاحیتیں مغرب کو دیتا آیا تھا۔۔اقوام متحدہ اور اسکے باقی ادارے اور اب ورلڈ بنک۔۔۔کل تک وہ وہاں ایک خاص اسٹیٹس کیساتھ آتا رہا تھا اور آج وہ اس سے ایسا سلوک کر رہے تھے جیسے وہ ایک بھکاری ہو۔جسکے لیئے ورلڈ بنک کے پاس کچھ نہیں۔

بعض لمحے انسانوں کی زندگی میں تبدیلی کے لمحے ہوتے ہیں۔۔صرف ایک لمحے کی ضرورت ہوتی ہے ۔۔پہلی دفعہ مارگلہ کی پہاڑی پر موت کے خوف سے وہ اس طرز زندگی سے تائب ہوا تھا جو وہ گزارتا آیا تھا اور آج دوسری بار امامہ اور اپنے بچوں کی موت کے خوف اور ورلڈ بنک میں اپنے سینئرز کے ہاتھوں ملنے والی تذلیل کے بعد وہ فیصلہ کر بیٹھا تھا۔جو وہ اب تک کتراتا رہا تھا۔۔۔بعض خوف سارے خوف کھا جاتے ہیں۔۔۔سالار کیساتھ بھی اس دن وہی ہوا تھا۔وہاں بیٹھے اس نے اس دن یہ طے کیا تھا کہ وہ اگلے دس سال میں ورلڈ بنک سے بڑا ادارہ بنائے گا۔وہ دنیا کے اس مالیاتی نظام کو الٹ دے گا جس پر مغرب قابض تھا۔۔

تم مزید کسی ایشو کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہو؟؟ رافیل نے بظاہر بے نیازی جتاتے ہوئے اس سے کہا۔

نہیں۔۔۔وہ مزید کچھ کہے بغیر اٹھ گیا۔۔۔رافیل بھونچکا رہ گیا تھا۔وہ اسے اپنی بیوی بچوں کی زندگی کے لیئے گڑگڑاتا دیکھنا چاہتا تھا۔۔لیکن سالار سکندر ان حالات میں بھی اٹھ کر چلا گیا تھا۔۔۔رافیل کو لگا اسکا ذہنی توازن خراب ہوچکا تھا۔۔۔

ہیڈ کوارٹرز کی عمارت سے اس طرح نکلتے ہوئے سالار کو خود بھی ایسے لگا تھا جیسے اسکا ذہنی توازن خراب ہوچکا تھا۔۔اور وہ اتنا بے حس اور بے رحم تو نہیں ہوسکتا تھا کہ امامہ اور بچوں کے لیئے وہاں کچھ بھی کیئے بغیر آجائے۔وہ وہاں کمپرومائز کرنے گیا تھا اپنی بیوی اور بچوں کی زندگی بچانے لے لیئے انکی شرائط ماننے کی نیت سے گیا تھا لیکن رافیل لے رویے نے جیسے اسکا ذہن الٹ کر رکھ دیا تھا۔۔

میں ان میں سے کسی سے بھی اپنی فیملی کی زندگی کی بھیک نہیں مانگوں گا۔۔ان میں سے کسی کے سامنے نہیں گڑگڑاؤں گا۔۔عزت اور ذلت دونوں اللہ کے ہاتھ میں ہے۔اللہ نے ہمیشہ مجھے عزت دی ہے ور ذلت جب بھی میرا مقدر بنی ہے میرے اپنے فیصلوں کی وجہ سے بنی ہے۔۔۔

میں آج بھی اللہ سے ہی عزت مانگوں گا پھر اگر اللہ مجھے ذلت دے گا تو میں اللہ کی دی ہوئی ذلت بھی قبول کر لوں گا۔لیکن میں دنیا کے کسی اور شخص سے ذلت نہیں لوں گا۔۔نہ جھکوں گا۔۔۔نہ کمپرومائز کروں گا۔

وہ ریت کا ٹیلا بن کر اندر گیا تھا اور آتش فشاں بن کر باہر آیا تھا۔۔وہ وہی لمحہ تھا جب اس نےامامہ اور اپنے بچوں کی زندگیاں بھی داؤ پر لگا دی تھی۔۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار سکندر کو پھانسنے کے لیئے جو پھندا تیار کیا گیا تھا وہ اس سے بچ کر نکل گیا تھا اور جن لوگوں نے وہ پھندا تیار کیا تھا انہیں اندازہ نہیں تھا کہ بساط کسطرح پلٹنے والی ہے۔۔وہ اسکو مات دینا چاہتے تھے وہ انہیں شہ مات دینا چاہتا تھا۔۔اور اللہ بیشک بہترین تدبیر کرنے والا ہے

*******-----------*********

وہ دن ورلڈ بنک کے لیئے بڑی خوشخبری لیکر آیا تھا پیٹرس ایباکا کوما کی حالت میں مر گیا تھا۔سالار نے وہ خبر بنک سے واپس آکر ٹی وی پر سنی تھی۔یہ اسکے لیئے ایک اور دھچکا تھا۔لیکن وہ رات ورلڈ بنک کے لیئے سیاہ ترین رات تھی۔۔۔ایباکا مرنے سے پہلے ورلڈ بنک کی موت کا سامان کرگیا تھا۔۔۔

******-****------********

ایکسکیوز می۔۔۔۔وہ کہتے ہوئے اٹھ کر بار کی طرف چلی گئ۔۔اسکی نظروں نے جیکی کا تعاقب کیا۔۔

اس نے نظر ہٹاتے ہوئے اپنے سامنے پڑے اورنج ڈرنک کا ایک گھونٹ لیا۔بہت عرصے بعد وہ کسی عورت کیساتھ اکیلا بار میں بیٹھا تھا۔

وہ ہاتھ میں پکڑے گلاس سے دوسرا گھونٹ لے رہا تھاجب جیکی دو شیمپیئن لے گلاس لیکر واپس آگئ۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میں نہیں پیتا۔۔۔اس نے ایک گلاس اپنے سامنے رکھنے پر چونک کر اسے یاد دلایا۔

یہ۔ شیمپیئن ہے۔۔۔جیکی نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔۔

شیمپئن شراب نہیں ہے کیا؟؟ وہ ٹیبل پر پڑی سگریٹ کی ڈبیا سے اب ایک سگریٹ نکال کر لائٹر کی مدد سے سلگا رہا تھا۔۔

جیکی نے آگے جھکتے ہوئے بڑے سہولت کیساتھ اس کے ہونٹوں میں دبا سگریٹ نکال لیا۔وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

وہ اب اسی سگریٹ کو اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں دبائے بائیں ہاتھ میں شیمپئن کا گلاس پکڑے مسکراتے ہوئے سگریٹ کے کش لے رہی تھی۔۔

اس نے نظریں چراتے ہوئے سگریٹ کی ڈبیا سے ایک اور سگریٹ نکال لی۔

آو ڈانس کریں۔۔۔وہ۔جیکی کی آفر پر ایک بار پھر چونکا۔

میں ڈانس نہیں کرتا۔۔اس نے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے لائٹر رکھا۔

آتا نہیں ہے۔۔۔جیکی ہنسی تھی۔۔۔۔

پسند نہیں ہے۔۔۔وہ مسکرایا تھا۔

شراب کبھی نہیں پی تم نے؟؟ جیکی نے پوچھا۔۔

بہت عرصہ پہلے۔۔۔اس نے جیسے اعتراف کیا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

شیمپیئن؟؟ جیکی نے مصنوعی حیرت سے کہا۔۔

یہ بھی۔۔۔۔۔بے تاثر چہرے کیساتھ اس نے کہا۔

وہ دعوے کیساتھ کہہ سکتی تھی کہ یہ مرد کسی کو بھی اپنی طرف متوجہ کرسکتا تھا اور وہ بھی بری طرح اسکی طرف ملتفت ہورہی تھی۔۔۔

تمہاری شیمپئن۔۔۔جیکی نے ایک بار پھر یاد دلایا۔

تم لے سکتی ہو۔۔اس نے جواباً گلاس اسکی طرف بڑھا دیا۔۔۔

اگر پہلے پیتے تھے تو اب اس میں کیا برائی نظر آئی تمہیں۔۔۔جیکی اس بار سنجیدہ ہوئی تھی۔

لطف حاصل کرنے کے لیئے پیتا تھا جب لطف ختم ہوگیا تو شراب بھی چھوڑ دی۔

وہ اسکی بات پہ بے اختیار ہنسی تھی۔۔۔وہ آگے جھکی اور اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اس نے کہا۔۔۔

کیا تم جانتے ہو مجھے تم میں ایک ساحرانہ کشش محسوس ہوتی ہے۔۔۔

وہ مسکرایا تھا۔۔۔جیسے اس کے جملے سے محظوظ ہوا تھا۔۔۔

زہے نصیب۔۔۔اس نے جواباً کہا۔۔۔

جیکی نے بڑے غیر محسوس انداز میں میز پر رکھے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔۔وہ ہٹانا چاہتا تھا لیکن چاہتے ہوئے بھی نہ ہٹا سکا۔وہ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھتے رہے۔۔

پھر جیکی نے کہا۔۔۔

کیا تم ایک رات کے تعلق پر یقین رکھتے ہو/؟؟

جواب فوری آیا تھا۔۔۔

بلکل۔۔۔۔۔

××××----×××××----××××

اینڈرسن کووپر دو ہفتے بعد کانگو میں بارانی جنگلات کے حوالے سے ایک پروگرام کرنے جارہا تھا اس نے انگلینڈ اور یورپ کے اخبارات میں ایباکا کے انٹرویوز اور پگمیز کی بقاء کے لیئے چلائی جانء والی مہم کے بارے میں بنیادی معلومات لینے کے بعد اپنی ٹیم کے ایک فرد کے ذریعے اس سے رابطہ کیا تھا۔۔اور آج ایباکا کو کووپر سے خفیہ ملاقات کرنی تھی اور ایباکا خوشی سے بے قابو تھا۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ کام اتنی جلدی ہوسکتا ہے۔وہ واشنگٹن میں کئ دنوں سے کئ چینلز کے لوگوں سے ملتا رہا تھا اور امید و نا امیدی کے درمیان لڑھک رہا تھا۔۔۔ایباکا کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ اینڈرسن کووپر کی طرف سے ملنے والی کال نے اسکی زندگی اور موت کا فیصلہ کرلیا تھا۔مگر تاخیر بس تھوڑی سی ہوئ تھی اسکی نگرانی کرنے والوں سے۔۔ایک سراسیمگی اور بد حواسی پھیلی تھی ان

لوگوں میں جنہوں نے یہ طے کرنا تھا کہ اب اچانک سی این این کے منظر میں آجانے کے بعد وہ فوری طور پر ایباکا کا کیا کریں۔۔۔تشویش اس بات پر بھی ہوئی تھی کہ اگر ایباکا اور پگمیز کے حوالے سے کووپر نے پروگرام کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔تو اور کتنے ایسے صحافی تھے جو اس پراجیکٹ کے حوالے سے پروگرام کرنے کی تیاریوں میں تھے۔۔۔

ایباکا جن چھوٹے موٹے چینلز اور جرنلسٹس کو بڑا اور طاقتور سمجھ کر واشنگٹن میں انکے ساتھ وقت گزارتا آرہا تھا وہ سب پہلے ہی ایباکا کی نگرانی کرنے والوں کی فہرست میں شامل تھے۔اور یہاں بھی ایباکا کو مانیٹر کرنے والے لوگوں کو اچانک دعپیش آنے والا چیلنج یہی تھا اگر وہ پروگرام کووپر ایباکا سے پہلے پیش کرنے کا ارادہ نہ کرچکا ہوتا تو سی آئی اے کے لیئے کوپر کو اس آفیشنسی صحافت سے روکنے کا واحد حل یہ تھا کہ ایباکا کو اس تک کسی بھی قیمت پر نہ پہنچنے دیا جاتا۔۔لیکن یہاں کووپر ایباکا سے اس اسٹیج پر رابطہ کر رہا تھا جب مبادہ اور اسکی ٹیم پہلے ہی اس ایشو پر بہت زیادہ کام کرنے کے بعد کانگو روانگی کی تیاریوں میں تھی۔یہ تھا وہ چیلنج جس نے فوری طور پر ایباکا اور کووپر کی ملاقات کے حوالے سے سی آئی اے کو پریشان کیا تھا۔اور اس پریشانی میں اضافہ تب ہوا تھا جب ایباکا اس کال ملنے کے فوراً بعد ہی واشنگٹن سے نیویارک کے لیئے چل پڑا تھا۔اور جب تک انکا اگلا لائحہ عمل طے ہوتا ایباکا ٹائم وارنر سینٹر پہنچ چکا تھا۔

اینڈرسن کوپر کیساتھ دو گھنٹوں کی ایک گرما گرم نشست کے بعد وہ جب سی این این سٹوڈیوز سے باہر نکلا تھا تو ایباکا کا جوش پہلے سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔

اسے پہلی بار سالار سے رابطے کا خیال آیا۔۔۔

اینڈران کووپر کے ساتھ سوال وجواب کے اس آف کیمرہ سیشن میں سالار سکندر کا ذکر بار بار آیا تھا۔کہ کیسے اس نے اس پراجیکٹ کے حوالے سے اسکے تحفظات کو سنجیدگی سے سنا اور چھ ماہ انکے ساتھ ان جنگلات میں جا جا کر مقامی لوگوں سے حقائق اکھٹے کرتا رہا۔سالار سکندر کے لیئے اپنے ستائشی جذبات کووپر تک پہنچاتے ہوئے ایباکا کو یہ اندازہ ہی نہیں تھا کہ اس نے سالار سکندر کی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔

ایباکا نے اس عمارت سے نکلنے کے بعد سینٹرل پارک کیطرف جاتے ہوئے بے حد خوشی کے عالم میں سالار کو ٹیکسٹ کیا تھا۔وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ اب سی این این تک رسائی حاصل کرچکا تھا۔وہ ٹیکسٹ بہت لمبا تھا اور اس میں بہت کچھ تھا۔سالار اس وقت اپنی فلائٹ پر تھا اور کچھ گھنٹوں بعد جب وہ واشنگٹن میں اترا تب تک اسکے رابطوں کے تمام ذرائع زیر نگرانی آچکے تھے۔ایباکا کی آخری ای میل سالار سکندر کو اسکی موت کے بعد ملی تھی۔لیکن ان لوگوں کو سالار سکندر کے جہاز اترنے سے بھی کئ گھنٹہ پہلے مل گئ تھی جو ایباکا کی زندگی اور موت کے حوالے سے فیصلہ کررہے تھے۔۔ایباکا کی فوری موت انہیں نہیں چاہیئے تھی۔انہیں فی الحال کچھ گھنٹوں کے لیئے اسکی زندگی چاہیئے تھی۔اپنی تحویل میں ایباکا کو رکھتے ہوئے وہ اب اسی کے ذریعے اس کیس کو بند کرنا چاہتے تھے۔۔اور اسکے بعد وہ ایباکا سے جان چھڑا لیتے۔۔اسکی طبعی موت کے ذریعے۔۔۔

کووپر سے ایباکا کی ہونے والی اچانک ملاقات نے سی آئی اے کو ایکدم پسپا کردیا تھا۔۔۔وہ ایباکا اور سالار دونوں کو اکٹھے نہیں مار سکتے تھے۔

سالار کو فی الحال صرف خوفزدہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔اور سی آئی اے کو اندازہ نہیں تھا کہ انہوں نے غلط حکمت عملی غلط آدمی پر لاگو کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔۔

ایباکا کو چند گھنٹوں کی بعد بروکلین کے ایک ایسے علاقے کی تنگ و تاریک گلی میں روکا گیا تھا جہاں ایک قریبی عمارت میں ایباکا کو اپنے ایک دوست سے ملنا تھا۔سی آئی اے سمجھتے تھے کہ ایباکا انکے لیئے حلوہ ہے جسے وہ آسانی سے قابو کرلیتے۔۔۔ایسا نہیں ہوا تھا۔ایباکا ان دو افراد سے بڑی بے جگری سے لڑا تھا جنہوں نے اچانک اسکے قریب گاڑی روک کر اسے ریوالور دکھا کر اندر بٹھانے کی کوشش کی تھی۔۔اس نے ساری زندگی امریکہ کی مہذب دنیا میں گزاری تھی لیکن جنگلی زندگی اسکی سرشت میں تھی اسے اپنا دفاع کرنا آتا تھا۔وہ خود لہولہان تھا تو ان دونوں افراد کو بھی لہولہان کرچکا تھا۔۔پتا نہیں یہ ایباکا کی بد قسمتی تھی ان دونوں ایجنٹس کی یا سی آئی اے کی۔۔۔کہ لڑتے لڑتے ریوالور ایباکا کے ہاتھ میں آگیا تھا اور پھر اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ان دونوں افراد پر گولی چلا دی۔۔گولی ایک کو لگی تھی لیکن دوسرا خود پر ہونے والے فائر سے بہت پہلے اپنا ریوالور نکال کر ایباکا پر دو فائر کرچکا تھا جو اسکے سینے میں لگے تھے۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ان فائرز نے اس سڑک پر چلتے راہ گیر کو وہاں سے بھاگنے پر مجبور کردیا تھا اور ان ہی میں سے کسی نے پولیس کو بھی فون کیا تھا لیکن پولیس کے آنے سے پہلے ہی وہ دونوں ایجنٹس شدید زخمی حالت میں تڑپتے ایباکا کو گاڑی میں ڈال کر فرار ہوگئے تھے۔۔جس ایجنٹ کی ٹانگ میں گولی لگی تھی۔وہ ہوش وحواس میں تھا اور ایباکا کو گاڑی میں لیکر فرار ہوتے ہوئے اس نے اپنے سرپرستوں کو سارے واقعے سے آگاہ کردیا تھا۔

ایباکا کی وہ حالت اس دن سی آئی اے کے لیئے دوسرا جھٹکا تھی۔انہیں ایباکا کی زندگی چند گھنٹوں کے لیئے چاہیئے تھی تاکہ وہ ان تمام چیزوں کو بھی نابود کرے جو ایباکا کے مرنے کے بعد کسی اور کے ہاتھ لگ جانے کی صورت میں انکے لیئے کوئی اور ایباکا کھڑا کردیتا۔۔ایباکا سے پہلے چند لوگوں نے رابطہ کرکے اسے اس سارے معاملے سے ہٹ جانے کے لیئے رشوت کے طور پر بلینک چیک پیش کیا تھا۔۔لیکن ایباکا کا انکار اقرار میں نہیں بدلا تھا۔۔قیمت ھمیشہ اقرار کی ہوتی ہے۔انکار انمول ہوتا ہے۔۔ان پیش کشوں کے انکار کے بعد ایباکا کو پہلی بار یہ حدشات لاحق ہونے لگے تھے کہ اگر اسے خریدا نہیں جاسکتا تو اسے مارا جاسکتا ہے۔۔اور اسی وجہ اس ایباکا نےاپنے بہت سے دوستوں اور ساتھیوں کے پاس ان دستاویزات کی کاپیاں رکھ دی تھی۔سی آئی اے کو اسکی خبر بھی تھی ایباکا نے اگر سینکڑوں کاپیاں امریکہ کانگو اور انگلینڈ میں اپنے دوستوں کے پاس رکھوائی تھی تو سی آئی اے کو ان سینکڑوں لوگوں کی معلومات تھی۔وہ دستاویزات ہر اس جگہ سے چوری کر کے انکی جگہ کچھ اور ڈاکومنٹس رکھ دیئے جاتے تھے۔اور ایباکا کو اس بات کا احساس تک نہیں ہوا کہ اسکے پیچھے اس پراجیکٹ کے حوالے سے سارے سراغ مٹائے جارہے تھے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

فی الحال دنیا میں صرف دو شخص تھے جنکے پاس وہ دستاویزات اپنی اصل شکل میں موجود تھی۔پیٹرس ایباکا۔اور سالار سکندر۔۔۔ایباکا اب زندگی اور موت کی کشمکش میں تھا اور سالار اگلے دن خوار ہونے والا تھا مگر سی آئی اے کو اسوقت سب سے بڑا چیلنج یہ تھا کہ وہ ایباکا کے دستخط کیسے حاصل کرسکتے جسکی انہیں فوری ضرورت تھی۔تاکہ وہ اسکے لاکرز کھلوا سکتے جہاں اسکی اصل

دستاویزات تھی۔انکی حکمت عملی یہ تھی کہ وہ ان اصلی دستاویزات کو حاصل کرنے کے بعد ایباکا کو ختم کردے مگر سب کچھ الٹ ہوا۔

پلان اے اور پلان بی ناکام ہوچکا تھا۔اب سی آئی اے کو پلان سی سے کام لینا تھا۔لیکن انہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ ایباکا کے پاس ایک پلان ڈی تھا جسکا انہیں کبھی پتا نہ چل سکا۔۔وہ کانگو میں اپنی۔گرل فرینڈ کے پاس ایک وصیت چھوڑ آیا تھا۔

*****--------****----*****

امامہ کو اندازہ نہیں تھا وہ کتنی دیر تک بے ہوشی کی حالت میں رہی یا رکھی گئ تھی مگر بے ہوشی جب ختم ہونا شروع ہوئ تو اس نے جیسے بے اختیاری کے عالم میں سب سے پہلے اس وجود کو ڈھونڈنا شروع کیا جسے اس نے پہلی بار اور آخری بار آپریشن تھیٹر میں بے ہوش ہونے سے پہلے دیکھا تھا۔۔تکلیف کی حالت میں بھی اسے یاد تھا کسی نے اسے بتایا تھا کہ وہ لڑکا تھا۔۔۔

درد سے بے حال اس نے محمد حمین سکندر کو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے اسے چوما تھا اور پھر اسے چومتی چلی گئ۔وہ بے حد کمزور تھا۔اور وجہ اسکی قبل از وقت پیدائش تھی۔وہ تین ہفتے قبل دنیا میں آیا تھا۔۔نیم غنودگی میں وہ اپنا بستر ٹٹولتی رہی اس بات کا احساس کیئے بغیر کے وہ نوزائیدہ بچہ اسکے بستر پر نہیں سو سکتا تھا۔بے ہوشی ختم ہورہی تھی اسکی یاداشت آہستہ آہستہ واپس آرہی تھی دماغ نے کام کرنا شروع کیا تھا۔۔جبریل۔۔۔۔عنایہ۔۔۔۔سالار۔۔۔۔۔وہ کچھ بے چین ہوئ تھی۔امامہ نے یاد کرنے کی کوشش کی۔کہ وہ وہاں کیسے آئ۔۔ذہن پر زور دیکر۔۔۔

----*******----***----***--*

سی آئی اے کے لیئے سب سے بڑی پریشانی سالار کی فیملی۔ تھی۔انہیں غائب کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔مگر انہیں یہ احساس دلائے بغیر غائب کرنا کہ انہیں غائب کیا جارہا ہے بہت مشکل تھا۔سالار جس رات واشنگٹن کے لیئے روانہ ہوا تھا اسکے اگلے دن امامہ کی گائناکالوجسٹ نے اسے فون کیا تھا۔امامہ کے معائنہ کی تاریخ تین دن بعد کی تھی۔اس کی امریکن ڈاکٹر نے اسے اسی دن ایمرجنسی میں آنے کے لیئے کہا تھا۔۔۔امامہ نے کسی غور و حوض کے بغیر جانے کی ہامی بھر لی۔۔

وہ ہمیشہ کی طرح جبریل اور عنایہ کیساتھ پیڈی کو بھی ہسپتال لیکر گئ تھی۔اسکی ڈاکٹر نے اسکا الٹراساؤنڈ کرنے کے بعد کچھ تشویش کے عالم میں اس سے کہا تھا کہ اسے بچے کی حرکت ابنارمل محسوس ہورہی ہے اس کو کچھ اور ٹیسٹ کروانے ہونگے اور ساتھ انہیں کچھ انجیکشن لینا ہونگے۔امامہ کو تشویش ہوئ تھی تو صرف یہ کہ سالار وہاں نہیں تھا۔وہ اس سے پہلے ہمیشہ اس کے ساتھ وہاں آتی تھی ایسے معائنوں کے لیئے۔۔۔ڈاکٹر نے انہیں فوری طور پر ہاسپٹل میں کچھ گھنٹوں کے لیئے یہ کہہ کر ایڈمٹ کیا تھا کہ انہیں اسکو زیر نگرانی رکھنا تھا۔۔

اسے ایک کمرے میں شفٹ کیا گیا اور جو انجکشن امامہ کو دیئے گئے وہ درد بڑھانے والے انجکشن تھے۔امامہ کو گھر سے غائب اور سالار اور اپنی کسی فیملی ممبر سے رابطہ منقطع رکھنے کے لیئے سی آئی اے کے پاس اس سے بہترین حل نہیں تھا کہ اسکے بچے کی قبل از وقت پیدائش عمل میں لائ جائے۔۔۔

امامہ انجکشن لگوانے سے قبل ہسپتال کے کمرے میں ہی پیڈی جبریل اور عنایہ کو لے آئی تھی۔اس وقت بھی اسکا یہی خیال تھا کہ چند گھنٹوں بعد وہ واپس گھر چلی جائے گی۔لیکن اسے پہلی بار تشویش تب ہوئی جب اسے درد زہ ہونا شروع ہوا اور ڈاکٹر نے اسکی تصدیق بھی کردی کہ انجیکشن کے ری ایکشن میں شاید انہیں بچے کی زندگی بچانے کے لیئے اسے فوری طور پر دنیا میں لانا پڑے۔۔

وہ پہلا موقع تھا جب امامہ بری طرح پریشان ہوئی تھی۔۔۔اسکی سمجھ میں نہ آیا کہ بچوں کو کہاں بھیجے۔اسکے ڈاکٹر نے مدد کی پیشکش کی لیکن امامہ کے لیئے تو یہ ناممکن تھا۔وہ اپنی اولاد کے بارے میں جنون کی حد تک محتاط تھی۔وہ پہلی بار جبریل کو گود میں لینے پر بلک بلک کر روئی تھی لگتا تھا اولاد نہیں معجزہ تھا اسکے لیئے۔۔سالار کہتا تھا وہ جبریل کی عاشق تھی۔اور وہ ٹھیک کہتا تھا۔اسے جبریل کے سامنے واقعی کچھ نظر نہیں آتا تھا۔عنایہ۔۔۔سالار دونوں کہیں پیچھے چلے جاتے تھے۔وہ اس پر بھروسا کرتی تھی اور چار سال کے اس بیٹے کو ہر جگہ اپنے ساتھ یوں رکھتی تھی جیسے وہ بہت بڑا ہو۔جبریل عام بچوں جیسی عادات نہیں رکھتا تھا۔۔ذہانت باپ سے ورثے میں ملی تھی لیکن برداشت اس نے کہاں سے سیکھ لی یہ امامہ نہیں جان پائی۔۔جبریل میں عجیب سی سنجیدگی اور ذمہ داری تھی جو اسکے معصوم چہرے پر بلا کی سجتی تھی۔۔۔

وہ ہر چیز کا بے حد خاموشی سے مشاہدہ کرنے کا عادی تھا۔۔۔امامہ کونسی چیز کہاں رکھتی تھی یہ جبریل کو یاد رہتا تھا وہ سالار سکندر کی غیر موجودگی مین اس گھر کا بڑا تھ امامہ کو اب بہت گھبراہٹ ہورہی تھی وہ چاہتی تھی اسکی ڈلیوری کم از کم تب تک ٹل جائے جب تک سالار امریکہ

پہنچ جائے اوروہ اس سے بات کرلے۔اسے صورت حال سے آگاہ کرلے وہ اسکے اور بچوں کی فوری دیکھ بھال کے لیئے تو کچھ کرتا ہی لیکن کم از کم وہ اس سے ڈلیوری سے پہلے ایک بار بات تو کرلیتی۔۔وہ خوف جو ہمیشہ اسے اپنے حصار میں لیتا رہا تھا وہ اب بھی لے رہا تھا۔۔اور کیا ہوا۔۔۔۔اگر ڈلیوری کے دوران وہ مر جائے تو۔۔۔اور یہ تو تھی جو اسے ہر بار آپریشن تھیٹر میں جاتے ہوئے سالار سے ایک بار معافی مانگنے پر مجبور کرتی۔اپنی احسان مندی جتانے پر مجبور کرتی لیکن بس زبان اگر ایک جملے پر آ کر اٹکتی تھی تو وہ اس سے محبت کا اظہار تھا۔وہ حمین کی پیدائش سے پہلے موت کے خوف میں مبتلا ہوئی تھی۔اور اس بار پہلے سے کئی گنا زیادہ۔۔کیونکہ سالار دور تھا۔۔۔۔وہ تنہا تھی اور اسکے بچے کمسن۔۔اسکی خواہش پوری نہ ہوسکی درد بڑھ رہا تھا اور ڈاکٹر اسے آپریشن تھیٹر میں لیجانا چاہتی تھی۔کیونکہ کیس نارمل نہیں تھا۔اسے آپریشن کرنا تھا۔۔امامہ نے جبریل کو عنایہ کی ذمہ داری سونپی تھی۔اسے بہن کا خیال رکھنے اور اسے کبھی اکیلا نہ چھوڑنے کا کہا تھا۔جبریل نے ہمیشہ کی طرح سر ہلایا تھا فرمانبرداری سے۔۔۔آپ نیا بے بی لے آئیں میں اس بے بی کا خیال رکھوں گا۔۔۔

چار سالہ جبریل نے انگلش میں ماں کو تسلی دی۔۔اور اسکی تسلی سے امامہ کے ہونٹوں پر اس تکلیف میں بھی مسکراہٹ آئی تھی۔۔آپریشن تھیٹر جانے سے قبل اس نے دونوں کو گلے لگا کر چوما۔۔۔

******------*****---******

یوٹیوب پر کسی نے ایک ویڈیو اپلوڈ کی تھی جسمیں ایک سیاہ فام بروکلین کے پس ماندہ حصہ میں ایک پاس سے گزرنے والی گاڑی سے یکدم نکلنے والے دو سفید فاموں سے لڑتا نظر آیا۔۔ویڈیو اس

بلڈنگ میں رہنے والے ایک سیاہ فام نو عمر بچے نے ہینڈی کیم سے بنائی تھی جو اس جگہ سے بلکل قریب ایک بلڈنگ کی دوسری منزل کی کھڑکی سے اسکول پراجیکٹ کے سلسلے میں ایک ویڈیو شوٹ کر رہا تھا۔۔میرے پڑوسی۔۔۔۔اس نے اپنی گلی میں شروع ہونے والی اس لڑائی کو اتفاقاً لیکن بڑی دلچپسی سے یہ سوچتے اور کمنٹری کرتے ہوئے ریکارڈ کیا تھا کہ وہ اس علاقے میں ہونے والی اسٹریٹ فائٹ کو بھی اپنے اطرف کے امتیازی فیچر کے طور پر پیز کریگا۔لیکن اسے اندازی نہیں تھا کہ وہ سٹریٹ فائٹ گولیاں مارنے پر ختم ہو گی۔۔

سی آئی اے کی بد قسمتی یہ تھی کہ وہ ویڈیو بہت قریب سے بنائی گئی تھی اور اس میں نظر آنے والے تینوں افراد کے چہرے واضح تھے۔اس بچے نے ویڈیو شوٹ کرتے ہوئے بھی چلا چلا کر ان دونوں افراد کو سیاہ فام کو کھینچ کر گاڑی میں ڈالنے سے روکنے کی کوشش کی تھی۔لیکن اس کوشش میں ناکامی کے بعد اس نے گاڑی کا نمبر پلیٹ زوم کر کے ریکارڈ کیا تھا۔

پولیس کو وہ ویڈیو دینے سے پہلے اس نے وہ ویڈیو سیاہ فاموں کے ساتھ امریکہ میں ہونے والی زیادتیوں پر مبنی ایک ویب سائٹ پر منتقل کی تھی اور اس ویب سائٹ نے اسے یوٹیوب پر۔۔اس پر بے شمار لوگوں نے رد عمل کا اظہار کیا وہ ویڈیو یوٹیوب سے اب نیوز چینلز پر آگئی تھی اور وہاں سے بین الاقوامی نیٹ ورکس پر۔۔

پیٹرس ایباکا کو پہچاننا مشکل نہیں تھا وہ جلد پہچانا گیا۔۔طوفان یوٹیوب پر کیا مچا تھا طوفان تو وہ تھا جو سی آئی اے کے ہیڈکوارٹرز میں آیا تھا۔ایک آسان ترین سمجھنے والا آپریشن سی آئی اے کے منہ پر ذلت اور بدنامی تھوپنے والا تھا۔۔۔ساتھ امریکی حکومت اور ورلڈ بنک بھی پھنسنے والے تھا۔کبھی

کبھی انسان کو اسکی بے وقوفی نہیں اسکی ضرورت سے زیادہ چالاکی لے ڈوبتی ہے اور سی آئی اے کیساتھ بھی اس وقت یہی ہوا تھا۔وہ اسے کسی زخمی کا حادثہ دکھا کر اس سے جان چھڑانا چاہتے تھے اور یہ کام وہ واشنگٹن میں کرنا چاہتے تھے جہاں سالار سکندر موجود تھا۔اور اس دن واشنگٹن میں صرف ایک حادثہ ہوا تھا۔جسکا ایک زخمی پیٹرس ایباکا کو ظاہر کر کے دونوں کا تبادلہ کیا گیا تھا ہاسپٹل انتظامیہ کو ایباکا کے حوالے سے معلومات تھی۔۔

اسکی حالت مسلسل بگڑ رہی تھی اور سی آئی اے سرجری کے بعد ہاسپٹل سے اسے اپنے ٹھکانے پر لیجا کر بھی اس سے کوئی کام کی بات نہ پوچھ سکی۔تو اب انہیں اس سے وہ آخری کام لینا تھا جسکے لیئے اسے واشنگٹن پہنچایا گیا تھا اور جس کے لیئے نیوز چینل پر بار بار اس حادثے کے زخمی اور مرنے والوں کے نہ صرف نام چلائے گئے تھے بلکہ انکی پاسپورٹ سائز کی تصویریں بھی۔۔سی آئی اے کو یقین تھا کہ نیوز چینل پر چلنے والی یہ خبر سالار کے علم میں ضرور آئے گی اور انہیں یہ بھی یقین تھا کہ سالار اس سے ملنے ضرور جاتا۔

اندازے درست ثابت ہوئے وہ خبر سالار نے دیکھ بھی لی تھی اور وہ فوری طور پر اس سے ملنے بھی چلا گیا۔۔سالار کو ہاسپٹل آنے جانے میں تقریباً دو گھنٹے لگے اور اتنا ہی وقت چاہیئے تھا سی آئی اے کو اسکے کمرے سے لیپ ٹاپ سمیت ہر اس چیز کا صفایا کرنے کے لیئے جسے وہ کام کی سمجھتے تھے۔۔سب کچھ ویسے ہی ہوا تھا جیسے اسکا پلان تھا۔لیکن نتیجہ وہ نہیں نکلا جسکی انہیں توقع تھی۔۔۔

وہ ویڈیو انہیں لے ڈوبی تھی۔کوئی بھی اس ویڈیو میں نظر آنے والے چہرے کے نقوش نہیں بھول سکتا تھا۔وہ حادثے میں زخمی ہوکر مرنے والے ایباکا کی شناخت نہیں بدل سکتے تھے۔۔وہ نیوز چینلز پر ایباکا کی تصویریں نہ چلوا چکے ہوتے تو اس حادثے کے فوری بعد شدید زخمی فرد کے طور پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ت شاید سی آئی اے یہی کرتی اور ایباکا کو واشنگٹن کے اس ہاسپٹل سے فوری طور پر واپس نیویارک منتقل کردیا جاتا لیکن وہ ایک غلطی کے بعد دوسری نہیں تیسری اور چوتھی غلطی بھی کر بیٹھے تھے۔۔۔

اس جلتی آگ کو بجھانے کی کوشش بہت جلد شروع کی گئی۔۔انہوں نے یوٹیوب سے اس ویڈیو کو مٹانے کی کوشش کی وہ اسے بلاک نہیں کر سکتے تھے کیونکہ یہ شور شرابے کو بڑھا دیتا لیکن بار بار اپلوڈ ہونے والے لنکس کو مٹا رہے تھے۔اور اس میں کوشش کے باوجود ناکام ہورہے تھے۔۔وہ آگ امریکہ سے کانگو پہنچ گئی تھی۔

ایباکا کی موت کی وجہ کیا ہوسکتی تھی۔۔کون اسے مار سکتا تھا۔اور کیوں مار سکتا تھا۔۔اسکو صرف وہ شخص بتا سکتا تھا جسکا نام ایباکا کووپر کے سامنے کئی بار لے چکا تھا۔جو واشنگٹن میں اس سے ملنے کے لیئے آنے والا واحد ملاقاتی تھا۔امریکہ کے ہر نیوز چینل پر اس رات سالار سکندر کا نام اس حوالے سے چل رہا تھا۔اور ہر کوئی سالار سکندر سے رابطہ کرنے میں ناکام تھا۔۔۔

*******------***--********

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس رات اپنے ہوٹل کے کمرے میں بیٹھے ان تمام نیوز چینلز کی کوریج ماؤف دماغ کیساتھ سالار بھی دیکھ رہا تھا۔۔۔سی آئی اے بھی دیکھ رہی تھی اور ورلڈ بنک کے وہ سارے کرتا دھرتا بھی جو دو دن سے سالار سکندر کو ہراساں کرنے کے لیئے تن من دھن کی بازی لگا بیٹھے تھے۔۔۔

پیٹرس ایباکا کو اس ویڈیو میں نشانہ بنتے دیکھ کر سالار کو اس رات یقین ہو گیا تھا کہ اسکی فیملی زندہ نہیں ہے۔وہ لوگ اگر ایباکا کو مار سکتے تھے تو وہ اور اسکی فیملی کیا شے تھی۔۔۔اس رات اگر اسے کسی شے میں دلچسپی تھی تو وہ صرف اپنی فیملی کی زندگی تھی۔۔۔اور کچھ نہیں۔۔۔اپنا آپ بھی نہیں۔۔۔

اور سی آئی اے میں اس آپریشن کو کرنے والے لوگ اس رات صرف ایک بات سوچ رہے تھے کہ سالار سکندر کا کیا کرنا تھا اب۔۔۔زندہ رکھنا تھا۔۔۔مار دینا تھا۔۔۔زندہ رکھنا تھا تو پھر اسکی کھلنے والی وہ زبان کیسے بند رکھے ج ورلڈ بنک سمیت بہت سے دار لحکومتوں میں بھونچال برپا کرتی۔۔مار دیتے تو کیسے مارتے۔۔۔کہ اسکی موت ایباکا کی طرح سی آئی اے کے منہ پر ایک اور بدنامی کے دھبے کا اضافہ کردیتی۔۔یا پھر کنشاسا میں موجود اسکی فیملی کی زندگی کے ذریعے اسے بلیک میل کرتے۔۔قید میں وہ اسے رکھ نہیں سکتے تھے۔۔۔

زندگی یا موت۔۔۔۔زندگی۔۔۔۔موت۔۔۔۔

پھر فیصلہ ہو گیا تھا لیکن وہ سی آئی اے نے نہیں بلکہ کانگو کے عوام نے کیا تھا۔۔۔

++++++****+++++****

چار سالہ جبریل نے اپنے خاندان کو درپیش آنے والے بحران میں جو رول ادا کیا وہ اس نے زندگی میں کئی بار ادا کرنا تھا۔۔

امامہ کے جانے کے بعد پیڈی کو اچانک خیال آیا کہ امامہ اسے گھر سے کچھ چیزیں لانے کا کہہ گئی تھی پیڈی نے سوچا کہ وہ وہاں بچوں کو اکیلا چھوڑنے کی بجائے اپنے ساتھ لے جائے گی پھر واپس لے آئے گی۔جبریل نے اس ساتھ لیجانے والی کوشش کے جواب میں صاف انکار کرتے ہوئے اسے یاد دلایا تھا کہ ممی نے اس سے کہا تھا کہ وہ وہی رہینگے۔وی انہیں ساتھ نہیں لے جائے گی۔پیڈی کو یاد آیا اور اس نے دوبارہ اصرار نہیں کیا۔۔۔

وہ جبریل کو جانتی تھی۔چار سال کی عمر میں بھی وہ بچہ کسی طوطے کی طرح ماں باپ کی باتیں رٹ کر پھر وہی کرتا تھااور مجال تھی کہ کسی دوسرے کی باتوں میں آکر وہ امامہ اور سالار کی کسی ہدایت کو فراموش کرتا۔پیڈی انہیں امامہ کی ڈاکٹر کی ایک اسسٹنٹ کے پاس چھوڑ کر فوری طور پر گھر چلی گئی۔انکی عدم موجودگی میں عنایہ کو نیند آنے لگی تھی۔ڈاکٹر کی اسسٹنٹ نے نیند میں جھولتی ہوئی دو سال کی اس بچی کو اٹھا کر ایک بنچ پر لٹانے کی کوشش کی اور جبریل نے اسے روک دیا۔۔وہ وہاں سے عنایہ سمیت ہٹنا نہیں چاہتا تھا جہاں پیڈی انہیں بٹھا کر گئی تھی۔اسسٹنٹ کچھ حیران ہوکر واپس اپنی ٹیبل پر گئی۔۔وہ ایک انٹرسٹنگ بچہ تھا۔۔۔اس نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اسے دیکھ کر سوچا۔۔دو سالہ عنایہ اب جبریل کی گود میں سر رکھے سو رہی تھی اور وہ بے حد چوکنا بیٹھا بہن کے سر کو اپنے ننھے ننھے بازوؤں کے حلقے میں لیے ملاقاتی کمرے میں آنے جانے والوں کو دیکھ رہا تھا۔۔۔اور تب وہ عورت ان دونوں کے برابر آکر بیٹھ گئی اور اس نے جبریل کو ایک

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

مسکراہٹ دیتے ہوئے اسکا سر تھپتھپایا۔۔اور جواباً اس بچے کے تاثرات نے اسے سمجھا دیا تھا کہ اسے یہ بے تکلفی اچھی نہیں لگی۔۔اس عورت نے دوسری بار سوئی ہوئی عنایہ کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے کی کوشش کی تو اس بار جبریل نے اسکا ہاتھ بڑی نرمی سے پرے کرتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔۔

She is sleeping

اوہ سوری۔۔امریکن عورت اسے دیکھ کر مسکرائی۔۔

اس عورت نے اپنا پرس کھول کر اس میں سے چاکلیٹ کی ایک بار نکال کر جبریل کی طرف بڑھائی۔۔

No thanks

جواب چاکلیٹ بڑھانے سے بھی پہلے آگیا تھا۔۔

میرے پاس کچھ کھلونے ہیں۔۔۔اس بار اس عورت نے زمین پر رکھے ایک بیگ سے ایک اسٹفڈ کھلونا نکال کر جبریل کی طرف بڑھایا۔اسکی سرد مہری کی دیوار توڑنے کی یہ آخری کوشش تھی۔

جبریل نے اس کھلونے پر نظر ڈالتے ہوئے نہایت شائستگی سے اس سے کہا۔۔

آپ ہمیں تنگ کرنا بند کریں گی پلیز۔۔۔۔

Kitab Nagri www.kitabnagri.com

ایک لمحے کے لیئے وہ عورت چپ ہی رہ گئ تھی۔یہ جیسے شٹ اپ کال تھی۔مگر وہ وہاں منہ بند کرنے کے لیئے نہیں آئ تھی۔۔۔انہیں ان دونوں بچوں کو وہاں سے لے جانا تھا اور انکا خیال تھا آتے جاتے ملاقاتیوں میں دو کمسن بچوں کو بہلا پھسلا کر وہاں سے لیجانا کونسا مشکل تھا۔زور زبردستی وہ اتنے لوگوں کے سامنے عنایہ کے ساتھ کرسکتے تھے جبریل کیساتھ نہیں۔۔۔۔

اب وہ منتظر تھی کہ عنایہ کی طرح وہ چار سالہ بچہ بھی تھک کر سو جائے پھر شاید انکو کسی طرح وہاں سے ہٹا دیا جاتا۔وہ دس پندرہ منٹ بیٹھے رہنے کے بعد وہاں سے اٹھ گئ تھی۔۔اسے ان بچوں کے حوالے سے نئ ہدایات لینی تھی اور پانچ منٹ بعد جب وہ واپس آئ تو پیڈی وہاں انکے پاس موجود تھی۔۔۔

وہ عورت ایک گہرا سانس لیکر رہ گئ۔وہ ان دونوں کو کوئ نقصان نہیں پہنچانا چاہتے تھے صرف اپنی نگرانی میں رکھنا چاہتے تھے جب تک امریکہ میں سالار کیساتھ معاملات طے نہ ہوجاتے۔۔

عنایہ اب جاگ گئ تھی اسے باتھ روم جانا تھا۔پیڈی اسے باتھ روم لیکر جانا چاہتی تھی اس نے جبریل کو ایک بار پھر وہی ٹھہرنے کا کہا لیکن وہ نہیں ٹھہرا۔وہ کسی بھی طرح عنایہ کو اپنی آنکھوں سے اوجھل کرنے پہ تیار نہیں تھا۔پیڈی کو اسے بھی باتھ روم لے جانا پڑا۔وہ عورت بھی انکے پیچھے باتھ روم آئ تھی۔اور جبریل نے اس عورت کو ایک بار پھر نوٹس کیا تھا۔۔

تم ہمارے پیچھے کیوں پڑی ہو۔

واش بیسن میں ہاتھ دھونے میں مصروف وہ عورت اس بچے کا جملہ سن کر جیسے ایڑھیوں پر گھومی تھی۔۔پیڈی نے اس عورت کو دیکھا اور معذرت خواہانہ انداز میں مسکرائی جیسے وہ جبریل کی اس بات سے متفق نہیں تھی۔۔پینتالیس سال کی اس عورت نے مسکراتے ہوئے اس چار سالہ بچے کو سراہا تھا۔وہ پہلی بار ایک چار سالہ بچے سے پسپا ہوئی تھی۔وہ جن بھی ماں باپ کی اولاد تھا کمال تربیت ہوئی تھی اسکی۔۔پیڈی ان دونوں کو لیکر وہاں سے چلی گئی تھی لیکن وہ عورت نہیں گئی تھی۔وہ ایک بار پھر اس بچے سے وہ جملہ نہیں سننا چاہتی تھی۔بہتر تھا اسکے بھیجنے والے اسکی جگہ کسی اور کو بھیج دیتے۔

پیڈی امامہ سے ڈیڑھ گھنٹہ بعد بھی نہ مل سکی تھی کیونکہ ڈاکٹر نے کہا تھا وہ ہوش میں نہیں ۔آپریشن ٹھیک ہوا تھا لیکن اسے خواب آور دوائیاں دی جارہی تھی۔پیڈی نے امامہ کے فون سے بار بار سالار کا نمبر ملانے کی کوشش کی لیکن ہر بار ناکام ہوئی۔وہ اسے اسکے بیٹے کی خبر دینا چاہتی تھی اور ساتھ یہ اطلاع بھی کہ اسکے بچے انکے پاس محفوظ ہیں۔۔پیڈی نے بار بار امامہ سے ملنے کی کوشش کی کیونکہ اب عنایہ بھی بے قرار ہورہی تھی۔ڈاکٹر نے اسے ان کوبیٹر میں پڑا حمین تو دکھا دیا تھا لیکن امامہ تک رسائی نہیں دی تھی۔اس نے ایک بار پھر اسے دونوں بچوں کو اسکی تحویل میں دینے کا کہا اور ہمیشہ کی طرح جبریل اڑ گیا تھا۔۔نیند سے بوجھل آنکھوں اور تھکاوٹ کے باوجود عنایہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے بیٹھا ہوا تھا کیونکہ ممی نے اسے عنایہ کا خیال رکھنے کا کہا تھا۔اس نے وہ بے بی بوائے بھی دیکھ لیا تھا جسے ممی لینے گئی تھی لیکن ممی کہاں تھی یہ سوال اب صرف اسے ہی نہیں پیڈی کو بھی پریشان کر رہا تھا وہ اب کنشاسا میں سالار کے آفس کے ذریعے

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس سے رابطہ کرنے میں مصروف تھی لیکن سالار غائب تھا اور کانگو میں ورلڈ بنک پر قیامت ٹوٹنے والی تھی۔۔۔۔

---------**********----------

پیٹرس ایباکا اپنی موت کے چوبیس گھنٹوں میں ہی صرف کانگو کے پگمیز کا نہیں بلکہ پورے افریقہ کا ہیرو بن گیا تھا۔اس خطے نے آج تک صرف بکنے والے حکمران دیکھے تھے اس خطے نے ہیرو پہلی بار دیکھا تھا۔جان دینے والا ہیرو۔ایباکا ساری زندگی پرامن طریقوں سے جدوجہد کرنے والا تھا اور اس کا درس دیتا تھا لیکن اپنی موت کے بعد اسکی جو وصیت منظر عام پر آئی تھی اس میں اس نے پہلی بار غیر متوقع اور غیر فطری موت کی صورت میں اپنے لوگوں کو لڑنے کے لیئے اکسایا تھا۔اس جنگل کو بچانے کے لیئے انہیں سفید فاموں کو مار بھگانا تھا۔چاہے اسکے لیئے کچھ بھی کرنا پڑے۔اپنی اس وصیت میں اس نے ورلڈ بنک امریکہ اور ان دوسری عالمی طاقتوں کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے انہیں ان سب کے خلاف جہاد کرنے کا کہا تھا۔۔وہ مسلمان نہیں تھا لیکن مذاہب کا تقابلی جائزہ لیتا رہا تھا اور اسے اپنے لوگوں کیساتھ ہونے والی نا انصافی اور ظلم کے خلاف بغاوت کے لیئے جہاد سے زیادہ موزوں لفظ نہیں ملا تھا۔۔اس نے صرف پگمیز کو مخاطب کی تھا صرف انہیں جنگلوں سے نکل کر شہروں میں آ کر لڑنے کا کہا تھا۔ورلڈ بنک اور ان آرگنائزیشنز کے ہر دفتر پر حملہ کر کے وہاں کام کرنے والوں کو مار بھگانے کا کہا تھا لیکن اس رات وہ صرف پگمیز نہیں تھے جو ایباکا کی کال پر ورلڈ بنک کیساتھ ان غیر ملکی آرگنائزیشنز پر چڑھ دوڑے تھے۔وہ کانگو کے استعماریت کے ہاتھوں سالوں سے استحصال کا شکار ہوتے ہوئے عوام تھے جو باہر نکل آئے تھے۔۔

کنشاسا میں اس رات تاریخ کے وہ سب سے بڑے فسادات ہوئے تھے جس میں کوئی سیاہ فام نہیں صرف سفید فام مارے گئے تھے۔۔ورلڈ بنک کے آفسوں پر حملہ کر کے اسے لوٹنے کے بعد اسکو آگ لگادی گئی تھی۔اور یہ سلسلہ صرف وہاں تک نہیں رکا تھا۔۔ورلڈ بنک کے حکام کی رہائش گاہوں پر بھی حملے لوٹ مار اور قتل و غارت ہوئی تھی اور ان میں سالار سکندر کا گھر بھی تھا۔۔وہ سالار سکندر کا گھر نہیں تھا جسے آگ لگائی گئی تھی وہ ورلڈ بنک کے سربراہ کا گھر تھا جسے ہجوم نے اس رات تباہ کیا تھا۔۔ورلڈ بنک کے چالیس افراد ان فسادات میں مارے گئے تھے۔اور یہ نچلے عہدوں پر کام کرنے والے لوگ نہیں تھے وہ ورلڈ بنک کی سینئر اور جونیئر منیجمنٹ تھی۔۔اپنی اپنی فیلڈ کے ماہر اور نامور لوگ۔۔

اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ ورلڈ بنک اور سی آئی اے ہیڈ کوارٹرز میں آپریشن روم کی دیواروں پر لگی سکرینوں پر تینوں اداروں کے سینئر حکام دم سادھے بے بسی کیساتھ کانگو میں ہونے والے ان فسادات کے مناظر دیکھ رہے تھے۔انہیں بچانے کی کوششیں ہورہی تھی لیکن فوری طور پر کوئی بھی کانگو کے ان فسادات میں عملی طور پر کود سکتا تھا۔جو جانی اور مالی نقصان ہوا تھا وہ پورا کرلیا جاتا لیکن جو ساکھ اور نام ڈوبا تھا اسے بحال کرنے کے لیئے کوئی معجزہ چاہیئے تھا۔۔

ان فسادات کے آغاز سے بلکل پہلے اینڈرسن کوپر نے ایباکا کیساتھ ہونے والے سے آف کیمرہ سیشن کو اپنے پروگرام میں چلا دیا تھا تب تک اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس رات کانگو میں کیا ہونے والا تھا۔اس سیشن میں ایباکا نے امریکہ اور ورلڈ بنک پر شدید تنقید کرتے ہوئے انہیں گدھ اور ڈاکو قرار دیا تھا جو کانگو کو نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔اور کوئی انکا ہاتھ نہیں روک پا رہا تھا۔۔

پیٹرس ایباکا کا وہ آخری انٹرویو افریقہ میں لوگوں نے اسٹیڈیم اور چوکوں پر روتے ہوئے بڑی سکرینوں پر سنا تھا۔۔اور اس کی گفتگو میں ورلڈ بنک کے صرف ایک عہدیدار کی تعریف تھی جو بنک کو اس پراجیکٹ کی انکوائری پر مجبور کر رہا تھا۔

اور ایسا نہ کرنے پر وہ ورلڈ بنک کو چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ایباکا نے اپنی زندگی کو لاحق ہونے والے خطرات کی بات بھی کی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ وہ طاقتیں جو اسے مار ڈالنا چاہتی ہیں وہ سالار سکندر کو بھی مار ڈالیں گے۔

سالار سکندر کا نام پیٹرس ایباکا کے بعد ایک رات میں افریقہ میں زبان زد عام ہوگیا تھا۔افریقہ میں ویسی شہرت پہلی بار کسی غیر ملکی کو نصیب ہوئی تھی۔اور وہ غیر ملکی اس وقت واشنگٹن میں اپنے کمرے میں ٹی وی پر یہ سب دیکھ رہا تھا۔پھر بار بار باہر جا کر پاکستان فون کر کے اپنی فیملی کے بارے میں سکندر سے پتا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔کاش اسے وہ نام وری نہ ملتی۔۔اس نے سوچا۔

نیوز چینلز یہ بتا رہے تھے کہ کنٹری ہیڈ سمیت سارے گھروں کو لوٹا گیا تھا اور بہت سے گھروں میں اموات بھی ہوئی۔کچھ افسران کی بیویوں پر حملے ہوئے اور کسی کے بچے مارے گئے۔۔۔

ٹی وی پر وہ سب کچھ دیکھتے ہوئے وہ شدید پریشان تھا۔

-------**********----------

میرے بچے کہاں ہیں؟؟ اس نے اٹینڈنٹ کی شکل دیکھتے ہی ہوش و حواس سنبھالنے کے بعد سب سے پہلا سوال یہی کیا تھا۔

وہ کچھ دیر میں آپکے پاس آجائیں گے آپکو ہاسپٹل سے کہی منتقل کرنا ہے۔اٹینڈنٹ نے بے حد مودب انداز میں کہا۔امامہ نے بستر سے اٹھنے کی کوشش کی اور بے اختیار کراہ کر رہ گئ۔زخم والی جگہ اب سن نہیں رہی تھی۔اسے لگا جیسے کسی نے ایک خنجر اسکے پیٹ میں گھونپا ہے۔۔اٹینڈنٹ نے جلدی سے آگے بڑھ کر انہیں لٹانے میں مدد دی۔اور پھر ٹرے میں ایک انجیکشن اٹھا کر سرنج میں بھرنے لگی جووہ لائ تھی۔۔۔

مجھے کوئ انجکشن نہیں لگوانا میں نے اپنے بچوں کو دیکھنا ہے۔امامہ نے بے حد ترشی سے اسے کہا۔۔۔

یہ آپکی تکلیف کم کردے گا۔آپکی حالت ابھی ٹھیک نہیں ہے۔اٹینڈنٹ نے کہتے ہوئے گلوکوز کی بوتل میں سرنج کی سوئ گھونپ دی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ۔نے اپنے ہاتھ کی پشت پر ٹیپ کیساتھ چپکائی ہوئ سرنج نکال لی۔۔۔

مجھے فی الحال کسی میڈیسن کی ضرورت نہیں مجھے اپنے بچوں سے ملنا ہے اور اپنے شوہر سے بات کرنی ہے۔۔

وہ اس بار زخم کی تکلیف کو نظر انداز کرتے ہوئے اٹھ بیٹھی اور اس نے اٹینڈنٹ کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔۔وہ کچھ دیر چپ کھڑی رہی پھر خاموشی سے کمرے سے نکل گئ۔

اسکی واپسی آدھ گھنٹہ بعد پیڑی جبریل اور عنایہ کیساتھ ہوئی۔کمرے کا دروازہ کھلتے ہی ماں پر پہلی نظر پڑتے ہی جبریل اور عنایہ شور مچاتے ہوئے اس کی طرف آئے۔اور اسکے بستر پر چڑھ کر اس سے لپٹ گئے تھے۔دو دن کے بعد ماں کو دیکھ رہے تھے۔پیڑی بھی بے اختیار لپک کر انکے پاس آئی۔دو دن سے امامہ کو نہ دیکھنے پر اور ڈاکٹرز کی بار بار کی لیت لعل پر امامہ کے حوالے سے اسکے ذہن میں عجیب وہم آرہے تھے۔اور اب امامہ کو بخیریت دیکھ کر وہ بھی جذباتی ہوئے بنا نہ رہ سکی۔۔۔

تم نے سالار کو اطلاع دی؟؟ امامہ نے پیڑی کو دیکھتے ہی اس سے پوچھا۔

میں کل سے ان سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہی ہوں لیکن انکا نمبر نہیں مل رہا میں نے انکے آفس کے سٹاف سے بھی رابطہ کیا لیکن وہ کہہ رہے کہ سالار صاحب کے ساتھ انکا بھی رابطہ نہیں ہو پا رہا

امامہ کے دماغ کو ایک جھٹکا لگا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

کل؟؟ وہ بڑبڑائی۔۔آج کیا تاریخ ہے؟؟

پیڑی نے جو تاریخ بتائی وہ اس دن کی نہیں تھی جس دن اسے ہاسپٹل لایا گیا تھا۔اس نے اپنا بیگ لیکر اس میں سے فون نکال کر اس پر کال کرنے کی کوشش کی۔۔اٹینڈنٹ نے انہیں بتایا کہ ہاسپٹل کے اس حصے میں سگنلز نہیں آتے۔وہ اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی تھی۔اپنے سیل فون پر اس نے سب چیٹ ایپس اور ٹیکسٹ میسجز چیک کر لیئے تھے کل سے آج تک اس میں کچھ بھی نہیں

تھا۔۔اس سے پہلے کہ وہ پیڈی سے کچھ پوچھتی اس نے اسے کانگو میں ہونے والے فسادات کے بارے میں بتایا تھا۔اور ساتھ یہ بھی کہ انکے گھر پر بھی حملہ کیا گیا تھا۔۔۔امامہ سکتے میں آگئ۔۔

یہ وہ پہلے لمحہ تھا جب امامہ کو سالار کے حوالے سے بے قراری ہوئ۔پیٹرس ایباکا مارا گیا تھا تو سالار کہاں تھا؟ وہ بھی تو واشنگٹن میں تھا۔پیڈی نے اسے نیوز چینل پر چلنے والی ساری خبریں بتا دی تھی۔ایباکا کیسے مارا گیا اور کیسے اسکی موت سامنے آئ اور اس سے آخری بار ملنے کے لیئے جانے والا سالار سکندر تھا اوروہ اسی وقت سے غائب ہے۔

امامہ کے ہاتھ کانپنے لگے تھے۔اسکا خیال تھا کہ اسے دنیا میں سب سے زیادہ محبت جبریل سے تھی لیکن اب جب سالار اس کی زندگی سے کچھ دیر کے لیئے عجیب طرح سے غائب ہوا تھا تو اسکے اوسان خطا ہونے لگے تھے۔

وہ جبریل اور عنایہ کو اسی طرح بستر پر چھوڑ کر درد سے بے حال ہوتے ہوئے بھی لڑکھڑاتے قدموں سے فون لیے کمرے سے باہر نکل آئ۔اسے ہاسپٹل میں اس جگہ جانا تھا جہاں سے وہ اس سے بات کرسکتی۔اسے اسکے گجر تباہ ہونے کا بھی خیال نہیں آیا تھا گھر بچے سب کچھ یکدم اس ایک شخص کے سامنے بے معنی ہوگیا تھا جو اسکا سائبان تھا۔جو زندگی کی دھوپ میں اسکے لیئے تب چھاؤں بنا تھا جب اسکا وجود حدت سے جھلس رہا تھا۔

اٹینڈنٹ اور پیڈی نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ رکی۔وہ ننگے پاؤں پھوڑے کی طرح دکھتے جسم کیساتھ کوریڈور میں نکل آئ تھی۔۔

سالار وہاں ہوتا تو اسے اس حالت میں بستر سے بھی اٹھنے نہیں دیتا لیکن مسلہ ہی یہی تھا کہ سالار وہاں نہیں تھا۔۔اسکا جسم ٹھنڈا پڑ رہا تھا۔یہ موسم نہیں تھا جو اسے لرزا رہا تھا خوف تھا جو رگوں میں خون جما رہا تھا۔اسکا پورا جسم پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔

آپکے شوہر بلکل ٹھیک ہیں میں تھوڑی دیر میں آپکی ان سے بات کروا دیتی ہوں۔۔

امامہ چلتے چلتے ساکت ہوئی اور اٹینڈنٹ کی آواز پر پلٹی۔۔۔اور پھر وہاں کھڑے موم کی طرح پگھلنے لگی۔۔۔۔۔۔

----------+++++----------

سی آئی اے اور ورلڈ بنک کے ساتھ امریکن گورنمنٹ کو ایک ہی وقت میں سالار کی ضرورت پڑی تھی۔کانگو میں اگر اس وقت کوئی انکی عزت بحال کرنے کی پوزیشن میں تھا تو وہ سالار سکندر ہی تھا۔پاور گیم ون مین شو بن گیا تھا۔افریقہ میں جو آگ ایباکا کی موت نے لگائی تھی وہی سالار سکندر کی زندگی ہی بجھا سکتی تھی۔فیصلہ تاخیر سے ہوا تھا لیکن ہوگیا۔۔۔

www.kitabnagri.com

اس آپریشن کے تباہ کن نتائج نہ صرف سی آئی اے میں بہت سے لوگوں کی کرسیاں لے جانے والے تھے بلکہ ورلڈ بنک میں بھی بہت سے سر کٹنے والے تھے۔تاج کہی اور رکھا جانے والا تھا۔

سالار اس سب سے بے خبر ہوٹل کے کمرے میں اب بھی نیوز چینلز دیکھ رہا تھا۔وہ کچھ دیر پہلے اپنے باپ سے بات کر کے آیا تھا سالار کے سر میں درد شروع ہوا تھا۔

What is next to exstasy

آہ کیا سوال تھا۔۔کیا یاد دلایا تھا۔۔کیا یاد آیا تھا۔

Pain......

And what is next to pain

اتنے سالوں بعد ایک بار پھر وہ سوال و جواب اسکے ذہن میں چلنے لگے تھے۔آخر کتنے مواقع آئے تھے زندگی میں اسے سمجھانے کہ اس کے بعد کچھ نہیں ہے۔۔۔عدم وجود۔۔خالی پن۔۔۔۔۔

And what is next to nothingness

اسکا اپنا سوال ایک بار پھر اسکا منہ چھڑانے آیا تھا۔۔

Hell,,,,

جہنم کوئی اور جگہ تھی کیا؟ اس نے بے اختیار کراہتے ہوئے سوچا۔

دو دن بعد اسکا سیل فون جیسے موت کی نیند سے جاگا تھا۔۔وہ میوزک اور وہ روشنی۔۔اسے لگا وہ خواب دیکھ رہا ہے۔۔وہ میوزک اس نے امامہ کی کالر آئی ڈی کیساتھ محفوظ کیا ہوا تھا۔۔۔

سیل فون پر اسکا مسکراتا چہرہ اسکا نام۔سالار کو لگا وہ واقعی جنت میں کہی تھا۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے کال ریسیو کی۔لیکن ہیلو نہیں کہہ سکا۔وہ امامہ نے کہا تھا۔بے قرار بے آواز. وہ بول ہی نہ سکا۔سانس لینا تو بہت بڑی بات تھی اپنے قدموں پر کھڑا تھا تو کمال تھا۔۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

دوسری طرف سے وہ بے قراری سے اسکا نام لے رہی تھی۔۔بار بار۔۔۔سالار کا پورا وجود کانپنے لگا تھا۔وہ آواز اسے ہرا کر رہی تھی۔۔کسی بنجر سوکھے پیڑ پر بارش کے بعد بہار میں پھوٹنے والی سبز کونپلوں کی طرح۔۔وہ پھوٹ پھوٹ کر رونا چاہتا تھالیکن اسکے سامنے رو نہیں سکتا تھا۔۔وہ مرد تھا۔۔بولنا مشکل تھا پر بولنا ضروری تھا۔

امامہ۔۔۔اس نے اپنے خلق میں پھنسے ہوئے نام کو آزاد کیا تھا۔۔۔

دوسری طرف وہ پھوٹ پھوٹ کر روئ تھی۔وہ عورت تھی یہ کام آسانی سے کرسکتی تھی۔وہ بے آواز روتا رہا۔۔وہ دوزخ سے گزر کر آئے تھے۔۔

بے آواز روتے ہوئے سالار نے اسی طرح کھڑے کھڑے اس کمرے کے درمیان میں امامہ کی ہچکیاں اور سسکیاں سنتے اپنے جوتے اتارے۔۔پھر وہ گھٹنوں کے بل سجدے میں جاگرا تھا۔۔۔

کئ سال پہلے وہ ریڈ لائٹ ایریا میں امامہ کے نہ ہونے پر اسی طرح ایک طوائف کے کوٹھے پر سجدے میں جاگرا تھا۔۔۔آج وہ امامہ کے ہونے پر سجدے میں گرا تھا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔۔وہ کن کہتا ہے اور چیزیں ہوجاتی ہیں۔۔گمان سے آگے بیان سے باہر۔بیشک اللہ ہی سب سے بڑا اور طاقتور ہے۔۔

------------+++++---------

ہی از کیوٹ۔۔۔جبریل نے حمین پر ایک نظر ڈالنے کے بعد تین لفظوں میں بڑے محتاط اور مفصل انداز میں اپنے خاندان میں اس نئے اضافے پر تبصرہ کیا تھا۔۔اس کے برعکس عنایہ بڑے اشتیاق

سے والہانہ انداز میں اس چھوٹے بھائی کو دیکھ رہی تھی جسکی آمد کے بارے میں وہ مہینوں سے سن رہی تھی۔امامہ کی باتیں سن سن کر اسے چھوٹے بھائی سے زیادہ اس پری کو دیکھنے کی دلچسپی ہو گئ تھی جو انکے گھر روز یہ دیکھنے آتی تھی۔کہ انہیں بھائی کی ضرورت تھی یا نہیں۔وہ امامہ سے زیادہ پری کے بارے میں اشتیاق سے پوچھتی تھی۔۔جبریل نے نہ کبھی بھائی کے بارے میں سوال کیا نہ ہی پری کے بارے میں۔۔کیونکہ اسے پتا تھا می جھوٹ بول رہی تھی۔کیونکہ نہ پریاں ہوتی ہیں نہ بھائی کو پری نے لانا تھا۔بھائی کو اسپتال سے آنا تھا اور اسپتال خود جانا پڑے گا۔اور وہ بھی کار سے سڑک کے ذریعے اس اسپتال میں جہاں وہ ممی کیساتھ جاتے تھے۔۔۔لیکن اس نے یہ معلومات صرف عنایہ کیساتھ تنہائی میں شیئر کی تھی امامہ کے سامنے نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیا ممی جھوٹ بولتی ہیں۔۔۔عنایہ نے اس سے پوچھا۔۔۔۔۔

نہیں۔۔۔وہ جھوٹ نہیں بولتی لیکن تم چھوٹی ہو اس لیئے وہ تم سے کہتی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

اس نے بڑے مدبرانہ انداز میں بہن کو سمجھایا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ اس وقت امریکن ایمبیسی کے اندر موجود ایک چھوٹے سے میڈیکل یونٹ میں تھے۔وہ طوفان جو انکی زندگی اڑانے آیا تھا۔کچھ بھی تہس نہس کیئے بغیر قریب سے گزرتا چلا گیا۔امامہ اپنے بچوں کیساتھ سالار سے بات چیت کے بعد اب پرسکون تھی۔اس نے وقفے وقفے سے پاکستان میں سب سے بات کی تھی اور سب سے حمین کی پیدائش پر مبارکباد وصول کی تھی۔۔۔

سالار نے اسے ہر بات سے بے خبر رکھا تھا۔فون پر انکی لمبی بات نہیں ہو سکی تھی۔سالار نے اسے آرام کرنے کا کہا تھا۔اس نے امامہ سے کہا تھا کوئی سگنلز اور سیٹلائٹ کا مسلہ تھا جسکی وجہ سے اسکا رابطہ اس سے نہیں ہو پارہا تھا۔۔اور اسی وجہ سے وہ اس قدر پریشان تھا۔

امامہ نے اس سے ایباکا کے حوالے سے بات کی تو اس نے اسے تسلی دی کہ سب ٹھیک ہے وہ پریشان نہ ہو اسکی زندگی کو خطرہ نہیں۔۔وہ اس سلسلے میں پولیس سے رابطے میں ہے۔

امامہ مطمئن ہو گئی تھی۔

پیڈی اب بھی اسکے ساتھ تھی اور وہ کمرے میں چلتےہوئے ٹی وی پر کانگو کے حالات کے حوالے سے چلنے والی خبریں دیکھ رہی تھی۔جہاں ایباکا کا ذکر آرہا تھا وہاں سالار سکندر کا بھی ذکر ہورہا تھااس انٹرویو کی جھلکیاں بھی بار بار چل رہی تھی جس میں ایباکا نے بار بار سالار کے بارے میں اچھے الفاظ میں بتایا تھا اور اسکی اور اپنی زندگی کے حوالے سے لاحق خطرات کا بھی ذکر کیا تھا۔۔۔

سالار سے بات کرنے کے بعد امامہ کی جو پریشانی ختم ہوئی تھی۔وہ ایک بار پھر سر اٹھانے لگی۔وہ مصیبت میں تھا لیکن اسے کیوں بے خبر رکھ رہا تھا۔امامہ کو اسکا احساس ہونے لگا تھا۔وہ وہاں بیٹھ کر اس سے فون پر سوالات کرنا نہیں چاہتی تھی وہ اسکے سامنے بیٹھ کر اس سے پوچھنا چاہتی تھی۔کہ اسکے ساتھ کیا ہورہا ہے۔

ممی۔۔۔۔جبریل نے اسے مخاطب کیا۔۔۔

پاپا کو کون مارنا چاہتا ہے۔

وہ اسکے سوال پر منجمد ہوگئ تھی۔امامہ کو ٹی وی دیکھتے ہوئے اندازہ نہیں ہوا تھا کہ وہ بھی اسکے ساتھ بیٹھا ہوا وہ سب دیکھ اور سن رہا ہے۔۔وہ بلا کا ذہین تھا اپنے باپ کی طرح۔۔۔امامہ اور سالار اسکے سامنے گفتگو میں بہت محتاط رہتے تھے۔

امامہ نے ٹی وی آف کردیا وہ اب اسے ٹالنا چاہتی تھی۔

کوئ آپکے پاپا کو نہیں مارنا چاہتا۔۔اس نے جبریل کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔اللہ آپکے پاپا کی حفاظت کر رہا ہے اور ھم سب کی بھی۔۔وہ اسے تھپتھپاتے ہوئے بولی۔۔۔

اللہ نے پیٹرس ایباکا کی حفاظت کیوں نہیں کی؟؟؟

امامہ لاجواب ہوگئ۔۔۔جبریل کے سوال اسے ہمیشہ لاجواب کردیتے۔۔۔وہ بحث نہیں کرتا تھا صرف پوچھتا تھا۔جواب سنتا تھا سوچتا تھا اور خاموش ہوجاتا تھا۔مگر امامہ سمجھ نہ پاتی کہ اسکے جواب نے اسے قائل کیا تھا یا نہیں۔۔۔وہ بچہ گہرا تھا۔اس کا احساس اسے تھا۔لیکن اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ اپنے ماں باپ کے حوالے سے بہت ساری باتیں سوچتا تھا۔جو وہ ان سے پوچھتا کبھی نہیں تھا۔۔

دیکھو تمہارا چھوٹا بھائ کیسا لگتا ہے تمہیں۔۔۔امامہ نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

ہی از کیوٹ۔۔۔۔اس نے جواب دیا۔

تمہارے جیسا لگتا ہے نا۔۔امامہ نے اسے خوش کرنے کی کوشش کی۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

مجھے تو نہیں لگتا۔۔جبریل کو شاید ماں کی یہ مماثلت اچھی نہیں لگی۔

اچھا تم سے کیسے ڈفرنٹ ہے۔۔امامہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

اسکی مونچھیں ہیں۔۔میری تو نہیں ہیں۔

امامہ بے ساختہ ہنسی۔وہ حمین کے چہرے اور بالائی لب پر آنے والی روئیں کو دیکھ کر کہہ رہا تھا۔

یہ میری طرح لگتا ہے۔۔۔عنایہ نے بڑی مدھم آواز میں اٹکتے ہوئے امامہ کو مطلع کیا تھا۔

وہ عنایہ کی مدھم آواز پر ہنس پڑی تھی۔وہ احتیاط کر رہی تھی کہ سویا ہوا بھائی بیدار نہ ہوجائے۔انہیں اندازہ نہیں تھا وہ سویا ہوا بھائی نہیں سویا ہوا جن تھا جو بیدار ہونے کے لیئے اپنے باپ کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔

سی آئی اے نے جس بچے کو تین ہفتے پہلے دوا ں کے اثر سے قبل از وقت دنیا میں لانے کی کوشش کی تھی اگر انہیں محمد حمین سکندر کا تعارف ہوجاتا تو وہ اس پیدائش کو کم از کم تین سو سال تک روکتے۔۔۔

مستقبل سے بے خبر امامہ بڑی محبت سے اسے سوئے ہوئے دیکھ رہی تھی۔جو دو دن بعد ہی خراٹیں لے رہا تھا۔

کیا یہ خراٹے لیتا ہے؟ جبریل نے اسکے خراٹے نوٹس کرتے ہوئے بے یقینی دے ماں کو دیکھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ اسکے مشاہدے پر حیران ہوئی تھی۔۔۔جبریل کے احساس دلانے پر اس نے پہلی بار غور کیا تھا۔

نہیں۔۔۔وہ بس گہرے سانس لے رہا ہے۔۔۔

ممی کیا یہ آپکا لاسٹ بے بی ہے۔۔سوال ڈائریکٹ آیا تھا اور سنجیدگی سے کیا گیا تھا۔امامہ کو سمجھ نہ آیا کہ وہ ہنسے یا شرمندہ ہو۔۔۔پیڈی ہنس پڑی تھی۔۔۔

ہاں سویٹ ہارٹ یہ لاسٹ بے بی ہے۔۔۔اس نے جیسے جبریل کو تسلی دی۔

ھم دو بھائی اور ایک بہن ہے۔۔جبریل نے انگلیوں کو چھو کر گنا۔۔۔۔

ہاں ڈیئر۔۔۔امامہ نے اسکا منہ چوم کر اسے یقین دلایا۔۔۔اسے پتا نہیں تھا اسکے گھر ایک اور بچی نے پرورش پانی تھی۔۔کنیز غلام فرید عرف چنی۔۔۔۔۔۔

-------------**********------------

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سکندر عثمان کے گھر آنے والا وہ مہمان ناقابل یقین تھا۔وہ انکے گھر کئی بار گئے تھے مصالحت کے طور پر۔ تعزیت کے لیئے۔لیکن ہاشم مبین کبھی اس کے گھر نہیں آیا تھا۔۔وہ اب اسکے پڑوس میں نہیں رہے تھے وہ گھر بک چکا تھا۔سکندر پہلی نظر میں اسے پہچان نہ پایا۔۔اسکی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اسکے ساتھ کیا رویہ رکھیں۔۔

مجھے امامہ سے بات کرنی اور ملنا ہے۔چند ہی جملوں کے بعد ہاشم مبین نے ان سے کہا تھا۔

وہ یہاں نہیں ہے۔۔سکندر نے بڑے محتاط انداز میں بتایا۔

میں جانتا ہوں وہ کانگو میں ہے میں وہاں کا نمبر لینا چاہتا ہوں وہاں کے حالات خراب ہیں وہ ٹھیک تو ہے نا؟؟

انہوں نے رک رک کر ایک ہی سانس میں ساری باتیں کہی۔

ہاں وہ سالار اور بچے ٹھیک ہیں۔۔۔وہ فون نمبر کا مطالبہ گول کر گئے تھے۔

میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں ایک بار اس سے ملنا چاہتا ہوں۔وہ اپنا مطالبہ نہیں بھولا تھا۔

میں امامہ سے پوچھے بنا آپکو اسکا نمبر یا ایڈریس نہیں دے سکتا۔۔سکندر نے بلا تمہید کہا۔۔

میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اب۔۔۔۔اس نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔۔۔۔

آپ اسے بہت زیادہ نقصان پہنچا ہی چکے ہیں وہ اب اپنی زندگی میں سیٹ ہے اپنے بچوں کیساتھ بہت خوش مطمئن زندگی گزار رہی ہے آپ کیوں ایک بار پھر اسے ڈسٹرب کرنا چاہتے ہیں آپکی بیٹی نے پہلے ہی آپکی وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی ہے آپ اب اسے چھوڑ دے بخش دے اسے۔۔۔

ہاشم مبین کے چہرے کی جھریاں ایک دم بڑھی تھی پھر انہوں نے مدھم آواز میں کہا۔

میں جانتا ہوں مجھے احساس ہے۔

سکندر عثمان بول نہ سکے اسے یہ جملہ سننے کی توقع نہیں تھی۔بس ایک آخری بار اس سے ملنا چاہتا ہوں اسکی ایک امانت ہے وہ دینی ہے مجھے۔اور اس سے معافی مانگنی ہے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

آپ مجھے اپنا فون نمبر اور ایڈریس دے میں اس سے بات کروں گا پھر آپ سے رابطہ کروں گا

آپ کہاں رہتے ہیں اب۔۔۔سکندر نے اس سے پوچھا۔

ایک اولڈ ہوم میں۔۔۔۔سکندر چپ کے چپ رہ گئے۔ہاشم مبین اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

امامہ کو بتادیں کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔۔پھر وہ مجھ سے بات ضرور کرے گی۔۔

اپنی نشست سے کھڑے ہوئے سکندر عثمان اگلے جملے پر دم بخود رہ گئے تھے۔۔۔

********----------********

جیکی بے اختیار ہنسی۔۔جواب غیر متوقع نہیں تھا۔کوئی مرد اسکی کشش کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا تھا۔۔

اوہ واؤ گریٹ۔۔۔جیکی نے شیمپئن کا ایک اور گھونٹ لیتے ہوئے قاتلانہ مسکراہٹ کیساتھ اس سے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میں ایک رات کے تعلق پر یقین رکھتا ہوں لیکن صرف حوروں کے ساتھ۔۔۔

اس شخص کا اگلا جملہ اسکی سمجھ میں نہیں آیا۔۔۔

حور۔۔۔وہ کون ہے۔۔۔اسکی سمجھ میں نہ آیا۔۔سالار سکندر نے اپنے والٹ سے ایک وزٹنگ کارڈ نکال کر اسکی پشت پر پین سے کچھ لکھا اور انگلیوں کے نیچھے دبائے ہوئے اسے جیکی کی طرف بڑھا دیا۔جیکی نے عربی میں لکھا ایک جملہ دیکھا۔

یہ کیا ہے۔۔میں اسے پڑھ اور سمجھ نہیں سکتی۔اس نے کندھے اچکا کر سالار کو دیکھا جو اب اپنے گلاس کے نیچھے کچھ نوٹ دباتے ہوئے اس سے کہہ رہا تھا۔میں نے تمہارے ڈرنکس کی ادائیگی کردی ہے۔۔جیکی نے انگلی اور انگوٹھے میں دبے اس کارڈ کو سالار کو دکھایا اور دوبارہ کہا۔۔میں یہ پڑھ اور سمجھ نہیں سکتی۔۔۔۔

جنہوں نے آپکو بھیجا ہے وہ پڑھ بھی لیں گے سمجھ بھی لیں گے اور سمجھا بھی دینگے۔

جیکی کو اسکے جملے پر کرنٹ لگا۔اسکی مسکراہٹ سب سے پہلے غائب ہوئی۔۔

Excuse me....

اس نے لاعلمی ظاہر کرنے کی کوشش کی۔۔۔

Exceesed

وہ مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

سی آئی اے ہیڈ کوارٹرز میں بیٹھے ہوٹل کے اس کمرے کو کنڈکٹ کر کے اور خفیہ کیمرے اور مائیکرو فون کی مدد سے گفتگو سنتے ان پانچ لوگوں کو پسینہ آیا

انہوں نے بے اختیار ایک دوسرے کو دیکھا اور اس شخص کو گالی دی تھی۔۔وہ اس شخص کو پیش کیا جانے والا خراج تحسین تھا۔وہ اس پھندے سے بچ کر نکلنے والا پہلا مرد تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس کارڈ پر کیا لکھا ہے۔۔۔سی آئی اے کی سٹنگ ٹیم کے لیڈر نے آدھ گھنٹہ بعد جیکی کے اس کمرے میں آنے سے پہلے وہاں بلوائے عربی مترجم سے پوچھا۔۔۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔۔مترجم نےوہ تحریر پڑھی۔۔

مطلب؟؟

میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔۔مترجم نے روانی سے انگریزی میں ترجمہ کیا۔

ان سب لوگوں نے جیکی اور جیکی نے انہیں دیکھا۔۔۔پھر قاتلانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔۔

مجھے یقین ہے کہ یہ میرے بارے میں نہیں۔۔۔۔

----------++++++-------

آپریشن کے دوران نیورو سرجن چند لمحوں کے لیئے رکا۔ایک نرس نے بنا کہے اسکے ماتھے پر ابھرنے والے پسینے کے قطروں کو صاف کیا۔وہ ایک بار پھر اپنے سامنے ٹیبل پر کھلے پڑے اس دماغ پر جھکا جو دنیا کے ذہین ترین دماغوں میں سے ایک تھا۔۔اور جو ایک گولی کا نشانہ بننے کے بعد اسکے سامنے تھا۔۔وہ امریکہ کی تاریخ کا کم عمر اور سب سے قابل سرجن تھا۔لیکن آج اسے پہلی بار لگ رہا تھا کہ اسکا ہنڈرڈ پرسنٹ کامیابی کا ریکارڈ ختم ہونے والا ہے۔وہ ٹیبل سے ہٹا۔اسے کسی چیز کی ضرورت پڑی تھی اس آپریشن میں کامیابی کے لیئے۔۔۔

کھڑکی سے سالار نے واشنگٹن میں ڈوبتے ہوئے سورج پر اک آخری نظر ڈالی۔ڈوبتے ہوئے سورج کی نارنجی شعاعیں جہاز کے دودھیا پروں کو بھی ایک روپہلا رنگ دے رہی تھی۔۔جہاز اب ہزاروں فٹ کی بلندی پر تھا۔نہ آسمان پر نہ زمین پر۔۔۔اور یہی کیفیت سالار کی بھی تھی ۔۔37سال کی عمر میں وہ ورلڈ بنک کا کم عمر ترین وائس پریزڈنٹ تھا۔اور اسکی تعیناتی چار دن پہلے ہوئی تھی۔

ورلڈ بنک کے بورڈ آف گورنرز کے ایک ہنگامی اجلاس نے متفقہ طور پر اسے افریقہ کے لیئے نیا نائب صدر۔۔نیا چہرہ چنا تھا۔۔۔

امریکا کا ہر چھوٹا بڑا چینل اس وقت ایک یہی خبر بریکنگ نیوز کی طرح چلا رہا تھا کہ سالار سکندر کی زندگی خطرے میں تھی اور وہ غائب کیوں تھا۔وہ اس صورت حال کے بارے میں کوئی بیان کیوں نہیں دے رہا۔ایباکا کے بارے میں خاموش کیوں تھا ادھر سالار ورلڈ بنک کے صدر سے ملاقات کی تیاری کر رہا تھا۔جو ورلڈ بنک کے صدر کی درخواست پر ہورہی تھی۔۔۔صدر کی منت بھری درخواستوں ہر وہاں صدر کے ذاتی استعمال میں آنے والی کاروں میں سے ایک شوفر سمیت لیموزین میں بادشاہوں کی طرح پروٹوکول کیساتھ وہاں بلایا جا رہا تھا۔۔۔

ہیڈ کوارٹرز کے باہر پریس موجود تھا، اپنے مشین گن جیسے کیمروں اور مائیکس کیساتھ۔۔بجلی کی طرح فلیش لائٹس کے جھماکوں کیساتھ۔۔۔انہیں اطلاع کس نے دی تھی یہ سالار کے لیئے حیرت کی بات نہیں تھی۔وہ سرکس کا وہ جانور تھا جسے بنک اور سی آئی اے اب نچا کر تماشہ لوٹنا چاہتے

تھے۔اور وہ اپنی اگلی حکمت عملی ترتیب دے رہا تھا۔۔۔۔اسے اگر ناچنا ہی تھا تو اپنی شرطوں پر۔۔۔

وہ لیموزین سے اتر کر اپنے کھلے کوٹ کے بٹن بند کرتا فلیش لاحٹس کے جھماکوں سے کچھ فاصلے پر ڈرائیو وے کے دونوں اطراف میں لگی ہوئی وارننگ ٹیپ کے پار کیمرہ مینوں اور جرنلسٹس کی بھیڑ کی طرف ایک نظر ڈالے بغیر عملے کے افراد کی رہنمائی میں لمبے لمبے قدموں کیساتھ اندر چلا گیا۔

کچھ نئے لوگوں کے علاوہ بورڈ روم میں وہ سب لوگ موجود تھے جس سے وہ کچھ دن پہلے بھی ملا تھا۔۔لیکن اب سب کچھ بدل چکا تھا۔سالار کا استقبال وہاں ایک ہیروں کے طور پر تالیاں بجاتے اور خیر مقدمی نعروں سے ہوا۔۔یوں جیسے وہ کوئی جنگ جیت کر کسی بادشاہ کے دربار میں اپنی خدمات کا کوئی اعزاز لینے آیا ہو۔ان سب کے چہروں پر مسکراہٹیں اور نرمی تھی۔آنکھوں میں ستائش اور ہونٹوں پر داد و تحسین۔۔۔سالار سکندر صرف یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ کر کے کیا آیا تھا جسکے لیئے ایسا استقبال کیا گیا۔۔میز پر صدر کی سیٹ کے دائیں جانب پہلی نشست پر اسے بٹھایا گیا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اسکی آمد کے پانچ منٹ بعد ورلڈ بنک کا صدر بورڈ روم میں آگیا۔۔سالار سکندر بھی باقی سب کی طرح احتراماً کھڑا ہوگیا۔۔

ورلڈ بنک کو آپ پر فخر ہے۔۔۔اسکے ساتھ ہی استقبالی کلمات کی ادائیگی کے بعد صدر کے منہ سے نکلنے والے پہلے جملے کو سن کر سالار کا دل قہقہہ مار کر ہنسنے کو چاہا۔۔صدر کے جملے پر بورڈ روم نے تالیاں بجائیں۔

صدر نے کانگو کی صورت حال سے گفتگو کا آغاز کیا تھا اور وہاں ورلڈ بنک کے ملازمین پر ہونے والے حملوں میں زخمی اور مارے جانے والوں کے لیئے ایک منٹ کی خاموشی اختیار کی گئ۔اسکے بعد ایباکا کو شاندار خراج عقیدت پیش کیا تھا چند جملوں میں اور پھر وہ سالار سکندر کی رپورٹ پر آگیا تھا۔جو بنک کے بورڈ آف گورنرز نے پڑھ لی تھی نہ صرف پڑھ لی تھی بلکہ اس رپورٹ کی تمام سفارشات کو مانتے ہوئے ایک انکوائری کمیشن تشکیل دیا تھا۔

سالار سکندر نہ حیران ہوا تھا نہ متاثر۔۔۔اسے اندازہ تھا ورلڈ بنک اس سے کم میں کانگو میں داخل نہیں ہوسکتا۔۔انہیں اب وہ پراجیکٹ ختم کرنا ہی تھا۔۔۔وہ خاموشی سے صدر کی گفتگو سنتا رہا۔اور گفتگو کے اختتام پر سالار سکندر کو دی جانے والی نئ ذمہ داریوں کا اعلان کیا۔۔بورڈ روم میں بجتی تالیوں کیساتھ وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ اپنی بے وقعت خدمات کے صلے میں ملنے والے اہم ترین عہدہ کی قدر و قیمت کا اندازہ لگا رہا تھا۔سالار کو وہاں بیٹھے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ دنیا کے طاقتور ترین مالیاتی ادارے کے ہیڈکوارٹرز میں نہیں کسی گھٹیا تھیٹر میں چلنے والے مزاحیہ ڈرامے کے سامنے بیٹھا ہے۔۔جس میں ہر ایکٹر اوور ایکٹنگ کر رہا تھا۔

میں صدر اور بورڈ میں موجود تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے یہاں آنے کا موقع دیا اور مجھے خوشی ہے کہ اس رپورٹ کو بنیاد بناتے ہوئے اسکی تمام سفارشات کو مان لیا گیا

ہے۔مجھے امید ہے اس قدم کے اٹھانے سے ورلڈ بنک کو ایک بار پھر کانگو میں اپنی ساکھ بحال کرنے میں مدد ملے گی۔۔۔سالار نے بہت مختصر بات کی تھی۔ٹو دی پوائنٹ۔۔۔پروفیشنل۔۔۔جذباتیت کے بغیر۔۔۔۔اور اسی دو ٹوک انداز میں جسکے لیئے وہ مشہور تھا۔۔

میں شکر گزار ہوں کہ ورلڈ بنک اور بورڈ آف گورنرز نے مجھے نائب صدر کے لیئے منتخب کیا ہے لیکن میں اپنی ذاتی مصروفیات کی وجہ سے یہ عہدہ سنبھال نہیں پاؤں گا۔۔مجھے یقین ہے بنک کی ٹیم میں اس عہدے کے لیئے مجھ سے زیادہ موزوں لوگ موجود ہیں۔

صدر نے بے چینی سے اپنی نشست پر پہلو بدلا۔۔۔اسے اپنی ساکھ بچانا تھی اور یہ کام اس وقت صرف سالار کرسکتا تھا۔میٹنگ اس کے بعد ختم ہوئ اور اس کے بعد سالار ورلڈ بنک کے صدر سے اکیلے میں ملا تھا۔۔وہاں کا ماحول کچھ اور تھا اور باتیں بھی۔

مجھے اپنے کمرے سے چوری ہونے والی تمام چیزیں چاہیئے۔۔۔لیپ ٹاپ۔۔ٹریول ڈاکومنٹس۔۔۔میرے باقی ڈاکومنٹس۔۔۔۔سالار نے اس کمرے میں میٹنگ کے شروع میں ہی ایجنڈا سیٹ کیا تھا۔۔وہ اپنی باتیں منوانے آیا تھا آج۔۔۔

آپ کے کمرے سے چوری ہونے والی چیزوں سے ورلڈ بنک کا کیا تعلق۔۔۔۔

صدر نے انجان بننے کی کوشش کی سالار نے اسکی بات کاٹ دی۔۔۔

اگر میری چیزیں نہیں مل سکتی تو پھر مجھے کسی بھی ایشو پر بات کرنے یہاں نہیں بیٹھنا۔۔۔۔۔

صدر نے لہجہ نرم کرتے ہوئے جسے اسے چمکارا۔۔میں ہدایت جاری کرتا ہوں کہ فوری طور پر آپکے نقصان کی تلافی کی جائے اور آپکے ڈاکومنٹس کا متبادل۔۔۔۔

سالار نے اسی اکھڑپن سے اسکی بات کاٹی۔۔۔مجھے اپنی چیزیں چاہیئے۔۔نہ تلافی چاہیئے نہ متبادل۔۔۔مجھے اپنے اوریجنل ڈاکومنٹس چاہیئے۔۔۔

خاموشی کے ایک لمبے وقفے کے بعد صدر نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔۔۔ٹھیک ہے مل جائیں گے۔۔۔لیکن ورلڈ بنک اور امریکہ کو کانگو میں آپکی ضرورت ہے۔ایک شرط اس نے منوائی ایک شرط انہوں نے رکھ دی۔

میں کسی کی کٹھ پتلی بن کر کانگو میں وہاں کے انسانوں کا استعمال نہیں کرسکتا نہ ہی کروں گا۔اس نے دو ٹوک کہا۔

آپ کانگو میں جا کر وہ کریں جو آپ کرنا چاہتے ہیں۔۔صدر نے کہا۔۔۔

میں بندھے ہاتھوں سے کبھی کچھ نہیں کرسکتا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

نائب صدر کے طور پر آپکو لامحدود اختیارات دیئے جائینگے۔۔آپ پراجیکٹ کو روکنا چاہیں آپکو ہیڈکوارٹر کی منظوری کی ضرورت نہیں آپ خود فیصلہ کرسکتے ہیں۔۔۔۔

چند لمحوں تک سالار بول نہ سکا۔۔یہ جھانسہ تھا تو پکا تھا۔۔۔۔جتنے اختیارات آپ مجھے دیکر کانگو بھیجنا چاہتے ہیں اتنے آپ کسی کو بھی دیں وہ صورت حال سنبھال لے گا۔۔سالار نے کہا۔

ایشو اختیارات کا نہیں ہے نیت کا ہے۔۔جو کچھ تم افریقہ میں کرنا چاہتے ہو وہ کوئی دوسرا نہیں کرنا چاہے گا۔

کچھ وقت لو سوچو پھر فیصلہ کرو۔۔۔۔اسے قید کر کے آزاد کیا گیا تھا۔۔

اس نے واپسی پر میڈیا سے بات نہیں کی۔۔۔الجھن تھی کہ اور بڑھی تھی۔ہوٹل واپس آتے ہی اس نے کمرے میں ٹی وی پر نہ صرف ورلڈ بنک ہیڈ کوارٹر جاتے اپنی فوٹیج دیکھ لی بلکہ نیوز چینل پر اپنی تعیناتی کی بریکنگ نیوز بھی پڑھ لی۔

وہ اسکے لیئے انکار کو مشکل بنا رہے تھے جال کی ڈوریاں کستے جا رہے تھے۔۔۔اسکا سیل فون منٹوں میں مبارکباد کے پیغامات اور کالز سے بجنے لگا تھا۔۔۔۔۔۔

ورلڈ بنک جوائن کرنے کے فیصلے سے امامہ خوش نہیں تھی اسکا اعتراض وہی تھا اور وہی تھا۔۔۔تم بیشک ورلڈ بنک کے پراجیکٹس سے منسلک ہورہے ہو لیکن وہ کرتا تو سود کا کاروبار ہی ہے نا۔چھوٹے بنک افراد کا استعمال کرتا ہے اور ورلڈ بنک قوموں کا۔۔۔مجھے بتاؤ فرق کیا ہوا۔۔۔آسان قرضہ۔۔۔سستا قرضہ۔۔۔لونگ ٹرم قرضہ۔۔۔شارٹ ٹرم قرضہ۔۔۔آسان شرائط قرضہ۔۔۔کوئی ایسا قرضہ ہے ورلڈ بنک کیساتھ جس پر وہ سود نہ لیتا ہو۔۔۔۔۔۔اس نے سالار کے ساتھ بحث کی تھی۔۔۔

اگر ہم اسی طرح ایک ایک چیز میں میخ نکالتے رہینگے تو پھر اس معاشرے اور اس سسٹم میں تو کبھی بھی کام نہیں کر سکیں گے کیونکہ یہ تو پورا معاشرہ سود پر کھڑا ہے اور وہ ہمارے لیے اپنے سسٹم کو

نہیں بدلیں گے۔۔اس نے امامہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔۔۔پھر تو ہمیں حلال کھانے کی کوشش بھی ترک کرنی چاہیئے۔۔پھر تم سپر سٹور میں ڈبوں پر انکے اجزاء کیوں چیک کرتے رہتے ہو۔۔بس یہ سمجھ کر کھالینا یہ سب کچھ کہ یہ ہمارا نہیں انکا معاشرہ ہے اور اپنے سپر سٹور میں وہ چیزیں رکھیں گے جو انہیں پسند ہو۔۔۔۔

امامہ نے اسے لاجواب کردیا تھا۔۔وہ بحث جاری رکھنے کی بجائے وہاں سے اٹھ گیا تھا۔۔۔لیکن امامہ کی ناراضگی کے باوجود اس نے ورلڈ بنک جوائن کرلیا۔اور امامہ کو اس نے اپنا ایگریمنٹ اور جاب پروفائل کے کاغذات زبردستی پڑھ پڑھ کر سنائے۔۔اس نے سب کچھ سننے کے بعد اس پیپرز کو واپس لفافے میں ڈال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔۔

تم سود کے پیسے سے انسانیت کی خدمت اور بہتری کے خواب دیکھ رہے ہو اور تمہیں لگتا ہے اس میں فلاح ہے۔۔۔۔نہیں ہے۔۔۔۔۔سود کا ثمر انسانوں کی زندگی بدل سکتا ہے مگر تباہی میں۔۔۔بہتری میں نہیں۔۔۔اسکی یہ برملا تنقید سالار کو خفا بھی کرتی تھی اور کمزور بھی۔۔اس دن امامہ کو فون کرتے ہوئے اسے احساس تھا کہ وہ اس سے کیا سننے جارہا ہے لیکن خلاف توقع اس نے اس نئے عہدے کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی۔۔وہ اس سے جبریل عنایہ اور حمین کی باتیں کرتی رہی۔۔۔یہاں تک کہ سالار کا احساس جرم حد سے گزر گیا۔وہ جیسے چاہتا تھا کہ وہ اسے ملامت کرے۔۔کوئی تو مبارکباد دینے کی بجائے اسکے ضمیر کو کچوکے لگائے۔۔۔۔

تمہیں پتا ہے ورلڈ بنک نے مجھے وائس پریزیڈنٹ۔۔۔۔۔۔

امامہ نے اسکو بات مکمل نہیں کرنے دی۔۔ہاں۔۔۔یک حرفی جواب آیا۔۔

تو؟؟ سالار کو تسلی نہیں ہوئی۔۔

تو کیا؟؟ امامہ نے مدھم آواز میں پوچھا۔۔

تو تم کچھ نہیں کہو گی؟ اس نے جان بوجھ کر یہ نہیں کہا تھا کہ تمہارا کیا خیال ہے۔۔۔

یس۔۔۔ایک اور یک حرفی جواب آیا۔۔۔

کیوں؟؟ وہ بے قرار ہوا۔۔

تم ہر فیصلہ اپنی مرضی سے کرتے ہو۔۔۔پھر رائے دینے کا فائدہ۔۔۔

سالار ایک لمحہ کے لیئے خاموش ہوا پھر اس نے مدہم آواز میں کہا۔۔

میں نے ابھی آفر قبول نہیں کی۔۔۔۔۔

کر لو گے۔۔میں جانتی ہوں۔۔۔جواب نے اسے ہنسایا۔

اس میں ہنسنے والی تو کوئی بات نہیں تھی۔۔امامہ نے کہا۔۔۔

میں جب بھی تمہاری بات نہیں مانتا نقصان اٹھاتا ہوں۔۔۔اس بار وہ ہنس پڑی۔۔بڑی خوشی ہوئی یہ بات سن کر۔۔لیکن میں یہ تو نا سمجھوں نا کہ تم آئندہ ہمیشہ میری بات مانا کروگے۔۔اس نے سالار پر چوٹ کی تھی۔

بلکل۔۔۔۔جواب تڑاخ سے آیا تھا۔۔۔

اس بار دونوں ہنس پڑے تھے۔۔۔پھر سالار نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

یہی وہ بات تھی جو کانگو سے آتے ہوئے تم سے کہنا چاہتا تھا۔

امامہ کو یاد آگیا تھا اسے ایک اعتراف کرنا تھا واپس آکر۔۔۔۔۔۔۔۔

اوہ۔۔۔۔میں نے سوچا پتا نہیں کیا کہنا چاہتے ہو۔وہ دھیرے سے ہنسی اور کہا۔ایسا کیا ہوا جو تم یہ بات کر رہے ہو مجھ سے یا تب کہنا چاہ رہے تھے۔۔۔۔

سالار کی سمجھ میں اسکا جواب نہیں آیا۔۔۔

تم مجھ سے شیئر نہیں کرنا چاہتے۔۔امامہ نے اسکی خاموشی کو ایک پہیلی کی طرح بوجھا۔

ابھی نہیں۔۔۔اس نے جواب دیا۔۔

یہاں کب آؤ گے؟ امامہ نے بات بدل دی تھی۔

ابھی فلائٹس بند ہیں کنشاسا کے لیئے۔۔لیکن تم تو پریشان نہیں ہو نا؟؟ سالار نے پوچھا۔۔۔

اب نہیں ہوں اور تم بھی پریشان مت ہونا۔۔مجھے اور حمین کو علاج کی تمام سہولیات مل رہی ہیں۔امامہ نے اسکے لہجے میں نمودار ہوتی تشویش کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔۔۔سالار نے مطمئن ہوکر کچھ دیر جبریل اور عنایہ سے بات چیت کی اور اسکے بعد کال ختم کر کے وہ اس لیپ ٹاپ اور کاغذات کی طرف متوجہ ہوا جو ابھی کچھ دیر پہلے ایک سر بہ مہر تھیلے میں ایک شخص اسکے کمرے

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میں دے گیا تھا سب کچھ بلکل محفوظ حالت میں تھا۔کوئی چیز ڈیلیٹ یا غائب نہیں ہوئی تھی۔اسکے باوجود سالار کو انباکس میں جاتے ہی اندازہ ہوگیا تھا کہ کوئی اس سے پہلے بھی وہاں تھا کیونکہ انباکس میں موجود سات گھنٹے پہلے تک آنے والی ہر ای میل کھولے اور پڑھے جانے کی نشاندہی کر رہی تھی۔۔انباکس میں موجود ای میلز پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے ایک ای میل پر ایک لمحہ کے لیئے اسکا دل رکا۔۔وہ پیٹرس ایباکا کا آخری پیغام تھا۔۔

تمہیں پتا ہے میں اس وقت کہاں کھڑا ہوں۔۔ٹائم وارنر سینٹر۔۔۔اور کس لیئے؟؟۔۔۔میں ابھی کچھ دیر پہلے اینڈرسن کووپر کیساتھ تھا سی این این سٹوڈیوز میں۔اسکے شو میں شرکت سے پہلے ابتدائی بات چیت کے سیشن کے لیئے۔۔۔مجھے پتا ہے اس وقت تم کہو گے۔۔۔اوہ مائی گاڈ۔ man you did it

جس چیز نے اس وقت سالار کی آنکھوں کو دھندلایا تھا وہ مسکراہٹیں تھی ایباکا کے جملے کے اختتام پر۔۔اینڈرسن کووپر سے ملنے کے بعد میں نے سب سے پہلا میسج تمہیں کیا ہے۔کیونکہ مین یہاں تک کبھی نہیں پہنچتا اگر مجھے تمہاری صورت میں ورلڈ بنک کی بے ضمیر دنیا میں ضمیر کی جھلک نہ دکھائی دیتی۔میں ان دیووں کے سامنے واقعی بونا تھا جو میرے ملک کو لوٹنا چاہتے تھے لیکن پھر میں تم سے ملا اور مجھے لگا کہ مجھے ابھی ہتھیار نہیں ڈالنے چاہیئے۔۔واشنگٹن پہنچ جاؤ تو مجھے انفارم کرنا ہم دونوں کو ملنا ہے۔کافی دن ہوگئے سٹار بکس کی کافی پیئے۔اور اس دفعہ بل میں پے کرونگا۔ای میل کا اختتام ایک اور مسکراہٹ سے ہوا تھا۔ایک آنکھ مارتی شرارتی مسکراہٹ سے۔۔۔

کانگو کی تاریخ کو ایباکا نہیں اپنے خون سے بدلا تھا۔۔۔سالار نے ای میل بند کردیا۔۔۔

اس رات وہ مصلے پر بیٹھا گڑگڑاتا رہا۔۔اللہ سے آزمائش میں آسانی کی بھیک،،، سیدھے رستے کی بھیک جس سے وہ بھٹک گیا تھا اور ان لوگوں میں شامل نہ کرنے کی بھیک جن پر اللہ کا عذاب آتا ہے۔۔

فجر کے وقت اسے ڈاکٹر سبط علی کی خیال آیا تھا۔اور خیال نہیں آیا تھا وہ جیسے دیوانہ وار انکی طرف لپکا تھا۔۔وہ ایمر جنسی میں ٹکٹ حاصل کر کے اگلی رات پاکستان دوڑا چلا آیا تھا۔ڈاکٹر سبط علی اس سے ہمیشہ کی طرح گرمجوشی سے ملے اور کچھ حیرانی سے۔۔وہ کئ سالوں بعد اچانک اس طرح اس کی پاس بھاگتا ہوا آیا تھا۔۔انہوں نے سالار سے بھاری بھاری سب کی خیریت دریافت کی۔۔



امامہ ٹھیک ہے؟

جی۔۔۔

جبریل کیسا ہے؟

وہ بھی ٹھیک ہے۔

عنایہ؟؟

وہ بھی۔۔

اور حمین؟؟

وہ بھی۔۔۔وہ ایک ایک کے بارے میں بتاتا گیا اور ڈاکٹر سبط علی الحمد للہ کہتے رہے۔پھر انہوں نے پوچھا۔۔۔

اور تم؟؟؟؟

نہیں۔۔۔میں ٹھیک نہیں ہوں۔۔اس بار سالار بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔وہ دم بخود اسے دیکھتے رہے۔۔وہ پہلی بار ایسے ٹوٹ کر رویا تھا۔۔۔۔

مجھ سے ایک گناہ ہو گیا ہے ڈاکٹر صاحب۔اس نے روتے ہوئے اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے کہا۔۔۔

مجھے مت بتانا۔۔سالار نے حیران ہو کر انکا چہرہ دیکھا۔۔

آپ کو بتانے کے لیئے ہی یہاں آیا ہوں۔۔۔

میں تمہارا گناہ جان کر کیا کروں گا۔۔اب روک نہیں سکتا تمہیں۔۔۔پچھتاوا دیکھ چکا ہوں۔بہتر ہے اپنے اور اللہ کے درمیان رکھو اسے۔۔جو پردہ ہے اسے پڑا رہنے دو۔اللہ غفور الرحیم ہے۔۔انہوں نے ہمیشہ کی طرح تحمل سے انہیں سمجھایا تھا۔

میں بتاؤں گا نہیں تو میری گمراہی ختم نہیں ہو نگی۔آپکو اندازہ نہیں میں کتنی تاریکی میں کھڑا ہوں۔۔مجھے اس تاریکی سے خوف آنے لگا ہے۔۔۔میں نے سود والا رزق چن کر اللہ کی حد توڑ دی ہے۔اور مجھے ایک کے بعد ایک پریشانی آرہی ہے۔میری سمجھ میں نہیں آرہا میں کیا کروں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

توبہ کرلو اور وہ رزق چھوڑ دو۔۔۔اس نے بلا توقف بڑی سہولت سے کہا۔

توبہ آسان ہے مگر دلدل سے نکلنا آسان نہیں میرے لیئے۔۔۔

انہوں نے سالار کی بات کے جواب میں کہا۔۔آسان تو دنیا میں کچھ بھی نہیں ہوتا لیکن ممکن بنا لیا جاتا ہے۔۔۔۔

میں سینتیس سال کا ہوں اپنی عمر کے دس سال میں نے دنیا کے بہترین مالیاتی اداروں میں کام کیا سارا رزق سود سے کمایا

حمین بہت خوش قسمت ثابت ہوا ہے تمہارے لیئے۔سکندر عثمان نے فون پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا۔۔۔وہ گہری سانس لیکر رہ گیا۔

وہ ٹھیک ہے نا؟؟

ہاں وہ بلکل ٹھیک ہے۔ سٹیبل ہے۔۔سالار نے انہیں بتایا۔۔تب سکندر کو سکول کا کوئی چوکیدار یاد آیا تھا۔جو ان سے کچھ رقم ادھار لینے آیا تھا۔کہہ رہا تھا کہ سود پر کوئی رقم لی تھی اس کے ماں باپ نے اسکی بہنوں کی شادی کے لیئے۔۔اور وہ ابھی تک سود اتار رہا۔اب شاید کوئی اور مسلہ آن پڑا ہے انہیں۔۔۔

سکندر عثمان سالار کو بتا رہے تھے اور سالار کو لگا کسی نے اسکے گلے کی رسی میں ایک گرہ اور ڈال دی تھی بعض دفعہ جب اللہ کوئی چیز منہ پر مار کر تنبیہ کرنا چاہتا ہے تو پھر ہر جگہ سے وہی بات بار بار گشت کرتی ہوئی آتی ہے۔۔

اسکے پی ایچ ڈی کے لیئے امریکہ جانے کے بعد سکندر عثمان ہی گاؤں کے اسکول کو دیکھتے رہے تھے ہفتے میں ایک بار وہاں جاتے اوراسکول کی انتظامیہ اور ملازمین کے معاملات دیکھتے۔۔

آپ اس مدد کریں اسکا قرضہ اتار دیں۔۔۔سالار نے ان سے کہا۔۔

ہاں۔۔تاکہ وہاں لائن لگ جائے قرض مانگنے والوں کی۔ہمیں کیا پتا وہ سچ بول رہا یا جھوٹ۔۔۔یہاں گاؤں دیہات میں ستر فیصد لوگ سود پر ایک دوسرے سے قرض لیتے بھی ہیں اور دیتے بھی۔۔یہ انکی زندگی اور کاروبار کا سائیکل ہے۔۔تم یا میں اسے روک سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔۔۔سالار یہ بات سن کر دنگ رہ گیا تھا کہ وہ وبا کہاں کہاں تک ناسور کی طرح پھیلی ہوئ ہے۔۔۔

اسی رات اپنے ہوٹل میں ورلڈ بنک کے کچھ ساتھیوں سے اسکی ملاقات تھی انہیں کانگو کے لیئے اپنا لائحہ عمل ڈسکس کرنا تھا۔۔۔گپ شپ کے بعد وہ اس ہوٹل کے نائٹ کلب میں ان سب کے اصرار پر ایک اسپینی گلوکارہ کو سننے کے لیئے گیا تھا اور وہاں جینکی اس سے آ ٹکرائ تھی۔۔۔ایسی جگہ پر اتنی پرکشش عورت کا اس پر یوں فدا ہونا اور اسکے ساتھیوں کا اسکے اطراف سے ایک دم ایک ایک کر کے غائب ہونا سالار نظرانداز نہیں کرسکا۔۔۔اسے ہنسی آئ تھی۔۔۔

مغرب کو ہر فرسٹریشن کا علاج الکحل اور عورت کی شکل میں کیوں سوجھتا ہے۔۔انکی ہر ترغیب کی ابتدا اور انتہا عورت ہی کیوں ہوتی ہے۔۔اور سی آئ اے کو آخر جلدی کس بات کی تھی۔۔اسکو

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ٹریپ کرنا تھا تو اتنا گھسا پٹا منصوبہ تو نہیں بناتے۔۔۔مستقبل میں اسکو استعمال کرنے کے لیئے کوئ کمزوری چاہیئے تھی تو کچھ انتظار تو کرتے۔۔۔

وہ وہاں سے اٹھ آیا تھا۔۔اور اب وہ اس جہاز پر تھا۔۔اس سفر میں اس نے یہ طے کیا تھا کہ وہ اپنی نوکری سے کمائے جانے والے پیسوں سے اپنے خاندان کی کفالت نہیں کریگا۔۔اسکے لیئے کسی بھی ذریعے سے انکی کفالت کوئ مسلہ نہیں تھا۔۔وہ بہت سی امریکن یونیورسٹیز میں لیکچرز کے لیئے مدعو ہوتا رہا تھا۔اور اسکے لیئے اسے معاوضہ بھی دیا جاتا رہا تھا۔۔

اسے اب ورلڈ بنک کی نائب صدارت صرف دو چیزوں کے لیئے درکار تھی۔وہ قرض سر سے اتار دیتا جو ایباکا نے اسکے لیئے چھوڑا تھا۔اور وہ کچھ مہلت حاصل کرلیتا۔۔سود سے پاک پہلے بین الاقوامی مالیاتی ادارے کی تشکیل کے لیئے۔۔۔مقصد بڑا تھا۔وسائل بھی اتنے ہی درکار تھے دل کہتا تھا یہ بے وقوفی ہے اور ضمیر کہتا تھا کہ راستہ ہے تو یہی ہے۔۔۔۔۔

Kitab Nagri

----

www.kitabnagri.com

اس کا ہاتھ پکڑے اب وہ اسے کسی راستے پر لے جانے لگا تھا۔وہ ایک جھیل تھی۔۔ہلکی نیلی رنگت کے شفاف پانی کی ایک جھیل۔۔جس کے پانی میں رنگ برنگی مچھلیاں تیرتی ہوئ وہ دیکھ سکتی تھی۔۔۔

اور اسکی تہہ میں بے شمار رنگوں کے موتی اور سپیاں۔۔۔۔ جھیل کے چاروں اطراف پر پھول تھے۔۔اسکے قدموں کو روکنے والی شے جھیل کے کنارے پر موجود لکڑی کی وہ خوبصورت کشتی تھی۔۔۔

یہ میری ہے۔۔وہ اس سے ہاتھ چھڑا کر بچوں کی طرح بھاگتی ہوئ کشتی کی طرف گئ۔وہ اسکے پیچھے لپکا۔وہ دونوں کشتی میں بیٹھ گئے ہوا کا ایک تیز جھونکا کشتی کو پانی میں لے گیا۔دونوں بے اختیار ہنسے تھے۔پانی پر تیرتا ایک ہنس اسکی طرف آگیا تھا۔۔پھر دوسرا۔۔۔پھر تیسرا۔۔۔وی کشتی کے گرد اب دائری بنا کر تیر رہے تھے۔۔وہ پاس سے گزرتے ہر ہنس کو چھوتی کھکھلا رہی تھی۔۔

امامہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی نیند سے۔۔اس نے اپنی کلائ پر کسی کا لمس محسوس کیا تھا۔سالار اسکے قریب کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔وہ خواب آور دواؤں کے زیر اثر ہوتے ہوئے بھی ایک دم اپنا ہاتھ اسکے ہاتھوں سے کھینچتی ہوئ کہنیوں کے بل اٹھ کر بیٹھنے لگی تھی سالار نے اسے روکا۔۔

اٹھو مت۔۔۔۔۔

تم واقعی آگئے ہو۔۔اسے اب بھی جیسے یقین نہیں ایا تھا۔۔۔۔

وہ دھیرے سے ہنسا۔۔تمہیں بتایا تو تھا کہ آجاؤں گا۔۔۔۔

یہ تو نہیں بتایا تھا کہ کب آؤ گے۔۔اور تم نے مجھے جگایا کیوں نہیں۔

بس میں نے سوچا تمہاری نیند خراب ہوگی۔وہ مدھم آواز میں بات کر رہا تھا۔دوسرے بستر پر جبریل اور عنایہ گہری نیند سو رہے تھے۔

تمھیں کیا ہوا ہے؟؟ امامہ نے سالار کے چہرے کو پہلی بار غور سے دیکھا۔۔اسکی آنکھوں کے گرد گہرے سیاہ خلقے اور آنکھیں سرخ اور یوں سوجھی ہوئی تھی جیسے کئی راتوں سے نہیں سویا ہو۔

کچھ نہیں۔۔۔بس اتنے دن گھر سے دور رہا شاید اس لیئے پھر،،،،،،،،

سالار نے اس سے آنکھیں ملائے بغیر کہا۔امامہ نے اسکی بات کاٹ دی اسے یکدم اپنا خواب یاد آگیا۔۔

سالار تمھیں پتا ہے ابھی میں کیا خواب دیکھ رہی تھی۔۔سالار نے چونک کر اسے دیکھا۔۔

کیا؟؟؟

میں نے خواب میں ایک گھر دیکھا جھیل کنارے۔جہاں تم مجھے لیکر جارہے تھے ایک کشتی میں بٹھا کر۔۔۔

وہ دم بخود رہ گیا تھا۔جو گھر اس نے امریکہ میں اسکے لیئے mortgage کیا تھا وہ سمندر کے ایک جھیل نما ٹکڑے کے کنارے تھا۔اس نے ابھی امامہ کو بتایا نہیں تھا وہ اسے سرپرائز دینا چاہتا تھا اس کی اگلی سالگرہ پر۔۔

جس جھیل کے کنارے وہ گھر تھا وہ بے پناہ خوبصورت تھی۔سفید کنول کے پھولوں سے بھری ہوئی نیلے پانی کی جھیل۔۔جس میں ہر طرف راج ہنس تیر رہے تھے۔اور پانی میں رنگ برنگی مچھلیاں۔

وہ بول نہیں پا رہا تھا۔جس جھیل کنارے اس نے وہ گھر خریدا تھا وہ بھی کچھ ایسی ہی تھی ایک لمحہ کے لیئے اس نے سوچا شاید امامہ کو اس گھر کا پتا لگ گیا ہے شاید اس نے لیپ ٹاپ میں اس گھر کی تصویر دیکھ لی تھی۔۔اور اب جان بوجھ کر اسے چھیڑنے کی کوشش کررہی ہے۔

لیکن ایسا تھا تو اس نے لیپ ٹاپ کب دیکھا تھا۔پچھلے کئ دنوں میں تو یہ نہیں ہوسکتا۔کیونکہ اسکا لیپ ٹاپ اسکے پاس تھا۔

اور گھر کیسا تھا۔۔وہ کریدے بغیر نہ رہ سکا۔

شیشے کا۔۔۔

سالار کے رونگٹے کھڑے ہونے لگے۔۔وہ گھر بھی شیشے کا تھا۔۔

اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟؟ امامہ کو اسکی نظریں عجیب سی لگی۔

اس نے امامہ سے نظریں ہٹا لی وہ اسے ی نہیں بتا سکا کہ کنشاسا آنے سے پہلے ڈاکٹر سبط علی سے مل کر واشنگٹن آنے کے بعد اس گھر کی mortgage کینسل کرواچکا تھا۔امامہ کے خوابوں کا گھر اسکے ہاتھ سے جاچکا تھا۔۔ایک لمحے کے لیئے اسے عجیب پچھتاوا ہوا۔۔اسے یہ بھی خیال آیا تھا کہ وہ اس گھر کو واپس حاصل کرلے فوری طور پر امریکہ بات کر کے۔وہ اس وقت جس پوزیشن میں تھا وہ یہ۔کرسکتا تھا۔مگر دوسرے ہی لمحے اس نے ذہن کو جھٹکا تھا۔۔پی صرف سی آئی اے نہیں تھی جو اسکے لیئے جال بچھا رہی تھی۔۔شیطان بھی وہی تھا۔اسکے بندوں کو اپنے بندوں میں بدلنے کے لیئے کمربستہ۔۔۔۔جال سی آئی اے نے عورت کا پھینکا تھا تو شیطان نے گھر کا۔۔زن زر زمین

انسان انہی تین چیزوں کی وجہ سے سردار بنتا ہے اور انہی کی وجہ سے سر دار تک جاتے ہیں۔۔۔سالار سی آئی اے کو اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کہہ کر جوتا مار آیا تھا تو کیسے ممکن تھا شیطان خود اٹھ کر سامنے نہ کھڑا ہوتا۔اور شیطان کے منہ پر تھوک کر آنے والا جسکی پناہ اور حفاظت کا دعوی کر کے وہ آیا تھا یہ کیسے ممکن تھا۔۔وہ رب اپنے بندے کی حفاظت کے لیئے وہاں نہ ہوتا۔۔وہ حافظ قرآن تھا۔گناہ پر اسکے لیئے سزا زیادہ تھی تو نیکی پر اسکے لیئے انعام بھی بے پناہ۔۔۔۔

حمین کیسا ہے؟؟ وہ ایک دم بات کو وہی چھوڑ کر حمین کے انکوبیٹر کی طرف آیا تھا۔شیطان نے افسوس سے ہاتھ ملے۔۔وہ بات چھوڑ کر کیسے اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔وہ جس برق رفتاری سے آیا تھا اور پل بھر میں غائب ہوا۔۔بس وسوسہ اور وہم ڈالنا تھا وہ ڈال گیا۔۔۔

بلکل ٹھیک ہے۔۔دیکھو سو رہا ہے۔۔امامہ نے وہی تکیے سے ٹیک لگائے کہا۔۔

سالار نے انکوبیٹر کو کھول کر پہلی بار حمین سالار کو گود میں لیا۔اسے جھکے جھکے سینے سے لگایا اور چوما۔۔وہ کمزور بچہ باپ کے لمس پر کسمسایا پھر اس نے آنکھیں کھولی۔۔سیاہ موٹی گول آنکھیں۔۔اس نے باپ کو دیکھا۔پلکیں جھپکائے بغیر وہ اسے دیکھتا رہا۔۔سالار بھی مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔پھر اسکے ماتھے پر چند بل آئے تھے ناک اوپر چڑھی اور پھر حمین نے پوری قوت سے گلا پھاڑ کر رونا شروع کردیا۔اسکی آواز اتنی باریک اور تیز تھی کہ چند لمحوں کے لیئے سالار ہکا بکا رہ گیا۔اسکے ننھے وجود کے اندر اتنی جان کہاں سے آئی تھی۔۔جبریل اور عنایہ اسکی آواز پر ہڑبڑا کر اٹھے تھے۔پیڈی ایکدم اندر آگئی۔سالار حمین کو واپس انکوبیٹر میں رکھنے کی جدوجہد میں

مصروف تھالیکن وہ ایک ہفتے کا بچہ ایک بار انکوبیٹر سے نکلنے کے بعد دوبارہ واپس اندر نہ جانے کے لیئے جتنی جدوجہد کرسکتا تھا وہ کر رہا تھا۔۔۔اسکا بس چلتا تو اپنے ہاتھوں کی پشت سینے ناک اور جسم کے ہر حصہ پر لگی نالیوں اور تاروں کو کھینچ کر اتار دیتا۔۔وہ ان میں سے کسی چیز کو تو نہیں اتار سکا لیکن وہ ہلکا سا ڈائپر اس کے جسم کے مسلسل جھٹکوں سے کھل گیا تھا جو صرف رسماً ہی اسے باندھا گیا تھا۔وہ یکدم ٹارزن کے بچے جیسے خلیے میں آگیا تھا۔بستر سے چھلانگ لگاکر باپ کی طرف بھاگتے جبریل نے اپنے چھوٹے بھائی کے اس دلیرانہ اقدام پر بے اختیار چیخ مار کر آنکھوں پہ ہاتھ رکھا۔۔۔

Baba..baby is naked

بابا۔۔بے بی ننگا ہے۔۔

وہ آنکھیں بند نہ کرتا تو بے شرمی کے اگلے مظاہرے پر یقیناً پتھر کا ہوجاتا کیونکہ بے بی اب اس پانی سے فراغت حاصل کر رہا تھا جو ٹیوبز کے ذریعے اسکے اندر منتقل کیا جارہا تھا۔پیڈی کو تھماتے ہوئے سالار بے یقینی سے پیشاب سے بھیگی اپنی شرٹ کو دیکھ رہا تھا۔۔یہ کارنامہ اسکے پہلے دو بچے نہ کرسکے تھے۔۔

تم نے پتا نہیں اسے کیسے پکڑا ہے۔۔کتنے سخت ہاتھ لگائے ہیں کہ وہ اس طرح رو رہا ہے۔۔پیڈی لیڈی ڈاکٹر کو بلاؤ۔۔بلکہ اسے مجھے دو۔۔امامہ اسکی حالت کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے اپنے روتے ہوئے بیٹے کی طرف متوجہ اپنے بستر سے بے قراری کے عالم میں اتر رہی تھی۔۔

بابا میں اپنی آنکھیں کھولو؟؟ جبریل اندھوں کی طرح ہاتھ پھیلائے باپ کو ڈھونڈتے لڑکھڑاتے قدموں سے آنکھیں بند کییے سالار کی طرف آیا تھا۔وہ اس چھوٹے بھائی کی بے پردگی دیکھنے کو تیار نہیں تھا جو اسوقت لٹل سٹوارٹ کی طرح انکوبیٹر سے باہر کودنے کو تیار تھا۔۔

عنایہ ایک بار ہڑبڑا کر جاگنے کے بعد سالار کی طرف متوجہ ہوئے بغیر دوبارہ سو چکی تھی۔سالار نے جبریل کے پھیلے ہاتھوں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

Yes you can

اس نے جبریل کو خود سے لپٹائے ہوئے بھرائی آواز میں کہا۔جبریل نے آنکھیں کھول کر سب سے پہلے چور نظروں سے انکوبیٹر کو دیکھا جہاں اب حمین پیڈی اور امامہ کے وجود کے پیچھے چھپ گیا تھا۔

بابا آپ کیوں رو رہے ہیں۔۔باپ کی طرف متوجہ ہوتے ہی اس نے پہلی نظر میں اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے۔۔اور اسکے جملے نے امامہ کو بھی پلٹنے پر مجبور کردیا تھا۔۔
سالار کی پشت اب اسکی طرف تھی اور وہ جبریل کو لپٹائے چومے جارہا تھا

گھر مکمل طور پر جل گیا تھا نقصان کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔مگر یہ ورلڈ بنک کی طرف سے فراہم کردہ رہائش گاہ تھی۔سالار کنشاسا پہنچنے کے اگلے ہی دن اس گھر کو دیکھنے آیا تھا۔لوٹ مار کے بعد اب وہاں جو بچا تھا وہ ملبہ اور راکھ تھی۔۔۔وہ پھر بھی خوش نصیبوں میں تھا کیونکہ اس ملبے میں

اسکے کسی پیارے کی ہڈیاں نہیں تھی۔۔گھر کو لگنے والی آگ میں وہ چھوٹی موٹی ساری جیولری سیونگ سرٹیفکیٹس اور اسکے بچوں کی انشورنس کے پیپرز راکھ ہوئے تھے یا لوٹ لیئے گئے تھے۔۔لیکن اس چھوٹی موٹی جیولری کی قیمت بھی چالیس لاکھ سے کم نہیں تھی۔۔اس گھر میں اور بھی بہت کچھ چلاگیا تھا جسکا امامہ کو صدمہ تھا لیکن سالار کو نہیں۔۔۔اسکے لیئے یی کافی تھا کہ اسکا خاندان سلامت تھا۔۔

وہ ایمبیسی سے ایک فائیو سٹار ہوٹل میں منتقل ہوگئے تھے۔۔

میں چاہتا ہوں جب ڈاکٹر حمین کو سفر کے قابل قرار دیں تو تم بچوں کو لیکر پاکستان چلی جاوٗ۔

سالار نے ایک رات امامہ سے کہا تھا۔۔۔

کیوں۔۔۔وہ ناخوش ہوئی تھی۔

کیونکہ جو کانگو میں ہوچکا ہے میں اب تم لوگوں کے لیئے کوئی رسک نہین لے سکتا۔

کانگو اتنا غیر محفوظ ہے تو تم یہاں کیوں رہنا چاہتے ہو۔۔۔تم بھی واپس چلا امامہ نے جواباً کہا تھا۔۔

سالار گہرا سانس لیکر رہ گیا۔۔۔میں فی الحال نہیں جاسکتا۔

فی الحال؟؟؟ امامہ نے جواباً پوچھا

اگلے پانچ سال۔۔۔

ہرگز نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

امامہ نے کافی کا کپ رکھ دیا۔

تمہاری ضد مجھے کمزور کردے گی تم اور بچے یہاں رہینگے تو میں بہت پریشان رہوں گا۔۔اپنے کام پر دھیان نہیں دے پاؤں گا. تم لوگ محفوظ۔۔۔۔۔۔۔۔۔امامہ نے اسکی بات کاٹ دی۔

تمہیں لگتا ہے تم یہاں کانگو میں بیٹھے ہوگے تو میں اور بچے پاکستان میں عیش کرینگے؟؟ تم اپنے سکون کے لیئے مجھے بے سکون کرنا چاہتے ہو. میں نہیں جاؤں گی سالار۔۔۔مجھے وہی رہنا ہے جہاں تم رہوگے۔اگر یہاں خطرہ آئے تو پھر سب کے لیئے آئے اور اگر تحفظ ہو تو بھی سب کے لیئے۔۔۔

وہ اسکی شکل دیکھ کر رہ گیا۔وہ جانتا تھا وہ اس ضد سے نہیں ہٹے گی۔

تم کچھ کرنا چاہ رہے ہو جسے مجھ سے چھپا رہے ہو لیکن تم چھپا نہیں سکو گے میں جان جاؤں گی تم نہ بھی بتاؤ۔وہ اب شکی بیویوں کی طرح اسے کرید رہی تھی۔۔۔

کچھ نہیں۔۔۔مجھے کیا کرنا ہے۔۔جنگلوں میں مارا مارا پھر رہا ہوں ایباکا کے ساتھیوں سے ملنے اور مذاکرات کرنے۔۔۔سالار نے بات ٹالنے کی کوشش کرتے ہوئے ہنس کر کہا۔۔

ایک مہینے تک پھر بھی پاکستان چلیں گے۔

تم چلو گے؟ امامہ نے بیچ میں ہی اسکی بات کاٹ دی۔

ہاں چلوں گا یار اب اتنی بھی بے اعتباری ٹھیک نہیں۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس نے جیسے برا مانتے ہوئے کافی کا گھونٹ لیکر کپ رکھ دیا۔

کانگو کے عوام کے لیئے سالار کا چہرہ استحصالی سامراج کا چہرہ نہیں تھا بلکہ وہ انکے لیئے ایباکا کا قریبی اور قابل اعتماد ساتھی کا چہرہ تھا۔ایباکا کے خاندان نے اسکی موت کے بعد کسی بھی غیر ملکی ادارے یا حکومت کے نمائندوں سے ملنے سے انکار کردیا تھا لیکن سالار کی ملاقات کی درخواست کو اس نے رد نہیں کیا وہ اس سے بڑی خوشدلی سے ملے۔۔سالار نے ایباکا کی آخری ای میل اسے دی تھی جو اس نے سالار کو کی تھی۔۔اس ای میل کا پرنٹ آوٹ اگلے دن بڑے بڑے مقامی اخبارات میں شائع ہوا۔

افریقہ اب پیٹرس ایباکا کی جسد خاکی کے استقبال اور تدفین کی تیاریاں کر رہا تھا۔امریکہ حکومت ابتدائی طور پر میت کو واپس نہیں بھیجنا چاہتی تھی کیونکہ انہیں خدشہ تھا پیٹرا ایباکا کی تدفین کے لیئے اکٹھا ہونے والا لاکھوں کا مجمع ایک بار پھر سے کانگو میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کرسکتا ہے۔مگر یہ سالار سکندر کیساتھ ہونے والی ملاقات میں ایباکا کی فیملی کا دباؤ اور اصرار تھا کہ وہ ایباکا کی میت کی واپسی ممکن بنائے اور وہ اس بات کی گارنٹی دینے پر تیار تھے کہ ایباکا کی تدفین پرامن ہوگی۔۔سالار نے ورلڈ بنک کی انتظامیہ کے ذریعے امریکی حکومت کو یہ بات باور کرا کہ ایباکا کی لاش کی باعزت واپسی کانگو کے عوام کے دلوں میں اس غصے کو ختم کرنے میں معاون ہوگی۔۔امریکی حکومت دو ہفتے بعد اسکی میت بھیجنے پر تیار ہوگئی تھی۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ورلڈ بنک کی انتظامیہ نے سالار کو ایباکا کی آخری رسومات میں شریک ہونے سے روکا تھا جس کے لیئے اسے ایباکا کی فیملی نے مدعو کیا تھا اور سالار نے اس دعوت نامے کو قبول کرلیا تھا۔۔

امامہ بھی اس فیصلے سے ناخوش اور خوفزدہ تھی اور اسے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی۔۔سالار اسکی منت سماجت کے دوران ائیر پورٹ جانے سے پہلے دو نفل پڑھنے کے لیئے کھڑا ہو گیا تھا۔۔وہ بے بسی سے بچوں کو لیئے بیٹھ گئی۔۔۔

اگر مجھے کچھ ہوگیا تو تم بچوں کو لیکر فوری پاکستان چلی جانا اس انتظار میں مت بیٹھی رہنا کہ میری ڈیڈ باڈی مل جائے۔۔۔

اس نے نفل پڑھنے کے بعد اس سے پہلا جملہ یہی کہا۔

امامہ کے دل پر چوٹ پڑی۔۔تم بڑے بے رحم ہو۔۔اس نے آنکھیں رگڑتے ہوئے کہا۔

تم سے کم۔۔۔۔سالار نے ہنستے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگایا۔۔

جبریل باپ کے ساتھ ہی دروازے تک آیا۔۔دروازے سے نکلتے ہوئے اس نے امامہ کو خدا حافظ کہا تو اس نے اسکا بازو پکڑ لیا۔۔۔

تم واپس آجاؤ گے نا؟؟ وہ برستی آنکھوں سے منت بھرے انداز میں کہہ رہی تھی۔

اس نے امامہ سے نظریں ملائے بغیر اسکا ہاتھ نرمی سے ہٹا کر چوما۔۔انشاءاللہ۔۔۔پھر جھک کر اپنی ٹانگ سے چپکے جبریل کو اٹھاتے ہوئے اسکا منہ چوما۔۔اور کہا اپنی ممی اور بہن کا خیال رکھنا۔

I always do baba

بابا میں ہمیشہ ہی رکھتا ہوں۔۔۔جبریل نے اسے یقین دلایا۔۔

سالار نے ایک بار پھر اسکا منہ چوما۔۔۔آئی ایم پراؤڈ آف یو۔۔سالار نے اسے گود سے اتار دیا اور سب کو خدا حافظ کہا۔۔دروازے میں برستی آنکھوں کیساتھ کھڑی امامہ کو دیکھے بغیر۔۔

----------**********-------

لاکھوں لوگوں کے ہجوم میں سالار نے ایئر پورٹ پر ایاباکا کی میت وصول کی۔کوئ ہتھیاروں سے مسلح اس قبائلی ہجوم میں جانے کا رسک نہیں لینا چاہتا تھا جنکو جان لینے اور دینے کے علاوہ کچھ نہیں آتا تھا۔۔

وہ وہاں نہتا تھا۔اور تن تنہا اسی دلیری سے اپنے ساتھ ایک بھی گارڈ لیئے بغیر اندر چلاگیا تھا۔۔

دنیا میں کروڑوں ٹی وی اسکرینز پر لائیو نشر ہونے والا وہ ایونٹ لاکھوں کے اس ہجوم میں صرف ایک شخص کو فوکس کیئے ہوئے تھا۔۔اور بار بار۔۔وہ اس مجمع کے سامنے بیٹھا تھا جس میں سے کوئ بھی اس پر گولی چلاتا تو یہ بھی پہچانا نہیں جاسکتا تھا کہ وہ کہاں تھا اور کون تھا۔۔

اگر وہ مجمع اس پر چڑھ دوڑتا تو اللہ کے سوا کوئ نہیں تھا۔جو اس مجمع کے ہاتھوں اسکی بوٹیوں کے بھی ٹکڑے ہونے سے روک سکتا۔اور یہ احساس سالار کو اسٹیج پر بیٹھے ان لاکھوں لوگوں کے سامنے ہورہا تھا۔اس کے دل پر لاکھوں لوگوں کی ہیبت طاری ہورہی تھی۔اور اسکی زبان پر قرآنی آیات کا ورد تھا۔

امریکہ میں سی آئی اے اور ورلڈ بنک کے ہیڈکوارٹرز میں اسکرین پر نظر آنے والا وہ شخص ان سب کو اپنی ہیبت میں لے رہا تھا۔۔۔جنکا ڈنکا پوری دنیا میں بجتا تھا۔۔دلیری ہو تو ایسی۔۔۔جرات ہو تو ایسی۔۔

وہ گنگ تھے۔۔۔دم بخود اور مرعوب۔۔۔۔

وہ شخص اب پیٹرس ایباکا کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیئے نشست سے اپنا نام پکارے جانے پر اٹھ رہا تھا۔۔۔لاکھوں لوگوں کا مجمع اسکے لیئے تالیاں بجا کر داد تحسین دے رہے تھے۔وہ اس وقت پوری دنیا کے کیمروں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ سٹیج کے بلکل اوپر کافی بلندی پر ایک بلیک ہاک ہیلی کاپٹر میں سی آئی اے کے کچھ کمانڈوز اس مجمع کو ٹی وی سکوپس سے مانیٹر کر رہے تھے۔۔چند اور بلیک ہاکس آس پاس کی عمارتوں کو۔۔۔۔وہ سالار سکندر کی حفاظت اور زندگی کے لیئے اس وقت اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتے تھے۔سالار سکندر روسٹرم کے پیچھے پہنچ چکا تھا۔۔۔مجمع کو سانپ سونگھ گیا۔۔تھا۔۔۔اب وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے بعد قرآنی آیات کی تلاوت کر رہا تھا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com
****

وہ ٹی وی آن نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن اسے بے چینی کے باعث بند کر کے بھی نہیں بیٹھ سکتی تھی۔۔۔وہ سرد اور بے حس و حرکت وجود کیساتھ بت بنی اس شخص کو ٹی وی پر دیکھ رہی تھی۔۔اگر اس کے وجود میں کہی حرکت تھی تو وہ اسکے دل کی دھڑکن تھی۔سالار سکندر نے زندگی میں بہت ساری تقریریں کی تھی لیکن ان میں سے کوئی تقریر لاکھوں کے ایسے مجمع کے

سامنے نہیں۔۔جس سے وہ انسانی ہمدردی کے علاوہ کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا۔وہ مقامی زبان میں ان سے بات کر رہا تھا اور وہ ترجمہ ہوکر اسکے ساتھ سکرین پر آرہا تھا۔نہ امامہ کو اندازہ تھا اور نہ سالار سکندر کو کہ وہ آج افریقہ کے اس سیاہ فام مجمعے کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا آخری خطبہ دہرائے گا۔اس نے ہمیشہ کی طرح بسم اللہ سے تقریر کا آغاز کیا پھر قرآنی آیات سنائی کہ عزت اور ذلت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اسکے بعد اس نے سر اٹھا کر مجمع کو دیکھا۔۔ایک لمحے کے لیئے وہ بھول گیا کہ اسے کیا کہنا تھا۔۔اس نے دوبارہ روسٹرم پر رکھے اس کاغذ پر نظر دوڑائی جس پر اس نے تقریر کے نکات لکھے تھے۔۔وہ ہمیشہ صرف نکات لکھ کر ہی تقریر کیا کرتا تھا۔۔اسے اپنی یاداشت اور علم پر ایسا ہی اندھا یقین تھا۔اور اب وہ بلکل خالی ذہن کیساتھ ہونقوں کی طرح اس مجمع کو دیکھ رہا تھاجو اسکے اگلے الفاظ کے منتظر تھے اسکے پچھلے الفاظ انکے سر سے گزرے تھے۔افریقہ کے وہ قبائل جو اس وقت وہاں اکھٹے تھے وہ آج بھی اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے نہ ہی اللہ کے وجود کو مانتے اور پہچانتے تھے۔یہی وہ لمحہ تھا جب اسے آخری خطبہ یاد آیا تھا۔۔میں ایک ایسی تنظیم کا حصہ ہوں جنہوں نے ماضی میں اس خطے اور آپ لوگوں کیساتھ بہت زیادتیاں کی ہیں آپ لوگوں کو کمتر سمجھا گیا۔آپ لوگوں کے حقوق چھینے گئے اور آپ لوگوں کے وسائل پر ناجائز قبضہ کیا گیا۔۔میں ان سب کے لیئے آپ سے معذرت خواہ ہوں کیونکہ میں ایک ایسے مذہب کا ماننے والا ہوں جو یہ سب گناہ قرار دیتا ہے میں ایک ایسے مذہب کا ماننے والا ہوں جسکے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امانتوں میں خیانت سے منع کرتے تھے وہ اپنے بھائی کے لیئے بھی وہی پسند کرنے کی تلقین کرتے تھے جو اپنے لیئے۔۔۔۔جنہوں نے بتایا کہ کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی برتری

نہیں۔وہ انسانی مساوات کی بات کرتے تھے۔ذات پات رنگ و نسل کو نہیں مانتے تھے۔سالار سکندر حافظ تھا، مبلغ نہیں تھا، مقرر تھا مفسر نہیں تھا۔۔زندگی میں کبھی اس نے اپنے پروفیشن میں مذہب کو لانے کی کوشش نہیں کی تھی وہ آج بھی اسی نیت سے وہاں آیا تھا پر اس وقت جو زبان سے نکل رہا تھا وہ دل کی آواز تھی جو دلوں تک جارہی تھی۔۔

افریقہ میں غیر انسانی حالات میں رہنے والا وہ سیاہ فام مجمع اسکی باتیں سن رہا تھا اور اب پہلی بار ساکت و صامت خاموشی کے ساتھ سن رہا تھا۔۔اور اس خاموشی کو ایک بے اختیار داد و تحسین نے توڑا تھا یہ داد سالار سکندر کے جملے پر نہیں ملی تھی یہ داد خاتم النبیین کے آخری خطبے کے ایک بنیادی فلسفے کو ملی تھی۔آج چودہ سو سال بعد بھی وہ پیغام دلوں کو تسخیر کر رہا تھا ان پر مرہم۔بھی رکھ رہا تھا۔اس لیئے کہ وہ پیغام انسانیت کے لیئے تھا۔ہیڈکوارٹرز میں بیٹھے لوگ اب بھی گنگ تھے۔لاکھوں کا وہ مجمع اس آدمی کو اپنے رعب میں نہیں لے پا رہا تھا لیکن اسکی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ اس لاکھوں کے مجمعے کو جیسے اسکی مٹھی میں لے آئے تھے۔۔سالار نے وہ اسم اعظم پڑھتے ہوئے افریقہ کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا تھا جو چودہ سو سال پہلے بھیجا گیا تھا۔

امامہ بھی دم بخود تھی۔وہ شخص کس جگہ کھڑا کیا دہرا رہا تھا۔۔۔

یہ لوگ بابا کے لیئے تالیاں کیوں بجا رہے ہیں؟؟ وہ جبریل کے سوال پر جیسے چونک پڑی۔امامہ اسکا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔تالیوں کی گونج اب تھم رہی تھی۔وہ بہت دیر تک بجتی رہی تھی۔اتنی دیر تک کہ سالار کو یاد آگیا تھا کہ اسے آج وہاں کیا کہنا تھا۔لیکن اب اپنے بھولے ہوئے الفاظ یاد آنے پر اتنی خوشی نہیں ہوئی۔۔۔تاثیر اس میں تھی جو بھول کر یاد آیا تھا۔۔۔

میں افریقہ میں اپنے مذہب کے انہی اصولوں اور اسی سوچ کیساتھ کام کرنے آیا ہوں اور میں آپ لوگوں سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مجھے یہ احساس ہوا کہ میں ان اصولوں پر آپ لوگوں کی فلاح کے لیئے کام نہیں کرسکتا تو میں یہاں سے چلاجاؤں گا۔لیکن میں ان طاقتوں کے ہاتھ مضبوط نہیں کرونگا جنکے خلاف پیٹرس ایباکا نے جنگ کی اور جن سے لڑتے ہوئے اس نے جان دی۔لیکن ایباکا نے اپنی جان اس لیئے قربان نہیں کی کہ وہ اپنے لوگوں کو بدترین حالت میں جیتا دیکھے وہ اپنے لوگوں کے لیئے خواب دیکھتا تھا۔۔ایک اچھی زندگی کا خواب۔۔۔۔سالار سکندر اب انہیں ایباکا کی آخری ای میل سنا رہا تھا۔

لاکھوں کا وہ مجمع جو ناقابل تسخیر پہاڑ لگ رہا تھا اب تسخیر ہوچکا تھا۔وہ سالار کے الفاظ پر رو رہا تھا۔۔تالیاں بجا رہا تھا۔اسکے الفاظ پر نعرے لگا رہا تھا۔

سالار اپنی تقریر ختم کرکے روسٹرم سے ہٹ چکا تھا۔واپس اپنی نشست کی طرف جاتے ہوئے لاکھوں کا وہ مجمع سالار سکندر کا نام پکار رہا تھا۔آنسو صرف اس مجمع کی آنکھوں سے نہیں بلکہ امامہ کی آنکھوں سے بھی روانہ ہوچکے تھے۔وہ مجمع سالار کو اپنا نجات دہندہ کے طور پر دیکھتے ہوئے رو رہا تھا اور امامہ اس نجات دہندہ کی جان ایک بار پھر بچ جانے پر۔۔۔۔

آپ کیوں رو رہی ہیں ممی۔۔جبریل نے کچھ پریشان ہوکر ماں کو دیکھا۔امامہ نے کچھ بھی کہے بغیر اسے خود سے لپٹا لیا تھا۔

تمہیں پتا ہے تمہارے اندر خودکشی کرنے کی خواہش آج بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح سترہ سال پہلے تھی۔سالار سکندر نے لیپ ٹاپ پر آخری ای میل کا جواب دیتے ہوئے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے امامہ کی آخری پھٹکار سنی۔۔۔وہ اب اپنا کام نمٹا چکا تو امامہ کی طرف متوجہ ہوا۔وہ پریشان تھی اسے اندازہ تھا۔جو کچھ آج ہوا تھا اسکے بعد اسکے ذہنی تناؤ کا اندازہ لگا سکتا تھا۔

تم ٹھیک کہتی ہو۔۔۔سالار نے لیپ ٹاپ بند کر کے بیڈ کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

تمہیں پتا ہے مجھے تمہاری کیوں ضرورت ہے اور میں کیوں فکرمند رہتی ہوں تمہارے لیئے۔۔؟؟

وہ اسکے اعتراف پر برہم ہوئی تھی۔کیونکہ بچے پریشان ہوجاتے ہیں۔تم کوئی سپرمین نہیں ہو جو وہ تمہارے کمالات دیکھ کر تالیاں بجائیں گے۔تمہیں کچھ ہو گا تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ بات کرتے کرتے روہانسی ہوگئی۔بات مکمل نہ کر سکی۔وہ گہری خاموشی کیساتھ اسکی بات سنتا رہا۔پھر اس نے سر اٹھا کر امامہ کو دیکھا جو اسکے بلمقابل کھڑی تھی اور وہ بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔۔

تم ٹھیک کہتی ہو۔جواب پہلے سے مدھم آواز میں آیا تھا۔۔وہ اور برہم ہوئی۔

میں مذاق نہیں کر رہی۔۔اسے لگا جیسے ہمیشہ کی طرح وہ اسے زچ کر رہا۔

اب اگر ایک بار پھر تم نے یہ جملہ دہرایا تو میں اس کمرے سے چلی جاؤں گی تمہیں میری ہر بات احمقانہ لگ رہی ہے۔

یو آر رائٹ۔۔۔وہ اس بار زچ ہو کر جھلاتے ہوئے ہنس پڑی تھی۔پھر اسکے پاس بستر پر بیٹھ گئی۔۔۔

آخری خطبہ سنا رہے تھے آج تو سارا سناتے ادھوری بات کیوں کی۔۔وہ اب اس پر طنز کر رہی تھی۔

ہمت نہیں پڑی۔۔۔اسی لیئے تو کہتا ہوں تم جو بھی کہتی رہی ہو ٹھیک کہتی رہی ہو کل بھی اور آج بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

امامہ اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔

پیٹرس ایباکا اپنی زندگی کے آخری لمحے تک امن کے لیئے لڑا۔وہ نیویارک کی ایک سڑک پر اپنی جان بچانے کے لیئے لڑتا رہا انہی طاقتوں کے ہرکاروں کیساتھ جنکے ساتھ تم کھڑے ہواور جنکے ساتھ ملکر تم افریقہ کی تقدیر بدلنا چاہتے ہو۔۔۔اس مے سالار کو وہ آئینہ دکھایا جو صرف اسے امامہ ہاشم ہی دکھا سکتی تھی تم سمجھتے ہو وہ تمہیں یہ سب کرنے دینگے؟؟؟

تم سمجھتی ہو میں یہ سب کرنا چاہتا ہوں؟؟ اس نے جواباً اسی انداز میں پوچھا۔۔وہ بول نہیں سکی۔۔۔پھر امامہ نے پوچھا۔۔۔

پھر تم کیا کرنا چاہتے ہو۔

میں پہلا اسلامی مالیاتی نظام بنانا چاہتاہوں جو سود سے پاک ہو لیکن پوری دنیا کے لیئے ہو باضابطہ قابل عمل اور جو اسکی جگہ لینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔جواب اتنا غیر متوقع تھا کہ وہ حیرانی سے سالار سکندر کا چہرہ دیکھ کر رہ گئ۔

تمہیں لگتا ہے میں نہیں کرپاؤں گا؟؟؟ بہت دیر تک ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اس خاموشی کو سالار نے توڑا تھا۔

یہ کام دنیا میں اگر کوئ کرسکتا ہے تو وہ صرف تم کر سکتے ہو سالار۔

اس بار گنگ ہونے کی باری سالار کی تھی۔یہ جواب نہیں وہ اعتماد تھا جسکی اسے ضرورت تھی۔اسکا خون بڑھا۔۔اور سیروں کے حساب سے بڑھا تھا۔

تھینک یو۔۔۔امامہ کی طرف دیکھے بغیر سر جھکائے سالار نے اپنا تشکر اس تک پہنچا دیا۔شکریہ کی ضرورت سمجھ میں نہیں آئ تھی لیکن وہ اسکا چہرہ دیکھتی رہی یوں جیسے وہ منتظر تھی کہ وہ کچھ کہے۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تمہیں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔۔۔بلآخر سالار نے کہا۔وہ ہنس پڑی یوں جیسے اس نے کوئ عجیب بات کردی ہو۔۔۔

تم مشکلات کی بات مجھ سے کر رہے ہو سالار؟ زندگی میں بڑے برے دن گزارے ہیں میں نے اس نے ایک گہرا سانس لیا۔۔۔۔

لیکن وہ برے دن میری وجہ سے نہیں آئے تھے اب شاید میری وجہ سے بھی آئے۔سب سے مشکل چیز یہی ہے میرے لیئے میں جو کرنے جارہا ہوں اسکے اثرات تم تک اور بچوں تک آئیں گے۔واحد کمزور کرنے والی شے یہی ہے مجھے۔۔

تم یہ مت سوچو۔۔جو کرنا چاہتے ہو وہ کرو باقی دیکھا جائے گا۔۔۔۔زندگی اس سے بدتر تو بحر حال نہیں ہوگی جیسی میں گزار آئی ہوں۔۔۔

امامہ کو اس وقت یہ بات کرتے ہوئے اندازہ نہیں تھا کہ جن مشکلات سے سالار خوفزدہ تھا وہ یہ مشکلات نہیں تھی جو وہ سوچ رہی تھی۔۔۔وہ صرف مالی مسائل کے حوالے سے اسے متنبہ کر رہا تھا۔

میں سونے کا چمچہ منہ میں لیکر پیدا ہوئی تھی بچپن سے دنیا کی ہر نعمت ملی پھر ایک اور وقت آیا جب اپنی بنیادی ضروریات بھی پوری نہیں کر سکتی تھی دوسروں کے سر پر محتاجی کی زندگی گزانی پڑی۔نوکری کرنا پڑی۔وہ وقت بھی گزر گیا پھر تمہارے ساتھ گزرے پچھلے ساتھ سال میں دنیا کی ہر نعمت و آسائش ملی۔پہلے سے بڑھ کر اور بہتر۔۔۔۔لیکن میں یہ کبھی نہیں بھولی یہ وقت بھی گزر جائے گا۔چیزوں کی اہمیت نہیں ہوتی انسان کا کوئی نعم البدل نہیں۔۔۔تو جب تک بچے اور تم میرے پاس ہو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس نے سالار کو دیکھا وہ خاموشی سے اسکی بات سن رہا تھا وہ اسے ہولانا نہیں چاہتا تھا یہ کہہ کر کے بچے اور وہ بھی کبھی اس سے چھن سکتے تھے۔جیسے پہلے چھین لیئے گئے تھے۔اور ہر آزمائش مال پر شروع ہوکر مال پر ختم نہیں ہوتی۔

پہلی بار سالار کی نظر امامہ کے ہاتھ میں پہنی انگوٹھی پر پڑی تھی۔جو اس نے اسے شادی کے تحفے کے طور پر دی تھی۔وہ بے حد حیرانی کے عالم میں اسے دیکھتے ہوئے کچھ بولنا بھی بھول گیا۔اسکا خیال تھا کہ یہ انگوٹھی بھی اس گھر میں موجود لاکر میں پڑے دوسرے زیورات کیساتھ جل گئ ہوگی اس جگمگاتی بیش قیمت انگوٹھی کو اب اسکی مخروطی انگلی میں سجا دیکھ کر اسے ایک عجیب سی خوشی ہوئ تھی۔ناقابل بیان خوشی۔اس نے امامہ کا ہاتھ تھام لیا۔

یہ کہاں سے آئ؟؟ گفتگو کا موضوع عجیب انداز میں بدلا تھا۔۔۔امامہ ہنسی اور اس نے ہتھیلی پر ہی اپنا ہاتھ پھیلا دیا تھا۔اسے سالار کی خوشی اور کیفیت کا اندازہ تو نہیں ہوا لیکن خود وہ اس انگوٹھی کو دیکھ کر کھل سی گئ۔اس کیساتھ اسکی جذباتی وابستگی تھی۔وہ دیر سے ملا تھا لیکن منہ دکھائ کا تحفہ تھا۔اور اسکے ہاتھ میں جب وہ پہنی ہوتی تھی اسکی خوبصورتی دیکھنے والوں کو مبہوت کردیتی تھی اتنا تو. امامہ جانتی تھی لیکن اسکی قیمت کا اندازہ اسے آج بھی نہیں تھا۔۔سالار نے اس کے ایر رنگز اور چین کو نوٹس نہیں کیا اور وہ انگوٹھی پہ اٹک گیا تھا بس۔۔

تم نے میرے ایر رنگز اور چین نہیں دیکھی؟؟ وہ اسے اب دونوں چیزیں ہاتھ سے چھوتے ہوئے دکھا رہی تھی کسی بچے کی طرح خوشی اور جوش سے۔۔۔سالار نے مسکراتے ہوئے ان چیزوں کو دیکھا اور پھر امامہ کے یکدم سب بھول بھال کر جگمگا اٹھنے والے چہرے پر نظر ڈالی تینوں چیزوں کو

دیکھتے ہوئے اسے یاد آیا تھا۔۔وہ چین ڈاکٹر سبط علی کی دی ہوئی تھی اور ایر رنگز امامہ کو شادی کے تحائف میں اسکے ساس سسر نے دی تھی اور وہ انگوٹھی اس نے سکندر عثمان کی طرف سے ملنے والی جائداد میں سے ایک پلاٹ کو بیچ کر خریدی گئی۔ان تینوں میں سے کوئی چیز سود اور حرام کے پیسے سے نہیں خریدی گئی تھی۔اور وہ زیور واپس آگیا تھا۔۔

تم کیا سوچ رہے ہو؟؟ امامہ نے اسے مخاطب کیا۔

کچھ نہیں ایسے ہی اک خیال آیا تھا۔۔سالار گہرا سانس لیکر بات ٹال گیا تھا۔

اس انگوٹھی کی قیمت کیا ہے؟ پتا نہیں امامہ کو ایک دم سے اسکی قیمت کا خیال کیسے آگیا۔

یہ انمول ہے۔کیونکہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔۔۔سالار نے اسکا ہاتھ چوما اور وہی جواب دیا جو اس انگوٹھی کے پہناتے وقت دیا تھا۔۔وہ ہمیشہ کی طرح سرشار ہوئی تھی۔یہ بہت دفعہ پیش کیا جانے والا خراج تحسین تھا جو ہر بار نیا لگتا تھا کیونکہ ہمیشہ اچھا لگتا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

پیکنگ مکمل ہوگئی؟؟ سالار نے موضوع بدل دیا۔

ہاں۔۔مکمل ہوگئی۔امامہ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔وہ تین دن بعد پاکستان جارہے تھے۔

تم کتنے دن ٹھہرو گے وہاں؟ امامہ نے پوچھا۔

ایک ہفتہ۔۔۔سالار نے لیٹے لیٹے جواب دیا۔۔

کیوں؟؟ تم ہمارے ساتھ وہاں زیادہ دن کیوں نہیں ٹھہرو گے۔۔۔امامہ کو اعتراض ہوا۔

ایک ہفتہ بھی زیادہ ہے میرے لیئے۔کام کا ڈھیر ہے یہاں اور مجھے تمہارے واپس آنے سے پہلے گھر کا بندوبست بھی کرنا ہے۔۔

میں بھی تمہارے ساتھ ہی ایک ہفتہ بعد واپس آجاؤں گی۔امامہ نے کہا۔

نہیں تم اب ایک ماہ بعد ہی آؤ تمہیں آرام کی ضرورت ہے وہاں گھر کا ماحول تبدیل ہو گا تو بہت اچھا محسوس کروگی۔یہاں بچوں کیساتھ بہت پریشانی ہوتی ہے تمہیں۔۔سالار نے اسے کہا۔

مجھے بچوں سے زیادہ تمہاری پریشانی ہوتی ہے۔وہ ایک بار پھر وارڈروب کے سامنے کھڑی تھی۔سالار نے لیٹے لیٹے اسے دیکھا۔وہ وارڈروب سے ٹیک لگائے اسے دیکھ رہی تھی۔اور اسکے انداز میں کچھ تھا جس نے سالار کو چونکا دیا۔

میری کیا پریشانی؟ اس نے پوچھا تھا۔

پتا نہیں۔۔بس مجھے ڈر لگتا ہے۔اس نے آدھی بات کر کے وارڈروب دوبارہ کھولی۔

کس چیز سے ڈر لگتا ہے۔۔سالار نے پوچھا۔امامہ نے ویسے ہی کھڑے کھڑے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔۔کس چیز سے ڈر لگتا ہو گا مجھے؟ وہ جیسے کسی سائکاٹرسٹ سے اپنے مسلے کا حل پوچھ رہی تھی۔۔

میری موت سے؟؟ اوت وہ سائکاٹرسٹ بے حد بے رحم تھا۔

امامہ ہل نہ سکی۔اس نے جیسے نشتر اسکے جسم میں موجود ناسور پر سیدھا ہی مار دیا تھا۔

ایسے کیوں دیکھ رہی ہو۔۔سالار اسکی نظروں سے الجھا تھا۔۔

تم بہت بے رحم ہو۔۔اور ہمیشہ سے ہو۔۔

تم نے سوال کیا تھا مجھ سے میں نے اندازہ لگایا۔ صحیح اندازہ لگایا کیا؟ وہ جیسے داد چاہتا تھا۔

اب تمہیں پتا چلا میں تم سے کیوں کہتی ہوں کہ تمہارے اندر آج بھی موت کشش رکھتی ہے۔وہ جو کہنا چاہ رہی تھی وہ کہہ نہ سکی اور جو کہہ دیا اسکے غلط ہونے کا اندازہ ہو گیا اسے۔۔۔

موت سے کون فیسی نیٹ ہوتا ہے امامہ۔۔۔کوئی پاگل ہو گا جو ایسے سوچے گا۔اور ایک وقت میں میں پاگل تھا اب نہیں ہوں۔۔۔۔وہ عجیب انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔

اب بھی ہو۔۔۔امامہ کہے بنا نہ رہ سکی۔۔وہ ہنسا تھا یوں جیسے اسکے جملے سے محظوظ ہوا ہو۔۔۔

تم ہمیشہ ٹھیک کہتی ہو۔

اس کی ہنسی نے امامہ کو کم تپایا اور اسکے جملے نے زیادہ۔۔۔وہ وارڈروب کو پوری قوت سے بند کرتی ہوئی واشروم میں گھس گئی۔۔اسے پتا تھا وہ اب اسے زچ کریگا اور کرتا ہی جائے گا۔۔۔یہ اسکا ذہنی تھکن اتارنے کا ایک طریقہ تھا۔۔اسے زچ کرنا۔

------------*************-----

السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ آپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، ارٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو

ابھی ای میل کریں۔

samiyach02@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Fb/Page/Social Media Writers .Official

Fb/Pg/Kitab Nagri

samiyach02@gmail.com

کانگو بحران اور اس سے پہلے ہونے والے واقعات سی آئی اے کے لیئے سالار سکندر کو اس لسٹ میں ڈالنے کا باعث بنا تھا جن پر باقاعدہ نظر رکھی جاتی تھی۔وہ افریقہ میں اب انکا سب سے اہم کارندہ تھا۔انکے لیئے کام کر رہا تھا لیکن انکا ساتھی نہیں تھا۔اس نے کانگو اور افریقہ میں ایک بے حد نازک صورت حال میں ان سب کو ایک شرمناک صورت حال سے نکالا تھا۔اسکی تقریر میں اپنےہی ادارے اور سامراجی قوتوں پر کی جانے والی تنقید کسی کو بری نہیں لگی۔اگر صورت حال کنٹرول میں آجاتی تو وہ اس سے زیادہ گالیاں کھانے پر تیار تھے لیکن اگر کوئ چیز سالار سکندر کی تقریر میں انہیں قابل اعتراض لگی وہ اپنے مذہب اور پیغمبر کا حوالہ تھا۔وہ افریقہ میں بے شک انکے لیئے اہم تھا لیکن کوئ اہم ترین شخص بھی اسلامی سوچ کے پرچار کے لیئے ورلڈ بنک کا عہدہ استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

سی آئی اے کو سالار سکندر کو مانیٹر کرتے ہوئے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ کسی اسلامی مالیاتی نظام کو قائم کرنے کا سوچ رہا ہے جو سود سے پاک ہو۔۔۔انکے لیئے یہ پریشان کن بات نہیں تھی وہ اسکو ایک خیالی پلاؤ سے زیادہ

اہمیت دینے پر تیار نہیں تھے۔اگر کوئی بات پریشان کن تھی تو وہ سالار کا یکدم سامنے آنے والا مذہبی شخص تھا۔جو انکے نزدیک افریقہ جیسی حساس جگہ پر انکے لیئے پریشانیاں کھڑی کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔۔۔اسے ہر جگہ مانیٹر کیا جانے لگا۔۔۔اور پہلی غیر معمولی سرگرمی جو سی آئی اے نے ریکارڈ کی تھی وہ ایباکا کی تدفین کے تین ہفتے بعد مسقط میں سالار سکندر کی سمندر میں ایک لانچ پر پانچ لوگوں سے ایک ملاقات تھی۔جس میں سے ایک مسقط کی رائل فیملی سے تھا۔سالار سمیت وہ پانچوں پرانے شناسا اور دوست تھے ایک ہی یونیورسٹی سے فارغ التحصیل تھے ۔۔وہ اپنی اپنی فیلڈ کے نامور لوگ تھے وہ سب دنیا کے انڈر فورٹی گلوبل لیڈرز کی فہرست میں شامل تھے جن کے بارے میں پیش گوئی تھی کہ وہ دس سال بعد دنیا کے ممتاز ترین لیڈرز میں سے ہونگے۔۔۔ان میں سے کوئی بات سی آئی اے کے لیئے پریشان کن نہیں تھی سوائے اس آخری مماثلت کے۔۔۔سالار سمیت وہ پانچ کے پانچ افراد مسلمان تھے باعمل اور حافظ قرآن تھے۔۔۔

----------+++++-+----------

وہ پاکستان میں امامہ کے قیام کا تیسرا ہفتہ تھا۔۔وہ شروع کے دو ہفتے لاہور میں ڈاکٹر سبط علی اور سعیدہ اماں کے پاس گزار کر اب باقی دو ہفتے اسلام آباد رہنے آئی تھی۔۔

وہاں انکی آمد کا دوسرا دن تھا جب سالار نے اسے امریکہ میں کسی پرانے دوست کے بارے میں بتایا تھا جو اب اپنی فیملی کے ساتھ پاکستان میں مقیم تھا اور سالار سے ملنا چاہتا تھا۔اسے مبارکباد دینے۔۔۔

کئ سالوں بعد سعد اپنی فیملی کیساتھ سالار سے ملنے اسکے گھر آیا تھا وہ مکمل طور پر باریش تھا اسکی داڑھی سفید ہوچکی تھی جسکو اس نے رنگا نہیں تھا وہ بے حد مہنگے برانڈڈ شلوار قمیص میں ملبوس تھا لیکن شلوار ٹخنوں سے اوپر تھی۔اسکے ساتھ نقاب لیئے ہوئے اسکی بیوی ایک آٹھ سالہ بچہ اور دو بچیاں بھی تھی۔۔

وہ اور اسکی بیوی سالار اور امامہ سے بڑی گرمجوشی سے ملے۔۔۔امامہ جانتی تھی سعد سالار کے شناساؤں میں تھا قریبی دوستوں میں نہیں۔۔لیکن اس کے باوجود سعد اپنی گپ شپ اور بلند و بانگ قہقہوں کے دوران سالار کے اسکے ساتھ امریکہ میں گزرے ہوئے وقت کے بارے میں ایسے ایسے قصے نکال کر سناتا رہا جیسے وہ اور سالار گہرے دوست رہے ہو۔

مجھے تو ہمیشہ سے اندازہ تھا کہ سالار بہت ترقی کرنے والا ہے بس ذرا قبلہ خراب تھا اسکا۔۔چائے پینے کے دوران اس نے امامہ پر انکشاف کیا جیسے۔۔۔امامہ اور سالار نے بے اختیار ایک دوسرے کو دیکھا اور مسکرا کر رہ گئے۔

اور اب دیکھیے بھابھی کیسا بدلا ہے۔۔میری کوششیں کیسے رنگ لائی ہے سعد کہہ رہا تھا اور سالار نے اپناکپ رکھتے ہوئے اسی مسکراہٹ کیساتھ کہا۔۔

لیکن تم بلکل نہیں بدلے۔میری کوششیں کوئ رنگ نہیں لاسکی۔اسکا مجھے بڑا افسوس ہے۔سالار نے جتانے والے انداز میں کہا۔۔سعد نے بے اختیار قہقہہ لگایا۔

ارے ہم پر کہاں کسی کا رنگ چڑھنا تھا۔ہم پر تو اپنا ہی رنگ بڑا پکا تھا۔بھابھی یہ آپکا شوہر نائٹ کلب اور ڈسکو کا بڑا شوقین تھا۔مجھے بھی کھینچ کھینچ کر ساتھ لیجانے کی کوشش کرتا تھا۔نت نئ لڑکیوں سے دوستی بڑی رنگین زندگی گزاری اس نے۔۔۔

سالار نے ٹھیک کہا تھا وہ نہیں بدلا تھا۔پیشتر لوگ خود کو بہترین مسلمان ثابت کرنے کے لیئے دوسروں کے ہر عیب اور خامی کو دکھانے اور جتانے کی وبا میں مبتلا ہوتے ہیں اور انکا اسلام انہیں صرف مقابلہ اور موازنہ سکھاتا ہے۔۔۔پردہ پوشی نہیں۔۔۔وہ اپنی بیوی کے سامنے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کتنے نیک شخص کی بیوی ہے۔۔احساس کمتری کی یہ ایک بھیانک شکل ہوتی ہے۔۔سعد اب اپنے انکشاف سے جیسے خود ہی محظوظ ہوا تھا اور پلیٹ میں ایک نیا کباب رکھتے ہوئے ہنس رہا تھا۔۔امامہ کا چہرہ پھیکا پڑا تھا۔

بھابھی بلکل ٹھیک کہہ رہاہے سعد میری کافی رنگ برنگی لڑکیوں سے دوستی تھی لیکن سعد کو صرف ایک ہی رنگ کی لڑکی پسند تھی اور مین ذرا شوقین مزاج تھا۔ڈسکو اور کلبز آتا جاتا رہتا تھا لیکن سعد ظاہر ہے میرے جیسا شوقین مزاج نہیں تھا اس لیئے وہ اپنی گرل فرینڈ کیساتھ گھر پر ہی رہنا پسند کرتا تھا۔۔

کباب تو سعد نے پلیٹ میں رکھ لیا تھا لیکن پلیٹ اسکے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچی تھی۔سالار نے کئی سالوں بعد ایسی کم ظرفی اور بے لحاظی کا مظاہرہ کیا تھا جو ایک زمانے میں اسکا شناختی نشان تھا۔

کیا نام تھا اسکا۔۔ہاں آسٹیفنی۔۔۔اب تو علیک سلیک ہی رہ گئی ہوگی یا وہ بھی نہیں۔۔۔اسکی یاداشت سفاکانہ حد تک تیز تھی۔اور اس وقت اس نے سعد کا قتل ہی کردیا تھا۔۔سعد کا اندر کا سانس اندر اور باہر کا سانس باہر رہ گیا۔اس سب کی ابتدا سعد نے کی تھی اور انتہا اب سالار کر رہا تھا۔۔سعد جواب کیا دیتا اسکا تو سانس لینا محال ہوگیا تھا۔

امامہ اسکی بیوی کے تاثرات دیکھ نہ پائی کیونکہ اسکے چہرے پر نقاب تھا لیکن اسکی آنکھیں یہ بتانے کے لیئے کافی تھی کہ وہ سالار کے انکشافات سے خوش نہیں ہوئی تھی۔۔۔امامہ کو بھی سالار کا یہ جوابی وار کچھ بھایا نہیں۔۔۔

بھابھی آپ کچھ لیں۔۔۔۔اس نے صورت حال کو سنبھالتے ہوئے بروقت سعد کی بیوی عالیہ کی توجہ اس گفتگو سے ہٹانے کی کوشش کی۔

نہیں۔۔۔بچے اور یہ لے رہے ہیں بس کافی ہیں ہم کچھ دیر پہلے ہی کسی لنچ سے آئے ہیں تو مجھے طلب نہیں۔۔۔۔امامہ کو عالیہ کا لہجہ بے حد کھردرا لگا۔۔۔۔

آپ تو ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتی تھی نا؟؟ کیا سوال تھا جو سعد کی بیوی کی زبان سے امامہ کے لیئے نکلا تھا۔۔کمرے میں ایک دم خاموشی نہیں سکتہ چھایا تھا۔۔۔۔وہ تجسس نہیں تھا جوابی وار تھا۔۔سعد سے نہیں آیا تھا اسکی بیوی سے آیا تھا۔۔۔

نہیں۔۔۔الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔چائے کا کپ ہونٹوں سے ہٹا کر امامہ نے بے حد مشکل سے مسکرانے کی کوشش کی۔۔

اوہ اچھا مجھے انہوں نے یہ نہیں بتایا تھا۔۔وہ اسے بے نیازی سے سعد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔۔۔تو بھابھی آپ پھر کوئی ادارہ جوائن کرلیں نا۔۔۔آپکو تو بہت زیادہ اصلاح اور علم کی ضرورت ہوگی جب تک آپ پاکستان میں ہے آپ میرے ساتھ مدرسے چلیں وہاں درس قرآن بھی ہوتا ہے اور روحانی اور اخلاقی تربیت بھی۔

آپکا بہت شکریہ لیکن مجھے اسلام قبول کیئے اور قادیانیت چھوڑے سولہ سترہ سال ہو چکے ہیں۔۔اور میں ایک حافظ قرآن کی بیوی ہوں۔۔امامہ نے اسکی بات بڑی نرمی سے کاٹی۔۔

وہ تو میں بھی ہوں۔۔عالیہ نے اسی انداز میں کہا۔لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

آپکو نہیں پڑا ہوگا مجھے پڑا ہے۔۔۔

بھابھی آپکو اس حوالے سے جب بھی ہماری مدد کی ضرورت پڑے ھم حاضر ہیں۔اب میل جول تو ہوتا رہے گا۔میں انشاءاللہ اس سال وقت نکال کر تبلیغ کے لیئے کچھ دن کانگو بھی آؤں گا۔تو آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ویسے بھی اچھا ہے ہمارے بچے آپس میں ملتے رہے۔۔سعد نے اپنی طرف سے بروقت مداخلت کرتے ہوئے گفتگو سنبھالنے کی کوشش کی۔

جی بھابھی ٹھیک کہہ رہے ہیں یہ۔ہمارے بچوں کو آپس میں ملتے رہنا چاہیئے اور ہمیں بھی۔۔۔بہت سی چیزوں میں آپکو اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہوئے ہماری رہنمائی کی ضرورت ہوگی۔۔۔عالیہ نے اپنے شوہر کی گفتگو مکمل کرنے کی کوشش کی۔۔۔

اگر کبھی ایسی ضرورت پڑی تو میں اورامامہ ضرور آپ سے رہنمائی لینے کی کوشش کرینگے لیکن فی الحال ہمیں لگتا ہے ہمیں اسکی ضرورت نہیں۔۔۔اس بار سالار نے گفتگو میں مداخلت کر کے جیسے ایک فل سٹاپ لگانے کی کوشش کی۔

یار بچے کہاں ہیں تمہارے؟؟ تم ان سے تو ملواتے۔۔۔میں چاہتا ہوں احسن اور جبریل بھی آپس میں متعارف ہو۔۔۔

جی جی ضرور۔۔۔بچے ابھی ملازم۔لا ہی رہا ہو گا۔وہ لان میں کھیل رہے ہیں۔۔۔اس سے پہلے وہاں کوئی اور بات ہوتی ملازم کیساتھ عنایہ اور جبریل کمرے میں داخل ہوئے تھے۔سعد نے دونوں بچوں کو بڑی گرمجوشی سے پیار کیا۔۔۔پھر جبریل اور احسن کو ایک دوسرے سے متعارف کیا۔وہ دونوں ایک جیسے تھے۔۔ریزروڈ۔۔۔تمیزدار۔۔۔

وہ لوگ آدھ گھنٹہ اور بیٹھے تھے اور پھر انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دے کر چلے گئے۔وہ ایک یادگار اور خوشگوار ملاقات نہیں تھی لیکن انہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ انکی ہر ملاقات ایسا ہی تاثر لیے ہوئے رہنے والی تھی۔۔۔

سالار ایک ہفتہ بعد واپس کانگو چلا گیا تھا اور امامہ اسلام آباد سے لاہور سالار کیساتھ آئی تھی۔وہاں سے واپس اسلام آباد آنے پر امامہ اور بچوں کو سکندر اور طیبہ کیساتھ بہت سا وقت گزارنے کو ملا تھا۔اور اسکے جانے میں ابھی ایک ہفتہ باقی تھا۔جب سکندر نے بڑے غور و خوض کے بعد اس کو ہاشم مبین کے بارے میں بتایا تھا۔

وہ مجھ سے کئی دفعہ ملنے آئے ہیں۔۔تمہارا نمبر لینے کے لیئے۔لیکن میں اتنی ہمت اپنے اندر نہیں پاتا تھا کہ تمہارا اور انکا رابطہ کرواتا۔۔کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ تم پھر پریشان ہو۔

سکندر عثمان اس سے کہہ رہے تھے۔۔لیکن مجھے لگا میں بہت زیادتی کروں گا تمہارے ساتھ بھی اور انکے ساتھ بھی۔۔اگر انکی یہ خواہش پوری نہ کروں۔۔۔وہ بے یقینی سے انکا چہرہ دیکھ رہی تھی۔۔وہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔۔؟؟

یہ سوال انسان ماں باپ سے نہیں پوچھتا۔سکندر نے دھیمے لہجے میں اس سے کہا۔اسکے خلق میں جیسے پھندا لگا تھا۔وہ ٹھیک کہہ رہا تھا یہ سوال انسان ماں باپ سے نہیں پوچھتا. لیکن اسے تو یہ بھول ہی گیا تھا کہ اسکے ماں باپ بھی ہیں۔۔۔زندگی کے سولہ سترہ سال انکے بغیر گزارے انکے ہوتے ہوئے بھی۔۔۔وہ آج بھی ان سے محبت کرتی تھی آج بھی انکے لیئے جذباتی تھی۔۔۔لیکن پچھلے چند سالوں نے سب بدل دیا تھا۔

اب ملنے کا فائدہ نہیں۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سکندر کو یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اس سے ملنے سے انکار کر رہی تھی۔وہ تو صرف اپنے خاندان سے ملنے کے لیئے منتیں کرتی رہی تھی انکار تو ہمیشہ دوسری طرف سے ہوتا تھا۔

ماں باپ کے بارے میں ہم فائدے اور نقصان نہیں سوچتے۔صرف حق اور فرض سوچتے ہیں۔۔۔

انہوں نے اس بار بھی ٹھیک کہا تھا۔

پاپا میں اب اس معلق پل پر نہیں جھول سکتی میرے بچے ہیں اب میں اپنی ذہنی الجھنیں ان تک منتقل نہیں کرنا چاہتی میں بہت خوش اور پر سکون ہوں اپنی زندگی میں۔۔۔بس ایسے ہی رہنا چاہتی ہوں۔۔کسی لعنت ملامت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی اب۔کسی معافی تلافی کی ضرورت بھی نہیں رہی اب۔۔۔بس جو گزر گیا وہ گزر گیا میں واپس پلٹ کر نہیں دیکھنا چاہتی۔۔۔

اسے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ اسکی آنکھیں کب برسنا شروع ہوئی۔

امامہ۔۔۔وہ مسلمان ہوچکے ہیں۔۔۔وہ جامد ہوگئ تھی۔سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا رد عمل دے۔۔خوش ہو؟ وہ خوش تھی۔۔رو پڑے؟ وہ پہلے ہی رو رہی تھی۔۔اللہ کا شکر ادا کرے؟ وہ ہمیشہ کرتی رہتی تھی۔۔

وہ مسلمان نہ ہوتے تب بھی میں تم سے کہتا کہ ان سے مل۔لو۔۔بعض گناہوں کی سزا جب اللہ دینا چاہتا ہے تو پھر ہمیں نہیں دینی چاہیئے۔۔سکندر نے انہیں سمجھایا تھا۔وہ اسکی اندر کی کیفیت سے بے خبر تھا۔۔سوال معافی کا تو تھا ہی نہیں۔۔۔وہ انکا سامنا اس لیئے نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ وہ اپنے وجود کو بکھرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی اس نے بے حد مشکل سے اپنے آپ کو سمیٹا تھا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس نے سکندر عثمان سے بحث نہیں کی وہ اگلے دن ہاشم مبین سے ملنے پر بھی تیار ہو گئ۔۔لیکن وہ اس رات سو نہ سکی تھی۔۔۔۔۔

وہ۔اگلے سہ پہر انکے گھر آئے تھے۔۔وہ کمرے میں آئ تو باپ پر پہلی نظر پڑتے ہی روئ نہ ہی رونے کا تہیہ کیئے ہوئے تھی۔۔۔وہ بے حد ضعیف لگ رہے تھے۔یہ تنتنے والا وہ وجود نہیں تھا جس سے وہ ساری زندگی ڈرتی رہی تھی۔۔۔ہاشم مبین نے انہیں گلے لگایا۔۔۔وہ نم آنکھوں سے بڑے حوصلے سے اس سے ملکر الگ ہوئ تھی۔۔۔پہلے کی طرح ان سے لپٹی نہیں رہی تھی۔اور پھر وہ آمنے سامنے صوفوں پر بیٹھ گئے۔کمرے میں ان دونوں کے علاوہ کوئ نہیں تھا۔وہ دونوں تھے اور طویل اور گہری خاموشی۔۔۔پھر اس خاموشی کو ہاشم مبین کی ہچکیوں اور سسکیوں نے توڑا۔۔وہ اب بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔۔۔امامہ انہیں چپ چاپ دیکھتی رہی۔۔وہ بھی بے آواز روتی رہی۔اسکی آنکھوں سے برسنے والے آنسو اسکی ٹھوڑی سے ٹپکتے ہوئے اسکی گود میں رکھے ہاتھوں پر گر رہے تھے۔۔۔۔۔

وقت واقعی بڑا ظالم ہوتا ہے۔مجھ سے بہت بڑا گناہ ہو گیا۔میں نے بہت بڑا ظلم کیا اپنے آپ پر۔۔اپنے خاندان پر۔پتا نہیں کیسے ہو گیا یہ سب کچھ۔۔۔۔۔۔

ہاشم مبین روتے ہوئے اعتراف کر رہے تھے۔۔اور امامہ کو یاد آگیا تھا انہوں نے ایک بار اس سے کہا تھا کہ جو کچھ وہ کرنے جارہی تھی وہ اس پر بہت پچھتائے گی۔۔۔ایک وقت آئے گا اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔اور وہ واپس پلٹ کر ان سے معافی مانگنے آئے گی۔۔۔اور تب وہ اسے معاف نہیں کریں گے۔۔

مجھے لگتا ہے امامہ مجھے تمہاری بد دعا لگ گئ ہے۔۔۔ہاشم مبین نے روتے ہوئے کہا۔۔

مجھے بد دعا کا کبھی خیال بھی نہیں آیا ابو۔۔آپ کے لیئے کیا کسی کے لیئے بھی نہیں۔۔۔۔اس نے بلآخر ہاشم مبین سے کہا۔آپ نے دیر سے کیا لیکن صحیح اور اچھا فیصلہ کیا۔یہ ایک جملہ کہتے ہوئے امامہ کو بے حد تکلیف ہوئ تھی۔اسے وسیم یاد آیا تھا۔اسے اپنا وہ خاندان یاد آیا تھا جو سارا غیر مسلم تھا اور غیر مسلم ہی رہنے والا تھا۔۔واپس تو یا وہ پلٹی تھی یا ہاشم مبین۔۔۔

تمہارا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی مجھ میں بہت وقت لگادیا میں نے تمہارے سامنے آنے میں۔لیکن بس معافی مانگنا چاہتا تھا اور تمہاری ایک امانت تھی میرے پاس۔۔۔وہ مرنے سے پہلے تمہیں دینا چاہتا ہوں۔وہ اب اپنے ساتھ لائے ہوئے بیگ سے ایک لفافہ نکال کر اسے دے رہے تھے۔۔

یہ کیا ہے؟ اس نے لفافہ تھامے بغیر ان سے پوچھا۔۔۔

جائداد میں تمارا حصہ۔۔اسی حصے کے لیئے تمہارے بھائیوں کو خفا کر دیا ہے میں نے۔۔وہ یہ بھی لینا چاہتے تھے مجھ سے۔لیکن میں تمہاری چیز انہیں نہیں دے سکتا تھا۔۔۔ساری عمر تمہیں کچھ نہیں دے سکا۔کچھ تو دینا چاہتا تھا تمہیں مرنے سے پہلے۔۔۔

وہ انکی بات پر رو پڑی۔ابو اسکی ضرورت نہیں تھی مجھے میں اسے لیکر کیا کروں گی۔اگر میرے بھائیوں کو میرا حصہ دینے سے انکی زندگی میں آپ کے لیئے کوئ گنجائش نکلتی ہے تو انہیں دیں۔۔۔۔

ہاشم مبین نے بے حد مایوسی سے نفی میں سر ہلایا۔۔میں اب انکے لیئے غیر مسلم ہوں امامہ۔۔۔وہ مجھے اپنی زندگی سے نکال پھینک چکے ہیں جیسے کبھی میں نے تمہیں نکالا تھا۔وہ شکست خوردہ انداز میں کہہ رہا تھا۔۔

پھر آپ میرا حصہ بیچ کر اپنے لیئے کوئی گھر لے لیں۔۔۔کوئی جگہ۔۔۔میرے پاس اب سب کچھ ہے۔امامہ نے وہ لفافہ پکڑ کر انکے بیگ میں واپس رکھ دیا تھا۔۔

تم نے مجھے معاف نہیں کیا۔۔؟انہوں نے رنجیدگی سے کہا۔

میں آپ کو معاف کرنے والی کون ہوتی ہوں ابو۔۔۔یہ فیصلہ تو آپکے لیئے اللہ نے کرنا ہے۔میں صرف یہ دعا کرسکتی ہوں کہ اللہ آپکو معاف کردے۔۔بڑی معافی تو وہاں سے آنی چاہیئے۔۔

وہ سر جھکائے بیٹھے رہے پھر انہوں نے کہا۔۔

تم ہم سے ملتی رہو گی نا؟؟ عجیب آس اور حسرت تھی۔امامہ نے سر ہلادیا تھا۔ماں باپ کا یہ حال اسے دل گرفتہ کیئے ہوئے تھا. ہاشم مبین کے چہرے پر اس ملاقات کے دوران پہلی بار مسکراہٹ آئی تھی۔۔۔

میں جائداد کا یہ حصہ تمہارے بچوں کے نام کر دیتا ہوں امامہ۔۔

ابو میں آپکی جائداد اور روپے پیسے میں سے کچھ بھی نہیں لوں گی۔میں لوں گی بھی تو سالار واپس کردے گا۔۔اس نے ہاشم سے دو ٹوک انداز میں کہا تھا۔۔

ہاشم مبین کچھ دیر بیٹھے رہے پھر اسے ساتھ لیکر اسکی ماں سے ملوانے لے گئے۔۔سکندر اور انکی بیوی بھی ساتھ گئے تھے۔۔وہ ایک اور جذباتی ملاقات تھی۔

تم اب بہت بہادر ہوگئ ہو۔۔اس رات سالار نے اس سے کہا۔اس نے اپنے اس دن کی روداد سنائ تھی اسے فون پر۔۔۔

کیسے؟؟ وہ اسکے تبصرے پر حیران ہوئ۔تم آج ایک بار بھی نہیں روئ مجھے اپنے پیرنٹس سے ملاقات کے بارے میں بتاتے ہوئے۔۔۔وہ چپ رہی پھر اس نے سالار سے کہا۔

آج ایک اور بوجھ میرے کندھوں اور دل سے ہٹ گیا ہے۔۔۔بہت دیر سے سہی لیکن اللہ تعالی نے گمراہی سے نکال لیا ہے میرے ماں باپ کو۔۔۔دعائیں قبول ہوتی ہیں سالار۔۔دیر سے سہی لیکن قبول ہوجاتی ہے۔۔۔امامہ کے لہجے میں عجیب طمانیت تھی جو ہزاروں میل دور بیٹھے سالار نے محسوس کی۔۔۔

تمہاری ہوجاتی ہے۔۔اس نے مدھم آواز میں امامہ سے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

کیا تمہاری نہیں ہوتی؟ اس نے جواباً پوچھا۔

میری بھی ہوتی ہیں لیکن تمہاری زیادہ ہوتی ہے۔۔وہ کہہ رہا تھا۔۔

الحمد للہ۔۔امامہ نے جواباً کہا۔۔وہ ہنس پڑا۔۔۔

تم میرے پیرنٹس کو اولڈ ہوم۔سے نکال کر انہیں کوئی گھر لے دو انکے پاس میرے جائداد کا جو حصہ ہے اسے بیچ کر۔۔۔بے شک چھوٹا گھر ہو لیکن میں انہیں اولڈ ہوم میں نہیں دیکھ سکتی۔

میں پاپا سے کہہ دوں گا وہ۔کردیں گے یہ کام۔انکا خیال بھی رکھیں گے۔تم اسلام آباد میں مستقل رہنا چاہتی ہو تو رہ سکتی ی امامہ۔۔۔تم اور بچے وہاں۔۔۔۔۔۔۔

امامہ نے اسکی بات کاٹ دی۔میں تمہارے پاس رہنا چاہتی ہوں اور اسی تاریخ کو واپس آرہی ہوں۔

سی آئی اے نے سالار سکندر کی اس سرگرمی کو صرف مانیٹر اور ریکارڈ نہیں کیا تھا اس ملاقات میں شامل پانچ افراد کو بھی اپنی واچ لسٹ میں ڈال دیا تھا۔۔اگلے آنے والی مہینوں میں سالار سکندر اور ان پانچ افراد کے بہت سارے تفریحی دورے ہوتے رہے تھے۔۔۔لیکن اب سی آئی اے صرف سالار سکندر کی نہیں ان پانچ افراد کی نقل و حرکت کو بھی مانیٹر کررہی تھی۔۔۔وہ پانچ افراد سالار سے صرف چند ماہ ملتے رہے پھر اسکے بعد انکی ملاقاتوں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔وہ پانچ افراد اب آپس میں نہیں مل رہے تھے لیکن انفرادی طور پر اسی طرح ملاقاتیں کر رہے تھے۔

وہ ایک اسلامی مالیاتی سسٹم پر کام کر رہے تھے اور یہ بات سی آئی اے جانتی تھی لیکن اس نظام کی شکل کیا تھی۔وہ اسے بوجھنے میں کامیاب نہیں ہورہے تھے۔اور اسکی وجہ صرف ایک تھی۔۔۔ایک جگسا پزل کی طرح اس نظام سے منسلک ہونے والے سب افراد کے پاس اسکا ایک

ایک ٹکڑا تھا۔اور وہ اس ٹکڑے کو اچھی طرح جانتا اور سمجھتا تھا لیکن وہ ٹکڑا اس تصویر میں کہاں لگنا تھا یہ صرف ایک شخص جانتا تھا۔۔۔۔۔سالار سکندر۔۔۔

----------++++++----------

ممی۔۔۔حمین کب بڑا ہو گا۔اس دن جبریل نے اپنی آرٹ بک میں کچھ بناتے ہوئے امامہ سے پوچھا۔

بڑا تو ہو گیا ہے۔۔امامہ نے اسکے سوال اور انداز پر غور کیئے بغیر کہا۔۔۔

تو پھر. روتا کیوں ہے۔۔۔امامہ بے چارگی سے اپنے بڑے بیٹے کو دیکھ کر رہ گئی۔۔۔

آپ اس سے پوچھیں کہ اسکو کیا چاہیئے۔۔۔وہ امامہ کو جیسے مسلے کا حل بتا رہا تھا۔

میں پوچھ نہیں سکتی اور یہ بتا نہیں سکتا۔۔امامہ اب بھی اسے اٹھائے لاؤنج میں ٹہلتے ہوئے اسے تھپک رہی تھی۔۔۔وہ بغیر آنسوؤں کے گلا پھاڑ پھاڑ کر روتا تھا۔اور پھر رونے کے بیچوں بیچ بھی دلچسپ چیز نظر آنے پر ایکدم رونا بند کر کے اسکا جائزہ لینے میں مصروف ہو جاتا اور جب اس کام سے فارغ ہو جاتا تو ایک بار پھر اپنے رونے کے سلسلے کو وہی سے جاری رکھتا جہاں چھوڑا تھا۔۔۔

سات آٹھ ماہ کی عمر میں ہی اس نے بیک وقت چار دانت نکالنے شروع کیئے۔

اس کو جلدی کس بات کی ہے؟ بیک وقت چار دانتوں کو نکلتے دیکھ کر سالار نے کہا۔جبریل اور وہ حمین سکندر کے بارے میں ایل جیسے تاثرات رکھتے تھے۔

یہ تم خود اس سے پوچھ لو۔۔۔امامہ نے جواب دیا۔

حمین ان چار دانتوں کے ظہور پذیر ہونے سے پہلے بھی صرف بڑوں کے کھانے والی ہر اس چیز میں دلچسپی لیتا تھا جو چٹخارے والی ہوتی تھی۔۔اپنے پوپلے منہ کیساتھ بھی چپس اسکی پسندیدہ خوراک تھی۔جسے وہ صرف چبا نہیں سکتا تھا نگل بھی سکتا تھا۔وہ چپس کا پیکٹ تک پہچانتا تھا اور ایسا ممکن نہیں تھا کہ جبریل اور عنایہ اسکے قریب بیٹھ کر کوئی چیز اطمینان سے اسے کھلائے بغیر خود کھا لیتے۔۔

وہ عجیب و غریب بچہ تھا۔اور یہ بیام اسکے بارے میں سالار نے دیا تھا۔جسکا خیال تھا کہ اس نے ایسی مخلوق کبھی نہیں دیکھی۔۔۔

سکندر عثمان نے اس سے کہا تھا۔میں نے دیکھی ہے۔۔وہ تمہاری کاپی ہے۔

یہ زیادتی ہے۔۔سالار نے اسکی بات پر احتجاج کیا تھا۔۔وہ اور طیبہ ان کے پاس کانگو آئے تھے۔۔جب وہ دونوں حمین سکندر کے ہاتھوں بننے والی اسکی درگت دیکھ رہے تھے۔وہ تب دس ماہ کا تھا اور سب سے پہلے اس نے جو لفظ بولنا شروع کیا تھا وہ "سالا" تھا۔اور ہر بار سالار کو گھر میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ بے حد خوشی سے ہاتھ پاؤں مارتا سالا سالا چلاتے ہوئے اسکی طرف جانے کی کوشش کرتا۔۔۔

بیٹا بابا۔۔پہلی بار سالار کے لیئے وہ لفظ سن کر ہنسی سے بے حال ہونے کے باوجود امامہ نے اس لفظ کو بدلنے کی کوشش کی تھی۔وہ سالار پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے توڑ توڑ کر سکھا رہی تھی۔۔۔با۔

۔۔۔۔با۔

"سالا"حمین نے ماں کی محنت پر پانی پھیرتے ہوئے سالار کے لیئے وہی لفظ استعمال کیا جو وہ سالار کے لیئے اپنی ماں کو پکارتے سنتا تھا۔

تم اسے بابا مت سکھاؤ صرف ر لگوا دو میرے نام کیساتھ یہ بھی غنیمت ہے

میرے لیئے۔۔۔۔سالار نے اسے مشورہ دیا تھا۔۔وہ بحر حال کچھ زیادہ محظوظ نہیں ہوا تھا اس طرز تخاطب سے جو سکندر اور طیبہ کے لیئے ایک تفریح بن گئی تھی۔۔۔جبریل تحمل سے اپنے اکلوتے چھوٹے بھائی کو دیکھتا رہتا تھا ج نے اس کے گھر کے امن و سکون کو تہ و بالا کر کے رکھا ہوا تھا۔۔پہلے اسکا خیال تھا کہ حمین بڑا ہوجائے اور چلنا شروع ہوجائے تو ٹھیک ہوجائے گا۔لیکن جب اس نے چلنا شروع کیا تو یہ دیکھ کر اسے اندازہ ہوا کہ وہ اس مسلے کا غلط حل تھا۔۔۔

حمین سکندر کو پیر نہیں پر مل گئے تھے۔اور وہ اب کہی بھی جاسکتا تھا اور کہی سے مراد کہی بھی۔۔۔اور اسکی فیورٹ جگہ باتھ روم تھی۔وہ بھی وہاں اس وقت جانا پسند کرتا تھا جب جبریل اسے باتھ روم میں جاتا دکھائی دیتا۔اور جبریل نے اسکے ہاتھوں کئی بار خاصی شرمناک صورت حال کو سامنا کیا۔جس باتھ روم کو بچے استعمال کرتے تھے اس میں لاک نہیں تھا اور دروازے کا ہینڈل گھما کر اسے کھولنا حمین کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔جبریل کے لیئے حمین کی موجودگی میں باتھ روم

جانا جام جوکھوں کا کام تھا۔وی باتھ روم کے دروازے کی اندرونی طرف باتھ روم میں پڑی ان سب چیزوں کو رکاوٹوں کے طور پر دروازے کے سامنے ڈھیر کرتا۔۔

سالار سکندر اگر اسے عجیب و غریب کہتا تھا تو حمین سکندر باپ کے دییے گئے اس ٹائٹل پرپورا اترنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔اور پوری فل جمی کیساتھ۔۔۔

--.------------

نائب صدر کے طور پر سالار نے افریقہ کے لیئے کسی مشین کی طرح کام کیاتھا۔۔وہ مشکل ترین اہداف کے حصول کے لیئے نامساعد ترین حالات میں کام کر رہا تھا اور کامیابی سے کر رہا تھا۔

سالار سکندر کی ملازمت کا دورانیہ ختم ہونے کے قریب آرہا تھا۔۔بنک نے یہ دورانیہ ختم ہونے سے دو سال پہلے ہی سالار سکندر کو ملازمت میں توسیع کی آفر کی تھی اور اس نے یہ آفر قبول نہیں کی تھی۔پھر اس آفر کو بار بار بہتر پیکجز کیساتھ اسے اصرار کیساتھ پیش کا جاتا رہا۔لیکن سالار کا انکار قائم رہا تھا۔وہ افریقہ میں اپنے قیام کو اب ختم کرنا چاہتا تھا۔اور ورلڈ بنک کیساتھ امریکن حکومت کے لیئے بھی یہ تشویش کی بات تھی۔افریقہ کو سالار سکندر سے بہتر کوئی نہیں چلاسکتا تھا اس نے پچھلے چند سالوں میں نہ صرف ورلڈ بنک کی ساکھ اور امیج کو ہی افریقہ میں بدل کرر کھ دیا تھا بلکہ اس نے امریکن حکومت کے لیئے بھی وہاں خیر سگالی کے جذبات دوبارہ پیدا کرنے میں بہت کامیابی حاصل کی تھی۔۔اسکا ورلڈ بنک کو اس وقت چھوڑ کر جانا انکے لیئے بڑا دھچکا ہوتا۔لیکن

وہ رکنے پر تیار نہیں تھا۔اور امریکن حکومت کو سوچنا پڑ رہا تھا کہ وہ اسے ایسی کیا چیز پیش کرے جو اسے روک سکے۔۔

ورلڈ بنک کی صدارت ہی یقیناً ایک ایسا تاج تھا جو اسکو پہنا کر اسے روکا جاسکتا تھا۔۔سالار اس عہدے کے لیئے موزوں ترین اور کم عمر ترین امیدوار تھا۔مگر اس عہدے پر سالار کی تعیناتی امریکی حکومت کے لیئے خود ایک مسلہ بن۔گئ تھی۔وہ ایک بنیاد پرست مسلمان کو وہ ورلڈ بنک کو صدر نہیں بنا سکتے تھے۔اور وہ اس بنیاد پرست مسلمان کو کسی اور چیز کی آفر کر کے روک بھی نہیں پا رہے تھے۔۔لیکن ابھی امریکی حکومت اور ورلڈ بنک کے پاس اس پر سوچنے کے لیئے وقت تھا کیونکہ سالار کی ملازمت کا دورانیہ ختم ہونے میں ابھی ایک سال باقی تھا۔۔

اس ایک سال میں سالار سکندر کی زندگی میں تین بڑے واقعات ہوئے اور ان تینوں نے انکی زندگی پر گہرے نقوش چھوڑے۔۔۔ان واقعات نے ایک بار پھر اسکی زندگی بدل دی۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

چنی سے سالار سکندر کا تعارف غائبانہ رہا تھا۔غلام فرید کے حوالے سے سکندر عثمان سے اسے کئ بار خبریں ملتی رہی تھی۔۔۔سکندر عثمان نے غلام فرید کے ذریعے گاؤں کی مسجد کے امام کو پہنچائ جانے والی امداد کے بارے میں سالار کو مطلع کردیا تھا کینکہ یہ امداد سالار کے کہنے پر ہی اس نے شروع کی تھی۔غلام فرید کو اس میں ہیر پھیر کے نتیجے میں ملازمت سے فارغ کرنے کا حکم سالار ہی کا تھا۔بد دیانتی اور بے ایمانی اسکے لیئے قطعی ناقابل برداشت تھی۔

غلام فرید کے ہاتھوں ایل بچی کے سوا پورے خاندان کا قتل سکندر عثمان کو بری طرح ہلا گیا۔وہ اب غلام فرید کے لیئے کچھ نہیں کرسکتے تھے اوا اسکے اسکی بچ جانے والی واحد اولاد کی دیکھ بھال اور کفالت کی ذمہ داری اٹھائیں۔۔۔اور سالار کے کہنے پر وہ سکندر عثمان نے اٹھا لی تھی۔وہ اسکے لیئے ماہانہ رقم دیتے تھے جو اسکے رشتہ دار آکر لے جاتے تھے اور کبھی کبھار وہ سکندر عثمان کو چنی بھی دکھا دیتے تھے۔تاکہ انہیں تسلی رہے کہ وہ رقم واقع اس پر خرچ ہورہی ہے۔۔یہ شاید اسی طرح چلتا رہتا اگر سالار اس سال اپنی فیملی کیساتھ دو ہفتوں کے لیئے پاکستان نہ آیا ہوتا ایک لمبے عرصے کے بعد سکندر کی بجائے وہ خود گاؤں کا سکول دیکھنے گیا۔۔۔۔اسکول انتظامیہ کے چند لوگوں کیساتھ سالار اچانک اسکے گھر گیا۔۔۔جس ڈیڑھ سال کی چنی کو سالار نے دیکھا وہ اسے سات آٹھ ماہ کی ایک بچی لگی تھی۔۔۔بے حد کمزور۔دبلی پتلی۔۔اسکی سانولی رنگت یرقان جیسی پیلاہٹ لیئے ہوئے تھی۔اسکا چہرہ سیاہ پیپ زدہ دانوں سے بھرا ہوا تھا۔جس وقت سالار اس گھر کے صحن میں داخل ہوا وہ دانہ چگتی ہوئی مرغیوں کے پاس بیٹھی تھی۔اور اس دانے اور گندگی کو بلا تکلف اپنے منہ میں ڈال رہی تھی وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسکی کفالت کے لیئے معقول رقم بھیجنے کے باوجود وہ اس حال میں ہوسکتی ہے۔۔۔چنی کے رشتہ دار نروس اور گھبرائے ہوئے تھے وہ لوگ ڈسپلے اور پریزنٹیشن کے لیئے ہنگامی بنیادوں پر اسے اب سجا سنوار نہیں سکتے تھے۔

یہ بس ایسے ہی رہتی ہے۔۔جتنی بار بھی کپڑے بدلو یہ جاکر مرغیوں میں گھس جاتی ہے۔۔حمیدہ ۔۔۔اری او حمیدہ۔۔۔ذرا چنی کو دیکھ۔۔کپڑے بدلوا صاحب نے ملنا ہے۔۔۔

وہ پہلا موقع تھا جب سالار نے چنی کو بغور دیکھا۔

سالار نے چنی کو اٹھا لیا اور وہ بھی بڑے آرام سے کسی جھجک کے بغیر اسکے پاس آگئی۔۔۔اس نے زندگی میں پہلی بار اس حلیے کا شخص دیکھا تھا۔سالار نے اسے تھپکتے ہوئے پچکارا تھا۔وہ پلکیں جھپکاتی بغیر اسے دیکھتی رہی۔۔۔

ہاں بس تھوڑی بیمار ہی رہتی ہے۔شروع سے ہی ایسی ہے۔ڈاکٹر کی دوائی سے بھی فرق نہیں پڑا۔اب پیر صاحب سے دم کرا کے لائے ہیں۔انہوں نے تعویز بھی دیا ہے گلے میں ڈالنے کے لیئے۔۔حمیدہ وہ تو ابھی ڈالا نہیں تم نے۔۔۔

سالار میاں بیوی سے اب اس بچی کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔اور وہ گڑبڑائے ہوئے اسکے چہرے اور جسم پر رستے ہوئے دانوں کی وجوہات اور علاج بیان کر رہے تھے۔

سالار کو احساس ہوگیا کہ وہ غلط جگہ پر تھی۔اسکا خیال نہیں رکھا جارہا تھا۔اسکی کفالت کے لیئے دی جانے والی امداد اس پر خرچ نہیں ہورہی تھی۔۔پتا نہیں وہ کونسی ذہنی رو تھی جس میں اس نے چنی کو فوری طور پر وہاں سے لیجانے اور کسی دارالامان میں داخل۔کروانے کا فیصلہ کرلیا۔اس نے یہ فیصلہ چنی کے رشتہ داروں کو بھی سنا دیا تھا۔۔انکے احتجاج کے باوجود وہ چنی کو وہاں سے لے آیا تھا۔اس گاؤں سے اسلام آباد واپسی پر سالار اپنی گاڑی خود ڈرائیو کرتا رہا تھا اور چنی برابر والی سیٹ پر بیٹھی دروازے کی کھڑکی سے چپکی اطمینان سے پورا راستہ باہر دیکھتی رہی۔وہ اگر بے چین ہوئی تھی تو صرف تب جب سالار نے اسے گاڑی میں بٹھاتے ہوئے اسے سیفٹی بیلٹ باندھنے کی کوشش کی تھی۔جو اسکے ہاتھ پاؤں مارنے پر سالار نے کھول دی تھی۔اسے اس وقت حمین یاد آیا تھا۔وہ بھی اس عمر میں اسی طرح سیٹ بیلٹ سے جان چھڑاتا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

بیلٹ کھولنے پر وہ ایک بار پھر پر سکون ہو گئ تھی۔اس نے ایک بار بھی سالار کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔سالار اسکا انہماک دیکھ کر مسکراتا رہا تھا۔اس نے رستے میں ایک جگہ رک کر اسے ایک جوس کا ڈبہ اور بسکٹ کا ایک پیکٹ لیکر دیا۔۔وہ منٹوں میں دونوں چیزیں کھا گئ جیسے وہ کئ دنوں کی بھوکی تھی۔

اسلام آباد آتے ہوئے گاڑی میں سفر کے دوران سالار اس بچی کی رہائش کے لیئے مناسب ترین جگہ کے بارے میں سوچتا رہا۔اس وقت ایک لمحے کے لیئے بھی اس نے نہیں سوچا کہ وہ اسے خود پالے گا۔وہ اتنی بڑی ذمہ داری لینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور اگر سوچتا بھی تو امامہ سے پوچھے بنا نہیں کر سکتا تھا۔

اسلام آباد پہنچنے پر گھر کے گیراج میں اسکے بچوں نے بھاگتے ہوئے اسکا استقبال کیا گاڑی کے اندر سب سے پہلے چنی کو ساڑھے تین سالہ حمین سکندر نے دیکھا۔ہمیشہ کی طرح اسکی آنکھیں گول ہو گئ تھی یوں جیسے اس نے جنگل کا کوئ جانور دیکھ لیا تھا۔۔سالار نے حمین کو ہٹا کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور چنی کو باہر نکال لیا۔۔۔چنی سے آنے والی بدبو کے بھبھکے سب سے پہلے حمین نے ہی محسوس کیئے۔۔۔

اوہ مائ گاڈ۔۔یہ کتنی بدبودار گندی اور بد صورت ہے۔۔وہ بے اختیار ناک پہ ہاتھ رکھے کہتا گیا۔

حمین۔۔۔۔۔۔سالار نے اسے ڈانٹنے والے انداز میں پکار کے گھورا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

لیکن ٹھیک ہے۔شاید اسے اسطرح رہنا پسند ہو۔میرا مطلب ہے کچھ لوگ مختلف ہوتے ہیں۔مجھے اسکا ہیئر سٹائل اچھا لگا ہے۔۔۔یہ کول ہے۔۔۔۔

حمین نے ہمیشہ کی طرح باپ کی پھٹکار کے بعد سیکنڈز میں اپنا بیان تبدیل کر دیا تھا۔۔۔

بابا میں بھی اسکی طرح ہیئر سٹائل بنانا چاہتا ہوں۔سالار نے اسکی زبان کی قینچی کو نظرانداز کیا تھا۔وہ ایک چھوٹے سائز کا خاموش نہ ہونے والا جن تھا۔جو اس گھر کے افراد کے گرد ہر وقت منڈلاتا رہتا تھا۔۔اور اسکے سوالات۔۔۔ختم نہ ہونے والے سوالات نے امامہ اور سالار کی آئڈیل والدین بننے کی ہر خواہش اور معلومات کو ختم کردیا تھا۔

I think she is goldi look

حمین کی تعریفوں کا سلسلہ جاری تھا۔

یہ گولڈی لوک نہیں ہے یہ گندی ہے اس نے کئ ہفتوں سے اپنے بال نہیں دھوئے۔جبریل نے اسے ٹوک کر بتایا۔۔وہ تینوں اب سالار کے پیچھے اندر جارہے تھے۔۔۔

آل رائٹ مگر اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ کول نہیں۔۔۔جواب پھر تڑاخ سے آیا تھا۔جبریل بے اختیار پچھتایا۔۔اس نے اسکے تبصرے کا جواب دیکر سالار کے پیچھے لگنے والی بلا اپنے پیچھے لگالی تھی۔۔۔۔

اگر میں کئ مہینوں تک اپنے بال نہ دھوؤں تو میرے بال بھی ایسے ہونگے؟ میرا مطلب ہے گولڈن براؤن یا ایش گرے یا مسٹرڈیلو۔۔۔اسکا ذہن اب کہی سے کہی پہنچ چکا تھا۔

نہیں۔۔۔جبریل نے بے حد سخت لہجے میں فل سٹاپ لگایا۔۔

اوکے۔۔۔حمین نے اطمینان سے کہا۔۔۔لیکن میں اپنے بال ڈائی تو کرسکتا ہوں۔۔۔

جبریل نے اس بار اسے مکمل طور پہ نظرانداز کیا۔

امامہ۔نے سالار کو اس بچی کو اٹھائے دیکھا۔وہ طیبہ کیساتھ بیٹھی چائے پی رہی تھی۔اور وہ چائے پینا ہی بھول گئی۔۔۔

یہ کون ہے؟؟

بعد میں بتاؤں گا۔۔تم اسے نہلا کر کپڑے بدل دو اسکے۔پھر میں اسکو ڈاکٹر کو دکھانا چاہتا ہوں۔۔

امامہ کچھ الجھی تھی لیکن وہ اسے لیکر چلی گئی تھی اسے نہلانے کی کوشش کے آغاز میں ہی اسے پتا چل گیا تھا کہ اس بچی کے بالوں کو کاٹے بغیر اسکو نہلایا نہیں جاسکتا۔اسکے سر میں بڑے بڑے پھوڑے تھے اور اس سے رسنے والی پیپ نے اسکی بالوں کی لٹوں کو آپس میں اسطرح جوڑ دیا تھا۔کہ اب انکا کھلنا ممکن نہیں تھا۔اس نے شیونگ کٹ میں پڑی قینچی سے چنی کے سارے بال جڑ سے کاٹنے شروع کیئے وہ اسکا سر گنجا نہیں کرسکتی تھی کیونکہ وہ پھوڑوں سے بھرا ہوا تھا۔امامہ کو اس بچی کو نہلاتے ہوئے بہت رحم اور ترس آیا تھا۔چنی چپ چاپ نہاتی رہی اس نے رونا دھونا نہیں مچایا۔نہ ہی بال کٹنے پر پھوڑوں سے ہاتھ لگنے پر کسی تکلیف کا اظہار کیا تھا۔

وہ بلاآخر جب چنی کو مکمل یوکٹ میں نہلا دھلا کر حمین کا ہی ایک جوڑا پہنائے باہر لائی تو اسے دیکھ کر سب سے پہلے چیخ مارنے والا حمین تھا۔۔۔

اوہ مائی گاڈ ممی آپ نے اسے مزید بدصورت خوفناک بنادیا ہے۔۔۔اور آپ نے میری سب سے فیورٹ شرٹ بھی خراب کرلی۔۔ ممی یہ لڑکی تھی آپ نے اسے لڑکا بنادیا اللہ اسکے لیئے آپکو معاف نہیں کریگا۔امامہ کو اسکی بات پر ہنسی آئی۔سالار ٹھیک کہتا تھا وہ عجیب و غریب ہی تھا۔۔۔۔

---+-------++++-----+-----+

اس سال صرف چنی سالار سکندر کے خاندان میں نہیں آئی تھی اس سال کا دوسرا بڑا واقعہ سالار سکندر کے برین ٹیومر کی تشخیص تھا۔۔۔

اور اب اسکا کیا کروگے؟ امامہ نے اپنے بیڈ پر سالار اور اپنے درمیان پرسکون گہری نیند میں دیکھتے ہوئے سالار سے پوچھا اور وہ بھی اس وقت چنی کو ہی دیکھ رہا تھا.

زندگی میں پہلی بار کسی نے محبت اور شفقت سے اسکا پیٹ بھرنے تک اسے کھلایا تھا۔اور وہ بے حد رغبت سے امامہ اور حمین کے ہاتھوں سے لقمے لے لے کر کھاتی رہی۔خاص طور پر حمین کے ہاتھوں سے۔جو بہت ضد کر کے اس کار خیر میں شامل ہوا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اوہ مائی گاڈ۔۔حمین نے اپنے ہاتھ میں پکڑا پہلا ہی لقمہ کھانے پر جیسے خوشی سے مخصوص انداز میں چیخ مارتے ہوئے نعرہ لگایا تھا۔۔۔ممی یہ مجھے پسند کرتی ہے۔۔۔

چھ فٹ دور بیٹھے جبریل نے ایک کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے ایک لمحے کے لیئے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔اور پھر بے حد تحمل سے اگلا صفحہ پلٹتے ہوئے جوابی سرگوشی کی۔۔

صرف یہی تمہیں پسند کرتی ہے۔۔

سالار نے کچھ دیر پہلے ہی امامہ کو اسکے اور اسکے باپ اور خاندان کے حوالے سے پیش آنے والے تمام واقعات کو اپنے احساس جرم کیساتھ آگاہ کیا تھا اور چنی کے لیئے امامہ کی ہمدردی اور ترس میں بے پناہ اضافہ کردیا تھا۔لیکن اس کے باوجود اہم ترین سوال وہ تھا جو اس وقت امامہ نے پوچھا تھا۔

میں اسے کسی یتیم خانے یا ویلفیئر ہوم میں داخل کروانے لایا ہوں۔جو کچھ اسکے ساتھ ہوا مجھ پہ اتنی ذمہ داری تو آتی ہے کہ میں اسکی زندگی خراب نہ ہونے دوں۔۔۔سالار نے سنجیدگی سے امامہ سے کہا۔۔۔

تم احساس جرم کا شکار ہورہے ہو؟؟ اسکے اعتراف کے باوجود امامہ کہے بغیر نہ رہ سکی۔۔۔۔۔

ہاں۔۔۔جو کچھ اسکے باپ نے اپنے خاندان کیساتھ کیا اس میں میں بھی قصوروار ہوں تھوڑی سی زیادہ کنسرن دکھاتا میں تو یہ سب نہ ہوتا جو ہوگیا۔۔۔سالار اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔امامہ نے اسکا ہاتھ تھپکا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تم اسے اپنے پاس رکھ کر کسی یتیم خانے میں داخل نہیں کرواسکتے۔خاص طور پر اس صورت حال میں جب اسکے رشتہ دار موجود ہیں اور کورٹ نے انہیں اسکی گارڈین شپ بھی دے رکھی ہے۔وہ تمہارے خلاف قانونی کاروائی کرسکتے ہیں۔۔۔امامہ نے جیسے اسے خبردار کیا تھا۔۔۔

مجھے پرواہ نہیں۔۔اسکا بھی کچھ نہ کچھ انتظام کرلوں گا۔فی الحال میں نے اپنی لیگل ٹیم سے کہا ہے کہ وہ اسکے بارے میں مجھے ایڈوائس کریں۔۔۔کورٹ کو اپروچ کیا جاسکتا ہے۔۔۔اس بچی کے لیئے

گارڈین شپ بدلی جاسکتی ہے۔۔وہ امامہ سے کہہ رہا تھا اور اس ساری گفتگو کے دوران سالار نے ایک لمحے کے لیئے بھی اس بچی کو گود میں لینے کے آپشن پر سوچا ہی نہیں تھا۔وہ صرف اس بچی کی بہتر نگہداشت چاہتا تھا۔۔

یہ خیال پہلی بار اس گھر میں حمین کو آیا تھا جو دوسرے دن امامہ سے چنی کا نام پوچھنے کی جدوجہد کر رہا تھا۔۔۔

مجھے یاد ہی نہیں رہا تمہارے بابا سے اسکا نام پوچھنا۔۔

امامہ کو اسکے استفسار پر یاد آیا۔۔

میں اسکا نام رکھ دوں؟؟ حمین نے ماں کی بات کے جواب میں اسے تجویز پیش کی۔۔

نہیں تم یہ نہیں کرسکتے۔۔جبریل نے جیسے اسے لگام ڈالنے کی کوشش کی۔۔۔

کیوں؟؟ حمین نے اپنا پورا منہ اور آنکھیں بیک وقت پوری طرح کھول کر انہیں گول کرتے ہوئے تعجب کی انتہا پر پہنچتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔

کیونکہ اسکا پہلے ہی ایک نام ہے۔۔جبریل نے اسی ٹھنڈے انداز میں اسکے سوال کا ایسے جواب دیا جیسے وہ اسکی عقل پر افسوس کر رہا ہو۔

تمہیں اسکا نام پتا ہے؟ تڑاق سے اگلا سوال جبریل کی طرف اچھالا گیا۔

نہیں۔۔۔۔۔جبریل گڑبڑایا۔۔۔

حمین نے اسی انداز میں اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسی ڈرامائی انداز میں کہا۔۔ممی اسکا نام نہیں جانتی۔۔۔وہ اب امامہ کی طرف متوجہ تھا۔وی جیسے عدالت میں اسکا کیس لڑنے کے لیئے سر دھڑ کی بازی لگا رہا تھا۔

اور تم؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ اسکا کوئی نام ہو؟؟

اسکے انداز میں اس قدر ملامت تھی کہ ایک لمحہ کو جبریل کو بھی مدافعانہ انداز اختیار کرنا پڑا۔

میں نے یہ تو نہیں کہا۔۔

میں نے خود سنا ہے۔۔حمین نے اپنی موٹی موٹی سیاہ آنکھیں مکمل گول کرتے ہوئے اہم گواہ کا رول ادا کیا۔۔۔۔

جبریل نے فوری طور پر اپنا چہرہ کتاب کے پیچھے چھپانے میں ہی عافیت سمجھی۔۔وہ اس چھوٹے بھائی کو تو تب بھی چپ نہیں کروا سکا تھا جب اسے بولنا نہیں آتا تھا۔۔

حمین۔۔اسکے پیرنٹس نے اسکا کوئی نہ کوئی نام ضرور رکھا ہوگا۔وہ اتنی بڑی ہے۔

امامہ نے اس بار مداخلت کرنا ضروری سمجھا۔۔حمین کو اسکی بات پر جیسے کرنٹ لگ گیا۔۔

پیرنٹس۔۔۔۔۔اس کے خلق سے عجیب سی آواز نکلی۔جبریل کو کتاب ہٹا کر اسے دیکھنا پڑ گیا۔

اوہ مائی گاڈ۔۔حمین کی آواز صدمہ زدہ تھی۔۔پھر یہ انکے پاس کیوں نہیں۔۔

اس نے اسی صدمے میں امامہ سے جیسے احتجاجاً کہا تھا۔اور یہ وہ سوال تھا جسکا جواب امامہ نہ دے سکی۔اسکی سمجھ میں نہیں آیا تھا

کیا اسکا کوئی بہن یا بھائی بھی نہیں؟؟

نہیں اسکا کوئی بھی نہیں۔۔امامہ نے جواب دیا۔حمین کا چہرہ کھل اٹھا۔۔

تب تو میں اسکا نام رکھ سکتا ہوں۔۔گفتگو جہاں سے شروع ہوئی تھی گھوم پھر کر پھر وہی آگئی تھی۔۔حمین کوئی بات بھولتا نہیں تھا اور یہ اسکے ماں باپ کی بدقسمتی تھی۔۔۔

اوکے۔۔تم اسکا نام رکھ لو۔امامہ نے جیسے ہاتھ جوڑنے والے انداز میں اسکے سامنے ہتھیار ڈالے۔

ممی۔۔۔کیا یہ ہمارے ساتھ رہے گی؟ حمین نے ایک اور سوال سے اسے مشکل میں ڈالنا ضروری سمجھا۔۔۔

نہیں۔۔۔۔امامہ نے اسی طرح کام میں مصروف اسکی طرف متوجہ ہوتے بغیر کہا۔۔۔

کیوں؟؟ حمین نے جیسے چیخ نما انداز میں سوال کیا۔امامہ صرف گہری سانس لیکر رہ گئی

جب تمہارے بابا آئیں گے تو ان ہی سے پوچھنا۔اس نے بلا کو اپنے سر سے ٹالنے کی کوشش کی۔۔۔

ممی۔۔۔۔کیا ہم اسے اڈاپٹ کرسکتے ہیں۔۔امامہ کا دماغ گھوم گیا تھا اس سوال پر۔۔۔۔

نہیں۔۔۔۔یہ نہیں ہو سکتا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تم اسے اڈاپٹ کیوں کرنا چاہتے ہو؟ جبریل نے جیسے ہول کر کہا۔

کیونکہ مجھے ایک بے بی چاہیئے۔۔

اس نے بے حد نروٹھے انداز میں اعلان کیا۔۔۔جبریل جیسے غش کھا گیا تھا۔۔امامہ دم بخود اپنے ساڑھے تین سالہ بیٹے کی شکل دیکھ کر رہ گئی۔۔جبکہ لاؤنج میں آتے ہوئے سکندر عثمان اپنی ہنسی پر قابو نہیں رکھ سکے تھے۔حمین نے سکندر عثمان کو اندر آتے اور ہنستے دیکھ لیا۔۔وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر جاکر انکی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔۔اور اس نے ایک بار پھر وہ مطالبہ پیش کیا۔۔

ایک دن آئے گا جب بے بی آپکے پاس ہو گا۔۔انہوں نے اسے تھپکتے ہوئے تسلی دی۔

ایک دن؟؟ حمین کی آنکھیں عادتاً گول ہوئی۔آج کیوں نہیں۔۔۔

سکندر نے زمین پر بیٹھی کھلونوں سے کھیلتی چنی کو دیکھا جتنا ترحم اور احساس جرم سالار کے دل میں چنی کے لیئے تھا اتنا ہی سکندر کے دل میں بھی اسکے لیئے تھا۔۔وہ جیسے ان دونوں کا مشترکہ احساس جرم تھا۔۔۔

بیٹا اسے واپس جانا ہے۔۔وہ آپکی بے بی نہیں ہوسکتی۔۔سکندر نے اب حمین کو سمجھانے کی کوشش کا آغاز کیا۔۔

اسے کہاں جانا ہے؟ حمین کو سکندر کی بات پر ایک اور جھٹکا لگا۔۔۔

اپنی فیملی کے پاس۔۔سکندر نے مختصراً کہا۔۔۔

لیکن ممی نے تو کہا تھا کہ اسکی کوئی فیملی نہیں ہے۔۔۔

سکندر نے امامہ اور امامہ نے انہیں دیکھا۔آپکے بابا اسکو کسی نرسری میں داخل کروانا چاہتے ہیں ۔۔امامہ نے اسکے لیئے ایک جواب ڈھونڈا۔

یہ ہمارے ساتھ کیوں نہیں رہ سکتی۔ہمارا گھر اتنا بڑا ہے۔اس نے ہاتھ پھیلا کر اتنا پر زور دیا۔۔۔

یہ ہمارا گھر نہیں ہے۔۔یہ آپکے دادا ابو کا گھر ہے۔۔اندر آتے ہوئے سالار نے اسکے سوال کا جواب پیش کیا۔

حمین سوچ میں پڑا۔۔۔

یہ ہمارے ساتھ کنشاسا میں رہ سکتی ہے۔۔۔اسے کنشاسا والے گھر کا خیال آیا۔۔

لیکن وہ بھی ہمارا گھر نہیں ہم اسے جلد چھوڑ دیں گے۔

سالار نے بے حد سنجیدگی سے اسکے ساتھ یوں بات کرنی شروع کی جیسے وہ کسی بڑے آدمی سے بات کر رہا ہو۔۔۔۔۔

حمین اب بھی سوچ میں پڑا تھا جیسے وہ چنی کے لیئے ایک گھر کی تلاش میں تھا جہاں اسے رکھا جاسکتا اور امامہ کو گھر کے ذکر پر جیسے اپنا گھر یاد آیا۔۔۔

ہمارے پاس اپنا گھر کیوں نہیں ہے؟

ہمارا اپنا گھر ہو گا۔۔امامہ نے جیسے حمین کو بہلایا۔

کب۔۔۔۔۔

بہت جلد۔۔۔

امامہ چائے بنا کر سکندر اور سالار کو پیش کر رہی تھی۔

اسی لیئے منع کرتا تھا میں کہ فضول خرچیاں مت کرو۔وقت پر اپنا گھر بنا لو۔جیسے تمہارے سارے بھائیوں نے بنا لیئے۔سکندر عثمان کو اس موضوع گفتگو سے وہ پلاٹ اور وہ انگوٹھی یاد آئی۔۔۔وہ پلاٹ اس وقت ہوتا تو چار پانچ کروڑ کا ہوتا۔اس رنگ کی اس وقت کی مارکیٹ پرائس سے ڈبل۔۔۔سکندر نے روانی سے کہا۔۔اپنے لیئے چائے ڈالتی امامہ ایک لمحے کے لیئے ٹھٹکی۔

کس رنگ کی؟ اس نے جیسے حیران ہو کر سکندر سے پوچھا۔

جو رنگ تم نے پہنی ہوئی ہے۔سکندر نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔سالار کو غلطی کا احساس ہوا لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔امامہ نے بے یقینی سے ہاتھ میں پہنی انگوٹھی کو دیکھا۔۔پھر سالار کو اور پھر سکندر عثمان کو۔۔۔۔

یہ پلاٹ بیچ کر آئی ہے؟

ہاں۔۔ایک کروڑ سینتیس لاکھ کی۔۔ذرا سوچو دس گیارہ سال پہلے وہ پلاٹ نہ بکتا تو آج وہ اسلام آباد میں جس جگہ پر ہے اس سے چار گنا قیمت ہو چکی ہوتی۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سکندر نےنہ امامہ کے تاثرات پر غور کیا نہ سالار کے۔۔۔وہ روانی میں چائے پیتے ہوئے بات کہتے گئے۔۔۔

امامہ ساکت اور دم بخود سالار کو دیکھ رہی تھی جو اس سے نظریں چرائے چائےپینے میں مصروف تھا اس وقت وہ یہی کر سکتا تھا۔

کمرےمیں یکدم اپنی بات کے اختتام پر چھانے والی خاموشی سے سکندر عثمان کو لگا کچھ ٹھیک نہیں۔۔۔۔

چائےکا آخری گھونٹ لیتے ہوئے وہ رکے۔انہوں نے ساکت بیٹھی امامہ کو دیکھا جو سالار کو گھور رہی تھی. پھر سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں انہیں اس خاموشی کی وجہ سمجھ آگئ تھی۔

اسے اب بھی نہیں پتا؟ انہوں نے بے یقینی سے اپنے بیٹے سے پوچھا۔

اب پتا چل گیا ہے۔۔سکندر کی سمجھ میں نہیں آیا وہ فوری طور پر اس انکشاف پر کیا رد عمل کرے۔جو ایک راز کو غیر ارادی طور پر افشا کرنے پر انکی شرمندگی چھپا لیتا۔۔۔

امامہ نے اپنے ہاتھ کی پشت کو پھیلا کر اس انگوٹھی کو دیکھا۔پھر سکندر کو اور پھر سالار کو۔۔۔وہ اگر کہتا تھا کہ وہ انمول تھی تو غلط نہیں کہتا تھا۔اسکی زندگی میں بہت سارے لمحے آئے جب اسکا دل بس سالار کے گلے لگ جانے کو چاہا تھا۔۔کسی لفظ اور کسی اظہار کے بغیر۔۔۔

*******——————******——————**

تم نے رنگ اتار دی؟ اس رات امامہ کے ہاتھ میں اس رنگ کو نہ پاکر وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

میں بے وقوف نہیں ہوں جو اتنی قیمتی رنگ ہر وقت پہنے رہوں۔امامہ نے جواباً کہا۔تمہیں مجھے بتانا چاہیئے تھی اسکی قیمت۔۔۔اس نے سالار سے کہا۔

صرف اس خدشے کے تحت نہیں بتایا تھا تمہیں۔۔اور دیکھ لو میرا اندازہ ٹھیک تھا۔تم اسے بھی اب لاکر میں رکھ دو گی۔

سالار کچھ ناخوش سا دوبارہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہوا۔ایک لمحہ کے لیئے امامہ خاموش رہی پھر اس نے کہا۔۔۔

تو اور کہاں رکھوں؟ ساتھ لیئے پھرنا بے وقوفی ہے۔۔گم ہوجائے تو؟ مجھے تو ہارٹ اٹیک ہی ہوجائے گا جو ایک کروڑ سے بھی مہنگی انگوٹھی میں گم کردوں۔

تقریباً سوا دو کروڑ.

سالار ٹی وی پر نظریں جمائے بڑبڑایا۔۔امامہ کی سمجھ میں نہیں آیا۔۔۔

کیا؟

اسکی موجودہ قیمت۔۔وہ اسی انداز میں بولا۔

اس لیئے تو نہیں پہن رہی۔۔۔۔بے وقوفی تھی ویسے یہ۔۔۔اس نے ایک ہی سانس میں کچھ توقف کے بعد کہا۔

کیا؟ سالار اس بار اسکی طرف متوجہ ہوا۔

ایک پلاٹ بیچ کر انگوٹھی خریدنا۔۔اور وہ بھی اتنی مہنگی۔۔۔میں تمہاری جگہ ہوتی تو کبھی نہ خریدتی۔

اسی لیئے تم میری جگہ نہیں ہو امامہ۔۔۔سالار نے جتانے والے انداز میں کہا۔وہ نادم ہوئی لیکن اس نے ظاہر نہیں کیا۔۔۔

وہ پلاٹ ہوتا تو آج اسے بیچ کر گھر بنا چکے ہوتے ہم۔۔اس نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

تمہارے خوابوں کا ایکڑوں پر پھیلا ہوا گھر چند کروڑ میں بن جاتا؟؟

وہ اب اسے چڑانے والے انداز میں کچھ یاد دلا رہا تھا۔اور امامہ کو ایک جھماکے کیساتھ وہ سکریپ بک یاد آئی جس میں اس نے اپنے ممکنہ گھر کی ڈھیروں ڈرائنگز بنا رکھی تھی۔

اچھا کیا مجھے یاد دلا دیا۔میں تو کل ہی وہ سکریپ بک نکالتی ہوں مدت ہوگئی اسے دیکھے ہوئے۔اور اس میں کچھ ایڈ کیئے۔۔

امامہ کا ذہن برق رفتاری سے انگوٹھی سے ہٹ کر گھر پر چلا گیا تھا اور پھر سالار کو امریکہ میں خریدے اور بیچ دینے والے گھر کا خیال آیا۔۔

تمہیں ایک چیز دکھاؤں؟؟ سالار نے ٹیبل پر پڑے اپنے لیپ ٹاپ کو اٹھا لیا۔۔

کیا؟؟ وہ چونکی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار اب لیپ ٹاپ کھول کر اس میں سے تصویروں والے حصے میں جاکر اس گھر کی تصویریں ڈھونڈ رہا تھا اور وہ چند منٹوں میں سکرین پر نمودار ہوگئ تھی۔۔

یہ کیا ہے؟ امامہ نے ایک کے بعد ایک سکرین پر نمودار ہونے والی ان تصویروں کو دیکھتے ہوئے سالار سے پوچھا۔۔۔

ایک گھر۔۔۔ایک جھیل۔۔۔اسکے گرد پھیلا لان۔۔

وہ اسکی بات پر ہنسی۔

وہ تو مجھے نظر آرہا ہے لیکن کس کا گھر ہے یہ۔

اس نے سالار سے پوچھا۔اور مجھے کیوں دکھا رہے ہو؟

جب حمین پیدا ہوا تھا اور میں تمہارے پاس امریکہ سے آیا تھا تو اس رات تم نے مجھے بتایا تھا کہ تم نے خواب میں ایک گھر دیکھا تھا۔کیا وہ گھر ایسا تھا۔تمہیں خواب یاد ہے نا؟ سالار نے اس سے پوچھا۔۔

ہاں یاد ہے۔۔۔لیکن وہ گھر ایسا نہیں تھا۔وہ جھیل بھی ایسی نہیں تھی۔۔اور یہ کہہ کر اس نے سالار کے احساس جرم سے جیسے ہوا نکال دی۔

کیوں؟ تم کیوں پوچھ رہے ہو یہ سب؟ اور یہ گھر کس کا ہے۔۔امامہ کو اب الجھن ہوئ۔

تمہارے لیئے خریدا تھا۔۔۔سالار پھر تصویروں کو سکرول کرنے لگا۔

امامہ۔کو اسکی بات پر جیسے جھٹکا لگا۔کیا مطلب میرے لیئے۔۔۔

ہاں تمہارے لیئےmortagage کیا تھا امریکہ میں۔ تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا۔تمہاری برتھ ڈے پر گفٹ کر کے لیکن۔۔۔۔۔

لیکن؟ امامہ نے اسکے خاموش ہونے پر پوچھا۔۔۔

لیکن پھر میں نے اسے بیچ دیا۔سودسے میں دنیا میں تو گھر لے سکتا تھا جنت میں گھر نہیں لے سکتا۔

تم لے بھی لیتے تو میں اس گھر میں کبھی نہیں جاتی۔صرف ایک گھر ہی کی تو فرمائش کی ہے تم سے پوری زندگی میں وہ بھی حرام کے پیسے سے بنا کر دیتے مجھے۔۔امامہ نے سنجیدگی سے کہا۔۔

میں تمہارے خوابوں کا گھر بنا کر دینا چاہتا تھا ایکڑوں پر پھیلا۔۔ جھیل کنارے۔۔ سمر ہاؤس۔۔۔اور جلدی بنانا چاہتا تھا۔بڑھاپے تک پہنچنے سے پہلے۔۔۔

امامہ نے سر جھٹکا۔۔تم واقعی بے وقوف ہو۔میرے خوابوں کے گھر کی اینٹیں حرام۔کے پیسوں سے رکھی جائے یہ خواہش نہیں کی تھی میں نے۔۔اور ایکڑوں کا گھر تم سے کہا تھا لیکن دعا اللہ سے کرتی تھی کہ وہ اسے مکمل کرے اور اتنے وسائل دے۔۔تم سے ایک بار بھی میں نے نہیں کہا کہ اتنا کماؤ یا اسی سال گھر کھڑا کر کے دو۔ کبھی بھی یاد دہانی نہیں کرائی تمہیں۔پھر کیوں جلدی تھی تمہیں اس گھر کے لیئے۔۔۔

اسے افسوس ہورہا تھا۔۔تم نے کبھی مجھ سے نہیں کہا۔مجھے ریمانڈ نہیں دیئے لیکن مجھے پتا تو تھا نا کہ تمہاری خواہش ہے یہ۔۔۔میں چاہتا تھا میں تمہاری خواہش پوری کردوں۔۔۔تم نے صرف ایک چیز مانگی تھی مجھ سے اس لیئے۔۔وہ اس سے کہتا جارہا تھا۔۔۔امامہ ہنس پڑی۔

تم خواب دیکھ رہے ہو سود سے پاک ایک اسلامی مالیاتی نظام کا جسے دنیا میں رائج کرسکو۔اور میں خواب دیکھتی ہوں ایکڑوں پر پھیلے ایک گھر کا۔حلال کے پیسے سے بنے ہوئے گھر کا۔۔خواب تمہارا بھی اللہ ہی پورا کرسکتا ہے اور میرا بھی۔۔اس لیئے اسے اللہ پر ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ویسے بھی میں نے سوچا ہے وہ انگوٹھی بیچ کر اس سے کوئی پلاٹ تو لیکر رکھ ہی سکتی ہوں میں۔۔۔

سالار نے بے حد خفگی سے اسکی بات کاٹی۔۔تم اسے بیچ دو گی؟

وہ ہنس پڑی۔۔نہیں۔۔۔تم سمجھتے ہو میں اسے بیچ سکتی ہوں؟

ہاں۔۔۔سالار نے اسی نروٹھے انداز میں کہا۔وہ ایک بار پھر ہنس پڑی۔ تمہیں پتا ہے دنیا میں صرف ایک مرد ہے جو میرے لیئے ایسی انگوٹھی خرید سکتا ہے۔۔

اب تم رو کر مجھے جذباتی کروگی۔۔سالار نے اسکی آنکھوں میں ابھرتی نمی کو دیکھ کر حفاظتی بند باندھنے کی کوشش کی۔۔۔

یہ انگوٹھی انمول ہے۔۔۔تم انمول ہو۔۔اس نے ٹھیک بھانپا تھا۔امامہ کی آنکھیں برسنے لگی تھی۔

پھر ایک بات مانو۔۔سالار نے اسکا ہاتھ تھاما۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

کیا؟

اسے ہاتھ میں پہن لو۔۔

گم ہو جائے گی۔۔وہ روتے ہوئے بولی۔۔۔

میں اور لے دوں گا۔۔اس نے امامہ کے آنسو پونچھے۔۔

تمہارے پاس بیچنے کے لیئے اب کچھ ہے ہی نہیں۔۔۔امامہ نے آنسوؤں کی بارش میں بھی ہوشمندی دکھائی۔۔۔وہ ہنسا۔۔

تم مجھے ایسٹیمیٹ کر رہی ہو۔۔

اس سے پہلے وہ کچھ اور کہتا باہر میٹرس پر پڑا سویا ہوا حمین جاگ گیا۔

وہ دونوں بیک وقت اسکی طرف متوجہ ہوئے۔وہ نیند مین کچھ بڑبڑایا تھا۔

اب کیا کہہ رہا ہے۔۔سالار حیران ہوا۔

امامہ نے اسے دوبارہ لٹا کر تھپکنا شروع کردیا اور اسکے برابر انگوٹھا منہ میں ڈالے لیٹی ہوئی چنی کو دیکھا۔

سالار اسکے بارے میں جو بھی طے کرنا ہے جلدی کرو۔۔حمین جس طرح اس سے اٹیچ ہو رہا ہے میں نہیں چاہتی کچھ اور وقت یہاں رہنے کے بعد یہاں سے جائے تو وہ اپ سیٹ ہو۔۔۔

امامہ نے چنی پر چادر ٹھیک کرتے ہوئے سالار سے کہا۔۔

صبح طے کرلوں گا کہ اسے کہاں چھوڑ کر آنا ہے۔جو دو چار ادارے مجھے مناسب لگ رہے ہیں انکے بارے میں انفارمیشن لایا ہوں۔۔اگلے دن وہ اس بچی کو لے کر ان چاروں اداروں میں گئے تھے جہاں وہ اسے رکھنا چاہتے تھے۔دو اداروں نے مناسب قانونی کاروائی کے بغیر اس بچی کو فوری طور پر اپنی تحویل میں لینے سے انکار کردیا۔۔جن دو اداروں نے اس بچی کو وقتی طور پر لینے پر آمادگی ظاہر کی وہاں بچوں کی پرورش اور دیکھ بھال کے انتظامات دیکھ کر وہ دونوں خوش نہیں ہوئے۔۔۔

شام کو وہ پھر چنی کے ساتھ واپس گھر پہنچ چکے تھے اور حمین کی باچھیں چنی کو ایک بار پھر دیکھ کر کھل گئ تھی۔وہ صبح بھی بڑی مشکل سے چنی کو رخصت کرنے پر تیار ہوا تھا۔۔اور اب چنی کی واپس آمد اسکے لیئے اک بگ نیوز تھی۔۔۔

اگلے چنددن سالار نے چنی کی گارڈین شپ کے حوالے سے قانونی کاروائی کرنے اور چنی کی پیدائش اور پیدائش اور اس سے متعلقہ باقی کاغذات پورے کرنے کی کوشش کی اور جب دو تین دنوں میں وہ ان کاموں میں پھنسا رہا تو حمین نے چنی کے بارے میں یہ بھی دریافت کیا کہ وہ گونگی تھی۔۔کیونکہ وہ ان تین چار دنوں میں بلکل خاموش رہی۔۔

اور یہ چنی کے بارے میں ایک خوفناک انکشاف تھا جس نے امامہ اور سالار دونوں کو ہولا دیا تھا۔

ممی یہ گونگی ہے۔۔حمین نے کہا۔۔مجھے ہوتا یقین ہے۔

نہیں۔۔سن تو رہی ہے۔۔امامہ نے چنی سے بات کرنے کی کوشش کے بعد نتیجہ نکالتے ہوئے کہا۔۔وہ ہر آواز پر متوجہ ہوتی تھی۔

ممی یہ امپورٹنٹ نہیں ہے۔اہم بات بولنا ہے۔اور یہ بول نہیں سکتی۔۔حمین نے اسکی معذوری پر اظہار افسوس کرتے ہوئے اپنی آنکھوں میں حتی المقدور رنجیدگی اور افسوس شامل کیا۔

سب سے اہم بات سننا ہے۔امامہ نے بڑے غلط موقع پر اپنے بیٹے کو نصیحت کی کوشش کی تھی۔۔

میں ایسا نہیں سمجھتا یہاں بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جو سن سکتی ہیں لیکن چند ہی ایسی ہے جو بول سکتی ہے۔

محمد حمین سکندر کی دانائی نے امامہ کو ہمیشہ کی طرح چاروں شانے چت گرایا تھا۔۔

-----------*******-----------

چنی کے نصیب میں کسی ادارے میں پرورش پانا نہیں لکھا تھا اسکے نصیب میں سالار سکندر کے گھر میں ہی پلنا بڑھنا لکھا تھا۔۔جب تک سالار قانونی معاملات کو نپٹا کر چنی کے لیئے ایک ادارے کا انتخاب کرتا۔چنی کو شدید نمونیہ ہوگیا تھا۔دو دن بعد ان لوگوں کو واپس کانگو جانا تھا۔انکی تین ہفتے کی چھٹی ختم ہورہی تھی۔۔۔ایک عجیب خدشہ ان دونوں کو لاحق ہوا تھا اگر اس بچی کی نگہداشت نہیں ہوتی اور اگر وہ اسکے اسطرح چھوڑ جانے پر خدانخواستہ مر جاتی تو وہ خود کو کبھی معاف نہیں کرتے۔۔۔سالار اور امامہ نے فیصلہ کیا کہ امامہ بچوں کیساتھ تب تک وہی رہے گی جب تک چنی کی حالت سنبھل نہیں جاتی۔۔سالار واپس چلا گیا تھا۔

امامہ دو ہفتے اور پاکستان میں رہی۔چنی کی حالت سنبھل گئ تھی۔مگر اب وہ بچوں کیساتھ اور خاص طور پر حمین کیساتھ اسطرح اٹیچ ہوگئ تھی کہ وہ ان سے الگ ہونے پر تیار ہی نہیں تھی۔۔۔سالار

ان لوگوں کو پاکستان سے واپس لے جانے کے لیئے آیا تھا اور حمین کو بتائے بنا وہ دوبارہ چنی کو ایک ادارے چھوڑنے گیا۔وہ دونوں بار اس سے لپٹ کر چیخیں مار کر رونے لگی۔وہ اسکے علاوہ کسی اور کی گود میں بھی جانے کو تیار نہیں تھی۔۔وہ زبردستی اسے تھما کر باہر نکلتا اور اسکی چیخوں کی آواز سن کر کسی عجیب کیفیت میں واپس چلا آتا وہ اسکی۔گود میں آتے ہی چپ ہوجاتی۔۔

وہ جبریل کو قرآن پاک خود حفظ کروا رہا تھااور پاکستان سے چلے جانے کے بعد دو ہفتوں تک وہ روز اسکائپ پر جبریل کو پڑھاتا۔۔پھر بچوں اور امامہ سے بات کرتا تو چنی بھی اس ماحول کا حصہ ہوتی۔وہ سالار کو سکرین پر نمودار ہوتے دیکھ کر اسی طرح خوشی سے چیخیں مارتی۔اوں آں کرتی۔۔اور اس نے اپنی زندگی کا پہلا لفظ بھی سالار کے پاکستان آنے پر اسے دیکھ کر باقی بچوں کیساتھ اسکی طرف بھاگتے ہوئے ادا کیا تھا۔۔با۔۔۔۔با۔۔۔وہ سالار کی طرف بھاگتے ہوئے بولتی جارہی تھی۔۔اور اس بات کو سب سے پہلے حمین نے نوٹس کیا۔۔۔۔

اوہ مائی گاڈ۔۔یہ بول سکتی ہے۔۔سالار کی طرف بھاگتے ہوئے حمین کو جیسے بریک لگ گئی۔وہ اپنی موٹی آنکھیں گول کر کے چنی کو دیکھ رہا تھا۔۔جو اب سالار کے پیروں سے لپٹی تھی۔سالار عنایہ کو اٹھائے ہوئے تھا۔اور وہ اسکی ٹانگوں سے لپٹی با۔۔۔با۔۔با۔۔۔بولتی جا رہی تھی۔منہ اوپر کیئے ہوئے۔۔۔چمکتی آنکھوں کیساتھ۔۔۔پدرانہ شفقت اگر کوئی چیز تھی تو اس وقت سالار نے چنی کے لیئے وہی محسوس کی۔اور کس رشتے سے۔۔۔یہ اسے سمجھ نہیں آیا۔۔۔

سالار نے عنایہ کو اتارا اور اپنی ٹانگوں سے لپٹی چنی کو اٹھا لیا۔۔وہ کھکھلائی۔۔اس نے عنایہ کی طرح باری باری سالار کے گال چومے۔پھر وہ سالار کی گردن کے گرد ہاتھ لپیٹ کر اسکے ساتھ یوں

چپک گئ کہ اب نیچے نہیں اترے گی۔وہ کیسے انکے گھر اور زندگیوں کا حصہ بن گئ انہیں احساس تک نہیں ہوا۔۔سوائے حمین کے۔۔جو دن میں تقریباً تین سو بار یہ اعلان کرتا تھا۔۔۔کہ وہ اسکی بہن ہے۔۔

سالار واپس جانے سے پہلے امامہ کیساتھ بیٹھ کر چنی کے لیئے ہر امکان کو زیر غور لاتا رہا تھا۔اور ہر امکان کو رد کرتا رہا یہاں تک کہ امامہ نے کہہ ہی دیا۔۔۔

تم اسے اڈاپٹ کرنا چاہتے ہو؟

ہاں۔۔۔لیکن یہ کام تمہاری مرضی کے بنا نہیں ہوسکتا۔۔پالنا تو تمہیں ہے۔۔تم پال سکتی ہو؟ سالار نے اس سے پوچھا۔

پہلے کون پال رہا ہے۔۔امامہ نے عجب جواب دیکر جیسے سالار کو اس مشکل سے نکال لیا تھا۔

اگر اسکے نصیب میں ہمارے ہی گھر میں پرورش پانا لکھا ہے تو ہم کیسے روک سکتے ہیں۔

چنی کو اڈاپٹ کرتے وقت سالار نے اسکو اپنی ولدیت بھی دی تھی۔۔۔

رئیسہ سالار اپنے نصیب میں اور اپنے سے منسلک ہر شخص کے نصیب میں خوش نصیبی کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔۔خوش نصیبی کا وہ پرندہ جو جسکے سر پر بیٹھتا اسے بادشاہ بنادیتا۔۔۔اور اسے ایک بادشاہ ہی کی ملکہ بننا تھا۔۔۔

--------******---***---------

کانگو کا آخری سال سالار کے لیئے کئ حوالوں سے بے حد ہنگامہ خیز رہا۔وہ ورلڈ بنک کیساتھ اپنے آخری سال میں اپنے سارے معاملات کو وائنڈ اپ کر رہا تھا۔۔امریکی حکومت نے اسے صدر کے عہدے کی پیشکش کی تھی۔۔۔ورلڈ بنک کا پہلا کم عمر ترین مسلمان صدر۔۔۔بیالیس سال کی عمر میں اس عہدے پر کام کرنے کے لیئے کوئ کچھ بھی کرنے کو تیار ہو سکتا تھا

وہ تاریخ کا حصہ بن سکتا تھا۔بے حد آسانی سے۔اس نے امریکہ میں ہونے والی میٹنگ اور اس آفر کے بارے میں سب سے پہلے کانگو واپس آنے پر امامہ کو بتایا تھا۔

تو؟؟ اس نے سالار سے پوچھا۔۔۔

تو کیا؟ سالار نے اسی انداز میں کہا۔۔

تم نے کیا کہا۔۔امامہ نے اس سے پوچھا۔۔۔

میں نے سوچنے کے لیئے ٹائم لیا ہے۔۔امامہ اسکے جواب سے بے حد ناخوش ہوئ۔۔۔۔

سوچنے کے لیئے ٹائم؟؟ تم انکار کر کے نہیں آئے؟اس نے جیسے سالار کو یاد دلایا۔۔۔

انکار کیا تھا۔۔قبول نہیں ہوا۔۔مجھے سوچنے کے لیئے کہا گیا ہے۔

تم کیا سوچ رہے ہو سالار؟ تم یہ آفر قبول کرنا چاہتے ہو؟ اس نے سالار سے ڈائریکٹ سوال۔کیا۔

کرنی چاہیئے کیا؟ سالار نے جواباً پوچھا۔۔

نہیں۔۔۔اتنا حتمی اور دو ٹوک جواب آیا تھا کہ سالار بول ہی نہ سکا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تمہیں یاد نہیں تم کس مقصد کے لیئے کام کر رہے ہو اور کیا کرنا چاہتے ہو۔۔امامہ نے جیسے اسے یاد دلایا۔۔۔

بلکل یاد ہے۔۔۔

پھر الجھن کس بات کی ہے۔۔امامہ نے پوچھا۔۔

الجھن نہیں ہے صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ ابھی تھوڑا وقت چاہیئے مجھے اپنے پروجیکٹ کو عملی شکل میں دنیا کے سامنے لانے کے لیئے۔۔۔ورلڈ بنک کے صدر کے طور پر کام کرلوں گا تو اس پروجیکٹ میں بہت مدد ملے گی۔ڈھیروں کمپنیز اور انویسٹرز ہمارے پاس آئینگے۔۔۔بہت سی جگہوں پر مجھے تعارف کروانا ہی نہیں پڑے گا۔۔

امامہ نے اسے ٹوکا۔۔۔بس صرف یہ وجہ ہے؟ وہ ان چند انسانوں میں تھی جسکے سامنے وہ جھوٹ نہیں بول سکتا تھا وہ اسکا جھوٹ پکڑ لیتی تھی پتا نہیں یہ خصوصیت ساری بیویوں کی ہوتی ہیں یا صرف امامہ ہاشم کی۔۔

ورلڈ بنک کے صدر کے طور پر ایک مسلمان کی تعیناتی ایک اعزاز بھی تو ہے۔۔۔سالار نے اس بار بے حد مدھم آواز میں وہ ترغیب بھی سامنے رکھی۔۔۔

ورلڈبنک کیا ہے سالار؟ کچھ بھی نہیں۔سود کا کام کرنے والی قوموں کا اجتماع اور کیا ہے۔۔۔کیا اعزاز والی بات ہے اس میں کہ سود کا کام کرنے والی ان قوموں کی سربراہی ایک مسلمان کے پاس ہو۔۔۔۔یہ اعزاز نہیں بلکہ شرم سے ڈوب مرنے والی بات ہے ایک مسلمان کے لیئے۔۔۔۔۔

امامہ نے جیسے اسے آئینہ نہیں جوتا دکھایا تھا۔جس پروجیکٹ پر تم کام کر رہے ہو اس میں کامیابی تمہیں اللہ نے دینی ہے تمہارے علم تجربے اور قابلیت اور ورلڈ بنک کیساتھ منسلک شناخت نے نہیں۔۔۔تم اب چالیس سال کے ہوچکے ہو بچے بڑے ہورہے ہیں پانچ سال ورلڈ بنک کا صدر رہنے کے بعد تم سینتالیس سال کے ہوچکے ہوگے۔۔پھر اسکے بعد تم ایک اسلامی مالیاتی نظام۔پر کام کرنا شروع کروگے؟ جب تم اپنی ساری جوانی ورلڈ بنک کودے چکے ہوگے۔۔۔تم یقیناً مذاق کر رہے ہو پھر۔۔۔اپنے ساتھ۔۔۔اور ان لوگوں کیساتھ جنہیں تم ایک ممکنہ انقلاب کا حصہ بنائے بیٹھے ہو۔۔وہ کہتے ہوئے اٹھ گئی۔

تمہیں پتا ہے امامہ۔۔میری زندگی کا سب سے بہترین اثاثہ کیا ہے۔۔۔تمہاری یہ ظالمانہ صاف گوئی۔۔جو مجھے میری اوقات میں لے آتی ہے۔تم مجھ سے امپریس کیوں نہیں ہوجاتی۔

امامہ اس بار رک کر اسے دیکھنے لگی۔

میں الجھا تھا لیکن گمراہ نہیں۔۔۔تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔وقت گزرتا جارہا ہے۔وہ اب اپنا اعترافی بیان دے رہا تھا۔۔امامہ کو چہرہ کھل اٹھا تھا۔۔۔

مجھے تم سے متاثر ہونے تمہارے گن گانے کے لیئے بنایا ہی نہیں گیا سالار۔۔اس کے لیئے دنیا ہے۔۔

مجھے تمہیں چیلنج کر کے تمہیں آگے بڑھانے کے لیئے تمہارا ساتھی بنایا گیا ہے۔۔۔یہ کام کوئی اور نہیں کرسکتا۔وہ اب مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ آفر میڈیا کے ذریعے منظر عام پر آگئ تھی اور ورلڈ بنک کے اگلے ممکنہ صدر کے طور پر سالار سکندر کا نام بہت سی جگہوں پر اچھالا جانے لگا۔یہ اسکے خاندان اور خلقہ احباب کے لیئے بے حد فخر کا باعث بننے والی خبر تھی اور سالار کے انکار کرنے کے باوجود کوئ بھی یہ ماننے کو تیار نہ تھا کہ وہ اس آفر کو قبول کرنے سے انکار کرسکتا ہے۔

سکندر عثمان خاص طور پر اسکے اس فیصلے سے خوش نہیں ہوئے تھے۔

تم عقل سے پیدل ہو اور ہمیشہ رہوگے۔۔انہوں نے بے حد خفگی کا اظہار کرتے ہوئے سالار سے کہا۔

سالار چند دن کے لیئے پاکستان آیا ہوا تھا اور سکندر نے ضروری سمجھا تھا کہ وہ ایک بار اسے سمجھانے کی کوشش کرتے اور اس کوشش کے دوران سالار کی بتائ ہوئ وجہ پر وہ سیخ پا ہوگئے۔

تم ورلڈ بنک کا صدر نہیں بننا چاہتے۔تم سود سے پاک ایک اسلامی مالیاتی نظام بنانے کا خیالی پلاؤ پکاتے اور کھاتے رہنا چاہتے ہو۔وہ اتنا تلخ ہونا نہیں چاہتے تھے جتنا ہوگئے تھے۔۔تمہاری طرح ڈھیروں لوگ یہ خیالی پلاؤ بنا رہے ہیں ساری دنیا میں اور بناتے ہی جارہے ہیں نہ پہلے کوئ کچھ کرسکا تھا نہ ہی آئندہ کچھ ہونے والا ہے۔اور مجھے یقین ہے تمہارے اس ذہنی فتور کے پیچھے امامہ کا ہاتھ ہوگا۔اس سے مشورہ تو کیا ہوگا نا تم نے۔

تم جانتے ہو سالار یہ جو موجودہ نظام ہے اسے ہٹانا کیوں مشکل ہے۔۔کیونکہ یہ افراد کا بنایا ہوا نظام نہیں ہے۔ریاستوں کا بنایا ہوا نظام ہے۔فلاحی ریاستوں کا نظام۔۔۔وہ بے شک اسلامی نہ ہو لیکن اپنے اندر اس نظام کو چلاکر کم از کم اپنے معاشرے میں لوگوں کو ایک فلاحی سسٹم دییے ہوئے ہیں۔تم افراد کو چیلنج کرسکتے ہو ریاستوں کو نہیں۔۔

آپ ٹھیک کہتے ہیں جب تک کسی قوم۔کے افراد صرف اپنے لیئے جیئے اور مریں گے تب تک کچھ نہیں بدلے گا۔جب لوگ قوم کے لیئے سوچنا شروع کردینگے سب کچھ بدل جائے گا۔۔۔

اس نے سکندر عثمان سے کہا۔۔۔

جن معاشروں اور اقوام کی مثالیں آپ دے رہے ہیں انکے ڈھیروں افراد نے اپنی زندگیاں لیبارٹریز لائبریریز پر صرف اس خواب اور عزم کیساتھ گزاری تھی کہ جو کام وہ فرد کے طور پر کر رہے ہیں وہ انکی قوم کے لیئے بہتر ثابت ہو ان میں سے کئ بھی پرسنل گلوری کے لیئے زندگی قربان نہیں کر رہا تھا وہ بانی اور موجد کے طور پر کوئ پہچان بناکر تاریخ کا حصہ بننا چاہتے تھے۔۔۔اور یہی خواہش میری بھی ہے۔۔۔ایک کوشش مجھے بھی اپنی قوم کے لیئے کرنے دے۔۔

سکندر عثمان بہت دیر تک کچھ بول ہی نہ سکے تھے۔۔اس نے ان ہی کی باتوں کا حوالہ دے کر ان سے بحث کی تھی اور ہمیشہ کی طرح وہ بحث جیت گیا۔۔

ورلڈ بنک کے کتنے صدر گزر چکے ہیں مجھ سے پہلے۔۔کسی کو نام بھی یاد نہیں ہونگے۔کہ انہوں نے ورلڈ بنک کے صدر کے طور پر کیا کارنامے سرانجام دییے تھے۔۔ایک کوشش کرنا چاہتا ہوں شاید

اس میں کامیاب ہو جاؤں اور اگر ناکام بھی رہا تو بھی کوئی احساس جرم تو نہیں ہوگا کہ میں سود کھانے اور کھلانے والوں کیساتھ زندگی گزار کر مرا۔۔۔۔

ٹھیک ہے تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو کرو۔۔انہوں نے بے حد مایوسی سے کہا۔تم نے پہلے کبھی میری بات نہیں مانی تو اب کیسے مانو گے۔۔سالار مسکرایا۔۔وہ باپ کی مایوسی کو سمجھ سکتا تھا۔وہ انکا خواب توڑ رہا تھا۔۔۔

مجھے یقین ہے پاپا میں جو بھی کرنے جارہا ہوں وہ صحیح ہوگا۔اس لیئے آپ پریشان نہ ہو۔اس نے سکندر کو تسلی دی۔۔۔۔

اور یہ یقین تمہیں کیوں ہے؟؟ سکندر طنز کییے بغیر نہ رہ سکے۔۔۔

کیونکہ آپ نے زندگی میں جب جب مجھے جس بھی فیصلے سے روکا ہے وہ میرے لیئے بہت اچھا ثابت ہوا ہے۔آپکی ممانعت گڈ لک چارم ہے میرے لیئے۔۔۔

سکندر ٹھیک کہتے تھے وہ واقعی ڈھیٹ تھا مگر اس نے سینس آف ہیومر باپ سے ہی لیا تھا۔جنکا پارہ لمحہ میں چڑھا اور اترا اور وہ ہنس پڑے۔۔۔

کمینے۔۔۔۔۔۔

شکریہ۔۔۔سالار نے جوابی مسکراہٹ کیساتھ کہا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اور یہ فلو کب سے چل رہا ہے تمہارا؟ فرقان نے سالار سے پوچھا۔۔وہ آٹھ مہینے کے بعد مل رہے تھے۔

یہ تو اب ایک ڈیڑھ ماہ سے کچھ مستقل ہی ہو گیا ہے۔آتا جاتا رہتا ہے۔سر درد کیساتھ۔۔شاید کسی چیز کی الرجی ہے۔سالار نے لاپرواہی سے کہا۔۔

تم کوئی میڈیسن لے رہے ہو؟ فرقان نے پوچھا۔

ہاں وہی اینٹی بائیوٹک لیکن اثر کبھی ہو جاتا ہے کبھی نہیں۔۔سالار نے بتایا۔

تم بلڈ ٹیسٹ کروالو کہی کوئی اور مسلہ نہ ہو۔۔فرقان اس وقت مر کے بھی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ مسلہ اتنا بڑا ہو سکتا ہے۔۔سالار کے کروائے جانے والے ٹیسٹس نے فرقان کے پیروں کے نیچے سے زمین نکال دی تھی۔اسے یہ یقین ہی نہیں آیا تھا کہ یہ رپورٹس سالار کی ہو سکتی ہے۔۔

کیوں؟؟ مزید ٹیسٹس کیوں۔۔۔کوئی ایسا سیریس مسلہ تو نہیں مجھے۔۔دوسرے دن مزید ٹیسٹ کا کہنے پر سالار نے ایک بار پھر لاپرواہی سے اسکی بات ہوا میں اڑانے کی کوشش کی۔۔اسے لاہور میں کاموں کا ڈھیر نپٹانا تھااور وہ اس ڈھیر میں کسی ہاسپٹل میں جاکر مزید ٹیسٹ کروانا اسکے لیئے بے حد مشکل کام تھا۔۔۔فرقان خود میں ہمت پیدا نہیں کر سکا کہ وہ اسے بتاتا کہ اسکے ابتدائی ٹیسٹ کس چیز کی جانب اشارہ کر رہے تھے۔۔

یہ ضروری ہے سالار۔کام ہوتے رہینگے۔لیکن صحت پر کمپرومائز نہیں کیا جا سکتا۔۔فرقان نے جواب میں کہا۔۔۔

صحت بلکل ٹھیک ہے یار صحت کو کیا ہوا ہے۔ایک معمولی فلو ہونے پر تم نے مجھے ڈاکٹروں کی طرح ہاسپٹلز کے چکروں پر لگادیا۔۔۔سالار نے اسی انداز میں کہا۔۔

اور ویسے بھی اگلے مہینے مجھے امریکہ جانا ہے وہاں میڈیکل چیک اپ کروانا ہے تم فکر نہ کرو سب ٹھیک ہے۔۔وہ اب اسے ٹالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

سب ٹھیک نہیں ہے سالار۔۔فرقان کو بلاآخر اسے ٹوکنا پڑا۔۔

کیا مطلب۔۔سالار اسکی بات پر ٹھٹکا۔۔

میں تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں آدھے گھنٹے میں۔۔فرقان نے فون پر مزید کچھ کہے فون رکھ دیا تھا۔

سالار اسکے انداز پر الجھا تھا۔لیکن وہ اسے صرف ایک ڈاکٹر کا فروفیشنلزم سمجھا۔

تم فوری طور پر کہی نہیں جا رہے۔مجھے اسی ہفتے میں تمہارے سارے ٹیسٹس کروانے ہیں۔اور اسکے بعد ہی تم کہی جاسکتے ہو۔

فرقان واقعی نہ صرف آدھے گھنٹے میں پہنچ گیا تھا بلکہ اس نے سالار کو اپنی سیٹ کینسل کروانے کے لیئے بھی کہہ دیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

کیا مسلہ ہے فرقان۔۔تم مجھے صاف صاف کیوں نہیں بتا دیتے۔کیا چھپا رہے ہو۔کیوں ضرورت ہے مجھے اتنے لمبے چوڑے ٹیسٹس کی۔۔۔؟؟سالار اب پہلی بار واقعی کھٹکا تھا۔فرقان کو احساس ہو گیا کہ اسے بتائے بغیر وہ اسے ٹیسٹس پر آمادہ نہیں کر سکتا تھا۔۔

میں صرف یہ کنفرم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کوئی ٹیومر نہیں ہے۔۔وہ دنیا کا مشکل ترین جملہ تھا جسے ادا کرنے کے لیئے فرقان نے وہ سارے لفظ اکھٹے کیے یوں جیسے سالار سے زیادہ وہ اپنے آپ کو تسلی دینا چاہتا تھا۔

ٹیومر؟ سالار نے بے یقینی سے کہا۔

برین ٹیومر۔۔۔فرقان نے اگلے دو لفظ جس دقت سے کہے سالار اس دقت سے بھی انہیں بول نہیں سکا۔اسکے کان سائیں سائیں کرنے لگے تھے وہ بے یقینی سے فرقان کو دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

یہ ٹیسٹس جو تم نے کروائے ہیں یہ انڈیکیٹ کر رہے ہیں کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ خود بھی جملہ پورا نہیں کر پایا۔۔۔۔۔۔۔۔

++++++++--------++++_____

اس نے فون پر سالار کو کال ملائی۔چند مرتبہ بیل جانے کے بعد فون اٹھالیا گیا لیکن اٹھانے والا فرقان تھا۔امامہ حیران ہو گئی۔۔سالار لاہور میں تھا اور اس نے کچھ مصروفیات کی بنا پر اپنی سیٹ آگےء کروالی ہے۔اس نے امامہ کو بتایا تھا۔اور یہ بھی بتایا کہ فرقان اسکے بار بار فلو کی وجہ سے

اسے بلڈ ٹیسٹ کروانے کا کہہ رہا تھااور امامہ نے اسے کہا تھا کہ۔اسے فرقان کی بات مان لینی چاہیئے۔

لیکن اسکے بعدامامہ اور سالار کی ان ٹیسٹ رپورٹس کے حوالے سے کوئی بات نہیں ہوئی۔

اور اب فرقان ایک بار پھر سالار کے فون پر تھا تو یہ لاہور میں اسکی سالار سے تیسری ملاقات تھی ان چند دنوں میں۔۔وہ سوچے بنا نہ رہ سکی۔۔وہ اب اس سے اسکا اور بچوں کا حال پوچھ رہا تھا لیکن اسکا انداز بہت عجیب تھا وہ خوش مزاجی جو اسکے طرز تخاطب کا حصہ ہوتی تھی وہ آج امامہ کو مکمل طور پر غائب محسوس ہوئی۔۔

سالار ابھی تھوڑی دیر میں فون کرتا ہے تمہیں۔۔اس نے ابتدائی علیک سلیک کے بعد کہا۔

فون آپ کو کیسے دے دیا اس نے؟ یہ بات امامہ کو بے حد حیران کن لگی۔

ہاں وہ ہاسپٹل میں آئے ہوئے تھے اور سالار کو مجھ سے کام تھا۔وہ ذرا واش روم تک گیا ہے تو فون یہی چھوڑ گیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ کے لیئے یہ ناقابل یقین تھا۔وہ واش روم جاتے ہوئے اپنا فون کہی چھوڑ کر جانے والوں میں نہیں تھا۔لیکن اس نے مزید سوال جواب کی بجائے سالار کی کال کا انتظار مناسب سمجھا۔

سالار ایم آر آئی کروا رہا تھا۔اور اسکے ہونے والے ٹیسٹ ان سارے خدشات کی تصدیق کر رہے تھے جو فرقان کو ہوئے تھے۔۔اسے برین ٹیومر تھا۔برین ٹیومر مہلک تھا اسکی بھی تصدیق ہوگئ۔اور وہ پہلا موقع تھا جب سالار نے پہلی بار بیٹھ کر اپنی زندگی کے بیالیس سالوں کے بارے

میں سوچا۔مہلت کا وہ۔اصول جو قرآن مجید میں تھا اسے اب سمجھ آیا۔لیکن یہ۔یقین کرنا مشکل تھا کہ۔وہ قانون اب اسکی اپنی زندگی پر لاگو ہونے جارہا تھا۔۔۔

میڈیکل سائنس بہت ترقی کر گئی ہے۔ہر چیز کا علاج ممکن ہے۔اس ٹیومر کے مہلک ہونے کی تصدیق پر فرقان اس سے کم اپ سیٹ نہیں ہوا تھالیکن اس کے باوجود اس نے گم صم بیٹھے سالار کو تسلی دینا شروع کی۔

تم اب صرف اتنا سوچو کہ سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔۔۔اس نے سر اٹھا کر فرقان کو دیکھا اور کہا۔۔تم ڈاکٹر ہوکر مجھ سے یہ بات کہہ رہے ہو۔فرقان بول نہ پایا۔وہ دونوں دیر تک چپ رہے۔

تم فوری طور پر امریکہ چلے جاؤ بلکہ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں وہاں بہترین ڈاکٹرز اور اسپتال ہیں۔۔ہوسکتا ہے وہاں اسکا علاج ہوجائے یا کوئی اور حل ہو۔۔۔وہ اب ڈاکٹر بن کر نہیں اسکا ایک عزیز دوست بن کر بات کر رہا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ۔۔سے کیا کہوں؟؟ اس نے عجیب سوال کیا۔

ابھی کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔۔ایک بار امریکہ۔۔سے ٹیسٹ ہونے دو دیکھو وہاں کے ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں۔۔۔فرقان نے کہا۔

یہاں کے ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں؟؟ فرقان اسکے اس سوال کو نظرانداز کرگیا تھا۔

پاکستان میں برین ٹیومر کا علاج اور نیورو سرجری اتنی اڈوانسڈ نہیں جتنی امریکا میں۔۔۔اس لیئے یہاں کے ڈاکٹرز کی رائے میرے لیئے اتنی اہمیت نہیں رکھتی۔۔۔

اسے فرقان کی بے بسی پر خود سے زیادہ ترس آرہا تھا وہ اسے کچھ بتانا بھی نہیں چاہتا تھا اور کچھ چھپانا بھی نہیں۔

*******------------*******

حمین جاؤ بھائی کو بلا کے لاؤ وہ سونے سے پہلے تم لوگوں کو دعا پڑھا دے پتا نہیں اتنی دیر کیوں لگادی اس نے،،،، بچوں کو پڑھانے سے فارغ ہونے کے بعد انہیں سونے کے لیئے لیٹنے کا کہتے ہوئے امامہ کو جبریل یاد آیا۔اسے کمرے سے گئے کافی دیر ہو گئی تھی۔۔

آج میں پڑھاتا ہوں۔۔حمین نے اعلان کرتے ہی دونوں ہاتھ کسی نمازی کی طرح سینے پر باندھتے ہوئے جذب کے عالم میں دعا پڑھنے کے لیئے اپنا منہ کھولا اور امامہ نے اسے ٹوکا۔۔

حمین۔۔۔بھائی پڑھائے گا۔

حمین نے بند آنکھیں کھولی اور ہاتھ بھی۔۔۔اس سے پہلے کے وہ کمرے سے نکل جاتا امامہ نے نائٹ سوٹ کے اس پاجامے پر لگی گرہ کو دیکھا جو وہ ابھی ابھی باتھ روم سے پہن کر نکلا تھا۔پاجامے کے اوپری حصے کو ازار بند کی بجائے ایک بڑی سی گرہ لگا کر کسا گیا تھا۔

ادھر آؤ۔۔امامہ نے اسے بلایا۔۔۔یہ کیا ہے۔۔۔اس نے جھک کر نیچے بیٹھتے ہوئے اس گرہ کو کھولنے کی کوشش کی تاکہ پاجامہ کو ٹھیک کر سکے۔

حمین نے ایک چیخ ماری اور جھٹکا کھا کر اس گرہ پر دونوں ہاتھ رکھے پیچھے ہٹا۔۔۔۔ممی نہیں۔۔۔

اسکی سٹرنگ کہاں ہے۔۔۔امامہ کو اندازہ ہوگیا تھا کہ اس گرہ کو باندھنے کی وجہ کیا تھی۔

میں نے سکول میں کسی کو دے دی۔۔۔

امامہ نے حیرانی سے پوچھا۔۔۔کیوں۔۔۔

چیریٹی میں۔۔حمین نے جملہ مکمل کردیا

امامہ نے ہکا بکا ہوکر اپنے اس بیٹے کا اعتماد اور اطمینان دیکھا۔۔چیریٹی میں؟؟ وہ واقعی حیران تھی۔۔صرف ایک ڈوری کو؟؟

نہیں۔۔۔مختصر جواب آیا۔

پھر؟

ڈوری سے بیگ کو باندھا تھا۔

کس بیگ کو۔۔امامہ کا ماتھا ٹھنکا۔

اس بیگ کو جس میں کھلونے تھے۔جواب اب پورا آیا تھا۔

کس کے کھلونے۔۔امامہ کے ماتھے پر بل پڑے۔۔

ویل۔۔۔حمین نے اب ماں رئیسہ اور عنایہ کو باری باری۔۔۔محتاط انداز میں دیکھا اور اپنے جواب کو گول مول کرنے کی بہترین کوشش کی۔۔۔وہ کئی لوگوں کے تھے۔

امامہ کو ایک لمحے میں سمجھ آیا۔۔۔

کون تھے۔کس کو دیے۔کیوں دیے۔کس سے اجازت لی۔۔۔اس نے یکے بعد دیگرے تابڑ توڑ سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔۔

یہ پہلا موقع نہیں تھا جب حمین سکندر نے مہاتما بدھ بننے کی کوشش کرتے ہوئے اپنے بہن بھائیوں کے کھلونے دان کیے تھے اور اسکے بہن بھائیوں میں اگر بلا کا تحمل نہ ہوتا تو اس کے اس کارنامے پر ہر بار بلا کا رن پڑتا۔۔۔۔۔۔

عنایہ کی آنکھیں اب آنسوؤں سے لبالب بھر گئ تھی۔اس چھوٹے بھائ نے یہ طے کیا ہوا تھا کہ وہ انکی ہر چیز کو کسی بھی وقت مشنری جذبہ کے تحت کسی کو بھی دے سکتا ہے۔۔

ممی۔۔۔عنایہ بری طرح بلبلائ۔۔۔

چیریٹی گناہ نہیں ہے۔۔۔حمین نے اپنی آنکھیں عادتاً گول کرتے ہوئے ان دو الفاظ کا ایک بار پھر استعمال کیا جو پچھلے کئ دنوں سے بار بار اسکی گفتگو میں آرہے تھے۔۔

تم نے میرے کھلونے چرائے۔۔۔عنایہ کا بس چلتا تو وہ اسے پیٹ ڈالتی۔کم از کم رات کے اس پہر جب اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ وہ اسکا کون کون سا کھلونا چیریٹی میں دے آیا ہے۔۔

صبح بات کرینگے اس بارے میں۔۔ابھی نہیں۔۔۔امامہ نے مداخلت کی۔اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی صوفے پہ پڑا اسکا سیل فون بجنے لگا اسکا خیال تھا وہ سالار کی کال تھی۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ نے سیل فون پر سکندر عثمان کا نام چمکتے دیکھا اور کال ریسیو کرتے ہوئے اس نے تینوں بچوں کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

سالار کہاں ہے۔۔۔سکندر نے اسکے سلام کا جواب دیتے ہی عجیب اضطراب کے عالم میں پوچھا تھا۔

ایک ڈنر میں گئےہیں بس ابھی آنے والے ہونگے۔

میں اسے کال کر رہا تھا وہ ریسیو نہیں کر رہا۔امامہ کو انکے لہجے میں پریشانی اور گھبراہٹ محسوس ہوئی۔۔

ہوسکتا ہے ڈنر میں آپکی کال نہ لے پارہے ہو وہ اکثر ایسی فنکشنز میں اپنا سیل سائلنٹ پر لگادیتے ہیں۔۔۔۔خیریت ہے نا پاپا؟؟ وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

تم لوگوں نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔اتنی بڑی بات مجھ سے کیوں چھپائی۔؟سکندر عثمان حواس باختگی میں کہتے چلے گئے انہیں کچھ دیر پہلے انکے ایک قریبی عزیز نے اس حوالے سے فون کیا تھا۔اس عزیز نے سالار کی بیماری کے حوالےسے یہ خبر کسی چینل پر دیکھ لی تھی اور فوری طور پر افسوس کا اظہار کرنے کے لیئے سکندر عثمان کو فون کیا۔۔۔اور سکندر شاکڈ رہ گئے تھے۔اس نے حواس باختگی کے عالم میں سالار کو کالز کرنا شروع کردی تھی جو اس نے ریسیو نہیں کی۔۔۔

اس ڈنر میں بیٹھنے سے پہلے سکندر عثمان کی کال آنے سے پہلے سالار کو پتا چل گیا تھا کہ میڈیا میں اسکی بیماری کی خبر بریک ہوچکی ہے۔اسکے اسٹاف نے اسے اطلاع دی تھی اور وہ سکتے میں آگیا تھا۔سکندر عثمان کا نام اپنے فون پر چمکتا دیکھ کر سالار کی بھوک ختم ہوگئ تھی۔۔

اسے یقین تھا کہ وہ کال کس مقصد کے لیئے کی جارہی ہے۔لیکن وہ وہاں بیٹھ کر سکندر سے بات کرنے کی ہمت ہی نہ کرسکا۔وہ بوجھ جس نے کئ مہینوں سے اسے دہرا کر رکھا تھا ایک دم جیسے اور بہت سے لوگوں کی کمریں جھکادینے والا تھا۔اور اگر سکندر کو یہ خبر مل چکی تھی تو امامہ؟؟؟

وہ آگے نہیں سوچ سکا۔

کیا نہیں بتایا پاپا کیا چھپایا ہے آپ سے؟؟ امامہ کی سمجھ میں سکندر کی بات نہ آئ۔

برین ٹیومر کے بارے میں۔۔سکندر نے جیسے کراہتے ہوئے کہا۔۔۔امامہ اب بھی کچھ نہیں سمجھی۔۔

برین ٹیومر؟ کس کے برین ٹیومر کے بارے میں؟ وہ الجھی۔۔اور وہ پہلا موقع تھا جب سکندر کو احساس ہوا کہ وہ بھی انکی طرح بے خبر تھی۔۔

پاپا آپ کس کے برین ٹیومر کی بات کر رہے ہیں؟؟ امامہ نے ایک بار پھر پوچھا۔۔۔جواب سکندر عثمان کے حلق میں اٹک گیا۔

پاپا۔۔۔امامہ انکے مسلسل خاموش رہنے پر ایک مرتبہ پھر اپنا سوال دہرانا چاہتی تھی لیکن دہرا نہ سکی۔۔بجلی کے کوندے کی طرح اسکے دماغ میں اپنے ہی سوال کو جواب آیا۔سکندر کس کی بیماری پر یوں بے چین ہوسکتے ہیں۔سالار۔۔۔کیا وہ سالار کی بات کر رہے ہیں۔۔سالار کے برین ٹیومر کی۔۔اسے کئ ہفتہ پہلے کی فرقان اور اپنی بات چیت یاد آئ۔ہاسپٹل کا وزٹ۔۔۔سالار کا بدلہ ہوا رویہ۔۔۔۔۔۔

وہ بے یقینی کے عالم میں فون ہاتھ میں لیئے بیٹھی رہی۔۔فون پر اب دونوں طرف خاموشی تھی۔

آپ سے کس نے کہا۔۔امامہ نے کانپتی ہوئی آواز میں ان سے پوچھا۔

اس نے تمہیں نہیں بتایا؟؟ سکندر نے عجیب بے بسی سے امامہ سے پوچھا۔

امامہ کو اس سوال کا جواب دینے یا سوچنے کا موقع نہیں ملا۔۔باہر ہارن کی آواز سنی اس نے۔

میں کچھ دیر میں آپ سے بات کرتی ہوں پاپا۔اس نے سرد پڑتے ہاتھوں میں تھامے فون کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے سکندر سے کہا۔

مجھے تمہیں نہیں بتانا چاہیئے تھا۔۔وہ اپنے پچھتاوے کا اظہار کییے بغیر رہ نہ سکے۔۔امامہ نے فون بند کردیا۔سب کچھ یکدم ہی بے معنی ہوگیا تھا کسی بت کی طرح فون کو گود میں رکھے ساکت بیٹھی تھی وہ۔۔

ممی آپ ٹھیک ہیں؟

امامہ نے چونک کر حمین کو دیکھا۔جواب دینے یا کوئی اوت سوال کرنے کی بجائے وہ اٹھ کر باہر نکل گئی۔حمین کچھ اور الجھا تھا۔۔۔

www.kitabnagri.com

تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟ سالار نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی وہاں پڑے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے جبریل کو دیکھ لیا تھا۔۔باپ کی آواز جبریل کو کرنٹ کی طرح لگی تھی۔برق رفتاری سے اس نے کمپیوٹر کی سکرین پر وہ سائٹ بند کی جو وہ کھولے بیٹھا تھا۔اور وہ اب باپ کا استقبال کرنے کے لییئے تیار تھا۔امامہ ہارن کی آواز سن کر بھی نہیں آئی تھی۔جبریل ہارن کی آواز سن ہی نہ سکا۔اسکا ذہن جس گرداب میں پھنسا تھا وہاں وہ سن بھی نہیں سکتا تھا۔۔۔۔

میں ایک اسائنمنٹ کی تیاری کر رہا تھا۔۔جبریل نے اپنے سامنے کھڑے سالار کو دیکھے بنا نظریں ملائے بنا کہا۔وہ باپ کا چہرہ کیوں نہیں دیکھ پا رہا تھا۔

سالار نے جبریل کا چہرہ دیکھا۔اسکے عقب میں ڈیسک ٹاپ پر ورلڈ بنک کا ہوم پیج دیکھا۔

بہت دیر ہوگئ ہے۔ساڑھے دس ہورہے ہیں اور تمہیں دس بجے سے پہلے پہلے سب کام مکمل کرلینا چاہیئے۔یاد ہے؟؟

سالار نے اسے یاددہانی کرائ۔۔۔

جبریل نے اس بار بھی باپ کو دیکھے بغیر سر ہلایا اور اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

تمہاری ممی کہاں ہے؟ سالار نے اس سے پوچھا۔ہارن کی آواز کے باوجود بھی نہیں آئ تھی وہ۔اور جبریل رات کے اس پہر لاؤنج میں ڈیسک ٹاپ پر اکیلا موجود تھا۔۔اسکے گھر میں یہ خلاف معمول تھا۔

وہ خدشہ جو اسے ڈنر میں لاحق ہوا تھا وہ جیسے یقین میں بدلتا جارہا تھا۔۔۔

جبریل کو جواب دینا نہیں پڑا۔۔بچوں کے کمرے کا دروازہ کھول کر وہ باہر آگئ تھی۔سالار نے اسے دیکھا اور اسکے چہرے پر پڑنے والی ایک نظر ہی اسے یہ بتانے کے لیئے کافی تھی کہ اسکے بدترین خدشات ٹھیک ثابت ہوئے تھے۔اس لاونج میں موجود تینوں افراد عجیب ڈرامائ انداز میں وہاں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے۔۔۔وہ خاموشی جبریل نے پہلی بار اپنے گھر میں اپنے ماں باپ کے درمیان ایک دیوار کی طرح حائل ہوتی دیکھی تھی۔اور اس خاموشی نے اسکے خوف

کو اور بڑھایا تھا۔وہ بلا کو ذہین تھا لیکن دنیا کی کوئی ذہانت انسانی رشتوں کے الجھے دھاگوں کو سلجھا نہیں سکتی۔نہ خاموشی کی دیواریں چھید سکتی ہے۔

گڈ نائٹ۔۔۔اسے جیسے راہ فرار سوجھی تھی۔وہ دو لفظ بول کر ماں باپ کو دیکھے بنا وہاں سے غیر متوازن چال کیساتھ گیا۔۔لاؤنج میں کھڑے رہ جانے والے ان دونوں افراد نے اسے نہیں دیکھا تھا۔وہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔۔۔ایک نظر۔۔۔پھر دوسری اور پھر تیسری۔۔۔پھر سالار پلٹ کر اپنے بیڈروم کی طرف گیا۔وہ اس سے زیادہ ان نظروں کا سامنا نہیں کرسکتا تھا۔۔

وہ اسکے پیچھے میکانی انداز میں اندر آئی تھی یوں جیسے کسی ٹرانس میں ہو۔۔۔وہ سحر زدہ نہیں تھی دہشت زدہ تھی۔

سالار اب بھی اسکی طرف متوجہ نہیں تھا۔ڈنر جیکٹ کو صوفے پر پھینکتے ہوئے اس نے فون ٹراؤزر کی جیب سے نکالا جو بج رہا تھا۔۔۔وہ سکندر عثمان تھے۔اسکی آواز سنتے ہی سکندر اپنا حوصلہ کھو بیٹھے۔۔۔سالار نے زندگی میں پہلی بار باپ کو روتے ہوئے دیکھا تھا۔۔۔

تم نے طے کر رکھا ہے کہ تم ساری عمر مجھے چین نہیں لینے دو گے۔۔سکندر نے آنسوؤں کے درمیان کہا۔وہ اولاد کی تکلیف پر پریشان ہونے والے باپ تھے رو پڑنے والے باپ نہیں تھے۔۔آج انکا یہ زعم بھی اسی اولاد نے ختم کیا تھا۔جو اتنے سالوں سے اسکے لیئے فخر کا باعث رہا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس بار تو میں نے کچھ بھی نہیں کیا پاپا۔۔اس جملے نے سکندر کو اور بھی زخمی کر دیا۔

میں اور تمہاری ممی کنشاسا آرہے ہیں اسی ہفتے۔انہوں نے اپنے آپ پہ قابو پانے کی کوشش کی۔

پاپا کیا فائدہ ہے میں وقت نہیں دے پاؤں گا سب کچھ وائنڈاپ کر رہا ہوں میں یہاں پھر آجاؤں گا پاکستان آپکے پاس۔۔۔اس نے اپنے باپ کو سمجھانے کی کوشش کی وہ ان حالات میں ان دونوں کو اپنے سامنے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

آپ پریشان نہ ہو میں بلکل ٹھیک ہوں ٹریٹمنٹ ہورہا ہے۔آپ صرف دعا کریں۔۔ممی سے بات کروائیں میری۔۔طیبہ بھی اسی کیفیت میں تھی جس میں سکندر عثمان تھے۔اسکی بیماری کا انکشاف ایک آتش فشاں کی طرح تھا جس نے اس سے جڑے ہر شخص کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا تھا۔

کمرے میں ٹہلتے ہوئے فون کان سے لگائے وہ اپنے ماں باپ کو تسلیاں دیتے ہوئے اس وجود سے بے خبر نہیں تھا جو کمرے میں اس ساری گفتگو کے درمیان کسی بت کی طرح ساکت کھڑا تھا۔

سالار نے بلآخر فون بند کر دیا۔اس نے فون رکھ کر امامہ کو دیکھا۔اسکا چہرہ سفید تھا۔۔۔بلکل بے رنگ یوں جیسے اس نے کسی بھوت کو دیکھ لیا ہو۔۔

بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔۔خاموشی کو سالار نے توڑا تھا۔اس نے ہاتھ بڑھا کر امامہ۔کا ہاتھ پکڑا اور اسے صوفے کی طرف لے آیا۔وہ کھنچی چلی آئ تھی کسی روبوٹ کی مانند۔۔۔

تمہیں کس نے بتایا؟؟ گفتگو کا آغاز بھی اب اسی کو کرنا تھا۔

تم نے کیوں نہیں بتایا؟ سوال کا جواب غیر متوقع تھا۔

ہمت نہیں پڑی۔۔جواب نے امامہ کی بھی ہمت توڑ دی۔وہ کم حوصلہ تو کبھی نہیں تھا تو کیا وہ خبر اس بیماری کی نوعیت اس حد تک خراب تھی کہ وہ کم ہمت ہورہا تھا۔

وہ اسے دیکھے بنا جوتوں کے تسمے کھولتے ہوئے اسے اپنی بیماری کے بارے میں بتا رہا تھا.

ٹیومر کی تشخیص۔۔نوعیت۔ممکنہ علاج۔۔متوقع مضمرات۔وہ دم سادھے سب کچھ سنتی گئ۔

تم ٹھیک ہوجاؤ گے نا؟؟ اس نے ساری گفتگو کے بعد اسکا کندھا دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر منت والے انداز میں پوچھا تھا۔وہ جواب ہی نہ دے سکا۔۔

امامہ تم جاکر سو جاؤ۔۔اس نے اپنے کندھے سے اسکے دونوں ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔۔وہ اپنے جوتے اٹھا کر صوفے سے اٹھ جانا چاہتا تھا لیکن اٹھ نہ سکا۔وہ اب پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔بچوں کی طرح اسکے کندھے سے لگی۔وہ اسے سونے کا کہہ رہا تھا نیند تو ہمیشہ کے لیئے اب اسکی زندگی سے چلی گئ تھی۔وہ جو ایک گھر اتنی مشکل سے بنایا تھا وہ ٹوٹنے جارہا تھا۔۔سائبان ہٹنے والا تھا۔اور وہ اسے کہہ رہا تھا کہ وہ سو جائے۔۔۔۔۔۔۔

وہ اس سے لپٹی ہچکیوں کیساتھ روتی رہی۔۔وہ مجرموں کی طرح چپ سر جھکائے بیٹھا رہا۔۔

میں رپورٹس دیکھنا چاہتی ہوں۔وہ روتے روتے یکدم بولی۔سالار نے ایک لفظ کہے بغیر اٹھ کر کیبنٹ سے فائلز کا ایک پلندہ لاکر اسکے سامنے سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔۔وہ کپکپاتے ہاتھوں سے رپورٹس دیکھنے لگی دھندلائی آنکھوں کیساتھ وہ ان کاغذات کو دیکھتے ہوئے جیسے یہ یقین کرنا چاہتی

تھی کہ کچھ اور تو نہیں جو وہ چھپا رہا ہے۔کوئی اور بری خبر۔۔پیروں سے باقی ماندہ زمین بھی نکال دینے والا انکشاف۔۔۔ہر کاغذ اسکی آنکھوں کی دھند کو گہرا کر رہا تھا۔فائل کو بند کرتے ہوئے اس نے سالار کو دیکھا۔۔۔

میڈیکل سائنس غلط بھی تو کہہ سکتی ہے۔۔

سالار رندھی ہوئی آواز میں کہے گئے اس جملے پر ہنس پڑا۔۔وہ غلط آدمی کو غلط جملے سے امید دلانے کی کوشش کررہی تھی۔

ہاں۔۔سائنس غلط بھی کہہ سکتی ہے۔۔ڈاکٹر کی تشخیص اور علاج بھی. اس نے امامہ کی بات کو رد نہیں کیا تھا۔وہ اسکی اذیت کو اور بڑھانا نہیں چاہتا تھا۔۔۔

تم ٹھیک ہوجاؤ گے نا؟ اسکا بازو ایک بار پھر تھاما گیا تھا۔سوال دہرایا گیا تھا۔۔

اگر میرے ہاتھ میں ہوتا تو ضرور۔۔۔لیکن یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اس لیئے ان شاء اللہ۔۔

وہ پھر ہچکیوں سے رو پڑی۔اس بار سالار نے اسے لپٹا لیا۔وہ مرد تھا رونا نہیں چاہتا تھا لیکن جذباتی ہورہا تھا۔۔۔۔

امامہ تمہیں بہادر بن کر ان سب کا مقابلہ کرنا ہے۔۔وہ روتی رہی سالار اسے ساتھ لگائے تھپکتا رہا۔۔

تم ٹھیک ہوجاؤ گے۔۔اس نے جیسے خود پر قابو رکھتے ہوئے کہا۔

تم پھر سوال کر رہی ہو۔۔۔۔سالار کو لگا اسکی ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں۔

نہیں۔۔۔بتا رہی ہوں۔۔ تمہیں بہادر بن کر ان سب کا مقابلہ کرنا ہے۔۔وہ اسکا جملہ اسی سے دہرا رہی تھی۔۔۔بیماری ہے۔۔موت تو نہیں۔۔۔کیسی تسلی تھی جو اس نے دی۔۔۔امامہ سرخ سوجھی ہوئی آنکھوں سے اسے امید دلا رہی تھی۔۔۔۔

تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں۔۔۔وہ مسکرایا۔۔۔امامہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کا ایک اور سیلاب آیا۔۔۔

میں نے زندگی میں تمہیں بہت سارے آنسو دییے ہیں تمہارے رونے کی بہت ساری وجوہات کا باعث بنا ہوں میں۔۔اسکے آنسوؤں نے عجیب کانٹا چھبویا تھا سالار کو۔۔۔۔

بہتے آنسوؤں کیساتھ سر ہلاتے ہوئے وہ ہنسی۔۔۔

ہاں پر میری زندگی میں خوشی اور ہنسی کے سارے لمحات کی وجہ بھی تم ہو۔

وہ اسکا چہرہ دیکھ کر رہ گیا۔۔پھر یکدم کھڑا ہوا۔

سو جاؤ بہت رات ہو گئی ہے۔وہ کپڑے تبدیل کرنے واش روم چلا گیا۔

جب وہ واپس آیا وہ اسی طرح وہاں بیٹھی تھی۔ان ہی فائلوں کے پلندے کو ایک بار پھر گود میں لییے۔۔یوں جیسے اس میں جھوٹ ڈھونڈ رہی ہو۔۔کوئی غلطی کوئی غلط فہمی۔۔امید تو وہاں نہیں تھی۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار نے کچھ کہے بنا خاموشی سے اسکی گود سے وہ ساری فائلیں اٹھا لی۔

امامہ ایک وعدہ کرو۔۔

کیا؟ اس نے دوپٹے سے اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے کہا۔

بچوں کو کچھ پتا نہیں چلنا چاہیئے۔۔وہ بہت چھوٹے ہیں۔۔۔

امامہ نے سر ہلادیا۔۔۔

-----------++++----------

برین ٹیومر کیا ہوتا ہے؟ حمین نے دعا کا آخری لفظ پڑھتے ہی جبریل سے پوچھا۔جبریل کا رنگ اڑ گیا۔۔

تم کیوں پوچھ رہے ہو۔۔۔جبریل نے دل میں دعا کی کہ اسے کچھ پتا نہ ہو۔۔۔

ہماری فیملی میں کسی کو برین ٹیومر ہے۔۔ حمین نے بلآخر اعلان کیا۔۔میرا خیال ہے کہ دادا کو ہے۔انہوں نے ممی کو بتایا ہے اوروہ اپ سیٹ ہو گئی۔

جبریل اسکا چہرہ دیکھ کر رہ گیا۔تو اسکی ماں تک بھی یہ خبر پہنچ چکی تھی۔اور اسکے دادا تک بھی۔۔وہ بچہ سوچ رہا تھا۔

کیا دادا مرنے والے ہیں۔؟حمین نے لیٹے لیٹے رازدارانہ انداز میں جبریل سے پوچھا۔

نہیں۔۔۔اس نے بے اختیار کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تھینک گاڈ۔۔۔مجھے ان سے بہت پیار ہے۔۔۔حمین نے جیسے سکون کا سانس لیا۔

حمین تم یہ بات کسی کو مت بتانا۔۔جبریل نے ایک دم اسے ٹوکا۔

دادا کے برین ٹیومر والی؟ وہ۔ متجسس ہوا۔۔

ہاں۔۔

کیوں؟

اوہ۔ہاں حمین کو سمجھ آگیا تھا۔دادا نے ممی کو بتایا تو وہ۔اپ سیٹ ہوگئ اب تم کسی اور کو بتاؤ گے تو وہ بھی اپ سیٹ ہوجائے گا۔

جبریل جتنے حفاظتی بند باندھ سکتا تھا اس وقت باندھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔وہ ننھا بچہ اپنے ماں باپ کے اس راز کو راز رکھنے کے لیئے ہلکان ہورہا تھا۔

اوہ مائ گاڈ۔۔یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔لوگوں کو اپ سیٹ کرنا گناہ ہے نا؟

www.kitabnagri.com

ہاں یہ بہت بڑا گناہ ہے۔جبریل نے اسکو ڈرایا۔

آہاں۔۔۔اوکے۔۔۔

حمین کی آواز میں خوف تھا وہ سیدھا ہوکر لیٹ گیا۔

جبریل کچھ دیر اس طرح لیٹا رہا اور حمین کے سونے کا انتظار کرتا رہا۔جب اسے یقین ہوا کہ وہ سو چکا ہے تو تو وہ بڑی احتیاط سے بستر سےاٹھا اور دبے قدموں چلتا ہوا دروازہ کھول کر لاؤنج میں

آگیا۔جبریل نے کمپیوٹر آن کیا اور دوبارہ ان ہی میڈیکل ویب سائٹ کو دیکھنے لگا جنہیں سالار کے آنے سے پہلے دیکھ دہا تھا۔۔

سالار اپنی بیماری کے بارے میں جتنا کچھ جانتا تھا جبریل اس ایک رات میں اس سے دس گنا زیادہ جان چکا تھا۔

++++++++------++++++

بیماری کے انکشاف کے اثرات اسے اگلے ہی دن پتا چلنا شروع ہوئے۔۔بورڈ آف گورنرز کے پانچوں ارکان کے بعد باری باری بہت سے ایسے لوگوں نے اسے میسیجز اور کالز شروع کیے جو انکے اس مالیاتی نظام سے وابستہ ہونے کے لیئے فنانشل امداد دے رہے تھے۔وہ اس ادارے میں اپنے انویسمنٹ کے حوالے سے عدم تحفظ کا شکار ہوگئے تھے۔

یہ سالار سکندر اور اسکے ساتھیوں کے لیئے ایک بڑا دھچکا تھا۔اس اسٹیج پر اس طرح کی عدم اعتمادی انکے ادارے کی ساکھ کے لیئے بہت نقصان دہ تھی۔۔۔کچھ بڑے سرمایہ کار پیچھے ہٹ گئے تھے۔اور واپس تب آنے کے لیئے تیار تھے جب انہیں انکا ادارہ کام کرتا کامیاب ہوتا نظر آتا۔۔۔

+++++------------++++++

سالار کچھ دیر کے لیئے یہ سب چھوڑ دو۔۔۔امامہ نے اس رات بلآخر اس سے کہا تھا۔

وہ بہت دیر تک فون پر کسی سے بات کرتا رہا تھا۔امامہ بہت دیر تک کھانے کی ٹیبل پر اسکا انتظار کرنے کے بعد وقفے وقفے سے اسے دیکھنے بیڈروم آتی رہی۔لیکن اسے مسلسل مصروف دیکھ کر اس

نے بچوں کو کھانا کھلا دیا اور جب وہ بیڈروم آئی تو سالار فون ختم کر رہا تھا۔کھانے کا پوچھنے پر اس نے انکار کردی۔وہ صوفے پر بیٹھا ہاتھوں کی انگلیوں سے اپنی آنکھیں مسل رہا تھا۔

اور بے حد تھکا ہوا لگ رہا تھا۔وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی وہ جس کرائسس میں تھا وہ اس سے بے خبر نہیں تھی لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

کیا چھوڑ دوں؟ وہ آنکھیں مسلتے ہوئے چونکا۔

کام۔۔۔

اچھا۔۔۔۔۔۔وہ ہنس پڑا۔

سب کچھ چھوڑ کر صرف اپنے علاج پر توجہ دو۔اپنی صحت اپنی زندگی پر۔ہمارے لیئے صرف وہ اہم ہے۔وہ اب جیسے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

امامہ۔۔میرے پاس چوائس نہیں ہے اور میرے پاس وقت بھی نہیں ہے کہ ایک وقت میں صرف ایک کام کروں۔وہ اسکی بات سن کر چند لمحے بول نہ پائی۔

میں ہر طرح سے مشکل میں ہوں آجکل۔۔۔برے وقت میں نے پہلے بھی دیکھے ہیں لیکن ایسا برا وقت نہیں کہ جس چیز کو بھی ہاتھ لگاؤں ریت ہوجائے

وہ سر جھکائے کہہ رہا تھا۔امامہ کی آنکھیں نم ہونے لگی۔۔۔وہ کئی ہفتوں سے لگاتار رو رہی تھی اسکے باوجود آنکھیوں کا پانی ختم نہیں ہورہا تھا وہ کنواں بن گئی تھی۔

Kitab Nagri www.kitabnagri.com

گناہگار تو ہوں میں،، ہمیشہ سے ہوں۔۔۔گمان اور غرور تو کبھی نہیں کیا میں نے۔۔کیا بھی تو توبہ کرلی۔۔لیکن پتا نہیں کیا گناہ کر بیٹھا ہوں کہ یوں پکڑ میں آیا ہوں۔۔۔

آزمائش ہے سالار۔۔گناہ کی سزا کیوں سمجھ رہے ہو۔۔امامہ نے اسکی کلائی پر ہاتھ رکھا۔۔

کاش آزمائش ہی ہو اور ختم ہوجائے نہ ختم ہونے والی سزا نہ ہو۔۔وہ بڑبڑایا۔

تمہارے پاس کتنی سیونگز ہے؟ اس نے بات کرتے کرتے موضوع بدل دیا۔

میرے پاس۔۔۔وہ الجھی۔۔پتا نہیں۔۔پاکستان میں بنک میں کافی رقم ہوگی۔مجھے اماؤنٹ کا پتا نہیں۔۔۔تمہیں ضرورت ہے کیا۔اس نے ایک دم سالار سے پوچھا۔۔۔

نہیں۔۔مجھے ضرورت نہیں لیکن شاید تمہیں اسے اب استعمال کرنا پڑے بچوں کے لیئے۔۔یہاں سے پاکستان جائیں گے تو وہاں کتنا عرصہ پاپا کے پاس تمہیں بچوں کیساتھ ٹھہرنا پڑے مجھے ابھی اندازہ نہیں۔۔وہاں پاپا کے پاس بچوں کی تعلیم کم از کم متاثر نہیں ہوگی۔امریکہ میں فی الحال تم سب کو رکھنا افورڈ نہیں کرسکتا میں خاص طور پر اب جب میری جاب ختم ہورہی ہے اور میں اپنے ادارے لے لانچ کرنے کی پروسس میں بھی بے حد مسائل کا شکار ہوں اور اس پر یہ ٹیومر۔۔۔ورلڈ بنک کی جاب کیساتھ میڈیکل انشورنس بھی ختم ہوجائے گی۔جو امریکہ میں میری ہیلتھ انشورنس ہے وہ کینسر ٹریٹمنٹ کور نہیں کرتی۔اس لیئے میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا کروں اور کیا نہیں۔۔۔۔۔

سالار تم صرف ایک چیز پر دھیان دو. اپنے آپریشن اور علاج پر۔باقی ساری چیزیں ہوجائے گی بچوں کی تعلیم تمہارا ادارہ سب کچھ۔۔۔اور پیسوں کے بارے میں پریشان مت ہو۔۔بہت کچھ ہے میرے پاس جو بیچا جاسکتا ہے۔۔

سالار نے اسے ٹوک دیا۔۔نہیں کوئی بھی چیز اب نہیں بیچوں گا اسے تمہارے پاس ہی رہنا چاہیئے اب۔۔۔میں گھر نہیں دے سکا تمہیں تو کچھ تو ہونا چاہیئے تمہارے پاس کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

امامہ نے اسکے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ دیا۔۔اب اس سے آگے کچھ مت کہنا۔مجھ سے یہ مت کہنا کہ میں مستقبل کا سوچوِ۔۔یہ سب میرے پاس ہو اور تم نہ ہو تو میں مستقبل کا کیا کروں گی۔پانی اسکے گالوں پر کسی آبشار کی طرح گر رہا تھا۔ مستقبل کچھ نہیں ہے سالار۔۔۔جو ہے بس حال ہے۔پڑھ لکھ جائیں گے بچے بھی۔۔میں نے کل کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا ہے۔وہ روتی رہی۔

تمہیں پتا ہے امامہ مجھے کس چیز کا رنج سب سے زیادہ ہے۔۔تم ٹھیک کہتی تھی کہ میں نے اپنی زندگی کا بہترین وقت سود پر کھڑے اداروں کے لیئے کام کرتے گزارا۔۔۔۔صرف کچھ سال پہلے میں نے کام کرنا شروع کیا ہوتا اپنے ادارے کے لیئے تو آج یہ ادارہ اپنے پیروں پہ کھڑا ہوچکا ہوتا۔

مجھے یہ بیماری تب ہوئی ہوتی تو مجھے رنج نہ ہوتا کہ میں اپنے کییے کا ازالہ نہ کرسکا۔۔یہ بہت بڑا پچھتاوا ہے میرا جو کسی طوق کی طرح گردن میں لٹکا ہوا ہے۔۔۔وہ بے حد رنجیدہ تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تم کیوں سوچ رہے ہو ایسے۔۔تم کوشش تو کررہے ہو محنت تو کر رہے ہو۔۔۔اپنی غلطی کا ازالہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔۔۔وہ اسکی باتوں پر تڑپ اٹھی۔

ہاں لیکن اب بہت دیر ہو گئی ہے۔

تم امید چھوڑ بیٹھے ہو؟؟

نہیں امید تو نہیں چھوڑی لیکن۔۔۔۔

وی بات کرتے کرتے ہونٹ کاٹنے لگا۔مجھے کبھی یہ لگا ہی نہیں تھا کہ وقت تھوڑا رہ گیا ہے۔جب تک سب ٹھیک رہتا ہے ہمیں لگتا ہے ہمارے پاس وقت بہت ہے۔ہم وہ سارے کام پہلے کرنا چاہتے ہیں جو ہمارے نفس کو پسند ہیں وہ سارے کام زندگی کے آخری حصے کے لیئے رکھ چھوڑتے ہیں جو اللہ کو پسند ہے۔میں بھی مختلف نہیں تھا۔میں نے بھی ایسا ہی کیا۔سالار اپنے ہاتھ مسل رہا تھا بے حد رنج کے عالم میں۔۔مجھ سے بہتر کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ روز قیامت کیسی ہو گی۔وہ ایک بار پھر دنیا میں لوٹانے کی پکار کیسی ہو گی۔۔۔وہ ایک موقع اور مانگنے کی التجا کیا ہو گی۔۔اسکی آواز بھرا گئی تھی۔۔۔۔اب میں صرف اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی نہیں صرف مجھے اس کام کی تکمیل کر لینے دے جو میں کرنا چاہتا ہوں اور اگر یہ کام میں نہ کر سکا تو پھر میری دعا ہے کہ یہ کام میری اولاد پایہ تکمیل تک پہنچائے اگر میں نہ رہا تو پھر تم جبریل کو اکانومسٹ۔۔

امامہ نے اسکی بات کاٹ دی۔۔کیوں سوچتے ہو تم ایسے۔

سوچنا چاہیئے امامہ۔۔

تم ہی یہ کام کروگے سالار۔۔کوئی اور نہیں کرسکے گا۔تمہاری اولاد میں سے بھی کوئی نہیں۔۔۔ہر کوئی سالار سکندر نہیں ہوتا.

وہ زندگی میں پہلی بار اعتراف کر رہی تھی۔۔اسکے غیر معمولی ہونے کا۔اسکے خاص ہونے کا.

سالار نے اس رات اس سے بحث نہیں کی تھی۔۔اسکی اپنی ہمت جتنی ٹوٹی تھی۔وہ امامہ کی ہمت اس طرح توڑنا نہیں چاہتا تھا۔۔

ممی میں آپکو سیب کاٹ کر لا کردوں۔۔۔؟امامہ جبریل کی بات پر حیران ہوئی۔یہ آفر حمین کی طرف سے تو نارمل بات تھی لیکن جبریل اس طرح کے کام نہیں کرتا تھا۔۔

نہیں۔۔۔تم کھانا چاہ رہے ہو تو میں تمہیں کاٹ دوں؟؟ امامہ نے جواباً اسے آفر کیا۔۔

نہیں۔۔۔جبریل نے جواب دیا۔۔اسکے بچے اسکی تکلیف اور پریشانی محسوس کرنا شروع ہوگئے تھے اور یہ کوئی اچھی علامت نہیں تھی۔۔اس نے جبریل کو غور سے دیکھا۔۔۔

آپ ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں۔۔۔جبریل نے ماں کی نظریں خود پر مبذول پاکر پوچھا۔وہ مسکرا دی۔

تم بڑے ہوگئے ہو۔۔۔۔۔۔جبریل نے ماں کو جھینپ کر دیکھا۔پھر ایک شرمیلی مسکراہٹ کیساتھ ماں سے کہا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تھوڑا سا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ہاں۔۔ تھوڑے سے۔۔۔۔ جلد ہی پورے بھی بڑے ہو جاؤ گے۔۔۔وہ اس سے بولی۔۔۔

لیکن میں بڑا نہیں ہونا چاہتا۔۔۔بیگ میں کپڑے رکھتے ہوئے امامہ نے اسے کہتے سنا۔۔۔

کیوں؟؟؟ اسے اچھنبا ہوا۔۔۔

ایسے ہی۔۔۔۔۔۔اس نے بڑے عام سے انداز میں ماں سے کہا۔۔۔۔

جبریل میں بلکل ٹھیک ہوں۔۔۔اسے یہ جملہ بولتے ہی اسکے ہلکے پن کا احساس ہوا۔۔۔

مجھے پتا ہے۔۔۔۔

امامہ اس سے نظریں چرا گئ تھی۔جبریل نے جیسے ماں کا پردہ رکھا۔امامہ کی چھٹی حس نے ایک عجیب سا سگنل دیا تھا۔اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ سب کچھ جانتا تھا۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

جبریل۔۔۔۔۔۔

جی ممی۔۔۔وہ اسکے مخاطب کرنے پر اسکی طرف متوجہ ہوا۔۔۔وہ وال کرتے کرتے رہ گئ۔۔۔وہ بات بدل گئ۔۔۔۔

تمہارا قرآن پاک ختم ہونے والا ہے پھر ماشاءاللہ تم حافظ قرآن بن جاؤ گے۔۔تم نے قرآن پاک سے ابھی تک کیا سیکھا؟ وہ ماں کے سوال پر کام کرتے کرتے ٹھٹک گیا۔۔۔

بہت ساری چیزیں ہیں۔اس نے ذرا سوچ کر ماں سے کہا۔

لیکن اگر کوئی ایک چیز ہو جو تمہیں سب سے امپورٹنٹ لگتی ہو اور اچھی بھی۔۔

آپکو پتا ہے مجھے کیا چیز سب سے امپورٹنٹ لگتی ہے قرآن پاک میں۔۔وہ اب دلچسپی سے بات کرنے لگا۔۔۔

کیا؟؟

امید۔۔۔

امامہ اسکا منہ دیکھنے لگی۔۔کیسے؟؟ جواب وہ ملا تھا جس نے کسی مرہم کی طرح اسکے زخموں کو ڈھانپا تھا۔۔۔

دیکھیں سارا قرآن ایک دعا ہے۔۔تو دعا امید ہوتی ہے نا۔۔۔ہر چیز کے لیئے دعا ہے تو اسکا مطلب یہ ہے نا کہ اللہ ہر مشکل میں ہمیں امید بھی دے رہا ہے۔یہ مجھے سب سے اچھی چیز لگتی ہے قرآن میں کہ ہم کبھی ناامید نہ ہو۔کوئی گناہ ہوجائے تب بھی اور کوئی مشکل آجائے تب بھی۔کیونکہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔۔اس کا دس سالہ بیٹا بے حد آسان الفاظ میں اسے وہ چیز تھما رہا تھا جو اسکے ہاتھ سے چھوٹ چکی تھی۔۔

جبریل بات کرتے کرتے رک گیا اس نے ماں کی آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک دیکھی۔۔۔

کیا میں نے کچھ غلط کہہ دیا؟؟ اس نے ایک دم محتاط ہوکر ماں سے پوچھا۔۔۔

امامہ نے نم آنکھوں کے ساتھ نفی میں سر ہلایا۔۔نہیں تم نے بلکل ٹھیک کہا۔اور تم نے ٹھیک چیز چنی۔۔۔

ناشتے کی میز پر امامہ نے جبریل کی سوجھی ہوئی آنکھیں دیکھی تھی جو سلام کر کے سالار یا امامہ سے نظریں ملائے بغیر آکر کرسی پر بیٹھ گیا تھا.

تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟

امامہ نے اسکا ماتھا چھو کر جیسے ٹمپریچر معلوم کرنے کی کوشش کی۔

جی میں ٹھیک ہوں۔۔جبریل کچھ گھبرایا۔۔

چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے سالار نے بھی اسی لمحے جبریل کو دیکھا تھا لیکن کچھ کہا نہیں۔۔۔

تم جاگتے رہے ہو کیا ساری رات؟ امامہ کو اسکی آنکھیں ابھی بھی تشویش میں مبتلا کررہی تھی۔۔۔

نہیں ممی یہ بہت رویا ہے.۔۔اس سے پہلے کہ جبریل کوئی اور بہانہ بنانے کی کوشش کرتا حمین نے سلائس کا کونہ دانتوں سے کاٹتے ہوئے جبریل کو جیسے بھرے بازار میں ننگا کردیا۔۔کم از کم جبریل کو ایسا ہی محسوس ہوا تھا۔۔۔ٹیبل پر موجود سب لوگوں کی نظریں بیک وقت جبریل کے چہرے پر گئیں۔۔وہ جیسے پانی پانی ہوا۔۔

ایک لفظ بھی کہے بغیر امامہ نے سالار کو دیکھا سالات نے نظریں چرائی۔

سلائس کے کونے کترتا ہوا حمین بے حد اطمینان سے رات کے اندھیرے میں بستر میں چھپ کر بہائے گئے ان آنسوؤں کی تفصیلات کسی کمنٹری کرنے والے انداز میں بغیر رکے بتاتا چلا جارہا تھا۔۔

جبریل روز روتا ہے۔اور اسکی آوازوں کی وجہ سے میں سو نہیں پاتا اور جب میں اس سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ جاگ رہا ہے تو جواب نہیں دیتا۔۔ایسے ظاہر کرتا ہے جیسے سو رہا ہے۔۔مگر مجھے۔۔۔۔

ناشتے کی میز پر حمین کے انکشافات نے عجیب خاموشی پیدا کردی تھی۔

اور ممی مجھے پتا ہے کہ یہ کیوں روتا ہے۔۔

حمین کے آخری جملے نے امامہ اور سالار کے پیروں کے نیچے سے نئے سرے سے زمین کھینچی تھی۔

لیکن میں یہ بتاؤں گا نہیں کیونکہ میں نے جبریل سے پرامس کیا ہے کہ میں کسی سے اسکو شیئر نہیں کرونگا میں کسی کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

حمین نے اعلان کرنے والے انداز میں انکو چونکا دیا اور دہلا دیا۔۔سالار اور امامہ کی سمجھ میں نہیں ایا کہ وہ کیا رد عمل ظاہر کرے۔

میں نہیں روتا۔۔

حمین کے خاموش ہونے کے بعد ماں باپ کو دیکھتے ہوئے جبریل نے خلق میں پھنسی ہوئی آواز کیساتھ جیسے اپنا پہلا دفاع کرنے کی کوشش کی اور حمین نے اس پہلی کوشش کو پہلے ہی وار میں زمین بوس کردیا۔۔۔

اوہ مائی گاڈ۔۔۔تم جھوٹ بول رہے ہو۔۔

تم حافظ قرآن ہوکر جھوٹ بولتے ہو۔۔

جبریل پر کچھ اور پانی پڑا۔۔۔اسکا چہرہ کچھ اور سرخ ہوا۔۔۔

ممی جھوٹ بولنا گناہ ہے نا۔۔۔اس نے ماں سے تصدیق کرنے کی کوشش کی۔

حمین خاموش ہوجاؤ اور ناشتہ کرو۔۔اس بار سالار نے مداخلت کی اور اسے کچھ سخت لہجے میں گھرکا۔۔۔اپنے حواس بحال کرنے کے بعد صورت حال کو سنبھالنے اور جبریل کو اس سے نکالنے کی یہ اسکی پہلی کوشش تھی۔

امامہ اب سرد ہاتھوں سے وہاں بیٹھی جبریل کو دیکھ رہی تھی۔ناشتہ ختم کرنے تک سالار نے حمین کو دوبارہ اسکے احتجاج کے باوجود منہ کھولنے نہیں دیا۔

ان چاروں کو پورچ میں کھڑی گاڑی میں بٹھانے اور ڈرائیور کیساتھ سکول بھیجنے کے بعد امامہ سالار کے پیچھے اندر آگئی تھی۔۔

جبریل کو میری بیماری کے بارے میں پتا ہے۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار نے اندر آتے ہوئے مدھم آواز میں اسے بتایا۔وہ اسکے پیچھے آتے آتے رک گئ۔۔پاؤں اٹھانا بھی کبھی دنیا کا مشکل ترین کام بن جاتا ہے۔

رات کو بات ہوئ تھی میری اس سے۔۔۔سالار اسے بتا رہا تھا۔۔۔

کب؟ اس نے بمشکل آواز نکالی۔

رات گئے۔۔۔تم سو رہی تھی میں لاؤنج میں کسی کام سے گیا تھا وہ کمپیوٹر پر برین ٹیومر کے علاج کے بارے میں جاننے کے لیئے میڈیکل ویب سائٹ کھولے بیٹھا تھا۔۔وہ کئ ہفتوں سے ساری ساری رات یہی کرتا رہا ہے۔میں نے پوچھا نہیں۔اسے کس نے بتایا کب پتا چلا لیکن مجھے لگتا ہے اسے شروع سے ہی پتا ہے۔۔۔

محمد جبریل سکندر کنویں سے زیادہ گہرا تھا۔وہ ماں باپ کیساتھ ایک بار پھر ایک بے آواز تماشائ کی طرح انکی زندگی کی تکلیف اور اذیت کو جھیل رہا تھا۔۔۔۔

اس نے تم سے کیا کہا؟ امامہ کے حلق میں اٹکی چیز آنسوؤں کے گولے میں بدلی۔۔۔۔

بابا۔۔میں آپکو مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا. مدھم آواز میں سالار کے جواب نے ایک نشتر کی طرح اسے کاٹا تھا۔۔۔

اس نے تم سے وہ کہا جو میں نہ کہہ سکی۔سالار نے اپنے کندھے پر اسکے ہاتھوں کی نرمی اور اسکے لفظوں کی گرمی کو بیک وقت محسوس کیا۔

میں کچھ ہفتوں تک آپریشن کروا رہا ہوں۔۔۔دو ہفتوں میں یہاں سے واپس پاکستان جائیں گے تم لوگوں کو وہاں چھوڑ کر پھر امریکہ جاؤں گا سرجری کے لیئے.

مجھے تمہیں ایک کام سونپنا ہے امامہ۔۔۔سالار نے امامہ سے کہا۔

کیا؟ وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

ابھی نہیں بتاؤں گا آپریشن کے لیئے جانے سے پہلے بتا دوں گا۔۔۔

سالار مجھے کوئی کام مت دینا۔۔۔۔۔کچھ بھی۔۔۔وہ رو پڑی۔

کوئی بڑا کام نہیں ہے۔۔۔۔۔

میں کوئی آسان کام بھی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔اس نے ست جھٹکتے بے بسی سے کہا۔وہ ہنس پڑا۔

اپنی آٹو بایو گرافی لکھ رہا ہوں پچھلے کچھ سالوں سے۔۔سوچتا تھا بڑھاپے میں پبلش کراؤں گا۔۔وہ خاموش ہوا۔۔پھر بولنے لگا۔۔وہ نامکمل ہے ابھی۔ لیکن تمہارے پاس رکھوانا چاہتا ہوں۔۔۔یہ چاروں ابھی بہت چھوٹے ہیں مجھے نہیں پتا آپریشن کا کیا نتیجہ نکلے گا مجھے یہ بھی نہیں پتا کہ آگے کیا ہونے والا ہے لیکن پیچھے جو کچھ ہوچکا ہے وہ لکھ چکا ہوں میں اور چاہتا ہوں تم اسے ان چاروں کے لیئے اپنے پاس محفوظ کرلو.۔۔وہ اس سے کھل کر یہ نہیں کہہ پایا تھا کہ اسکے مرنے کے بعد وہ اسکے بچوں کے ہوش سنبھالنے پر ان سے انکے باپ کا تعارف ان ہی کے لفظوں میں کرائے۔۔۔

کتنے چیپٹرز ہیں اس کتاب کے۔۔۔اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھا۔

سینتیس سال کی عمر میں پہلا چیپٹر لکھا تھا۔۔پھر ہر سال ایک چیپٹر لکھتا رہا ہوں۔ہر سال ایک لکھنا چاہتا تھا۔۔زندگی کے پہلے پانچ سال۔۔پھر اگلے۔۔پھر اس سے اگلے۔۔۔ابھی زندگی کے صرف چالیس سال ریکارڈ کرپایا ہوں۔۔۔وہ بات کرتے کرتے رکا۔۔چیپٹر گنوائے بغیر وہ عمر گنوانے بیٹھ گیا تھا۔

چالیس کے بعد بھی تو زندگی ہے۔اکتالیس۔۔بیالیس۔۔۔وہ بات کرتے کرتے اٹکی۔۔۔۔۔۔۔

وہ جو ہے اسے میں ڈاکومنٹ نہیں کرنا چاہتا۔تم کرنا چاہتی ہو تو کرلو۔۔

کہاں ہے کتاب؟۔۔وہ یہ سب نہیں پوچھنا چاہتی تھی پھر بھی ہوچھ رہی تھی۔

اسی کمپیوٹر میں ہے۔۔وہ کمپیوٹر آن کرنے لگا۔اور ڈیسک ٹاپ پر پڑے ایک فولڈر کو کھول کر اس نے امامہ کو دکھایا۔۔فولڈر کے اوپر ایک نام چمک رہا تھا تاش۔۔۔

تاش؟؟ امامہ نے رندھی آواز میں پوچھا۔۔

نام ہے میری آٹو بائیوگرافی کا۔۔۔وہ اب اسے فائلز دکھا رہا تھا۔

انگلش میں لکھی جانے والی آٹو بائوگرافی کا نام اردو میں رکھو گے؟؟ وہ اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

میری زندگی کو اس لفظ سے زیادہ بہتر کوئی بیان نہیں کرسکتا۔کیا فرق پڑتا ہے تم لوگوں کے لیئے لکھی ہے تم لوگ تو سمجھ سکتے ہو تاش کیا ہے۔۔۔۔۔

وہ صفحات کو سکرول ڈاؤن کر رہا تھا لفظ بھاگتے جارہے تھے پھر غائب ہورہے تھے بلکل ویسے ہی جیسے اسکی زندگی کے سال غائب ہوئے تھے۔۔پھر وہ آخری صفحے پر جارکا تھا۔آدھا صفحہ لکھا ہوا تھا آدھا خالی تھا۔۔سالار نے سر اٹھا کر امامہ کو دیکھا۔۔۔نم آنکھوں کیساتھ وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

تم پڑھنا چاہو گی؟ اس نے مدھم آواز میں امامہ سے پوچھا۔۔۔اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

+++++----------++++++

وہ کتاب اس دن امامہ نے اسکے آفس جانے اور بچوں کے سکول واپس آنے سے پہلے ختم کرلی تھی۔۔۔اس نے بڑی بے رحمی سے اپنی زندگی کو رقم کیا تھا۔وہ سفاکی کی حد تک صاف گوئی دکھا رہا تھا۔اپنے سارے عیب ساری غلطیاں ساری گمراہیاں۔۔۔۔۔

اور پھر اسکی زندگی میں امامہ ہاشم نے کیا رول ادا کیا۔۔اسکی اولاد نے کیا تبدیلی کی تھی اور اسکے باپ نے اسکے لیئے کیا کیا۔اور اس رزق نے کیا تباہی کی تھی وہ بھی جو سود سے کمایا۔۔۔

آٹھویں چیپٹر کے آخری لائن میں امامہ نے ایک لائن لگاتے ہوئے اگلا صفحہ کھولا تھا۔۔۔۔

سالار سکندر کی زندگی کے نویں چیپٹر کا آغاز۔۔۔

******---------+++++*****

تم نے کتاب پڑھی؟ اس رات سالار نے واپس آکر سونے سے پہلے پوچھا۔

نہیں۔۔۔۔اس نے فوراً کہا۔

مجھے اس کتاب کو اس کمپیوٹر سے ہٹا دینا چاہیئے۔سالار کو اچانک خیال آیا۔۔

کیوں؟ وہ حیران ہوئی۔

میں نہیں چاہتا جبریل اسے پڑھے وہ اکثر یہی کمپیوٹر استعمال کرتا ہے۔تمہارے لیپ ٹاپ میں محفوظ کرلیتا ہوں۔

جب بچوں کے لیئے لکھ رہے ہو تو بچوں سے چھپانا کیوں چاہتے ہو؟

میں اس عمر میں انہیں یہ سب نہیں پڑھانا چاہتا۔

تو پھر مجھے بھی مت پڑھاؤ۔۔۔امامہ نے کہا۔۔۔

میں یہ کتاب کبھی نہیں پڑھوں گی اور مین کبھی اپنے بچوں کو بھی یہ کتاب نہیں پڑھاؤں گی۔امامہ نے جیسے اعلان کیا۔

ٹھیک ہے مت پڑھنا۔پبلش کروادینا۔۔۔۔

تم سمجھتے کیا ہو۔۔دنیا کیا کرے گی تمہاری آٹو بائوگرافی پڑھ کر؟ بے بسی کا شدید احساس تھا جو غصے میں بدلا تھا۔

وہ اس کے اس انداز پہ چونکا اور پھر مسکرا دیا۔

آج کئی مہینوں بعد تمہیں مجھ پہ غصہ آیا ہے۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس نے امامہ کو چھیڑا۔۔اس نے بھی کئ مہینوں بعد اسے چڑایا تھا اسی انداز میں جس سے وہ چڑتی تھی۔۔

وہ۔واش روم کا دروازہ کھول کر اندر گھس گئ تھی۔۔۔وہ روز صبح طے کرتی تھی کہ اسے آج نہیں رونا۔۔مگر ہر روز شام تک آنسو سب کچھ تہس نہس کرچکے ہوتے تھے۔۔۔وہ اب بھی وہاں اندر باتھ ٹب کے کونے پر بیٹھی بے آواز رو رہی تھی۔۔۔

++-----++++ +----++-----

کنشاسا سے پاکستان آنے سے پہلے اس نے چاروں بچوں کو اکٹھا بٹھا کر سمجھایا تھا۔

ہم اب جہاں جارہے ہیں وہ ہمارا گھر نہیں ہے وہاں ہم گیسٹ ہیں اور ہمیں وہاں جتنی دیر رہنا ہے اچھے مہمانوں کی طرح رہنا ہے اور اچھے مہمان کیا کرتے ہیں؟؟

اچھے گیسٹ ڈھیر ساری چیزیں لاتے ہیں۔۔مزے مزے کی باتیں کرتے ہیں اور جلدی چلے جاتے ہیں اور کوئی بھی کام نہیں کرتے ریسٹ کرتے ہیں۔۔حمین نے حسب عادت سبقت کرتے ہوئے جواب دیکر امامہ کو ایک ہی وار میں لاجواب کردیا۔

اسے ہنسی آگئ۔۔۔ماں کو ہنستے دیکھ کر حمین بے حد جذباتی ہوگیا۔

ہرا۔۔۔۔میں جیت گیا۔۔۔اس نے ہوا میں مکا لہراتے ہوئے صحیح جواب بوجھ لینے کا اعلان کیا۔۔۔

کیا اس نے ٹھیک کہا ہے؟ عنایہ کو جیسے یقین نہیں آیا۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

نو۔۔۔امامہ نے کہا۔۔حمین کے چہرے پر بے یقینی جھلکی۔۔

اچھے مہمان کسی کو تنگ نہیں کرتے۔کسی سے کوئی فرمائش نہیں کرتے۔کسی چیز میں نقص نہیں نکالتے۔اور ہر کام میزبان سے اجازت لیکر کرتے ہیں۔وہ اپنے کاموں کا بوجھ میزبان پر نہیں ڈالتے۔۔۔امامہ نے انہیں سمجھانے والے انداز میں کہا۔۔

اوہ مائی گاڈ۔۔ممی میں اچھا گیسٹ نہیں ہونا چاہتا میں بس گیسٹ بننا چاہتا ہوں۔۔۔حمین نے ماں کی بات کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔۔

ہم دادا دادی کے گھر جا رہے ہیں اور ہمیں وہاں ایسے رہنا ہے جس سے انہیں شکایت یا کوئی تکلیف نہ ہو۔۔امامہ نے حمین کو جواب دیا وہ مطمئن نہ ہوا۔۔

اوکے۔۔۔۔عنایہ رئیسہ اور جبریل نے بیک وقت ماں کو اطمینان دلایا تھا۔۔

اور ہم اپنے گھر کب جائیں گے؟ حمین نے سوال بدلہ اور امامہ کو چپ لگ گئی۔۔

ھم نیا گھر خریدیں گے۔۔۔عنایہ نے جیسے اس چپ کا دفاع کیا۔۔۔

کہاں؟؟ حمین کو مکمل جواب چاہیئے تھا۔

جہاں بابا ہونگے۔۔جبریل نے اس بار اسے مکمل جواب دینے کی کوشش کی۔

اور بابا کہاں ہونگے؟ حمین نے ایک اور منطقی سوال پوچھا جو امامہ کو چھبا تھا۔۔

ابھی ھم پاکستان جارہے ہیں پھر جہاں بابا جائیں گے ہم وہاں چلے جائیں گے۔۔۔جبریل نےماں کی آنکھوں میں اڈنے والی نمی کو بھانپا۔۔۔

واؤ یہ تو بہت اچھا ہے۔۔حمین بلاآخر مطمئن ہوا۔۔۔۔۔

میں بابا کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔۔۔اس نے جیسے اعلان کر کے ماں کو اپنی ترجیح بتائ۔۔۔

امامہ ان چاروں سے اور کچھ نہ کہہ سکی۔۔۔اور انہیں سونے کا کہہ کر خود انکے کمرے سے نکل آئ۔۔۔

ممی۔۔۔۔۔۔۔حمین اسکے پیچھے لاؤنج میں نکل آیا تھا۔امامہ نے اسے پلٹ کر دیکھا۔۔۔

یس۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میں آپکو کچھ بتانا چاہتا ہوں لیکن میں کنفیوز ہوں۔اس نے ماں سے کہا۔

کیوں؟ وہ اسکا چہرہ دیکھنے لگی۔۔۔۔

کیونکہ میں اپنا وعدہ نہیں توڑنا چاہتا۔اس نے الجھن کی وجہ بتائ۔

لیکن میں آپکو بتانا چاہتا ہوں کہ میں آپکا سیکرٹ جانتا ہوں۔۔۔امامہ کا دل اچھل کر جیسے خلق میں آگیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میں جانتا ہوں آپ اپ سیٹ ہو۔وہ کہہ رہا تھا اور امامہ جیسے کچھ اور زمین میں گڑی۔۔۔وہ اب اسکے اور قریب آگیا تھا۔۔۔پلیز آپ اپسیٹ نہ ہو۔۔اس نے ماں کی کمر کے گرف اپنے بازو لپیٹتے ہوئے کہا۔۔جب آپ روتی ہیں تو مجھے اچھا نہیں لگتا۔۔۔۔۔

تم کیا جانتے ہو؟ وہ اتنا چھوٹا سا جملہ ادا نہیں کر پارہی تھی۔۔وہ صرف اسے تھپکنے لگی۔۔۔

دادا ٹھیک ہوجائیں گے۔۔وہ اب اسے تسلی دینے لگا۔امامہ کو لگا جیسے اس نے سننے میں غلطی کردی ہے۔وہ شاید بابا کہہ رہا تھا۔۔۔

میں نے دادا سے پوچھا۔۔امامہ مزید الجھی۔

کس سے کیا پوچھا؟

دادا سے پوچھا انہوں نے کہا وہ ٹھیک ہوجائیں گے۔۔

دادا کو کیا ہوا؟ وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

دادا کو برین ٹیومر نہیں ہوا۔۔دادا کو الزائمر ہے۔۔۔لیکن وہ ٹھیک ہوجائیں گے۔۔۔

امامہ کو دماغ بھک سے اڑا تھا۔

------------+++++++**------

سالار کو کچھ مت بتانا۔۔۔۔

پاکستان پہنچنے کے بعد سب سے پہلا کام جو کام تھا وہ امامہ نے یہی کیا تھا اس نے سکندر عثمان سے اس انکشاف کے بارے میں پوچھا تھا جو سکندر عثمان نے حمین کے برین ٹیومر کے حوالے سے سوالوں کے جواب میں کیا تھا اور انہوں نے جواباً اسے بتایا تھا۔کہ ایک مہینے پہلے روٹین کے ایک میڈیکل چیک اپ میں انکی اس بیماری کی تشخیص ہوئی تھی۔۔لیکن انہیں سب سے پہلے پریشانی یہ تھی کہ کہیں امامہ نے سالار سے اسکا ذکر نہ کیا ہو۔۔اس لیئے انہوں نے پہلی بات یہی بتا دی۔

میں اسے پریشان نہیں کرنا چاہتا اسکا آپریشن ہونے والا ہے۔۔وہ اب بھی اپنے سے زیادہ سالار کے لیئے فکرمند تھا۔۔

پاپا میں نہیں بتاؤں گی اسے۔۔میں بھی نہیں چاہتی کہ وہ پریشان ہو۔امامہ نے انہیں تسلی دی۔۔آپ جانتے ہیں آپ سے بہت اٹیچڈ ہے وہ اپنی بیماری بھول جائے گا۔۔۔۔۔۔

جانتا ہوں۔۔۔سکندر نے ایک رنجیدہ مسکراہٹ سے سر ہلایا۔۔۔اس عمر میں اپنی بیماری کی فکر نہیں مجھے میں نے زندگی گزار لی اپنی اوت اللہ کا شکر ہے بہت اچھی گزاری ہے۔اس کو صحت مند رینا چاہیئے۔۔۔انہوں نے آخری جملہ عجیب حسرت سے کہا۔۔۔

اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اسکی بیماری بھی خود لیتا اور اپنی زندگی کے جتنے سال باقی ہیں وہ بھی اسے دے دیتا۔۔۔

امامہ نے انکے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔۔

آپ بس اس کے لیئے دعا کریں پاپا۔ماں باپ کی دعا میں بڑا اثر ہوتا ہے۔۔۔

دعا کے علاوہ۔اور کوئی کام نہیں ہے مجھے۔۔۔میں سوچتا تھا اس نے مجھے نوعمری اور جوانی میں بہت ستایا تھا۔۔۔لیکن جو میرے بڑھاپے میں ستا رہا ہے یہ۔۔۔۔۔وہ بات مکمل نہ کر سکے۔۔۔رو دییے۔۔۔۔

ایک کام کرینگے پاپا؟ امامہ نے انکا ہاتھ تھپکتے ہوئے کہا۔

کیا؟

اپنی انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی اتارتے ہوئے امامہ نے انکے ہاتھ کھولتے ہوئے انکی ہتھیلی پر وہ انگوٹھی رکھ دی۔۔۔

اسے بیچ دیں۔۔۔۔۔وہ اسکا چہرہ دیکھنے لگے۔۔۔

کیوں؟؟ انہوں نے بمشکل کہا۔۔۔

مجھے پیسوں کی ضرورت ہے۔۔

کتنے ؟؟

جتنے مل سکیں۔۔۔

امامہ۔۔۔۔

انہوں نے کچھ کہنا چاہا امامہ نے روک دیا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

انکار مت کریں۔۔۔یہ کام میں آپکے علاوہ کسی اور سے نہیں کرواسکتی۔۔۔وہ نم آنکھوں کیساتھ چپ چاپ امامہ کو دیکھتے رہے۔۔۔

اپنے آپریشن سے دو ہفتے پہلے نیویارک میں سالار سکندر اورSIF کے بورڈ آف گورنرز نے پہلے گلوبل اسلامک انویسمنٹ فنڈ کے قیام کا اعلان کردیا۔۔

پانچ ارب روپے کے سرمایہ سے قائم کیا گیا

Samar investment fund

یہ وہ پہلی اینٹ تھی اس مالیاتی نظام کی جو سالار اور اسکے پانچ ساتھی اگلے بیس سالوں میں دنیا کی بڑی فنانشل مارکیٹوں میں سود پر مبنی نظام کے سامنے لیکر آنا چاہتے تھے۔اگر سالار کی بیماری کا انکشاف میڈیا پر اتنے زور و شور سے نہیں کیا جاتا تو ایس آئی ایف کے بورڈ آف گورنرز اس فنڈ کا آغاز ایک ارب ڈالر کے سرمایہ سے دنیا کے پچاس ممالک میں بیک وقت کرتے اور وہ ٹارگٹ مشکل ضرور تھا ناممکن نہیں تھا۔۔۔سالار کی بیماری نے جیسے پہلے ہی قدم پر انکی کمر توڑ دی تھی۔۔۔لیکن اسکے باوجود بورڈ آف گورنرز ٹوٹا نہیں تھا۔۔۔۔وہ اکٹھے رہے تھے۔۔۔جڑے رہے تھے۔۔۔کیونکہ ان چھ میں سے کوئی شخص بھی یہ کام کاروبار کے طور پر نہیں کر رہا تھا۔۔وہ ایک اندھی کھائی میں کودنے کے مجاہدانہ جذبے سے کر رہے تھے۔۔۔

سالار سکندر عامل کلیم موسیٰ بن رافع ابوذر سلیم علی اکمل اور راکن مسعود پر مشتمل ایس ائی ایف کا بورڈ آف گورنرز دنیا کے بہترین بورڈ آف گورنر میں گردانا جاسکتا تھا۔۔۔وہ چھ کے چھ افراد اپنی فیلڈ کا پاور ہاؤس تھے۔۔۔

یہ ایک بڑے کام کی طرف ایک چھوٹا قدم تھا۔اتنا چھوٹا قدم کے بڑے مالیاتی اداروں نے اسکو سنجیدگی سے لیا بھی نہیں۔۔۔فنانشل میڈیا نے اس پر پروگرامز کیئے اور خبریں لگائی دلچسپی دکھائی لیکن کسی نے بھی اسے آئندہ آنے والے سالوں کے لیئے اپنے لیئے کوئی خطرہ نہیں سمجھا تھا۔

ایک قابل عمل مالیاتی نظام کے طور پر دنیا میں موجود نظام کو ٹکر دینے کے لیئے ایس آئی ایف کو فنانشل viability دکھانی تھی۔۔جو ابھی کسی کو نظر نہیں آئی تھی۔۔۔صرف ان چھ دماغوں کے علاوہ جو اسکے پیچھے تھے۔۔ایس آئی ایف کے قیام کا اعلان اپنے کندھوں پر لدے ایک بھاری بوجھ کو ہٹادینے جیسا تھا۔۔۔کم از سالار کو ایسا ہی محسوس ہوا۔

امریکہ میں ایک ہفتے کے دوران اس نے درجنوں میٹنگز اور سیمینارز اٹینڈ کی تھی اور کچھ یہی حال بورڈ آف گورنرز کے دوسرے ممبرز کا بھی تھا۔۔ایک ہفتہ بعد اسے پاکستان جاکر اپنے بچوں سے ملنا تھا اور پھر واپس آکر امریکہ میں سرجری کروانی تھی۔۔اسکا شیڈول اپائنٹمنٹس سے بھرا تھا۔

ایک ہفتہ کے اختتام تک وہ ایس آئی ایف کے ان سرمایہ کاروں میں سے کچھ کو واپس لانے میں کامیاب ہوگئے تھے جو سالار کی بیماری کی خبر سن کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔۔۔یہ ایک بڑی کامیابی تھی۔۔بارش کا وہ پہلا قطرہ جسکا ان سب کو انتظار تھا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار ائ ایف کے قیام کے لیئے تو سرمایہ کار لانے میں کامیاب ہوگیا تھا لیکن وہ ذاتی طور پر خود اس میں کوئ بڑی انویسمنٹ نہیں کرسکا تھا۔۔کچھ اثاثے جو اسکے پاس تھے انہیں بیچ کر بھی اسکا حصہ کروڑ سے بڑھ نہ سکا تھا۔۔۔

مگر اس فنڈ کی اناؤنسمنٹ کے ایک دن بعد سکندر نے اسے امریکہ فون کیا تھا.

میں پانچ کروڑ کی انویسمنٹ کرنا چاہتا ہوں ایس آئ ایف میں۔۔انہوں نے ابتدائ گپ شپ کے بعد کہا۔

آپ اتنی بڑی رقم کہاں سے لائیں گے؟ وہ چونکا۔

باپ کو غریب سمجھتے ہو تم۔۔۔وہ خفا ہوئے۔۔سالار ہنس پڑا.

اپنے سے زیادہ نہیں۔۔

تم سے مقابلہ نہیں ہے میرا۔سکندر نے بے نیازی سے کہا۔۔تمہیں میرے برابر آنے کے لیئے دس بیس سال لگیں گے۔۔

شاید نہ لگے۔۔۔

چلو دیکھیں گے۔۔۔ابھی تو مجھے بتاؤ یہاں پاکستان میں لوکل آفس اور کیا طریقہ کار ہے۔۔انہوں نے بات بدلی تھی۔۔۔

آپ نے اب کیا بیچا ہے؟ سالار نے اسے بات بدلنے نہیں دی۔۔۔

فیکٹری۔۔۔وہ سکتے میں رہ گیا۔۔۔

اس عمر میں میں نہیں سنبھال سکتا اب۔۔کامران سے بات کی۔۔وہ اور اسکا ایک دوست لینے پر تیار ہوگئے۔۔مجھے ویسے بھی فیکٹری میں سب کا حصہ دینا تھا. وہ ایسے اطمینان سے بات کر رہے تھے جیسے کوئی معمولی بات ہو۔۔۔

آپ کام کرتے تھے پاپا۔۔آپ نے چلتا ہوا بزنس کیوں ختم کر دیا۔۔کیا کریں گے اب آپ۔۔وہ بے حد ناخوش ہوا تھا۔۔

کرلوں گا کچھ نہ کچھ۔۔۔یہ تمہارا مسلہ نہیں۔۔۔اور نہیں بھی کروں گا تو بھی کیا ہے۔تم باپ کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتے کیا۔باپ ساری عمر اٹھاتا رہا ہے۔وہ اسے ڈانٹ رہے تھے۔

آپ نے میرے لیئے کیا ہے یہ سب؟ سالار رنجیدہ تھا۔

ہاں۔۔۔۔اس بار سکندر نے بات گھمائے پھرائے بغیر کہا۔

پاپا مجھ سے پوچھنا چاہیئے تھا آپکو۔۔۔مشورہ کرنا چاہیئے تھا۔۔

تم زندگی میں کونسا کام میرے مشورے سے کرتے رہے ہو۔ہمیشہ صرف اطلاع دیتے ہو۔۔وہ بات کو ہنسی میں اڑانے کی کوشش کر رہے تھے۔

وہ محظوظ نہیں ہوا۔۔اسکا دل عجیب طرح سے بوجھل ہوا تھا۔۔۔

کیا ہوا؟؟ سکندر نے اسکی خاموشی کو کریدا۔

آپ مجھ پر اتنے احسان کیوں کرتے ہیں۔کب تک کرتے رہینگے۔وہ کہے بنا نہ رہ سکا۔۔

جب تک میں زندہ ہوں۔۔سکندر اسکی زندگی کی بات نہیں کرسکے تھے۔

آپ مجھ سے زیادہ جیئے گے۔۔۔۔

وقت کا کس کو پتا ہوتا ہے۔۔۔سکندر کو لہجہ پہلی بار سالار کو عجیب لگا۔۔

------*-*-*--------------------

جبریل تم ان سب کا خیال رکھ لو گے؟؟ امامہ نے شاید کوئی دسویں بار اس سے پوچھا تھا

جی ممی میں رکھ لوں گا۔یو ڈونٹ وری۔۔۔اور اس نے دسویں بار ایک ہی جواب دیا۔

وہ سالار کی سرجری کے وقت اسکے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔اور سالار کے بے حد منع کرنے کے باوجود وہ پاکستان میں بچوں کے پاس رہنے پر تیار نہیں ہوئی تھی۔

اس وقت تمہیں میری ضرورت ہے بچے اتنے چھوٹے نہیں ہیں کہ وہ میرے بغیر ہفتہ نہیں گزار سکتے۔۔۔اس نے سالار سے کہا۔

اور اب جب سیٹ کنفرم ہوگئی تھی تو اسے بچوں کی بھی فکر ہورہی تھی۔وہ پہلی بار انہیں اکیلا چھوڑ کر جارہی تھی وہ بھی اتنی لمبی مدت کے لیئے۔۔

دادی بھی پاس ہوگی تمہارے انکا بھی خیال رکھنا۔۔۔

جی رکھوں گا۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اور ہوم ورک کا بھی۔۔ابھی تم سب کے سکولز نئے ہیں۔تھوڑا ٹائم۔لگے گا ایڈجسٹ ہونے میں۔ چھوٹے بہن بھائی گھبرائے تو تم سمجھانا۔۔

جی۔۔۔۔۔۔۔

السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ آپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپناناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،ارٹیکل یا شاعری پوسٹ کرواناچاہتے ہیں تو

ابھی ای میل کریں۔

samiyach02@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

www.kitabnagri.com

Fb/Page/Social Media Writers .Official

Fb/Pg/Kitab Nagri

samiyach02@gmail.com

میں اور تمہارے پاپا روز بات کرینگے تم لوگوں سے۔

آپ واپس کب آئیں گی؟ جبریل نے اتنی دیر میں پہلی بار ماں سے پوچھا۔

ایک مہینہ تک۔۔شاید تھوڑا زیادہ وقت لگے گا۔سرجری ہوجائے تب پتا لگے گا۔۔اس نے سوچتے ہوئے کہا۔۔

زیادہ سے زیادہ بھی رکھیں گے تو دوسرے دن تک رکھیں گے اگر کوئی کمپلیکیشن نہ ہوئی ورنہ دوسرے دن پاپا گھر آجائیں گے۔

امامہ نے حیران ہوکر اسے دیکھا۔۔تمہیں کیسے پتا؟

آئی ریڈ اباؤٹ اٹ۔۔۔اس نے ماں سے نظریں ملائے بغیر کہا۔

کیوں؟؟

انفارمیشن کے لیئے۔۔جبریل نے سادگی سے کہا۔وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر نظریں ہٹا لی۔۔وہ اپنے ہینڈ بیگ میں کچھ تلاش کرنے لگی۔۔۔ایک دم اسے محسوس ہوا جیسے جبریل اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا۔امامہ نے ایک لحظہ سر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

کیا ہوا؟؟ اس نے جبریل سے پوچھا۔۔اس نے جواباً امامہ کی کنپٹی کے قریب نظر آنے والے ایک سفید بال کو اپنی انگلیوں سے پکڑتے ہوئے کہا۔آپکے کافی بال سفید ہوگئے ہیں۔۔۔وہ ساکت اسے دیکھتی رہی۔۔۔

امامہ۔نے اسکے ہاتھ سے اپنا بال چھڑا کر اسکا ہاتھ چوما۔۔اب گرے ہیئر کے بارے میں پڑھنا شروع مت کرنا۔۔امامہ نے۔آنکھوں کیساتھ مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا۔۔۔

www.kitabnagri.com

وہ جھینپا پھر مدھم آواز میں بولا۔

میں پہلے ہی پڑھ چکا ہوں۔۔سٹریس ان ہیلدی ڈائٹ مین ریزن ہیں۔۔۔

وہ حمین نہیں جبریل تھا۔سوال سے پہلے جواب ڈھونڈنے والا۔۔

وہ اسکا چہرہ دیکھتی رہی۔۔ایک وقت وہ تھا جب اسکا کوئی نہیں رہا تھا اور ایک وقت یہ تھا جب اسکی اولاد اسکے سفید بالوں سے بھی پریشان ہورہی تھی۔۔۔۔

ساڑھے تین کروڑ کا وہ چیک دیکھ کر وہ کچھ دیر ہل نہ سکا تھا۔وہ لفافہ امامہ نے کچھ دیر پہلے اسے دیا تھا۔اس وقت وہ فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔اور لفافہ کھولتے ہوئے اس نے امامہ سے پوچھا۔۔

اس میں کیا ہے؟ سوال کا جواب ملنے سے پہلے اسکے نام کاٹا گیا وہ چیک اس کے ہاتھ میں آگیا تھا۔۔سالار نے سر اٹھا کر امامہ کو دیکھا۔

www.kitabnagri.com

میں یہ۔چاہتی ہوں کہ تم یہ رقم لے لو۔۔اپنے پاس رکھو۔یا ایس آئی ایف میں انویسٹ کرو۔۔

تم نے وہ انگوٹھی بیچ دی؟ سالار نے بے ساختہ پوچھا۔۔۔وہ ایک لمحہ کچھ بول نہ سکی پھر مدھم آواز میں کہا۔۔

میری تھی۔۔۔بیچ سکتی تھی۔

بیچنے کے لیئے تمہیں نہیں دی تھی۔۔وہ خفا تھا یا شاید رنجیدہ۔۔تم چیزوں کی قدر نہیں کرتی۔۔وہ کہے بنا نہ رہ سکا۔

چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے امامہ نے ست ہلایا۔

ٹھیک کہتے ہو۔میں چیزوں کی قدر نہیں کرتی انسانوں کی کرتی ہوں۔۔۔

انسانوں کی بھی نہیں کرتی۔۔سالار خفا تھا۔

صرف تمہاری نہیں کی شاید اسی لیئے سزا ملی۔۔نمی آنکھوں میں آئی تھی۔۔آواز کیساتھ ہاتھ بھی کپکپایا۔۔۔خاموشی آئی، رکی، ٹوٹی۔۔۔۔

تم بے وقوف ہو۔۔وہ اب خفا نہیں تھا۔اس نے چیک لفافے میں ڈال کر اسی طرح میز پر رکھ دیا۔۔

تھی۔۔۔امامہ نے کہا۔

اب بھی ہو۔۔۔سالار نے اصرار کیا۔۔۔

عقل مندی کا کرنا کیا ہے اب میں نے۔۔اس نے جواباً پوچھا۔

یہ رقم اب اپنے پاس رکھو۔۔بہت سی چیزوں میں ضرورت پڑے گی تمہیں۔۔۔سالار نے کہا۔

میرے پاس کافی رقم ہے اکاؤنٹ خالی تو نہیں۔بس میں چاہتی تھی کہ میں ایس آئی ایف میں کنٹری بیوٹ کروں۔۔۔وہ کہہ رہی تھی۔۔۔۔

زیور بیچ کر کنٹری بیوٹ نہیں کروانا چاہتا میں تم سے۔۔۔تم صرف دعا کرو اسکے لیئے۔

زیوت سے صرف پیسہ مل سکتا ہے۔اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

میں ویسے بھی زیور نہیں پہنتی سالوں سے لاکر میں پڑا ہے سوچ رہی تھی وہ بھی۔۔۔۔۔

سالار نے اسکو بات مکمل نہیں کرنے دی۔بے حد سختی سے کہا۔

تم اس زیور کو کچھ نہیں کروگی وہ بچوں کے لیئے رکھا رہنے دو۔میں کچھ نہیں لوں گا اب تم سے۔وہ خاموش ہوگئ۔۔۔

سالار نے مگ رکھ دیا اور اسکی طرف مڑ کر جیسے بے بسی سے کہا۔۔

کیوں کر رہی ہو یہ سب کچھ؟

کچھ کہے بنا اسکے بازو پر ماتھا ٹکائے اس نے ہاتھ اسکے گرد لپیٹ لیے۔۔۔وہ پہلا موقع تھا جب سالار کا احساس ہوا کہ جوں جوں اسکے آپریشن کی تاریخ قریب آرہی تھی وہ اس سے زیادہ حواس باختہ ہورہی تھی۔۔

تم میرے ساتھ مت جاؤ امامہ یہی رہو بچوں کیساتھ۔۔سالار نے ایک بار پھر اس سے کہا۔

بچے ابھی چھوٹے ہیں۔انکو اکیلا چھوڑ کر تم میرے ساتھ کیسے رہوگی۔وہ پریشان ہوجائیں گے۔۔

نہیں ہونگے۔۔میں نے انہیں سمجھا دیا ہے۔۔وہ ٹس سے مس نہ ہوئ۔

وہاں فرقان ہو گا میرے ساتھ پاپا ہونگے تمہیں یہی رہنا چاہیئے بچوں کے پاس۔۔۔سالار نے دوبارہ اصرار کیا۔

تمہیں میری ضرورت نہیں ہے؟ وہ خفا ہوئی۔

ہمیشہ۔۔۔۔سالار نے اسکا سر چوما۔۔

ہمیشہ ؟؟

اس بیگ میں میں نے سب چیزیں رکھ دی ہے۔سالار نے یکدم بات بدلی۔

ساتھ لے جانے کے لیئے؟ امامہ نے سمجھے بغیر اسی طرح اسکے ساتھ لگے لگے کہا۔

نہیں اپنی ساری چیزیں۔۔۔چابیاں پیپرز بنک کے پیپرز ہر وہ ڈاکومنٹ جو بچوں سے متعلق ہے ۔اکاؤنٹ میں جو پیسے ہیں چیک بک سائن کردیا ہے اور اپنی ایک وصیت بھی۔۔۔

سرجری میں خدانخواستہ کوئی کمپلیکیشن ہوجائے تو حفاظتی تدبیر ہے

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس نے جیسے مزید کچھ کہنے سے روک دیا

تمہارے نام ایک خط بھی ہے اس میں۔۔۔

میں نہیں پڑھوں گی۔۔اسکے گلے میں آنسوؤں کا پھندا لگا۔

چلو پھر تمہیں ویسے ہی سناؤں جو لکھا ہے۔۔۔وہ اب اس سے پوچھ رہا تھا۔

نہیں۔۔۔اس نے پھر ٹوک دیا۔

تم کتاب پڑھنا نہیں چاہتی خط نہیں پڑھنا چاہتی مجھے سننا نہیں چاہتی پھر تم کیا چاہتی ہو۔۔وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

میں نے کتاب پڑھ لی ہے۔اس نے بلآخر اعتراف کرلیا۔

وہ چونکا نہیں تھا۔۔میں جانتا ہوں۔۔۔

کوئی اپنی اولاد کے لیئے ایسا تعارف چھوڑ کے جاتا ہے؟ اس نے جیسے شکایت کی۔

سچ نہ لکھتا؟ وہ ہوچھ رہا تھا۔

جس بات کو اللہ نے معاف کردیا اسے بھول جانا چاہیئے۔۔

پتا نہیں معاف کیا بھی ہے یا نہیں۔۔۔یہ۔تو اللہ جانتا ہے۔

اللہ نےپردہ تو ڈال دیا ہے نا۔۔۔میں نہیں چاہتی میری اولاد یہ پڑھے۔۔کہ انکے باپ نے زندگی میں ایسی غلطیاں کی ہیں جو انکی نظروں میں تمہارا احترام ختم کردے۔۔وہ اس سے کہہ رہی تھی۔۔۔۔

جھوٹ بولتا اور لکھتا کہ میں پارسا پیدا ہوا تھا اور فرشتوں جیسی زندگی گزاری؟؟

نہیں۔۔۔بس انسانوں جیسی گزاری۔

وہ بے اختیار ہنسا۔۔۔شیطان لگ رہا ہوں کیا اس کتاب میں؟

میں اس کتاب کو ایڈٹ کروں گی۔۔وہ بولی۔۔

یعنی مجھے مومن بنا دو گی؟

وہ زندگی میں نہ بنا سکی تو کتاب میں کیا بناؤں گی۔۔۔وہ کہے بنا نہ رہ سکی۔

وہ پھر ہنسا۔۔۔یہ بات بھی ٹھیک ہے۔

کیا نام رکھو گی پھر میری آٹو بائوگرافی کا؟؟

آب حیات۔۔۔اس نے بے اختیار کہا۔اسکا رنگ اڑا اور پھر مسکرایا۔۔

وہ تو کوئی بھی پی کر نہیں آتا۔اس نے کہا۔

تلاش تو کر سکتا ہے نا۔۔امامہ نے کہا۔

لاحاصل۔۔ہے۔۔۔

وہ تو پھر زندگی بھی ہے۔وہ لاجواب ہو کر چپ ہو گیا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تم نے زندگی تاش کا کھیل سمجھ کر جی ہے اور اس کتاب کو بھی ایسا ہی لکھا ہے۔زندگی باون پتوں کا کھیل نہیں۔۔۔ان دو سو پچاس صفحات میں اعترافات ہیں لیکن ایسی کوئی بات نہیں جسے پڑھ کر تمہاری اولاد تمہارے جیسا بننا چاہے۔میں چاہتی ہوں تم اسے آب حیات سمجھ کر لکھو تاکہ اسے پڑھ کر تمہاری اولاد ہی نہیں بلکہ کوئی بھی پڑھے تو تمہارے جیسا بننا چاہے۔۔۔وہ اس سے کہتی رہی۔۔۔

میرے پاس اب شاید مہلت نہیں اتنی۔سالار نے مدھم آواز میں کہا۔

تم مانگو۔۔جو چیز اللہ میرے مانگنے پر نہیں دیتا تمہارے مانگنے پر دیتا ہے۔سالار نے اسے عجیب لہجے میں کہا۔

مجھے یقین ہے تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔۔اس نے سالار کا ہاتھ تھاما۔۔

مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔۔۔وہ عجب رنجیدگی سے مسکرایا۔۔۔ابھی تو بہت کچھ ہے جو ہمیں ساتھ کرنا ہے۔۔ساتھ حج کرنا ہے۔تمہارے لیئے اک گھر بنانا ہے۔۔۔۔۔۔

امامہ نے سر جھکا لیا۔۔۔وہ بھی اندھیرے میں صرف جگنو چاہتی تھی اندھیرا نہیں

آپریشن ٹیبل پر لیٹے انیستھیزیا لینے کے بعد بے ہوشی میں جانے سے پہلے سالار ان سب کے بارے میں سوچتا رہا جن سے وہ پیار کرتا تھا۔امامہ جو آپریشن تھیٹر سے باہر بیٹھی تھی سکندر عثمان جو اس عمر میں بھی اسکے منع کرنے کے باوجود اسکو اپنی نظروں کے سامنے سرجری کے لیئے بھیج رہے تھے۔۔اسکی ماں جو اسکے بچوں کو سنبھالے پاکستان میں بیٹھی تھی۔

اور اسکی اولاد جبریل حمین عنایہ رئیسہ اسکی نظروں کے سامنے باری باری ایک ایک کا چہرہ آ رہا تھا۔چہرے آوازیں سوچ آہستہ آہستہ مدھم ہونا شروع ہوئی اور پھر غائب ہوتی چلی گئی۔۔

چار گھنٹے کا آپریشن آٹھ گھنٹے تک چلا گیا تھا۔سکندر فرقان اور سالار کے دونوں بڑے بھائی وہاں اسکو تسلیاں دے رہے تھے اور وہ گم صم صرف دعائیں کرتی رہی تھی۔آٹھ گھنٹے میں وہ اپنی فیملی کے اصرار کے باوجود کچھ کھا پی نہ سکی۔۔وہ پچھلی ساری رات بھی جاگتی رہی تھی.

اس آٹھ گھنٹوں میں پتا نہیں اس نے کتنی دعائیں کی وظیفیں کییے اللہ کے رحم کو کتنی بار پکارا اس نے گنتی نہیں کی تھی۔۔۔

آپریشن کا بڑھتا ہوا دورانیہ اسکی تکلیف اذیت اور خوف کو بڑھا رہا تھا۔۔۔۔

آٹھ گھنٹے بعد بلآخر اسے آپریشن کامیاب ہونے کی اطلاع تو مل گئ تھی ڈاکٹرز نے انکا ایک ٹیومر تو ختم کردیا تھا لیکن دوسرا ختم نہ کرسکے اسے سرجری کے ذریعے ریموو کرنا انتہائ خطرناک تھا۔وہ بے حد نازک جگہ پر تھا۔۔

آٹھ گھنٹے بعد امامہ اور سکندر عثمان نے اسے دیکھا تھا۔وہ ابھی ہوش میں نہیں تھا۔۔ہوش میں آنے کے بعد ہی ڈاکٹرز آپریشن کی صحیح طرح کامیابی منا سکتے تھے۔جب وہ ہوش میں آنے کے بعد بات چیت شروع کرتا اپنی فیملی کو پہچانتا۔۔اپنے ذہن کے متاثر نہ ہونے کا ثبوت دیتا۔۔۔امامہ ایک دریا پار کر آئ تھی اب آگے ایک اور دریا کا سامنا تھا۔امامہ بہت دیر تک اسے نہ دیکھ سکی۔۔تاروں اور ٹیوبز میں جکڑا ہوا وہ اسے دیکھنے کی کوشش کرنے کے باوجود اس پر نظر نہ جما سکی وہ وہاں سے باہر آگئ۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ لوگ اب اسپتال میں نہیں ٹھہر سکتے تھے۔نہ چاہتے ہوئے بھی اسے اسپتال سے واپس اپنے کرائے کے اپارٹمنٹ میں آنا پڑا۔۔سکندر عثمان اسکے ساتھ تھے سالار کے دونوں بھائی اور فرقان اسپتال کے قریب اپنے کچھ دوستوں کے پاس رہ رہے تھے۔۔سکندر عثمان کو انکے کمرے میں چھوڑ کر وہ اپنے کمرے میں آئی۔وہاں عجیب سناٹا تھا یا شاید وحشت تھی۔۔وہ بے حد تھکی ہوئی تھی۔سونا چاہتی تھی پر سو نہ سکی۔اسکے سمارٹ فون پر جبریل سکائپ پر آنلائن نظر آ رہا تھا۔وہ بے اختیار اسے کال کرنے لگی۔

بابا کیسے ہیں۔۔۔اس نے سلام دعا کے بعد پہلا سوال کیا۔

وہ ٹھیک ہیں آپریشن ٹھیک ہو گیا ڈاکٹرز اب انکے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔۔وہ اسکو بتانے لگی۔

آپ پریشان نہ ہو وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔۔وہ ہمیشہ کی طرح ماں کو تسلی دے رہا تھا۔

جبریل تم تلاوت کرو کسی ایسی سورۃ کی کہ مجھے نیند آجائے۔۔وہ اولاد کے سامنے اتنی بے بس اور کمزور ہو کر نہیں آنا چاہتی تھی لیکن ہو گئی تھی۔۔۔۔

جبریل نے لیپ ٹاپ کی سکرین اور اسکا ستا ہوا چہرہ دیکھا۔۔

آپ کو سورہ رحمان سناؤں؟؟

ہاں۔۔۔۔

اوکے۔۔۔میں وضو کر کے آتا ہوں۔۔آپ بستر پہ لیٹ جائے۔۔وہ پچھلے دو دن میں پہلی بار مسکرائی تھی۔۔۔۔۔

ممی آپ سو گئ؟ اس نے جبریل کی آواز پر ہڑ بڑا کے آنکھیں کھولی۔۔۔

نہیں۔۔امامہ نے کہا۔

میں شروع کروں؟ جبریل نے کہا۔

ہاں۔۔۔سر پر ٹوپی رکھے ہاتھ سینے پر باندھے وہ اپنی خوبصورت آواز میں سورہ رحمان کی تلاوت کر رہا تھا۔۔اسے سالار سکندر یاد آنا شروع ہوگیا تھا وہ اس سے یہی سورہ سنتی تھی اور جبریل کو یہ بات بھی یاد تھی۔۔دس سال کا جبریل اس سورہ کی تلاوت کرتے ہوئے اپنی ماں کو مسحور اور دم بخود کر رہا تھا۔اسکا جیسے دل پگھل رہا تھا۔

اور تم اپنے رب کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔۔۔

وہ پڑھتا رہا اور اسکا دل بھر آیا۔۔بے شک اللہ کی نعمتیں بے شمار تھی وہ شکر ادا نہیں کر سکتی تھی۔اور سب سے بڑی نعمت وہ اولاد تھی جس کی آواز میں اللہ کا وہ اعلان اسکے کانوں تک پہنچ رہا تھا۔

ممی۔۔۔جبریل نے تلاوت ختم کرنے کے بعد بے حد مدھم آواز میں اسے پکارا۔اسے یوں لگا جیسے تلاوت سنتے ہوئے وہ سو گئ ہیں۔وہ سوئ نہیں تھی۔لیکن سکون میں بھی جیسے جیسے کسی نے اسکے سر اور کندھوں کا بوجھ اتار کر اسے ہلکا کردیا ہو

جبریل تم عالم بننا۔تمہاری آواز میں بھت تاثیر ہے۔۔اس نے جبریل سے کہا۔

ممی مجھے نیورو سرجن بننا ہے۔امامہ نے آنکھیں کھولی وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

میری خواہش ہے کہ تم عالم۔بنو۔امامہ نے اس بار زور دے کر کہا۔۔وہ جانتی تھی وہ نیورو سرجن کیوں بننا چاہتا ہے.۔۔

حمین زیادہ اچھا عالم بن سکتا ہے میں نہیں۔۔۔۔۔وہ الجھا جھجکا۔۔

تم زیادہ لائق اور قابل ہو بیٹا۔۔

سوچوں گا۔۔آپ سو جائیں۔۔۔اس نے ماں سے بحث نہیں کی۔۔بات بدل دی۔۔

____

وہ دس سال کا تھا جب اسکے باپ کی موت ہوئ۔اور اس موت نے اسکی پوری فیملی کو ہلا کرر کھ دیا۔۔باپ کی موت اچانک ہوئ تھی اور وہ اس سے سنبھل نہ سکا۔۔اگلے کئ سال۔۔۔وہ تعلیم میں دلچسپی لینے زندگی میں کچھ کرنے اور بڑا نام بنانے کے خاتمے کا سال تھا اور یہی وہ سال تھا جب اس نے اپنے باپ کے ایک اچھے جاننے والے اور انکے ہمسایہ میں رہنے والے خاندان میں بہت زیادہ آنا جانا شروع کیا۔یہی وہ وقت تھا جب اس نے دنیا کے ہر مذہب میں دلچسپی لینا شروع کی۔۔

____

گرینڈ حیات ہوٹل کا بال روم اس وقت سپیلنگ بی کے 92ویں مقابلے کے دو فائنلسٹ سمیت دیگر شرکاء کے والدین بہن بھائیوں اور اس مقابلے کو دیکھنے کے لیئے موجود لوگوں سے کچھا کچ بھرا ہونے کے باوجود اس وقت پن ڈراپ سائلنس کا منظر پیش کر رہا تھا۔۔دونوں فائنلسٹ کے درمیان راؤنڈ فورٹین کھیلا جارہا تھا۔تیرہ سالہ نینسی اپنا لفظ اسپیل کرنے کے لیئے اس وقت اپنی جگہ پر آچکی تھی۔امریکہ کی مختلف ریاستوں کے علاوہ دنیا کے بہت سارے ممالک میں اسپیلنگ بی کے مقامی مقابلے جیت کر آنے والے پندرہ سال سے کم عمر کے بچے اس آخری راؤنڈ کو جیتنے کے لیئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔

Sassafras

نینسی نے رکی ہوئی سانس کیساتھ پروناؤنسر کا لفظ سنا۔۔اور پرونائونسر سے لفظ دہرانے کو کہا۔۔اس نے دہرایا۔۔وہ چمپیئن شپ ورڈز میں سے ایک تھا۔۔لیکن فوری طور پر اسے یہ یاد نہ آسکا۔۔۔۔

نوسالہ دوسرا فائنلسٹ اپنی کرسی پر بیٹھا۔۔نینسی کا ریگولر ٹائم ختم ہوچکا تھا۔اس نے لفظ اسپیل کرنا شروع کیا۔۔ s.a.s.sپہلے چار لیٹرز بتانے کے بعد وہ ایک لمحہ کو رکی۔۔زیر لب اس نے باقی لیٹرز دہرائے اور پھر دوبارہ بولنا شروع کیا۔۔

A.f.r

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ ایک بار پھر رکی۔۔دوسرے فائنلسٹ نے بیٹھے بیٹھے زیر لب آخری دو لیٹرز کو دہرایاU.s اور نینسی نے بھی بلکل اس وقت یہی دو لیٹرز بولے اور پھر بے یقینی سے اس گھنٹی کو بجتے سنا جو اسپیلنگ کے غلط ہونے پر بجتی تھی۔۔حیرت صرف اس کے چہرے پر نہیں تھی اس دوسرے فائنلسٹ کے چہرے پر بھی تھی۔۔پروناؤنسر اب درست اسپیلنگ دہرا رہا تھا۔

تقریباً فق ہوتی رنگت کیساتھ نینسی نے مقابلے کے شرکاء کے لیئے رکھی ہوئی کرسیوں کی طرف چلنا شروع کیا۔۔ہال تالیوں سے گونج رہا تھا۔۔یہ رنراپ کو کھڑے ہوکر داد دی جارہی تھی نو سالہ فائنلسٹ بھی اسکے لیئے کھڑا ہوکر تالیاں بجا رہا تھا۔۔ہال میں موجود لوگ دوبارہ اپنی نشست سنبھال چکے تھے اور دوسرافائنلسٹ مائک کے سامنے آچکا تھا۔نینسی نے کسی موہوم امید کے تحت اسے دیکھنا شروع کیا۔۔اگر وہ اپنے لفظ کو مس اسپیل کرتا تھا وہ دوبارہ فائنل راؤنڈ میں آجاتی۔۔۔

اسٹیج پر اب وہ نوسالہ فائنلسٹ تھا۔اپنی شرارتی مسکراہٹ اور گہری سیاہ چمکتی آنکھوں کیساتھ۔۔اس نے چیف پروناؤنسر کو دیکھتے ہوئے سرہلایا۔۔جوناتھن جواباً مسکرایا تھا۔۔۔وہ اس چیمپئن شپ کو دیکھنے والے کراؤڈ کا سویٹ ہارٹ تھا۔۔اسکے چہرے پر بلا کی معصومیت تھی۔۔۔

Cappelletti

جوناتھن نے لفظ ادا کیا۔

اس فائنلسٹ کے چہرے پر ایسی مسکراہٹ آئی جیسے وہ اپنی ہنسی کو کنٹرول کررہا ہو۔۔اسکی آنکھیں پہلے کلاک وائس پھر اینٹی کلاک وائس گھومنا شروع ہوگئ تھی۔۔۔ہال میں کچھ کھکھلاہٹیں

ابھری۔۔اس نے اپنا ہر لفظ سننے کے بعد ایسا ہی ری ایکٹ کیا تھا بھینچی ہوئی مسکراہٹ اور گھومتی ہوئی آنکھیں۔۔۔کمال کی خود اعتمادی تھی۔کئی دیکھنے والوں نے اسے داد دی۔

Your finish time starts.

اسے ان آخری تیس سیکنڈز کے شروع ہونے کی اطلاع دی گئی جس میں اس نے اپنا لفظ اسپیل کرنا تھا۔۔اسکی آنکھیں گھومنا بند ہوئی۔

Cappelleti

اس نے ایک بار پھر اپنے لفظ کو دہرایا۔۔اور پھر اسپیل کرنا شروع کردیا۔

C,a,p,p,e,l,l

وہ رکا اور پھر ایک سانس لیتے ہوئے اس نے دوبارہ اسپیل کرنا شروع کیا۔۔

E.t.t.i

ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔

اسپیلنگ بی کا چیمپئن اب صرف ایک لفظ کے فاصلے پر تھا۔۔

تالیوں کی گونج تھمنے کے بعد جوناتھن نے اسے آگاہ کیا کہ اب اسے ایک اضافی لفظ اسپیل کرنا تھا۔۔اس نے سر ہلایا۔۔۔۔اس لفظ کو اسپیل نہ کرسکنے کی صورت میں نینسی ایک بار پھر واپس مقابلے میں آجاتی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

Weissnichtwo

اسکے لیئے لفظ پروناؤنس کیا گیا۔ایک لمحے کے لیئے اسکے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوئی۔۔اوہ مائی گاڈ۔۔اسکے منہ سے بے اختیار نکلا۔وہ شاکڈ تھا۔۔۔یہ پہلا موقع تھا جب اسکی آنکھیں اور وہ خود اس طرح جامد ہوا تھا۔

نینسی بے اختیار اپنی کرسی پر سیدھی ہوکر بیٹھ گئی۔تو بلآخر کوئی ایسا لفظ آگیا تھا جو اسے چیمپئن شپ میں واپس لاسکتا تھا۔

اسکے والدین کو پہلی بار اسکے تاثرات نے پریشان کیا۔۔۔حاضرین اسکی انگلیوں اور ہاتھوں کی کپکپاہٹ بڑی آسانی سے اسکرین پر دیکھ سکتے تھے۔۔۔

ہال میں بیٹھا ہوا صرف ایک فرد ریلکسڈ تھا۔۔۔یہ اسکی سات سالہ بہن تھی۔جس نے بھائی کے تاثرات پر پہلی بار بڑے اطمینان کیساتھ کرسی کی پشت کیساتھ مسکراتے ہوئے ٹیک لگائی تھی۔۔۔گود میں رکھے ہوئے اپنے ہاتھوں کو بہت آہستہ آہستہ اس نے بے تابی کے انداز میں بجانا شروع کیا۔اس کے ماں باپ نے بیک وقت اسکے تالی بجاتے ہاتھوں اور اسکے مسکراتے چہرے کو الجھے انداز میں دیکھا اور پھر اپنے لرزتے کانپتے کنفیوز بیٹے کو دیکھا۔۔

ہال اب آہستہ آہستہ تالیاں بجا رہا تھا۔۔وہ اب اپنا کارڈ نیچے کرچکا تھا جیسے ذہنی تیاری کرچکا ہو۔۔۔

W.e.i.s.s.n.i.c.h.t.w.o

حمین سکندر نے ایک ہی سانس میں رکے بغیر لفظ کے ہجے کیے۔۔

An unknown place

ایک نا معلوم مقام۔۔۔اس نے لفظ کے ہجے کرتے ہی اسی رفتار سے اسکا مطلب بتایا۔۔پھر اسکی نظریں پروناؤنسر پر ٹکی۔

پروناؤنسر کے منہ سے نکلی درست کی آواز ہال میں گونج اٹھنے والی تالیوں میں گم ہوگئ۔۔وہ اسپیلنگ بی کے نئے فاتح کو خراج تحسین پیش کر رہے تھے جو اسٹیج پر فلیش لائٹس اور ٹی وی کیمروں کی چکاچوند کردینے والی روشنیوں میں ساکت کھڑا تھا۔۔یوں جیسے وہ ابھی تک اس شاک سے نکل نہ پایا ہو کہ وہ جیت چکا ہے۔۔یہ حمین سکندر تھا اور یہ حمین سکندر ہی ہوسکتا تھا۔۔۔

پہلا جملہ جو اسکے سامنے لگے مائک نے حاضرین تک پہنچایا تھا اس نے تالیوں کی گونج میں ایک بلند شگاف قہقہے کی آواز کو بھی شامل کیا تھا۔

اوہ مائی گاڈ۔۔۔۔وہ اس سے زیادہ کچھ نہ بول سکا۔۔حاضرین کی ہنسی نے اسے کچھ اور نروس کیا۔۔پھر اس نے حاضرین کی تالیوں کا جواب دیا۔اس نے پلٹ کر اس طرف دیکھا جہاں اسکے ماں باپ اور رئیسہ بیٹھے تھے۔وہ اب سب کے ساتھ کھڑے اسکے لیئے تالیاں بجا رہے تھے۔۔۔حمین سکندر تقریباً بھاگتا ہوا انکی طرف گیا اور اسکے ساتھ ہی وہ سپاٹ لائٹ بھی گئ جو اس سے پہلے اسٹیج پر فوکس تھی۔۔وہ تالیاں بجاتی اور آنسو بہاتی امامہ سے آکر لپٹا تھا۔۔۔پھر وہ سالار سے لپٹ گیا ۔۔۔کیا آپ کو مجھ پر فخر ہوا؟ اس نے ہمیشہ کی طرح باپ سے پوچھا۔

بہت فخر۔۔۔۔۔اس نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔

اسکی آنکھیں چمکی مسکراہٹ گہری ہوئی پھر وہ رئیسہ کی طرف گیادونوں ہتھیلیاں پھیلاتے ہوئے اس نے بازو ہوا میں بلند کرتے ہوئے رئیسہ کے پھیلائے ہوئے ہاتھوں پر ہائی فائی کیا۔۔اپنے گلے میں لٹکا ہوا نمبر اتار کر اس نے رئیسہ کے گلے میں ڈالا۔۔پھر جھک کر اسے تھوڑا سا اٹھایا۔۔وہ کھکھلائی۔۔حمین نے اسے نیچے اتارا اور پھر اسی طرح بھاگتا ہوا واپس اسٹیج کی طرف گیا۔۔

آخری لفظ کتنا مشکل تھا؟ ابتدائی کلمات کے بعد میزبان نے اس سے پوچھا

آخری لفظ تو بے حد آسان تھا۔حمین نے بڑے اطمینان سے کہا۔۔ہال میں قہقہہ گونجا۔۔

تو پھر مشکل کیا تھا۔۔۔میزبان نے اسے چھیڑنے والے انداز میں پوچھا۔

اس سے پہلے پوچھے جانے والے سارے الفاظ۔۔حمین نے ترکی بہ ترکی کہا۔

کیوں؟؟؟؟؟

کیونکہ میں ہر لفظ بھول گیا تھا بس تکے لگاتا رہا ایک آخری لفظ تھا جو میں آنکھیں بند کر کے بھی ہجے کرسکتا تھا۔۔

آخری لفظ اتنا آسان کیوں لگا تھا آپکو۔۔۔میزبان نے پوچھا۔۔۔

رئیسہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حمین نے فخریہ انداز میں کہا۔کیونکہ میں اور میری بہن نامعلوم مقام سے آئے ہیں۔۔ہال ایک بار پھر تالیوں اور قہقہوں سے گونج اٹھا۔۔۔ہال میں لگی سکرین پر گلاسز لگائے شرماتی رئیسہ ابھری تھی۔امامہ اور سالار بھی ہنس پڑے۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

زندگی میں اب تک ان سب کی وجہ سے ان دونوں کی زندگی میں ایسے بہت سے فخر کے لمحات آئے تھے۔۔۔

ممی اگلے سال میں بھی حصہ لوں گی۔۔انکے درمیان بیٹھی ہوئی رئیسہ نے اپنے گلے میں لٹکے حمین کے کارڈ کو ہلاتے ہوئے سرگوشی میں امامہ کو اطلاع دی۔۔۔امامہ نے اسے تھپکا جیسے اسے تسلی دے کر ہامی بھر رہی ہو۔۔۔

اسٹیج پر اب حمین کو ٹرافی دی جارہی تھی۔۔حاضرین ایک بار پھر کھڑے ہوکر تالیاں بجاتے ہوئے داد دے رہے تھے۔۔۔وہاں سے کئی کلومیٹر دور واشنگٹن کے ایک قدرے نواحی علاقے کے ایک گھر میں بیٹھے جبریل اور عنایہ ٹی پر اس پروگرام کی لائیو کوریج دیکھ رہے تھے۔عنایہ کچھ دیر پہلے اپنے ٹیسٹ کی تیاری ختم کر کے بیٹھی تھی جسکی وجہ سے وہ امامہ اور سالار کیساتھ نہ جاسکی اور جبریل اسکے ساتھ رہ گیا تھا۔۔اب جب اس تیسری ٹرافی کے انکے گھر آنے کا فیصلہ ہوگیا تھا تو وہ بے حد خوش تھے۔ان سب کے درمیان مقابلہ ہوتا تھا۔حسد اور رقابت تو ان چاروں میں تھی ہی نہیں۔۔ٹی وی دیکھتے ہوئے گھنٹی کی آواز سنائی دی جبریل اس وقت اپنے لیئے ملک شیک بنانے میں مصروف تھا عنایہ دروازے پہ چلی گئ۔کی ہول سے اس نے باہر جھانکا۔۔۔وہاں گیارہ سالہ ایرک کھڑا تھا۔۔۔عنایہ چند لمحوں کے لیئے وہی کھڑی رہی۔وہ اسکا کلاس فیلو اور ہمسایہ تھا۔۔جبریل گھر پہ نہیں ہوتا تو وہ دروازہ کبھی نہ کھولتی۔۔۔۔وہ باہر کی ہول پر نظریں جمائے یوں کھڑا تھا جیسے اس سوراخ سے یہ دیکھ پارہا ہو کہ اسے اندر سے دیکھا جارہا تھا اور دیکھنے والا کون تھا یہ بھی۔۔۔۔۔۔۔

باہر کون ہے؟ وہ جبریل تھا جو اچانک اسکے پیچھے آگیا تھا۔۔وہ ہڑبڑا کر پلٹی۔۔پھر اس نے کہا۔

ایرک۔۔۔۔۔۔

دونوں بہن بھائی ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔۔وہ بے مقصد اور کسی بھی وقت دوستوں کو گھر نہیں بلاسکتے تھے۔۔۔لیکن ایرک کے لیئے ان سب کے دلوں میں ہمدردی تھی۔۔

اچھا آنے دو شاید اسے بھی ٹیسٹ کا کچھ پوچھنا ہو۔۔۔جبریل نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔۔دونوں ہاتھ جینز کی جیبوں میں ڈالے ایرک نے دروازہ کھلنے پر اپنے امریکن لب و لہجے میں ہمیشہ کی طرح بمشکل انہیں السلام علیکم کہا۔۔۔

مبارک ہو۔۔۔۔ایرک نے وہی کھڑے کھڑے جبریل کے پیچھے جھانکتی عنایہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

تھینک یو۔۔۔جبریل نے بھی اتنا ہی مختصر جواب دیا۔۔وہ بات کرتے ہوئے دروازے کے سامنے سے ہٹ گئے۔۔۔ایرک اسی طرح جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اندر آگیا۔۔

تم نے ٹیسٹ کی تیاری کرلی۔۔عنایہ اس سے پوچھے بنا نہ رہ سکی۔۔۔

نہیں۔۔۔وہ چلتے ہوئے لاؤنج میں آگیا تھا۔

کیوں؟؟؟

بس ایسے ہی۔۔۔اس نے جواب دیا۔

بیٹھ جاؤ۔۔عنایہ نے اسے اسی طرح کھڑے دیکھ کر کہا۔جبریل تب تک لاؤنج کے ایک طرف موجود کچن ایریا میں دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔۔۔

ایرک تمہاری ممی کو پتا ہے کہ تم یہاں ہو؟؟ جبریل کو فریج میں سے دودھ نکالتے ہوئے اچانک خیال آیا۔۔

میرا خیال ہے۔۔۔ایرک نے کان سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا۔۔

انہیں نہیں پتا؟؟

وہ دودھ کی بوتل کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے ٹھٹکا۔۔

اسے پچھلے ہفتے کا خیال آیا تھا جب ایرک کی ممی اسے ڈھونڈتے ہوئے وہاں آئی تھی۔اور انہوں نے شکایت کی تھی کہ وہ انہیں بتائے بغیر گھر سے نکلا تھا اور وہ اتفاقاً اسے ڈھونڈنے پر پتا چلا کہ وہ گھر پر تھا ہی نہیں۔۔۔تب ہی وہ ان لوگوں کے گھر آئی تھی۔کیونکہ انہیں پتا تھا کہ وہ انہیں کہی اور نہیں تو وہاں مل جائے گا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ممی گھر پر نہیں ہے۔۔۔ایرک نے جبریل کے تنبیہی انداز کو بھانپا۔۔

کہاں گئی ہیں؟ جبریل اتنی پوچھ گچھ کبھی نہ کرتا اگر وہ ایرک نہ ہوتا۔۔

کسی دوست کے پاس گئی ہے۔سبل اور مارک بھی انکے ساتھ ہیں۔اس نے جبریل کو بتایا۔۔۔۔

تم ساتھ نہیں گئے۔۔۔عنایہ نے اس سے پوچھا۔۔

میں نے ٹیسٹ کی تیاری کرنی تھی۔۔اس نے ترکی بہ ترکی کہا۔۔۔عنایہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

چلو پھر ٹیسٹ کی تیاری کرتے ہیں۔۔۔عنایہ نے جواباً اسے کہا۔

یہ سب واپس کب آئیں گے۔۔ایرک نے بات بدلنے کی کوشش کی۔

واپس آرہے ہونگے۔۔۔عنایہ نے اسے بتایا اور اسے دیکھنے لگی۔

میں کوئی گیم کھیل سکتا ہوں ؟؟اس نے کہا۔۔۔عنایہ ہچکچائی۔۔۔

نہیں۔۔۔عنایہ کی جگہ جبریل نے جواب دیتے ہوئے اسکے ہاتھ سے ریموٹ لے لیا۔

اس وقت ہمارے گھر میں کوئی گیمز نہیں کھیلتا کافی دیر ہوچکی ہے۔۔۔۔

جبریل نے اسے اپنے گھر کے قوانین نرمی سے بتائے۔۔

لیکن میں تو ایک آؤٹ سائڈر اور مہمان ہوں۔۔۔ایرک نے جبریل سے کہا۔۔

نہیں تم باہر کے نہیں ہو۔۔جبریل نے جواباً اس سے کہا۔۔ایرک بول نہیں سکا۔۔وہ جیسے اس سے یہی سننا چاہتا تھا۔۔۔۔۔

میں ڈنر ٹیبل سیٹ کردوں سب آنے والے ہونگے۔۔عنایہ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔ایرک وقفے وقفے سے اسے اور جبریل کو دیکھتا رہا دونوں اپنے کاموں میں مصروف تھے اسے اپنی موجودگی بے مقصد نظر آئی لیکن وہ پھر بھی وہاں سے جانے پر تیار نہیں تھا۔۔اس گھر میں زندگی تھی سکون تھا۔۔جو اب اسکے گھر میں نہیں تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اٹھ کر عنایہ کے پاس آیا اور کچھ کہے بنا خود ہی ٹیبل سیٹ کرنے میں اسکی مدد کرنے لگا۔۔عنایہ نے سات سیٹس لگائی جو ایرک نے بھی نوٹس کیا اس نے جیسے بن کہے یہ جان لیا تھا کہ وہ وہاں سے کھانا کھا کر جائے گا۔۔

حمین اور رئیسہ کیساتھ سالار اور امامہ کی آمد پر انکا پرجوش استقبال کیا گیا۔اور اس میں ایرک بھی شامل تھا۔۔

کھانے کی میز پر انکے ساتھ کھانا کھاتے اور خوش گپیوں کرتے ہوئے ڈور بیل بجنے پر بھی ایرک کو یہ خیال نہیں آیا کہ وہ اسکی ممی کیرلین ہوگی۔۔وہ بے حد ناخوش تھی اور ہمیشہ کی طرح انکے گھر آنے پر اس نے معمول کے انداز میں خوشگوار رسمی جملوں کا تبادلہ نہیں کیا تھا اس نے اندر آتے ہی ایرک کا پوچھا اور وہاں ایرک کے ہونے کی تصدیق پر وہ اندر آگئ تھی۔۔اس نے لاؤنج میں کھڑے کھڑے ایرک کو ڈانٹنا شروع کیا۔وہ سبل اور مارک کو اسکے پاس چھوڑ کر کسی دوست کے ساتھ ڈنر پر گئ تھی۔۔اور وہ سبل اور مارک کے سوتے ہی نکل آیا تھا۔اور جب کیرولین واپس آئ تو اس نے سبل اور مارک دونوں کو گھر میں روتے ہوئے پریشان اور ایرک کو وہاں سے غائب پایا تھا۔۔۔۔۔

ایرک نےماں کی ڈانٹ پھٹکار خاموشی سے سنی۔۔شرمندگی اسے اس بات کی ہوئ کہ اسکا جھوٹ سب کے سامنے کھلا تھا۔۔۔۔ایرک کے جانے کے کچھ دیر بعد بھی وہاں خاموشی چھائی رہی۔۔یہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اس صورت حال پر کیا رد عمل ظاہر کرے۔ایرک سے ان سب کو ہمدردی تھی اور انکی سمجھ میں یہ نہیں آرہا تھا کہ کیسے اسے اپنے گھر سے دور رکھیں۔۔۔

اتنا اچھا بچہ تھا۔۔پہلے کبھی جھوٹ نہیں بولتے دیکھا اسے۔پتا نہیں اب کیا ہوگیا۔۔۔امامہ نے ٹیبل سے برتن اٹھاتے ہوئے جیسے تبصرہ کیا۔۔۔

جیمز کی موت نے ایسا کردیا ہے اسے۔۔سالار نے جواب دیا۔۔برتن سنک میں رکھتی ہوئی امامہ عجیب انداز میں ٹھنڈی پڑی تھی۔۔دو دن بعد سالار کا طبی معائنہ تھا۔یہ دیکھا جاتا تھا کہ اسکے دماغ میں موجود ٹیومر کس حالت میں ہے۔۔بڑھنے لگا تھا۔۔۔گھٹنے لگا تھا۔۔اسکے دماغ میں کوئی اور ٹیومر تو نہیں بنا تھا۔۔کتنے ٹیسٹس تھے جنکے رپورٹس وہ دم سادھے دیکھتی رہتی تھی۔۔کوئی معمولی سی خراب رپورٹ بھی اسے بے حال کردیتی تھی۔۔اور یہ سب تین سال سے ہورہا تھا۔۔۔اب سالار کی زبان سے جیمز کی موت کا سن کر اور اسکی موت نے اسکے بیٹے کو کیسے متاثر کیا تھا وہ ایک بار پھر منجمد ہوگئی تھی۔۔۔۔کچن میں سنک کے سامنے کھڑے اس نے لاؤنج میں بیٹھے سالار کو دیکھا۔۔۔اسکے گرد بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف اپنے بچوں کو دیکھا۔۔۔وہ خوش قسمت تھی کہ وہ اب بھی انکی زندگیوں میں تھا۔۔۔کوئی اسے دیکھ کر یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ اسے کوئی ایسی بیماری بھی تھی۔۔۔وہ صرف علاج کے دورانیہ میں بیمار لگتا تھا۔سرجری کے لیئے سر کے بال صاف کرادینے کی وجہ سے اور اسکے بعد علاج کی وجہ سے بھی۔۔۔۔

تب اسکے چہرے پر یکدم جھریاں آگئی تھی بہت کم وقت میں اسکا وزن بہت کم ہوا تھا۔۔ایک کے بعد ایک چھوٹے بڑے انفیکشنز کا شکار ہوتا رہا تھا۔۔۔۔

وہ سرجری کے بعد پاکستان واپس آنا چاہتی تھی لیکن آ نہ سکی۔۔۔وہ اسے وہاں اکیلے اس جنگ لڑنے کے لیئے اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھی اسے۔۔۔وہ کام چھوڑ کر گھر بیٹھنے پر تیار ہی نہیں تھا۔۔وہ

سرجری کے ایک ہفتہ بعد ہی دوبارہ ایس آئی ایف کے پروجیکٹس لیپے بیٹھا تھا۔۔اور وہ صرف بیٹھی اسے دیکھتی رہتی۔۔۔

تیمارداری عیادت دیکھ بھال ان لفظوں کو سالار سکندر نے بے معنی کر کے رکھ دیا تھا۔۔۔۔۔۔۔

وہ اپنی زمہ داری خود اٹھا رہا تھا۔۔وہ پھر بھی اسے تنہا چھوڑنے پر تیار نہیں تھی۔۔۔چھ سات ماہ کے بعد وہ بلآخر صحتمند ہونا شروع ہوا تھا اسکے نئے بال اگ آئے تھے۔۔۔اسکا وزن بڑھ گیا تھا اور وہ جھریاں بھی غائب ہوئی جو راتوں رات آئی تھی۔۔۔وہ اب پہلے جیسا سالار نظر آتا تھا۔۔۔لیکن وہ ٹیومر اسکے اندر موجود تھا ایک خاموش آتش فشاں کی طرح۔۔۔اثرات کے بغیر حرکت کے بغیر۔۔۔لیکن اپنا بھیانک وجود رکھتے ہوئے۔جیسے نظر نہ آنے والی موت۔۔۔کبھی بھی آسکتی ہے اور کہی بھی آجاتی ہے۔۔۔

لاؤنج میں حمین کسی بات پر ہنستے ہوئے سالار کا چہرہ دیکھتے ہوئے اسکی سرجری کے بعد پہلی بار اسے دیکھنا یاد آیا تھا۔۔۔

آٹھ گھنٹے سرجری کے بعد پہلی بار اسے دیکھنا۔۔پھر اگلی صبح اسپتال جاکر اسے دوبارہ دیکھنا۔۔۔جب وہ ہوش میں آیا تھا۔۔اسکے متورم پپوٹے ہلنے لگے تھے۔۔۔وہ آنکھیں کھولنے کی جدوجہد کر رہا تھا۔۔۔۔

سالار۔۔۔۔۔۔۔سالار۔۔۔۔۔۔۔وہ بے اختیار اسے پکارنے لگی تھی۔اس نے بلآخر آنکھیں کھول دی۔۔۔اس نے سالار کو چہرہ چھوا اور پھر اسے پکارا۔۔۔اس بار سالار نے اسے دیکھا لیکن ان

آنکھوں میں اسکے لیئے کوئی پہچان نہیں تھی وہ صرف اسے دیکھ رہا تھا اسے پہچاننے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔۔امامہ کو دھچکا لگا تھا۔۔کیا وہ واقعی اسے پہچان نہیں پارہا تھا۔۔۔ڈاکٹرز نے اس خدشے کا اظہار آپریشن سے پہلے کیا تھا کہ اسکی یاداشت جاسکتی ہے۔۔وہ شدید صدمے کا شکار ہوئی تھی۔۔گنگ۔۔دم بخود۔۔وہ سرد ہاتھ پیروں سے ان آنکھوں کو دیکھتی رہی جو اسے اجنبی کی طرح دیکھ رہی تھی۔۔۔پھر جیسے ان آنکھوں میں چمک آنا شروع ہوئی۔۔جیسے اسکا عکس ابھرنا شروع ہوا اسکی پلکیں اب ساکت نہیں تھی۔وہ جھپکنے لگی تھی مانوسیت کا احساس لیے۔۔۔بیڈ پر اسکے ہاتھ کے نیچے سالار کے ہاتھ میں حرکت ہوئی۔۔سالار کی زبان سے جو پہلا لفظ نکلا تھا وہ اسکا نام نہیں تھا۔۔وہ الحمدللہ تھا۔۔۔اور امامہ کو پہلی بار الحمدللہ کا مطلب سمجھ میں آیا تھا۔۔اس نے امامہ کا نام اگلے جملے میں لیا اور امامہ کو لگا اس نے زندگی میں پہلی بار اپنا نام سنا تھا۔زندگی میں پہلی بار اسے اپنا نام خوبصورت لگا تھا۔۔اس نے پہلی چیز پانی مانگی اور امامہ کو لگا دنیا میں سب سے قیمتی چیز پانی ہی تو ہے اور اس نے کلمہ پڑھا تھا۔۔کوئی مرتے ہوئے تو کلمہ پڑھتا ہے پھر زندہ ہوجانے پر اس نے کلمہ۔پڑھتے ہوئے کسی کو پہلی بار دیکھا تھا اور ان سب کے دوران سالار نے امامہ کا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔۔جنت تھی جو ہاتھ میں تھی۔۔۔

تمھیں نہیں آنا یہاں؟؟ سالار نے ایکدم اسے مخاطب کیا۔۔وہ ابھی بھی کچن کے سنک سے ٹیک لگائے وہی کھڑی تھی۔۔۔دور تھی۔۔۔اس لیئے خود پر قابو پاگئی تھی۔۔آنسو بھی چھپا گئی تھی۔۔۔

ہاں میں آتی ہوں۔۔۔میں سب باتیں یہاں بھی تو سن رہی ہوں۔۔۔اس نے کہا۔۔۔

----------+++++----------

عائشہ عابدین اپنے باپ کے انتقال کی سات ماہ بعد پیدا ہوئی تھی۔تین بہنوں میں سب سے چھوٹی۔۔وہ ڈاکٹرز کے ایک نامور خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔عائشہ کی ماں نورین نے اپنی بیٹی کو تھوڑے عرصے کے لیئے پاکستان میں اپنی ماں کے پاس بھیج دیا تھا۔۔وہ امریکہ میں میڈیسن جیسے پروفیشن سے منسلک تھے۔دونوں بیٹیوں کیساتھ اس نوزائیدہ بچی کو شوہر کی اچانک موت کے بعد پیدا ہونے والے حالات میں سنبھال نہیں سکتی تھی۔۔عائشہ اگلے پانچ سال پاکستان میں رہی۔عائشہ کی نانا نانی کو اس سے اتنی انسیت ہوگئی تھی اور وہ بھی انکے ساتھ خوش اور مطمئن تھی۔کہ نورین اسے واپس نہ لے جاسکی۔۔۔پانچ سال بعد بلاآخر وہ عائشہ کو امریکہ اپنے پاس لے آئی لیکن عائشہ کا دل وہاں نہ لگا۔۔وہ اپنی بہنوں کیساتھ مانوس نہیں تھی۔نورین بہت مصروف تھی اور کسی کے پاس عائشہ کے لیئے وقت نہیں تھا۔۔وہ دو سال وہاں کسی نہ کسی طرح گزارتی رہی لیکن سات سال کی عمر میں نورین کو ایک بار پھر اسکی ضد پر اسے پاکستان بھجنا پڑا لیکن اس بار نورین کو اسکے رہن سہن کے حوالےسے فکر ہونے لگی تھی۔وہ عائشہ کو مستقل امریکہ میں ہی رکھنا چاہتی تھی کیونکہ پاکستان میں ان صرف انکے والدین رہ گئے تھے جو پاکستان چھوڑکر امریکہ آنے پر تیار نہیں تھے۔

www.kitabnagri.com

پاکستان بھیجنے کے باوجود نورین کی کوشش تھی کہ عائشہ اور اسکی بہنوں نریمان اور رائمہ میں لگاؤ پیدا ہوجائے اور انکی کوشش کامیاب ثابت ہوئی تھی۔۔عائشہ اور اسکی دونوں بہنیں اب ایک دوسرے کے قریب آنےلگی تھی۔۔

دس سال کی عمر میں عائشہ ایک بار پھر امریکہ آئی تھی۔۔اور اس بار اسے وہاں رہنے میں پہلے جیسے مسلے پیش نہیں آئے تھے۔۔لیکن اب ایک نیا مسلہ درپیش تھا۔وہ سکول میں جاکر پریشان

ہونے لگی تھی۔۔وہ پاکستان میں بھی کو ایجوکیشن میں پڑھتی رہی تھی مگر وہاں اور یہاں کے ماحول میں فرق تھا۔۔۔عائشہ کو سکول اچھا نہیں لگتا تھا نورین سمجھتی تھی کہ وہ کچھ عرصہ بعد خود ہی ٹھیک ہوجائیں گی لیکن جب ایک سال بعد اسکی حالت ٹھیک نہیں ہوئ اور گریڈز خراب آنے لگے تو نورین کو اسے ایک بار پھر پاکستان بھیجنا پڑا۔۔وہ اب اسے او لیولز کے بعد وہاں بلوانا چاہتی تھی۔۔کیونکہ انکا خیال تھا تب تک وہ کچھ سمجھدار ہوجائے گی۔۔۔

تیرہ سال کی عمر میں عائشہ عابدین ایک بار پھر امریکہ رہنے آئ تھی۔لیکن اس بار وہاں وہ اپنے لیئے ایک نیا مسلہ دیکھ رہی تھی۔۔۔امریکہ اسے اسلامک ملک نہیں لگ رہا تھا۔وہاں کی شخصی آزادی اسکے لیئے پریشان کن تھی۔۔۔۔۔وہاں لباس کے بارے میں روا رکھنے والی آزادی اسے ہولانے لگی تھی لیکن ان میں سب سے بڑا چیلنج اسکے لیئے یہ تھا کہ وہ وہاں حجاب میں بھی خود کو غیر محفوظ سمجھتی تھی۔۔۔جو اس نے پاکستان میں لینا شروع کیا تھا اور جس سے نورین خوش نہیں تھی۔اس بار نورین نے بلآخر گھٹنے ٹیک دیے۔یہ مان لیا تھا کہ عائشہ کا امریکہ میں اب کوئ مستقبل نہیں تھا۔انہوں نے اسے امریکہ سے ایک بار پھر واپس پاکستان بھیج دیا۔یہ عائشہ عابدین کا انتخاب تھا کہ اسے اپنی زندگی ایک اسلامک ملک میں گزارنی تھی۔۔۔عائشہ کے نانا نانی نے اسے کانونٹ میں پڑھانے کے باوجود بے باک انداز میں اسکی پرورش نہیں کی تھی۔۔عائشہ کو انہوں نے گھر میں ایک ایسے مولوی سے قرآن پڑھایا تھا جو کسی کم فہم رکھنے والا کوئ روایتی مولوی نہیں تھا۔۔۔وہ ایک اچھے ادارے کے طلبا کو قرآن اور حدیث کی تعلیم دیتا تھا۔۔خود عائشہ کے نانا نانی بھی دین اور دنیا کی بہت سمجھ رکھتے تھے۔وہ اعلی تعلیم یافتہ تھے۔۔عائشہ ایک ایسے ماحول میں جہاں دین کی

سمجھ بوجھ اور اسمیں گہری دلچسپی کے ساتھ پیدا ہوئی تھی جہاں پر حرام اور حلال کی تلواروں سے ڈرانے کی بجائے دلیل اور منطق سے اچھائی اور برائی سمجھائی جاتی تھی یہی وجہ تھی کہ عائشہ اپنے مذہب سے جذباتی لگاؤ رکھتی تھی۔۔۔

وہ نماز باقاعدگی سے پڑھتی تھی اور حجاب اوڑھتی تھی روزے بھی رکھتی تھی اپنے نانا نانی کیساتھ حج بھی کرچکی تھی لیکن اسکے ساتھ وہ فنون لطیفہ کی ہر صنف میں بھی دلچسپی رکھتی تھی۔۔پینٹنگز بنالیتی تھی اسکول میں پورے لباس کیساتھ پیراکی کے مقابلوں میں بھی حصہ لیتی تھی۔۔ہر وہ کام کرتی تھی جس میں اسے دلچسپی ہوتی اور نانا نانی کی اجازت ہوتی۔۔۔۔۔۔۔

نورین اپنےماں باپ کی اس حوالے سے بہت احسان مند تھی۔نورین کی خواہش تھی کہ عائشہ ڈاکٹر بنتی۔۔۔اگر نورین کی خواہش نہ ہوتی تو وہ ڈاکٹر بننے کی بجائے آرکیٹیکٹ بنتی۔۔لیکن نورین کی خواہش کو مقدم سمجھتے ہوئے اس نے زندگی کے بہت سارے مقاصد بدل دییے تھے۔۔۔

-----------++++------------

وہ اگلی صبح پھر انکے دروازے پر کھڑا تھا۔امامہ نے لانڈری سے کپڑے نکال کر چند منٹ پہلے ڈرائیر میں ڈالے تھے اسے آج گیراج صاف کرنا تھا اور بیل بجنے پر اسکے بارے میں سوچتی ہوئی نکلی تھی۔۔تو اس نے ایرک کو سامنے کھڑا پایا۔۔۔لیکن وہ دروازے سے ہٹی نہیں۔۔ایرک نے ہمیشہ کی طرح اپنے مخصوص انداز میں سلام کیا تھا لیکن وہ پھر بھی وہی کھڑی رہی تھی۔۔

آپ اندر آنے کو نہیں کہیں گی؟ ایرک نے بلآخر کہا۔۔

تم سکول نہیں گئے؟ امامہ نے اسکا سوال گول کیا۔

نو۔۔۔دراصل میری طبیعت خراب ہے۔۔ایرک نے نظریں ملائے بغیر کہا۔۔۔

طبیعت کو کیا ہوا۔۔وہ نہ چاہتے ہوئے بھی نرم پڑی۔۔۔

مجھے لگتا ہے مجھے کینسر ہے۔۔۔ایرک نے اطمینان سے کہا۔۔

وہ کچھ لمحے ہکا بکا رہی۔

فار گاڈ ایک۔۔جو بھی منہ میں آئے بول دیتے ہو۔ایسے ہوتا ہے کینسر۔

وہ اسے ڈانٹتی چلی۔گئ۔ایرک کو مایوسی ہوئ۔اسے امامہ سے ہمدردی کی توقع تھی۔

آپکو کیسے پتہ مجھے کینسر نہیں۔۔۔اس نے امامہ سے کہا۔۔امامہ نے خاموشی سے اسکا راستہ چھوڑا اور ایپرن کی ڈوریاں کمر کے گرد کستے ہوئے دروازہ کھلا چھوڑ کر اندر چلی گئ۔ایرک نے اندر آتے ہوئے دروازہ بند کردیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ کچن میں اپنے کام میں مصروف ہوگئ کاؤنٹر پر پڑے سیل فون سے کسی سورت کی تلاوت ہورہی تھی جو وہ کام کرتے ہوئے سن رہی تھی۔۔۔ایرک نے بھی وہ تلاوت سنی اسکی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کھڑا رہے یا بیٹھ جائے بات کرے یا نہ کرے۔۔

اس نے جبریل کو کئ بار تلاوت کرتے سنا تھا جب وہ تلاوت کرتا تھا تو کوئ اور بات نہیں کرتا تھا۔۔۔اسکی یہ مشکل امامہ نے آسان کردی اس نے سیل فون پر وہ تلاوت بند کردی۔

جبریل کی آواز ہے؟؟ اس نے پوچھا۔۔

ہاں۔۔۔

بہت پیاری ہے۔۔۔

امامہ اس بار مسکرائی۔۔

میں بھی سیکھنا چاہتا ہوں یہ قرآن۔۔۔ایرک نے کہا۔۔امامہ خاموش رہی۔۔

میں سیکھ سکتا ہوں کیا؟

اس نے امامہ کو خاموش پاکر سوال کیا۔۔

دلچسپی ہو تو سب کچھ سیکھا جاسکتا ہے۔۔اس نے اپنے جواب کو مناسب کر کے پیش کیا۔۔۔

آپ سکھا سکتی ہیں؟؟ اسکا اگلا سوال اور بھی گھما دینے والا تھا۔

نہیں میں نہیں سکھا سکتی۔۔امامہ نے دوٹوک انداز میں کہا۔۔

جبریل سکھا سکتا ہے؟ اس نے متبادل حل پیش کیا۔

وہ مصروف ہے بہت اجکل۔اسے ہائی سکول ختم کرنا ہے اس سال۔۔امامہ نے جیسے بہانہ پیش کردیا۔۔

میں انتظار کرسکتا ہوں۔ایرک کے پاس بھی متبادل حل تھا۔

مسز سالار آپ مجھے پسند نہیں کرتی۔۔اس کے اگلے سوال پر وہ بری طرح چونکی۔۔

سب تمہیں بہت پسند کرتے ہیں پھر میں کیوں نہیں کروں گی۔۔۔اس نے بڑے تحمل سے اسے سمجھایا۔

آپ مجھے ایڈاپٹ کر سکتی ہیں۔۔۔؟؟؟اگلا سوال اتنا اچانک تھا کہ وہ اسکے لیئے پراٹھا بنانا بھول گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایرک تمہاری ممی ہیں دو بہن بھائی ہیں تمہاری فیملی ہے۔۔۔

پلیز۔۔۔۔۔ایرک نے اسکی بات کاٹ کر پلیز کہہ کر جیسے اسکی منت کی۔

تمہاری ممی تم سے بہت پیار کرتی ہے ایرک۔وہ کبھی تمہیں کسی اور کو نہیں دینگی۔اور تمہیں ان کے ہوتے ہوئے کسی اور کے پاس جانے کی ضرورت بھی نہیں۔امامہ نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی۔۔۔

ممی کے پاس ایک بوائے فرینڈ ہے وہ جلد ہی ان سے شادی کرلینگی کیا اپ تب مجھے ایڈاپٹ کرسکتی ہیں؟ اس نے اس مسلے کا بھی حل نکالا تھا۔

تم کیوں چاہتے ہو ہمارے پاس آنا۔۔؟وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

کیونکہ یہ مجھے گھر لگتا ہے۔۔۔بہت مختصر جملے میں اس بچے کا ہر نفسیاتی مسلہ۔چھپا تھا۔۔وہ کس تلاش میں کہاں کہاں پھر رہا تھا۔۔امامہ کا دل اور پگھلا۔۔

تم اپنی ممی کو چھوڑ کر ہمارے پاس آنا چاہتے ہو یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔امامہ نے اسے جذباتی بلیک میل کرنے کی کوشش کی۔۔۔

ممی مجھے چھوڑ دیں گی میں نے آپکو بتایا نا انکا ایک بوائے فرینڈ ہے۔ایرک کے پاس اس جذباتی حربے کا جواب تھا۔۔۔۔

وہ شادی کرلیں اپنے بوائے فرینڈ کے پاس رہیں کچھ بھی ہو لیکن تم انکے بیٹے رہو گے۔۔تم سے انکی محبت کم نہیں ہونگی۔وہ تمہیں اپنی زندگی سے نہیں نکال سکتیں۔۔۔۔اس نے کیرولین کی وکالت کر کے ایرک کی مایوسی کو اور بڑھایا۔۔۔

میں عنایہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔اسکے اگلے جملے نے امامہ کا دماغ گھما دیا۔۔۔۔وہ اگلے کئی لمحے بول نہ سکی تھی۔۔۔

یہ بھی نہیں ہوسکتا۔۔۔اس نے بلآخر ایرک سے کہا۔

کیوں؟ وہ بے تاب ہوا۔

تم ابھی اسطرح کی بات کرنے کے لیئے بہت چھوٹے ہو۔۔اسے اس سے زیادہ مناسب جواب نہیں سوجھا۔۔۔۔

جب میں بڑا ہوجاؤں تب شادی کرسکتا ہوں اس سے؟؟

نہیں۔۔۔اس بار اس نے صاف گوئی سے کہا۔۔۔

کیوں؟؟ وہ اتنی آسانی سے ہار ماننے والا نہیں تھا۔

اس سے شادی کیوں کرنا چاہتے ہو تم؟ وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔۔۔

کیونکہ میں اسے پسند کرتا ہوں۔۔۔۔

لیکن ہوسکتا ہے وہ تمہیں پسند نہ کرتی ہو اتنا کہ تم سے شادی پر تیار ہوجائے۔۔۔ایرک کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔۔۔

کیا اس نے آپ سے ایسا کہا؟ اس نے ایک بچگانہ سوال کیا۔۔۔۔۔۔

نہیں۔۔۔وہ بہت چھوٹی ہے تمہیں پسند یا ناپسند کرنے کے بارے میں ابھی سوچ بھی نہیں سکتی لیکن یہ میں تم سے کہہ رہی ہوں ایرک اسطرح کی باتیں کرنا اور سوچنا چھوڑ دو۔۔۔۔۔ورنہ ہمارے لیئے شاید تم سے ملنا جلنا ممکن نہیں رہے گا۔۔۔۔ایرک اسکی خفگی سے کچھ پریشان ہوا۔۔۔۔

تم کیا کر سکتے ہو عنایہ کے لیئے؟ اس نے بے حد سنجیدگی سے ایرک سے پوچھا۔۔

سب کچھ۔۔۔اسے وہی جواب ملا جسکی توقع تھی۔

اوکے پھر سکول جاؤ باقاعدگی سے۔۔دل لگا کر پڑھو۔۔۔اپنا کوئی کیریئر بناؤ۔۔۔عنایہ کسی ایسے لڑکے کو تو کبھی پسند نہیں کر سکتی جو سکول نہ جاتا ہو اپنی ماں کی بات نہیں مانتا ہو اپنے چھوٹے بہن

بھائیوں کی پرواہ نہ کرتا ہو۔اور پھر جھوٹ بولتا ہو۔۔۔۔ایرک کا چہرہ سرخ ہوگیا۔۔امامہ نے جیسے دو سیکنڈز میں اسکی زندگی کی پہلی محبت کا تیاپانچہ کرلیا تھا۔۔۔

وہاں یکدم خاموشی چھائی تھی۔۔پھر اس نے امامہ سے کہا۔۔

میں اپنے آپ کو ٹھیک کرلوں گا۔۔

یہ بہت اچھا ہوگا ایرک لیکن اسکے ساتھ ایک۔وعدہ بھی کرنا ہے تم نے مجھ سے۔۔۔۔۔

کیا؟ وہ الجھا۔۔۔

جبتک تم ہائی سکول پاس کر کے یونیورسٹی میں نہیں چلے جاتے تم عنایہ سے اس طرح کی کوئی بات نہیں کروگے۔۔

میں وعدہ کرتا ہوں میں ایسا ہی کروں گا۔۔۔

اور جبتک تم یونیورسٹی نہیں پہنچ جاتے ہم دوبارہ اس ایشو پر بات نہیں کرینگے ۔۔محبت۔۔۔شادی۔۔۔عنایہ۔۔۔امامہ نے جیسے ان تین چیزوں کے گرد ریڈ زون لگاتے ہوئے اس سے کہا۔

امامہ کا خیال تھا کہ اس نے حفاظتی بند باندھ دیا تھا۔۔۔تھوڑے عرصے تک وہ بھول جائے گا۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ ایرک ایک عام امریکن بچہ نہیں تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

احسن سعد کا باپ اس بات پر ہمیشہ فخر کرتا تھا کہ اسکا بیٹا آج کے زمانے میں پاکستان کے بہترین انگلش میڈیم اور کو ایجوکیشن میں پڑھنے کے باوجود ایک سچا اور پکا مسلمان تھا۔داڑھی رکھتا تھا پانچ وقت کی نماز مسجد میں پڑھتا تھا حج اور عمرے کی سعادت حاصل کرچکا تھا۔لڑکیوں سے کوسوں دور بھاگتا تھا۔باعمل ہونے کیساتھ پوزیشن ہولڈر بھی تھا۔۔سعد اور اسکی بیوی اس پر جتنا فخر کرتے کم تھا۔۔اور یہ فخر وہ برملا لوگوں تک پہنچاتے تھے۔انکا گھر انکے سوشل سرکل میں ایک آئڈیل گھر سمجھا جاتا تھا۔۔لیکن یہ صرف اسکی ماں کا خاندان تھا جو اس آئیڈیل گھر کی کھوکھلی بنیادوں سے واقف تھا اور احسن سعد کے باپ کو پسند نہیں کرتا تھا۔۔

سعد نے ایک امیر اور اچھے خاندان میں شادی کی تھی لیکن اس کے بعد اپنی بیوی کو اس نے ایک اچھی اور مسلمان عورت بنانے کے لیئے جو کچھ کیا تھا وہ اسکے خاندان سے پوشیدہ نہیں تھا۔۔اگر شادی کے پہلے سال ہی احسن پیدا نہ ہوا ہوتا تو اسکی بیوی کے ماں باپ کب کی اسکی علیحدگی کرواچکے ہوتے۔۔۔سعد اپنی بیوی کو ایک باحجاب فرمانبردار دین سے قریب اور دنیا سے دور رہنے والی بیوی بنانا چاہتا تھا جسکے لیئے وہ مذہب کا نام استعمال کرتا تھا۔۔۔سعد میں اسکے علاوہ کوئی خرابی نہیں تھی کہ وہ اپنی بیوی کو اس سانچے میں ڈھالنے کے لیئے ہر حربہ استعمال کرتا تھا۔۔گالم۔گلوچ سے لیکر مار کٹائی تک اور ماں باپ کے گھر جانے پر پابندی لگانے سے گھر میں قید کرنے تک۔۔۔اسکی بیوی کے میکے والوں کے پاس ہزار دلیلوں کے باوجود سعد کے قرآن و حدیث اور مذہبی حوالوں کا جواب نہیں تھا۔اگر انکے پاس دین کا علم ہوتا تو وہ سعد کے قرآن و حدیث کے حوالوں کا سیاق و سباق بھی انہیں بتادیتے.

وقت بدلنے کیساتھ سعد نہیں بدلا تھا بلکہ اسکی بیوی بدلتی چلی گئ۔اس نے ذہنی طور پہ یہ مان لیا تھا کہ وہ واقعی اسلام سے دور تھی اور دین کی تعلیمات وہی تھی جو سعد اسکے کانوں میں ڈالتا تھا۔۔اور اسے ویسا کرنا تھا جیسے اسکا شوہر کہتا۔۔۔ایک سٹیج آگیا کہ دونوں میاں بیوی سوچ کے حساب سے ایک جیسے ہوگئے۔۔۔اسکی بیوی بھی اب سعد کی طرح لوگوں پر فتوے نافذ کرنے لگی تھی۔۔اسکا خیال تھا کہ جو خلاف اسلام کام وہ روک سکتے ہیں روک دیں اور جسے برا کہہ سکتے ہیں اسے برا نہ کہیں بلکہ سب کے سامنے

اسطرح مطعون کریں کہ اگلا شرم سے پانی پانی ہوجائے۔اسلام میں حکم کے علاوہ حکمت نام کی بھی ایک چیز ہے جس سےوہ ناواقف تھے۔۔

احسن سعد نے ایک ایسے گھر میں پرورش پائ تھی جہاں پر اسکےماں باپ نے اسے لوگوں کو اسی کسوٹی پر پرکھنا سکھایا جس پر وہ پرکھا کرتے تھے۔اس نے ماں باپ کے درمیان بچپن میں ہی ہر قسم کے جھگڑے دیکھے تھے اور اس نے سیکھا تھا کہ شوہر اور بیوی کا تعلق ایسا ہی ہونا چاہیئے۔۔۔حاکم اور محکوم برتر اور کمتر کا۔۔۔عزت اور احترام پیار و محبت کا نہیں۔۔۔۔۔

احسن سعد کو کچھ چیزوں سے شدید نفرت تھی جن میں ماڈرن عورت اور امریکہ سرفہرست تھے۔۔۔احسن کی فیملی کی سب سے خوفناک بات یہ تھی کہ اس گھر میں رہنے والا ہر فرد خود کو فرفیکٹ سمجھتا تھا۔۔۔انہیں احساس تک نہیں تھا کہ ان میں بہت سارے نقائص بھی ہیں۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

احسن بھی اپنے آپ کو کامل سمجھتا تھا سب برائیوں سے مبرّا اور سب اچھائیوں کا منبع۔۔احسن نے اپنے باپ سعد سے بہت سی چیزیں وراثت میں پائی۔۔شکل و صورت ذہانت مزاج اور عادات. لیکن جو سب سے بری چیز احسن نے اپنے باپ سے لی تھی وہ منافقت تھی۔اسے ماڈرن عورت اور امریکہ سے نفرت بھی تھی اور وہ ایک ماڈرن عورت سے شادی بھی کرنا چاہتا تھا جسکے پاس امریکن شہریت بھی ہو۔۔اور وہ امریکہ میں اعلی تعلیم بھی حاصل کرنا چاہتا تھا۔۔اسکا باپ ٹھیک کہتا تھا وہ جو مانگتا اسے مل جاتا اسے یہ دونوں چیزیں بھی ملنے والی تھی اسکی خوش قسمتی ایک اور خاندان کی بد قسمتی میں بدلنے والی تھی۔۔۔

تمہیں پتا ہےJb لڑکیاں تمہیں ہاٹ سمجھتی ہیں۔۔ڈنر ٹیبل پر ایک دم خاموشی چھا گئ وہ ایسا ہی غیر متوقع جملہ تھا جو حمین نے پاستا کھاتے ہوئے بڑے بھائ کے گوش گزار کردیا تھا۔۔۔امامہ سالار عنایہ رئیسہ نے بیک وقت حمین کو دیکھا پھر جبریل کو جو سرخ ہوا تھا۔۔۔وہ شرمندگی نہیں غصہ تھا جو اکثر اسے حمین کے بے لاگ تبصروں پہ آجاتا تھا۔۔مجھے بھی کول کہتی ہے لیکن تمہیں تو ہاٹ سمجھتی ہے کس قدر افسوس کی بات ہے نا۔۔۔

اس نے ماں باپ کی نظروں کی پرواہ کی نا ہی جبریل کے سرخ ہوتے چہرے کی۔۔۔

Will you please shut up.....

جبریل نے اس دفعہ کچھ سخت لہجے میں اسے روکا۔۔۔

حمین۔۔۔۔۔۔۔۔۔امامہ نے بھی اسے تنبیہہ کی۔۔۔

میں غلط نہیں کہہ رہا ممی۔میری جاننے والی ہر لڑکی کا جبریل پر کرش ہے۔۔۔حمین نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔۔۔

جبریل نے اس بار ہاتھ میں پکڑا ہوا کانٹا پلیٹ میں رکھ دیا یہ جیسے اسکے صبر کے پیمانہ کے لبریز ہونے کی نشانی تھی۔۔۔

یہاں تک کہ میری گرل فرینڈز بھی۔۔۔۔۔۔

فرینڈز۔۔۔۔۔۔۔سالار نے اسے ٹوکا۔۔۔

جو بھی ہو۔۔۔اس نے بات اسی انداز میں جاری رکھی۔۔۔مین یو آر سو لکی۔۔۔

امامہ اپنی بے انتہا کوشش کے باوجود اپنی ہنسی پہ قابو نہ پا سکی۔۔۔اسے حمین کی گفتگو سے زیادہ جبریل کے رد عمل پہ ہنسی آرہی تھی جسکی کانوں کی لوؤیں تک سرخ ہوگئ تھی۔۔۔وہ ماں کے ہنسنے پر کچھ اور جزبز ہوا۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تو تمہارا کیا خیال ہے کونسی چیز اسے لڑکیوں میں پاپولر کرتی ہے۔۔۔سالار نے صورت حال کو سنبھالنے کی کوشش کی۔۔

اس کی بہت سی ریزن ہیں۔۔لڑکیاں ان لڑکوں کو پسند نہیں کرتی جو بہت بولتے ہو۔۔اور جے بی بلکل بات نہیں کرتا۔۔۔۔

اور۔۔۔سالار نے اسے آگے بولنے کی ترغیب دی۔۔

اور لڑکیوں کو وہ لڑکے اچھے لگتے ہیں جو انکی کبھی نہ ختم ہونے والی باتیں سن سکتے ہو اور جے بی سب کی باتیں سنتا ہے خواہ وہ کتنی ہی احمق ہو۔۔۔

اس بار سالار کو بھی ہنسی آئی جو اس نے گلا صاف کر کے چھپائی۔۔۔

بلآخر جبریل نے اسے ٹوکا۔۔ تمہیں پتا ہے حمین لڑکیاں ان لڑکوں کو پسند کرتی ہے جو ایڈیٹ نہیں ہوتے۔۔اسکا اشارہ حمین کی سمجھ میں آگیا تھا۔

ہاں یہ اسی صورت ممکن ہے اگر لڑکیاں خود احمق نہ ہو۔۔۔۔۔۔

بابا۔۔۔اس بار عنایہ نے سالار کو پکارا۔۔اور اس نے حمین کے تبصرے پر احتجاج کیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تم ان دونوں لڑکیوں کے بارے میں کیا کہو گے؟ سالار نے پوچھا۔۔۔۔۔

تین کہیں بابا۔۔ آپ ممی کو لڑکیوں کی صف سے کیوں نکال رہے ہیں۔ حمین نے سوال کا جواب گول کیا۔۔وہ سمارٹ نہیں سپر سمارٹ تھا۔۔۔ہوشیار اور موقع شناس۔۔۔

حمین بس کردو۔۔۔امامہ نے اس بار اپنی ہنسی پہ قابو پاتے ہوئے کہا۔۔۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ اسے ڈانٹے یا اسکی باتوں پہ ہنسے۔۔۔۔وہ جو بھی کہہ رہا تھا غلط نہیں تھا۔۔جبریل تیرہ سال کی عمر میں بھی اپنے قد کاٹھ کی وجہ سے بڑا لگتا تھا۔۔۔۔۔اسکی آنکھیں سالار کی آنکھیں تھے بڑی سیاہ

اور بے حد گہری۔۔وہ اسی کی طرح بے حد متحمل مزاج تھا۔۔۔اور وہ اگر لڑکیوں میں مقبول تھا تو اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ سب کے لیئے ایک پہیلی تھا۔۔۔جبریل اپنی کشش سے بے خبر تھا اور اسے اس کشش کو استعمال کرنے میں دلچسپی بھی نہیں تھی۔۔۔

لیکن دنیا میں اگر کوئی خاموشی اور متحمل مزاجی کے اس پہاڑ میں شگاف ڈال کر اسے برہم کر سکتا تھا تو وہ حمین تھا۔۔۔جبریل کو تنگ کرنا اسکی زندگی کا دلچسپ اور پسندیدہ ترین کام تھا۔۔۔اس نے جبریل کو ایک سال سے بھائی کہنا چھوڑ دیا تھا کیونکہ اسے لگتا تھا جے بی کول ہے۔۔۔وہ ہر چیز میں کولنیس نکالتا تھا۔۔۔

بابا جب میں اسپیلنگ بی جیت کر آؤں گی تو میں بھی اپنے سارے کلاس فیلوز کو بلاؤں گی۔۔۔رئیسہ نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے سالار کو اپنی طرف متوجہ کیا۔۔۔۔

رئیسہ سالار کی زندگی میں کوئی بڑا کام کرنا چاہتی تھی۔۔۔اس بات سے بے خبر کہ اسکی قسمت میں صرف بڑے کام لکھے ہیں۔۔۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

بابا مجھے آپکو حمین کے بارے میں کچھ بتانا ہے۔۔رئیسہ کی منمناتی آواز پر سالار بیرونی دروازے سے نکلتے نکلتے ٹھٹک گیا تھا۔۔وہ اس وقت واک کے لیئے نکل رہا تھا اور رئیسہ ہمیشہ کی طرح اسے دروازے تک چھوڑنے آئی تھی۔۔سالار کو اچھنبا ہوا تھا۔۔وہ کبھی کسی کی شکایت نہیں کرتی تھی اور حمین لی شکایت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔وہ اسکی سب سے بڑی رازدان تھی۔۔۔

سالار نے کچھ غور اور حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔کیا بتانا ہے؟

رئیسہ نے جواب دینے کی بجائے پلٹ کر لاؤنج کی طرف دیکھا جہاں سے حمین کی آواز آ رہی تھی ۔۔۔وہ امامہ سے باتیں کر رہا تھا۔۔۔

کچھ ہے جو میں آپکو بتانا چاہتی ہوں۔۔۔اس نے سرگوشی نما آواز میں سالار سے کہا۔۔اس بار سالار نے اسکا ہاتھ پکڑا اور دروازہ کھول کر باہر جاتے ہوئے اس سے کہا۔آؤ ہم واک کے لیئے چلتے ہیں ۔اسے ندازہ ہوگیا تھا وہ گھر کے اندر حمین کے بارے میں بات کرتے ہوئے جھجک رہی تھی۔

رئیسہ چپ چاپ اسکے ساتھ باہر نکل آئی تھی۔۔۔

تو حمین کے بارے میں تم کیا بتانا چاہتی ہو؟ پانچ دس منٹ کی واک اور ہلکی پھلکی گپ شپ کے بعد اس نے رئیسہ سے کہا۔۔۔رئیسہ نے فوری طور پہ کچھ جواب نہیں دیا وہ سوچ میں پڑ گئی۔۔آئی ایم ناٹ شیور۔۔۔اس نے کہا۔۔کچھ ہے جو میں آپکو بتانا چاہتی ہوں لیکن مجھے یہ نہیں پتا کہ مجھے بتانا چاہیئے یا نہیں۔۔۔وہ ہمیشہ اسی طرح بات کرتی تھی۔۔ہر لفظ بولنے سے پہلے دس دفعہ تول کر۔۔۔۔۔۔۔۔

تم مجھ پر ٹرسٹ کرسکتی ہو۔۔۔سالار نے جیسے اسی تسلی دی۔۔۔

مجھے آپ پر ٹرسٹ ہے لیکن میں حمین کو بھی ہرٹ نہیں کرنا چاہتی۔۔یہ اسکا سیکرٹ ہے اور یہ اچھی بات نہیں کہ میں اسکا سیکرٹ کسی کو بتاؤں۔۔۔شاید مجھے نہیں بتانا چاہیئے۔۔۔۔میں پوری طرح شیور نہیں میں ابھی سوچ رہی ہوں۔۔۔۔۔۔

www.kitabnagri.com

ایسی کیا بات ہے رئیسہ۔سالار نے نرم آواز میں اسے کریدا۔میں وعدہ کرتا ہوں کہ حمین کے بارے میں جو بھی بات ہے وہ ایک سیکرٹ رہے گی۔۔۔اس نے رئیسہ سے کہا۔۔۔مگر وہ متاثر نہیں ہوئی۔

بابا آپ حمین سے بہت خفا ہوجائیں گے اور میں یہ نہیں چاہتی۔۔۔اس بار رئیسہ نے اپنے خدشات کا اظہار کھل کر کیا۔۔۔سالار کی چھٹی حس نے اسے سگنل دینا شروع کیے۔

رئیسہ یہ اچھی بات نہیں ہے۔سالار نے اس بار سنجیدگی سے اسے گھرکا۔۔۔اگر حمین نے ایسا کچھ کیا ہے جو تمہیں لگتا ہے ہمیں پتا ہونا چاہیئے۔۔۔۔تو تمکو ہمیں بتا دینا چاہیئے۔۔۔اس طرح کوئی بھی چیز چھپانا ٹھیک نہیں۔۔۔رئیسہ کی یہ پردہ پوشی سالار کو اس وقت بہت بری لگی تھی۔۔۔

مجھے ایک دن دیں۔رئیسہ نے اسکے لہجے میں جھلکتی خفگی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔۔میں آپکو کل بتادوں گی۔۔۔۔۔

وہ بے اختیار گہرا سانس لیکر رہ گیا۔انہوں نے اپنے بچوں کی پرورش زور زبردستی سے نہیں کی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ٹھیک ہے ایک دن اور سوچ لو اور پھر مجھے بتادو۔۔اس نے بات ختم کردی۔۔۔لیکن رئیسہ کے انکشاف سے پہلے ہی سکول سے امامہ کو کال آگئی تھی۔۔اگلے دن سکول میں انہیں حمین کے بارے میں جو بتایا گیا اس نے کچھ دیر کے لیئے اسکے ہوش و حواس اڑا دییے۔۔وہ جونیئر ونگ میں بزنس کر رہا تھا۔اور ایسی ہی ایک بزنس ڈیل کے نتیجے میں ایک بچہ اپنا ایک بے حد مہنگا گیم گنوانے کے

بعد اپنے ماں باپ کو اس لین دین کی تفصیلات سے آگاہ کر بیٹھا تھااور اسکا پتا اسکے والدین کی شکایت سے چلا تھا۔جسکے نتیجے میں سکول۔نے تحقیقات کی تھی۔۔اور حمین سکندر کو پہلا وارننگ لیٹر ایشو ہوا تھا۔سالار کا دماغ واقعی گھوم کر رہ گیا تھا۔۔

اس بزنس کے آغاز کو بہت وقت نہیں گزرا تھا۔بزنس کا آغاز اتفاقی تھا۔۔اسکی کلاس میں اسکا ایک کلاس فیلو ایسے جوگرز لیکر آیا تھا جنہیں دیکھ کر حمین سکندر مچل گیا تھا۔امامہ نے ان برانڈڈ سنیکرز کی خواہش کو رد کردیا تھا۔کیونکہ۔چند ہفتے پہلے حمین نے نئے سنیکرز لیئے تھے۔۔حمین سکندر ہر روز سپورٹس آورز میں اپنے اس کلاس فیلو کے سنیکرز دیکھتا اور انہیں حاصل کرنے کے طریقے سوچتا ۔۔اس نے ان سنیکرز کو بارٹر ٹریڈ کے ذریعے حاصل کرنے کی کوششوں کا آغاز کردیا۔۔

کوئی ایسی چیز جسکے بدلے میں وہ کلاس فیلو ان سنیکرز کو حمین کو دے دیتا۔۔۔اسکا وہ کلاس فیلو حمین کے اتنے ڈائریکٹ سوال پر کچھ گڑبڑا گیا۔۔اس نے کچھ تامل کے بعد حمین کو یہ بتایا تھا کہ وہ ایک اور کلاس فیلو کی گھڑی کو پسند کرتا تھا اور اگر اسے وہ مل جائے تو اسکے بدلے وہ سنیکرز دے سکتا ہے۔جس کلاس فیلو کی گھڑی اس نے مانگی تھی اسے ایک اور کلاس فیلو کی سائیکل میں دلچسپی تھی اور اور سائیکل والے کو ایک اور کلاس فیلو کے بیگ میں۔۔۔یہ سلسلہ چلتے چلتے حمین سکندر کے پاس موجود ایک کی بورڈ تک آگیا تھا جو وہ کبھی کبھار سکول لے جاکر بجاتا تھا۔اور حمین نے فوری طور پر اس کی بورڈ کے بدلے وہ سنیکرز حاصل کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔۔اور پھر دوسرے ہی دن اسکو عملی جامہ پہنا دیا۔۔بزنس کا پہلا اصول مؤثر سٹریٹیجی اور دوسرا وقت پہ

درست استعمال۔۔۔سالار سکندر کے منہ سے دن رات سننے والے الفاظ کو اس کے نو سالہ بیٹے نے کس مہارت سے استعمال کیا تھا اگر سالار دیکھ لیتا تو عش عش کر اٹھتا۔

حمین سکندر کی کلاس کے بارہ افراد نے اگلے دن سکول گراؤنڈ میں اپنی پسندیدہ ترین چیز کے حصول کے لیئے اپنی کم فیورٹ چیز کا تبادلہ کیا تھا اور تبادلے کی اس چین کے ذریعے حمین سکندر وہ سنیکرز حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔۔

کلائنٹس کا اطمینان کاروبار کا تیسرا اصول ہے اور نو سال کی عمر میں سالار سکندراس بیٹے نے یہ تینوں چیزیں مد نظر رکھی تھی۔۔۔وہ اس وقت گیارہ مسرور کسٹمرز کے درمیان راجہ اندر بنا تھا جو اسکا شکریہ ادا کرتے نہیں تھک رہے تھے۔۔

اور اگر ان میں سے کسی نے اپنی کوئی چیز واپس مانگ لی تو؟ رئیسہ نے اسکے سامنے اپنے خدشے کا اظہار کردیا۔۔۔

Kitab Nagri

ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا۔حمین نے پر اعتماد انداز میں کہا۔۔

www.kitabnagri.com

کیوں؟؟ حمین نے اسکے کیوں کے جواب میں اپنی جیب سے ایک کانٹریکٹ نکال کر اسے دکھایا جس پر حمین سمیت بارہ لوگوں کے سائن تھے اور اس کانٹریکٹ پر اس لین دین کے حوالےسے شرائط و ضوابط درج تھے۔جس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ ایک دفعہ چیزوں کا تبادلہ ہونے کے بعد واپس نہیں ہوسکتی تھی۔۔۔

اگر ممی بابا نے تمہارے سنیکرز دیکھ لیئے تو؟ حمین نے اسکے سوال پہ سر کھجاتے ہوئے کہا اب یہی ایک الجھن ہے۔۔میں انکے سامنے یہ نہیں پہنوں گا ہم انہیں بتائیں گے ہی نہیں۔۔۔

کیوں؟ رئیسہ اب بھی مطمئن نہیں تھی۔۔

پیرنٹس بہت سی باتیں نہیں سمجھتے۔۔ حمین نے جیسے کسی بزرگ کی طرح فلسفہ جھاڑا۔۔اس بزنس ڈیل کے ایک ہفتہ بعد ان گیارہ لوگوں میں سے ایک اور لڑکا اسکے پاس آن موجود ہوا تھا۔۔اس بار اسے کلاس کے ہی ایک لڑکے کے گلاسز چاہیئے تھے اور وہ حمین کے ذریعے یہ ڈیل کرنا چاہتا تھا اور اسکے لیئے وہ حمین کو پانچ ڈالرز دینے پر تیار تھا۔وہ رقم بڑی نہیں تھی لیکن حمین اس ترغیب کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔۔ایک بار پھر اس نے ایک پوری بارٹر چین کے ذریعے وہ برانڈڈ سن گلاسز اپنے کلائنٹ کو ڈیلیور کردیے تھے۔۔اور پانچ ڈالرز کما لیئے تھے۔۔۔یہ اسکی زندگی کی پہلی کمائی تھی اور رئیسہ کو اسکا بھی پتا تھا۔۔وہ اس بار بھی خوش نہیں تھی۔۔۔یہ بزنس اسکی کلاس سے نکل کر اسکول میں پھیل گیا تھا۔اسکول میں چند مہینوں میں سب کو یہ پتا تھا کہ اگر کسی کو سکول میں کسی دوسرے بچے کی کوئی چیز پسند آجائے تو اسکے حصول کے لیئے حمین سکندر واحد نام تھا۔۔جسکی خدمات وہ حاصل کرسکتے تھے۔۔حمین کو خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کیا کرنے جارہا۔۔تین ماہ کے اس عرصے میں حمین نے اس بزنس سے 175ڈالرز کمائے تھے۔۔۔اور رئیسہ اسکے ہر لین دین سے واقف تھی۔۔۔

حمین کے پاس اب بہت سے پیسے تھے جو اس نے ممی بابا سے نہیں لیئے تھے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار اور امامہ نے اسکول میں حمین سے زیادہ بات چیت نہیں کی تھی۔۔سالار نے اس سے کہا تھا وہ اس مسلے پر گھر میں بات کرینگے اور پھر وہ چلے گئے۔۔۔لیکن حمین پریشان ہوگیا تھا۔

چھٹی کے وقت حمین نے رئیسہ کو اس صورت حال سے آگاہ کردیا تھا جو اسے پیش آئ تھی۔۔۔وہ بے حد پریشان ہوگئ تھی۔

وارننگ لیٹر ؟؟؟ اسے یقین نہیں آیا تھا کہ حمین کیساتھ ایسا ہوسکتا ہے۔۔میں نے تمہیں کتنی بار منع کیا تھا لیکن تم نے بات نہیں مانی۔۔۔

مجھے توقع نہیں تھی کہ ایسا ہوجائے گا۔وہ دونوں سکول بس میں سوار ہونے کی بجائے اب اس مسلے کو ڈسکس کرنے میں مصروف تھے۔۔۔

بابا اور ممی بہت خفہ ہوئے ہونگے۔؟رئیسہ نے اس سے پوچھا۔۔تمہیں بہت ڈانٹا کیا۔۔۔

نہیں۔۔یہاں تو نہیں ڈانٹا لیکن گھر جاکر ڈانٹیں گے۔بابا نے کہا تھا۔۔انہیں مجھ سے ضروری باتیں کرنی ہے گھر جاکر۔۔۔حمین کچھ فکرمند انداز میں کہہ رہا تھا۔۔

وہ تمہیں سکول سے نکال دیں گے کیا۔۔رئیسہ کو تشویش ہوئ۔

نہیں۔۔ایسا تو نہیں ہوگا بابا نے معذرت کی ان سے۔اور وہ مان بھی گئے۔۔ حمین نے اسے بتایا۔۔

کتنی بری بات ہے۔۔رئیسہ کو اور افسوس ہوا۔بابا کو کتنا برا لگا ہوگا۔وہ بہت شرمندہ ہوگئے ہونگے۔اور ممی بھی ہورہی ہوں گی۔۔۔

مجھے پتہ ہے۔۔۔حمین کچھ خجل تھا۔۔۔

تمہیں یہ نہیں کرنا چاہیئے تھا حمین۔۔۔

جبریل اور عنایہ کو اس حوالے سے کچھ نہیں بتانا۔۔سالار نے امامہ کو گھر ڈراپ کرتے ہوئے اس سے کہا تھا۔۔

اس دن سکول سے واپسی پر حمین جتنا سنجیدہ تھا امامہ اس سے بھی زیادہ سنجیدہ تھی۔۔۔ہر روز کی طرح پرجوش سلام کا جواب سلام سے ملا تھا نہ ہی ہمیشہ کی طرح وہ اس سے جاکر لپٹا تھا۔۔اور نہ ہی امامہ نے ایسی کوشش کی تھی۔اور یہ سرد مہری کا مظاہرہ صرف حمین کے ساتھ نہیں بلکہ رئیسہ کیساتھ بھی ہوا تھا۔۔

--------*--*-----*****--------

رات کے کھانے سے فارغ ہوکر سالار نے باقی بچوں کے اپنے کمرے میں جانے کے بعد حمین اور رئیسہ کو وہاں روک لیا تھا وہ دونوں سالار کے سامنے صوفے پر بیٹھے نظریں جھکائے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہے تھے۔۔

تمہیں یہ سب پتا تھا نا رئیسہ؟؟ سالار نے رئیسہ کو مخاطب کیا۔۔

اس نے سر اٹھایا اور پھر کچھ شرمندہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔۔۔یس بابا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اور تم حمین کے بارے میں مجھے یہی بتانا چاہتی تھی؟ اس سوال پر اس بار چونک کر حمین نے رئیسہ کو دیکھا۔۔جس نے ایک بار پھر سر ہلایا۔۔۔

تم نے مجھے بہت مایوس کیا۔۔۔سالار نے جواباً رئیسہ سے کہا۔۔۔

بابا آئی ایم سوری۔۔رئیسہ نے روہانسی ہوکر کہا۔۔۔۔

یہ قابل معافی نہیں۔۔۔انہوں نے جواباً کہا۔۔

بابا اس میں رئیسہ کا کوئی قصور نہیں۔ حمین نے اسکی حمایت کرنے کی کوشش کی۔۔سالار نے اسے ترشی سے جھڑک دیا۔

شٹ اپ۔۔۔ حمین اور رئیسہ دونوں گم صم ہوگئے۔۔۔انہوں نے سالار کے منہ سے اس طرح کے الفاظ اور اس انداز میں انکا اظہار پہلی بار دیکھا تھا۔۔۔

تم اب یہاں سے جاؤ۔۔سالار نے رئیسہ سے کہا۔۔ جسکی آنکھیں اب آنسوؤں سے بھر رہی تھی اور سالار کو اندازہ تھا وہ چند لمحوں میں رونا شروع کردینگی۔۔۔اور وہ فی الحال وہاں بیٹھ کر اسے بہلانا نہیں چاہتا تھا۔

رئیسہ چپ چاپ وہاں سے چلی گئی۔۔

تمہیں سکول میں بزنس کے لیئے بھیجا تھا؟ سالار نے حمین سے بات چیت شروع کردی۔

نہیں۔۔۔

پھر کس کام کے لیئے بھیجا تھا۔۔؟؟سالار نے اگلا سوال کیا۔۔

پڑھنے کے لیئے۔۔ حمین کا سر اب بھی جھکا ہوا تھا۔

اور تم یہ پڑھ رہے تھے؟ سالار نے بے حد خفگی سے کہا۔۔

میں ناخوش ہوں۔۔۔سالار نے اس سے کہا۔۔

آئی ایم سوری۔۔۔جواب تڑ سے آیا تھا.

تمہیں یہ سب کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

حمین نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔پھر اس نے باپ کو سنیکرز کے جوڑے کی وجہ سے سٹارٹ کییے جانے والے اس بزنس کی تفصیلات بتانا شروع کی۔۔۔سالار ٹکے بغیر سنتا رہا۔۔ حمین نے اب کچھ بھی نہیں چھپایا۔۔۔

جب وہ خاموش ہوا تو سالار نے اس سے پوچھا۔۔وہ کانٹریکٹس کہاں ہیں جو تم نے ان سب سے سائن کروائے ہیں۔۔۔

حمین وہاں سے اٹھ کر کمرے میں گیا اور کچھ دیر بعد ایک فائل لیکر آگیا۔۔سالار نے فائل کھول کر اسکے اندر موجود معاہدے کی شقوں پہ نظر ڈالی پھر حمین سے پوچھا۔۔۔

یہ کس نے لکھی ہے؟

میں نے خود۔۔۔اس نے جواب دیا۔۔۔سالار اس معاہدے کو پڑھنے لگا سالار متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

سالار نے فائل بند کی پھر اس سے پوچھا۔۔اور جو رقم تم نے ان سب سے لی ہے وہ کہاں ہے۔۔۔۔

میرے پاس۔۔ حمین نے جواب دیا۔

کچھ خرچ کی؟ سالار نے پوچھا۔۔۔

نہیں۔۔۔اس نے کہا۔۔۔۔۔

پھر سالار نے سر ہلایا اور فائل اسے دیتے ہوئے کہا۔۔۔اب تم ایک لیٹر لکھو گے جس میں تم اپنے ان سب کلائنٹس سے معذرت کروگے اور انہیں انکی رقم اور وہ چیزیں لوٹاؤ گے جو تمہارے پاس ہیں اس کے بعد تم وہ ساری چیزیں ان سب لوگوں تک واپس پہنچاؤ گے جو تم نے ایکسچینج کی ہے۔۔ حمین چند لمحے ساکت رہا پھر سر ہلادیا۔

اوکے۔۔۔۔اور میں یہ کیسے کروں؟ اس نے سالار سے کہا۔۔۔

تم ایک بزنس مین ہو تمہیں اگر وہ بزنس کرنا آتا تھا تو یہ بھی آنا چاہیئے۔۔۔سالار اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔۔اور پھر جب تم یہ کام ختم کرلوگے تو ہم دوبارہ بات کرینگے۔۔۔تمہارے پاس ایک ہفتہ ہے۔۔۔۔۔

اسے وہاں بیٹھے بیٹھے اندازہ ہوگیا تھا کہ اسکا باپ اسے کس پریشانی میں ڈال گیا تھا---------------------------------

اس بزنس کا وہ اگلا تجربہ حمین سکندر کی زندگی کا سب سے سبق آموز تجربہ تھا۔وہ ایک ہفتہ کی بجائے ایک دن میں یہ کام کرنا چاہتا تھا لیکن اگلے ہی دن اسے پتا چل گیا کہ سالار نے اس کام کے لیئے اسے ایک ہفتہ کیوں دیا تھا۔۔۔

حمین سکندر اگلے دن سکول میں اس بزنس کے ذریعے ہونے والے بزنس معاہدوں کو ختم کرنے میں پہلی بار اسکول کے سب سے ناپسندیدہ سٹوڈنٹ کے درجے پر فائز ہورہا تھا. کامیابی انسان کو ایک سبق سکھاتی ہے اور ناکامی دس۔۔۔لیکن حمین سکندر نے پندرہ سیکھے۔۔۔

بابا آئی ایم سوری۔۔۔گاڑی سے اترتے ہوئے سالار کو دیکھ کر لپکتی ہوئی رئیسہ اسکے پاس آئی تھی۔۔۔وہ رئیسہ کی پہلی غلطی تھی جس پر سالار نے اسے ڈانٹا تھا اور اسے کل سے یہ بات ہضم نہیں ہورہی تھی۔۔۔

سالار نے اپنی اس منہ بولی بیٹی کو دیکھا جو پروانوں کی طرح اپنے ماں باپ کے گرد منڈلاتی پھرتی تھی۔۔

تمہیں پتا ہے تم نے کیا غلطی کی۔۔۔سالار نے ایک دن کی خاموشی کے بعد اسکو معاف کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

یس۔۔۔مجھے آپ کو اور ممی کو سب بتانا چاہیئے تھا۔۔رئیسہ نے اپنے گلاسز ٹھیک کرتے ہوئے سر جھکا کر کہا۔۔

اور؟؟ سالار نے مزید کریدا۔

اور مجھے حمین کو سپورٹ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔لیکن بابا میں نے اسکو سپورٹ کبھی نہیں کیا۔

تم نے خاموش رہ کر اسے سپورٹ کیا۔۔۔سالار نے کہا۔

بابا میں نے اسے منع کیا تھا لیکن اس نے مجھے کنوینس کرلیا تھا۔۔رئیسہ نے وضاحت دی۔

اگر اس نے تمہیں کنوینس کرلیا تھا تو پھر تم مجھے کیوں بتانا چاہتی تھی۔۔سالار نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور کہا۔۔۔تم کنوینس نہیں ہوئی تھی تمہارے دل میں تھا کہ حمین ٹھیک کام نہیں کر رہا۔۔

رئیسہ نے سر ہلادیا۔۔

یہ زیادہ بری بات تھی تمہیں پتا تھا وہ ایک غلط کام کر رہا ہے لیکن تم نے اسے کرنے دیا۔۔چھپایا۔۔

وہ مجھ سے ناراض ہوجاتا بابا۔۔۔رئیسہ نے کہا۔

تو کیا ہوتا؟؟ سالار نے سنجیدگی سے کہا۔

میں اسے ناراض نہیں کرسکتی۔۔اس نے بے بسی سے کہا۔۔

اسکی ناراضگی اس سے بہتر تھی جتنی پریشانی وہ اب اٹھائے گا۔تمہیں اندازہ ہے سکول میں کتنی شرمندگی اٹھانی پڑے گی اسے اب۔۔۔رئیسہ نے ایک بار پھر سر ہلادیا۔۔۔

وہ تمہارا بھائی ہے دوست ہے تم اس سے بہت پیار کرتی ہو میں جانتا ہوں لیکن اگر کوئی ہمیں عزیز ہو تو اسکی غلطی ہمیں عزیز نہیں ہونی چاہیئے۔۔وہ سر ہلاتے سن رہی تھی اور ذہن نشین کر رہی تھی۔۔۔

سالار خاموش ہوا تو رئیسہ نے سر اٹھا کر اس سے پوچھا۔۔۔

کیا میں اب بھی آپکو اچھی لگتی ہوں بابا؟ سالار نے اسکے گرد بازو پھیلا کر اسے سینے سے لگاتے ہوئے اسکا سر چوما۔۔۔

یس۔۔۔۔۔

رئیسہ کھل اٹھی۔۔۔وہ ایسی ہی تھی چھوٹی سی بات پر پریشان ہونے والی چھوٹی سی بات پہ خوش ہوجانے والی۔۔

--------------**--*******-----

عنایہ نے ایرک کو کھڑکی سے دیکھا تھا اور دیکھتی رہ۔گئ تھی۔۔

عنایہ۔۔۔۔۔کچن میں کام کرتی امامہ نے اسے اتنی دیر کھڑکی سے باہر جھانکتے دیکھ کر پکارا تھا۔۔عنایہ اس قدر مگن تھی کہ اسے ماں کی آواز سنائی نہیں دی۔امامہ کچن ایریا سے خود بھی

سٹنگ ایریا کی اس کھڑکی کے سامنے آگئ جس سے عنایہ باہر دیکھ رہی تھی۔۔اور کھڑکی سے باہر نظر آنے والے منظر نے اسے بھی عنایہ ہی کی طرح منجمد کیا تھا۔۔۔۔ایرک ایک کیکڑے کی طرح اپنے چاروں ہاتھوں اور پیروں پر چل رہا تھا۔وہ چوپائے کی طرح نہیں چل رہا تھا۔وہ اپنی پشت کے بل چل رہا تھا۔۔اپنا پیٹ اونچا کییے۔۔اپنے دونوں ہاتھوں کے بل اپنے اوپری دھڑ کو اٹھائے۔۔۔۔۔اپنی ٹانگیں گھٹنوں کے بل اٹھائے۔۔۔وہ بڑی دقت سے چل بلکہ رینگ رہا تھا لیکن رکے بغیر بے حد اطمینان سے وہ اسطرح ادھر سے ادھر جاتے ہوئے چہل قدمی میں مصروف تھا جیسے یہ اسکے چلنے کا نارمل طریقہ تھا۔وہ جب تھک جاتا بیٹھ کر تھوڑی دیر سانس لیتا پھر اسی طرح چلنا شروع کر دیتا۔۔۔

یہ کیا کر رہا ہے؟ عنایہ نے اب کچھ پریشان ہوکر امامہ سے پوچھا۔۔

پتا نہیں۔۔۔

کیا یہ چل نہیں سکتا۔۔۔عنایہ کو تشویش ہوئ۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

پتا نہیں۔۔۔امامہ اور کیا جواب دیتی۔۔۔

جبریل تم ذرا جاکر اسے اندر لے آؤ۔۔جبریل اوپر والی منزل سے سیڑھی اتر رہا تھا۔جب امامہ نے پلٹ کر اسے کہا۔۔

کسے؟ جبریل نے جواباً کھڑکی کے پاس آتے ہوئے کہا اور امامہ کو اسکے سوال کا جواب دینے کی ضرورت نہ پڑی۔۔اس نے ایرک کو دیکھ لیا تھا۔۔پھر وہ رکے بنا باہر نکل آیا۔۔۔

ہیلو۔۔۔۔۔جبریل نے ایرک کیساتھ ٹہلتے ہوئے اس سے کہا۔اسکی سرخ ہوتی رنگت پھولا ہوا سانس اور ماتھے پر چمکتے پسینے کے قطروں سے اسے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ تھک چکا ہے۔۔۔لیکن اسکے باوجود صرف لوگوں کی توجہ حاصل کیے رکھنے کے لیئے خود پر ظلم کر رہا تھا۔۔۔

ہیلو۔۔۔اس نے بھی جبریل کی ہیلو کا جواب اتنے ہی پرجوش لیکن تھکے ہوئے انداز میں دیا تھا۔۔۔

یہ کوئی نئی ایکسرسائز ہے؟ جبریل نے اسکے ساتھ ہلکے قدموں سے چلتے ہوئے کہا۔

نہیں۔۔۔ایرک کا جواب آیا۔

پھر؟؟

میں کیکڑا ہوں۔اور کیکڑے ایسے ہی چلتے ہیں ایرک نے اس بار اسکی طرف دیکھے بنا کہا۔۔۔

اوہ آئی سی۔۔جبریل نے بے اختیار کہا۔اور یہ تبدیلی کب آئی؟ آخری بار جب میں نے تمہیں دیکھا تھا تو تم انسان تھے۔جبریل اس سے یوں بات کر رہا تھا جیسے اسے اسکی بات کا یقین آگیا تھا۔

آج رات۔۔۔۔ایرک نے پھولے ہوئے سانس کیساتھ کہا۔۔

اوہ۔۔۔۔کیکڑے اکثر رک کر آرام بھی کرتے ہیں، تم نہیں کروگے؟ جبریل نے بلآخر اسے مشورہ دینے والے انداز میں کہا۔۔۔۔

ایرک کے لیئے جیسے تنکے کو سہارا والی بات ہوئی تھی۔۔وہ ڈھے جانے والے انداز میں فٹ پاتھ پر چت لیٹے ہوئے بولا۔

اوہ یس۔۔۔۔۔میں بھول گیا تھا۔۔۔اچھا ہوا تم نے یاد دلا دیا۔اس نے جبریل کے قدموں میں لیٹے لیٹے کہا۔۔

ڈونٹ مائنڈ کیکڑے اتنی ایفرٹ کرنے کے بعد کھاتے پیتے بھی ہیں۔۔۔جبریل نے اسے اگلی بات یاد دلائی۔۔

آہاں۔۔۔۔۔مجھے بھی کھانے کو کچھ چاہیئے۔۔ایرک کی بھوک واقعی اسکی بات سے چمکی تھی۔اسکے بازو اور کمر اس وقت شل ہورہے تھے۔۔۔

ہمارے گھر میں کیکڑوں کی کچھ خوراک ہے اگر تمہیں انٹرسٹ ہو تو تم جا کے کھا سکتے ہو۔۔۔جبریل نے کہا۔

ایرک ایکدم اسی طرح کیکڑا بنے بنے اسکے ساتھ چلنے۔لگا جبریل رکا اور اس نے بڑی شائستگی سے اس سے کہا۔۔۔مجھے اچھا لگے گا اگر تم کچھ دیر کے لیئے دوبارہ انسان بن جاؤ۔میری ممی اور بہن کیکڑوں سے بہت ڈرتی ہیں۔۔۔

وہ رکا، بیٹھا اور اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

جبریل کیساتھ گھر میں داخل ہوتے ہوئے اس نے امامہ اور عنایہ کی حیران نظریں محسوس کرلی تھی۔

ایرک تم کیا کر رہے تھے باہر؟ اس کے اندر آتے ہی عنایہ نے اس سے پوچھا تھا۔وہ جواباً فاتحانہ انداز میں مسکرایا۔۔یوں جیسے وہ جو چاہتا تھا حاصل کرلیا ہو۔۔۔

یہ ایرک نہیں ایک کیکڑا ہے۔جبریل نے اسکا تعارف کرایا۔۔اور بہتر ہے آئندہ اسے اسی نام سے پکارا جائے۔۔۔۔۔

تم اتنے دن سے آئے کیوں نہیں؟ امامہ نے موضوع بدلنے کوشش کی۔

میں مصروف تھا۔۔وہ اب اپنے بازو اور کلائیاں دبا رہا تھا۔

جبریل اور عنایہ نے نظروں کا تبادلہ کیا اور ہنسی کو روکا۔۔انہیں اندازہ تھا ایک کیکڑا بن کر پندرہ بیس منٹ چہل قدمی کا نتیجہ کیا نکلنے والا ہے اب۔۔۔

تم بعض دفعہ بے حد احمقانہ حرکتیں کرتے ہو۔عنایہ نے اس سے کہا۔

تم واقعی ایسا سمجھتی ہو؟ ایرک اسکے تبصرے پر کچھ مضطرب ہوا۔

ہاں بلکل۔۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ایرک کے چہرے پر اب کچھ مایوسی آئی۔

اگر تم ہمارے گھر کے اندر آنا چاہتے تھے تو اسکا سیدھا رستہ دروازے پر دستک دے کر اجازت مانگنا ہے۔۔کیکڑا بن کر ہمارے گھر کے سامنے پھرنا نہیں۔۔۔یا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم خود تمہیں کھینچ کھینچ کر اندر بلائیں۔۔۔عنایہ نے کچھ خفگی سے کہا۔

ایرک کا چہرہ سرخ ہوا۔۔یہ شرمندگی تھی اس بات کی کہ وہ اسکی حرکت کو سمجھ گئے تھے۔۔۔

مسز سالار مجھے پسند نہیں کرتی۔۔۔ایرک نے اسکی بات کےء جواب میں امامہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔امامہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ اسکے پہلی بار سمجھانے کا اثر ایرک پر یہ ہو گا۔۔۔۔

خیر وہ تو ہم میں سے کوئی بھی نہیں کرتا خاص طور پر میں بٹ یو آر سٹل ویلکم۔۔۔یہ جبریل تھا۔جو فریج سے سوفٹ ڈرنک نکال رہا تھا۔۔۔

میرے بھی تمہارے بارے میں ایسے ہی خیالات ہیں۔ایرک نے اسے ٹکڑا توڑ جواب دیا۔

اوہ رئیلی۔۔۔۔جبریل اسے زچ کر رہا تھا۔

مسز سالار۔۔۔میں فریج سے کوئی ڈرنک لے سکتا ہوں؟

نہیں۔۔۔جو آخری تھا وہ میں نے لے لیا لیکن تم یہ پی سکتے ہو۔۔امامہ سے پہلے جبریل نے اس سے کہا۔۔اور اپنے ہاتھ میں پکڑا وہ کین جس سے اس نے ابھی دو گھونٹ لیئے تھے اسکے سامنے رکھ دیا۔۔اور خود اندرونی کمرے کی طرف چلا گیا۔عنایہ لاؤنج کی صفائی میں امامہ کی مدد کر رہی تھی۔۔ایرک کچھ دیر دیکھتا رہا پھر اس نے کین اٹھا کر ایک ہی سانس میں اسے ختم کر لیا۔

اگر مدد کی ضرورت ہو تو میں مدد کر سکتا ہوں۔۔ایرک نے انہیں آفر کی۔

تمہارے بازو اب دو دن تک کچھ اٹھانے کے قابل نہیں ہونگے اس لیئے آرام کرو ہم خود ہی کر لیں گے ایرک۔۔۔۔امامہ نے جواباً اس سے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میرا نام ایرک نہیں ہے۔۔ایرک نے بے حد سنجیدگی سے امامہ کو جواب دیا۔۔

ہاں ہاں پتا ہے تمہارا نام اب کیکڑا ہے۔۔عنایہ نے ہوور چلاتے ہوئے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔۔۔

میرا نام عبداللہ ہے۔۔۔امامہ اور عنایہ نے بیک وقت پہلے اسے پھر ایک دوسرے کو دیکھا۔۔

کیا مطلب؟ امامہ کچھ ہکا بکا سی رہ گئی۔۔۔۔

اب میرا نام ایرک نہیں عبداللہ ہے۔۔۔ایرک نے اپنا جملہ سنجیدگی سے دہرایا۔

کس نے بدلا ہے تمہارا نام؟ عنایہ بھی دنگ تھی۔

میں نے خود۔۔۔اس نے فخریہ انداز میں کہا۔

ایرک ایک بہت خوبصورت نام تھا۔۔۔امامہ نے اس سے کہا۔کیوں عنایہ؟ اس نے روانی میں عنایہ سے پوچھا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

عبداللہ زیادہ خوبصورت نام ہے ممی۔۔عنایہ نے ماں کی تائید نہیں کی لیکن بڑے جتانے والے انداز میں بتایا کہ وہ عبداللہ سے کیا مفہوم لے رہی۔۔۔

امامہ جس موضوع سے بچنا چاہتی تھی بات پھر وہی آگئی تھی۔۔۔۔

اس نام کا مطلب جانتے ہو؟ امامہ نے اگلا سوال کیا۔

ہاں۔۔۔اللہ کا بندہ۔۔اس نے ایک بار پھر امامہ کو لاجواب کردیا۔میں چاہتا ہوں کہ آپ سب مجھے عبداللہ کہا کرے اب۔۔اس نے اگلا مطالبہ کیا۔۔۔

اس سے کیا ہوگا؟ اس بار امامہ کے سوال پر وہ خاموش ہوگیا۔۔واقعی اس سے کیا ہوسکتا تھا۔

وہ کچھ دیر ایسے ہی کھڑا رہاپھر کچھ کہے بغیر خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔۔۔امامہ کو عجیب قلق ہوا۔۔۔

عبداللہ برا نہیں ہے۔۔۔وہ عنایہ کی آواز پر کرنٹ کھا کر پلٹی تھی۔۔۔

عنایہ وہ ایرک ہے۔۔صرف نام بدل لینے سے وہ عبداللہ نہیں ہوسکتا بیٹا۔۔۔امامہ نے کہنا ضروری سمجھا تھا۔عنایہ خاموش رہی تھی۔

سالار نے اس فائل میں لگے کاغذات کو باری باری دیکھا آخری کاغذ فائل میں رکھنے کے بعد اس نے اپنے سامنے بیٹھے حمین کو دیکھا۔فائل بند کی اور اسے واپس تھما دی۔

تو اس سارے تجربے سے تم نے کیا سیکھا؟

بہت سی باتیں۔۔حمین نے گہرا سانس لیکر کہا۔سالار نے اپنی ہنسی چھپائی۔۔۔۔

صرف دو باتیں بتا دو۔

بچے اچھے کلائنٹس نہیں ہوتے۔۔۔اس نے بے ساختہ کہا۔۔۔

اور؟؟ سالار نے پوچھا۔

بزنس آسان نہیں ہے۔۔اس نے سالار سے کہا۔۔

درست۔۔۔سالار نے اسکی تائید کی۔۔پھر اس سے کہا۔۔۔ہر وہ چیز جو اچھی لگے اور دوسروں کی ملکیت ہو ہماری زندگی کا مقصد نہیں ہوسکتی۔ہماری پسندیدہ چیز وہی ہونی چاہیئے جو کہ ہمارے پاس ہے کسی دوسرے کی چیز چھیننے کا حق ہمیں نہیں۔۔۔

تمہیں پتا ہے انسان کے پاس سب سے طاقتور چیز کیا ہے؟ اس نے حمین سے پوچھا۔

کیا؟ حمین نے کہا۔

عقل۔۔اگر اسکا درست استعمال آتا ہو۔اور تمہیں پتا ہے انسان کے پاس سب سے خطرناک چیز کیا ہے؟

کیا؟ حمین نے پھر اسی انداز میں کہا۔۔

عقل۔۔اگر اسکا درست استعمال نہ آتا ہو تو یہ صرف دوسروں کو نہیں خود آپکو بھی تباہ کرسکتی ہے۔

حمین جانتا تھا سالار کس کی عقل کی بات کر رہا تھا۔۔۔وہ اسکی ہی بات کر رہا تھا۔۔۔

وہ دنیا کے دو ذہین ترین دماغ تھے۔۔صرف باپ بیٹا نہیں۔۔۔پینتالیس سال کی عمر میں وہ ایک سود سے پاک اسلامی مالیاتی نظام کا ڈھانچہ کھڑا کر چکا تھا۔وہ رسک لیتا تھا چیلنج قبول کرتا تھا نئے

راستے ڈھونڈنا اور بنانا جانتا تھا۔۔برین ٹیومر سے لڑتے ہوئے بھی وہ اپنی زندگی کے ایک ایک دن کو بامقصد گزار رہا تھا۔ایک دنیا اسکے نام سے واقف تھی۔۔ایک دنیا اسے مانتی تھی وہ جس فورم پہ کھڑا ہوکر بات کرتا تھا فنانس کی دنیا کے گرو اسکو خاموشی اور توجہ سے سنتے تھے۔وہ فنانس کی دنیا میں لیجنڈری کی حیثیت اختیار کرچکا تھا۔۔۔۔

اس سارے تجربے نے حمین سکندر کو پہلی بار سنجیدہ کیا تھا۔اس نے اس رات ایک بات اپنے باپ کو نہیں بتائی تھی اور وہ یہ تھی کہ اسے زندگی میں بزنس ہی کرنا تھا اپنے باپ سے زیادہ بڑا اور کامیاب بننا تھا۔اسے دنیا کا امیر ترین آدمی بننا تھا۔۔

ممی میں قرآن پاک پڑھنا چاہتا ہوں۔ڈنر ٹیبل پر اس رات ایرک اپنی فیملی کے ساتھ کئی دنوں بعد ساتھ بیٹھا تھا۔۔کیرولین کا بوائے فرینڈ بھی وہی تھا۔

وہ کیا ہے؟ ایک لمحہ کو کیرولین کی سمجھ میں نہ آیا۔۔کہ وہ کس چیز کے پڑھنے کی خواہش کا اظہار کر رہا ہے۔

مسلمز کی ہولی بک۔۔۔جو عنایہ کی فیملی پڑھتی ہے۔اس نے ماں کو وضاحت دی۔۔۔

کیرولین کے پارٹنر رالف نے کھانا کھاتے کھاتے رک کر ان دونوں کو دیکھا۔

تم ٹرانسلیشن پڑھنا چاہتے ہو؟ کیرولین نے کہا۔

نہیں میں عربی پڑھنا چاہتا ہوں۔۔۔جیسے وہ پڑھتے ہیں۔۔وہ سنجیدہ تھا۔

لیکن تمہیں عربی نہیں آتی۔۔کیرولین بھی اب سنجیدہ تھی۔

ہاں لیکن جبریل مجھے سکھا دے گا۔۔اس نے ماں سے کہا۔

اسکی ضرورت کیا ہے؟ کیرولین کو خاموش دیکھ کر رالف بولے بغیر نہ رہ سکا۔۔۔یہ مسلمانوں کی ہولی بک ہے تمہیں اسکو پڑھنے کے لیئے ایک نئ زبان سیکھنے کی ضرورت نہیں۔۔۔تم اسکی ٹرانسلیشن پڑھ سکتے ہو اگر تمہیں ایک کتاب کے طور پر اسے پڑھنے میں دلچسپی ہے تو۔اس نے رالف کی بات کا جواب دینے کی زحمت بھی نہیں کی۔۔۔ممی۔۔۔رالف کو مکمل طور پر نظرانداز کر کے اسنے سوالیہ انداز میں کیرولین کی طرف دیکھا۔

وہ ایک گہرا سانس لیکر رہ گئ۔اسکے اور ایرک کے تعلقات آجکل جس نوعیت کے تھے اسمیں یہ بڑی بات تھی کہ وہ کسی کام کے لیئے اس سے اجازت مانگ رہا تھا ورنہ وہ کوئ کام کر کے بھی اسے بتانے کی زحمت نہیں کرتا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تمہاری اسٹڈیز متاثر ہونگی ایرک۔۔۔کیرولین کو جو واحد مسلہ تھا اس نے اسکا ذکر کیا۔۔۔

وہ متاثر نہیں ہوگی آئ پرامس۔۔۔اس نے فوراً ماں کو یقین دہانی کرا دی۔

اوکے ٹھیک ہے لیکن اگر تمہاری سٹڈیز متاثر ہوئ تو میں تمہیں روک دوں گی۔۔۔

ایرک کا چہرہ کھل اٹھا۔۔

تم کب جاؤ گے جبریل کے پاس قرآن پڑھنے؟ کیرولین نے پوچھا۔

ہفتے میں دو بار۔۔ایرک نے کہا۔

ٹھیک ہے۔۔وہ جیسے مطمئن ہوئی۔۔

آپ جبریل کی ممی کو فون کر کے بتادیں کہ آپ نے مجھے اجازت دے دی ہے۔۔ایرک نے کہا۔

ٹھیک ہے میں فون کردوں گی۔۔۔کیرولین نے کہا۔۔ایرک شکریہ ادا کرتے ہوئے کھانا کھا کے اٹھ کھڑا ہوا۔

تم بے وقوفی کر رہی ہو۔۔۔اس کے وہاں سے جاتے ہی رالف نے بے حد ناخوش انداز میں کیرولین سے کہا۔۔

کیسی بے وقوفی؟ وہ سمجھتے ہوئے بھی نہ سمجھی تھی۔۔۔

تمہارا بیٹا پہلے ہی تمہارے لیئے دردِ سر بنا ہوا ہے اور تم اسے قرآن پاک اور عربی سیکھنے بھیج رہی ہو تاکہ وہ انتہاپسند ہو جائے۔۔وہ بھی ایک۔مسلمان خاندان کے پاس۔۔۔

کیرولین ہنس پڑی تھی۔

تم اس خاندان کو جانتے نہیں ہو رالف۔۔۔۔میں ساڑھے تین سال سے جانتی ہوں نیبرز ہیں ہمارے۔۔جیمز کی موت کے بعد انہوں نے ہمارا بہت خیال رکھا میں مارک اور سبل کو اکثر ان

لوگوں کے پاس چھوڑ کر جاتی تھے۔وہ ایرک کو کچھ برا نہیں سکھائیں گے سکھانا ہوتا تو اسے میری اجازت کے بنا بھی سکھانا شروع کر دیتے۔مجھے کیسے پتا چلتا۔۔

کیرولین کہہ رہی تھی۔۔

تم پھر بھی سوچ لو۔۔میں نہیں سمجھتا کہ یہ ایک اچھا فیصلہ ہے۔ایک ڈسٹربڈ بچے کو قرآن پڑھانا ۔وہ اگر مسلمانوں کی طرح تشدد پسند ہوگیا تو؟ رالف کے اپنے خدشات تھے۔۔۔

ایرک اس اجازت کے اگلے ہی دن دوبارہ امامہ اور سالار کے گھر پہنچ گیا۔۔جبریل کے پاس قرآن پاک کا آغاز کرنے۔۔۔

وہ ایک دن پہلے بھی اسی طرح جبریل کے پاس گیا تھا وہ اس وقت قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔ایرک اسکے پاس جاکر بیٹھ گیا تھا اور پھر اسکے پاس اتنی دیر تک بیٹھا رہا کہ جبریل کو بلاآخر تلاوت ختم کر کے اس سے پوچھنا پڑا تھا کہ وہ وہاں کسی کام سے تو نہیں آیا تھا۔؟

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میں بھی ایسے قرآن پاک پڑھنا اور سیکھنا چاہتا ہوں۔۔جیسے تم پڑھ رہے ہو۔اس نے جبریل کو جواب دیا۔وہ اسکی شکل دیکھ کر رہ گیا۔

میری تو یہ مذہبی کتاب ہے اس لیئے پڑھ رہا ہوں میں تم پڑھ کر کیا کروگے۔۔۔اس نے ایرک کو سمجھانے کی کوشش کی۔

مجھے دلچسپی ہے جاننے میں اور مجھے اچھا لگتا ہے جب تم تلاوت کرتے ہو۔۔ایرک نے جواباً کہا۔۔۔ تم انٹرنیٹ پر ٹرانسلیشن پڑھ سکتے ہو یا میں تمہیں دے دوں گا ایک انگلش ٹرانسلیشن۔۔اور

تمہیں تلاوت اچھی لگتی ہے تو تم وہ بھی وہاں سےڈاؤن لوڈ کر سکتے ہو۔۔ تمہیں اسکے لیئے قرآن پاک۔کی تلاوت سیکھنے کی ضرورت نہیں۔۔۔جبریل نے نرمی سے اسے جیسے راستہ دکھایا تھا۔

لیکن میں ٹرانسلیشن نہیں پڑھنا چاہتا اور میں تلاوت سننا نہیں خود کرنا چاہتا ہوں جیسے تم کرتے ہو۔

ایرک اب بھی مصر تھا۔

یہ بہت لمبا کام ہے ایرک ایک دن میں نہیں ہو سکتا۔جبریل نے اسے ٹالنے کی کوشش کی۔وہ نہ ٹلا۔۔

کتنا لمبا کام ہے؟ ایرک نے پوچھا۔

تمہیں تو کئی سال لگ جائیں گے۔۔۔

اوہ تو کوئی مسلہ نہیں میرے پاس بہت وقت ہے ایرک نے مطمئن ہوکر کہا۔

جبریل عجب مشکل میں پڑ گیا تھا۔

تم سب سے پہلے اپنی ممی سے پوچھو۔۔جبریل نے بلاآخر کہا۔۔۔

ممی کو کوئی ایشو نہیں ہو گا مجھے پتا ہے۔۔اس نے جبریل کو یقین دلانے کی کوشش کی۔۔

اگر انہیں کوئی ایشو نہیں ہو گا تو انہیں یہ بات ممی سے یا مجھ سے کہنی ہو گی۔۔۔جبریل اسکی یقین دہانی سے متاثر ہوئے بغیر بولا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

میں اپنے لیئے کچھ بھی فیصلہ کرسکتا ہوں۔۔۔مجھے ہر کام ممی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔۔ایرک نے اس سے کہا۔

تم ابھی چھوٹے ہو ایرک اور زیادہ سمجھدار بھی نہیں ہو جب تک تم اٹھارہ سال کے نہیں ہوجاتے۔تمہیں اپنا ہر کام ممی سے پوچھ کر کرنا چاہیئے۔۔اور یہ کوئی بری بات نہیں۔۔۔جبریل نے اسے سمجھایا تھا۔۔۔

بلآخر ایرک نے ہار مان لی۔اور اگلے دن ماں کی اجازت کیساتھ آنے کا کہا۔۔

+------*----**---------------+

امامہ کے لیئے کیرولین کی فون کال ایک سرپرائز تھی۔اس نے بڑے خوشگوار انداز میں اس سے بات چیت کرتے ہوئے امامہ کو اس اجازت کے بارے میں بتایا تھا جو اس نے ایرک کو دی تھی اور امامہ حیران رہ گئی۔

اسے ایرک اور جبریل کے درمیان ہونے والی گفتگو کا علم نہیں تھا۔

ممی مجھے یقین تھا نہ وہ اپنی ممی سے بات کریگا نہ ہی وہ اسے اجازت دینگی۔۔۔جبریل نے ماں کے استفسار پر اسے بتایا۔

لیکن اب اسکی ممی نے مجھے کال کر کے کہا ہے کہ انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے تو اب کیا کریں؟؟ امامہ نے کہا۔

کیا کرنا ہے۔۔۔وہ ہنس پڑا۔۔قرآن پاک سکھاؤں گا اسے اب۔۔۔جبریل نے ماں سے کہا تھا۔۔۔

اسے اپنے جواب پہ امامہ کے چہرے پہ خوشی نظر نہیں آئی۔

آپ کو پریشانی کس بات کی ہے۔جبریل نے جیسے ماں کو کریدنے کی کوشش کی۔امامہ اس سے کہہ نہ سکی کہ اسے سارا مسلہ عنایہ کی وجہ سے ہورہا ہے۔۔۔۔مجھے کوئ مسلہ نہیں ہے۔۔جو بھی ہوتا ہے اللہ کی مرضی سے ہی ہوتا ہے اور ہم کچھ بھی بدلنے پہ قادر نہیں ہے۔۔ٹھیک ہے ایرک تم سے قرآن پاک سیکھنا چاہتا ہے تو تم اسے سکھاؤ۔۔۔امامہ نے بلآخر جیسے ہتھیار ڈال دیے۔۔۔

گیارہ سال کی عمر میں قرآن پاک سے ایرک کا وہ پہلا باقاعدہ تعارف تھا۔۔اس سے پہلے وہ اس کتاب کا صرف نام جانتا تھا۔۔جنرل نالج کے طور پہ۔۔۔

وہ سالار اور امامہ کے گھر جاکر مسلمانوں کے قریب ہوا تھا اور جبریل کی تلاوت سن سن کر وہ قرآن پاک سے متاثر ہونا شروع ہو گیا تھا۔۔۔وہ زبان اور وہ تلاوت اسے جیسے کسی فینٹسی میں لے جاتی تھی۔۔

جس دن اس نے جبریل سے قرآنی قاعدہ کا پہلا سبق لیا تھا اس رات اس نے آنلائن قرآن پاک کا پورا انگلش ترجمہ پڑھ لیا تھا۔۔۔وہ کتابیں پڑھنے کا شوقین اور عادی تھا اور اس نے قرآن کو بھی ایک کتاب کے طور پہ پڑھا تھا۔۔بہت ساری چیزوں کو سمجھتے ہوئے بہت سی چیزوں کو نہ سمجھتے

ہوئے بہت سی باتوں سے متاثر ہوتے ہوئے بہت سے احکامات سے الجھتے ہوئے بہت سارے واقعات کو اپنی کتاب بائبل سے منسلک کرتے ہوئے.

جبریل کو حیرت نہیں ہوئی تھی جب اگلے دن ایرک نے اسے قرآنی قاعدہ کا سبق بلکل ٹھیک ٹھیک سنایا تھا۔لیکن وہ یہ جان کر خاموش ضرور ہوگیا تھا کہ ایرک نے ایک رات میں بیٹھ کر قرآن پاک کا پورا ترجمہ پڑھ لیا تھا۔۔

اسکا فائدہ کیا ہوا؟ جبریل نے اس سے پوچھا۔۔۔

کس چیز کا؟ قرآن پاک پڑھنے کا؟ ایرک نے اسکے سوال کی وضاحت چاہی۔

ہاں۔۔۔۔جبریل نے جواب دیا۔

ایرک کو کوئی جواب نہیں سوجھا۔اسکا خیال تھا کہ جبریل اس سے متاثر ہوگا. وہ متاثر نہیں ہوا تھا الٹا اس سے سوال کر رہا تھا۔

فائدہ تو نہیں سوچا میں نے۔۔میں نے تو بس تجسس میں پڑھا ہے قرآن پاک۔۔ایرک نے کہا۔

تو اب تمہای کیا رائے ہے قرآن پاک کے بارے میں؟ اب بھی سیکھنا چاہتے ہو؟ جبریل نے اس سے پوچھا۔

ہاں۔۔۔اب اور بھی زیادہ۔۔۔ایرک نے کہا۔۔مجھے یہ بے حد انٹرسٹنگ لگی ہے۔۔۔

Kitab Nagri www.kitabnagri.com

جبریل اسکی بات پہ۔مسکرایا تھا۔۔مقدس کتابوں کو صرف پڑھ لینا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی۔جبریل نے اس سے کہا تھا۔اسے پڑھنے کیساتھ ساتھ اس پہ عمل بھی ضروری ہے۔۔۔

ایرک اس کو بغور دیکھتے ہوئے اسکی بات سن رہا تھا۔

اس دن جبریل نے اسے دوسرا سبق قرآنی قاعدہ کا نہیں دیا تھا۔اس نے اسے دوسرا سبق ایک اچھا انسان بننے کے حوالے سے دیا تھا۔

کوئی بھی ایسی چیز جسکا تعلق اللہ سے ہے اور پھر جو ہم سیکھتے ہیں تو پھر اس دن ہمارے اندر دوسروں کے لیئے کچھ زیادہ بہتری آنی چاہیئے تاکہ نظر آئے کہ ہم کوئی خاص چیز سیکھ رہے ہیں۔۔۔۔

وہ سارے سبجیکٹ جو ہم سکول میں پڑھتے ہیں اور جو ہم وہاں سیکھتے ہیں وہ ہماری پرسنالٹی پر اثر انداز نہیں ہوتے وہ صرف تب ہمارے کام آتے ہیں جب ہمیں ایگزامز دینا ہو۔۔۔جاب کرنی ہو۔۔۔یا بزنس کرنا ہو۔۔۔کتابیں ہمیں باعلم بناتی ہے باعمل ہمیں صرف وہ کتاب بناسکتی ہے جو اللہ تعالی نے انسان کو صرف باعمل کرنے کے لیئے اتاری ہے۔۔۔

ایرک اسکی بات بڑی توجہ سے سن رہا تھا۔۔۔

بابا نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر ہم اچھے انسان نہ بن سکیں تو عبادت کرنے اور مذہب کے بارے میں پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔کیونکہ مذہب اور مذہبی کتابیں اللہ نے صرف ایک مقصد کے لیئے اتاری ہیں۔کہ ہم اچھے انسان بن کر رہیں۔ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کا خیال

رکھیں۔خاص طور پر انکا جو ہماری ذمہ داری ہے۔جیسے تمہارے چھوٹے بہن بھائی اور تمہاری ممی تمہاری ذمہ داری ہیں۔۔۔جبریل بڑی ذہانت سے گفتگو کو اس موضوع کی طرف موڑ رہا تھا جس پہ وہ ایرک سے بات کرنا چاہتا تھا۔۔۔تو اب تم نے دیکھنا ہے کہ۔جس دن تم قرآن پڑھ کر جاتے ہو اس دن تمہارے اندر کیا تبدیلی آتی ہے۔اس دن تم اپنی فیملی کے لیئے اور دوسروں کے لیئے کیا اچھا کام کرتے ہو۔۔جبریل نے جیسے اسے چیلنج دیا تھا۔

میں کوشش کروں گا۔۔ایرک نے وہ چیلنج قبول کرلیا تھا۔۔پھر اس نے جیسے اسکی مدد مانگی۔۔تو آج میں گھر جاکر کیا کروں؟؟

تم آج ایسا کام مت کرنا جس سے تمہاری ممی اپ سیٹ ہوتی ہے۔۔

جبریل نے اس سے کہا۔۔ایرک کچھ خجل ہوا۔۔

تم مجھے عبداللہ کہا کرو۔ایرک نے جان بوجھ کر موضوع بدلنے کے لیئے اسے ٹوکا۔

عبداللہ تو اللہ کا بندہ ہوتا ہے۔سب سے زیادہ مہربان سب کا خیال رکھنے والا اور سب کا احساس کرنے والا۔۔کسی کو تکلیف نہ دینے والا۔میں تمہیں عبداللہ تب کہنا شروع کروں گا جب تم سب سے پہلے اپنی ممی کو تکلیف دینا بند کروگے۔

جبریل نے اسکی کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دیا تھا۔ایرک جیسے کچھ اور خجل ہوا۔۔ایک۔لمحے کے لیئے اسے لگا کہ جبریل اس سے جو کچھ کہہ رہا تھا وہ اسکی ممی کے کہنے پہ کہہ رہا تھا لیکن اس نے خاموشی سے بات مان لی۔۔

اس دن ایرک گھر جاکر پہلی بار رالف سے خوشدلی سے ملا تھا۔۔رالف اور کیرولین کو ایک لمحے کے لیئے لگا شاید ایرک سے غلطی ہوئی ہے یا پھر انہیں وہم ہورہا ہے۔۔اس نے پہلی بار رالف سے خوش مزاجی کا مظاہرہ کیا تھا۔۔۔

ایرک رکے بغیر وہاں سے چلا گیا۔۔۔رالف اور کیرولین نے ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھا۔

اس کو کیا ہوا؟ رالف نے کچھ خوشگوار حیرت سے کہا۔۔۔

پتا نہیں۔۔۔کیرولین نے لاعلمی۔کا اظہار کیا۔

وہ پہلی تبدیلی نہیں تھی جو ایرک میں آئی تھی وہ آہستہ آہستہ مزید تبدیل ہوتا گیا۔۔۔قرآن پاک کا سبق اب ہر روز وہ لینے جایا کرتا تھا اگر کبھی جبریل نہ ہوتا تو حمین یا امامہ اسے سبق پڑھا دیتے لیکن ایرک کو یہ اعتراف کرنے میں عار نہیں تھا کہ جیسے جبریل اسے پڑھاتا تھا ویسے کوئی نہیں پڑھا سکتا تھا۔

اس گھر میں ایرک کی جڑیں اب زیادہ گہری اور مضبوط ہوگئی تھی۔۔امامہ کی تمام تر احتیاط کے باوجود۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

جبریل لوگوں کو نہ سمجھ میں آنے والے انداز میں متاثر کرتا تھا۔۔تیرہ سال کی عمر میں اسکا ٹھہراؤ عام بچوں کے برعکس تھا۔۔سالار کی بیماری نے امامہ کے ساتھ اسے بھی بدل دیا تھا۔اس نے امریکہ میں سالار کی سرجری اور اسکے بعد وہاں امامہ کے قیام کے دوران تینوں چھوٹے بہن بھائیوں

کی پرواہ کسی باپ کی طرح کی تھی۔۔سکندر اور طیبہ سالار کے بچوں کی تربیت سے پہلے بھی متاثر تھے لیکن انکی غیر موجودگی میں جبریل نے جس طرح انکے گھر پر اپنے بہن بھائ کا خیال رکھا تھا وہ انکو مزید متاثر کر گیا تھا۔۔۔ایک دس سالہ بچہ کئ مہینے اپنے کھیل کود اپنی سرگرمیاں بھلا بیٹھا تھا اور یہی وہ وقت تھا۔جب جبریل ذہنی طور پر بھی بدلتا۔گیا۔

تیرہ سال کی عمر میں ہائ سکول سے ڈسٹنکشن کے ساتھ پاس کر کے یونیورسٹی جانے والا وہ اپنے سکول کا پہلا اسٹوڈنٹ تھا۔اور وہ وہاں بل گیٹس فاؤنڈیشن کی ایک اسکالرشپ پر پہنچا تھا۔وہ پہلی سیڑھی تھی جو میڈیسن کی طرف جاتے ہوئے اس نے چڑھی تھی۔سالار سکندر کے خاندان کا پہلا پرندہ یونیورسٹی پہنچ چکا تھا۔۔۔

+++++-------------+++++

گرینڈ حیات ہوٹل کا بال روم اس وقت نیشنل اسپیلنگ بی کے 93ویں مقابلے کے فائنلسٹ کا پہلا راؤنڈ منعقد کروانے کے لیئے تیار تھا۔۔حمین سکندر اپنے ٹائٹل کا دفاع کر رہا تھا۔اور رئیسہ سالار اس مقابلے میں پہلی دفعہ حصہ لے رہی تھی۔۔

رئیسہ اس وقت اسٹیج پر اپنے پہلے لفظ کے بولے جانے کے انتظار میں تھی۔رئیسہ نے پوچھا جانے والا لفظ بے حد غور سے سنا تھا۔وہ لفظ غیر مانوس نہیں تھا۔وہ انہی الفاظ میں شامل تھا جسکی اس نے تیاری کی تھی۔

Crustaceology

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس نے زیر لب اس لفظ کو دہرایا پھر بنا آواز کے اسکے ہجے کیے اور پھر بلاآخر اس نے اس لفظ کو ہجے کرنا شروع کیا۔۔

C.r.u.s.t.a.c.o.l.o.g.y

رئیسہ نے بے یقینی کے عالم میں اس گھنٹی کو سنا تھا جو لفظ غلط ہونے پر بجی تھی۔۔اسکا رنگ فق ہوا. لیکن اس سے زیادہ حمین سکندر کا جسے اسکے بولنے کے دوران ہی اندازہ ہوگیا تھا کہ اس نے کیا غلطی کی تھی۔۔ہال میں امامہ اور سالار جبریل اور عنایہ کیساتھ عجیب سی کیفیت میں بیٹھے تھے وہ اس کی توقع بہت پہلے سے کر رہے تھے۔رئیسہ کا فائنل راؤنڈ تک پہنچنا بھی انکے لیئے ناقابل یقین ہی تھا۔اس نے اپنی صلاحیتوں سے بڑھ کر پرفارمنس دکھائی تھی۔۔وہ پہلا مکا تھا جو رئیسہ نے سیدھا منہ پہ کھایا تھا۔

حمین اس سے کچھ کرسیوں کے فاصلے پر تھا۔۔انکے درمیان کچھ اور فائنلسٹ تھے۔۔لیکن اسکے باوجود اس نے اٹھ کر رئیسہ کی کرسی پر آکر اسکا کندھا تھپکا تھا۔۔۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

حمین سکندر اسٹیج پر اب پہلے لفظ کے لیئے کھڑا تھا اور اسکا استقبال تالیوں کیساتھ ہوا تھا۔وہ اگر پچھلے سال ڈارلنگ آف دی کراوڈ تھا تو اس سال بھی وہ ہاٹ فیورٹ کے طور پہ مقابلے میں کھڑا تھا. پچھلے سارے راؤنڈز میں اس نے مشکل ترین الفاظ کو حلوے کی طرح بوجھا تھا۔۔۔

Vignettee

اسکا لفظ بولا جارہا تھا۔۔وہ حمین سکندر کے لیئے ایک اور حلوہ تھا۔وہ اس سے زیاد مشکل اور لمبے الفاظ کے ہجے کرچکا تھا۔۔رئیسہ نے بھی زیرلب کئ دوسرے فائنلسٹس کی طرح وہ لفظ ہجوں کی طرح درست طور پر ادا کیا۔۔۔

V.i,g.n.e.t.t.e

بیل بجی۔۔ہال میں سکتہ ہوا پھر سرگوشیاں ابھریں۔۔پھر پروناؤنسر نے درست اسپیلنگ ادا کیے۔حمین نے سر جھکا کر جیسے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اپنی کرسی کی طرف چلنا شروع کیا۔۔۔

وہ اس مقابلے کا پہلا اپ سیٹ تھا پچھلے سال کا چیمپئن اپنے پہلے ہی لفظ کو ہجے کرنے میں ناکام رہا تھا۔۔۔ہال میں بیٹھے سالار امامہ جبریل اور عنایہ بیک وقت پریشانی کی ایک عجیب کیفیت سے گزرے تھے۔۔وہ ایک ہی راؤنڈ میں رئیسہ کی ناکامی دیکھ کر حمین کی کامیابی پہ تالیاں نہیں بجانا چاہتے تھے اور انہیں بجانی بھی نہیں پڑی تھی لیکن حمین سے لفظ نہ بوجھنا غیر متوقع تھا۔۔

لیکن انہیں یہ اندازہ نہیں تھا اس دن انہیں وہاں بیٹھے مقابلے کے آخر تک اسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا۔۔۔

رئیسہ اگلے دو لفظ بھی نہ بوجھ سکی تھی اور حمین سکندر بھی۔۔وہ دونوں فائنل مقابلے کے ابتدائ مرحلے میں ہی مقابلے سے آؤٹ ہوگئے تھے۔۔۔

رئیسہ کی یہ پرفارمنس غیر متوقع نہیں تھی لیکن حمین سکندر کی ایسی پرفارمنس اس رات ایک بریکنگ نیوز تھی۔۔پچھلے سال کا چیمپئن مقابلے سے آؤٹ ہوگیا تھا۔اور حمین کے چہرے کا اطمینان

ویسا ہی تھا جیسے اسے کوئی فرق ہی نہ پڑا ہو۔۔۔وہ دونوں مقابلے سے باہر ہونے کے بعد اپنے ماں باپ کے پاس آکت بیٹھ گئے تھے۔

دونوں نے ان دونوں کو تھپکا تھا۔۔تسلی دی تھی۔۔یہ ہی کام جبریل اور عنایہ نے بھی کیا تھا۔

بہت اچھے۔۔۔۔انہوں نے اپنے چھوٹے بہن بھائی کا حوصلہ بندھایا تھا.۔۔۔۔۔۔۔

انہوں نے اس سال کے نئے چیمپئن کو بھی دیکھا تھا اور ان انعامات کے ڈھیر کو بھی جو اس پر نچھاور کیے جارہے تھے۔۔۔رئیسہ کا غم جیسے کچھ اور بھی بڑھا۔۔وہ سالار سکندر کا نام روشن نہ کرسکی تھی۔جیسے انکے بڑے بہن بھائی کرتے تھے۔وہ ان جیسی نہیں تھی۔اسے شدید احساس کمتری ہوا۔۔وہ سب اس سے بہتر شکل و صورت کے تھے اس سے بہترین ذہنی صلاحیتیں رکھتے تھے۔وہ کسی بھی طرح انکا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔

انکے گھر میں لانے والی ٹرافیز میڈلز میں اسکا بہت تھوڑا حصہ تھا۔۔آج پہلی بار وہ رنجیدہ ہوئی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تم اداس ہو؟ یہ حمین کی سرگوشی تھی. جو اس نے گاڑی میں ہونے والی سب کی گفتگو کے درمیان اسکے کان میں کی تھی۔۔۔

نہیں۔۔۔رئیسہ نے اسی انداز میں جواب دیا۔

مجھے پتا ہے تم اداس ہو حمین نے ایک اور سرگوشی کی۔۔

تم نیکسٹ ایئر جیت سکتی ہو۔۔اس نے جیسے رئیسہ کو آس دلائی۔

مجھے پتا ہے۔۔لیکن اگلا سال بہت دور ہے۔اس نے مدھم آواز میں کہا۔۔۔

حمین نے اسکی کمر میں گدگدی کرنے کی کوشش کی وہ سکڑ کر پیچھے ہٹی۔۔۔اسے ہنسی نہیں آئی تھی۔۔۔وہ ہنسنا چاہتی بھی نہیں تھی۔۔

میں بھی تو ہارا ہوں۔۔حمین کو اسکے موڈ کا اندازہ ہو گیا تھا۔

تم جیتے بھی تو تھے نا۔۔اس نے جواباً کہا۔

وہ تو یونہی تکا لگ گیا تھا۔۔اس نے جیسے اپنا ہی مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔۔

رئیسہ جواب دینے کی بجائے کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی۔یہ جیسے اعلان تھا کہ وہ اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتی.

رئیسہ اپ سیٹ ہے۔اس رات سالار نے امامہ سے سونے سے پہلے کہا تھا۔

میں جانتی ہوں اور اسی لیئے نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس مقابلے میں حصہ لیتی جن میں باقی تینوں ٹرافیز جیت چکے تھے لیکن تم نے منع نہیں کیا اسے۔۔۔امامہ نے اس سے کہا۔

میں کیسے اسے منع کرتا۔یہ کہتا کہ تم نہیں جیت سکتی۔۔اس لیئے مت حصہ لو۔اور پھر وہ فائنل راؤنڈ تک پہنچی۔بہت اچھا کھیلی ہے۔یہ زیادہ اہم۔چیز ہے۔سالار نے اپنے ہاتھ سے گھڑی اتارتے ہوئے بیڈ سائڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

وہ بہت سمجھدار ہے ایک دو دن تک ٹھیک ہوجائے گی جب میں اسے سمجھاؤں گی کہ حمین بھی تو ہارا ہے لیکن اسے پرواہ تک نہیں۔۔اسے اپنے سے زیادہ رئیسہ ہی کی فکر تھی امامہ نے کہا۔

اسے فکر کیوں ہوگی۔وہ تو اپنی مرضی سے ہارا ہے۔سالار نے بے حد اطمینان سے کہا۔

امامہ ٹھٹک گئی۔۔کیا مطلب ہے تمہارا۔۔؟

سالار نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور مسکرایا۔۔تمہیں اندازہ نہیں ہوا؟

کس بات کا؟ کہ وہ جان بوجھ کر ہارا ہے؟ ایسا نہیں ہوسکتا۔۔۔امامہ نے خود سوال پوچھا اور خود ہی جواب دیا۔

تم پوچھ لینا اس سے کہ۔ایسا ہوسکتا ہے یا نہیں۔سالار نے بحث کیے بغیر اس سے کہا۔۔وہ اب سونے کے لیئے لیٹ گیا۔۔امامہ ہکا بکا اسکا چہرہ دیکھتی رہی۔۔پھر جیسے اس نے جھلا کر کہا۔۔۔

تم باپ بیٹا عجیب ہو۔بلکہ عجیب ایک مہذب لفظ ہے۔۔۔

تم جبریل کو مائنس کیوں کرجاتی ہو ہر بار۔۔سالار نے اسے چھیڑا۔شکر ہے وہ حمین اور تمہاری طرح نہیں ہے لیکن میری سمجھ میں نہیں آرہا حمین کیوں اسطرح کریگا۔۔وہ اب الجھی ہوئی تھی۔۔۔

رئیسہ کے لیئے۔۔سالار نے جواباً اس سے کہا۔۔

اور مجھے اس پر فخر ہے۔اس نے آنکھیں بند کر کے کروٹ لی اور سائڈ ٹیبل لیمپ آف کر دیا۔۔

وہ غلط نہیں کہتی تھی وہ دونوں باپ بیٹا ہی عجیب تھے۔۔

+-----------------------------------

رئیسہ تم سو کیوں نہیں رہی؟ عنایہ نے اسے ایک کتاب کھولے سٹڈی ٹیبل پر بیٹھے دیکھ کر پوچھا تھا۔

میں وہ الفاظ دیکھنا اور یاد کرنا چاہتی ہوں جو مجھے نہیں آتے۔۔عنایہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔۔

انہیں ابھی گھر واپس آئے ایک گھنٹہ ہی ہوا ہوگا اور وہ ایک بار پھر سے کتاب لیکر بیٹھ گئی تھی۔۔

تم نے پہلے ہی بہت محنت کی ہے رئیسہ یہ صرف تمہاری بدقسمتی تھی۔۔عنایہ کو اندازہ نہیں ہوا وہ اسے تسلی دینے کے لیئے جن الفاظ کا انتخاب کر رہی تھی وہ بڑے غلط تھے۔۔وہ الفاظ رئیسہ کے دماغ میں جیسے کھب گئے تھے۔۔

اب سو جاؤ۔۔۔عنایہ نے کسی بڑے کی طرح اسے تھپکا تھا۔

میں نہیں سو سکتی۔مدھم آواز میں رئیسہ نے کہا۔

عنایہ کو یوں لگا جیسے رئیسہ کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔۔رئیسہ نے کتاب بند کر کے ٹیبل پہ رکھی اور پھر وہاں سے اٹھ کر بستر پہ آئی اور اوندھے منہ لیٹ کر اس نے بلک بلک کر رونا شروع کر دیا۔۔۔۔

رئیسہ۔۔۔۔۔۔رئیسہ پلیز۔۔۔۔عنایہ خود بھی روہانسی ہو گئی تھی۔رئیسہ چھوٹی چھوٹی بات پہ رونے والی بچی نہیں۔تھی اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ رئیسہ اپنے بد قسمت ہونے پر رو رہی تھی۔۔۔۔

"تم کیا کررہے ہو اس وقت؟" امامہ لاؤنج میں ہونے والی کھڑکھڑاہٹوں کو سن کر رات کے اُس وقت باہر نکل آئی تھی، وہ اُس وقت تہجّد کے لیے اٹھی تھی جبریل اس ویک اینڈ پر گھر آیا ہوا تھا اور کئی بار وہ بھی رات کے اس پہر پڑھنے کے لیے جاگتا اور پھر کچھ نہ کچھ کھانے کے لیے کچن جاتا۔مگر اس بار اُس کا سامنا حمین سے ہوا تھا۔وہ کچن کاؤنٹر کے سامنے پڑی ایک سٹول پر بیٹھا سلیپنگ سوٹ میں ملبوس آئس کریم کا ایک لیٹر والا کین کھولے اُسی میں سے آئس کریم کھانے میں لگا ہوا تھا۔

امامہ کو سوال کرنے کے ساتھ ہی جواب مل گیا تھا اور اُس نے اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی بے حد خفگی کے عالم میں کاؤنٹر کے سامنے آتے ہوئے اُس سے کہا۔

"حمین یہ وقت ہے آئس کریم کھانے کا اور وہ بھی اس طرح؟" اُس کا اشارہ اُس کے کین کے اندر ہی آئس کریم کھانے کی طرف تھا۔

"میں نے صرف ایک سکوپ کھائی تھی" وہ ماں کے یک دم نمودار ہونے اور اپنے اس طرح پکڑے جانے پر گڑبڑایا تھا۔



"لیکن یہ کھانے کا کوئی وقت نہیں ہے۔" امامہ نے اُس کے ہاتھ سے چمچ کھینچ لیا اور ڈھکن سے کین بند کرنے لگی۔

"ابھی تو واقعی ایک چمچ ہی کھائی ہے میں نے۔" وہ بے اختیار کراہا۔" دانت صاف کر کے سونا۔" امامہ نے اُس کے جملے کو نظر انداز کرتے ہوئے کین کو واپس فریزر میں رکھ دیا۔ حمین جیسے احتجاجاً اسی انداز میں سٹول پر بیٹھا رہا۔

"ایک تو میں آج ہارا اور میں نے اپنا ٹائٹل کھو دیا... دوسرا آپ مجھے آئس کریم کے دو سکوپس تک نہیں لینے دے رہیں۔" اس نے جیسے ماں سے احتجاجاً کہا۔وہ چند لمحوں کے لیے کاؤنٹر کے دوسری طرف کھڑی اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اُسے دیکھتی رہی پھر اُس نے مدہم آواز میں کہا۔

"ٹائٹل تم نے اپنی مرضی سے کھویا ہے تمہاری اپنی چوائس تھی یہ۔" حمین کو جیسے کرنٹ لگا تھا وہ ماں کو دیکھتا رہا پھر اُس نے کہا"who told you that?"



"یہ ضروری نہیں۔" امامہ نے کہا۔ ... Alright "مجھے پتہ ہے۔" اُس نے ماں سے نظریں ملائے بغیر کہا۔

"کس نے؟" امامہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکی۔

"بابا نے۔" اس کا جواب کھٹاک سے آیا تھا وہ دونوں باپ بیٹا ایک دوسرے کو ہاتھ کی پشت کی طرح جانتے تھے۔

"بہت غلط کام تھا... تمہیں یہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔" امامہ نے جیسے اسے ملامت کرنے کی کوشش کی۔" تم نے یہ کیوں کیا؟" امامہ کو پوچھنا پڑا۔" آپ جانتی ہیں ممّی" وہ سٹول سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا۔" رئیسہ کے لیے؟" امامہ نے وہ جواب دیا جس کی طرف اُس نے اشارہ کیا تھا۔"فیملی کے لیے..." جواب کھٹاک سے آیا تھا"آپ نے سکھایا تھا اپنے بہن بھائیوں سے مقابلہ نہیں ہوتا... میں جیت جاتا تو اُسے ہرا کے ہی جیتتا نا... اُسے بہت دکھ ہوتا۔" امامہ بول نہیں سکی۔وہ دس سال کو تھا لیکن بعض دفعہ وہ 100 سال کی عمر والوں جیسی باتیں کرتا تھا، اُسے سمجھ نہیں آئی، وہ اُس سے کیا کہتی۔ڈانٹتی؟ نصیحت کرتی؟ حمین سکندر لاجواب نہیں کرتا تھا بے بس کردیتا تھا۔

"Goodnight"وہ اب وہاں سے چلا گیا تھا۔امامہ اُسے جاتا ہوا دیکھتی رہی۔اُن سب کا اُس کے بارے میں یہ خیال تھا کہ حمین صرف اپنے بارے میں سوچتا تھا... وہ لاپروا تھا... حسّاس نہیں تھا نہ ہی وہ دوسروں کا زیادہ احساس کرتا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

بڑوں کے بعض خیالات اور بعض اندازے بچے بڑے غلط موقع پر غلط ثابت کرتے ہیں۔امامہ چپ چاپ کھڑی اُسے جاتا دیکھتی رہی۔سالار نے ٹھیک کہا تھا۔اسے اپنی اولاد پر فخر ہوا تھا۔

*****

"بابا آپ رئیسہ سے بات کرسکتے ہیں؟" عنایہ نے ایک دو دن بعد سالار سے کہا، وہ اس وقت ابھی آفس سے واپس آیا تھا اور کچھ دیر میں اُسے پھر کہیں جانے کے لیے نکلنا تھا۔جب عنایہ اس کے پاس آگئی تھی اور اُس نے بنا تمہید اس سے کہا تھا۔

"کس بارے میں؟" سالار نے جیسے کچھ حیران ہوکر پوچھا فوری طور پر اُس کے ذہن میں ایسی کوئی بات نہیں آئی تھی، جس پر اُسے رئیسہ سے بات کرنی پڑتی۔

"وہ اپ سیٹ ہے... وہی spelling bee کی وجہ سے۔" عنایہ نے اُس کو بتانا شروع کیا۔" میں اس کو سمجھا رہی ہوں لیکن مجھے لگتا ہے میری بات اسے سمجھ نہیں آرہیں۔وہ دوبارہ spelling bee میں حصّہ لینا چاہتی ہے اور وہ ہر روز رات کو بیٹھ کر تیّاری کرتی ہے اور مجھے بھی کہتی ہے کہ میں اُس کی تیّاری کرواؤں۔" عنایہ اب اُسے تفصیل سے مسئلہ سمجھارہی تھی۔"پہلے تو حمین تیّاری کروارہا تھا اُسے۔"سالار کو یاد آیا۔"ہاں حمین اور میں نے دونوں نے کروائی تھی لیکن اب وہ مجھ سے کہتی ہے کہ میں اُسے تیّاری کرواؤں۔...I don't mind doing that لیکن مجھے نہیں پتہ کہ اسے دوبارہ حصّہ لینا چاہیے یا نہیں... پھر ابھی تو ایک سال پڑا ہے اس مقابلے میں... اسے اپنی سٹڈیز پر زیادہ دھیان دینا چاہیے۔" عنایہ دھیمے لہجے میں باپ کو سب بتاتی گئی تھی۔سالار کو غلطی کا

احساس ہوا، انہیں رئیسہ سے فوری طور پر بات کرنی چاہیے تھی یہ ان کی غلط فہمی تھی کہ وہ ایک آدھ دن میں ٹھیک ہوجاتی۔

اُسے بھیجو۔" اُس نے عنایہ سے کہا، وہ چلی گئی۔سالار نے اپنی گھڑی دیکھی اُس کے پاس 20 منٹ تھے گھر سے نکلنے کے لیے۔وہ کپڑے پہلے ہی تبدیل کرچکا تھا اور اب کچھ فائلز دیکھ رہا تھا۔رئیسہ اور عنایہ امامہ کی نسبت اُس سے زیادہ قریب تھیں۔اُنہیں جو بھی اہم بات کرنی ہوتی تھی وہ امامہ سے بھی پہلے سالار سے کرتی تھیں۔

"بابا" دروازے پر دستک دے کر رئیسہ اندر داخل ہوئی تھی۔"آؤ بیٹا" صوفے پر بیٹھے ہوئے سالار نے استقبالیہ انداز میں اپنا ایک بازو پھیلایا تھا، وہ اُس کے قریب صوفہ پر آکر بیٹھ گئی سالار نے اُسے صوفہ سے اُٹھا کر سامنے پڑی سینٹر ٹیبل پر بٹھا دیا وہ کچھ جز بز ہوئی تھی لیکن اُس نے احتجاج نہیں کیا، وہ دونوں اب بالکل آمنے سامنے تھے۔سالار کچھ دیر کے لئے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔گول شیشوں والی عینک سے اُسے دیکھتے ہوئے وہ ہمیشہ کی طرح بے حد توجہ سے اُس کی بات سننے کی منتظر تھی... اُس کے گھنے سیاہ بالوں میں بندھا ہوا ربن تھوڑا ڈھیلا تھا جو اُس کے کندھوں سے کچھ نیچے جانے والے بالوں کو گُدّی سے لے کر سر کے بالکل درمیان تک باندھے ہوئے تھا لیکن ایک طرف ڈھلکا ہوا تھا... ماتھے پر آنے والے بالوں کو روکنے کے لئے رنگ برنگی ہیئر ربنز سے اُس کا سر بھرا ہوا تھا، یہ عنایہ کا کارنامہ تھا، رئیسہ کو ہیئر ربنز پسند تھے۔سالار کو یاد

بھی نہیں تھا وہ اُس کے لئے کتنے ربنز خرید چکا تھا لیکن ہر روز بدلے جانے والے کپڑوں کے ساتھ میچنگ ربنز دیکھ کر انہیں بھی اندازہ ہو جاتا تھا کہ رئیسہ اس معاملے میں خود کفیل تھی۔

"عنایہ نے مجھے بتایا تم اپ سیٹ ہو... " سالار نے بالآخر بات کا آغاز کیا۔وہ یک دم بلش ہوئی۔ "نہیں... نہیں تو۔" اس نے گڑبڑا کر سالار سے کہا۔سالار اُسے دیکھتا رہا، رئیسہ نے چند لمحے اُس کی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کی،پھر نظریں چُرالیں پھر جیسے کچھ مدافعانہ انداز میں ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"I am not very upset....Just a little bit" اُس نے اب سر جھکا لیا تھا۔ "And why is that?" سالار نے جواباً پوچھا۔ "Because I am very unlcky" اس نے بے حد ہلکی آواز میں کہا سالار بول ہی نہیں سکا۔اُسے اُس سے اس جملے کی توقع نہیں تھی۔

"That's so wrong to say Raeesa." سالار سیدھا بیٹھے بیٹھے آگے کو جھک گیا، وہ اب کہنیاں اپنے گھٹنوں پر ٹکائے اس کے دونوں ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔اُس کے ہاتھوں پر آنسوؤں کے قطرے گرے تھے۔وہ سر جھکائے باپ کے سامنے بیٹھی اب رو رہی تھی۔اُس کے گلاسز دھندلا گئے

تھے۔سالار کو تکلیف ہوئی، یہ پہلا موقع تھا اُس نے رئیسہ کو اس طرح روتے دیکھا تھا۔عنایہ بات بات پر روپڑنے والی تھی، رئیسہ نہیں۔

"I am"وہ ہچکیوں کے درمیان کہہ رہی تھی۔ "No you are not" سالار نے اُس کے گلاسز اتارتے ہوئے انہیں میز پر رکھا اور رئیسہ کو اٹھا کر گود میں بٹھا لیا۔وہ باپ کی گردن میں بازو ڈالے اُس کے ساتھ لپٹی ہوئی رورہی تھی جیسے spelling bee آج ہی ہاری تھی۔سالار کچھ کہے بغیر console کرنے والے انداز میں اُسے تھپکتا رہا۔

"I let you down Baba"ہچکیوں کے درمیان اُس نے رئیسہ کو کہتے سنا۔" بالکل بھی نہیں رئیسہ "I am very proud of you... سالار نے اُسے کہا امامہ بالکل اُسی لمحے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آئی تھی اور وہیں ٹھٹھک گئی تھی، سالار نے ہونٹوں پر انگلی کے اشارے سے اُسے خاموش رہنے کا کہا تھا۔" میں نے اتنی محنت کی تھی لیکن میں کبھی حمین، جبریل بھائی اور عنایہ آپی کی طرح کچھ بھی جیت نہیں سکتی کیوں کہ میں lucky نہیں ہوں۔" وہ اس کے سینے میں منہ چھپائے اپنے دل کی بھڑاس نکال رہی تھی۔سالار کی طرح امامہ کو بھی عجیب تکلیف ہوئی تھی اُس کی اس بات سے۔وہ صوفہ پر آکر سالار کے برابر بیٹھ گئی تھی۔کافی کا وہ مگ اُس نے ٹیبل پر رکھ دیا جو وہ سالار کو دینے آئی تھی۔یہ سالار نہیں تھا امامہ تھی جس نے رئیسہ پر جان ماری تھی

www.kitabnagri.com

اُس کی learning disabilities دور کرنے کے لئے... اُسے بولنا اور درست بولنا سکھانے کے لئے ۔اُسے پڑھنا لکھنا سکھانے کے لئے ... سالار نے صرف اُسے adopt کیا تھا ، امامہ نے اُس کی زندگی بدل دی تھی اور اُس کا خیال تھا اب سب کچھ ٹھیک تھا۔لیکن وہ فرق جو وہ اپنے آپ میں اور اُن تینوں میں دیکھ رہی تھی اُس نے ان دونوں کو ہی پریشان کیا تھا۔

وہ رونے دھونے کے بعد اب خاموش ہوگئی تھی، سالار نے اُسے خود سے الگ کرتے ہوئے کہا۔

"Enough?"رئیسہ نے گیلے چہرے کے ساتھ سر ہلایا۔اُس کے بال ایک بار پھر بے ترتیب تھے۔ربن ایک بار پھر ڈھیلا ہوچکا تھا۔سالار سے الگ ہوتے ہوئے اُس نے امامہ کو دیکھا تھا اور جیسے کچھ اور نادم ہوئی۔سالار نے اُسے ایک بار پھر ٹیبل پر بٹھا دیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تمہیں کیوں لگتا ہے وہ تینوں lucky ہیں اور تم نہیں؟" سالار نے اُسے بٹھانے کے بعداُس کے گیلے گلاسز اٹھا کر ٹشو سے اس کے شیشے رگڑتے ہوئے اُس سے پوچھا۔

"کیوں کہ وہ جس چیز میں حصّہ لیتے ہیں جیت جاتے ہیں، میں نہیں جیتتی۔" وہ ایک بار پھر رنجیدہ ہوئی۔ "وہ ایگزامز میں مجھ سے اچھے گریڈز لیتے ہیں، میں کبھی اے پلس نہیں لے سکتی۔ میں کوئی بھی ایسا کام نہیں کرسکتی جو وہ نہیں کرسکتے لیکن وہ بہت سے ایسے کام کرسکتے ہیں جو میں نہیں کرسکتی۔" آٹھ سال کی وہ بچی above average تھی لیکن اُس کا تجزیہ excellent تھا۔

"دنیا میں صرف ہر مقابلہ جیتنے والے lucky نہیں ہوتے... سب کچھ کرجانے والے lucky نہیں ہوتے... Lucky وہ ہوتے ہیں جنہیں یہ پتہ چل جائے کہ وہ کس کام میں اچھے ہیں اور پھر وہ اُس کام میں excel کریں او رفالتو کاموں میں اپنی energy ضائع نہ کریں۔" وہ اب اسے سمجھا رہا تھا رئیسہ کے آنسو تھم چکے تھے وہ اب باپ کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"You have done exceptionally well ... لیکن بس تم spelling bee میں اتنا ہی اچھا پرفارم کرسکتی تھی وہاں کچھ بچے ایسے ہوں گے جو تم سے زیادہ اچھے تھے اور انہوں نے تمہیں ہرادیا... لیکن اُن درجنوں بچوں کا سوچو جنہیں تم ہرا کر فائنل راؤنڈ میں پہنچی تھی، کیا وہ بھی unlucky ہیں... وہ کیا یہ سوچ لیں کہ وہ ہمیشہ ہارتے رہیں گے؟" سالار اُس سے پوچھ رہا تھا، رئیسہ نے بے اختیار سر نفی میں ہلایا۔

"حمین ، جبریل اور عنایہ کبھی سپورٹس میں اتنے exceptional نہیں رہے جتنے بہت سے دوسرے بچے ہیں... اس لئے یہ مت کہو وہ سب کرسکتے ہیں۔" اس بار امامہ نے اُسے سمجھایا، رئیسہ نے سر ہلایا۔بات ٹھیک تھی، وہ سپورٹس میں اچھے تھے لیکن وہ سپورٹس میں اپنے سکولز کے سب سے نمایاں سٹوڈنٹس نہیں تھے۔

"تمہیں اب یہ دیکھنا ہے کہ تم کس چیز میں بہت اچھا کرسکتی ہو اور پھر تمہیں اُسی چیز میں دل لگا کر کام کرنا ہے۔کوئی بھی کام اس لئے نہیں کرنا کہ وہ جبریل، حمین اور عنایہ کررہے ہیں۔" سالار نے بے حد سنجیدگی سے کہا تھا۔

"یہ ضروری نہیں ہوتا کہ صرف اے پلس والا ہی زندگی میں بڑے کام کرے گا... بڑا کام اور کامیابی تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔تم دعا کیا کرو کہ اللہ تم سے بہت بڑے کام کروائے اور تمہیں بہت کامیابی دے۔" رئیسہ نے اُن گلاسز کو ٹھیک کیا جو سالار نے اُسے لگائے تھے۔"تم رئیسہ ہو حمین ،جبریل اور عنایہ نہیں ہو... اور ہاں تم اُن سے الگ ہو ... that's the best thing الگ ہونا بہت اچھی چیز ہوتا ہے رئیسہ ...اور زندگی spelling bee کا ایک مقابلہ نہیں ہوتا جس میں کچھ لفظ spell کر کے ٹائٹل جیتنے کے بعد ہم خود کو lucky اور نہ جیتنے پر unlucky سمجھیں..." وہ اب اُس کا ربن دوبارہ باندھ رہا تھا بال ٹھیک کرتے ہوئے۔

"زندگی میں words کو spell کرنے کے علاوہ بھی بہت ساری skills چاہیے...ایک دو نہیں... 50-100... اور تمہارے پاس بہت ساری skills ہیں...اور بھی آئیں گی You will shine like... a star...جس جگہ بھی جاؤ گی، جو بھی کرو گی۔"

رئیسہ کی آنکھیں، چہرہ اور ہونٹ بیک وقت چمکے تھے۔

"اور پتہ ہے صحیح معنوں میں lucky کون ہوتا ہے؟ وہ جس کی اچھائی اور اخلاق لوگوں کو اُسے یاد رکھنے پر مجبور کردے اور تم میری بہت اچھی اور بہت اخلاق والی lucky بیٹی ہو۔" وہ اب ٹیبل سے اُتر کر باپ کے گلے لگی تھی، جیسے اُسے سمجھ آگئی تھی کہ وہ اسے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا۔

"Yes I am"اُس نے بڑی گرم جوشی سے سالار سے کہا، اُس سے الگ ہوکر وہ امامہ کے گلے لگی... امامہ نے اُس کی ہیئر ربنز نکال کر ایک ٹھیک کیں۔

سالار نے کافی کا ایک سپ لیا اور اُسے ادھورا چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا، اُسے تاخیر ہورہی تھی۔

www.kitabnagri.com

"بابا مجھ سے خفا تو نہیں ہوئے نا؟" سالار کے جانے کے بعد رئیسہ نے امامہ سے پوچھا۔"نہیں خفا نہیں ہوئے لیکن تمہارے رونے سے ہمارا دل دُکھا۔" امامہ نے جواباً کہا "I am so sorry Mummy...میں دوبارہ کبھی نہیں روؤں گی۔" اُس نے امامہ سے وعدہ کیا، امامہ نے اُسے تھپکا۔

"تم میری بہادر بیٹی ہو... عنایہ آپی کی طرح بات بات پر رونے والی تو نہیں..." رئیسہ نے پرجوش انداز میں سر ہلایا، اُس کے ماں باپ اُسے سب سے زیادہ بہادر اور اخلاق والا سمجھتے تھے اور یہ اُسے پتہ ہی نہیں تھا۔وہ بات چیت آٹھ سالہ رئیسہ کے ذہن پر نقش ہوگئی تھی۔امامہ اور سالار کو دوبارہ کبھی اُس کو ایسی کسی بات پر سمجھانا نہیں پڑا تھا۔اُسے اب یہ طے کرنا تھا کہ وہ کس کام میں اچھی تھی کس کام میں excel کرسکتی تھی۔اُس کے باپ نے اُسے کہا تھا lucky وہ تھا جو یہ بوجھ لیتا اور پھر اپنی energy کسی اور چیز میں ضائع کرنے کے بجائے اسی ایک چیز میں لگاتا۔رئیسہ بھی lucky کی اس نئی تعریف پر پورا اُترنے کی جد و جہد میں مصروف تھی۔

www.kitabnagri.com

*****

حمین سکندر کا انتخاب MIT کے SPLASH پروگرام میں ہوگیا تھا۔وہ اپنے سکول کے اس پروگرام کے لئے منتخب ہونے والا پہلا اور واحد بچہ تھا۔اس پروگرام کے تحت MIT ہر سال غیر

معمولی ذہانت کے حامل کچھ بچوں کو دنیا کی اُس ممتاز ترین یونیورسٹی میں چند ہفتے گزارنے اور وہاں پڑھانے والے دُنیا کے قابل ترین اساتذہ سے سیکھنے کا موقع دیتی۔یہ بہترین دماغوں کو بے حد کم عمری میں ہی کھوجنے، پرکھنے اور چننے کا MIT کا اپنا ایک عمل تھا۔

امامہ اور سالار کے لئے حمین سکندر کے سکول کی طرح یہ بے حد اعزاز کی بات تھی لیکن اس کے باوجود وہ یہ جاننے پر کہ حمین سکندر کا انتخاب ہوگیا تھا فکر مند ہوئے تھے۔وہ جبریل سکندر کو تن تنہا کہیں بھی بھیج سکتے تھے لیکن حمین کو اکیلے اس عمر میں اتنے ہفتوں کے لئے کہیں بھیجنا ان کے لئے بے حد مشکل فیصلہ تھا۔خاص طور پر امامہ کے لئے جو اُس دس سال کے بچّے کو خود سے الگ کر کے اس طرح اکیلے بھیجنے پر بالکل تیّار نہیں تھی لیکن یہ سکول کا اصرار اور حمین کی ضد تھی جس نے اُسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"ہم ان کی قسمت کو کنٹرول نہیں کرسکتے... کل کیا ہوتا ہے ... کس طرح ہوتا ہے... کوئی چیز ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے تو میں مستقبل کے خوف کی وجہ سے انہیں گھر میں قید نہیں کروں گا کہ دنیا انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔" سالار نے واضح طور پر اُسے کہا تھا۔

"اُسے جانے دو... دیکھنے اور کھوجنے دو دنیا کو... ہماری تربیت اچھی ہوگی تو کچھ نہیں ہوگا اسے۔" اُس نے امامہ کو تسلّی دی اور وہ بھاری دل سے مان گئی تھی۔

حمین سکندر ساڑھے دس سال کی عمر میں پہلی بار MIT کی دنیا کھوجنے گیا تھا ... ایک عجیب تجسس اور جوش و خروش کے ساتھ۔ MIT سے زیادہ اُسے اس بات پر ایکسائٹمنٹ ہورہی تھی کہ وہ کہیں اکیلا جارہا تھا... کسی بڑے کی طرح۔

اُسے گھر سے بھیجتے ہوئے اُن سب کا خیال تھا، وہ وہاں چند دن سے زیادہ نہیں رہ پائے گا... ایڈجسٹ نہیں ہوگا Home sick ...ہوجائے گا... اور واپس آنے کی ضد کرے گا... اُن کی توقعات بالکل غلط ثابت ہوئی تھیں ایسا بالکل نہیں ہوا تھا۔ حمین سکندر وقتی طور پر ہی سہی لیکن وہاں جاکر وہ سب کچھ بھول گیا تھا... وہ "دُنیا" تھی اور "دُنیا" نے اس ساڑھے دس سال کے بچّے کو بری طرح fascinate کیا تھا... اُس دنیا میں ذہانت واحد شناختی علامت تھی اور وہ بے حد ذہین تھا۔ وہاں سے واپس آتے ہوئے وہ اپنے ماں باپ کے لئے یہ خوش خبری بھی لایا تھا کہ SPLASH میں آنے والا دنیا کا ذہین ترین دماغ قرار دیا گیا تھا... 150 کی ذہانت رکھنے والے صرف چند بچوں میں سے ایک... جنھوں نے اس پروگرام کو اس شناخت کے ساتھ اٹینڈ کیا تھا... اور اپنی صلاحیتوں کے حساب سے اُن بچوں میں سرفہرست... حمین سکندر کو نہ صرف اُس کی ذہنی صلاحیتوں کی وجہ سے

سنگل آؤٹ کیا گیا تھا بلکہ MIT نے اُسے ان بچوں میں بھی سر فہرست رکھا تھا جن کی پرورش MIT مستقبل کے ذہین ترین دماغوں کی کھوج کے پروگرام کے تحت کرنا چاہتی تھی... اور حمین بے حد خوش تھا اس سب کے اغراض و مقاصد سے پوری طرح باخبر نہ ہونے کے باوجود وہ صرف اسی بات پر خوش تھا کہ اُسے اب بار بار MIT میں جانے کے مواقع ملنے والے تھے کیوں کہ اُس ادارے نے کچھ منتخب بچوں کے لئے ہر سال MIT کے کچھ پروگرامز میں شرکت اوپن کردی تھی یہ اُن بچوں کی ذہانت کو ایک tribute یا previlage تھی۔

"مجھے ہر سال وہاں جانا ہے۔" اس نے گھر آتے ہی کھانے پر ماں باپ کو اطلاع دی تھی جنہوں نے اُس کی بات کو زیادہ توجہ سے نہیں سنا تھا اگر کسی چیز پر سالار سکندر نے غور کیا تھا تو وہ یہ تھی کہ وہ اتنے دن اُن سے الگ رہنے کے باوجود بے حد خوش اور مطمئن تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"نہیں میں نے کسی کو miss نہیں کیا... میں نے وہاں بہت انجوائے کیا۔" اُس نے اپنی ازلی صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے امامہ کی ایک بات کے جواب میں اعلان کیا تھا اور وہ دونوں اسے دیکھ کر رہ گئے

تھے۔وہ بڑا ہوتا اور ایسی بات کرتا تو وہ زیادہ غور نہ کرتے لیکن وہ ایک بچہ تھا اور اگر کسی جگہ کے ماحول میں اس قدر مگن ہوگیا تھا کہ اسے اپنی فیملی بھی بھول گئی تھی اور وہ اپنے گھر اور گھر

والوں سے strong bonding ہونے کے باوجود انہیں بھول گیا تھا تو یہ کوئی بڑی حوصلہ افزا بات نہیں تھی اُن دونوں کے لئے۔

"آپ کو پتہ ہے بابا مجھے اگلے سال ڈھیر ساری previlages ملیں گی جب میں وہاں جاؤں گا پھر اُس سے اگلے سال اُس سے بھی زیادہ... پھر اُس سے اگلے سال اُس سے بھی زیادہ۔" وہ بے حد ایکسائٹمنٹ سے اُن دونوں کو بتارہا تھا جیسے وہ یہ پلان خود ہی کر کے آیا تھا کہ اُسے اب وہاں ہر سال جانا تھا۔

"آپ کو پتہ ہے میں MIT کے کسی بھی Summer program کے لئے اپلائی کروں تو مجھے enrolکرلیں گے وہ، اور مجھ سے کوئی فیس نہیں لیں گے بلکہ مجھے وہاں سب کچھ فری ملے گا۔" اُس کا خیال تھا اُس کے ماں باپ اس خبر پر اُس کی طرح ایکسائٹڈ ہوجائیں گے... وہ ایکسائٹڈ نہیں ہوئے تھے، وہ سوچ میں پڑگئے تھے۔

"تو بابا آپ مجھے ہر سال وہاں بھیجا کریں گے نا؟" اس نے بالآخر سالار سے کہا۔وہ جیسے آتے ہی جانے کی یقین دہانی چاہتا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اگلا سال بہت دور ہے حمین... جب اگلا سال آئے گا تو دیکھا جائے گا۔" سالار نے گول مول انداز میں اُس کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن ہمیں پلاننگ تو ابھی سے کرنی چاہیے نا۔" وہ حمین کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔وہ پہلی بار کام کو پلان کرنے کی بات کررہا تھا یہ اُس ننھے ذہن پر MIT کا پہلا اثر تھا۔

"میں نے سوچا ہے میں MIT سے ہی پڑھوں گا۔'' اس نے جیسے باپ کو بتایا تھا۔"بہت زیادہ" وہ دونوں اُس کی بات سے محفوظ ہوئے وہاں جانے سے پہلے تک وہ تعلیم میں دلچسپی نہ رکھنے کا اعلان کرتا رہتا تھا اور اُس کو یقین تھا دُنیا کا بڑا انسان وہ ہوتا ہے جو صرف ہائی سکول تک پڑھے اور بس... اور وہ چوں کہ خود بھی ایک بڑا انسان بننا چاہتا تھا تو وہ بھی صرف ہائی سکول تک ہی پڑھنا چاہتا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اور اُس کے بعد؟" سالار نے اُس سے پوچھا۔"اُس کے بعد میں نوبل جیتوں گا۔" اُس نے بے حد اطمینان سے کہا تھا یوں جیسے وہ spelling bee کی بات کررہا ہو۔وہ دونوں اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گئے۔

**

آپ کیا ڈھونڈ رہے ہیں پاپا؟" سالار نے بے حد نرمی سے سکندر عثمان سے پوچھا تھا وہ دو گھنٹے سے اُن کے پاس بیٹھا باتیں کرنے سے زیادہ اُن کی باتیں سن رہا تھا ان کی گفتگو میں اب الزائمر جھلکنے لگا تھا... وہ جملوں کے درمیان رک کر کسی لفظ کو یاد نہ آنے پر گڑبڑاتے اُلجھتے... جھلاتے... اور بھول جاتے... اور پھر وہ بات کرتے کرتے اٹھ کر کمرے میں ادھر ادھر جاتے ہوئے چیزیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے تھے یوں جیسے انہیں کسی چیز کی تلاش تھی۔سالار نے انہیں بالآخر ٹوک کر پوچھ ہی لیا تھا۔

"یہی رکھا تھا۔" انہوں نے سالار کے جواب میں کہا، وہ اپنے بیڈ کے سائیڈ ٹیبل کے پاس کھڑے تھے۔سالار بہت دور صوفہ پر بیٹھا ہوا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کیا؟" سالار نے کُریدا۔"ایک سگار باکس کامران نے بھیجا تھا وہی دکھانا چاہتا تھا تمہیں۔" انہوں نے بے حد ایکسائٹڈ انداز میں کہا اور ایک بار پھر تلاش شروع کردی۔سگار باکس چھوٹی چیز نہیں تھا وہ اس کے باوجود اُسے تکیے اٹھا اٹھا کر ڈھونڈ رہے تھے۔پتہ نہیں اُس وقت ان کے ذہن میں ڈھونڈنے والی چیز کی کوئی شکل بھی تھی یا نہیں۔وہ الزائمر کے اُس مریض کو پہلی بار اس حالت میں مرض کے اثرات کے ساتھ دیکھ رہا تھا...جو اُس کا باپ تھا۔

"شاید ملازم نے کہیں رکھا ہے... میں اُسے بلاتا ہوں۔" انہوں نے بالآخر تھک کے کہا تھا۔وہ اب واپس سالار کے پاس آکر بیٹھ گئے تھے اور انہوں نے اُسے آوازیں دینا شروع کردیں۔سالار نے اُنہیں ٹوکا۔

"پاپا انٹر کام ہے اس کے ذریعہ بلائیں۔" سالار نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا انٹر کام کا ریسیور اٹھاتے ہوئے باپ سے کہا۔

"اس سے وہ نہیں آتا۔" انہوں نے جواباً کہا اور دوبارہ اُسے آوازیں لگانے لگے وہ ایک ہی سانس میں جسے آوازیں دے رہے تھے اُن کے گھر اس وقت وہ ملازم موجود نہیں تھا، وہ چھٹی پر تھا اور سالار یہ جانتا تھا۔وہ اُن کا پرانا ملازم تھا، اُسے لگا اُسے باپ کی مدد کرنی چاہیے۔ملازم کو خود بلانا چاہیے۔

"نمبر بتادیں میں بلاتا ہوں اُسے۔" سالار نے سکندر عثمان کو ایک بار پھر ٹوکا تھا۔" نمبر نہیں پتہ، ٹھہرو میں فون سے دیتا ہوں تمہیں۔" انہوں نے اُس کی بات کے جواب میں کہا تھا اور پھر رکے بغیر اپنی جیبیں ٹٹولنے لگے... سالار عجیب کیفیت میں انٹر کام کا ریسیور ہاتھ میں لئے بیٹھا رہا... وہ

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سیل فون جسے اُس کا باپ تلاش کررہا تھا وہ سامنے میز پر پڑا تھا... وہ اُس سے انٹرکام کے نمبر کو، اپنے سیل فون کی یادداشت میں ڈھونڈنا چاہتا تھا... اور وہ انٹرکام پر اُس ملازم کا یک حرفی نمبر یاد نہیں رکھ پاتا تھا...وہ الزائمر کے جن کے ہاتھوں اپنے باپ کو زیر ہوتے دیکھ رہا تھا، تکلیف بڑا چھوٹا لفظ تھا اس کیفیت کے لئے جو اُس نے محسوس کی تھی۔وہ بہت عرصے کے بعد امامہ اور بچوں کے ساتھ دو ہفتے کے لئے پاکستان آیا تھا۔طیّبہ کی طبعیت ٹھیک نہیں تھی اور سالار اور اُس کی ملاقات کئی مہینوں سے نہیں ہوئی تھی اور اب وہ طیّبہ کے ہی بے حد اصرار پر بالآخر پاکستان آیا تھا اپنی فیملی کے ساتھ تو اپنے والدین کی حالت کو دیکھ کر بہت اپ سیٹ ہوا تھا۔خاص طور پر سکندر عثمان کو دیکھ کر۔

اُس نے انہیں ہمیشہ بے حد صحت مند اور چاق و چوبند دیکھا تھا۔وہ ایک مشین کی طرح کام کرتے رہے تھے ساری زندگی...اور کام اُن کی زندگی کی سب سے پسندیدہ تفریح تھی اور اب وہ بڑی حد تک گھر تک محدود ہوگئے تھے۔گھر میں سکندر عثمان اور نوکروں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

اسلام آباد میں ہی مقیم سالار کا بڑا بھائی اپنی فیملی کے ساتھ اپنے گھر میں رہتا تھا۔وہ سکندر عثمان اور طیّبہ کو اپنے ساتھ تو رکھنے پر تیّار تھا لیکن وہ اُس کے بیوی بچے سکندر عثمان کے اُس پرانے گھر میں شفٹ ہونے پر تیّار نہیں تھے اور طیّبہ اور سکندر عثمان اپنا گھر چھوڑ کر بیٹے کے گھر نہیں جانا

چاہتے تھے۔سالار سمیت سکندر کے تینوں بیٹے بیرونِ ملک تھے بیٹی کراچی... وہ گھر جو کسی زمانے میں افراد خانہ کی چہل پہل سے گونجتا تھا اب خالی ہوچکا تھا۔سالار پہلی بار سکندر عثمان کی بیماری کے انکشاف پر بھی بے حد اپ سیٹ ہوا تھا۔وہ انکشاف اُس پر اُس کی سرجری کے کئی مہینوں بعد ہوا تھا اور وہ بھی بے حد اتفاقی انداز میں جب سکندر عثمان اپنے ایک طبّی معائنے کے لئے امریکہ گئے تھے اور سالار کو اُن کی بیماری کی تفصیلات کا پتہ چلا تھا۔

"آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟" اُس نے سکندر عثمان سے شکایت کی تھی انہوں نے جواباً لاپروا انداز میں ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"کیا بتاتا یار... مجھے اپنی بیماری سے زیادہ تمہاری بیماری کا دُکھ ہے...میں 70 کا ہوچکا ہوں... کوئی بیماری ہو نہ ہو کتنا جیوں گا میں؟اور اس عمر میں الزائمر کے بغیر بھی کچھ یاد نہیں رہتا انسان کو۔" وہ اپنی بیماری کو معمول بنا کر پیش کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ایسے جیسے یہ کوئی چیز ہی نہیں تھی۔

اور اب وہی بیماری اُس کے سامنے اُس کے باپ کی یادداشت کو گُھن کی طرح کھانے لگی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

زندگی عجیب شے ہے، انسان اُس کے طویل ہونے کی دعا بھی کرتا ہے اور اس کی طوالت کے اثرات سے ڈرتا بھی ہے۔

سکندر عثمان ابھی تک سیل فون ڈھونڈتے جارہے تھے... سالار نے فون اُٹھا کر اپنے باپ کے ہاتھ میں دے دیا۔

"اوہ ... اچھا...ہاں... یہ رہا..." انہوں نے فون ہاتھ میں لیا پھر سوچنے لگے تھے کس لیے لیا تھا۔

"یہ فون کس لیے دیا ہے تم نے...؟ میں نے مانگا تھا کیا؟" وہ اب اُس سے پوچھ رہے تھے، کوئی چیز سالار کے حلق میں گولہ بن کر پھنسی۔

"نہیں ... بس میں دینا چاہ رہا تھا آپ کو۔" وہ کہتے ہوئے یک دم اُٹھ گیا۔وہ باپ کے سامنے رونا نہیں چاہتا تھا۔

"تم اتنی جلدی جارہے ہو... کیا اور نہیں بیٹھو گے؟" وہ جیسے مایوس ہوئے تھے۔"بیٹھوں گا... تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔" وہ اُن سے نظریں چراتا بھرّائی آواز میں کہتا ہوا وہاں سے نکل گیا تھا۔

اپنے بیڈ روم سے متصل باتھ روم میں باتھ ٹب کے کنارے بیٹھا وہ خود پر قابو نہیں رکھ سکا تھا۔وہ سکندر عثمان کے بے حد قریب تھا اور یہ قربت آج عجیب طرح سے اذیّت دے رہی تھی اُسے۔وہ اپنی زندگی کے ہنگاموں میں اتنا مصروف رہا تھا کہ اُس نے سکندر عثمان کی بگڑتی ہوئی ذہنی حالت کو نوٹس ہی نہیں کیا تھا... نوٹس تو تب کرتا جب وہ اُن سے باقاعدگی سے مل پاتا۔ SIF اُسے گرداب کی طرح الجھائے ہوئے تھا اُس کے پروجیکٹس نے اب اس کے پیروں کو پروں میں تبدیل کردیا تھا...وہ سفر میں رہتا تھا... چار پانچ سال میں SIF دنیا کی بڑی فنانشل مارکیٹس میں ایک شناخت بنارہا تھا... بے حد منفرد انداز میں تیز رفتار ترقی کے ساتھ... کام کی اس رفتار نے اُسے بہت سی چیزوں سے بے خبر بھی کیا تھا...وہاں بیٹھے ہوئے اُس نے اعتراف کیا تھا اور اب وہ حل ڈھونڈ رہا تھا اور حل ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل رہا تھا۔وہ دونوں اُن کے ساتھ مستقل امریکہ شفٹ ہونے پر کبھی تیار نہیں ہوتے، سالار کو اس کا اندازہ تھا اور امریکہ چھوڑ کر اُن کے پاس مستقل آجانا سالار کے لئے ممکن نہیں تھا...اس کے باوجود حل سامنے تھا... بے حد مشکل تھا لیکن موجود تھا

"امامہ تم بچوں کے ساتھ پاکستان شفٹ ہوجاؤ۔" اُس رات اُس نے بالآخر انتظار کیے بغیر وہ حل امامہ کے سامنے پیش کردیا تھا۔امامہ کو اس کی بات سمجھ میں ہی نہیں آئی تھی۔

"کیا مطلب؟"""" میں چاہتا ہوں تم حمین، عنایہ اور رئیسہ کے ساتھ پاکستان آجاؤ... میرے پیرنٹس کو میری ضرورت ہے میں اُن کے پاس نہیں ٹھہر سکتا لیکن میں انہیں اس حالت میں اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتا... تم نے دیکھا ہے پاپا کو..." وہ بے حد رنجیدہ تھا۔

"ہم انہیں اپنے پاس رکھ سکتے ہیں وہاں امریکہ میں..." امامہ نے جیسے ایک تجویز پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔

"وہ یہ گھر نہیں چھوڑیں گے اور میں اس عمر میں انہیں اور اپ سیٹ کرنا نہیں چاہتا۔ تم لوگ یہاں شفٹ ہو جاؤ... میں آتا جاتا رہوں گا... جبریل ویسے بھی یونیورسٹی میں ہے، اُسے گھر کی ضرورت نہیں ہے اور میں تو امریکہ میں بھی سفر ہی کرتا رہتا ہوں زیادہ... مجھے وہاں فیملی کے ہونے نہ ہونے سے زیادہ فرق نہیں پڑتا۔" وہ اُس سے نظریں ملائے بغیر کہہ رہا تھا۔ امامہ اُس کا چہرہ دیکھتی رہی وہ سب کچھ اس طرح آسان بنا کر پیش کر رہا تھا جیسے یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا... دو منٹوں کا کام تھا جو کیا جا سکتا تھا۔

"تمہارے اپنے پیرنٹس بھی ہیں یہاں... وہ بھی بہت بوڑھے ہیں... تم یہاں رہو گی تو ان سب کی دیکھ بھال کرسکو گی..." وہ اُس سے کہہ رہا تھا۔امامہ نے کچھ خفگی سے اُس سے کہا۔

"تم یہ سب میرے پیرنٹس کے لئے نہیں کررہے سالار... اس لئے ان کا حوالہ نہ دو۔"

"تم ان کے بارے میں فکر مند نہیں ہوتی کیا؟ انہیں اس عمر میں دیکھ بھال کی ضرورت ہو گی... کوئی 24 گھنٹے ساتھ نہ رہے چند گھنٹے ہی رہے لیکن حال چال پوچھنے والا ہو۔"وہ کہہ رہا تھا۔اپنے پیرنٹس کی بات کرنے سے زیادہ اُس کے پیرنٹس کی بات کررہا تھا۔امامہ کو بُرا لگا... اُسے اس جذباتی بلیک میلنگ کی ضرورت نہیں تھی۔

"سالار اتنے سالوں میں کبھی پہلے تم نے میرے پیرنٹس کی دیکھ بھال کو ایشو بنا کر مجھے پاکستان میں رکھنے کی بات نہیں کی... آج بھی اُن کو ایشو نہ بناؤ۔" وہ کہے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"ہاں نہیں کی تھی کیوں کہ آج سے پہلے میں نے کبھی اپنے پیرنٹس کا یہ حال بھی نہیں دیکھا تھا۔"اُس نے جواباً کہا وہ قائل نہیں ہوئی۔

"مجھے جذباتی طور پر بلیک میل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اُس نے اسی انداز میں کہا تھا۔

"تم ان کے پاس رہنا نہیں چاہتی؟یہاں میرے گھر پر؟" سالار نے دو ٹوک انداز میں اُس سے پوچھا۔"میں تمہارے ساتھ بھی رہنا چاہتی ہوں۔"اُس نے جواباً کہا۔سالار نے اُس سے نظریں چُرالیں۔"اُن سب کو تمہاری ضرورت ہے امامہ۔" "اور تم؟ تمہیں میری ضرورت نہیں ہے؟" امامہ نے گلِہ کیا تھا "ان سب کے پاس زندگی کے زیادہ سال نہیں ہیں... میں یہ بوجھ اپنے ضمیر پر نہیں لینا چاہتا کہ میں نے زندگی کے آخری سالوں میں اپنے ماں باپ کی پروا نہیں کی۔" وہ کہہ رہا تھا وہ اُس سے کہہ نہیں سکی وہ اُس کے ساتھ بھی تو اسی لئے چپکی رہنا چاہتی تھی اُسے بھی تو اُس کی زندگی کا پتہ نہیں تھا... ڈاکٹرز نے کہا تھا 5-7 سال...زیادہ سے زیادہ دس سال...اور وہ اُسے اُس سے بھی پہلے اپنے سے الگ کررہا تھا۔وہ یہ ساری باتیں سوچنا ہی نہیں چاہتی تھی۔زندگی کے کسی بھیانک خواب کے بارے میں... مستقبل کے بُرے دنوں کے بارے میں... وہ فی الحال صرف حال کے بارے میں سوچنا چاہتی تھی... جو سامنے تھا... جو آج تھا... وہ اُسی میں جینا چاہتی تھی۔"تمہیں میری ضرورت ہے سالار... اکیلے تم کیسے رہو گے؟" وہ اُس سے کہہ رہی تھی۔" میں رہ لوں گا امامہ... تم جانتی ہو میں کام میں مصروف رہتا ہوں تو مجھے سب کچھ بھول جاتا ہے۔" یہ سچ تھا لیکن اُس کو نہیں کہنا چاہیے تھا۔امامہ ہرٹ ہوئی تھی وہ کچھ بول نہیں سکی اُس کی آنکھیں آنسوؤں سے

پل میں بھر گئی تھیں۔سالار اُس کے برابر صوفہ پر بیٹھا تھا اُس نے امامہ سے نظریں چُرانے کی کوشش کی تھی نہیں چرا سکا۔

"زندگی میں انسان صرف اپنی ضرورتوں کے بارے میں سوچتا رہے تو خود غرض ہو جاتا ہے۔" اُس نے امامہ کو جیسے وضاحت ایک فلاسفی میں لپیٹ کر پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔امامہ قائل نہیں ہوئی۔

"مجھے پتہ ہے تمہیں ضرورت نہیں ہے... نہ میری نہ بچوں کی...تمہارے لئے کام کافی ہے... کام تمہاری فیملی ہے، تمہاری تفریح بھی... لیکن میری زندگی میں تمہارے اور بچوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے... میرا کام اور تفریح صرف تم لوگ ہو۔"اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں گلہ بھی کیا، اُس کی بے حسی بھی بتائی، اپنی مجبوری بھی سنائی۔

"تم یہ نہیں سوچتے کہ تم ابھی انڈر ٹریٹمنٹ ہو تمہیں بھی کسی خیال رکھنے والے کی ضرورت ہے۔" وہ جیسے اُسے یاد دلا رہی تھی بیماری کا نام لئے بغیر کہ اُسے بھی تیمار دار کی ضرورت تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"پرانی بات ہوگئی امامہ... میں ٹھیک ہوں پانچ سال سے اس بیماری کے ساتھ زندگی گزار رہا ہوں... کچھ نہیں ہوتا مجھے۔" اس نے جیسے امامہ کے خدشات دیوار پر پڑھ کر بھی پھونک سے انہیں اڑایا تھا۔

"میں پاپا کو اس حال میں یہاں اس طرح نہیں چھوڑ سکتا نوکروں کے سر پر... میں حمین کو اُن کے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ لیکن میں حمین کو اکیلا یہاں نہیں رکھ سکتا اس لئے تمہاری ضرورت ہے اس گھر کو...تم اسے request سمجھو... خود غرضی یا پھر اصرار... لیکن میں چاہتا ہوں تم پاکستان آجاؤ... یہاں اس گھر میں۔" اس نے سالار کی آواز اور آنکھوں میں رنجیدگی دیکھی تھی۔

"میرے لئے تمہارے بغیر رہنا بے حد مشکل ہے... میں عادی ہوگیا ہوں تمہارا بچوں کا... گھر کے آرام کا... لیکن میرے ماں باپ کے بے حد احسانات ہیں ہم پر... صرف مجھ پر ہی نہیں ہم دونوں پر... میں اپنی comfort کو اُن کی comfort کے لئے چھوڑنے کا حوصلہ رکھتا ہوں... یہ فرض ہے مجھ پر۔" وہ جو کچھ اُس سے کہہ رہا تھا وہ مشورہ اور رائے نہیں تھی نہ ہی درخواست...وہ فیصلہ تھا جو وہ کرچکا تھا اور اب صرف اُسے سنا رہا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ اُس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی وہ غلط نہیں کہہ رہا تھا لیکن غلط وقت پر کہہ رہا تھا، وہ اُس سے قربانی مانگ رہا تھا لیکن بہت بڑی مانگ رہا تھا۔وہ کچھ بھی کہے بغیر اُس کے پاس سے اُٹھ گئی تھی۔وہ saintنہیں تھی لیکن یہ بات سالار کو سمجھ نہیں آتی تھی۔

*****

دو ہفتوں کے بعد امریکہ واپس جاتے ہوئے سالار نے سکندر عثمان کو اپنے فیصلے کے بارے میں بتایا تھا وہ خوش نہیں ہوئے تھے۔

"نہیں بے وقوفی کی بات ہے یہ... امامہ اور بچوں کو یہاں شفٹ کرنا..." انہوں نے فوری طور پر کہا تھا۔"ان کی سٹڈیز کا ہرج ہو گا اور یہاں کیوں لارہے ہو اُنہیں تُک کیا بنتی ہے؟" سالار نے انہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ اُن کے لئے کررہا تھا یہ سب۔

"بس پاپا... وہاں مشکل ہورہا ہے سب کچھ manage کرنا...مالی طور پر۔" اُس نے باپ سے جھوٹ بولا وہ انہیں زیرِ احسان کرنا نہیں چاہتا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"بہت زیادہ ہوتے جارہے ہیں وہاں اخراجات saving ...بالکل نہیں ہورہی... یہاں کچھ عرصہ رہیں گے تو تھوڑا بہت save کرلیں گے ہم۔" اُس نے بے حد روانی سے سکندر عثمان سے کہا۔

"لیکن تم تو کہہ رہے تھے SIF بہتکامیاب ہے... تمہاراپیکج بہت اچھا ہے۔" وہ کچھ متوحش ہوئے۔

"ہاں وہ تو بہت اچھا جارہا ہے اُس کے حوالے سے مسائل نہیں ہیں مجھے... لیکن بس savings نہیں ہوپارہی پھر بچیاں بڑی ہورہی ہیں میں چاہ رہا ہوں کچھ سال پاکستان میں رہیں اپنی ویلیوز کا پتہ ہو پھر لے جاؤں انہیں۔" اُس نے اپنے بہانے کو کچھ اضافی سہارے دیے۔سکندر عثمان ابھی بھی پوری طرح قائل نہیں ہوئے تھے۔

"تم اکیلے کیسے رہو گے سالار... تمہارا ابھی علاج ہورہا ہے...بیوی بچوں کے بغیر وہاں کون خیال رکھے گا تمہارا؟"وہ اپنی تشویش کا اظہار کررہے تھے۔

"میں سوچ رہا ہوں میرے پاس جو اکاؤنٹ میں کچھ رقم ہے وہ تمہیں دے دوں تاکہ تمہیں اگر کوئی فنانشل مسئلہ ہے تو..." سالار نے اُن کی بات کاٹ دی۔

"بس پاپا... اب نہیں..." اُس نے باپ کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔" اب اور کچھ نہیں... کتنا کریں گے آپ میرے لئے؟ مجھے بھی کچھ کرنے دیں... احسان نہیں کر سکتا تو حق ہی ادا کرنے دیں مجھے۔" اُس نے عجیب بے بسی سے باپ سے کہا۔

"مجھے تمہاری فکر رہے گی۔" سالار نے ایک بار پھر اُن کی بات کاٹتے ہوئے کہا " مجھے بھی آپ کی فکر رہتی ہے پاپا"...

"اس لئے رکھنا چاہتے ہو ان سب کو یہاں؟" سکندر عثمان جیسے بوجھ گئے تھے۔"آپ جو چاہے سمجھ لیں۔""" میں اور طیّبہ بالکل ٹھیک ہیں پرانے ملازم ہیں ہمارے پاس وفادار... سب ٹھیک ہے تم میری وجہ سے یہ مت کرو۔" وہ اب بھی تیّار نہیں تھے، اولاد پر انہوں نے ہمیشہ احسان کیا تھا احسان لینے کی عادت ہی نہیں تھی اُنہیں اور وہ بھی عمر کے اس حصّہ میں ... بے حد خواہش ہونے کے باوجود... مجبور ہونے کے باوجود... سکندر عثمان اولاد کو اپنی وجہ سے تکلیف میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔" میں ویسے بھی سوچتا ہوں فیکٹری جایا کروں کبھی کبھار... کام مکمّل طور پر چھوڑ دیا ہے اس لئے... زیادہ بھولنے لگا ہوں میں" وہ اپنے الزائمر کی شکل بدل رہے تھے۔

"تمہارے بیوی اور بچوں کو تمہارے پاس رہنا چاہیے سالار... تم زبردستی انہیں یہاں مت رکھو... میرے اور طیّبہ کے لئے بس۔" انہوں نے جیسے سالار کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"زبردستی نہیں رکھ رہا پاپا... اُن کی مرضی سے ہی رکھ رہا ہوں ... وہ یہاں آکر ہمیشہ خوش ہوتے رہیں ہیں اب بھی خوش ہوں گے"...



اُس نے باپ کو تسلّی دی تھی اُسے اندازہ بھی نہیں تھا باپ کا تجربہ کتنا درست ہونے والا تھا۔

*****

"میں پاکستان نہیں جاؤں گا۔" پاکستان شفٹ ہونے کی سب سے زیادہ مخالفت حمین سکندر کی طرف سے آئی تھی اور یہ مخالفت صرف سالار کے لئے ہی نہیں امامہ کے لئے بھی خلاف توقع تھی۔وہ ہمیشہ پاکستان جانے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا... دادا کے ساتھ اُس کی بنتی بھی بہت تھی اور وہ دادی کا لاڈلا بھی تھا... پاکستان میں اُسے بڑی attractions دکھتی تھیں اور اب یک بیک مستقل طور پر پاکستان جاکر رہنے پر سب سے زیادہ اعتراضات اُسی نے کیے تھے۔

"بیٹا دادا اور دادی بوڑھے ہوگئے ہیں تم نے دیکھا وہ بیمار بھی تھے... انہیں care کی ضرورت ہے۔" امامہ نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"اُن کے پاس servants ہیں وہ اُن کا اچھی طرح خیال رکھ سکتے ہیں۔" وہ بالکل قائل ہوئے بغیر بولا۔

"Servants اُن کی اچھی کیئر نہیں کرسکتے۔" امامہ نے جواباً کہا"آپ انہیں اولڈ ہوم بھیج دیں۔" وہ اُس معاشرے کا بچہ تھا اُسی معاشرے کا بے رحم لیکن عملی حل بتارہا تھا۔

"کل کو ہم بوڑھے ہوجائیں گے تو تم ہمیں بھی اولڈ ہوم میں بھیج دو گے۔" امامہ نے کچھ ناخوش ہوتے ہوئے اُس سے کہا۔

"آپ انہیں یہاں لے آئیں۔" حمین نے ماں کی خفگی کو محسوس کیا۔

"وہ یہاں نہیں آنا چاہتا وہ اپنا گھر نہیں چھوڑنا چاہتے۔" امامہ نے اُس سے کہا۔

"پھر ہم بھی اپنا گھر کیوں چھوڑیں؟ میں اپنا سکول کیوں چھوڑوں؟" وہ دنیا کے دس ذہین ترین دماغوں میں سے ایک تھا...غلط بات نہیں کہہ رہا تھا Rationally ...بات کررہا تھا... دماغ کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہوتا ہے۔وہ عقل سے سوچتا ہے دل سے نہیں۔

"یہ ہمارا گھر نہیں ہے حمین... کرائے کا ہے، ہم صرف یہاں رہ رہے ہیں اور جب ہم سب پاکستان چلے جائیں گے تو بابا اور جبریل اس گھر کو چھوڑدیں گے کیوں کہ انہیں اتنے بڑے گھر کی ضرورت نہیں ہوگی... جبریل ویسے بھی یونیورسٹی میں ہے... تمہارے بابا نیویارک شفٹ ہونا چاہتے ہیں۔" امامہ اُسے کہتی چلی گئی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"جبریل پاکستان نہیں جائے گا؟" حمین نے پوچھا۔

"نہیں تمہارے بابا اُسے اس لئے پاکستان بھیجنا نہیں چاہتے کیوں کہ وہ یونیورسٹی میں ہے اُس کی سٹڈیز متاثر ہوں گی۔" امامہ نے اُسے سمجھایا۔

"میری بھی تو ہوں گی، مجھے بھی ہر سال MIT جانا ہے، میں کیسے جاؤں گا۔" وہ خفا ہوا تھا اور بے چین بھی اُسے اپنا سمر پروگرام خطرے میں پڑتا دِکھا تھا۔

"تم ابھی سکول میں ہو... جبریل یونیورسٹی میں ہے... اور پاکستان میں بہت اچھے سکولز ہیں تم cover کرلوگے سب کچھ... جبریل نہیں کرسکے گا اُسے آگے میڈیسن پڑھنی ہے..." امامہ اُسے logic دینے کی کوشش کررہی تھی جو حمین کے دماغ میں نہیں بیٹھ رہی تھی۔

"That's not fair Mummy" حمین نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

"اگر جبریل پاکستان نہیں جائے گا تو میں بھی نہیں جاؤں گا... مجھے MIT جانا ہے۔" وہ واضح طور پر بغاوت کررہا تھا۔

"ٹھیک ہے تم مت جاؤ... میں عنایہ اور رئیسہ چلے جاتے ہیں تم یہاں رہنا اپنے بابا کے پاس..." امامہ نے یک دم اُس سے بحث کرنا بند کردیا تھا۔

"یہ تمہارے بابا کا حکم ہے اور ہم سب اس کو مانیں گے... تم disobey کرنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی میں مجبور نہیں کروں گی۔"

امامہ کہتے ہوئے وہاں سے اُٹھ کر چلی گئی تھی۔دُنیا کے وہ دو بہترین دماغ ایک دوسرے کے بالمقابل آگئے تھے۔

"تم پاکستان نہیں جانا چاہتے حمین؟" اُس رات سالار نے حمین کو بٹھا کر پوچھا تھا۔امامہ نے اُسے ڈنر سے کچھ دیر پہلے اس کے انکار کے بارے میں بتایا تھا۔

"نہیں۔" حمین نے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوئے کہا تھا۔"اور کوئی بھی جانا نہیں چاہتا۔" اُس نے مزید تبصرہ کیا۔"میں کسی اور کی نہیں صرف تمہاری بات کررہا ہوں۔" سالار نے اُسے ٹوک دیا، حمین سر جھکائے چند لمحے خاموش بیٹھا رہا پھر اُس نے سر اُٹھا کر باپ کو دیکھا اور نفی میں سر ہلا دیا۔

"وجہ؟" سالار نے اُسی انداز میں کہا۔

"بہت ساری ہیں۔" اُس نے بے حد مستحکم انداز میں باپ کو جواب دیا۔

"کسی بھی کام کو کرنے یا نہ کرنے کی صرف ایک وجہ ہوتی ہے، باقی سب بہانے ہوتے ہیں اس لئے تم صرف وجہ بتاؤ بہانے نہیں۔" سالار نے اپنے گیارہ سالہ بیٹے کے ذخیرۂ الفاظ کی ہوا نکالتے ہوئے کہا۔ حمین اس میٹنگ کے لئے پہلے سے تیّار تھا اور وجوہات کو جمع کرنے پر بھی اچھا خاصا وقت صرف کرچکا تھا۔ باپ نے جیسے انگلی سے پکڑ کر دوبارہ زیرو پر کھڑا کر دیا تھا۔

"میں پاکستان میں adjust نہیں ہوسکتا۔" حمین نے بالآخر وہ ایک وجہ تلاش کر کے پیش کی۔ "اگر تم کانگو میں adjust ہوسکتے ہو تو پاکستان میں بھی ہوجاؤ گے... افریقہ سے زیادہ برا نہیں" سالار نے اُسی انداز میں کہا "تب میں چھوٹا تھا" حمین نے مدافعانہ انداز میں کہا۔

"تم اب بھی چھوٹے ہی ہو۔" سالار نے بات کاٹی۔ "لیکن میں بڑا ہورہا ہوں۔" حمین نے جیسے اعتراض کیا "اُس میں کافی time لگے گا... تمہارے لئے کم از کم پچیس سال۔" سالار نے بے حد سنجیدگی سے اُسے tease کیا وہ باپ کو دیکھ کر رہ گیا۔

"I am serious Baba"اُس نے سالار کی بات سے محفوظ ہوئے بغیر کہا"میں پاکستان نہیں جانا چاہتا۔ " It's not a good ideа for Mummy either وہ کسی بڑے کی طرح باپ کے فیصلے پر تبصرہ کررہا تھا۔

سالار خاموشی سے اُس کی بات سُن رہا تھا۔

"مجھے یہاں تعلیم حاصل کرنی ہے۔۔میں وہاں holidays پر جاسکتا ہوں ہمیشہ کے لئے نہیں۔" وہ بالکل امریکی انداز میں بے حد صاف گوئی سے باپ کو بتا رہا تھا کہ وہ کیا کرسکتا تھا اور کیا نہیں۔

"چند سالوں کی بات ہے حمین اُس کے بعد تم بھی اس قابل ہوجاؤ گے کہ امریکہ میں واپس آکر کہیں بھی پڑھ سکو۔" سالار نے اُس کی بات کے جواب میں کہا، وہ گیارہ سال کا بچّہ باپ کو بے حد مدلّل دلائل دینے کی کوشش کررہا تھا۔

"چند سال سے بہت فرق پڑتا ہے۔ایک سال سے بھی بہت فرق پڑتا ہے۔" اُس نے سالار کی بات کے جواب میں کہا۔

"تو تم یہ قربانی نہیں دو گے؟" سالار نے اس بار بات بدلی۔"جبریل بھی تو دے سکتا ہے قربانی... آپ بھی تو دے سکتے ہیں... میں ہی کیوں؟" اُس نے جواباً اُسی انداز میں کہا۔

دنیا کے بڑے بڑے اداروں کے برابر ہو کے ان کے سامنے بیٹھ کر اُن سے financial deals کرنا اور بات تھی...اُن کے سوالات اور اعتراضات کے انبار کو سمیٹنا آسان کام تھا...اپنے گیارہ سال کے بیٹے کو اس بات پر قائل کرنا زیادہ مشکل تھا کہ وہ وہ قربانی کیوں دے جو اُس کا بھائی نہیں دے رہا تھا...اُس کا باپ بھی نہیں دے رہا تھا... پھر وہ کیوں؟

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اور اس کیوں کا جواب فارمولوں اور equations میں نہیں ملتا تھا، صرف اُن اخلاقی اقدار میں ملتا تھا جن سے اُس نے اپنی اولاد کی تربیت کی تھی لیکن اس کے باوجود اُس کی اولاد اُس سے یہ سوال کر رہی تھی۔

"تم جانتے ہو تمہارے دادا کو الزائمر ہے، وہ بہت بوڑھے ہوچکے ہیں اور انہیں ضرورت ہے کہ کوئی ان کے پاس ہو... تم سے انہیں زیادہ محبت ہے اس لئے میں چاہتا تھا تم اُن کے پاس رہو۔" سالار نے جیسے وہ جواب ڈھونڈنا شروع کیے جن سے وہ اسے سمجھا پاتا۔

"ویسے بھی جب تمہاری ممی، عنایہ اور رئیسہ کے ساتھ یہاں سے چلی جائیں گی تو تم یہاں کس کے پاس رہو گے؟ گھر میں تمہاری دیکھ بھال کے لئے کوئی نہیں ہوگا۔" سالار نے کہنا شروع کیا۔

"I can take care of myself" حمین نے باپ کی بات ختم ہونے پر کہا تھا۔ "میں اتنا چھوٹا نہیں ہوں بابا... میں اکیلا رہ سکتا ہوں۔ آپ مجھے بورڈنگ میں بھی رکھ سکتے ہیں یا پھر میں کسی relative کے پاس بھی رہ سکتا ہوں۔" اُس نے سالار کے سامنے ایک کے بعد ایک solutions رکھنا شروع کیا۔

"اُن میں سے ایک بھی option میرے لئے قابلِ قبول نہیں ہے، تمہیں سب کے ساتھ پاکستان جانا ہے۔" سالار نے دو ٹوک انداز میں اُس سے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"آپ مجھ میں اور جبریل میں فرق کیوں کرتے ہیں بابا؟" اُس کے اگلے جملے نے سالار کا دماغ گھما کر رکھ دیا تھا۔اس نے اپنے گیارہ سالہ بیٹے کا چہرہ دیکھا جس نے زندگی میں پہلی بار اُس سے ایسا سوال یا ایسی شکایت کی تھی۔"فرق...؟تم اس فرق کو define کرسکتے ہو؟" سالار پہلے سے بھی زیادہ سنجیدہ ہوگیا تھا۔وہ سمجھتا تھا اُسے پانچ منٹ لگنے والے تھے زیادہ سے زیادہ اُسے سمجھانے میں اور اب جیسے یہ ایک پینڈورہ باکس ہی کھلنے لگا تھا۔

"آپ جبریل کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں۔" اگلا تبصرہ پہلے سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ دیکھتے رہے پھر کچھ دیر بعد سالار نے اُس سے کہا۔

"اور میں اُسے کیوں بہتر سمجھتا ہوں؟" وہ جیسے اُس کے اس الزام کی بھی وضاحت چاہتا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کیوں کہ وہ حافظِ قرآن ہے... میں نہیں ہوں۔" بے حد روانی سے کہے گئے اس جملے نے سالار کو فریز کیا تھا... وہ واقعی پینڈورہ باکس ہی کھول بیٹھا تھا لیکن بہت غلط حوالے سے۔

وہ باغی نہیں تھا... نہ ہی بدتمیز نہ ہی بدلحاظ، لیکن وہ جو سوچتا اور محسوس کرتا تھا وہ کہہ دیتا تھا۔ زندگی میں پہلی بار سالار کو لگا وہ سکندر عثمان تھا اور اپنے سامنے آن بیٹھا تھا... لاجواب... بے بس... تاریخ یقیناً اپنے آپ کو دہراتی تھی لیکن اپنی مرضی کے وقت پر۔

"تمہیں جبریل برا لگتا ہے؟" سالار نے بے حد مدہم آواز میں اُس سے پوچھا۔ "He is my only brother... مجھے وہ کیسے بُرا لگ سکتا ہے، لیکن مجھے آپ لوگوں کا یہ attitude اچھا نہیں لگتا..."

حمین کو یہ شکایت کب سے ہونی شروع ہوئی تھی اُس کا اندازہ سالار کو نہیں ہوا۔ لیکن وہ اس وقت وہاں عجیب سی کیفیت میں بیٹھا ہوا تھا۔

"ایسا نہیں ہے حمین۔" اُس نے بالآخر حمین سے کہا وہ اپنے سلیپنگ سوٹ کے پاجامے کو گھٹنے سے رگڑ رہا تھا جیسے اُس میں سوراخ ہی کردینا چاہتا ہو۔

"بابا... میں آجاؤں؟" وہ جبریل تھا جو دروازے پر دستک دے کر اندر داخل ہوا تھا... گفتگو کے عجیب مرحلے پر وہ اندر آیا تھا۔ سالار اور حمین دونوں ہی اپنی اپنی جگہ پر کچھ جزبز ہوئے تھے۔

"ہاں آجاؤ۔" سالار نے اُس سے کہا، وہ اندر آکر حمین کے برابر میں صوفہ پر بیٹھ گیا پھر اُس نے ایک نظر حمین کو دیکھا جو اُس سے نظریں نہیں ملا رہا تھا پھر اُس نے باپ سے کہا۔

"دادا کے پاس میں پاکستان چلاجاتا ہوں... میں زیادہ اچھے طریقے سے اُن کی دیکھ بھال کرسکوں گا" کمرے میں عجیب خاموشی چھائی تھی نہ سالار کچھ کہہ سکا، نہ حمین کچھ بول سکا تھا۔اُن دونوں کی آواز زیادہ اونچی نہیں تھی لیکن جبریل پھر بھی یقیناً یہ گفتگو سُن کر ہی آیاتھا۔

"ممی اور حمین یہیں رہیں آپ کے پاس... میں اکیلے بھی اُن کو سنبھال سکتا ہوں۔" وہ ہمیشہ کی طرح مدہم مستحکم آواز میں کہہ رہا تھا۔

"پاکستان میں ویسے بھی میڈیسن کی تعلیم کے لئے کم وقت لگتاہے۔یونیورسٹی کا سال ضائع ہونے سے بھی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ اتنے آرام سے کہہ رہا تھا جیسے یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا... جبریل ایسا ہی تھا، کسی panic کے بغیر مسئلے کا حل نکالنے والا۔

"میں تم سے بعد میں بات کروں گا جبریل۔"سالار نے اُسے درمیان میں ہی ٹوک دیا۔

"میں گھر میں سب سے بڑا ہوں بابا... میری ذمّہ داری سب سے زیادہ ہے... حمین کو آپ یہیں رہنے دیں اور مجھے جانے دیں... اور میں یہ سب بہت خوشی سے کہہ رہا ہوں، مجھے کوئی خفگی نہیں ہے۔" جبریل نے سالار کے ٹوکنے کے باوجود اُس سے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

اُس کے کمرے سے جانے کے بعد بھی سالاراور حمین خاموش ہی بیٹھے رہے تھے وہ بے حد awkwardصورت حال تھی جس کا سامنا ان دونوں نے چند لمحے پہلے کیا تھا۔

"میرے اور امامہ کے لئے تم میں اور جبریل میں کوئی فرق نہیں...اُسے قرآن پاک حفظ کرنے کے لئے عزت دیتے ہیں لیکن تم تینوں پر اُسے برتری نہیں دیتے اس لئے یہ کبھی مت سمجھنا کہ ہم دونوں تم چاروں میں کوئی تفریق کریں گے۔" سالار نے بہت لمبی خاموشی کے بعد اُس سے کہنا شروع کیا تھا۔

"تمہارے دادا میری ذمّہ داری ہیں اور میرا خیال تھا میں اپنی ذمّہ داری تمہارے اور جبریل کے ساتھ بانٹ سکتا تھا... اس لئے یہ کوشش کی... لیکن تم پر زبردستی نہیں کروں گا میں... تم نہیں جانا

چاہتے، مت جاؤ۔" سالار اُس سے کہتے ہوئے اٹھ کر چلا گیا، حمین وہیں بیٹھا رہا... سر جھکائے... خاموش...سوچتے ہوئے۔

"I hope you are not upset with me" جبریل سٹڈی ٹیبل پر بیٹھا پڑھ رہا تھا جب اُس نے کمرے کا دروازہ کھلتے اور حمین کو اندر آتے دیکھا۔ دونوں کے درمیان خاموش نظروں کا تبادلہ ہوا پھر جبریل دوبارہ اپنی کتاب کی طرف متوجہ ہوگیا۔ حمین بستر پر جاکر لیٹا اُسے دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے بالآخر اُسے مخاطب کیا تھا۔

"Upset?" جبریل نے پلٹ کر اُسے کچھ حیرانی سے دیکھا تھا "کیوں؟" حمین اُٹھ کر بیٹھ گیا بڑے محتاط انداز میں اُس نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"تم نے ہماری باتیں سُنی تھیں؟" وہ کچھ بھی کہنے سے پہلے جیسے تصدیق چاہتا تھا۔ ایک لمحہ کے لیے جبریل اُسے دیکھتا رہا، پھر اُس نے سر ہلاتے ہوئے کہا "ہاں" حمین کے تاثرات بدلے۔ ہلکی شرمندگی نے اُسے جیسے کچھ اور defensive کیا تھا۔

"اسی لئے پوچھ رہا تھا تم مجھ سے خفا تو نہیں ہو نا؟" حمین نے اب اپنے جملے کو ذرا سا بدلا۔ "نہیں" جبریل نے اُسی انداز میں کہا۔ حمین اپنے بستر سے اُٹھ کر اُس کے قریب آکر کھڑا ہوگیا۔ "لیکن

مجھے مایوسی ضرور ہوئی۔" جبریل نے اُس کے قریب آنے پر جیسے اپنے جملے کو مکمّل کیا۔ حمین اب سٹڈی ٹیبل سے پشت ٹکائے کھڑا تھا۔

"I didn't mean that... تم میرے بھائی ہو اور میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں I Trust me... have nothing against you..." حمین نے جیسے اُسے صفائی دینے کی کوشش کی۔

"I know it...." جبریل نے نرمی سے اُسے ٹوکا اور اُس کا بازو ہلکے سے تھپتھپایا "لیکن تمہیں بابا سے ایسی بات نہیں کرنی چاہیے تھی ...He must have been shocked..." جبریل اب اُسے سمجھا رہا تھا۔ "تم واقعی سمجھتے ہو کہ وہ مجھے تم سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں... فرق کرتے ہیں؟" وہ اُس سے کہہ رہا تھا "جبکہ مجھے لگتا تھا وہ تمہیں زیادہ importance دیتے ہیں۔" جبریل نے جواباً اُسے کہا تھا... "کافی سال ایسے ہی لگتا رہا..." جبریل نے جیسے بات ادھوری چھوڑی، حمین نے کچھ تجسس سے کریدا "پھر؟" "پھر میں بڑا ہو گیا۔" وہ مسکرایا تھا "...And I realized... کہ ایسا نہیں ہے۔" وہ کہہ رہا تھا "کچھ qualities کو وہ مجھ میں زیادہ پسند کرتے ہیں کچھ تم میں، لیکن انہوں نے ہم دونوں میں کبھی فرق نہیں کیا، اگر کیا بھی ہو گا تو اُس کی کوئی وجہ ہو گی۔" وہ اُس کا بڑا بھائی تھا اور بڑے بھائی ہی کی طرح اُسے سمجھا رہا تھا۔ حمین خاموشی سے بات سُن رہا تھا۔ جب اُس نے بات ختم کی تو حمین نے اُس سے کہا۔

"میں یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنی یونیورسٹی چھوڑ کر پاکستان جاؤ... میں اتنا selfish نہیں ہوں..." وہ جیسے اُسے صفائی دینے کی کوشش کررہا تھا "I just want to stay here" اُس نے جبریل سے کہا تھا۔

"تمہیں کوئی selfish سمجھ بھی نہیں رہا حمین ... تمہاری چوائس کی بات ہے اور بابا اس لئے تمہیں سمجھانے کی کوشش کررہے تھے کیوں کہ تم چھوٹے ہو اور یہاں تم اکیلے نہیں رہ سکتے... بابا بہت بزی ہیں، کئی بار کئی کئی دن گھر نہیں آپاتے... تم اکیلے کیسے رہوگے اُن کے ساتھ... صرف اس لئے تمہیں پاکستان بھیجنا چاہتے تھے وہ..." اُس نے جبریل کی بات کاٹ دی اور بے حد ہلکی لیکن مستحکم آواز میں اُس سے کہا۔ "I don't want you to go to Pakistan... تمہاری سٹڈیز متاثر ہوں گی... میں چلا جاؤں گا...حالانکہ میں خوش نہیں ہوں لیکن مجھے لگتا ہے میں سب کو ناراض کر کے یہاں stay نہیں کرسکتا۔" وہ کہتے ہوئے اپنے بستر کی طرف چلا گیا۔جبریل کو لگا وہ کچھ اُلجھا ہوا تھا... جبریل اُسے لیٹتے ہوئے دیکھتا رہا پھر اُس نے حمین سے کہا۔

"چند سالوں کی بات ہے حمین... پھر بابا تمہیں بھی واپس امریکہ بلا لیں گے You can pursue... your dreams..." جبریل نے جیسے اُسے تسلّی دینے کی کوشش کی۔

"I don't dream much..." اُس نے جواباً چادر اپنے اوپر کھینچتے ہوئے کہا تھا... جبریل اُسے دیکھ کر رہ گیا... حمین کے دماغ میں کیا تھا اُسے بوجھنا بڑا مشکل تھا، صرف دوسروں کے لئے ہی نہیں، شاید اُس کے اپنے لئے بھی۔

جبریل ایک بار پھر اپنی سٹڈی ٹیبل پر پڑھنے بیٹھ گیا تھا وہ اُس ویک اینڈ پر گھر آیا ہوا تھا اب اُسے کل پھر واپس جانا تھا ، اُس کا اگلا سمسٹر شروع ہونے والا تھا۔

"Who will stay with Baba?" کاغذ پر کچھ لکھتے ہوئے اُس کا ہاتھ رُک گیا... جبریل نے پلٹ کر ایک بار پھر بستر پر لیٹتے ہوئے حمین کو دیکھا، اُس نے تقریباً دس منٹ بعد اُسے مخاطب کیا تھا جب وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ سوچکا تھا۔اور اُس کے سوال نے کسی کرنٹ کی طرح اُسے جیسے حمین کی سوچ تک رسائی دی تھی۔وہ واقعی بے حد گہرا تھا...یہ MIT نہیں تھی... امریکہ نہیں تھا... جو حمین کو واپس جانے سے کھینچ رہا تھا... یہ سالار سکندر کی بیماری تھی جس نے حمین کو اُسے اکیلا چھوڑ دینے پر متوحش کیا تھا۔

وہ وہاں باپ کے پاس رُکنا چاہتا تھا... بغیر اُسے یہ بتائے کہ وہ اُس کی وجہ سے وہاں رہنا چاہتا تھا... کیوں کہ وہ اُس کے بارے میں فکرمند تھا... بالکل اُسی طرح جیسے سالار سکندر اپنے باپ کے بارے میں فکرمند تھا، لیکن اُسے یہ بتانا نہیں چاہتا تھا...

"تم بابا کی وجہ سے رُکنا چاہتے ہو؟" جبریل نے جیسے اُس کا راز افشا کردیا تھا۔ حمین کے چادر سے ڈھکے وجود میں حرکت ہوئی... شاید اپنے دل کا بھید یوں فاش ہوجانے کی توقع نہیں تھی اُسے... لیکن اُس نے جواب نہیں تھا... اُس نے چادر بھی اپنے چہرے سے نہیں ہٹائی... جبریل پھر بھی اُسے دیکھتا رہا۔

حمین سکندر ایک خرگوش کی طرح سُرنگیں بنانے کا ماہر تھا... پلک جھپکنے میں کیا کیا کھود کر کہاں سے کہاں پہنچنے کا شوقین... وہ پلک جھپکتے میں دل سے نکلتا تھا وہ لمحہ بھر میں دل میں واپس آنکلتا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

جبریل سکندر اپنے اُس چھوٹے بھائی کو دیکھتا رہا جس کی اُسے اکثر سمجھ نہیں آتی تھی اور جب آتی تھی تو اُسے اپنی سمجھ بوجھ پر شک ہونے لگتا تھا۔

******

"تم سب لوگ جارہے ہو؟" بار بار پوچھنے اور اس کا جواب عنایہ سے ہاں میں ملنے کے باوجود ایرک کو یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ ممکن تھا اور کبھی ہوسکتا تھا۔

"لیکن کیوں؟" اگلا سوال کرنے کا خیال اُسے بڑی دیر بعد آیا تھا حالانکہ عنایہ اُس سوال سے پہلے اس کا بھی جواب دے چکی تھی۔

"بابا چاہتے ہیں ہم کچھ سال دادا دادی کے پاس رہیں... وہ اکیلے ہیں پاکستان میں۔" عنایہ سے ہمیشہ کی طرح بڑے تحمل سے اس کے اس سوال کا جواب ایک بار پھر دہرایا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"چند سال؟ کتنے سال؟" ایرک بے حد ڈسٹربڈ تھا۔"پتہ نہیں..." عنایہ نے جواب دیا اور اُسے واقعی اس سوال کا جواب نہیں پتہ تھا۔

"لیکن یہ گھر کیوں چھوڑ رہے ہو تم لوگ؟ تمہارے فادر اور جبرل تو نہیں جا رہے؟" ایرک نے اُسی انداز میں کہا تھا۔

"بابا نیویارک شفٹ ہو رہے ہیں جبریل ویسے ہی یونیورسٹی میں ہے... اتنا بڑا گھر ہماری ضرورت نہیں رہا اب۔" عنایہ نے دہرایا۔ لیکن تم پریشان مت ہو... ہم لوگ امریکہ تو آتے جاتے رہیں گے... اور تم پاکستان آسکتے ہو... جب بھی تمہارا دل چاہے۔" عنایہ کو اندازہ تھا اُس کی اپنی فیملی کے ساتھ جذباتی وابستگی کا... وہ اُن کے بغیر اکیلا رہ جانے والا تھا۔

وہ دونوں اس وقت سکول کے گراؤنڈ کے ایک بینچ پر بریک کے دوران بیٹھے ہوئے تھے... ایرک نے اُس کی باتوں کے جواب میں کچھ بھی نہیں کہا تھا، وہ بس خاموش بیٹھا رہا تھا یوں جیسے اُس shock کو digest کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو عنایہ کے انکشاف نے اُسے دیا تھا۔

"کیا میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاسکتا؟" ایک لمبی خاموشی کے بعد ایرک نے بالآخر اُس سے کہا۔ سوال نے عنایہ کو مشکل میں ڈال دیا۔ جواب وہ جانتی تھی لیکن دے نہیں سکتی تھی۔

"تمہاری ممّی اور فیملی کو تمہاری ضرورت ہے، تم اُنہیں چھوڑ کر ہمارے ساتھ کیسے جاسکتے ہو؟" عنایہ نے اپنے انکار کو بے حد مناسب الفاظ میں اُس تک پہنچایا تھا۔

"ممّی کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا... میں اُن سے اجازت لے سکتا ہوں... کیا تم لوگ مجھے اپنے ساتھ رکھ سکتے ہو؟" ایک اور سوال آیا... عنایہ ایک بار پھر وہیں کھڑی ہو گئی۔

"ایرک میں نہیں جانتی... میں ممّی اور بابا سے پوچھ سکتی ہوں لیکن اپنی فیملی کو اس طرح چھوڑ کر ایک دوسری فیملی کے ساتھ جانا ٹھیک نہیں ہے۔" عنایہ نے کہا تھا۔وہ 13 سال کی تھی اُسے بڑوں کی طرح نہیں سمجھا سکتی تھی پھر بھی اُس نے کوشش کی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ایرک اُس کی بات پر خاموش رہا پھر اُس نے کہا

"چند سالوں تک میں ویسے ہی یونیورسٹی چلا جاؤں گا... گھر سے تو ویسے بھی جانا ہی ہو گا مجھے۔" اُس نے سوچے سمجھے بغیر کہا۔

"پھر تو اور بھی ضروری ہے کہ یہ وقت تم اپنی فیملی کے ساتھ گزارو۔" عنایہ نے اُسی نرم لہجے میں کہا۔

"میں اپنے آپ کو تمہاری فیملی کا حصّہ سمجھتا ہوں، کیا تم لوگ ایسا نہیں سمجھتے؟" ایرک نے جواباً اُس سے کہا اور جیسے پھر سے اُسے مشکل میں ڈالا۔

"میں ممّی سے بات کروں گی ایرک۔" عنایہ نے اس argument سے نکلنے کے لئے جیسے ایک حل تلاش کیا۔

"اگر تم لوگ چلے گئے تو میرا گھر ایک بار پھر سے ٹوٹ جائے گا۔" ایرک نے اُس سے کہا "میرے پاس کوئی ایسی جگہ نہیں رہے گی جہاں میں جاسکوں۔" اُس نے جیسے منّت والے انداز میں کہا تھا یوں جیسے یہ سب عنایہ کے ہاتھ میں تھا، وہ چاہتی تو سب کُچھ رک جاتا۔

عنایہ کا دل بُری طرح پسیجا تھا۔

"ایسے مت کہو ایرک... دور جانے سے یہ تھوڑی ہوتا ہے کہ تمہارے ساتھ ہمارا تعلق بھی ختم ہوجائے گا، ہم لوگ ملتے رہیں گے... بات بھی کریں گے Emails بھی... چھٹیوں میں تم ہمارے پاس پاکستان آسکتے ہو... اور ہم یہاں امریکہ... کچھ بھی ختم ہونے نہیں جارہا۔" عنایہ نے اُسے تسلّی دینے کی کوشش کی، یہ جانتے ہوئے بھی کہ ایرک ٹھیک کہہ رہا تھا... فاصلہ دیو ہوتا ہے، سارے تعلق کھاجاتا ہے... پیار کا، دل کا ، دوستی کا، رشتوں کا۔

"اگر وہ سب نہیں رک سکتے تو تم رُک جاؤ۔" ایرک نے یک دم اُس سے کہا، وہ بُری طرح گڑبڑائی۔

"میں کیسے رُک سکتی ہوں... پہلے ہی حمین ضد کررہا ہے... اور اُس کی بات کوئی نہیں مان رہا اور مجھے تو کوئی اعتراض بھی نہیں ہے... میں ممّی کی help کرنا چاہتی ہوں دادا دادی کا خیال رکھنے میں۔" اُس نے ایرک سے کہا تھا، وہ بے اختیار اُس سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن رُک گیا۔اتنے سال عنایہ کے ساتھ پڑھنے اُس کے ساتھ دوستی اور تقریباً ہر روز اُس کے گھر جانے کے باوجود اُن کے درمیان ایسی بے تکلفی نہیں تھی کہ وہ اُسے کچھ بھی کہہ دیتا یا کہہ سکتا۔عنایہ سکندر کا وہ رکھ رکھاؤ ماں باپ کی طرف سے genes میں آیا تھا یا خاندانی تربیت تھی، لیکن یہ جس بھی وجہ سے تھا اس نے عنایہ سکندر کو ہمیشہ اپنی کلاس کے لڑکوں کے لئے enigmatic رکھا تھا اور ایرک کے

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

لئے ...fantasy وہ جس معاشرے میں پل بڑھ رہے تھے وہاں "I love you" ہیلو ہائے جیسی چیز بن کر رہ گئی تھی... کوئی بھی کسی سے بھی کبھی بھی کہہ سکتا تھا اور سننے کے لئے تیّار رہتا تھا۔نہ یہ بُری چیز سمجھی جاتی تھی نہ بُرا بنادینے والی چیز... اس کے باوجود ایرک کو جھجک تھی اُسے لگتا تھا وہ اگر کبھی عنایہ سے اپنی محبّت کا اظہار اس طرح کرے گا تو وہ ناراض ہوجائے گی اور پھر شاید اس گھر میں اُس کا داخلہ ہی بند ہوجائے گا۔اور پھر اس نے امامہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایسی کوئی بات عنایہ سے نہیں کہے گا جب تک وہ بڑا نہیں ہوجاتا، زندگی میں کچھ بن نہیں جاتا... اور ایرک اب اچانک اپنے آپ کو ایک مخمصے میں پارہا تھا... وہ اب جارہی تھی... شاید ہمیشہ کے لئے... اور پتہ نہیں وہ لوگ دوبارہ کبھی مل بھی پاتے تھے یا نہیں تو کیا اُسے اُس سے کہنا چاہیے تھا وہ سب جو وہ عنایہ کے لئے دل میں محسوس کرتا تھا... یا ایسے ہی خاموش رہنا چاہیے تھا۔

اُس دن پہلی بار عنایہ کے حوالے سے ایرک بُری طرح پریشان ہوا تھا... اُسے یہ نہیں لگ رہا تھا کہ و ہ جارہی تھی، اُسے لگ رہا تھا وہ اُسے کھونے والا تھا...اور اُس کے پاس اس مسئلے کا کوئی حل فور ی طور پر سمجھ نہیں آرہا تھا اور جو حل وہاں بیٹھے بیٹھے ایرک کا بالآخر سمجھ آیا تھا... وہ کس قدر بے وقوفانہ تھا اس کا اُسے اندازہ بھی نہیں تھا۔

******

"I want to marry your daughter" یہ اُس دو صفحوں پر مشتمل خط کی ہیڈ لائن تھی جو سالار کو ایرک کی طرف سے ملا تھا اور سالار نے بے حد خاموشی کے عالم میں اُس خط کو پڑھا تھا۔وہ شاکڈ ہوا تھا اس لئے نہیں کہ وہ ایرک کی طرف سے ایسے کسی خط کی توقع نہیں کررہا تھا بلکہ اس لئے کیوں کہ اُس نے یہ سوچا ہی نہیں تھا کہ عنایہ اتنی بڑی ہوگئی ہے کہ کوئی اُس کے حوالے سے اُس سے ایسی بات بھی کرسکتا تھا... وہ اس معاملے میں روایتی ہی تھا جسے ابھی بھی اپنی بیٹی بہت چھوٹی لگ رہی تھی۔

امامہ اُسے چائے دینے بیڈروم میں آئی تھی جب اُس نے ڈاک چیک کرتے سالار کو ایک کاغذ ہاتھ میں لئے سوچوں میں گم دیکھا۔وہ چائے کا کپ رکھ کر جانے لگی تھی جب سالار نے اُسے روک لیا اور وہ خط اُسے تھما دیا۔امامہ نے کچھ اُلجھے انداز میں اُس خط کو پکڑا تھا لیکن پہلی ہیڈنگ پر نظر ڈالتے ہی اُس کا دماغ جیسے بھک سے اُڑ گیا تھا... دوسری لائن پر نظر ڈالے بغیر بھی وہ جانتی تھی وہ کون ہوسکتا تھا، غصّے کی ایک لہر اُس کے اندر اتر آئی تھی اور سُرخ چہرے کے ساتھ اُس نے سالار سے کہا "ایرک؟"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار نے سر ہلاتے ہوئے چائے کا سپ لیا اور اُسے کہا "سارا لیٹر پڑھو۔" امامہ نے لیٹر پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا "اسے پڑھے بغیر بھی میں جانتی ہوں اُس نے کیا لکھا ہوگا۔" وہ پھر بھی خط پڑھ رہی تھی۔سالار چونکا تھا "تم سے بات کی ہے اُس نے پہلے؟" "نہیں میں پھر بھی جانتی ہوں" امامہ نے بالآخر خط ختم کرتے ہوئے اُسے تہہ کر کے سالار کی طرف بڑھایا۔وہ بہت خفا لگ رہی تھی۔

خط میں ایرک نے حتی المقدور بے حد مناسب انداز میں سالار سکندر سے عنایہ کے لئے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا... وہ اُس سے کس قدر محبت کرتا تھا اور کیوں اُس کے لئے عنایہ کا ساتھ ضروری تھا... پھر اُس نے سالار کو بتایا تھا کہ وہ اُس کے لئے کیا کیا کر سکتا تھا اور عنایہ کو وہ کتنا خوش رکھے گا۔

وہ خط اُس کی اپنی بیٹی کے حوالے سے نہ لکھا گیا ہوتا تو سالار اُس خط کو پڑھ کر محظوظ ہوتا، ہنستا اور شاید ایرک سے چھیڑ چھاڑ بھی کرتا لیکن وہ اُس کی اپنی بیٹی کے حوالے سے تھا... بچگانہ ہوتے ہوئے بھی issue بچگانہ نہیں رہا تھا۔عنایہ پسند کرتی ہے ایرک کو؟" جو پہلا خیال سالار کے ذہن میں آیا تھا وہ اب یہ آیا تھا۔

"تم کیسی باتیں کرتے ہو سالار... عنایہ بے چاری کو پتہ تک نہیں ہو گا کہ یہ کیا خیالی پلاؤ پکاتا رہتا ہے... اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو وہ مجھ سے کہتی... ایرک ایک فیملی فرینڈ ہے، بوائے فرینڈ نہیں ہے۔" امامہ نے بے حد ناگواری سے اُس کے سوال کو بالکل رد کرتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ ضروری نہیں ہے امامہ کہ ہمیں اپنی اولاد کے دل کی ہر بات پتہ ہو۔" امامہ نے اُس کی بات کاٹ دی اور کہا "مجھے ہے" وہ ہنس پڑا "میں دن رات اُن کے ساتھ رہتی ہوں سالار... تم نہیں رہتے... تم باپ ہو اولاد کو اور طرح جانتے ہو، میں ماں ہوں اُن کو اور طرح دیکھتی ہوں۔" اُس نے سالار کے ہنسنے پر جیسے وضاحت کی تھی۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو اس کے باوجود یہ ضروری نہیں ہے کہ 24 گھنٹے بھی اگر اولاد کو نظروں کے سامنے رکھا جائے تو اُن کے دلوں کو بھی دیکھا جاسکے۔میں خوش فہمیاں اور غلط فہمیاں دونوں ہی نہیں پالتا امامہ... باپ ہوں اس لئے rational ہو کر سوچ رہا ہوں... ماں کی طرح جذباتی ہو کر نہیں۔" امامہ چند لمحوں کے لئے خاموش ہوگئی، وہ ٹھیک کہہ رہا تھا، وہ دونوں کئی سالوں سے اکٹھے تھے اُسے یہ خوش گمانی نہیں ہونی چاہیے تھی کہ عنایہ کو ایرک کی پسندیدگی کے بارے میں بالکل ہی اندازہ نہیں ہوگا۔اُس کا دل چاہتا تھا نہ ہو... لیکن سالار دماغ کی بات کہہ رہا تھا۔

"میں عنایہ سے پوچھ لوں گی۔" اُس نے یک دم کہا "کیا؟" سالار چائے پیتے پیتے رکا "ایرک کے حوالے سے... اس خط کے حوالے سے... لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیسے اُس سے..." وہ عجیب طرح سے اُلجھ کر رکی "She is just a kid" سالار اُس کی بات پر ہنستا "ہاں یہ خط پڑھتے ہوئے میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ کوئی میری بیٹی کے بارے میں اس طرح سوچ بھی کیسے سکتا ہے ...She is just a kid... لیکن یہ زندگی ہے اور ہم امریکہ میں رہ رہے ہیں جہاں آٹھ نو سال کے بچے بچیاں بھی بوائے فرینڈز اور گرل فرینڈز کے concept سے واقف ہیں۔اس لئے ہمیں بھی کچھ زیادہ realistic ہو کر اس صورت حال کو دیکھنا پڑے گا... تم ابھی عنایہ سے بات مت کرو... مجھے ایرک سے بات کرنے دو۔" سالار نے جیسے اُس صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک حل نکالا۔

"اور اُس سے مل کر تم کیا کرو گے؟" امامہ کو جیسے یہ حل پسند نہیں آیا تھا "اسی حوالے سے گفتگو کروں گا... اُسے سمجھانے کی کوشش کروں گا کہ یہ سب کتنا بچگانہ ہے اور کیوں ممکن نہیں ہے۔" سالار نے جواباً کہا۔

"دو تین سال پہلے بھی ایرک نے ایسی ہی بات کی تھی عنایہ کے بارے میں... تب بھی میں نے اُسے سمجھایا تھا کہ ایسا نہیں ہوسکتا، وہ مسلمان نہیں ہے اور بے حد چھوٹا ہے لیکن میں کچھ سختی

سے منع اس لئے نہیں کرسکی تھی اُسے کیوں کہ اُس وقت وہ اپنے باپ کی موت کی وجہ سے بہت اپ سیٹ تھا۔میں نہیں چاہتی تھی وہ اور اپ سیٹ ہو۔" امامہ نے سالار کو پہلی بار ایرک کے ساتھ ہونے والی وہ گفتگو دہرائی تھی۔

سالار اُس کی بات پر جیسے حیران ہوا "تم نے کیا کہا تھا تب اُسے؟" میں نے اُس سے کہا کہ وہ ابھی صرف اپنی تعلیم پر توجہ دے اور مجھ سے وعدہ کرے کہ وہ عنایہ سے اس بارے میں بات نہیں کرے گا جب تک وہ اپنی تعلیم مکمل نہیں کرلیتا۔"امامہ نے اُسے بتایا۔

"And he agreed?"سالار نے جواباً اس سے پوچھا۔امامہ نے سر ہلادیا "اُس نے عنایہ سے کبھی کوئی ایسی ویسی بات نہیں کی ورنہ وہ مجھے ضرور بتاتی۔" امامہ نے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اسی لئے اس نے خط میں ریفرنس دیا ہوا تھا کہ وعدے کے مطابق میں عنایہ کے بجائے آپ سے اپنی خواہش کا اظہار کررہا ہوں... اور میں سمجھ نہیں پارہا تھا کہ وہ کس وعدے کا ریفرنس دے رہا ہے۔" سالار پہلی بار amused نظر آیا تھا۔امامہ کے چہرے پر اب بھی سنجیدگی تھی۔

"میرا خیال ہے اب مجھے اس سے ضرور ملنا چاہیے، یہ ساری صورت حال بے حد دل چسپ ہے۔"
سالار نے کہا اور امامہ نے بُرا منایا۔

"کیا دلچسپی ہے اس صورت حال میں؟ تمہیں زندگی میں ہمیشہ weird لوگ اور weird situationsہی اچھی لگی ہیں۔" وہ کہے بغیر نہیں رہ سکی۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو تم... تم سے میری شادی اس کا ثبوت ہے... اور دیکھو یہ کتنی اچھی رہی ہے ہم دونوں کے لئے" وہ اُسے tease کررہا تھا... اپنی اُس wit لئے جو اُس کا خاصہ تھی۔

زندگی کے اتنے سال ساتھ گزارنے کے باوجود وہ آج بھی اُسے لاجواب کردینے کی صلاحیت رکھتا تھا اور وقتاً فوقتاً اس کا مظاہرہ کرتا رہتا تھا۔

"تم ایرک سے مل کر کیا کرنا چاہتے ہو؟" امامہ نے اُس کے تبصرے کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

www.kitabnagri.com

"بات چیت کرنا چاہتا ہوں، اُس کی sincerity دیکھنا چاہتا ہو ں اُس پروپوزل کے حوالے سے۔"

وہ ہول کر رہ گئی تھی "کیا مطلب ہے تمہارا سالار؟ تم ایک تیرہ سال کے بچے کے پروپوزل کی بات کررہے ہو... ایک غیر مسلم کی... اور تم اپنی بیٹی کے لئے اسے consider کرنے کی بات کررہے ہو؟ تمہارا دماغ ٹھیک ہے نا؟ یہ مذاق نہیں ہے..."امامہ نے بے حد خفا ہوکر اُس سے کہا تھا۔

"ہاں میں جانتا ہوں یہ مذاق نہیں ہے۔وہ تیرہ سال کا بچّہ ہے ، یہ میں بھی جانتا ہوں... غیر مسلم ہے ، یہ بھی میں جانتا ہوں... لیکن وہ تیرہ سال کا بچّہ اگر دس گیارہ سال کی عمر میں بھی یہی پروپوزل دیتا ہے اور اپنے وعدے کی پاسداری کررہا ہے تو پھر میں اُسے غیر سنجیدگی سے نہیں لے سکتا۔" سالار اب سنجیدہ ہوگیا تھا۔امامہ بے یقینی سے اُس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"تم عنایہ کے لئے اُسے consider نہیں کرسکتے Don't tell me...کہ تم ایسا کررہے ہو؟"

"میں صرف اُس ایک option کو دیکھ رہا ہوں جو زندگی میں پہلی بار میری بیٹی کے حوالے سے آیا ہے۔" سالار نے جواباً کہا تھا۔

"سالار میں کسی غیر مسلم کا option اپنی بیٹی کے لئےconsider نہیں کروں گی۔" امامہ نے دو ٹوک انداز میں اُس سے کہا "مذاق میں بھی نہیں۔" سالار نے اُس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کسی غیر مسلم کا option میں بھی consider نہیں کروں گا لیکن کسی ایسے غیر مسلم کا ایسا ضرور کروں گا جو مسلمان ہونے کی خواہش اور ارادہ رکھتا ہو۔" اُس نے بھی اُسی انداز میں کہا۔

"میں اُس option کو بھی consider نہیں کروں گی... میں نہ idealistic ہوں نہ ہی fantasies پر یقین رکھتی ہوں، میں اپنی بیٹی کو کسی مشکل صورت حال میں نہیں ڈالوں گی، ایسے کسی ممکنہ رشتے کے ذریعہ۔" امامہ نے اُس کی بات کے جواب میں کہا۔

"ہم رسک دوسروں کے لئے لے سکتے ہیں، دوسروں کی نصیحتیں بھی کرسکتے ہیں اور دوسروں کو ایسے بڑے کاموں پر اکسا بھی سکتے ہیں اور اُن کی حوصلہ افزائی بھی کرسکتے ہیں لیکن یہ سب چیزیں اپنے بچوں کے لئے ہم نہیں چاہ سکتے۔" وہ کہتی گئی تھی۔

"میں نے تم سے شادی کر کے ایک رسک لیا تھا امامہ... مجھے بھی بہت روکا گیا تھا... بہت سارے وہم میرے دل میں بھی ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی... دُنیا میں لوگ ایسے رسک لیتے ہیں، لینے پڑتے ہیں..." سالار نے جواباً اُس سے جو کہا تھا اُس نے امامہ کی زبان سے سارے لفظ چھین کر اُسے جیسے گونگا کردیا تھا... وہ بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا لیکن اُسے ایرک کے ساتھ اپنا موازنہ اور اس انداز میں اچھا نہیں لگا تھا۔"ایرک اور مجھ میں بہت فرق ہے... مذہب میں فرق ہوگا، لیکن کلچر میں نہیں... ہم ہمسائے تھے ایک جیسے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے... بچپن سے ایک دوسرے کو جانتے تھے۔" وہ اپنے دفاع میں پرجوش دلائل دیتے دیتے یک دم اپنا جوش کھوتی چلی گئی ،اُسے یک دم اندازہ ہوا تھا کہ اپنے دماغ میں دیا جانے والا اُس کا ہر argument اُس کے اور ایرک کے درمیان موجود مماثلت کومزید ثابت کررہا تھا۔

"میں ایرک کے option پر غور نہیں کررہا... عبداللہ کے option پر کررہا ہوں... 13 سال کی عمر میں میں اپنی بیٹی کی کسی سے شادی نہیں کروں گا لیکن اگر 13 سال کی عمر میں بھی میری بیٹی کی

Kitab Nagri www.kitabnagri.com

وجہ سے کوئی میرے دین کی طرف راغب ہورہا ہے تو میں صرف اس لئے اسے shut up call نہیں دوں گا کہ یہ میری غیرت اور معاشرتی روایات پر ضرب کے برابر ہے... مجھے معاشرے کو نہیں، اللہ کو منہ دکھانا ہے۔" سالار نے جیسے ختم کرنے والے انداز میں بات کی تھی۔امامہ قائل ہوئی یا نہیں، لیکن خاموش ہوگئی تھی،اُس کی بات غلط نہیں تھی لیکن سالار کی بھی درست تھی، وہ دونوں اپنے perspecitve سے سوچ رہے تھے اور دوسرے کے perspective کو بھی سمجھ رہے تھے۔وہ پہلا موقع تھا جب امامہ نے شکر ادا کیا تھا کہ وہ پاکستان جارہے تھے اور عنایہ اور ایرک ایک دوسرے سے دور ہوجاتے تو اس کے خیال میں ایرک کے سر سے عنایہ کا بھوت بھی اُتر جاتا۔سالار کے برعکس وہ اب بھی یہ ماننے پر تیّار نہیں تھی کہ ایرک کی اسلام اور عنایہ میں دلچسپی lasting ہوسکتی تھی۔اُسے یقین تھا 13 سال کو وہ بچہ 24-25 سال کا ہوتے ہوئے زندگی کے بہت سارے نشیب و فراز سے گزرتا اور زندگی کی رنگینیوں سے بھی متعارف ہوتا پھر سالار سکندر کا خاندان اور اُس خاندان کی ایک لڑکی عنایہ سکندر ایرک عبداللہ کو کہاں یاد رہتی اور اتنی یاد کہ وہ اُس کے لئے اپنا مذہب چھوڑ کر اُس کے پیچھے آتا... امامہ اس بات پر بھی اللہ تعالیٰ کی شکرگزار تھی کہ وہ سب کچھ one sided تھا اگر عنایہ اس کا حصہ ہوتی تو اُس کی پریشانی اس سے سوا ہوتی۔

******

"ممی ایرک ہمارے ساتھ پاکستان جانا چاہتا ہے۔" کچن میں کام کرتی امامہ ٹھٹھک گئی۔عنایہ اُس کے ساتھ کچن میں ہاتھ بٹا رہی تھی جب اُس کے ساتھ کام کرتے کرتے اُس نے اچانک امامہ سے کہا تھا۔امامہ نے گردن موڑ کر اس کا چہرہ بغور دیکھا تھا۔عنایہ اُس کی طرف متوجہ نہیں تھی، وہ ڈش واشر میں برتن رکھ رہی تھی۔

"تمہیں پتہ ہے ایرک نے تمہارے پاپا کو خط لکھا ہے۔" امامہ نے کُریدنے والے انداز میں یک دم عنایہ سے کہا۔وہ کچھ گلاس رکھتے ہوئے چونکی اور ماں کو دیکھنے لگی، پھر اُس نے کہا۔

"اُس نے پاپا سے بھی یہی بات کی ہوگی... وہ بہت اپ سیٹ ہے چند دنوں سے... ہر روز مجھے requestکررہا ہے کہ یا تو اُس کو بھی ساتھ لے جاؤں یا پھر خود بھی یہی رہ جاؤں۔" اُس کی بیٹی نے بے حد سادگی سے اُس سے کہا تھا۔وہ اب دوبارہ برتن رکھنے میں مصروف ہوگئی تھی۔

امامہ اپنے جس خدشے کی تصدیق کرنا چاہ رہی تھی، اُس کی تصدیق نہ ہونے پر اُس نے جیسے شکر کیا تھا... وہ خط کے مندرجات سے واقف نہیں تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"مجھے ایرک پر ترس آتا ہے۔" عنایہ نے ڈش واشر بند کرتے ہوئے ماں سے کہا۔امامہ نے کچن کیبنٹ بند کرتے ہوئے ایک بار پھر اُسے دیکھا، عنایہ کے چہرے پر ہمدردی تھی اور ہمدردی کے علاوہ اور کوئی تاثر نہیں تھا اور اس وقت امامہ کو اُس ہمدردی سے بھی ڈر لگا تھا۔

"کیوں ترس آتا ہے؟" امامہ نے کہا "کیوں کہ وہ بہت اکیلا ہے۔" عنایہ نے جواباً کہا "خیر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔اُس کی فیملی ہے... ممی بہن بھائی دوست... پھر اکیلا کہاں سے۔" "لیکن ممی وہ اُن سب سے اُس طرح close تو نہیں ہے جس طرح ہم سے ہے۔" عنایہ نے اُسےdefend کیا "تو یہ اُس کا قصور ہے، وہ گھر میں سب سے بڑا ہے، اُسے اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کا خود خیال رکھنا چاہیے۔" امامہ نے جیسے ایرک کو قصور وار ٹھہرانے کی کوشش کی۔

السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔تو

www.kitabnagri.com

آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپناناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،ارٹیکل یا شاعری پوسٹ کرواناچاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

samiyach02@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔
Fb/Page/Social Media Writers .Official
Fb/Pg/Kitab Nagri
samiyach02@gmail.com

"اگر جبریل اپنی فیملی کے بجائے کسی دوسرے کی فیملی کے ساتھ اس طرح attach ہو کر یہ محسوس کرنے لگے کہ وہ اکیلا ہے تو تمہیں کیسا لگے گا؟" امامہ نے جیسے اُسے ایک بے حد مشکل equationحل کرنے کے لئے دے دی تھی۔عنایہ کچھ دیر کے لئے واقعی ہی بول نہیں پائی پھر اُس نے بے حد مدہم آواز میں کہا۔

"ممّی ہر ایک جبریل کی طرح خوش قسمت نہیں ہوتا۔" امامہ کو اُس کا جملہ عجیب طرح سے چبھا، اُس کی بیٹی نے شاید زندگی میں پہلی بار کسی دوسرے شخص کے بارے میں اپنی ماں کی رائے سے اتفاق نہ کرتے ہوئے جیسے اُسے defend کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کوشش نے امامہ کو پریشان کیا تھا۔

"ایرک چھوٹا بچہ نہیں ہے عنایہ!" امامہ نے کچھ تیز آواز میں اُس سے کہا۔

"وہ 13 سال کا ہے... " اُس نے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔عنایہ نے حیران ہو کر ماں کا چہرہ دیکھا نہ اُسے اور نہ ہی خود امامہ کو سمجھ آئی تھی کہ اس جملے کا مطلب کیا تھا۔واحد چیز جو عنایہ اخذ کرپائی تھی وہ یہ تھی کہ اُس کی ماں کو اس وقت ایرک کا تذکرہ اور اُس کی زبان سے تذکرہ اچھا نہیں لگا تھا لیکن یہ بھی حیران کن بات تھی کیوں کہ ایرک کا ذکر اُن کے گھر میں اکثر ہوتا تھا۔

"ممّی کیا میں ایرک کا خط پڑھ سکتی ہوں؟" غیر متوقع طور پر عنایہ نے فرمائش کی تھی، جبکہ امامہ سمجھ رہی تھی وہ اب گفتگو کا موضوع بدل دے گی۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔" امامہ نے حتمی انداز میں کہا، وہ اب اس موضوع کو شروع کردینے پر پچھتا رہی تھی۔

"حمین نے پڑھا ہو گا وہ خط۔ایرک اُسے ایک خط پڑھا رہا تھا... میرا خیال ہے یہ وہی خط ہو گا۔"

عنایہ نے کچن سے نکلتے ہوئے اُس کے اوپر جیسے بجلی گرائی تھی "حمین نے؟" امامہ کو یقین نہیں آیا۔

"ہاں... میں نے ایرک اور اُسے بیٹھے کوئی کاغذ پڑھتے دیکھا تھا... میرا خیال ہے یہ خط ہی ہو گا کیوں کہ ایرک ہر کام اُس سے پوچھ کر کررہا ہے آج کل" But I am not sure ...عنایہ نے اپنے ہی اندازے کے بارے میں خود ہی بے یقینی کا اظہار کیا۔



"ہر شیطانی کام کے پیچھے حمین ہی کیوں نکلتا ہے آخر؟" امامہ نے دانت پیستے ہوئے سوچا تھا، وہ اس وقت یہ بھی بھول گئی تھی کہ اُسے کچن میں کیا کام کرنا تھا... اُسے اب یقین تھا کہ ایرک کو اس خط کا مشورہ دینے والا حمین ہی ہوسکتا تھا۔

******

اور امامہ کا اندازہ بالکل ٹھیک تھا۔وہ خط ایرک نے لکھا تھا اور حمین نے اُسے ایڈٹ کیا تھا۔اُس نے اُس خط کے ڈرافٹ میں کچھ جذباتی جملوں کا اضافہ کیا تھا اور کچھ حد سے زیادہ جذباتی جملوں کو حذف کیا تھا۔

ایرک اُس کے پاس ایک خط کا ڈرافٹ لایا تھا... یہ بتائے بغیر کہ وہ خط وہ سالار سکندر کے نام لکھنا چاہتا تھا، اُس نے حمین سے مدد کی درخواست کی تھی کہ وہ ایک مسلم گرل فرینڈ کو پرپوز کرنا چاہتا تھا اور اُس کے باپ کو خط لکھنا چاہتا تھا۔ حمین نے جواباً اسے مبارک باد دی تھی۔ایرک نے اُس سے کہا تھا کہ کیوں کہ وہ مسلم کلچر کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا اس لئے اُسے اُس کی مدد درکار تھی، اور حمین نے وہ مدد فراہم کی تھی۔

محمد حمین سکندر نے Muslim sensitivites کو مدِنظر رکھتے ہوئے اُس کے لیٹر کو redraft کیا تھا اور ایرک نے نہ صرف اُس کا شکریہ ادا کیا تھا بلکہ جب سالار سکندر نے اُسے ملاقات کی دعوت دی تواُس نے حمین کو اس بارے میں بھی مطلع کیا تھا۔ حمین کی excitement کی کوئی حد نہیں تھی... اُس کا دل تو یہ چاہ رہا تھا کہ ایرک کا یہ راز سب سے کہہ دے، لیکن اُس نے ایرک سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس راز کو کسی سے نہیں کہے گا۔عنایہ نے ایک آدھ دن اُس گٹھ جوڑ کے بارے میں اُسے کریدنے کی کوشش کی تو بھی اُس نے صرف یہ کہا تھا کہ وہ ایک ضروری لیٹر لکھنے میں ایرک کی مدد کررہا تھا، لیکن خط کس کے نام تھا اور اُس میں کیا لکھا جارہا تھا عنایہ کے کُریدنے پر بھی حمین نے یہ راز نہیں اگلا تھا۔

”مجھے پتہ ہے ایرک نے وہ خط کس کے لئے لکھوایا تھا۔“ عنایہ امامہ کے پاس سے ہوکر سیدھا حمین کے پاس پہنچی تھی۔وہ اُس وقت اپنے کمرے میں کمپیوٹر پر کوئی گیم کھیلنے میں مصروف تھا اور عنایہ کے اس تبصرے پر اُس نے بے اختیار دانت پیستے ہوئے کہا ” مجھے پہلے ہی پتہ تھا وہ کوئی راز نہیں رکھ سکتا۔مجھے کہہ رہا تھا کسی کو نہ بتاؤں خاص طور پر تمہیں...اور اب خود تمہیں بتادیا اُس نے۔“ حمین خفا تھا ،اُس کا اندازہ یہی تھا کہ یہ راز ایرک نے خودہی فاش کیا ہو گا۔

”ایرک نے مجھے نہیں بتایا... مجھے تو ممّی نے بتایا ہے۔“اس بار حمین گیم کھیلنا بھول گیا تھا، اُس کے ہیرو نے اُس کے سامنے اونچی چٹان سے چھلانگ لگائی اور وہ اُسے سمندر میں گرنے سے نہیں بچا پایا... کچھ ویسا ہی حال اُس نے اپنا بھی اس وقت محسوس کیا تھا... ایک دن پہلے ہی اس کے اور ممّی کے تعلقات میں پاکستان جانے کے فیصلے نے پھر سے گرم جوشی پیدا کی تھی اور اب یہ انکشاف۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

”ممّی نے کیا بتایا ہے؟“ حمین کے منہ سے ایسے آواز نکلی جیسے اُس نے کوئی بھوت دیکھا تھا۔

”ممّی نے بتایا کہ ایرک نے پاپا کو کوئی خط لکھا ہے اور مجھے فوراً خیال آیا کہ جو خط تم پڑھ رہے تھے، وہ وہی ہوسکتا ہے۔“عنایہ روانی میں بتارہی تھی اور حمین کے دماغ میں جیسے دھماکے ہورہے تھے... کاٹو تو بدن میں لہو نہ ہونا اس وقت اُس پر مصداق ثابت ہوتا۔ایسی کون سی مسلم گرل فرینڈ بن گئی تھی یک دم ایرک کی جس کے باپ کو خط لکھوانے کے لئے اس کی ضرورت پڑتی جبکہ 24

گھنٹے وہ اگر کسی کے گھر بھی آتا تھا تو وہ خود ان ہی کا گھر تھا پھر اُس کی عقل میں یہ بات کیوں نہیں آئی یا وہ excitement میں اتنا ہی اندھا ہوگیا تھا کہ اُس نے یہ سوچ لیا کہ ایرک کبھی عنایہ کے حوالے سے ایسا کچھ نہیں سوچ سکتا... حمین اپنے آپ کو ملامت کررہا تھا... اور ملامت بڑا چھوٹا لفظ تھا اُن الفاظ کے لئے جو وہ اُس وقت اپنے اور ایرک کے لئے استعمال کررہا تھا۔

"تم بول کیوں نہیں رہے؟" عنایہ کو اُس کی خاموشی کھٹکی تھی۔"میں نے سوچا ہے میں اب کم بولوں اور زیادہ سوچوں۔" حمین نے اپنا گلا صاف کرتے ہوئے اُس تک وہ خبر پہنچائی جس پر اُسے یقین نہیں آیا۔

"Keep dreaming"اُس نے اپنے چھوٹے بھائی کو tease کرنے والے انداز میں کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"ممّی نے تمہیں بتایا اُس خط میں کیا ہے؟" حمین اس وقت گلے گلے اس دلدل میں پھنسا ہوا تھا۔

"نہیں لیکن میں نے انہیں بتایا کہ یہ خط حمین کی مدد سے لکھا گیا ہو گا، میں اُس سے پوچھ لوں گی...
اُس خط میں کیا لکھا تھا ایرک نے پاپا کو؟" عنایہ اب اُس سے پوچھ رہی تھی۔ حمین بے اختیار کراہا
تھا... وہ مصیبت کو دعوت نہیں دیتا تھا... مصیبت خود آکر اُس کے گلے کا ہار بن جاتی تھی۔

* * * * * *

ایرک کو سالار نے خود دروازے پر ریسیو کیا تھا وہ ویک اینڈ تھا اور اس وقت اُن کے بچے سائیکلنگ کے لئے نکلے ہوئے تھے... گھر پر صرف امامہ اور سالار تھے۔

"یہ آپ کے لئے!" ایرک نے اپنے ایک ہاتھ میں پکڑے چند پھول جو گلدستے کی شکل میں بندھے ہوئے تھے اُس کی طرف بڑھادیے۔ سالار نے ایک نظر اُن پھولوں پر ڈالی، اُسے یقین تھا اُس میں سے کچھ خود اُس ہی کے لان سے لئے گئے تھے لیکن اُس نے اسے نظر انداز کیا تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں تھی۔" اُس نے اُسے اندر لاتے ہوئے شکریہ کے بعد کہا۔ ایرک فارمل میٹنگ کے لئے آیا تھا اور آج پہلی بار سالار نے اُسے فارمل گیٹ اپ میں دیکھا تھا۔

"بیٹھو" سالار نے اُسے وہیں لاؤنج میں ہی بیٹھنے کے لئے کہا۔ایرک بیٹھ گیا۔سالار اُس کے بالمقابل بیٹھا اور اُس کے بعد اُس نے ٹیبل پر پڑا ایک لفافہ کھولا۔ایرک نے پہلی بار غور کیا، وہ اُسی کا خط تھا اور سالار اب اُس خط کو دوبارہ کھولتے ہوئے دیکھ رہاتھا۔ایرک بے اختیار نروس ہوا تھا۔خط لکھ بھیجنا اور بات تھی اور اب اُسی خط کو اپنے اُس بندے کے ہاتھ میں دیکھنا جس کے نام وہ لکھا گیا تھا، دوسری۔



سالار نے ایک ڈیڑھ منٹ لیا پھر اُس خط کو ختم کرتے ہوئے ایرک کو دیکھا۔ایرک نے نظریں ہٹالیں۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کیا عنایہ کو پتہ ہے تمہاری اس خواہش کے بارے میں؟" سالار نے بے حد ڈائریکٹ سوال کیا تھا۔

"میں نے مسز سالار سے وعدہ کیا تھا کہ میں عنایہ سے کبھی ایسی کوئی بات نہیں کروں گا اس لئے میں نے آپ کو خط لکھا" ایرک نے جواباً کہا ، سالار نے سر ہلایا اور پھر کہا۔

"اور یہ واحد وجہ ہے جس کی وجہ سے میں نے تمہیں یہاں بلایا ہے، تمہارا خط پھاڑ کر نہیں پھینکا... تم وعدہ کر کے نبھا سکتے ہو، یہ بہت اچھی کوالٹی ہے۔"

سالار سنجیدہ تھا اور اُس نے بے حد بے دھڑک انداز میں کہا تھا۔ایرک کی تعریف کی تھی ، لیکن اُس کے لہجے اور چہرے کی سنجیدگی نے ایرک کو خائف کیا تھا۔

"تو تم عنایہ سے شادی کرنا چاہتے ہو؟" سالار نے اُس خط کو اب واپس میز پر رکھ دیا تھا اور اُس کی نظریں ایرک پر جمی ہوئی تھیں۔ایرک نے سر ہلایا۔"پہلی بات یہ ایرک کہ صرف شادی کی نیّت کر کے مذہب بدل لینا بہت چھوٹی بات ہے... ہمارا دین اس کی اجازت دیتا ہے،اسے بہت پسند نہیں کرتا۔" سالار نے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تمہارے پاس مسلمان ہونے کے لئے میری بیٹی سے شادی کے علاوہ کوئی اور وجہ ہے؟" سالار نے اُسی انداز میں اُس سے اگلا سوال کیا تھا۔ایرک خاموش بیٹھا اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

"مذہب کی تبدیلی ایک بہت بڑا فیصلہ ہے اور یہ نفس کی کسی خواہش کی وجہ سے نہیں ہونا چاہیے، عقل کا فیصلہ ہونا چاہیے... کیا تمہاری عقل تمہیں یہ کہتی ہے کہ تمہیں مسلمان بن کر اپنی زندگی اللہ کے احکامات کے مطابق گزارنی چاہیے؟" اُس نے ایرک سے پوچھا، وہ گڑبڑایا۔

"میں نے اس پر سوچا نہیں" "میرا بھی یہی اندازہ ہے کہ تم نے اس پر سوچا نہیں... اس لئے بہتر ہے پہلے تم اس پر اچھی طرح سوچو۔" سالار نے جواباً اس سے کہا۔

"میں کل پھر آؤں؟" ایرک نے اُس سے کہا "نہیں تم ابھی کچھ سال اس پر سوچو... کہ تمہیں مسلمان کیوں بننا ہے، اور اُس کی وجہ عنایہ نہیں ہونی چاہیے۔" سالار نے اُس سے کہا۔

"میں ویسے بھی عنایہ کی شادی "صرف مسلمان" سے نہیں کروں گا، مسلمان ہونے کے ساتھ اُسے ایک اچھا انسان بھی ہونا چاہیے۔" اُس نے کہا۔

ایرک کے چہرے پر یک دم مایوسی اُبھری۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"یعنی آپ میرا پروپوزل قبول نہیں کررہے؟" اُس نے سالار سے کہا۔

"فوری طور پر نہیں، لیکن تقریباً دس سال بعد جب مجھے عنایہ کی شادی کے حوالے سے کوئی فیصلہ کرنا ہوگا تو میں تمہیں ضرور consider کروں گا... لیکن اس کے لئے ضروری ہے ان دس سالوں میں تم ایک اچھے مسلمان کے ساتھ ساتھ ایک اچھے انسان بن کر بھی رہو۔" سالار نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

"Can you guide me to this?" ایرک نے یک دم کہا۔ سالار چند لمحے خاموش رہا، وہ اُسی ایک چیز سے بچنا چاہتا تھا، اسی ایک چیز کو avoid کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اب ایرک نے اُس سے بالکل direct مدد مانگ لی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"ہاں ہم سب تمہاری مدد کرسکتے ہیں، لیکن اُس کے لئے رشتہ جوڑنا ضروری نہیں ہے ایرک! ہم انسانیت کے رشتے کی بنیاد پر بھی تمہاری مدد کرسکتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔" سالار نے بالآخر جواباً کہا۔

"13سال کی عمر میں سکول میں پڑھتے ہوئے تم شادی کرنا چاہتے ہو اور تمہیں یہ اندازہ نہیں ہے کہ شادی ذمہ داریوں کا دوسرا نام ہے۔تم اپنی فیملی کی ذمّہ داریوں سے بھاگتے ہوئے ایک اور فیملی بنانے کی کوشش کررہے ہو... تم اس فیملی کی ذمّہ داری کیسے اُٹھاؤ گے؟ مذہب بدل کر ایک دوسرے مذہب میں داخل ہونا اُس سے بھی بڑا کام ہے، کیا تمہارے پاس اتنا وقت اور passion ہے کہ تم اپنے اس نئے مذہب کو سمجھو، پڑھو اور اُس پر عمل کرو؟... کیا تم اُن پابندیوں سے واقف ہو جو یہ نیا مذہب تم پرلگائے گا...؟" سالار اب اُس پر جرح کررہا تھا۔

"میں قرآن پاک کو ترجمے سے پڑھ چکا ہوں، میں پہلے ہی سب چیزیں جانتا ہوں اور میں عمل کرسکتا ہوں۔" ایرک بھی سنجیدہ ہوگیا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر ایسا کرتے ہیں دس سال کا ایک معاہدہ کرتے ہیں... اگر 23 سال کی عمر میں تمہیں لگا کہ تمہیں عنایہ سے ہی شادی کرنی ہے تو پھر میں عنایہ سے تمہاری شادی کردوں گا... شرط یہ ہے کہ ان دس سالوں میں تم کو ایک اچھے مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے انسان کے طور پر بھی نظر آنا چاہیے۔" سالار نے ایک اور بالکل سادہ کاغذ اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ بہت لمبی مدّت ہے۔" ایرک نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

"ہاں لیکن یہ وہ مدّت ہے جس میں مجھے تمہارے فیصلے تمہاری sincerity کو ظاہر کریں گے، تمہارے بچگانہ پن کو نہیں۔" سالار نے جواباً اس سے کہا۔وہ سالار کو دیکھتا رہا بے حد خاموشی سے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے... پھر اُس نے کہا۔

"مسٹر سالار سکندر آپ مجھ پر دراصل اعتبار نہیں کررہے۔" اس نے بے حد blunt ہوکر سالار سے کہا۔

"اگر کررہے ہوتے تو مجھ سے دس سال کے انتظار کا نہ کہتے لیکن ٹھیک ہے، آپ اپنی جگہ ٹھیک ہیں۔" اُس نے کہا ، میز پر پڑا ایک قلم اُٹھایا وہاں پڑے سادے کاغذ کے بالکل نیچے اپنا نام لکھا،اپنے دستخط کئے اور تاریخ ڈالی پھر قلم بند کرکے واپس میز پر اُس کاغذ کے اوپر رکھ دیا۔"میں عنایہ سے متاثر نہیں ہوا، میں آپ اور آپ کے گھر سے متاثر ہوا ... آپ کی بیوی کی نرم مزاجی اور آپ کی اصول پسندی سے... اُن values سے جو آپ نے اپنے بچوں کو دی ہیں... اور اس ماحول سے جہاں میں ہمیشہ آکر اپنا آپ بھول جاتا تھا...وہ مذہب یقیناً اچھا مذہب ہے جس کے پیروکار آپ لوگوں جیسے ہوں... میں عنایہ کے ساتھ ایک ایسا ہی گھر بنانا چاہتا تھا کیوں کہ میں بھی اپنی اور اپنے بچوں کے لئے ایسی زندگی چاہتا ہوں... میں جانتا تھا آپ لوگوں کے خاندان کا حصّہ بننا اتنا

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

آسان نہیں ہوگا... لیکن میں کوشش کرتا رہوں گا... کیوں کہ کوشش تو آپ کا مذہب ہی کرنے کو کہتا ہے، جو اب میرا مذہب بھی ہوگا۔"

وہ کسی تیرہ سال کے بچّے کے الفاظ نہیں تھے اور وہ اتنے جذباتیت سے بھرپور بھی نہیں تھے جیسا اُس کا خط تھا ، لیکن اُس کے باوجود اُس کے اُن جملوں نے صرف سالار کو نہیں امامہ کو بھی بُری طرح متاثر کیا تھا... وہ چند لمحے پہلے لاؤنج میں داخل ہوئی تھی اور اُس نے صرف ایرک کے جملے سنے تھے... ایرک اب اُٹھ کر کھڑا ہوچکا تھا... اُس نے امامہ کو بھی دیکھا اوراُسے ہمیشہ کی طرح سلام کیا، پھر خداحافظ کہہ کر وہاں سے نکل گیا۔لاؤنج میں ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ بیرونی دروازے کے بند ہونے کی آواز پر امامہ آگے بڑھ آئی تھی، اُس نے لاؤنج کی سینٹر ٹیبل پر پڑا وہ کاغذ اُٹھا کر دیکھا جس پر ایرک دستخط کر کے گیا تھا، اُس کاغذ پر صرف ایک نام تھا... عبداللہ...اور اُس کے نیچے دستخط اور تاریخ۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ نے سالار کو دیکھا، اُس نے ہاتھ بڑھا کر وہ کاغذ امامہ کے ہاتھ سے لیا، اُسے فولڈ کر کے اُسی لفافے میں ڈالا جس میں ایرک کا خط تھا اور پھر اُسے امامہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ دوبارہ آئے گا اور اگر میں نہ بھی ہوا اور یہ اپنے وعدے پر پورا اترا تو تم بھی اُس وعدے پر پورا اُترنا جو میں نے اُس سے کیا ہے۔امامہ نے کپکپاتی انگلیوں سے کچھ بھی کہے بغیر وہ لفافہ پکڑا تھا۔

*****

عائشہ عابدین کو زندگی میں پہلی بار اگر کسی لڑکے سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا تھا ، تو وہ جبریل سکندر تھا۔پاکستان میں رہتے ہوئے بھی اُس نے اپنی بڑی بہن نساء عابدین سے جبریل کے بارے میں اتنا کچھ سُن رکھا تھا کہ وہ ایک فہرست بناسکتی تھی۔نساء جبریل کی کلاس فیلو تھی اور اُس سے "شدید" متاثر اور مرعوب... اس کے باوجود کہ وہ خود ایک شاندار تعلیمی کیریئر رکھنے والی سٹوڈنٹ تھی

عائشہ فیس بک پر اپنی بہن کی وال پر اکثر جبریل کے comments پڑھتی تھی جو وہ اُس کی بہن کے status updates پر دیتا رہتا تھا... عائشہ بھی کئی بار ان updates پر تبصرہ کرنے والوں میں سے ہوتی تھی لیکن جبریل سکندر کی wit کا مقابلہ وہاں کوئی بھی نہیں کرپاتا تھا، اُس کے commentsنساء عابدین کی وال پر بالکل الگ چمکتے نظر آتے تھے اور جب وہ کسی وجہ سے وہاں تبصرہ نہیں کرپاتا تو کئی بار اُس کے کلاس فیلوز کے تبصروں کی لمبی قطار کے بیچ میں جبریل کی خاموشی اور غیر حاضری کو بُری طرح miss کیا جاتا اور ان miss کرنے والوں میں سرفہرست

عائشہ عابدین تھی جسے خود بھی یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ جبریل کے comments پڑھتے پڑھتے بے حد addictive ہوگئی تھی۔

نساء کے ساتھ جبریل کی مختلف فنکشنز اور سرگرمیوں میں اکثر بہت ساری گروپ فوٹوز نظر آتی تھیں لیکن عائشہ کو ہمیشہ جبریل کی فیملی کے بارے میں curiosity تھی... وہ سالار سکندر سے واقف تھی کیوں کہ اُس کا تعارف نساء نے ہی کروایا تھا، لیکن اُس کی فیملی کے باقی افراد کو دیکھنے کا اُسے بے حد اشتیاق تھا اور یہی اشتیاق اُسے بار بار جبریل کی فرینڈز لسٹ میں نہ ہونے کے باوجود اُس کی تصویروں کو کھوجنے کے لئے مجبور کرتا تھا، جہاں اُسے رسائی حاصل تھی... کچھ تصویریں وہ دیکھ سکتی تھی... کچھ وہ نہیں دیکھ سکتی تھی... لیکن ان تصویروں میں جن تک اُسے رسائی حاصل تھی اُن میں جبریل کی فیملی کی تصاویر نہیں تھیں۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

جبریل بھی غائبانہ طور پر عائشہ سے واقف تھا، اور اس تعارف کی وجہ فیس بک پر نساء کے status updatesپر ہونے والے تبصروں میں اُن کا حصہ لینا تھا اور نساء نے اپنی وال پر جبریل کو اپنی بہن سے متعارف کروایا تھا۔ وہ غائبانہ تعارف بس اتنا ہی رہا تھا کیوں کہ جبریل نے کبھی اُس کی ID کھوجنے کی کوشش نہیں کی اور عائشہ کی اپنی وال پر تصویریں بہت کم تھیں، اُس سے بھی زیادہ کم

وہ لوگ تھے جنہیں اُس نے اپنی contact list میںadd کیا ہوا تھا... نساء کے برعکس اُس کا حلقہ احباب بے حد محدود تھا، اور اُس کی کوشش بھی یہی رہتی تھی کہ وہ اُسے اتنا ہی محدود رکھے۔

عائشہ کو جبریل کے بارے میں ہمیشہ یہ غلط فہمی رہی کہ وہ نساء میں انٹرسٹڈ تھا اور اس تاثر کی بنیادی وجہ خود نساء تھی جو اس بات کو ایڈمٹ کرنے میں کبھی تاٌمل نہیں کرتی تھی کہ عمر میں اُس سے چھوٹا ہونے کے باوجود وہ جبریل کو پسند کرتی تھی... ایک دوست کے طور پر جبریل کی اُس سے بے تکلفی تھی، ویسی ہی بے تکلّفی جیسی اُس کی اپنی دوسری کلاس فیلوز سے بھی تھی اور نساء نے کبھی اس بے تکلّفی کو misinterpret نہیں کیا تھا۔کیوں کہ جبریل لڑکیوں کے ساتھ بے تکلّفی اور دوستی میں بھی بہت ساری حدود و قیود رکھتا تھا اور بے حد محتاط تھا۔نساء عمر میں اُس سے چار سال بڑی تھی... وہ اپنے قد کاٹھ اور maturity دونوں سے پندرہ سولہ سال کا نہیں لگتا تھا اور نساء یہ بھی جانتی تھی۔یونیورسٹی میں اتنا وقت گزار لینے کے باوجود جبریل ابھی تک گرل فرینڈ نامی کسی بھی چیز کے بغیر تھا ، تو ایسے حالات میں سالار سکندر کی اُس لائق اولاد پر قسمت آزمائی کرنے کے لئے کوئی بھی تیّار ہوسکتا تھا... صرف نساء ہی نہیں۔

عائشہ عابدین ان سب چیزوں سے واقف تھی... نساء کی جبریل میں دلچسپی اُن کے گھر میں ایک اوپن سیکرٹ تھا لیکن ان دونوں کے future کے حوالے سے نہ تو اُن کو کوئی assurance تھی

نہ ہی کسی اور کو... نساء ذہانت اور قابلیت سے متاثر ہونے والوں میں سے تھی اور جبریل سکندر وہ پہلا شخص نہیں تھا جس نے اُسے متاثر کیا تھا، مگر فی الحال یہ جبریل ہی تھا جس کا ذکر وہ کرتی رہتی تھی۔

عائشہ عابدین ایک passive observer کی طرح یہ سب کچھ دیکھتی آرہی تھی اور جب تک وہ جبریل سے ملی، وہ اُس سے پہلے ہی بہت متاثر تھی۔

یونیورسٹی کے ایک فنکشن میں وہ پہلی بار جبریل سے بالآخر ملنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔نساء کو اندازہ نہیں تھا کہ عائشہ صرف جبریل سے ملنے کے لئے اُس کے ساتھ یونیورسٹی آنے پر تیّار ہوئی ہے ، ورنہ وہ جب بھی امریکہ آتی اُن سب کی کوششوں کے باوجود اپنی مرضی کی جگہوں کے علاوہ کہیں نہیں جاتی تھی... یونیورسٹی میں ہونے والی کوئی تقریب تو وہ شاید کوئی آخری چیز تھی جس کے لئے عائشہ یونیورسٹی آئی اور نساء نے یہ بات جبریل سے اُسے متعارف کرواتے ہوئے کہہ بھی دی تھی۔

جبریل سکندر وہ پہلا لڑکا تھا جسے دیکھنے کا عائشہ عابدین کو اشتیاق ہوا تھا اور جبریل سکندر ہی وہ پہلا لڑکا تھا جسے عائشہ عابدین اپنے ذہن سے نکالنے میں اگلے کئی سال تک کامیاب نہیں ہوسکی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

تصویریں کبھی کبھار کسی شخص کی شخصیت اور وجاہت کو کیموفلاج کر دیتی ہیں... اور بہت اچھا کرتی ہیں۔ محمد جبریل سکندر charismatic تھا... خطرناک حد تک متاثر اور مرعوب کرنے والی شخصیت رکھتا تھا... 16 سال کی عمر میں بھی وہ تقریباً چھ فٹ قد کے ساتھ سالار سکندر کی گہری سیاہ آنکھیں اور اپنی ماں کے تیکھے نین نقوش اور بے حد بھاری آواز کے ساتھ ایک عجیب ٹھہراؤ کا منبع دِکھتا تھا... ایک بے حد casual ڈارک بلو جینز اور دھاری دار بلیک اینڈ وائٹ ٹی شرٹ میں ملبوس جبریل سکندر مسکراتے ہوئے پہلی بار عائشہ عابدین سے مخاطب ہوا تھا اور وہ بُری طرح نروس ہوئی تھی... وہ نروس ہونا نہیں چاہتی تھی لیکن جبریل سے وہاں کھڑے صرف مخاطب ہونا بھی اُسے اُس کے پیروں سے ہلانے کے لئے کافی تھا۔ وہ صرف نساء ہی نہیں کسی بھی عمر کی کسی بھی لڑکی کو پاگل کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ عائشہ عابدین نے دل ہی دل میں اعتراف کیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"کیوں؟ آپ کو اچھا نہیں لگتا امریکہ آکر گھومنا پھرنا؟" اُس نے نساء کے کسی تبصرے پر عائشہ سے پوچھا تھا۔

"نہیں مجھے اچھا لگتا ہے، لیکن بہت زیادہ نہیں۔" وہ گڑبڑائی۔ اُس نے خود کو سنبھالا، پھر جبریل کے سوال کا جواب دیا جس کی آنکھیں اُسی پر ٹکی ہوئی تھیں۔ وہ اب سینے پر بازو لپیٹے ہوئے تھا۔ وہ اُس کے جواب پر مسکرایا تھا پھر اُس نے نساء کو فنکشن کے بعد عائشہ کے ساتھ کسی ریسٹورنٹ میں

کافی کی دعوت دی تھی جو نساء نے قبول کرلی تھی ، وہ دونوں اپنے کچھ دوستوں کا انتظار کرتے ہوئے گپ شپ میں مصروف ہوگئے تھے...عائشہ ایک بار پھر passive observer بن گئی تھی۔ نساء ایک بہت dominating لڑکی تھی اور گھر میں وہ ہر کام اپنی مرضی اور اپنے طریقے سے کروانے کی عادی تھی لیکن عائشہ نے نوٹس کیا تھا، نساء جبریل کے ساتھ اُس طرح نہیں کررہی تھی۔وہ اُس کی پوری بات سن کر کچھ کہتی اور اُس کی بہت سی باتوں سے اتفاق کررہی تھی۔ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے عائشہ عابدین کو وہ بے حد اچھے لگ رہے تھے... ایک پرفیکٹ کپل... جس پر اُسے رشک آرہا تھا اور جبریل سے اس طرح متاثر ہونے کے باوجود وہ اُسے نساء کی زندگی کے ساتھی کے طور پر ہی دیکھ رہی تھی... نساء کا taste اور چوائس ہر چیز میں اچھی اور منفرد تھی اور جبریل اُس کا ایک اور ثبوت ہے۔

فنکشن کے بعد وہ نساء اور جبریل کے کچھ دوستوں کے ساتھ ایک کیفے میں کافی پینے گئی تھی، یہ ایک اتفاق تھا یا خوش قسمتی کہ چھے لوگوں کے اُس گروپ میں جبریل اور عائشہ کی سیٹس ایک دوسرے کے ساتھ تھیں۔نساء جبریل کے بالمقابل میز کے دوسری جانب تھی اور عائشہ کے دوسری طرف نساء کی ایک اور دوست سوزین۔

عائشہ عابدین کی nervousness اب اپنی انتہا کو تھی۔وہ اُس کے اتنے قریب تھی کہ اُس کے پرفیوم کی خوشبو محسوس کررہی تھی۔ٹیبل پر دھرے اُس کے ہاتھ کی کلائی میں بندھی گھڑی سے ڈائل پر ٹک ٹک کرتی سوئی دیکھ سکتی تھی لیکن اگر وہ کچھ نہیں کرسکتی تھی تو وہ گردن موڑ کر اُسے اتنے قریب سے دیکھنا تھا...وہ غلط جگہ بیٹھ گئی تھی عائشہ عابدین کو مینیو دیکھتے ہوئے احساس ہوا تھا۔

جبریل میزبان تھا اور وہ سب ہی سے پوچھ رہا تھا، اُس نے عائشہ سے بھی پوچھا تھا۔عائشہ کو مینیو کارڈ پر اُس وقت کچھ بھی لکھا نہیں دکھ رہا تھا۔جو دکھ بھی رہا تھا وہ اس احساس سے غائب ہوگیا تھا کہ وہ گردن موڑ کر اُسے دیکھ رہا تھا۔"جو سب لیں گے میں بھی لے لوں گی۔" عائشہ نے جیسے سب سے محفوظ حل تلاش کیا تھا، جبریل مسکرایا اور اُس نے اپنا اور اُس کا آرڈر ایک ہی جیسا نوٹ کروایا۔وہ ایک ویجی ٹیبل پیزا تھا جسے اُس نے ڈرنکس کے ساتھ آرڈر کیا تھا اور بعد میں کافی کے ساتھ چاکلیٹ موز... نساء اپنا آرڈر پہلے دے چکی تھی اور باقی سب لوگ بھی اپنے آرڈر نوٹ کروارہے تھے... ہیم برگر... شرمپس ...stuffed turkey...یہ امریکن دوستوں کے آرڈرز تھے...نساء نے ایکSalmon Sandwich منگوایا تھا۔

"میں اس سال میڈیکل میں چلی جاؤں گی، میرا ایڈمیشن ہوگیا ہے۔"روٹین کی گفتگو کے دوران جبریل کے سوال پر یک دم اُس نے بتایا۔

"Fantastic!"اُس نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ خود بھی میڈیسن میں ہی جارہا تھا۔

وہ سب لوگ گفتگو میں مصروف تھے اور اس گفتگو میں اُس کی خاموشی کو جبریل ہی وقتاً فوقتاً ایک سوال سے توڑتا... وہ جیسے اُسے بوریت سے بچانے کی کوشش کررہا تھا یا پھر engage کرنے کی... اور عائشہ نے یہ چیز محسوس کی تھی۔وہ جن ٹین ایجرز کو جانتی تھی، وہ اور طرح کے تھے... یہ اور طرح کا تھا۔

کھانا آنے پر وہ اُسی طرح گفتگو میں مصروف خود کھانے کے ساتھ ساتھ عائشہ کو بھی سرو کرتا رہا۔ یوں جیسے وہ روٹین میں یہ سب کرنے کا عادی رہا ہو۔

محمد جبریل سکندر سے ہونے والی وہ پہلی ملاقات اور اُس میں ہونے والی ایک ایک چیز عائشہ عابدین کے ذہن اور دل دونوں پر نقش ہوگئی تھیں۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"جس بھی لڑکی کا یہ نصیب ہوگا، وہ بے حد خوش قسمت ہوگی۔" اُس نے سوچا تھا "کاش یہ نساء ہی کو مل جائے!" اُس نے بے حد دل سے خواہش اور دعا کی تھی۔اُس عمر میں بھی اُس نے اپنی زندگی کے حوالے سے کچھ بھی سوچنا شروع نہیں کیا تھا۔اگر کرتی تو جبریل وہ پہلا لڑکا ہوتا جس جیسے شخص کی خواہش وہ اپنے لئے بھی کرتی۔جبریل نے اُس کے لاشعور کو اُس پہلی ملاقات میں اس طرح اثر انداز کیا تھا۔

"میں تمہارے لئے بہت دعا کررہی ہوں نساء... کہ تمہاری شادی جبریل سے ہوجائے... جب بھی ہو... وہ بہت اچھا ہے۔" اس کیفے سے اُس شام گھر واپس آنے کے بعد عائشہ نے نساء سے کہا تھا۔

وہ جواباً ہنسی۔

"خیر ابھی شادی وغیرہ کا تو کوئی سین نہیں ہوسکتا ہم دونوں کے لئے... وہ بہت young ہے اور مجھے اپنا کیریئر بنانا ہے، لیکن مجھے وہ بہت پسند ہے...اور اگر کبھی بھی اُس نے مجھ سے کچھ کہا تو میں انکار نہیں کروں گی... کون انکار کرسکتا ہے جبریل کو۔" اپنے بیڈروم میں کپڑے تبدیل کرنے کے لئے نکالتے ہوئے نساء نے اُس سے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اُس کے ماں باپ نے بہت اچھی تربیت کی ہے اُس کی...تم نے دیکھا وہ کس طرح تمہیں توجہ دے رہا تھا۔مجھے یاد نہیں میں کبھی اپنے ساتھ کوئی guest لے کر گئی ہوں اور جبریل نے اُسے اس طرح attention نہ دی ہو۔" وہ کہتی چلی گئی۔عائشہ کا دل عجیب انداز میں بُجھا... تو وہ توجہ سب ہی کے لئے ہوتی تھی اور عادت تھی، favor نہیں۔اُس نے کچھ مایوسی سے سوچا "Fair enough"

"تمہیں پتہ ہے مجھے کیوں اچھا لگتا ہے وہ...؟"نساء اُس سے کہہ رہی تھی"وہ حافظِ قرآن ہے... بے حد practising ہے... کبھی تم اُس کی تلاوت سنو... لیکن اتنا مذہبی ہونے کے باوجود وہ بہت لبرل ہے...تنگ نظر نہیں ہے جیسے بہت سارے new born Muslims ہوجاتے ہیں... نہ ہی اس کو میں نے کبھی دوسروں کے حوالے سے judgemental پایا ہے... مجھے نہیں یاد کبھی اُس نے میرے یا کسی اور فی میل کلاس فیلو کے لباس کے حوالے سے کچھ کہا ہو... یا ویسے کسی کے بارے میں comment کیا ہو" Never...

www.kitabnagri.com

نساء کہتی جارہی تھی وہ لباس کے معاملے میں خاصی ماڈرن تھی اور اُسے یہ قابلِ قبول نہیں ہوسکتا تھا کہ کوئی اُس پر اس حوالے سے کوئی قدغن لگاتا اور جبریل میں اُسے یہ خوبی بھی نظر آگئی تھی۔

عائشہ بالکل کسی سحر زدہ معمول کی طرح یہ سب سُن رہی تھی۔نساء کے انکشافات نے جیسے عائشہ کے لئے اُس کی زندگی کے آئیڈیل لائف پارٹنر کی چیک لسٹ میں موجود اینٹریز کی تعداد بڑھادی تھی۔

اُس رات عائشہ عابدین نے بڑی ہمّت کر کے جبریل کو فرینڈ ریکویسٹ بھیجی تھی اور پھر کئی گھنٹے وہ اس انتظار میں رہی کہ وہ کب اُسے add کرتا ہے۔

وہ فجر کے وقت نمار کے لئے اُٹھی تھی اور اُس وقت نماز پڑھنے کے بعداُس نے ایک بارپھر فیس بُک چیک کیا تھا اور خوشی کی ایک عجیب لہر اُس کے اندر سے گزری تھی، وہ add ہوچکی تھی... اور جو پہلی چیز عائشہ نے کی تھی، وہ اُس کی تصویروں میں اُس کی فیملی کی تصویروں کی تلاش تھی اور اُسے ناکامی نہیں ہوئی تھی۔اُس کے اکاؤنٹ میں اس کی فیملی کی بہت ساری تصاویر تھیں... سالار سکندر کی...حجاب میں ملبوس امامہ کی...اُس کی ٹین ایجر بہن عنایہ کی... حمین کی... اور رئیسہ کی... جبریل کے انکلز اور کزنز کی جو اُن کی فیملی کے برعکس بے حد ماڈرن نظر آرہے تھے لیکن اُن سب میں عجیب ہم آہنگی نظر آرہی تھی۔

وہ جبریل سکندر سے دوستی کرنا چاہتی تھی لیکن وہ ہمّت نہیں کرپائی تھی...لیکن وہ اور اُس کی فیملی فیملی یک دم جیسے اُس کے لئے ایک آئیڈیل فیملی کی شکل اختیار کرگئے تھے...ایسی فیملی جس کا وہ حصہ بننا چاہتی تھی... وہ اُس فیملی کا حصہ نہیں بن سکی تھی لیکن عائشہ عابدین کو احسن سعد اور اُس کی فیملی سے پہلی بار متعارف ہوکر بھی ایسا ہی لگا تھا کہ وہ جبریل سکندر جیسا خاندان تھا...اور احسن سعد جبریل سکندر جیسا مرد... قابل، باعمل مسلمان، حافظِ قرآن...

عائشہ عابدین نے جبریل سکندر کے دھوکے میں احسن سعد کو اپنانے کا فیصلہ کیا تھا۔

******

اس کتاب کا پہلا باب اگلے نو ابواب سے مختلف تھا۔اسے پڑھنے والا کوئی بھی شخص یہ فرق محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا کہ پہلا باب اور اگلے نو ابواب ایک شخص کے لکھے ہوئے نہیں لگ رہے تھے۔وہ ایک شخص نے لکھے تھے بھی نہیں۔

وہ جانتی تھی وہ اُس کی زندگی کی پہلی بددیانتی تھی، لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ وہی آخری بھی ہوگی۔اس کتاب کا پہلا باب اس کے علاوہ اب اور کوئی نہیں پڑھ سکتا تھا۔اُس نے پہلا باب بدل دیا تھا۔

نم آنکھوں کے ساتھ اُس نے پرنٹ کمانڈ دی۔پرنٹر برق رفتاری سے وہ پچاس صفحے نکالنے لگا جو اس کتاب کا ترمیم شدہ پہلا باب تھا۔

اُس نے ٹیبل پر پڑی ڈسک اُٹھائی اور بے حد تھکے ہوئے انداز میں اُس پر ایک نظر ڈالی۔پھر اُس نے اسے دو ٹکڑوں میں توڑ ڈالا... پھر چند اور ٹکڑے...اپنی ہتھیلی پر پڑے ان ٹکڑوں کو ایک نظر دیکھنے کے بعد اُس نے انہیں ڈسٹ بن میں پھینک دیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ڈسک کا کور اُٹھا کر اُس نے زیرِ لب اس پر لکھے چند لفظوں کو پڑھا، پھر چند لمحے پہلے لیپ ٹاپ سے نکالی ہوئی ڈسک اُس نے اس کور میں ڈال دی۔

پرنٹر تب تک اپنا کام مکمل کرچکا تھا۔اُس نے ٹرے میں سے ان صفحات کو نکال دیا۔بڑی احتیاط کے ساتھ اس نے اُنہیں ایک فائل کور میں رکھ کر اُنہیں دوسری فائل کورز کے ساتھ رکھ دیا جن میں اس کتاب کے باقی نو ابواب تھے۔

ایک گہرا سانس لیتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔کھڑے ہوکر اُس نے ایک آخری نظر اُس لیپ ٹاپ کی مدھم پڑتی سکرین پر ڈالی۔

سکرین تاریک ہونے سے پہلے اس پر ایک تحریر اُبھری تھی "Will be waiting!"

اُس کی آنکھوں میں ٹھہری نمی یک دم چھلک پڑی تھی۔وہ مسکرا دی سکرین اب تاریک ہونے لگی۔اُس نے پلٹ کر ایک نظر کمرے کو دیکھا پھر بیڈ کی طرف چلی آئی۔ایک عجیب سی تھکن اُس کے وجود پر چھانے لگی تھی۔اس کے وجود پر یا ہر چیز پر... بیڈ پر بیٹھ کر چند لمحے اُس نے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑی چیزوں پر نظر دوڑائی۔

وہ پتہ نہیں کب وہاں اپنی رسٹ واچ چھوڑ گیا تھا... شاید رات کو جب وہ وہاں تھا، وہ وضو کرنے گیا تھا۔پھر شاید اُسے یاد ہی نہیں رہا تھا۔وہ رسٹ واچ اٹھا کر اُسے دیکھنے لگی۔سیکنڈز کی سوئی کبھی نہیں رُکتی، صرف منٹ اور گھنٹے ہیں جو رُکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔سفر ختم ہوتا ہے... سفر شروع ہوجاتا ہے۔

بہت دیر تک اس گھڑی پر انگلیاں پھیرتی وہ جیسے اس کے لمس کو کھوجتی رہی۔وہ لمس وہاں نہیں تھا۔وہ اس کے گھر کی واحد گھڑی تھی جس کا ٹائم بالکل ٹھیک ہوتا تھا۔صرف منٹ نہیں... سیکنڈز تک...کاملیت اس گھڑی میں نہیں تھی، اس شخص کے وجود میں تھی جس کے ہاتھ پر وہ ہوتی تھی۔

اُس نے آنکھوں کی نمی صاف کرتے ہوئے اس گھڑی کو دوبارہ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔کمبل اپنے اوپر کھینچتے ہوئے وہ بستر پر لیٹ گئی۔اُس نے لائٹ بند نہیں کی تھی۔اُس نے دروازہ بھی مقفل نہیں کیا تھا۔وہ اُس کا انتظار کررہی تھی۔بعض دفعہ انتظار بہت "لمبا" ہوتا ہے... بعض دفعہ انتظار بہت مختصر ہوتا ہے۔

اُس کی آنکھوں میں نیند اُترنے لگی۔وہ اسے نیند سمجھ رہی تھی... ہمیشہ کی طرح آیت الکرسی کا ورد کرتے ہوئے وہ اُسے چاروں طرف پھونک رہی تھی۔جب اُسے وہ یاد آیا۔وہ اس وقت وہاں ہوتا تو اُس سے آیت الکرسی اپنے اوپر پھونکنے کی فرمائش کرتا۔

بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑے ایک فوٹو فریم کو اُٹھا کر اس نے بڑی نرمی کے ساتھ اُس پر پھونک ماری۔ پھر فریم کے شیشے پر جیسے کسی نظر نہ آنے والی گرد کو اپنی انگلیوں سے صاف کیا، چند لمحے تک وہ فریم میں اس ایک چہرے کو دیکھتی رہی پھر اُس نے اس کو دوبارہ بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔سب کچھ جیسے ایک بار پھر سے یادآنے لگا تھا۔اُس کا وجود ایک بار پھر سے ریت بننے لگا تھا۔آنکھوں میں ایک بار پھر سے نمی آنے لگی تھی۔

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔آج "اُسے" بہت دیر ہوگئی تھی۔امامہ نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولی تھیں۔کمرے میں نیم تاریکی تھی۔سالار اُس کے برابر میں سورہا تھا۔اُس نے وال کلاک پر نظر ڈالی، رات کا آخری پہر تھا۔وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی... عجیب خواب تھا... وہ کس کا انتظار کررہی تھی اُسے خواب میں بھی سمجھ نہیں آیا تھا...کتاب کے وہ دس ابواب سالار کے تھے... وہ کتاب سالار ہی لکھ رہا تھا اور ابھی تک اُس کے نو ابواب لکھے جاچکے تھے... دسواں نہیں... وہ گھڑی بھی سالار کی تھی اور سالار نے حمین کی پچھلی برتھ ڈے پر اُس کی ضد اور اصرار پر اُسے دی تھی اور اب وہ گھڑی

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

حمین باندھتا تھا... اور اُس نے خواب میں اپنے آپ کو بوڑھا دیکھا تھا... وہ اُس کا مستقبل تھا... وہ کسی کو یاد کررہی تھی کسی کے لئے اداس تھی، مگر کس کے لئے...اور وہ کسی کا انتظار کررہی تھی اور کوئی نہیں آرہا تھا... مگر کون...اور پھر وہ تحریر...Will be waiting... وہ خواب کی ایک ایک detail کو دہرا رہی تھی... ایک ایک جزئیات کو دہرا سکتی تھی۔

وہ بستر سے اُٹھ گئی، بے حد بے چینی کے عالم میں... اُن کی پیکنگ مکمّل ہوچکی تھی۔وہ اس گھر میں اُن کی آخری رات تھی اُس کے بعد وہ اُن سب کے ساتھ پاکستان جانے والی تھی اور سالار اور جبریل کو وہیں رہ جانا تھا۔

ایک بار پھر سے اُس کا گھر ختم ہوجانا تھا... یہ جیسے اُس کی زندگی کا ایک پیٹرن ہی بن گیا تھا... گھر بنتا... گھر ختم ہونا... پھر بنتا... پھر ختم ہونا...ایک عجیب ہجرت تھی جو ختم ہی نہیں ہوتی تھی اور اس ہجرت میں اپنے گھر کی وہ خواہش اور خواب پتہ نہیں کہاں چلا گیا تھا...وہ اُس رات اس طرح خواب سے جاگنے کے بعد بھی بہت اُداس تھی۔

پہلے وہ سالار کی بے انتہا مصروفیت کی وجہ سے اُس کے بغیر اپنے آپ کو رہنے کی عادی کرپائی تھی اور اب پاکستان چلے جانے کے بعد اُسے جبریل کے بغیر بھی رہنا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ چلتے ہوئے کمرے میں موجود صوفہ پر جاکر بیٹھ گئی۔اُسے لگ رہا تھا جیسے اُس کے سر میں درد ہونے لگا تھا... اور صوفہ پر بیٹھتے ہوئے اُسے ایک بار پھر اُس خواب کا خیال آنے لگا تھا... اُس خواب کے بارے میں سوچتے سوچتے وہ بُری طرح ٹھٹھکی... کتاب کے دس ابواب... اُس کی اُداسی...اُس کا بڑھاپا... کسی کو یاد کرنا۔

اُسے یاد آیا تھا اُس کتاب کا ہر باب سالار کی زندگی کے پانچ سالوں پر مشتمل تھا...ڈاکٹرز نے سالار کو سات سے دس سال کی زندگی کی مہلت دی تھی اور کتاب کا دسواں باب 50 سال کے بعد ختم ہورہا تھا۔

پریذیڈنٹ نے کافی کا خالی کپ واپس میز پر رکھ دیا۔پچھلے پانچ گھنٹے میں یہ کافی کا آٹھواں کپ تھا جو اس نے پیا تھا۔اُس نے زندگی میں کبھی اتنی کافی نہیں پی تھی، مگر زندگی میں کبھی اُسے اس طرح کا فیصلہ بھی نہیں کرنا پڑا تھا۔وہ آگے گڑھا اور پیچھے کھائی والی صورت حال سے دوچار تھا اور اپنے عہدِ صدارت کے ایک بہت غلط وقت پر ایسی صورت حال سے دوچار ہوا تھا۔

کانگریس کے الیکشنز سر پر تھے اور یہ فیصلہ ان الیکشنز کے نتائج پر بری طرح اثر انداز ہوتا۔بری طرح کا لفظ شاید ناکافی تھا، اس کی پارٹی دراصل الیکشن ہارجاتی لیکن اس فیصلہ کو نہ کرنے کے

اثرات زیادہ مضر تھے۔وہ اسے جتنا ٹال سکتا تھا ، ٹال چکا تھا، جتنا کھینچ سکتا تھا، کھینچ چکا تھا۔اب اُس کے پاس ضائع کرنے کے لئے وقت نہیں تھا۔کچھ lobbies کی قوتِ برداشت جواب دے رہی تھی۔کچھ power players دبے لفظوں میں اپنی ناراضگی اور شدیدردِّعمل سے اُسے خبردار کررہے تھے۔فارن آفس اُسے مسلسل متعلقہ ممالک سے امریکی سفارت خانوں کی تقریباً روزانہ کی بنیاد پر آنے والی queries اور concerns کے بارے میں آگاہ کررہا تھا اور خود وہ دو ہفتے کے دوران مستقل ہاٹ لائن پر رہا تھا۔

امریکہ کی بین الاقوامی پسپائی ایک الیکشن ہارنے سے زیادہ سنگین تھی مگر اس کے پاس آپشنز نہ ہونے کے برابر تھے، اپنی کیبنٹ کے چھے اہم ترین ممبرز کے ساتھ پانچ گھنٹوں کی طویل گفت و شنید کے بعد وہ جیسے تھک کر پندرہ منٹ کی ایک بریک لینے پر مجبور ہو گیا تھا۔اور اس وقت وہ اس بریک کے آخری چند کچھ منٹ گزاررہا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ٹیبل سے کچھ پیپرز اُٹھا کر وہ دوبارہ دیکھنے لگا تھا، وہ کیبنٹ آفس میں ہونے والی پانچ گھنٹے کی طویل میٹنگ کے اہم نکات تھے۔اُس کی کیبنٹ کے وہ چھے ممبرز دو برابر گروپس میں بٹے ہوئے دو مختلف لابیز کے ساتھ تھے۔وہ ٹائی اس کے کاسٹنگ ووٹ سے ٹوٹنے والی تھی اور یہی چیز اسے اتنا بے بس کررہی تھی۔اس فیصلے کی ذمّہ داری ہر حال میں اسی کے سر پر آرہی تھی۔یہ اس کے عہدِ

صدارت میں ہوتا اور اُس کے کاسٹنگ ووٹ سے ہوتا۔اگر ہوتا تو... اور اس ذمّہ داری کو وہ لاکھ کوشش کے باوجود کہیں اور منتقل نہیں کر پارہا تھا۔

اُس نے ہاتھ میں پکڑے کاغذات کو ایک نظر پھر دیکھنا شروع کیا۔وہ بُلٹ پوائنٹس اس وقت حقیقتاً اُسے بُلٹس کی طرح لگ رہے تھے۔



بریک کے آخری دو منٹ باقی تھے جب وہ ایک فیصلہ پر پہنچ گیا تھا۔بعض دفعہ تاریخ بنانے والے کے ہاتھوں کو خود جکڑ کر خود کو بنواتی ہے۔

اور تاریخ 17 جنوری 2030 کو بھی یہی کر رہی تھی۔

www.kitabnagri.com

******

ہشام نے پہلی بار اُس لڑکی کو سوڈان میں دیکھا تھا UNHCR...کے ایک کیمپ پر کسی پناہ گزین گونگی عورت کے ساتھ اشاروں میں بات کرتے اور اُسے کچھ سمجھاتے۔وہ پاکستانی یا انڈین

تھی...ہشام نے اُس کے نقوش اور رنگت سے اندازہ لگایا تھا،اور پھر اُس کے گلے میں لٹکے کارڈ پر اُس کا نام پڑھ کر اُسے اُس کا نام پتہ چل گیا تھا۔

بے حد معمولی شکل و صورت کی ایک بے حد دبلی پتلی گھنے بالوں والی ایک سانولی رنگت کی ایک دراز قامت لڑکی... اُس کا پانچ فٹ سات انچ قد اُس کی واحد خاصیت لگی تھی اُس پہلی ملاقات میں ہشام کو۔

وہ ایک عورت سے بات کرتے کرتے ہشام کی طرف متوجہ ہوئی، ایک co-worker کے طور پر اُسے مسکراہٹ دی اور ہاتھوں کے اشارے سے ہیلو اور حال چال پوچھا، اُس لڑکی نے بھی ہاتھوں کے اشارے سے اُس کو جواب دیا۔دونوں نے بیک وقت اپنے گلے میں لٹکے کارڈز پکڑ کر اوپر کرتے ہوئے اور اُس پر انگلی پھیرتے ہوئے جیسے خود کو متعارف کیا۔وہ CARE کی ورکر تھی، وہ ریڈکراس کا اور وہ دونوں USA سے آئے تھے۔رسمی تعارف اور وہاں کے حالات کے بارے میں اشاروں میں ہی بات کرنے کے بعد وہ دونوں آگے بڑھ گئے تھے۔

اُن کی دوسری ملاقات دوسرے دن ہوئی تھی۔لکڑی کے عارضی ہاتھ رومز کی تنصیب و تعمیر والی جگہ پر... وہ آج بھی اُس سے پہلے وہاں موجود تھی اور کچھ تصویریں لے رہی تھی۔وہ کچھ سامان

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

لے کر وہاں آیا تھا ایک لوڈر گاڑی میں لٹکے... دونوں نے ایک بار پھر اشاروں کی زبان پر رسمی علیک سلیک کی۔

تیسری ملاقات لمبی تھی، وہ ایڈورکرز کے ایک ڈنر میں ملے تھے... ڈنر ہال کے باہر کوریڈور میں... دونوں دس منٹ اشاروں کی زبان میں بات کرتے رہے... وہ پاکستان سے تھی، وہ بحرین سے... وہ نیو یارک یونیورسٹی میں پڑھ رہا تھا، وہ سٹی یونیورسٹی نیو یارک میں... وہ فنانس کا سٹوڈنٹ تھا، وہ سوشل سائنسز کی... اور ان دونوں کے درمیان کامن چیز صرف ایک تھی...ریلیف ورک، جس میں وہ دونوں اپنی ٹین ایج سے انوالوڈ تھے... اُن دونوں کا Academic C.V اتنا لمبا نہیں تھا جتنا اُن کا Extra-Curricular...کوریڈور میں کھڑے اُن دس منٹوں میں اُن دونوں نے ایک دوسرے کے بارے میں ہی پوچھا اور جانا تھا... اشاروں کی زبان میں سوالات بہت تفصیلی ہوگئے تھے لیکن ہشام کا دل چاہا تھا وہ اُس سے اور بھی سوال کرتا... وہ قوتِ گویائی رکھتی تو وہ کر ہی لیتا... اُس کے ساتھ کھڑے اُس نے سوچا تھا... وہ اُسے اُس شام اتنی ہی دلچسپ لگی تھی اور اس سے پہلے کہ وہ دونوں ہمیشہ کی طرح مل کر آگے بڑھ جاتے... اُس کوریڈور سے بہت سارے گزرنے والے ایڈ ورکرز میں سے ایک جو اُن دونوں کو جانتا تھا اُس نے اُنہیں بلند آواز میں دور سے مخاطب کرتے ہوئے ہیلو کہا اور ساتھ حال احوال دریافت کیا۔وہ دونوں بیک وقت اُس کی طرف مخاطب ہوئے انہوں نے بیک وقت اُس کی ہیلو کا جواب دیتے ہوئے جواباً اُس کی خیریت دریافت کی اور پھر دونوں نے بیک وقت کرنٹ کھا کر ایک دوسرے کو دیکھا stunned silence ...میں... اور پھر

دونوں قہقہہ لگا کر ہنسے تھے... اورر ہنستے ہی گئے تھے... سُرخ ہوتے ہوئے چہرے کے ساتھ... اپنی شرمندگی چھپانے کے لئے اُن کے پاس اس سے اچھا طریقہ کوئی اور نہیں تھا اُس وقت...

اُن دونوں کا پہلا تعارف "خاموشی" نے کروایا تھا اور وہ خاموشی ہمیشہ اُن کے ہر جذبے کی آواز بنی رہی... وہ جیسے اُن کا سب سے دل چسپ کھیل تھا... جب ایک دوسرے سے کچھ بھی خاص کہنا ہوتا تو Sign Language میں بات کرنے لگتے... ہنستے کھلکھلاتے، بوجھتے، بھٹکتے، سنبھلتے، سمجھتے... کیا کھیل تھا!!...

وہ اُس وقت یونیورسٹی میں ابھی گئے ہی تھے... ہشام کو حیرت تھی اُن کی ملاقات اس سے پہلے کیوں نہیں ہوئی۔وہ دونوں ایک جیسی relief agencies کے ساتھ کام کررہے تھے، لیکن اس سے پہلے وہ صرف امریکہ کے اندر ہی طوفانوں اور سیلابوں کے دوران ہونے والے ریلیف ورک سے منسلک رہے تھے، یہ پہلا موقع تھا کہ وہ دونوں امریکہ سے باہر ہونے والے کسی ریلیف کیمپ میں حصّہ لینے کے لئے گئے تھے۔

نیو یارک واپسی کے بعد بھی اُن دونوں کا رابطہ آپس میں ختم نہیں ہوا تھا... دو مختلف یونیورسٹیز میں ہونے کے باوجود وہ ایک دوسرے سے وقتاً فوقتاً مختلف سوشل ایونٹس میں ملتے رہتے تھے کیوں کہ

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

دونوں مسلمان طلبہ کی تنظیم سے بھی وابستہ تھے... اور پھر یہ رابطہ وقتاً فوقتاً ان سوشل ایونٹس سے ہٹ کر بھی ہونے لگا... وہ دونوں ایک دوسرے کی فیملی سے بھی مل چکے تھے اور اب بہت باقاعدگی سے ملنے لگے تھے۔دونوں کے والد ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح جانتے تھے...

ہشام امریکہ میں بحرین کے سفیر کا بیٹا تھا، اور بحرین کے سفارت خانے میں ہونے والی اکثر گیدرنگز میں اُسے بھی انوائیٹ کیا جاتا تھا۔اُس کی ماں ایک فلسطینی نژاد ڈاکٹر تھی اور اس کا باپ امریکہ کے علاوہ بہت سے یورپین ممالک میں بحرین کی نمائندگی کرچکا تھا۔دو بہن بھائیوں میں وہ بڑا تھا اور اُس کی بہن ابھی ہائی سکول میں تھی۔

ریلیف ورک میں دل چسپی ہشام کو اپنی ماں سے وراثت میں ملی تھی جو ہشام کے باپ سے شادی سے پہلے ریڈ کراس کے ساتھ منسلک تھی اور فلسطین میں ہونے والے ریلیف کیمپس میں اکثر اُن امدادی ٹیموں کے ساتھ جاتی تھی جو امریکہ سے جاتی تھیں، شادی کے بعد اُس کا وہ کام صرف فنڈز اکٹھے کرنے اور donations تک محدود رہ گیا تھا۔مگر ہشام نے اپنی ماں فاطمہ سے یہ شوق وراثت میں لیا تھا۔اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ شوق بڑھتا ہی گیا تھا۔

اُس لڑکی سے ملنے کے بعد اُسے اپنا شوق اور جنوں بہت کم اور کمتر لگا تھا۔وہ اُس کم عمری میں جن ریلیف پروجیکٹس کے ساتھ منسلک رہی تھی، بہت کم ایسا ہوا تھا کہ ریلیف آپریشن کے بعد بہترین خدمات کا سرٹیفیکیٹ حاصل کرنے والوں میں اُس کا نام نہ ہوتا۔اُس سے میل جول کے آغاز ہونے کے بعد ہشام کو احساس ہوا کہ اُن کے درمیان انسانیت کی خدمت کا جذبہ ایک واحد کامن چیز نہیں تھی، اور بھی بہت سی دلچسپیاں مشترکہ تھیں اور صرف دلچسپیاں اور مشاغل ہی نہیں... خصوصیات بھی... دونوں کتابیں پڑھنے کے شوقین تھے اور بہت زیادہ... دونوں کو تاریخ میں دل چسپی تھی... دونوں پھرنے پھرانے کے شوقین تھے اور دونوں بہت زیادہ باتونی نہیں تھے... سوچ سمجھ کر بات کرنے کے عادی تھے۔

ہشام کی پوری زندگی لڑکیوں کے ساتھ مخلوط تعلیمی ماحول اور معاشرے میں گزری تھی... نہ اُس کے لئے لڑکیاں نئی چیز تھیں، نہ اُن سے دوستی... لیکن زندگی میں پہلی بار وہ کسی لڑکی سے متاثر ہوکر اُس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔اُس کا کبھی کوئی آئیڈیل نہیں رہا تھا لیکن اُسے لڑکیوں میں جو چیزیں اٹریکٹ کرتی تھیں، اُن میں سے کوئی بھی چیز اُس لڑکی میں نہیں تھی... نہ وہ حسین تھی... نہ سٹائلش، نہ ایسی ذہین کہ اگلے کو چاروں شانے چِت کردے لیکن اس کے باوجود وہ اُسے کسی مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچتی تھی... نظر کا ایک جدید انداز کا چشمہ لگائے وہ سادہ سی جینزاور کُرتیوں میں اکثر flip flops میں بہت سی stilleto heels والی لڑکیوں کے سامنے ہشام کو زیادہ پرکشش محسوس ہوتی تھی... خود میں مگن، دوسروں سے بے نیاز... کالرڈ کُرتیوں اور شرٹس میں سر

کے بال جُوڑے کی شکل میں باندھے اپنی لمبی نیلی گردن کو کسی راج ہنس کی طرح لہراتی وہ ہمیشہ اُسے فون یا ٹیبلٹ ہاتھ میں پکڑے اپنے حال میں مگن ملتی تھی، اُن بہت سی دوسری لڑکیوں کے برعکس جو اُسے دیکھتے ہی بے حد attentive ہو جاتی تھیں۔ہشام عرب تھا، عورت کی اداؤں سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود اداؤں ہی سے گھائل ہونے والا، لیکن اُس لڑکی کے پاس کوئی ادا سرے سے تھی ہی نہیں اس کے باوجود وہ گھائل ہو رہا تھا۔

"میرے معاشرے میں اگر مرد کسی عورت کے ساتھ کہیں جائے تو کھانے کا بل وہ دیتا ہے، عورت نہیں۔" ہشام نے پہلی بار اُسے کہیں کھانے کی دعوت دی تھی اور بِل کی ادائیگی کے وقت اُسے پرس نکالتے دیکھ کر اُس نے بڑی سنجیدگی سے روکتے ہوئے کہا تھا۔وہ جواباً مسکراتے ہوئے پرس سے کچھ نوٹ نکالتے ہوئے اُس سے بولی "اور میرے باپ نے مجھے کہا تھا کہ اپنے باپ اور بھائی کے علاوہ کسی مرد کے ساتھ بھی کھانا کھاتے ہوئے اپنا بل خود دینا، یہ تمہیں ہر خوش فہمی اور اُسے ہر غلط فہمی سے دور رکھے گا... اس لئے یہ میرے حصّہ کا بل..." اُس نے نوٹ میز پر رکھتے ہوئے ہشام سے کہا تھا۔ مسکرائی وہ اب بھی تھی، ہشام چند لمحوں کے لئے لاجواب ہوا تھا... وہ بڑا مہنگا ریسٹورنٹ تھا جہاں وہ اُسے لایا تھا اور وہ جب بھی کسی لڑکی کو وہاں لاکر بل خود ادا کیا کرتا تھا،اُسے اُس لڑکی کی طرف سے بے حد ناز بھرا اور مصنوعی حیرت اور اور گرم جوشی سے بھرپور شکریہ موصول ہوتا تھا۔آج کچھ خلافِ توقع چیز ہوگئی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"ریسٹورنٹ مہنگا تھا میں اس لئے کہہ رہا تھا۔" وہ جملہ اگلے کئی ہفتے ہشام کو اکیلے میں بھی دانت پیسنے پر مجبور کرتا رہا تھا... شرم ساری میں اُس نے زندگی بھر کبھی کسی عورت کو ایسی توجیہہ نہیں دی تھی۔

"شکریہ لیکن میں بہت امیر ہوں۔" اُس لڑکی نے جواباً مسکراتے ہوئے اُس سے کہا۔

"اس کا مطلب ہے تم میرا بل بھی دے سکتی ہو۔" وہ پتہ نہیں کیوں کہنے لگا تھا۔"بل نہیں دے سکتی لیکن بل دینے کے لئے اُدھار دے سکتی ہوں۔" اُس نے جواباً اُس سے کہا۔

"So very kind of you... پھر دے دو..." ہشام نے اُسی روانی سے کہا۔وہ پہلی بار اُلجھی، اُسے دیکھا پھر اُس نے اپنے پرس سے بل کی بقایا رقم نکال کر اُس کی طرف بڑھائی، ہشام نے وہ رقم پکڑ کر بل پر رکھتے ہوئے فولڈر بند کرتے ہوئے ویٹر کی طرف بڑھا دیا۔

اُس لڑکی نے اتنی دیر میں اپنا بیگ کھول لیا۔وہ اُس میں سے کچھ تلاش کررہی تھی، چند لمحے گود میں رکھے بیگ میں ہاتھ مارتے رہنے کے بعد اُس نے بالآخر ایک چھوٹی ڈائری نکالی اور پھر اُس کے

بعد پین... میز پر ڈائری رکھ کر اُس نے اُس ڈائری میں اُس رقم کا اندراج کیا جو اُس نے کچھ دیر پہلے ہشام کو اُدھار دی تھی۔ پھر اُس نے پین اور ڈائری دونوں ٹیبل کے اوپر سے ہشام کی طرف بڑھائے۔ اُس نے کچھ حیران ہوکر دونوں چیزیں پکڑیں اور پھر اُس سے کہا " یہ کیا ہے؟" لیکن سوال کے ساتھ ہی اُسے پہلی نظر ڈائری پر ڈالتے ہی جواب مل گیا تھا... وہ اُس کے signatures اُس رقم کے سامنے چاہتی تھی جہاں اُس نے اُدھار دی جانے والی رقم لکھی تھی۔ وہ چند لمحوں کے لئے اُس کی شکل دیکھ کر رہ گیا، وہ اب اپنے گلاسز اُتار کر اُنہیں صاف کرتے ہوئے دوبارہ لگا رہی تھی۔ معمول کی طرح خود میں محو اور اُسے نظر انداز کئے یوں جیسے یہ سب ایک روٹین کی بات تھی۔ ہشام نے پین سنبھال کر دستخط کرنے سے پہلے ڈائری کے صفحے پلٹ کر بڑے تجسس سے لیکن محظوظ ہونے والے انداز میں دیکھا... وہاں چھوٹی بڑی رقموں کی ایک قطار تھی اور لینے والا صرف ایک ہی شخص تھا جس کا نام نہیں تھا صرف دستخط تھے، مختلف تاریخوں کے ساتھ لیکن کہیں بھی ادائیگی والے حصے میں کسی ایک رقم کی بھی ادائیگی نہیں کی گئی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"مجھے اندازہ نہیں تھا تم اتنی calculated ہو... ہر چیز کا حساب رکھتی ہو؟" ڈائری پر دستخط کرتے ہوئے ہشام کہے بغیر نہیں رہ سکا۔

"اگر میں لکھوں گی نہیں تو بھول جاؤں گی اور معاملات میں تو clarity ضروری ہوتی ہے۔" اُس لڑکی نے جواباً اطمینان کے ساتھ کہا، وہ اب اُس سے ڈائری اور پین لے کر واپس اپنے بیگ میں رکھ چکی تھی۔

"ڈائری سے تو لگتا ہے تم واقعی بہت امیر ہو... اتنی دریادلی سے کس کو قرض دے رہی ہو؟" ٹیبل سے اُٹھتے ہوئے ہشام نے اُس کو کُریدا، وہ بات گول کر گئی۔اُن کے درمیان اتنی بے تکلفی نہیں تھی کہ وہ اُسے زیادہ کُریدتا مگر اُس ڈائری میں کئے ہوئے اُس آدمی کے دستخط اُسے یاد رہ گئے تھے۔وہ اُن دستخط سے اتنا تو اندازہ لگا ہی چکا تھا کہ وہ کسی مرد کے دستخط تھے۔

ایک ہفتے بعد اُس نے اُس لڑکی کو وہ قرض واپس کرتے ہوئے اُس کی ڈائری میں ادائیگی کے حصّے میں اپنے دستخط paid کی تحریر کے ساتھ کرتے ہوئے ایک بار پھر سے ڈائری اُلٹ پلٹ کر دیکھی... وہ ڈائری اُس سال کی تھی، اور سال کے شروع سے اُس مہینے تک کسی صفحے پر کوئی ادائیگی نہیں تھی، لیکن اُدھار لینے کی رفتار میں تسلسل تھا... چھوٹی بڑی رقمیں ، لیکن لاتعداد بار۔

"اس سال تمہیں کوئی اُدھار واپس کرنے والا میں پہلا شخص ہوں۔" ہشام نے جیسے بڑے فخریہ انداز میں کہا، اُس نے مسکرا کر اُس سے ڈائری اور نوٹ دوبارہ واپس لئے، نوٹوں کو ہشام کے

سامنے گنا، اپنے پرس سے چند چھوٹے نوٹ نکال کر ہشام کو واپس کیے کیوں کہ اُس نے راؤنڈ فگر میں رقم واپس کی تھی۔

''چھوڑو اسے رہنے دو۔'' ہشام نے نوٹ واپس دینے کی کوشش کی۔''اتنی بڑی رقم نہیں ہے یہ۔''اُس نے جیسے لاپرواہی سے کہا''کافی کا ایک کپ اور ایک ڈونٹ آسکتا ہے، ایک ویفل آئس کریم آسکتی ہے یا ایک برگر۔'' اُس نے بڑے اطمینان سے جواباً کہا تھا، وہ ہنسا''تم واقعی ضرورت سے زیادہ حساب کتاب کرتی ہو'' ''میری ماں کہتی ہے روپیہ مشکل سے کمایا جاتا ہے اور اُس کی قدر کرتے ہوئے اُسے خرچ کرنا چاہیے'' اُس نے جیسے ایک بار پھر ہشام کو لاجواب کیا تھا، ذرا سی شرمندگی دکھائے بغیر۔

''اس طرح تو تم واقعی بہت امیر ہو جاؤ گی۔''ہشام نے اُسے tease کیا''انشا اللہ'' اُس نے جواباً اتنے اطمینان سے کہا کہ ہشام کو ہنسی آگئی تھی۔ہنسنے کے بعد ہشام کو احساس ہوا شاید یہ مناسب نہیں تھا کیوں کہ وہ اُسی طرح سنجیدہ تھی۔

''تمہیں بُرا تو نہیں لگا؟'' اُس نے کچھ سنبھلتے ہوئے اُس سے پوچھا''کیا؟'' '' میرا ہنسنا...'''' نہیں... مجھے کیوں بُرا لگے گا... تم کیا مجھ پر ہنسے تھے؟'' ہشام نے سر کھجایا، لڑکی سیدھی تھی، سوال ٹیڑھا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"یہ جس کو اتنے اُدھار دیتی رہی ہو، یہ کون ہے؟" اُس نے بھی اُس سے ایک ٹیڑھا سوال کیا تھا۔

"ہے کوئی" وہ ایک بار پھر نام گول کرگئی " تم نام بتانا نہیں چاہتی؟" وہ کہے بغیر نہیں رہ سکا
"نہیں" وہ چند لمحوں کے لئے چُپ رہا پھر اُس نے کہا "بہت زیادہ قرضہ نہیں ہوگیا اس کے سر؟"
اس کی سوئی اب بھی وہیں اٹکی ہوئی تھی "میں اُسے انکار نہیں کرسکتی..." ہشام عجیب طرح سے بے چین ہوا۔"پیسے کے معاملے میں کسی پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔" شاید زندگی میں پہلی بار اُس نے کسی کو ایسا مشورہ دیا تھا۔"پیسے کے بارے میں نہیں، میں ویسے ہی اعتبار کرتی ہوں اُس پر۔" اُس نے بڑے آرام سے کہا تھا۔ہشام کی سمجھ میں نہیں آیا وہ اُس سے کیا کہے؟ وہ اُن کی دوستی کا آغاز تھا اور وہ ایک دوسرے کی ذاتیات میں دخل اندازی نہیں کرسکتے تھے، اُن کے درمیان ایسی بے تکلفی نہیں تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اُس شخص کا تعارف بھی ہشام سے بہت جلد ہی ہوگیا تھا۔

******

تالیوں کی گونج نے حمین سکندر کی تقریر کے تسلسل کو ایک بار پھر توڑا تھا، روسٹرم کے پیچھے کھڑے چند لمحوں کے لئے رُک کر اُس نے تالیوں کے اس شور کے تھمنے کا انتظار کیا۔

وہ MIT کے graduating students کا اجتماع تھا ، اور وہ وہاں commencement speaker کے طور پر بلایا گیا تھا۔ پچھلے سال وہ MIT کے graduating students میں شامل تھا۔ Saloon School Of Managementسے ڈسٹنکشن کے ساتھ نکلنے والوں میں سے ایک اور اس سال وہ یہاں graduating students سے خطاب کررہا تھا۔ MIT وہ واحد یونیورسٹی نہیں تھی جس نے اُسے اس سال اس اعزاز کے قابل سمجھا تھا۔ Ivy League کی چند اور نامور یونیورسٹیز نے بھی اُسے مدعو کیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

24سال کی عمر میں حمین سکندر پچھلے تین سالوں کے دوران دُنیا کے بہترین entrepreneurs میں سے ایک مانا جارہا تھا، اُس ایک آئیڈیا کی وجہ سے جو پچھلے کچھ سالوں میں ایک بیج سے ایک تناور درخت کی شکل اختیار کرچکا تھا۔

Trade an Idea کے نام سے اُس کی ڈیجیٹل فنانس کمپنی نے پچھلے تین سالوں میں گلوبل مارکیٹس میں دھوم مچا رکھی تھی۔دُنیا کے 125 بہترین مالیاتی اور کاروباری ادارے اُس کمپنی کے باقاعدہ کلائنٹس تھے اور ڈیڑھ ہزار چھوٹے ادارے بالواسطہ اُس کی خدمات سے فائدہ اُٹھا رہے تھے۔

اور یہ سب تین سال کی مختصر مدّت میں ہوا تھا، جب وہ تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کمپنی کی بنیاد رکھنے میں بھی مصروف تھا۔



Trade an Idea کا concept بے حد دل چسپ اور منفرد تھا اور ایک عام user کو وہ ابتدائی طور پر کسی digital game جیسا لگتا۔

اُس کی ابتداء بھی حمین سکندر نے بے حد چھوٹے پیمانے پر کی تھی۔ایک ویب سائٹ پر اُس نے دنیا کی سو بہترین یونیورسٹیز کے سٹوڈنٹس کو ایک آن لائن چیلنج دیا تھا... ایسا کوئی آئیڈیا trade کرنے کے لئے جس کے لئے انہیں یا تو فنانس چاہیے تھا یا کسی کمپنی کی سپورٹ اور یا پھر وہ اپنا idea کسی خاص قیمت پر trade کرنے کے لئے تیّار تھے۔لیکن trading اور traders دونوں بے حد مختلف تھے۔

اُس ویب سائٹ پر تین کوئز تھے... اے کیٹگری، بی اور سی کیٹگری... ہر کوئز میں بیس سوالا ت تھے اور ویب سائٹ پر رجسٹریشن کے لئے ایک پاس ورڈ ضروری تھا جو اس کوئز میں کامیاب ہونے کے بعد بھیجا جاتا ہے اور وہی نمبر اُس trader کی ID تھی۔

کیٹگری A کا کوئز مشکل ترین تھا اور ناک آؤٹ کے انداز میں timed تھا۔ کیٹگری B اور C اُس سے آسان تھے اور نہ timed تھے اور نہ ہی اُن میں ناک آؤٹ ہوتا تھا۔ یہ ان تین کیٹگریز کی درجہ بندی تھی جو وہاں آنے والے traders کی پرفارمنس پر automatically انہیں مختلف کیٹگریز میں رکھتی تھی۔ جو A کیٹگری میں آگے نہ جا پاتا وہ B کے کوئز میں حصہ لیتا اور جو B میں بھی آگے نہ جاپاتا تو وہ C میں اور جو C میں بھی آگے نہ جاپاتا تو اُسے Trade an Idea کی طرف سے kick out کردیا جاتا تھا اس پیغام کے ساتھ کہ ابھی اُسے اور سیکھنے کی ضرورت ہے... ٹریڈنگ اُس کا کام نہیں۔ اے کیٹگری کے کوئز میں کامیاب ہوجانے والے غیر معمولی ذہنی صلاحیتوں کے حامل افراد ایک پاس ورڈ حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے اور پھر اگلے مرحلے تک رسائی کرتے... ایک ایسے ٹریڈ سینٹر میں جہاں بہترین یونیورسٹیز کے بہترین دماغ اپنے اپنے ideas کو رجسٹر کروانے کے بعد آن لائن موجود ٹریڈرز کے ساتھ اپنے ideas کے حوالے سے بات چیت کرتے... وہ گروپ ڈسکشن بھی ہوسکتی تھی اور وہ ٹریڈرز کی آپس میں گفت و شنید بھی... پہلے مرحلے پر حمین صرف پانچ بڑی کمپنیز کو اس بات پر آمادہ کرپایا تھا کہ وہ اس ٹریڈ روم میں idea لے کر آنے والوں کے ideas سُنیں اور اُس پر اُن سے بات چیت کریں، اگر اُنہیں کسی کا idea

پسند آجائے تو... اس کے عوض اُنہیں TAI کو ایک مخصوص فیس اداکرنی تھی ، اگر وہاں کوئی ideaانہیں پسند آجاتا اور وہ اُسے خریدنے، اُس میں invest کرنے یا اُس میں پارٹنر شپ کرنے پر تیار ہوتے تو۔

کیٹگری بی میں پیش ہونے والے آئیڈیاز کی trading بھی اسی فارمولا کے تحت ہوتی تھی، لیکن وہاں ایک اضافی چیز یہ تھی کہ وہاں اپنے ideas کے ساتھ آنے والے مختلف نوجوان افراد interactionsکے ذریعہ اپنی پسند کے کسی ایک جیسے idea پر collaboration کرسکتے تھے اور اگر ایسی کوئی collaboration کسی آئیڈیا کو عملی شکل تک ڈھال دیتا تو Trade an Idea اُس collaborationکے لئے بھی انہیں ایک فیس چارج کرتا۔

کیٹگری C اس سے بھی آسان تھی، وہاں trade کے لئے آنے والے traders اپنے ideas کو barterبھی کرسکتے تھے یعنی کسی بھی trader کو اگر دوسرے کا idea پسند آتا اور وہ اُسے cash سے خریدنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو، تو پھر وہ اُس idea کے بدلے کچھ اور idea, skill, service یا پروجیکٹ اُسے پیش کرسکتا تھا۔

وہ بہت basic سا فارمولا تھا جو حمین نے صرف ذہانت کو encash کرنے کی بنیاد پر نکالا تھا اور اپلائی کیا تھا۔

پہلی بار اُس کی کلائنٹ بننے والی پانچ میں سے تین کمپنیز کو وہاں پہلے مہینے میں تین ایسے آئیڈیاز پسند آگئے تھے جن کے traders کو انہوں نے hire کرلیا تھا۔

تین سال پہلے کلائنٹس اور ٹریڈرز کی ایک محدود تعداد سے شروع ہونے والی کمپنی اب ان basic tradingsسے بہت آگے بڑھ چکی تھی، وہ اب خود Trade an Idea پر آنے والے ٹریڈرز سے ایسے ideas اور بزنس پروپوزلز لے لیتی جس میں انہیں potential نظر آتا اور وہ اپنے بڑے کلائنٹس کی ضروریات اور دل چپسی کے مطابق مختلف ideasاور پروجیکٹس انہیں شیئر کردیتی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

Trade an Ideaنے پچھلے تین سال میں تین سو ایسی نئی کمپنیز کی بنیاد رکھی تھی جن کے ideas اُن کے پلیٹ فارم پر آنے کے بعد مختلف بین الاقوامی کمپنیز نے اُن ideas میں investment کی تھی۔ Trade an Ideaسے ملنے والے ideas پر تکمیل پانے والے پروجیکٹس کی کامیابی کا 90 ٪ ratioتھا۔

دُنیا کے سو بہترین اداروں کے بہترین سٹوڈنٹس کو ایک پلیٹ فارم پر لانے والا یہ ادارہ اب دُنیا کی ہزاروں یونیورسٹیز کے لاکھوں سٹوڈنٹس کو اپنے اپنے ideas گھر بیٹھے آن لائن نامور اور کامیاب ترین کمپنیز کے نمائندوں کے سامنے پیش کرنے کا موقع دے رہا تھا۔وہ پلیٹ فارم ایک نئے entreprenuer کے لئے ایک ڈریم پلیٹ فارم تھا۔ Trade an Idea اب ان ہی کیٹگریز کے ساتھ ایک اور ایسی کیٹگری کا اضافہ کرچکا تھا جہاں کوئی بھی شخص اپنی خسارے میں جانے والی کمپنی، بزنس، سیٹ اپ پروجیکٹ بیچ سکتا تھا اور آن لائن ہی اُس کی evaluation بھی کرواسکتا تھا۔

حمین سکندر کا نام دُنیا کی کسی بھی بڑی مالیاتی کمپنی کے لئے اب نیا نہیں تھا۔اُس کی کمپنی trade کے نئے اصول لے آئی تھی اور اُن نئے اصولوں پر کام کررہی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"اکثر لوگوں کا خیال ہے میں رول ماڈل ہوں... ہوسکتا ہے میں بہت ساروں کے لئے ہوں... لیکن خود مجھے رول ماڈل کی تلاش کبھی نہیں رہی..." تالیوں کا شور تھم جانے کے بعد اُس نے دوبارہ کہنا شروع کیا تھا" رول ماڈلز اور آئیڈیلز کتابوں میں زیادہ ملتے ہیں اور میرے ماں باپ کو ہمیشہ مجھ سے یہ شکایت رہی کہ میں کتابیں نہیں پڑھتا۔" وہاں بیٹھے ہوئے سٹوڈنٹس میں کھکھلاہٹیں اُبھری تھیں اور اگلی ایک نشست پر بیٹھی امامہ بھی ہنس پڑی تھی۔

"میں نے اپنی زندگی میں دل چسپی سے صرف ایک کتاب پڑھی تھی ور وہ میرے باپ کی آٹو بائیوگرافی تھی... وہ بھی بارہ سال کی عمر میں اپنی ماں کے لیپ ٹاپ میں۔" سامنے والی نشستوں پر بیٹھی امامہ کا رنگ فق ہوگیا ،وہ ہنسنا یک دم بھول گئ تھی۔

"اوروہ واحد کتاب ہے جس کو میں نے بار بار پڑھا... وہ وہ واحد کتاب ہے جو میرے لیپ ٹاپ میں بھی ہے...میرے باپ کی آٹوبائیوگرافی کی بہترین بات یہ ہے کہ اُس میں کوئی ہیرو، کوئی آئیڈیل، کوئی رول ماڈل نہیں ہے، اور اُسے پڑھتے ہوئے مجھے ہمیشہ یہ احساس ہوا کہ میرا باپ کتنا lucky ہے کہ اُسے کسی سے inspire ہوکر اُس جیسا نہیں بننا پڑا، زندگی گزارنے کے اُن کے اپنے اصول اور فارمولاز اُن کے بچپن اور جوانی کو dictate کرتے رہے۔"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ کہتا جارہا تھا اور وہاں بیٹھی امامہ عجیب سے شاک اور شرمندگی میں بیٹھی تھی، وہ کتاب جسے وہ آج بھی publish کروانا نہیں چاہتی تھی، صرف اس لئے کیوں کہ وہ اپنی اولاد کو اُن کے باپ کے حوالے سے کسی شرمندگی میں مبتلا نہیں دیکھنا چاہتی تھی... وہ کتاب اُس کی تیسری اولاد بارہ سال کی عمر میں صرف ایک بار نہیں، بار بار پڑھتا رہا تھا۔اُس کی ایک کاپی اُس کے لیپ ٹاپ تک بھی چلی گئی تھی اور وہ بے خبر تھی۔

"میں نے اُس کتاب کو پڑھنے کے بعد یہ طے کیا تھا کہ مجھے inspire ہونے جیسا آسان کام نہیں کرنا ...inspire کرنے جیسا مشکل کام کرکے دیکھنا ہے۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"میرا تعارف کرواتے وقت وہ ساری چیزیں گنوائی گئیں جن سے آپ سب کے سانس رُک جائیں، آنکھیں جھپکنا بند ہوجائیں، منہ کُھلے کے کُھلے رہ جائیں... میں نے کس عمر میں کیا کردیا، اور کس عمر میں کیا... اس سال میری کمپنی کا ٹرن اوور کیا تھا... دُنیا کے دس بہترین entreprenuer میں میں کس نمبر پر ہوں ... دُنیا کی کون کون سی کمپنیاں میری کلائنٹ ہیں... آپ میں سے اگر کوئی مجھ سے اور میری کامیابی سے متاثر نہیں ہوا یہ سب سُن کر بھی تو مجھے حیرت ہوگی..." وہ رُکا، جیسے مجمع کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اُس نے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"لیکن اس تعارف میں بہت سے ایسے facts شامل ہیں جن کو سُن کر آپ کو مجھ میں اپنا آپ یا اپنے آپ میں میں دِکھنے لگوں گا... جیسے اس تعارف میں یہ حقیقت شامل نہیں ہے کہ میں آج تک کوشش کے باوجود کبھی اپنی بہن سے لیا گیا قرض واپس نہیں کرسکا۔" مجمع میں ہلکی تالیوں کے ساتھ قہقہے گونجے۔

حمین بے حد سنجیدہ تھا۔

"لیکن میں ایک دن وہ ساری رقم واپس کروں گا یہ وہ وعدہ ہے جو میں اُس سے 8 سال کی عمر سے کررہا ہوں جب میں نے اُس سے پہلی بار قرض لیا تھا، اور میں کبھی وعدہ پورا نہیں کرسکا۔" وہ ہنستے ہوئے مجمع کے سامنے بے حد سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔میری بہن کے پاس ڈائریز کا ایک ڈھیر ہے جس میں اُس نے اُس سے اُدھار لیے جانے والے ایک ایک سینٹ کا بھی حساب رکھا ہوا ہے۔" تالیوں کے شور میں وہ رُکا" اور ہر اچھے بزنس مین کی طرح میں بھی اتنی بڑی رقم فوری طور پر کسی کو نہیں دے سکتا چاہے وہ قرضہ کی واپسی ہی کیوں نہ ہو..." وہ بول رہا تھا۔

"اور میں سُست ہوں، ضرورتاً جھوٹ بولتا ہوں، چیزیں اکثر بھول جاتا ہوں، دوستوں کو مایوس کرتا ہوں۔" اُس کے ہر جملے پر وہ سٹوڈنٹس پرجوش انداز میں تالیاں بجارہے تھے جیسے کسی rock starکو داد دے رہے ہوں۔

"اور ان تمام خامیوں کے سات بھی مجھے اگر most inspirational person کی فہرست میں رکھا جاتا ہے تو یہ خوف ناک بات ہے... خوف ناک اس لئے کیوں کہ ہم ایک ایسے زمانے میں

داخل ہوچکے ہیں جہاں صرف کامیابی ہمیں قابلِ عزت اور قابلِ رشک بنارہی ہے... ہماری انسانی خصوصیات اور خوبیاں نہیں۔"

تالیوں کے شور نے ایک بار پھر اُسے رُکنے پر مجبور کیا تھا۔ مجمع اب اُس کے سینس آف ہیومر کو نہیں، اُس کے اُن الفاظ کو سراہ رہا تھا۔

"MIT کے graduating students کو یہ بات کہتے ہوئے میں stupid لگوں گا کہ اُن چیزوں کو redefine کریں جو ہمارے لئے inspirational ہونی چاہیے... میں دس سال کا تھا جب میرے باپ نے مجھے زبردستی پاکستان بھیج دیا... مجھے اور میری فیملی کو... کیوں کہ میرے دادا کو الزائمر تھا، اور میرے باپ کا خیال تھا اُنہیں ہماری ضرورت تھی... میں نے اگلے چھے سال اپنے دادا کے ساتھ گُزارے تھے... دنیا کی کوئی یونیورسٹی مجھے وہ تربیت اور علم نہیں دے سکتی جو الزائمر کے ہاتھوں اپنی یادداشت کھوتے ہوئے اُس 75 سال کے بوڑھے نے اپنے دس سال کے پوتے کو دی ... MIT بھی نہیں..." سنّاٹے کو تالیوں نے توڑا تھا پھر اُس کے لئے کھڑے ہوجانے والے ہجوم نے اگلے کئی منٹ اپنے ہاتھ نہیں روکے۔

"میں ہمیشہ سوچتا تھا اس سب کا فائدہ کیا تھا... مجھے امریکہ میں ہونا چاہیے تھا، دادا کے پاس نہیں... لیکن پھر آہستہ آہستہ سب کچھ بدلنا شروع ہوگیا... مجھے اُن کے ساتھ بیٹھنا، بات کرنا، سننا اور اُن کی مدد کرنا اچھا لگنے لگا... دس سال کا بچہ کبھی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی انسان سامنے پڑی ہوئی چیز کا نام کیسے بھول سکتا ہے... لیکن میں یہ سب دیکھ رہا تھا اور اس سب نے مجھے ایک چیز سکھائی ... There is no tomorrow...جو بھی ہے آج ہے... اور آج کا بہترین مصرف ہونا چاہیے..."کل" چانس ہے، ہوسکتا ہے آپ کو نہ ملے۔"

اُس نے تقریر ختم کردی تھی، وہ پورا مجمع ایک بار پھر اُس کے لئے کھڑا ہوچکا تھا... تالیاں بجاتے ہوئے۔

امامہ بھی تالیاں بجارہی تھی، ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اُسے دیکھتے ہوئے... اُسے داد دیتے ہوئے... اُس کی اولاد نے اُسے ایسے بہت سے فخریہ لمحے دیے تھے... بہت سارے...

آہستہ آہستہ اُس گھر کے سارے پرندے اُڑ گئے تھے... جبریل، عنایہ، حمین رئیسہ... مگر ہر ایک کی پرواز شاندار تھی، وہ جس آسمان پر بھی اُڑ رہے تھے... فاتحانہ انداز میں اُڑ رہے تھے۔

"تم سمجھدار ہوگئے ہو یا ایکٹنگ کررہے تھے؟" وہاں سے واپسی پر امامہ نے اُس سے گاڑی میں کہا تھا۔وہ ڈرائیونگ کرتے ہوئے ہنس پڑا "ایکٹنگ کررہا تھا، یہ تو ظاہر ہے... غلط سوال کرلیا آپ نے مجھ سے۔" اُس نے ماں کی بات کے جواب میں کہا تھا۔

"تم بے حد خراب ہو حمین!" امامہ کو یک دم جیسے یاد آیا "میں بھی سوچ رہا تھا آپ بابا کی آٹو بائیوگرافی بھول کیسے گئیں؟" حمین نے ماں کے اس جملے پر برق رفتاری سے کہا۔

تمہیں اُسے نہیں پڑھنا چاہیے تھا۔" امامہ اب بھی سنجیدہ تھی۔"آپ ہی کہتی ہیں کتابیں پڑھنا اچھی عادت ہے۔" اُس نے ماں سے کہا "میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ کتابیں چوری کر کے اور بغیر اجازت پڑھو۔"امامہ نے اُسی سنجیدگی سے اُسے ڈانٹا۔

"زندگی میں پہلی اور آخری بار کوئی کتاب چوری کر کے پڑھی ہے۔آپ تسلّی رکھیں میں اتنا passionateنہیں ہوں ریڈنگ کے بارے میں۔" اُس نے بڑے اطمینان سے کہا۔امامہ اگر اُسے شرمندہ دیکھنا چاہتی تھی تو یہ اُس کی غلط فہمی تھی۔اُس کے پاس ہر logic اور ہر بہانہ تھا۔سالار کا بیٹا تھا تو ان چیزوں کی افراط تھی اُس کے پاس۔

"ممّی آپ خوامخواہ ہی پریشان ہوتی رہتی ہیں، ہم بڑے ہوچکے ہیں، آپ ہر بات ہم سے راز نہیں رکھ سکتیں۔" اُس نے ماں کا کندھا تھپکتے ہوئے جیسے اُسے یاد دلایا۔

"باقی تینوں ہوچکے ہیں... تم نہیں ہوئے۔"

امامہ نے اُس کی بات کو ایک کان سے سُن کر دوسرے کان سے اُڑاتے ہوئے کہا۔

"That's not fair آپ نے میری speech نہیں سُنی کیا؟" اُس نے بے ساختہ اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ speech عنایہ نے لکھی ہوگی۔" امامہ نے کہا۔ایک لمحہ کے لئے وہ لاجواب ہوا اور ونڈ سکرین سے باہر دیکھتے ہوئے بھی اُسے امامہ کی چبھتی نظروں کا احساس ہورہا تھا۔

"She just edited it" اُس نے بالآخر اعتراف کیا "As always..." امامہ نے جتانے والے انداز میں کہتے ہوئے گہرا سانس لیا۔

You know it very well ..."میں ساری عمر speeches لکھتا رہا ہوں، کرتا رہا ہوں، یہ مشکل نہیں ہے میرے لئے، میں خود بھی کرسکتا ہوں۔" "کرسکتے ہو بالکل کرسکتے ہو، لیکن بس یہ نہ کہو کہ تمہاری speech سُن کر تمہارے سمجھدار ہونے کا یقین کرلوں۔"

امامہ مزید کچھ کہنے کے بجائے خفگی کے عالم میں خاموش ہوگئی اور ونڈ سکرین سے باہر دیکھنے لگی۔

"غصّے میں آپ بہت حسین لگتی ہیں۔" اُس نے یک دم بڑی سنجیدگی سے ماں سے کہا، امامہ نے گردن موڑ کر اُسے دیکھا "یہ بھی میں نے بابا کی کتاب میں کہیں پڑھا تھا... چیپٹر نمبر فائیو میں...؟ نہیں شاید فور میں۔" وہ اب اپنا بازو اُس کے کندھے کے گرد پھیلائے ماں کو منانے کی کوشش کررہا تھا۔

"واقعی لکھا ہے تمہارے بابا نے؟" امامہ نے جیسے بے یقینی سے اُسے پوچھا، اس کے باوجود کہ وہ یہ کتاب درجنوں بار پڑھ چکی تھی... ایڈٹ، ری ایڈٹ کرچکی تھی اُس کے باوجود ایک لمحہ کے لئے اُسے واقعی شائبہ ہوا۔

"لکھا تو نہیں لیکن اگر آپ کہیں تو میں edit کر کے شامل کر دیتا ہوں... آپ کو ویسے بھی پتہ ہے میں غلط باتوں کا چیمپئن ہوں۔"اُس نے بے حد اطمینان سے ماں سے کہا۔وہ ہنس پڑی، وہ واقعی یہ بھی کرسکتا تھا، اُس کے لئے اُسے شبہ نہیں تھا۔


Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

******

"ہم کہیں مل سکتے ہیں؟" سکرین چمکی۔

"کہاں؟" تحریر اُبھری۔

"جہاں بھی تمہیں آسانی ہو، میں آجاؤں گا۔"جواب آیا۔

"اچھا سوچتی ہوں۔" لفظوں نے کہا۔

وہ خانہ کعبہ کے سامنے کھڑا تھا... اور وہ وہاں مقامِ ملتزم کے سامنے کھڑا تھا... کتنی بار وہ یہاں آیا تھا اور کتنی بار یہاں آکر کھڑا ہوا تھا، اُسے اب گنتی بھی بھول چکی تھی، لیکن ہر بار کی طرح اس بار بھی وہ وہاں اسی حالت میں کھڑا تھا... ہیبت کے عالم میں... عجز کی کیفیت میں ... دنیا کی کوئی جگہ سالار سکندر کو مٹی نہیں کرتی تھی، صرف وہ جگہ تھی جو اُسے خاک بنادیتی تھی اور وہ "خاک" بننے ہی وہاں آتا تھا... ہر بار اپنی اوقات جاننے اور اُس کی یاددہانی کے لئے... ہر بار جب دُنیا اُسے کسی چوٹی پر بٹھاتی تھی تو وہ اپنے فخر اور تکبر کو دفنانے یہاں آتا تھا... آج بھی آیا تھا... بلکہ بلایا گیا تھا۔

خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا جارہا تھا... سیڑھی لگی ہوئی تھی... اور وہ دُنیا کے مختلف خطّوں سے آئے اُن دس مسلمانوں میں شامل تھا جنہیں خانہ کعبہ کے اندر ہونے والی صفائی کی سعادت کے لئے چنا گیا تھا۔اور یہ اعزاز اُس کے حصے کس نیکی کے عوض آیا تھا، یہ اُسے ابھی تک سمجھ نہیں آرہا تھا... کرم تو وہ تھا ہی اور کرم تو اُس پر اللہ کا ہمیشہ ہی رہا تھا لیکن اس کے باوجود وہ اپنے نامہ اعمال میں ایسی کوئی نیکی کھوج رہا تھا جو ایسے کرم کا باعث بنتی۔

وہ شاہی خاندان کا مہمان بن کر پچھلے سالوں میں کئی بار عمرے کی سعادت حاصل کرچکا تھا۔امامہ کے ساتھ بھی، اُس کے بغیر بھی... مگر یہ دعوت نامہ جو وہاں سے اس بار آیا تھا، وہ سالار سکندر

www.kitabnagri.com

کو کسی اور ہی کیفیت میں لے گیا تھا... ایسا انعام اور اتنا انعام... ایسا کرم اور اتنا کرم... وہ خطا کار اور گناہ گار تھا... ایسا کیا کر بیٹھا تھا کہ اب یوں درگزر کر رہا تھا، یوں عطا کر رہا تھا، وہ بھی جو وہم و گمان میں بھی نہ آنے والی باتیں ہوں۔

وہ اُس دعوت نامے کو آنکھوں سے لگا کر روتا رہا تھا... کیا صاف کرنا تھا اُس نے وہاں جا کر... سب صفائی تو اُس کے اپنے اندر ہونے والی تھی اور ہوتی آ رہی تھی۔

امامہ بھی وہاں تھی، ایک دوسری قطار میں اُن ہی افراد کی فیمیلیز کے ساتھ... وہ اُسے بھی ساتھ لایا تھا اور وہ اُسے رشک سے دیکھ رہی تھی، اس کے علاوہ وہ اور کیا کر سکتی تھی... اُس کے گھر امریکہ سے آنے والا وہ "مہمان" اس بار اُس کے لئے ایسی سعادت لانے والا تھا، اس کا اندازہ تو اُسے تھا ہی نہیں۔ وہ اُسے ہمیشہ سرپرائز کرتا تھا، بغیر بتائے آجاتا تھا جب بھی کبھی اُسے وقت ملتا تھا... دو دن کے لئے، تین دن کے لئے... اس بار بڑے عرصے کے بعد اُس نے امامہ کو اپنی آمد کے بارے میں پہلے سے بتایا تھا۔

"تمہارے لئے ایک سرپرائز ہے۔" اُس نے امامہ سے کہا تھا اور وہ ہمیشہ کی طرح سرپرائز بوجھ گئی تھی، ایسا کبھی نہیں ہوا تھا اُس نے وہ پہیلیاں نہ بوجھی" ہوں جو سالار اُس کے سامنے رکھتا تھا۔

"تم مجھے عمرے پر لے کر جاؤ گے۔" اُس نے کئی اندازے لگانے کے بعد اُس سے فون پر کہا اور اُس کے ہنسنے پر امامہ نے فاتحانہ انداز میں کہا۔

"مجھے پتہ تھا۔"

لیکن جس سعادت کے لئے اللہ نے اُسے اس بار بلایا تھا اُسے اس کا اندازہ نہیں تھا، وہ اُسے نہیں بوجھ سکی تھی اور جب اُس صبح اُس نے بالآخر امامہ کو وہ دعوت نامہ دکھایا تھا تو وہ گنگ ہو کر رہ گئی تھی۔اور پھر وہی ہوا تھا جو ہوتا آیا تھا، جو ہونا تھا... وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔"تم اس لئے رو رہی ہو کہ یہ دعوت نامہ تمہارے لئے نہیں ہے؟" سالار نے اُس کے بہتے آنسو روکنے کے لئے جیسے اُسے چھیڑا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"نہیں میں صرف اس لئے رو رہی ہوں کہ..." وہ آنسوؤں کے درمیان رُکی۔"اللہ تم سے اتنا پیار کیوں کرتا ہے۔" وہ پھر رونے لگی تھی۔"حسد نہیں ہے...رشک ہے... تمہارا اعزاز ہے لیکن مجھے لگ رہا ہے میرے سر پر تاج بن کر سجا ہے۔" وہ آنسوؤں کے بیچ کہتی جارہی تھی۔

"جو بھی اعزاز ہیں، تمہاری وجہ سے ہی آئے ہیں امامہ... پہلے بھی... اب بھی... کوئی اور زندگی کا ساتھی ہوتا تو یہ سب نہ ہوتا۔" اُس نے جواباً اُس سے کہا تھا۔

اور اب خانہ کعبہ کے کُھلتے ہوئے دروازے سے وہ سالار سکندر کو سیڑھیاں چڑھ کر اندر جاتا دیکھ رہی تھی۔وہ اندر جانے والا آخری شخص تھا۔

معجزہ ہی تھا وہ زندہ تھا... صحت مند، تندرست، چاق و چوبند... اس عمر میں بھی 20-22گھنٹے کام کرتے رہنے کی سکت کے ساتھ۔

ڈاکٹرز کہتے تھے اُس کی زندگی معجزہ تھی اور اُس کی ایسی صحت مند زندگی معجزے سے آگے کی کوئی شے... 42 سال کی عمر میں اُسے ٹیومر ہوا تھا اور وہ اب 60سال کا تھا... جو ٹیومر اُسے ہوا تھا، وہ سات سے دس سال کے اندر انسان کو ختم کردیتا تھا اور وہ 18 سال سے زندہ تھا... ہر چھے مہینے کے بعد اپنی رپورٹس کو دیکھتا تھا... اُس کے دماغ میں موجود ٹیومر آج بھی تھا..اُسی جگہ پر... اُسی سائز میں...اور بس...

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ رب جو سمندروں کو باندھ دیتا تھا، اور اُنہیں اُن کی حدوں سے باہر نکلنے نہیں دیتا تھا...اُس کے سامنے وہ چند ملی میٹر کا ایک ناسور کیا شے تھا؟

موت اور اُس کے بیچ زندگی نہیں دعائیں آکر کھڑی ہوئی تھیں اور سالار سکندر کو خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوتے ہوئے بھی یہ یاد تھا کہ وہ کس کی دعاؤں کی وجہ سے وہاں آج بھی اپنے قدموں پر کھڑا تھا۔وہ امامہ ہاشم کے علاوہ کسی اور کی دعائیں ہو ہی نہیں سکتی تھیں جو اُسے زندگی بن کر یوں لگی تھیں۔

"کتنے سال سے میں نے اپنے لئے کوئی دعا ہی نہیں کی... جو بھی دعا کی ہے، تمہارے اور بچوں سے شروع ہوکر تم اور بچوں پر ہی ختم ہوجاتی ہے جب تک مجھے اپنا آپ یاد آتا ہے... مجھے دعا ہی بھول جاتی ہے۔" وہ اکثر اُس سے ہنستے ہوئے کہا کرتی تھی۔یوں جیسے ایک ماں اور بیوی کی پوری کہانی لکھ دیتی تھی۔

"دیکھو اللہ تمہیں کہاں کہاں بلاتے ہیں، کہاں کہاں دعا کرنے کا موقع دے رہے ہیں۔" یہاں آتے ہوئے امامہ نے بڑی حسرت سے اُس سے کہا تھا اور اب خانہ کعبہ کے اندر کھڑے وہ اُس

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ اُسے جہاں بھی بلاتا تھا ،وہ اُسے ہر اُس جگہ پر امامہ کو بھی یاد رکھواتا تھا۔جیسے اُسے جتاتا اور بتاتا ہو کہ اُسے کیسی درجے والی عورت کا ساتھ عطا کیا گیا تھا۔

اُس گھر کے اندر کی دُنیا اور دُنیا تھی۔ اس کائنات کا حصہ ہوتے ہوئے بھی وہاں کروڑوں نہیں آئے تھے، لاکھوں نہیں، ہزاروں نہیں... بس ہر صدی میں چند سو... اور ایک وہ صدی تھی جب وہاں پیغمبر ﷺ آئے تھے... وہاں کی ہر جگہ، ہر دیوار پر اُن کا لمس تھا اور پھر سینکڑوں سال بعد وہاں سالار سکندر بھی کھڑا تھا... ہیبت نہ آتی تو کیسے نہ آتی... صاف کرنا تھا تو کیا چیز صاف کرنی تھی... اپنے وجود کے علاوہ تو اُسے وہاں صاف کرنے والی کوئی شے نظر ہی نہیں آرہی تھی۔

"تم اندر جاکے کیا مانگو گے سالار؟" اُس نے خانہ کعبہ آتے ہوئے اُس سے پوچھا تھا۔"تم بتاؤ کیا مانگوں؟" سالار نے جواباً اُس سے پوچھا۔

"پتہ نہیں کچھ سمجھ ہی نہیں آرہا۔" وہ رونے لگی... اور اُس دعوت نامہ کو دیکھنے کے بعد بار بار یہی ہورہا تھا وہ بار بار بات کرتے ہوئے رونے لگتی تھی... جیسے دل بھر آتا ہو... جیسے خوشی کی حد ختم ہوجاتی ہو۔

"تم سارے ستونوں کو ہاتھ لگا کر آنا... ساری دیواروں کو...اُن کو نبی پاک ﷺ نے بھی چھوا ہو گا، کسی نہ کسی کو... پھر تم باہر آؤ گے تو سب سے پہلے میں تمہارا ہاتھ چھوؤں گی۔" وہ بچوں جیسے انداز میں کہہ رہی تھی۔

اور خانہ کعبہ کے اندر اُس کی دیواروں ، ستونوں کو آبِ زم زم سے دھوتے، چھوتے سالار سکندر کو سمجھ آگیا تھا امامہ ہاشم کیوں یاد آتی ہے ایسی ہر جگہ پر... کیوں دعا والی ہر جگہ پر سب سے پہلے اُس کے لئے دعا کرنا یاد آتا تھا... کیوں کہ وہ عشقِ رسول ﷺ تھا... خالص تھا... غرض کے بغیر تھا... قربانیوں سے گندھا تھا، یہ کیسے ممکن تھا وہاں سے جواب نہ ملتا... بُھلا دیا جاتا۔

"تُم نے اندر جاکر میرے لئے کیا مانگا؟" اُس کے باہر آنے پر امامہ نے عجیب بے تابی سے اُس سے پوچھا تھا۔وہ ابھی اُس کے پاس آیا ہی تھا، اُس کے دونوں ہاتھ پکڑے وہ اب اُس سے پوچھ رہی تھی۔

"مانگا ہے کچھ... بتا نہیں سکتا۔" سالار نے جواباً عجیب مسکراہٹ کے ساتھ کہا" جب پوری ہو جائے گی دُعا پھر بتاؤں گا۔" اُس نے اُسے جیسے اگلا سوال کرنے سے روک دیا تھا۔

www.kitabnagri.com

"میں جانتی ہوں کیا مانگا ہے... لیکن میں بھی بتاؤں گی نہیں، دیکھتی ہوں قبول ہوتی ہے تمہاری دعا یا نہیں۔" امامہ نے جواباً عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ اُس سے کہا تھا۔

******

اسفند کی موت کی اطلاع عائشہ عابدین کو دینا جبریل سکندر کی ذمہ داری نہیں تھی، اس کے باوجود وہ اُس بچّے کی ماں سے ملنے آیا تھا اور عائشہ عابدین کو دیکھتے ہی کچھ دیر کے لئے وہ گنگ ہوگیا تھا۔ کچھ ایسا ہی حال عائشہ عابدین کا تھا، وہ دونوں کئی سالوں بعد ایک دوسرے سے ملے تھے اور ملتے ہی ایک دوسرے کو پہچان گئے تھے، اور اب یہ شناخت جیسے اُن کے حلق کا کانٹا بن گئی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

عائشہ کو یقین نہیں آیا تھا کہ امریکہ کے بہترین ہاسپٹل میں بہترین ڈاکٹر کے ہاتھوں بھی اُس کے بچّے کی جان جاسکتی تھی۔ وہ خود ڈاکٹر تھی، اسفند کی چوٹ کی نوعیت اور سنگینی کو جانتی تھی لیکن وہ خود جس ہاسپٹل میں ریذیڈنسی کررہی تھی، وہاں اُس نے اس سے بھی زیادہ سنگین اور پیچیدہ نوعیت کے آپریشنز کے بعد بھی مریضوں کو صحت یاب ہوتے دیکھا تھا۔ لیکن اُس کا اپنا بیٹا اُن خوش قسمت لوگوں میں شامل کیوں نہیں ہوسکا تھا۔ اس سوال کا جو جواب عائشہ عابدین نے ڈھونڈا تھا، وہ ایک لمبے عرصہ تک اُسے بھوت بن کر چمٹا رہاتھا۔

اُس نے غم کو پہلی بار مجسّم حالت میں دیکھا تھا، اُس شخص کی شکل میں جو اُسے اُس کی متاعِ حیات چھن جانے کی خبر سنانے آیا تھا... اور وہ وہ شخص تھا جس کے سراب نے عائشہ عابدین کو اُس عذاب میں ڈالا تھا جس میں وہ تھی۔

ایک ڈاکٹر کی طرح جبریل اُسے بتاتا گیا تھا کہ آپریشن کیوں ناکام ہوا، اسفند کی حالت کیوں بگڑی... کیوں نہیں سنبھل سکی... اور ان تمام تفصیلات کو دہراتے ہوئے جبریل سکندر کے لاشعور میں ڈاکٹر ویزل کے ہاتھ کی وہ حرکت بار بار آتی رہی، بار بار سر سے جھٹکنے کے باوجود... وہ ایک بت کی طرح گم صم اُس کی بات سنتی رہی یوں جیسے وہ اُس کے بیٹے کے بارے میں نہیں کسی اور کے بارے میں بات کررہا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"آپ کے ساتھ کوئی اور ہے؟" اپنی کسی بات کے جواب میں ایک مکمّل خاموشی رکھنے کے باوجود جبریل اُس سے ایک بار پھر پوچھے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔اُسے وہ اس وقت نارمل نہیں لگ رہی تھی اور اُسے احساس ہوا تھا کہ اُسے اُس کی فیملی میں کسی اور سے بات کرنی چاہیے تھی۔یا اگر اب کرسکتا تھا تو اب کرلے۔عائشہ عابدین نے اُس کی بات کے جواب میں نفی میں سر ہلادیا۔جبریل اُس کا چہرہ دیکھنے لگا تھا۔اُسے سمجھ نہیں آیا تھا وہ اُس سے اگلا سوال کیسے کرے... سوال ہونے کے

باوجود... فیملی نہیں تھی تو کہاں تھی... وہ کیا سنگل پیرنٹ کے طور پر اسفند کی پرورش کررہی تھی...؟ شوہر اگر نہیں بھی تھا تو کوئی اور تو فیملی میں ہوتا... اُس کی ماں اور بہنیں... وہ مزید کچھ نہیں سوچ سکا... عائشہ نے یک دم اُس سے کہا تھا"آپ جائیں... میں manage کرلوں گی سب کچھ۔" اُس کی آواز جیسے کسی گہرے کنویں سے آئی تھی... اُسے پتہ تھا وہ "سب کُچھ" کیا تھا اور جبریل کو بھی اندازہ تھا وہ کس طرف اشارہ کررہی تھی۔

ایک روتی بلکتی ہوئی ماں کو تسلی دینا آسان کام تھا، لیکن بظاہر ہوش و حواس میں نظر آتی ایک خاموش گم صم ماں کو تسلی دینا اُس کو سمجھ نہیں آرہا تھا۔وہ صرف چند منٹوں کے لئے اُس بچے کی فیملی سے ملنے آیا تھا اور اب یہ ملاقات ختم کرنا اُس کے لئے پہاڑ بن گیا تھا۔اُس نے زندگی میں پہلی بار کسی مریض کو مرتے نہیں دیکھا تھا، لیکن کسی بچے کو پہلی بار مرتے دیکھا تھا... عائشہ عابدین سے مل کر اُس کا رنج کچھ اور بڑھا تھا... وہ اُس آپریشن کو lead نہیں کررہا تھا نہ ہی وہ اسفند کی موت کا ذمّہ دار تھا، اس کے باوجود یہ احساس اُس کا ساتھ چھوڑنے پر تیّار نہیں تھا کہ اُس آپریشن میں ڈاکٹر ویزل سے کچھ غلطی ہوئی تھی، آپریشن کے فوراً بعد ڈاکٹر ویزل اور اُس کی بات چیت نہیں ہوسکی تھی۔وہ عجیب اضطراب اور پریشانی کے عالم میں وہاں سے گئے تھے۔سب کا اندازہ تھا وہ اس آخری آپریشن کی ناکامی سے اپ سیٹ ہوئے تھے ، صرف جبریل تھا جس کا خیال تھا وہ خود بھی اپنی غلطی کا اندازہ لگاچکے تھے لیکن اب اس صورت حال کے درمیان وہ پھنسا کھڑا

تھا... ضمیر کی چبھن اور انسانی ہمدردی... لیکن اُس سے بھی بڑھ کر شناسائی کا وہ پرانا تعلق جو اُس کے اور عائشہ عابدین کے درمیان نکل آیا تھا۔

"کوئی دوست ہے یہاں آپ کا؟" جبریل اب اُس کے قریب بیٹھ گیا تھا۔اُسے ابھی تک یہ اندازہ نہیں ہوا تھا کہ وہ اُسے پہچانی ہے یا نہیں اوراُسے اس صورت حال میں اپنا تعارف کروانا چاہیے یا نہیں۔

"نہیں" عائشہ نے سر جھکائے اُسے دیکھے بغیر کہا۔وہ اپنے دونوں ہاتھ اپنی گود میں رکھے اُن پر نظریں جمائے سر جھکائے بیٹھی تھی... جبریل اُس کے برابر والی کُرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔اُس نے بے حد نرمی سے عائشہ کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔عائشہ نے عجیب وحشت بھری نظروں سے اُسے دیکھا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"میرا خیال ہے، ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔" اُس کا ہاتھ بڑی نرمی سے اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے جبریل نے اُس سے کہا تھا۔وہ اُسے رلانا نہیں چاہتا تھا لیکن اُس کا چہرہ دیکھتے ہوئے اُسے اندازہ ہوا تھا کہ اُسے اس وقت پھوٹ پھوٹ کر رونے کی ضرورت تھی... سکتے کی وہ کیفیت غیر فطری تھی۔

میں جبریل سکندر ہوں... نسا کا کلاس فیلو اور دوست... اور مجھے بہت افسوس ہے کہ ہم اسفند کو نہیں بچا سکے۔" وہ مدہم آواز میں اُس کا ہاتھ تھپکتے ہوئے کہہ رہا تھا۔عائشہ نے گردن موڑ کر بھی اُس کو نہیں دیکھا تھا۔وہ اس وقت کسی کو پہچاننا نہیں چاہتی تھی، خاص طور پر ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو۔

"مجھے بتائیں میں آپ کے لئے کیا کرسکتا ہوں؟" جبریل نے اُس کے ہاتھوں کی ٹھنڈک محسوس کی تھی، یوں جیسے اُس نے برف کو ہاتھ میں لے لیا تھا، وہاں کا ٹمپریچر بھی عائشہ عابدین کے وجود کی ٹھنڈک کو غائب کرنے میں ناکام ہورہا تھا۔

"Please leave me alone... میری وجہ سے اپنا وقت ضائع نہ کریں... آپ ڈاکٹر ہیں، کسی کو آپ کی ضرورت ہوگی۔" اُس نے جبریل کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے رُک رُک کر اُس سے کہا تھا۔وہ اب اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں کے بیچ دبا کر بیٹھ گئی تھی... یوں جیسے یہ چاہتی نہ ہو کہ کوئی اُس کا ہاتھ پکڑے ، اُسے تسلی دے۔کرسی کی edge پر بیٹھی اپنے وجود کو جوتوں کے پنجوں پر ٹکائے وہ آگے پیچھے جھول رہی تھی یوں جیسے کسی گہری سوچ میں کسی ذہنی انتشار میں ہچکولے کھارہی ہو۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ پہلی بار تھا کہ جبریل نے عائشہ عابدین کو غور سے دیکھا تھا... بے حد حیرانی کے عالم میں... سیاہ جینز اور سیاہ ہی جیکٹ میں ملبوس گردن کے گرد ایک گرے رنگ کا مفلر لپیٹے اُس کی ہم عمر وہ لڑکی اب اُس کی ہم عمر نہیں لگ رہی تھی... اُس کے کندھوں سے نیچے تک لہراتے سیاہ چمکدار بالوں میں جگہ جگہ سفید بال تھے... اُس کی رنگت زرد تھی اور آنکھیں سُرخ... یوں جیسے وہ عادی رونے والوں میں سے تھی یا پھر ساری ساری رات جاگنے والوں میں سے... اُس کے سر پر وہ حجاب بھی نہیں تھا جو سالوں پہلے اُس کی پہچان تھا... ڈاکٹر نورین الٰہی کے خاندان میں وہ حجاب لینے والی پہلی اور واحد لڑکی تھی اور بے حد اچھی خاندانی اقدار رکھنے کے باوجود جبریل جانتا تھا کہ نسا اور اُس کے خاندان کا رجحان مذہب کی طرف نہیں تھا۔ صرف عائشہ عابدین تھی جو مذہبی رجحان اور بے حد واضح طور پر ایسی ہی پہچان بھی رکھتی تھی اور اُس کی وجہ شاید اُس کا پاکستان میں قیام پذیر ہونا تھا، یہ جبریل کا اندازہ تھا۔ عائشہ سے اُس کی کبھی اتنی تفصیلی ملاقاتیں نہیں ہوئیں کہ اُسے اُس کی شخصیت کا صحیح اندازہ ہو پاتا... وہ جس عمر میں اُس سے ملا تھا، وہ ٹین ایج تھی اور اُس عمر میں اُسے بات بات پر مسکرانے اور بلش کرنے والی وہ لڑکی عنایہ اور رئیسہ جیسی ہی لگی تھی... اُس نے اس سے زیادہ غور اس پر نہیں کیا تھا، اس کے باوجود کہ وہ اُس کے فیس بک پر موجود تھی اور کبھی کبھار اُس کی تصویروں کو لائیک کرتی نظر آتی تھی، پھر وہ غائب ہوگئی تھی۔ اُسے نسا سے پتہ چلا تھا کہ میڈیسن کی تعلیم کے دوران ہی اُس کی شادی ہوگئی تھی اور اُس وقت جبریل نے مبارک باد کا میسج اُس کی وال پر لگانا چاہا تو اُسے پتہ چلا کہ وہ اب اُس کے contacts میں نہیں تھی...

عائشہ عابدین سے اُس کا وہ پہلا تعارف بس یہی تک ہی رہا تھا... نسا اور وہ بہت جلد دو مختلف سٹیٹس کے ہاسپٹلز میں چلے گئے تھے... اُن کے درمیان ایک دوست اور کلاس فیلو کے طور پر موجود رشتہ

بھی کچھ کمزور پڑنے لگا تھا... نسا اب کہیں engaged تھی اور جبریل اپنے پروفیشن میں بے حد مصروف... اور اس تیز رفتار سے گزرنے والی زندگی میں عائشہ عابدین کسی سپیڈ بریکر کی طرح آئی تھی۔جبریل نے اُس کی بات کے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے اپنا سیل فون نکال کر اُس میں سے نسا کا نمبر ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی۔چند لمحوں میں اُسے نمبر مل گیا تھا۔

"کیا میں نسا کو فون کر کے بلاؤں؟"اُس نے عائشہ سے کہا " نہیں" جبریل اُس کا چہرہ دیکھ کر رہ گیا۔وہ عجیب تھی یا ہوگئی تھی، جبریل کی سمجھ میں نہیں آیا یا پھر یہ صدمہ تھا جس نے اُسے یوں بے حال کر دیا تھا۔

جبریل کو لوگوں پر ترس آتا تھا ہمیشہ ہی... ہمدردی اُس کی گھٹی میں تھی لیکن اس کے باوجود وہ ایک معروف ڈاکٹر تھا، ایک ایک منٹ دیکھ کر چلنے والا... اُس نے وہاں بیٹھے بیٹھے سوچا تھا، وہ ہاسپٹل کے متعلقہ شعبے سے کسی کو یہاں بھیجتا ہے تاکہ وہ عائشہ عابدین کی مدد کرے اور اُس کی فیملی کے دوسرے افراد سے رابطہ کر سکے۔وہ اُٹھنے لگا تھا جب اُس نے عائشہ عابدین کی آواز سُنی تھی۔

www.kitabnagri.com

"آپ کو پتہ ہے میرے ساتھ یہ سب کیوں ہوا ہے؟" وہ رُک کر اُسے دیکھنے لگا، وہ اُس کی طرف متوجہ نہیں تھی، لیکن خود کلامی کے انداز میں بول رہی تھی۔

"کیوں کہ میں اللہ کی نافرمان عورت ہوں، اللہ نے مجھے سزا دی ہے۔احسن سعد ٹھیک کہتا ہے۔" جبریل اُسے دیکھتا رہا گیا تھا۔عائشہ عابدین نے جیسے وہ بوجھ اتار کر اُس کے سامنے پھینکنے کی کوشش کی تھی جو اُس کے لئے آزار بن گیا تھا۔احسن سعد کون تھا، جبریل نہیں جانتا تھا اور وہ اُس کے بارے میں جو کہتا تھا، جبریل اُس کی وجہ سے بھی ناواقف تھا۔ مگر اُس کے وہ دو جملے اُس دن اُس کے پیروں کی زنجیر بن گئے تھے۔



Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

*****

گاڑی بالآخر پورچ میں آکر رُکی اور اندر سے امامہ بڑی تیز رفتاری سے باہر نکلی تھی۔گاڑی تب تک رُک چکی تھی اور اُس کی اگلی سیٹ سے ایرک اُتر رہا تھا۔پہلی نظر میں امامہ اُسے پہچان نہیں سکی۔ وہ واقعی بدل گیا تھا۔لمبا تو وہ پہلے بھی تھا، لیکن اب وہ پہلے کی طرح بہت دبلا پتلا نہیں رہا تھا۔

اُس کے ہاتھوں میں دو گلاب کی کلیوں اور چند سبز شاخوں کا ایک چھوٹا سے بُکے تھا... ہمیشہ کی طرح... امامہ کو یاد تھا وہ بچپن میں بھی اکثر اُسے اسی طرح ایک پھول اور دو پتوں والی شاخیں اکثر دیتا تھا... جب بھی اُسے کسی خاص موقع پر ملنے آتا تو... اور بعض دفعہ وہ پورا "گلدستہ "اُس کے گھر کے لان سے ہی بنایا گیا ہوتا تھا۔

ایرک اُس سے سلام کے بعد گلے ملنے کے لئے بے اختیار آگے بڑھا پھر جھینپ کر خود ہی ٹھٹھکا ، شاید اُسے کوئی خیال آگیا تھا... امامہ نے آگے بڑھ کر تھپکنے والے انداز میں اُس کے گرد بازو پھیلایا تھا۔

"میں تمہیں پہچان ہی نہیں سکی، تم بڑے ہوگئے ہو... بہت بدل بھی گئے ہو۔" اُس نے ایرک سے کہا، وہ مسکرایا۔

"لیکن آپ نہیں بدلیں... آپ ویسی ہی ہیں۔" وہ ہنس پڑھی تھی " سننے میں کتنا اچھا لگتا ہے کہ کچھ نہیں بدلا... حالانکہ سب کچھ بدل گیا ہے۔میں بھی بوڑھی ہوگئی ہوں۔" وہ ہنس رہی تھی۔

"بڑھاپے کی definition اب شاید بدل گئی ہو گی۔" ایرک نے برجستگی سے کہا، وہ پھر ہنس پڑی۔

"یہ آپ کے لئے۔" ایرک نے اُسے وہ چھوٹا سا گلدستہ تھمایا تھا۔

"تمہاری عادتیں نہیں بدلیں... لیکن پھول بدل گیا ہے۔" امامہ نے گلدستہ ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا "کیونکہ ملک بدل گیا ہے۔" اُس نے دوبدو کہا۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک کہا تم نے... سامان کہاں ہے تمہارا؟" امامہ کو یک دم خیال آیا وہ گاڑی سے اس گلدستے اور ایک چھوٹے بیگ کے علاوہ خالی ہاتھ اُترا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"ہوٹل میں ... میں وہیں رہوں گا، بس آپ سے ضروری ملاقات کرنی تھی، اس لئے آیا ہوں۔" ایرک نے اُس کے ساتھ اندر جاتے ہوئے کہا۔

"پہلے تم ہمیشہ ہمارے پاس آیا کرتے تھے اور یہیں رہتے تھے، اس بار کسی اور کے پاس آئے ہو کیا؟" امامہ کو لگا تھا وہ شاید پاکستان اپنے کسی پروفیشنل کام سے آیا تھا۔ نہیں کسی اور کے پاس تو

نہیں آیا لیکن بس مجھے لگا اس بار کسی ہوٹل میں رُک کر بھی دیکھنا چاہیے۔" وہ بات گول کر گیا تھا۔

وہ لنچ کا وقت تھا اور اُس نے صبح جب فون پر اُس سے ملاقات کے لئے بات کی تھی تو امامہ نے لنچ کے کھانے پر خاص اہتمام کیا تھا۔ایرک کو جو چیزیں پسند تھیں، اُس نے بنوائیں تھیں اور ایرک نے اُس کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے بڑے شوق سے کھانا کھایا تھا۔

لنچ کے دوران گپ شپ میں ایرک اور اُس کے درمیان ہر ایک کے بارے میں بات ہوئی تھی سوائے عنایہ کے... ایرک نے اُس کا ذکر تک نہیں کیا تھا اور امامہ نے یہ بات نوٹس کی تھی... حوصلہ افزا تھی یہ بات لیکن پتہ نہیں کیوں اُسے غیر معمولی لگی تھی...اور اُس کی چھٹی حس نے اُسے جو سگنل دیا تھا، وہ ٹھیک تھا۔

لنچ کے بعد چائے کا آخر ی سپ لے کر کپ رکھتے ہوئے ایرک نے اپنے بیگ سے ایک لفافہ نکال کر اُس کے سامنے میز پر رکھ دیا تھا۔امامہ ابھی چائے پی رہی تھی، وہ بُری طرح ٹھٹھکی تھی۔

"یہ کیا ہے؟"

"آپ دیکھ لیں۔"

اُس نے امامہ سے کہا، پلک جھپکتے اُس خوبصورت لفافے کو کھولنے سے بھی پہلے... اُس کے چہرے سے مسکراہٹ یک دم غائب ہوگئی تھی، وہ اس ایک لمحے کو avoid کرنا چاہ رہی تھی اور وہ پھر بھی سامنے آکر کھڑا ہوگیا تھا۔لفافے کے اندر ایک خوبصورت کاغذ پر بے حد خوبصورت طرزِ تحریر میں ایرک نے وہی لکھا ہوا تھا جس کا اُسے خدشہ تھا۔وہ عنایہ کے لئے اس کی طرف سے ایک فارمل پروپوزل تھا۔اس وعدے کے ساتھ کہ وہ اُسے بہت خوش رکھے گا اور آفر کے ساتھ کہ وہ اس پروپوزل کے لئے اُن کی تمام شرائط قبول کرنے پر تیار ہے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ کی نظریں کچھ دیر اُس کاغذ پر جمی رہیں اور ایرک کی اُس پر۔پھر امامہ نے کاغذ کو اُس لفافے میں واپس ڈال کر اُسے میز پر رکھ دیا تھا۔ایرک سے اب نظر ملانا اور سامنا کرنا یک دم مشکل ہوگیا تھا۔اُس نے بالآخر ایرک کو دیکھا، وہ سنجیدہ تھا اور گفتگو کا آغاز اُسی نے کردیا تھا۔

"آپ نے کئی سال پہلے مجھ سے کہا تھا میں پڑھ لکھ کر کچھ بن جاؤں پھر آپ سے اس بارے میں بات کروں اور تب تک میں عنایہ سے بھی اس موضوع پر کبھی بات نہ کروں۔ دیکھیں میں نے آپ کی دونوں شرائط پوری کی ہیں۔" اُس نے کہا تھا اور اُس کے دونوں جملوں نے امامہ کے لئے جواب کو اور بھی مشکل کردیا تھا۔

"میں جانتا ہوں مسز سالار، آپ کے لئے میں ایک بہت مشکل انتخاب ہوں لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ایک بُرا انتخاب ثابت نہیں ہوں گا۔" ایرک نے جیسے اُس کی مشکل بھانپتے ہوئے خود ہی اُسے یقین دہانی کروانے کی کوشش کی تھی۔

وہ اُس کا چہرہ دیکھتی رہی، وہ اچھا لڑکا تھا... بُرا ہوتا تو اُسے بُرا بھلا کہنا کتنا آسان ہوتا... امامہ نے دل میں سوچا تھا...وہ انکار کی ہر وجہ اپنی طرف سے ختم کر آیا تھا... مسلمان بھی ہوگیا تھا، ایک اچھے پروفیشن میں بھی تھا۔خاندانی اعتبار سے بھی اچھا تھا۔امامہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ پھر بھی اُسے انکار کیا کہہ کے کرے... یہ کہہ کے کہ اُسے خوف اور خدشات تھے، اُس کے نومسلم ہونے کے حوالے سے... یا یہ کہے کہ وہ صرف ایک پاکستانی سے عنایہ کی شادی کرنا چاہتی تھی جو اُس کے اپنے کلچر سے واقف ہو... اُس کے ذہن میں اس وقت جوابات جیسے بھاگ رہے تھے اور کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جو تسلی بخش ہوتا لیکن اس کے باوجود اُسے ایک جواب تو ایرک کو دینا ہی تھا۔

"تم بہت اچھے ہو ایرک۔" امامہ نے بالآخر اپنا گلا صاف کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔"عبداللہ!" اُس نے امامہ کو بیچ میں ٹوک کر جیسے اُس کی تصحیح کی۔وہ ایک لحظہ کے لئے خاموش ہوئی پھر اُس نے جیسے بڑی مشکل سے اُس سے کہا "عبداللہ... تم بڑے اچھے لڑکے ہو اور میں تمہیں پسند کرتی ہوں لیکن عنایہ کے حوالے سے ابھی کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہے، میں نہیں جانتی عنایہ تمہارے پروپوزل کے حوالے سے کیا سوچتی ہے... اُس کی پسند ناپسند بے حد اہم ہے۔" وہ جملہ ادا کرتے ہوئے بھی امامہ کو احساس ہورہا تھا وہ ایک بے تکی بات کررہی تھی... اگر بات عنایہ کی پسند ناپسند کی تھی ، تو پھر رشتہ پکا تھا۔ایرک کے لئے اُس کی پسندیدگی بہت واضح تھی۔

"میں نے عنایہ سے پہلے اس لئے بات نہیں کی کیوں کہ آپ نے مجھ سے وعدہ لیا تھا ، میں یہ بات جب بھی کروں گا، آپ سے ہی کروں گا۔" اُس نے امامہ کی بات کاٹ کر جیسے اُسے یاددہانی کروائی تھی۔

"میں سالار سے بات کروں گی، تم دو ہفتے پہلے آجاتے تو اُن سے تمہاری ملاقات ہوجاتی... وہ یہیں تھے کچھ دن۔"امامہ نے جواباً کہا تھا ، فوراً ہاں کہہ دینے سے یہ بہتر تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"وہ جہاں بھی ہوں گے، میں اُن سے ملنے جاسکتا ہوں، میں جانتا ہوں وہ بڑے مصروف ہیں لیکن پھر بھی۔" ایرک نے اُس سے کہا "آپ کو تو میرے پروپوزل پر کوئی اعتراض نہیں ہے نا؟" وہ یک دم خوش ہوا تھا اور اُس کے چہرے پر چھلکنے والی خوشی اور اطمینان نے جیسے امامہ کو احساسِ جُرم دیا تھا۔

"میں نے تمہیں بتایا ہے عبداللہ تم بہ بہت اچھے ہو، لیکن میری خواہش ہے کہ عنایہ کی شادی جس سے بھی ہو، وہ صرف نام کا مسلمان نہ ہو، نیک ہو، دین دار ہو، سمجھ بوجھ رکھنے کے ساتھ ساتھ دین کی تعلیمات پر عمل بھی کرتا ہو۔" امامہ نے بالآخر اُس سے کہنا شروع کیا، وہ بے حد سنجیدہ تھی۔وہ اُس کی بات بے حد غور سے سُن رہا تھا۔

"مرد کو دین کا پتہ نہ ہو تو عورت کے لئے بہت مسئلہ ہوجاتا ہے۔یہ ایک پوری نسل کی تربیت کی بات ہوتی ہے۔ہم لوگ لبرل مسلمان ہیں لیکن بے دین اور بے عمل نہیں ہیں اور نہ ہی ایسے ہونا چاہتے ہیں، نہ اپنی اگلی نسلوں کے لئے یہ چاہتے ہیں۔مجھے نہیں پتہ تم کتنے practicing ہو اور اسلام کے بارے میں تمہارے concepts کتنے واضح ہیں لیکن عنایہ بہت مذہبی ہے... میں نہیں چاہتی اُس کی شادی کسی ایسی جگہ ہو جہاں میاں بیوی کے درمیان جھگڑے کی وجہ مذہبی اعتقادات اور اُن پر عمل کا ہونا یا نہ ہونا ہو۔" وہ کہتی جارہی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تمہیں شاید پتہ نہ ہو لیکن میں بھی نو مسلم تھی۔اپنے مذہب کو ترک کر کے اسلام کی صحیح تعلیمات اختیار کی تھیں میں نے... فیملی، گھر سب چھوڑا تھا... بڑے مسائل کا سامنا کیا تھا ... یہ آسان نہیں تھا۔"اُس کی آواز بُھرّا گئی تھی، وہ رُکی اپنی آنکھیں پونچھتے وہ ہنسی یوں جیسے اپنے آنسوؤں کو چھپانا چاہتی ہو۔

"یہ آسان کام نہیں تھا۔" اُس نے دوبارہ کہنا شروع کیا "لیکن سالار نے بہت آسان کردیا میرے لئے... وہ practicing مسلمان ہے اور میں اپنی بیٹی کے لئے اُس کے باپ جیسامسلمان ہی چاہتی ہوں، زندگی میں اتنی تکلیفیں برداشت کر کے اتنی لمبی جد و جہد کے بعد میں اپنی اگلی نسل کو پھر سے بے دین اور بے عمل دیکھنا نہیں چاہتی۔تم مسلمان تو ہو لیکن شاید اسلام کی تعلیمات میں اتنی دلچسپی نہ ہو کیوں کہ مسلمان ہونے کی تمہاری وجہ ایک لڑکی سے شادی ہے۔شادی ہو جائے گی تمہاری دلچسپی دین میں ختم ہو جائے گی... کچھ عرصہ بعد شاید تمہیں یہ بھی پروا نہ رہے کہ تم مسلمان ہو۔حرام اور حلال کے درمیان جو دیوار ہم اُٹھا کر رکھتے ہیں، تمہارے لئے وہ اُٹھانا ضروری نہ ہو... محبت بہت دیرپا چلنے والی شے نہیں ہے، اگر دو انسانوں کے بیچ عادات ، اعتقادات اور خیالات کی خلیج ہو تو۔" ایرک نے اُس کی گفتگو کے درمیان اُسے ایک بار بھی نہیں ٹوکا تھا، وہ صرف خاموشی سے اُس کی باتیں سنتا رہا۔

www.kitabnagri.com

"تم کسی ویسٹرن لڑکی سے شادی کرلو تو تمہاری بہت اچھی نبھے گی..." وہ اب اُسے جیسے مشورہ دیتے ہوئے راستہ دکھانے کی کوشش کررہی تھی۔وہ مسکرا دیا۔

"کوئی اچھی مسلمان لڑکی جو وہیں سے ہو۔" اس بار اُس نے اس لمبی گفتگو کے دوران پہلی بار امامہ کو ٹوکا۔

"وہ جو بھی ہوگی، آپ کی بیٹی تو نہیں ہوگی مسز سالار۔" امامہ خاموش ہوگئی۔

"آپ نے اچھا کیا یہ سب کچھ کہا مجھ سے... جو بھی آپ کے خدشات ہیں، میں اب اُنہیں دیکھ سکتا ہوں ، اور آپ کو وضاحت بھی دے سکتا ہوں۔نو سال ہوگئے ہیں مجھے عبداللہ بنے... لیکن مجھے لگتا ہے مسلمان میں بہت پہلے سے تھا... تب سے جب آپ لوگوں کے خاندان سے ملنا شروع ہوا تھا..." وہ بہت سوچ سوچ کے ٹھہر ٹھہر کر کہہ رہا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"میں بہت زیادہ باعمل اور باکردار مسلمان نہیں‌ہوں... آپ کے بیٹوں جیسا تو بالکل بھی نہیں ہوں... لیکن اپنے آس پاس نظر آنے والے بہت سے مسلمانوں سے بہتر ہوں۔نو سال میں میں نے اپنے دین کے حوالے سے صرف حرام اور حلال ہی کو نہیں سمجھا اور بھی بہت کچھ سمجھنے کی کوشش کی ہے۔مجھے پتہ ہے آپ کبھی قادیانی تھیں، پھر آپ تائب ہوکر مسلمان ہوئیں... مجھ سے یہ مت پوچھیے گا کہ یہ مجھے کس نے بتایا لیکن میں یہ جانتا ہوں اور اس لئے آپ سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ آپ مجھ سے زیادہ ہمدردی رکھیں گی۔آپ کی طرح میں بھی اپنی اگلی نسل کو اچھا انسان اور مسلمان دیکھنا چاہتا ہوں... صرف مسلمان نہیں... اس لئے آپ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں... ایک اچھی دین دار عورت ہی ایک اچھے گھرانے کی بنیاد رکھتی ہے... یہ بھی دین نے ہی بتایا ہے مجھے۔" امامہ اُس کی باتیں سُن رہی تھی، عبداللہ اُس کے انکار کو بہت مشکل کرتا جارہا تھا۔وہ جو بھی اُس سے کہہ رہا تھا، وہ clarity کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"مجھے عنایہ بہت اچھی لگتی ہے، محبت کرتا ہوں اُس سے لیکن شادی کا فیصلہ صرف محبت کی وجہ سے نہیں کیا نہ ہی مذہب کی تبدیلی محبت کا نتیجہ ہے... میری زندگی میں آپ اور آپ کی فیملی کا ایک بہت پازیٹو رول رہا ہے... میں آپ لوگوں کے مذہب سے بعد میں متاثر ہوا تھا، آپ لوگوں کی انسانیت اور مہربانی سے پہلے متاثر ہوا تھا... اور میری زندگی کے ایک بہت مشکل phase میں مجھے آپ لوگوں کا حُسنِ سلوک یاد ہے... ایک ایک چیز... آپ کہیں تو میں دہرا سکتا ہوں... میں اُس مذہب کے awe میں آگیا تھا جو ایسے خوبصورت انسان بنانے کی صلاحیت اور قدرت رکھتا تھا... میں

اُس وقت بہت چھوٹا تھا، آپ لوگوں کے لئے جو محسوس کرتا تھا، اُسے آپ لوگوں کو بتا نہیں سکتا تھا۔اب اتنے سالوں بعد مجھے موقع ملا ہ تو میں بتا رہا ہوں۔" وہ رُکا... سر جھکائے بہت دیر خاموش رہا۔

"آپ لوگ میری زندگی میں نہ آتے تو میں ایک بہت بُرا انسان بنتا... پاپا کی موت کے بعد میں ویسے ہی تھا جیسے سمندر میں ایک چھوٹی سی کشتی جس کی کوئی سمت نہیں ہوتی... ڈوب جاتی تو ڈوب جاتی... میں اُس وقت بہت دعا کیا کرتا تھا کہ مسٹر سکندر کو کچھ نہ ہو، اُن کا ٹریٹمنٹ صحیح ہوجائے کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا آپ کے گھر میں وہ تکلیف آئے جس سے میں اور میری فیملی گزررہی تھی... " وہ چپ ہوگیا۔امامہ بھی بول نہیں سکی... پانی دونوں کی آنکھوں میں تھا اور درد بھی... اور دونوں دونوں چیزیں چھپانے کی کوشش میں تھے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"میں پاکستان صرف آپ سے بات کرنے اور یہ سب بتانے کے لئے آیا ہوں... آپ نے اپنی بیٹی کی تربیت بہت اچھی کی ہے۔وہ بہت عزت اور حیا والی ہے اور میں نے اتنے سالوں میں اُس کے لئے محبت کا جذبہ رکھنے کے باوجود اُن حدود کا احترام کیا ہے جو آپ نے اُس کے لئے طے کی ہیں اور جسے اُس نے کبھی نہیں توڑا۔میں آپ کی بیٹی کو اتنی ہی عزت اور احترام کے ساتھ اپنی زندگی

اور گھر کا حصہ بنانا چاہتا ہوں۔" عبداللہ نے اپنے بیگ سے ایک چھوٹی سی ڈبیا نکال کر اُس لفافے کے اوپر رکھ دی جو اُس نے میز پر رکھا تھا۔

اُس خوبصورت لفافے کے اوپر ایک خوبصورت سُرخ ڈبیا میں عنایہ سکندر کا نصیب تھا جو اُتنا ہی خوبصورت تھا۔ نم آنکھوں کے ساتھ امامہ اُس ڈبیا سے نظریں نہیں ہٹاسکی۔اُس کی مرضی سے کبھی کچھ نہیں ہوتا تھا، لیکن جو بھی ہوتا تھا وہ بہترین ہوتا تھا۔

*****

"Ringخوبصورت ہے پر نقلی ہے۔" حمین نے ڈنر ٹیبل پر بیٹھے فش اور چپس کھاتے ہوئے ڈبیا کو رئیسہ کی طرف سرکایا، جو سلاد کا ایک پیالہ کھاتے ہوئے اس کی بات سُن رہی تھی۔

کُھلی ہوئی ڈبیا کو بند کرتے ہوئے اُس نے اُسی ہاتھ سے اپنے گلاسز ٹھیک کیے اور بڑے تحمل سے کہا۔

www.kitabnagri.com

"I know"

وہ فش اور چپس تقریباً نگل رہا تھا اور ساتھ TV لاؤنج میں سکرین رگبی کا ایک میچ دیکھ رہا تھا۔

رئیسہ ویک اینڈ گزارنے وہاں آئی تھی، امریکہ واپس آنے کے بعد اور اگلے دن عنایہ بھی وہاں پہنچ رہی تھی اور اس وقت ایک فاسٹ فوڈ سے ہوم ڈیلیوری کروانے کے بعد وہ کھانا کھانے میں مصروف تھے جب رئیسہ نے وہ انگوٹھی اُسے دکھائی تھی۔

"تم نے کسی کو دینی ہے یا تمہیں کسی نے دی ہے؟" حمین نے میچ دیکھتے دیکھتے چلی ساس کی بوتل تقریباً اپنی پلیٹ میں خالی کرتے ہوئے اُس سے پوچھا۔

"ہشام نے دی ہے۔" رئیسہ نے کسی تمہید کے بغیر مدہم آواز میں بے حد سنجیدگی سے کہا۔اس بار حمین نے سکرین سے نظریں ہٹالی تھیں۔

"جب وہ واپس آئے گا تو میں اُسے واپس کردوں گی۔" اُس نے ایک لمحہ کے توقف کے بعد اُسی سانس میں کہا۔

"مطلب؟" حمین اب سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"اُس نے مجھے پروپوز کیا ہے لیکن میں نے اُس کا پروپوزل قبول نہیں کیا۔میں چاہتی ہوں پہلے دونوں فیملیز آپس میں بات کرلیں۔" رئیسہ نے اُسے مختصراً بتایا۔"لیکن ہشام تو ابھی اپنی فیملی کے ساتھ بحرین میں ہو گا۔اُس کی فیملی کیا وہاں سے آکر بات کرے گی؟" حمین نے جواباً اُس سے پوچھا۔وہ کچھ دیر پہلے ہشام اور اُس کی فیملی کے حوالے سے بات کررہے تھے۔

تین دن پہلے بحرین میں ہونے والے رائل فیملی کے اُس پلین کریش میں وہاں کے حکمران اور اُس کی فیملی کے چھے افراد کی ہلاکت ہوئی تھی۔بحرین کا حکمران ہشام کا تایا تھا اور اُس حادثے کی اطلاع ملنے کے فوری بعد ہشام اپنی فیملی کے ساتھ بحرین چلا گیا تھا۔رئیسہ بھی اُس کے ساتھ ہی امریکہ واپس آئی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"ہشام تو آجائے گا اگلے ہفتے لیکن اُس کی فیملی ابھی رہے گی وہاں۔" رئیسہ نے اُس سے کہا۔

"تو پھر کیا ہو گا؟"حمین نے دوبارہ چپس کھانا شروع کرتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے تو تم سے بات کررہی ہوں ، تم بتاؤ۔" رئیسہ نے اُسے جواباً کہا۔

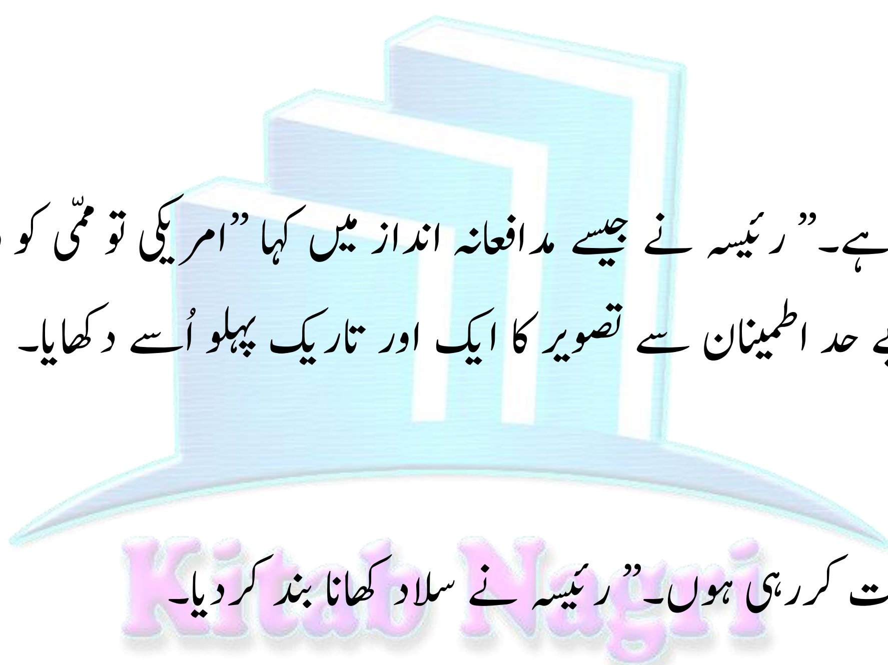
"ممی کریں گی صاف صاف دو ٹوک انکار۔" چلی ساس میں مچھلی کا ٹکڑا ڈبوتے ہوئے حمین نے جیسے مستقبل کا نقشہ دو جملوں میں اُس کے سامنے کھینچا۔

"ہاں مجھے پتہ ہے۔" رئیسہ نے گہرا سانس لیا "تمہیں پسند تو نہیں ہے نا؟" حمین نے اُس سے اس طرح سرسری سے انداز میں پوچھا جیسے یہ کوئی عام سی بات تھی۔

"ہے" اُس نے یک لفظی جواب دیا اور ایک پورا زیتون اُٹھا کر نگلا۔

"Too bad" حمین نے جیسے افسوس کرنے والے انداز میں کہا۔

"عنایہ اور عبداللہ کا پتہ ہے تمہیں اس کے باوجود تم نے... " رئیسہ نے اُس کی بات کاٹی "ہشام پیدائشی مسلمان ہے" "لیکن بحرینی ہے بلکہ عرب ہے۔" حمین نے اُسے بات مکمل کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔



"ویسے تو وہ امریکی ہے۔" رئیسہ نے جیسے مدافعانہ انداز میں کہا "امریکی تو ممّی کو ویسے ہی زہر لگتے ہیں۔" حمین نے بے حد اطمینان سے تصویر کا ایک اور تاریک پہلو اُسے دکھایا۔

"اسی لئے تم سے بات کررہی ہوں۔" رئیسہ نے سلاد کھانا بند کردیا۔

"تم ایک بات بتاؤ، تمہیں صرف وہ پسند ہے یا محبت وغیرہ ہے؟" رئیسہ نے اُسے جواباً گھورا۔

"صرف جنرل نالج کے لئے پوچھ رہا ہوں۔" حمین نے مدافعانہ انداز میں بے اختیار کہا۔

"یہ جنرل نالج کا سوال نہیں ہے۔" رئیسہ نے جتانے والے انداز میں کہا۔

"کامن سینس کا ہوگا پھر... وہ تو میری ویسے ہی خراب ہے۔" پلیٹ صاف کرتے ہوئے حمین نے بے حد اطمینان سے کہا۔

"تم کچھ کرسکتے ہو یا نہیں؟" رئیسہ نے اُس کو اگلا جملہ بولنے سے پہلے کہا۔

"میں صرف کوشش کرسکتا ہوں لیکن اس کا فائدہ نہیں... لیکن سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ تم میری ملاقات ہشام سے کراؤ... میں دیکھنا چاہتا ہوں تمہارے حوالے سے وہ دراصل کتنا سیریس ہے۔"

"وہ میں کروادوں گی، وہ مسئلہ نہیں ہے۔" رئیسہ نے کچھ مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

"اور اگر ممّی یا بابا نہیں مانتے پھر...؟" حمین نے یک دم اُس سے کہا۔وہ خاموش بیٹھی رہی، پھر اُس نے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"مجھے وہ اچھا لگتا ہے لیکن ایسی جذباتی وابستگی نہیں ہے کہ میں اُسے چھوڑ نہ سکوں۔"

"اچھے کی امید رکھنی چاہیے لیکن بدترین کے لئے تیار رہنا چاہیے... بابا کو اعتراض نہیں ہو گا، لیکن ممّی کا میں کہہ نہیں سکتا، کوشش کروں گا... لیکن ہشام نے اپنی فیملی سے بات کی ہے تمہیں پروپوز کرنے سے پہلے؟ کیوں کہ اگر اس کی فیملی کو کوئی اعتراض ہوا تو ممی بابا میں سے کوئی بھی اس پروپوزل پر غور نہیں کرے گا۔" حمین کو بات کرتے کرتے خیال آیا تھا۔اپنی فیملی سے بات کر کے ہی اُس نے مجھ سے بات کی ہے، اُس کی فیملی کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔" رئیسہ نے اُسے جیسے یقین دہانی کروائی تھی۔

حمین اُس کی بات سنتے ہوئے اپنے میز پر دھرے فون کی سکرین پر کچھ دیکھ رہا تھااور اپنی انگلی سے سکرین کو سکرول کررہا تھا، رئیسہ کو لگا اُس نے اُس کی بات غور سے نہیں سنی تھی۔

"تم میری بات سُن رہے ہو؟" رئیسہ نے جیسے اُسے متوجہ کیا۔

”ہاں... میں ہشام کے بارے میں search کررہا ہوں۔“ اُس نے جواباً کہا۔

”کیا؟“ رئیسہ چونکی۔

”ہشام کو اور اُس کی فیملی کو پتہ ہے کہ تم ایڈاپٹڈ ہو؟“ حمین اُسی طرح سکرین سکرول کر رہا تھا...

”ہشام کو پتہ ہے تو ظاہر ہے اُس کی فیملی کو بھی پتہ ہو گا۔“ وہ ایک لمحہ کے لئے ٹھٹھکی اور پھر اُس نے کہا۔

”اوہ...“ حمین اپنے فون کی سکرین پر کچھ پڑھتے پڑھتے بے اختیار چونکا تھا۔

”کیا ہوا؟“ رئیسہ چونکی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تمہارے لئے ایک اچھی خبر ہے اور شاید بُری بھی۔" حمین نے ایک گہرا سانس لے کر سر اُٹھایا اور اُسے دیکھا اور پھر اپنا فون اُس کے سامنے رکھ دیا۔

*****

وہ شخص دیوار پر لگی رئیسہ کی تصویر کے سامنے اب پچھلے پندرہ منٹ سے کھڑا تھا۔پلکیں جھپکائے بغیر، ٹکٹکی لگائے اس لڑکی کا چہرہ دیکھتے ہوئے... چہرے میں کوئی شباہت تلاش کرتے ہوئے...سالار سکندر کے شجرہ میں دبے آتش فشاں کی شروعات ڈھونڈتے ہوئے... اگر وہ اس شخص کو نشانہ بنا سکتا تھا تو اسی ایک جگہ سے بنا سکتا تھا۔وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے کچھ بڑبڑا بھی رہا تھا... خود کلامی... ایک سکینڈل کا تانا بانا تیار کرنے کے لئے ایک کے بعد ایک مکر و فریب کا جال... وجوہات... حقائق کو مخفی کرنے... وہ ایک گہرا سانس لے کر اپنے عقب میں بیٹھے لوگوں کو کچھ ہدایات دینے کے لئے مڑا تھا۔

سی آئی اے ہیڈ کوارٹرز کے اس کمرے کی دیواروں پر لگے بورڈز چھوٹے بڑے نوٹس، چارٹس، فوٹوگرافس اور ایڈریسز کی چِٹوں سے بھرے ہوئے تھے۔

کمرے میں موجود چار آدمیوں میں سے تین اس وقت بھی کمپیوٹر پر مختلف ڈیٹا کھنگالنے میں مصروف تھے ، یہ کام وہ پچھلے ڈیڑھ ماہ سے کر رہے تھے۔اس کمرے میں جگہ جگہ بڑے بڑے ڈبّے پڑے تھے جو مختلف فائلز، ٹیپس، میگزینز اور نیوز پیپرز کے تراشوں اور دوسرے ریکارڈ سے بھرے ہوئے تھے، کمرے میں موجود ریکارڈ کیبنٹس پہلے ہی بھری ہوئی تھیں ، کمرے میں موجود تمام ڈیٹا ان کمپیوٹرز کی ہارڈ ڈسکس میں بھی محفوظ تھا۔

کمرے میں موجود دو آدمی پہلے ڈیڑھ ماہ سے سالار سکندر کے بارے میں آن لائن آنے والا تمام ریکارڈ اور معلومات اکٹھی کرتے رہے تھے۔کمرے میں موجود تیسرا شخص سالار اور اس کی فیملی کے ہر فرد کے ای میلز کا ریکارڈ کھنگالتا رہا تھا۔چوتھا شخص اس کی فیملی اور مالی معلومات کو چیک کرتا رہا تھا۔اس ساری جدوجہد کا نتیجہ ان تصویروں اور شجرہ نسب کی صورت میں ان بورڈز پر موجود تھا۔ وہ چار لوگ دعویٰ کرسکتے تھے کہ سالار اور اُس کی فیملی کی پوری زندگی کا ریکارڈ اگر خدا کے پاس موجود تھا تو اس کی ایک کاپی اس کمرے میں بھی تھی۔سالار کی زندگی کے بارے میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو اُن کے علم میں نہیں تھی یا جس کے بارے میں وہ ثبوت نہیں دے سکتے تھے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

CIA کے Sting Operations سے لے کر اُس کی ٹین ایج کی گرل فرینڈز تک اور اُس کے مالی معاملات سے لے کر اُس کی اولاد کی پرسنل اور پرائیوٹ لائف تک اُن کے پاس ہر چیز کی تفصیلات تھیں۔

لیکن سارا مسئلہ یہ تھا کہ ڈیڑھ دو ماہ کی اس محنت اور پوری دنیا سے اکٹھے کیے ہوئے اس ڈیٹا میں سے وہ ایسی کوئی چیز نہیں نکال سکے تھے جس سے وہ اس کی کردار کشی کرسکتے۔

وہ ٹیم جو پندرہ سال سے اس طرح کے مقاصد پر کام کرتی رہی تھی۔یہ پہلی بار تھا کہ وہ اتنی سر توڑ محنت کے باوجود اس شخص اور اس کے گھرانے کے کسی شخص کے حوالے سے کسی قسم کا سکینڈل نکال نہیں پائی تھی۔دو سو پوائنٹس کی جو چیک لسٹ اُنہیں دی گئی تھی، وہ دو سو کراسز سے بھری ہوئی تھی اور یہ اُن کی زندگی میں پہلی بار ہورہا تھا۔انہوں نے ایسا صاف ریکارڈ کسی کا نہیں دیکھا تھا۔

کسی حد تک وہ ستائش کے جذبات رکھنے کے باوجود ایک آخری کوشش کررہے تھے... ایک آخری کوشش... کمرے کے ایک بورڈ سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے بورڈ تک جاتے جاتے وہ آدمی سالار کے فیملی ٹری کی اس تصویر پر رُکا تھا۔اس تصویر کے آگے کچھ اور تصویریں تھیں اور

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ان کے ساتھ کچھ بلٹ پوائنٹس... ایک دم جیسے اُسے بجلی کا جھٹکا لگا تھا۔اُس نے اس لڑکی کی تصویر کے نیچے اس کی تاریخِ پیدائش دیکھی پھر مڑ کر کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی کو وہ سال بتاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو اس سال ان dates پر یہ کہاں تھا؟"



کمپیوٹر پر بیٹھے ہوئے آدمی نے چند منٹوں کے بعد سکرین پر نمودار ہونے والی تحریر پڑھتے ہوئے کہا۔

"پاکستان"

سوال کرنے والے آدمی کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آئی تھی۔

"کب سے کب تک؟"

اُس آدمی نے اگلا سوال کیا، کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے کی بورڈ پر انگلیوں کو حرکت دیتے ہوئے سکرین پر دیکھتے ہوئے اُسے تاریخیں بتائیں۔

"آخرکار ہمیں کچھ مل ہی گیا۔" اس آدمی نے بے اختیار ایک سیٹی بجاتے ہوئے کہا تھا۔اُنہیں جہاز ڈبونے کے لئے تارپیڈو مل گیا تھا۔



یہ پندرہ منٹ پہلے کی روداد تھی۔پندرہ منٹ بعد وہ اب جانتا تھا کہ اُسے اس آتش فشاں کا منہ کھولنے کے لئے کیا کرنا تھا۔

*****

اُس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو مٹھیوں کی طرح بھینچ کر کھولا، ایک بار... دو بار... تین بار... پھر اپنی آنکھوں کو انگلیوں کی پوروں سے مسلا... کُرسی کی پشت سے ٹیک لگائے، اپنی لمبی ٹانگوں کو سٹڈی ٹیبل کے نیچے رکھے foot holder پر سیدھا کرتے ہوئے وہ جیسے کام کرنے کے لئے ایک بار پھر تازہ دم ہوگیا تھا... پچھلے چار گھنٹے سے مسلسل اُس laptop پر کام کرتے رہنے کے باوجود جو اس

وقت بھی اُس کے سامنے کھلا ہوا تھا اور جس پر چمکتی گھڑی اس وقت سوئٹزرلینڈ میں رات کے 2:34 ہوجانے کا اعلان کررہی تھی۔

وہ ڈیوس میں ورلڈ اکنامک فورم کا keynote سپیکر تھا جس کی تقریر کل دنیا کے ہر بڑے چینل اور اخبار کی ہیڈ لائنز بننے والی تھی3:40 پر اُس نے بالآخر اپنا کام ختم کیا laptop کو بند کر کے وہ سٹڈی ٹیبل سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا، وہ موسم سرما تھا اور ڈیوس میں سورج طلوع ہونے میں ابھی وقت تھا... اتنا وقت کہ وہ چند گھنٹے کے لئے سوجاتا... اور چند گھنٹوں کی نیند اُس کے لئے کافی تھی، نماز کے لئے دوبارہ جاگنے سے پہلے... وہ اُس کی زندگی کا معمول تھا اور اب اتنے سالوں سے تھا کہ اُسے معمول سے زیادہ عادت لگنے لگا تھا۔صوفہ کے سامنے موجود سینٹر ٹیبل پر سوئٹزر لینڈ اور امریکہ کے کچھ بین الاقوامی جریدوں کی کاپیز پڑی تھیں اور اُن میں سے ایک کے سرورق پر حمین سکندر کی تصویر تھی۔500 Young Global Leaders کی فہرست میں پہلے نمبر پر براجمان، اپنی مخصوص شرارتی مسکراہٹ اور چمکتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ کیمرہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوئے۔

ایک لمحہ کے لئے سالار کو یونہی لگا تھا جیسے وہ اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہا تھا...اُسی اعتماد ، دلیری اور وقار کے ساتھ جو اس کا خاصہ تھا۔

سالار سکندر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ لہرائی،اُس نے جھک کر وہ میگزین اُٹھایا تھا... وہ ورلڈ اکنامک فورم میں پہلی بار آرہا تھا... اور دنیا کے اس prestigious فورم کا جیسے نیا پوسٹر بوائے تھا۔وہاں پڑا کوئی میگزین ایسا نہیں تھا جس میں اُس نے حمین سکندر یا اُس کی کمپنی کے حوالے سے کچھ نہ پڑھا ہو۔

"Devilishly Handsome, Dangerously Meticulous"سالار سکندر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ گہری ہوئی... وہ ہیڈلائن حمین سکندر کے بارے میں تھی جس سے اس کی ملاقات کل اُسی فورم میں ہونے والی تھی، جہاں اُس کا بیٹا بھی خطاب کرنے والا تھا۔اُس نے اُس میگزین کو دوبارہ سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اُس کے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑا سیل فون کھٹکا، بستر پر بیٹھتے ہوئے سالار نے اُسے اُٹھا کر دیکھا۔وہ واقعی شیطان تھا، خیال آنے پر بھی سامنے آجاتا تھا...

"Awake?"وہ حمین سکندر کا ٹیکسٹ تھا، اُسے باپ کی روٹین کا پتہ تھا وہ خود بھی insomniac تھا۔

"Yes"سالار نے جواباً ٹیکسٹ کیا "بڑی اچھی فلم آرہی تھی، سوچا آپ کو بتادوں۔" جواب آیا۔ سالار کو اُس سے ایسے ہی کسی جواب کی توقع تھی۔دوسرا ٹیکسٹ آیا جس میں اُس چینل کا نمبر بھی تھا جس پر وہ مووی آرہی تھی، اُس کی کاسٹ کے ناموں کے ساتھ جس میں چارلیز تھیرن کا نام بلاک لیٹرز میں لکھا ہوا تھا۔وہ باپ کو تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔سالار کو اندازہ ہوگیا تھا۔

"Thank you for the recommendation"سالار نے زیرِ لب مسکراہٹ کے ساتھ اُس کے ٹیکسٹ کا جواب دیا۔اُس کی بات کا جواب نہ دینا اس سے زیادہ بہتر تھا۔

"I am seriously thinking of getting married "اگلا جملہ بے سر و پیر کے تھا۔سالار سکندر گہرا سانس لے کر رہ گیا۔وہ ورلڈ اکنامک فورم کا ینگ سٹار سپیکر تھا جو اپنی تقریر سے ایک رات پہلے باپ سے رات کے اس وقت اس طرح کی بے تکی باتیں کررہا تھا۔

"What an idea! Tread it on TAI"اُس نے اُسے جوابی ٹیکسٹ کیا اور پھر گڈنائٹ کا میسج... کھٹاک سے ایک smiley اُس کی سکرین پر اُبھری تھی... دانت نکالتے ہوئے۔

"I am serious" سالار فون رکھ دینا چاہتا تھا، لیکن پھر رُک گیا۔

"Options" چاہیے یا approval ؟" اُس نے اس بار بے حد سنجیدگی سے اُسے ٹیکسٹ کیا۔

"Suggestions" جواب اُسی تیز رفتاری سے آیا۔

"TV بند کر کے سوجاؤ۔" اُس نے جواباً اُسے ٹیکسٹ کیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"بابا میں صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ رئیسہ اور عنایہ کی شادی کئے بغیر میرا شادی کرنا مناسب نہیں خاص طور پر جب جبریل کی شادی کا فی الحال کوئی امکان نہیں۔" وہ اُس کے اس جملے پر اب بالآخر کھٹکا تھا... اُس کی باتیں اتنی بے سروپا نہیں تھیں جتنا وہ اُنہیں سمجھ رہا تھا۔رات کے اس پہر وہ فلم سے اپنی شادی اور اپنی شادی سے عنایہ اور رئیسہ کی شادی کا ذکر لے کر بیٹھا تھا تو کوئی مسئلہ تھا... اور مسئلہ کہاں تھا، یہ سالار کو ڈھونڈنا تھا۔

"تو؟" اُس نے اگلے ٹیکسٹ میں جیسے کچھ اور اُگلوانے کے لئے دانہ ڈالا، جواب خاصی دیر بعد آیا... یعنی وہ اب سوچ سوچ کر ٹیکسٹ کررہا تھا۔وہ دونوں باپ بیٹا جیسے شطرنج کی ایک بساط بچھا کر بیٹھ گئے تھے۔

"تو بس پھر ہمیں عنایہ اور رئیسہ کے حوالے سے کچھ سوچنا چاہیے۔" جواب سوچ سمجھ کر آیا تھا، لیکن مبہم تھا۔

"رئیسہ کے بارے میں یا عنایہ کے بارے میں؟" سالار نے بڑے کُھلے الفاظ میں اُس سے پوچھا۔ حمین کو شاید باپ کے اس بے دھڑک سوال کی توقع نہیں تھی، وہ امامہ نہیں تھی جس کو وہ گھما پھرا لیتا تھا، وہ سالار سکندر تھا جو اُسی کی طرح لمحوں میں بات کی جڑ تک پہنچ جاتا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"رئیسہ کے بارے میں۔" بالآخر اُسے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہنا پڑا، سالار کے لئے جواب غیر متوقع نہیں تھا۔لیکن حیران وہ اُس کی ٹائمنگ پر ہوا تھا۔

"تم خود رئیسہ کے لئے بات کررہے ہو یا رئیسہ نے تمہیں بات کرنے کے لئے کہا ہے؟" سالار کا اگلا ٹیکسٹ پہلے سے بھی direct تھا۔ حمین کا جواب اور بھی دیر سے آیا "میں خود کررہا ہوں۔" سالار کو اُس کے جواب پر یقین نہیں آیا۔

"رئیسہ کہیں انوالوڈ ہے؟" اُس نے اگلا ٹیکسٹ کیا... جواب ایک بار پھر دیر سے آیا اور یک دم سالار کو احساس ہوا کہ یہ ٹیکسٹنگ دو لوگوں کے درمیان نہیں ہورہی تھی... تین لوگوں کے درمیان ہورہی تھی... وہ... حمین اور رئیسہ...

وہ تاخیر جو حمین کی طرف سے جواب آنے پر ہورہی تھی، وہ اس لئے ہورہی تھی کیوں کہ وہ سالار کے ساتھ ہونے والے سوال جواب رئیسہ کو بھی بھیج رہا تھا اور پھر اُس کی طرف سے آنے والے جوابات اُسے فارورڈ کررہا تھا۔ وہ اُن دونوں کی بچپن کی عادت تھی، ایک دوسرے کے لئے spokesperson کا رول ادا کرنا... اور زیادہ تر یہ رول رئیسہ ہی اُس کے لئے کیا کرتی تھی۔

"کوئی اُسے پسند کرتا ہے۔" جواب دیر سے آیا تھا لیکن اُس کے direct سوال کے بدلہ میں بے حد ڈپلومیٹک انداز میں دیا گیا تھا اور یہ حمین کا انداز نہیں تھا۔ یہ رئیسہ کا انداز تھا۔

"کون پسند کرتا ہے...؟ ہشام؟" سالار نے جواباً بے حد اطمینان سے ٹیکسٹ کیا۔اُسے یقین تھا اُس کے جوابیہ سوال نے دونوں بہن بھائی کے پیر تلے سے کچھ لمحوں کے لئے زمین نکالی ہوگی۔اُن کو یہ اندازہ نہیں ہوسکتا تھا کہ سالار اتنا "باخبر" ہوسکتا تھا۔

حسبِ توقع ایک لمبے وقفے کے بعد ایک پورے منہ کھولے ہنستی ہوئی smiley آئی تھی۔

"Good Shot" یہ حمین کا جواب تھا۔

"رئیسہ سے کہو آرام سے سوجائے...ہشام کے بارے میں آمنے سامنے بیٹھ کر بات ہوگی... میں اس وقت آرام کرنا چاہتا ہوں اور تم دونوں اب مجھے مزید کوئی ٹیکسٹ نہیں کروگے۔" سالار نے ایک voice message حمین کو بھیجتے ہوئے فون رکھ دیا۔وہ جانتا تھا اس کے بعد وہ واقعی بھوتوں کی طرح غائب ہوجائیں گے...خاص طور پر رئیسہ۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

*****

جبریل نیند میں فون کی آواز پر ہڑبڑا کر اُٹھا تھا۔اُسے پہلا خیال ہاسپٹل کا آیا تھا لیکن اُس کے پاس آنے والی وہ کال ہاسپٹل سے نہیں آئی تھی اُس پر نسا کا نام چمک رہا تھا۔وہ غیر متوقع تھا۔ایک ہفتے پہلے اسفند کی تدفین کے دوران اُس کی ملاقات نسا سے ایک لمبے عرصے کے بعد ہوئی تھی اور اُس کے بعد اس طرح رات کے اس وقت آنے والی کال...

کال ریسیو کرتے ہوئے دوسری طرف سے اُس نے جبریل سے معذرت کی تھی کہ وہ رات کے اس وقت اُسے ڈسٹرب کررہی تھی اور پھر بے حد اضطراب کے عالم میں اُس نے جبریل سے کہا تھا۔

"تم عائشہ کے لئے کچھ کرسکتے ہو؟" جبریل کچھ حیران ہوا "عائشہ کے لئے کیا؟"

"وہ پولیس کسٹڈی میں ہے"

"What?"وہ ہکا بکا رہ گیا "کیوں؟"

"قتل کے کیس میں" وہ دوسری طرف سے کہہ رہی تھی۔جبریل شاکڈ رہ گیا۔"کس کا قتل؟" وہ اب رونے لگی تھی۔

"اسفند کا" جبریل کا دماغ گھوم کر رہ گیا۔

*****

وہ یخنی میں ڈوبے ہوئے روٹی کے ٹکڑے چمچے کے ساتھ اپنے باپ کو کھلا رہا تھا، اُس کا باپ لقمے کو چبانے اور نگلنے میں تقریباً دو منٹ لے رہا تھا۔وہ ہر بار صرف اتنی ہی یخنی پیالے میں ڈالتا جس میں ایک ٹکڑا ڈوب جاتا پھر چمچہ سے اس ٹکڑے کو باپ کے منہ میں ڈالنے کے بعد وہ بے حد تحمل سے پیالے میں نیا ٹکڑاڈالتا جو گرم یخنی میں پھولنے لگتا تھا۔وہ ایک ہی وقت میں یخنی اس پیالے میں ڈالتا تو یخنی اب تک ٹھنڈی ہوچکی ہوتی۔یخنی کا ایک پیالہ پینے میں اس کا باپ تقریباً ایک گھنٹہ لگاتا تھا۔ٹھنڈی یخنی میں ڈوبے ہوئے روٹی کے ٹکڑے بھی وہ اسی رغبت سے کھاتا جیسے وہ ان گرم لقموں کو کھارہا تھا۔سکندر عثمان کے ذائقے کی حس آہستہ آہستہ ختم ہورہی تھی ، گرم اور ٹھنڈی خوراک میں تخصیص کرنا وہ کب کا چھوڑ چکے تھے۔صرف اُن کی دیکھ بھال کرنے والے فیملی کے افراد تھے جو اس تخصیص کو اُن کے لئے اب بھی برقرار رکھنے کی کوشش کررہے تھے۔

Kitab Nagri www.kitabnagri.com

وہ اب بھی خوراک کو اُن کے لئے ممکنہ حد تک ذائقہ دار بناکر دے رہے تھے ، یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اس ذائقے سے لطف اندوز ہوسکتے تھے نہ اس ذائقے کو یاد رکھ سکتے تھے۔باپ کو کھانا کھلانے کے ساتھ ساتھ سالار اور امامہ نے بھی وہیں بیٹھے بیٹھے کھانا کھایا تھا۔وہ جب بھی یہاں آتھا تھا، تینوں وقت کا کھانا باپ کے کمرے میں اُسے کھانا کھلاتے ہوئے یہی کھاتا تھا اور اس کی عدم موجودگی میں یہ کام امامہ اور بچے کرتے تھے۔ان کے گھر کا ڈرائنگ روم ایک عرصہ سے نہ ہونے کے برابر استعمال ہورہا تھا۔اس کے ماں باپ کا بیڈروم اس کی فیملی کے افراد کی بہت ساری سرگرمیوں کا مرکز تھا۔یہ اُس شخص کو تنہائی سے بچانے کی ایک کوشش تھی جو کئی سالوں سے اس کمرے میں بستر تک محدود تھا اور الزائمر کی آخری سٹیج میں داخل ہوچکا تھا۔

ٹرالی میں پڑا نیپکن اُٹھا کر اُس نے سکندر عثمان کے ہونٹوں کے کونے سے نکلنے والی یخنی کے وہ قطرے صاف کیے جو چند لمحے پہلے نمودار ہوئے تھے۔انہوں نے خالی آنکھوں سے اُسے دیکھا جن سے وہ اُسے ہمیشہ دیکھتے تھے۔وہ اُنہیں کھانا کھلاتے ہوئے جواب کی توقع کے بغیر اُن سے بات کرنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔اس کے باپ کی خاموشی کے وقفے اب گھنٹوں پر مشتمل ہونے لگے تھے۔گھنٹوں کے بعد کوئی لفظ یا جملہ اُن کے منہ سے نکلتا تھا جس کا تعلق اُن کی زندگی کے کسی سال کی کسی یاد سے ہوتا تھا اور وہ سب اس جملے کو سال کے ساتھ جوڑنے کی کوشش میں لگ جاتے تھے۔

سکندر عثمان کھانا کھاتے ہوئے ہمیشہ یک ٹک اُسے دیکھتے تھے۔اب بھی دیکھ رہے تھے۔سالار جانتا تھا اُس کا باپ جیسے ایک اجنبی کا چہرہ پہچاننے کی کوشش کررہا تھا۔ان کو کھانا کھلانے کی کوئی احتیاط، کوئی محبت، کوئی لگن اُن کی یادداشت پر کہیں محفوظ نہیں ہورہی تھی۔وہ ایک اجنبی کے ہاتھ سے کھانا کھارہے تھے اور اُن کے ختم ہوتے ہوئے دماغی خلیے اُس اجنبی کے چہرے کو کوئی نام دینے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

سالار جانتا تھا اس کے باپ کو اُس کے ہاتھ سے کھایا ہوا وہ دوپہر کا کھانا بھی یاد نہیں ہوگا۔وہ جتنی بار اُس کے کمرے میں آتا ہوگا، وہ اپنے باپ کے لئے ایک نیا شخص، ایک نیا چہرہ ہوگا اور صرف وہی نہیں، اُس کی فیملی کے باقی سب افراد بھی۔سکندر عثمان شاید حیران ہوتے ہوں گے کہ اُن کے کمرے میں بار بار نئے لوگ کیوں آتے تھے...وہ اپنے گھر میں "اجنبیوں" کے ساتھ رہ رہے تھے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اُس نے یخنی کا آخری چمچ اپنے باپ کے منہ میں ڈالا۔پھر پیالہ ٹرالی میں رکھ دیا۔اب وہ اپنے باپ کو چمچ کے ساتھ پانی پلا رہا تھا۔اُس کا باپ لمبا گھونٹ نہیں لے سکتا تھا۔

امامہ کچھ دیر پہلے کمرے سے اُٹھ کر گئی تھی۔اُس کا سامان پہلے ہی ایئر پورٹ جاچکا تھا۔اب باہر ایک گاڑی اُس کے انتظار میں کھڑی تھی جو اسے تھوڑی دیر میں ایئرپورٹ لے جاتی۔اس کا سٹاف بے صبری سے اس کمرے سے اُس کی برآمدگی کا منتظر تھا۔

سالار نے گلاس واپس رکھتے ہوئے بیڈ پر بیٹھ کر اپنے باپ کی گردن کے گرد پھیلا ہوا نیپکن ہٹایا۔ پھر کچھ دیر تک سکندر عثمان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے وہ بیٹھا رہا۔آہستہ آہستہ اس نے انہیں اپنی روانگی کا بتایا تھا اور اُس تشکر و احسان مندی کا بھی جو وہ اپنے باپ کے لئے ہمیشہ محسوس کرتا تھا خاص طور پر آج... سکندر عثمان خالی نظروں سے اُسے دیکھ اور سُن رہے تھے۔وہ جانتا تھا وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پارہے تھے۔لیکن یہ ایک رسم تھی جو وہ ہمیشہ ادا کرتا تھا۔اُس نے اپنی بات ختم کرنے کے بعد باپ کے ہاتھ چومے پھر اُنہیں لٹا کر کمبل اوڑھا دیا، اور کچھ دیر بے مقصد بیڈ کے پاس کھڑا اُنہیں دیکھتا رہا تھا۔اُس کے بعد پتہ نہیں کب وہ اپنے باپ کے پاس آنے کے قابل ہوتا۔سالار یہ نہیں جانتا تھا وہ آخری کھانا تھا جو اُس نے اپنے باپ کے ساتھ کھایا تھا۔

تاش کا ترپ کا پتّہ پھینکا جانے والا تھا اور "مہلت" ختم ہونے والی تھی

لاک اپ میں بیٹھے اُس رات عائشہ عابدین نے اپنی زندگی کو recapکرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر اُس کی زندگی میں اتنا بہت کچھ ہوچکا تھا کہ وہ اس کوشش میں بھی ناکام ہورہی تھی، یوں جیسے وہ 28 سال کی زندگی نہیں تھی آٹھ سو سال کی زندگی تھی... کوئی بھی واقعہ اُس ترتیب سے یاد نہیں آرہا تھا جس ترتیب سے وہ اُس کی زندگی میں ہوا تھا اور وہ یاد کرنا چاہتی تھی۔

لاک اپ کے بستر پر چت لیٹے چھت کو گھورتے ہوئے اُس نے یہ سوچنے کی کوشش کی تھی کہ اُس کی زندگی کا سب سے بدترین واقعہ کیا تھا... سب سے تکلیف دہ تجربہ اور دور... باپ کے بغیر زندگی گزارنا؟



احسن سعد سے شادی؟

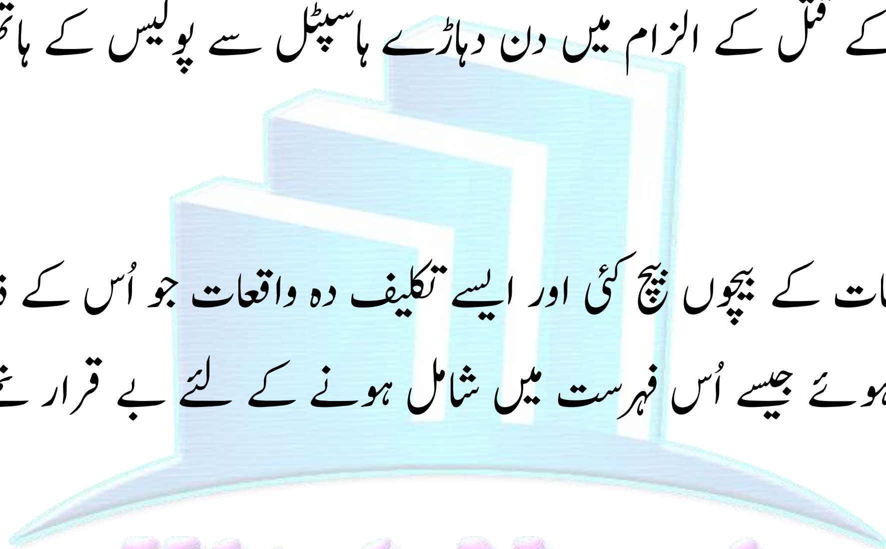
اُس کے ساتھ اُس کے گھر میں گزارا ہوا وقت؟

ایک معذور بیٹے کی پیدائش؟

احسن سعد سے طلاق؟

اسفند کی موت؟

یا پھر اپنے ہی بیٹے کے قتل کے الزام میں دن دہاڑے ہاسپٹل سے پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہونا...؟



اور ان سارے واقعات کے بیچوں بیچ کئی اور ایسے تکلیف دہ واقعات جو اُس کے ذہن کی دیوار پر اپنی جھلک دکھاتے ہوئے جیسے اُس فہرست میں شامل ہونے کے لئے بے قرار تھے...

وہ طے نہیں کرسکی... ہر تجربہ، ہر حادثہ، اپنی جگہ تکلیف دہ تھا... اپنی طرح سے ہولناک... وہ اُن کے بارے میں سوچتے ہوئے جیسے زندگی کے وہ دن جینے لگی تھی اور اگلے واقعہ کے بارے میں سوچنا شروع کرتے ہوئے اُسے یہ اندازہ لگانا مشکل ہورہا تھا کہ پچھلا واقعہ زیادہ تکلیف دہ تھا یا پھر جو اُسے اب یاد آرہا تھا۔

کبھی کبھار عائشہ عابدین کو لگتا تھا وہ ڈھیٹ تھی... تکلیف اور ذلّت سہہ سہہ کر وہ اب شرمندہ ہونا اور درد سے متاثر ہونا چھوڑ چکی تھی... زندگی میں وہ اتنی ذلّت اور تکلیف سہہ چکی تھی کہ شرم اور شرمندگی کے لفظ جیسے اُس کی زندگی سے خارج ہوگئے تھے... وہ اتنی ڈھیٹ ہوچکی تھی کہ مرنا بھی بھول گئی تھی... اُسے کسی تکلیف سے کچھ نہیں ہوتا تھا... دل تھا تو وہ اتنے ٹکڑے ہوچکا تھا کہ اب اور ٹوٹنا اُس کے بس میں نہیں رہا تھا۔ ذہن تھا تو اُس پر جالے ہی جالے تھے... عزتِ نفس، ذلّت، عزّت جیسے لفظوں کو چھپا دینے والے جالے... یہ سوچنا اُس نے کب کا چھوڑدیا تھا کہ یہ سب اُس کے ساتھ ہی کیوں ہوتا تھا، اُس نے تو کسی کا کچھ نہیں بگاڑا تھا... اس سوال کا جواب ویسے بھی اُسے احسن سعد نے رٹوا دیا تھا۔

''لکھو اس کاغذ پر کہ تم گناہ گار ہو... اللہ سے معافی مانگو... پھر مجھ سے معافی مانگو... پھر میرے گھر والوں سے معافی مانگو... بے حیا عورت...'' پتہ نہیں یہ آواز اُس کے کانوں میں گونجنا بند کیوں نہیں ہوتی تھی... دن میں... رات میں... سینکڑوں بار ان جملوں کی بازگشت اُسے اُس کے اس سوال کا جواب دیتی رہتی تھی کہ یہ سب اُس کے ساتھ ہی کیوں ہوتا تھا۔

وہ ایک گناہ گار عورت تھی... یہ جملہ اُس نے اتنی بار اپنے ہاتھ سے کاغذ پر لکھ کر احسن سعد کو دیا تھا کہ اب اُسے یقین ہوگیا تھا کہ وہ جملہ حقیقت تھا... اُس کا گناہ کیا تھا، صرف یہ اُسے یاد نہیں

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

آتا تھا... مگر اُسے پھر بھی یقین تھا کہ جو بھی گناہ اُس نے کبھی زندگی میں کیا ہوگا... بہت بڑا ہی کیا ہوگا... اتنا بڑا کہ اللہ تعالیٰ اُسے یوں بار بار "سزا" دے رہا تھا... سزا کا لفظ بھی اُس نے احسن سعد اور اُس کے گھر میں ہی سُنا اور سیکھا تھا... جہاں گناہ اور سزا کے لفظ کسی ورد کی طرح دہرائے جاتے تھے... ورنہ عائشہ عابدین نے تو احسن سعد کی زندگی میں شامل ہونے سے پہلے اللہ کو خود پر صرف "مہربان" دیکھا تھا۔

"بے حیا عورت..." وہ گالی اُس کے لئے تھی۔عائشہ عابدین کو گالی سُن کر بھی یہ یقین نہیں آیا تھا... زندگی میں پہلی بار ایک گالی اپنے لئے سُن کر وہ گنگ رہ گئی تھی... کسی مجسمے کی طرح... کھڑی کی کھڑی... یوں جیسے اُس نے کوئی سانپ یا اژدہا دیکھ لیا تھا... وہ ناز و نعم میں پلی تھی... گالی تو ایک طرف، اُس نے کبھی اپنے نانا نانی یا ماں سے اپنے لئے کوئی سخت لفظ بھی نہیں سُنا تھا... ایسا لفظ جس میں عائشہ کے لئے توہین یا تضحیک ہوتی اور اب اُس نے اپنے شوہر سے اپنے لئے جو لفظ سُنا تھا اُس میں تو الزام اور تہمت تھی... وہ "بے حیا" تھی... عائشہ عابدین نے اپنے آپ کو بہلایا تھا، سو تاویلیں دے کر کہ یہ گالی اُس کے لئے کیسے ہوسکتی تھی... یا شاید اُس نے غلط سُنا تھا... یا پھر اُن الفاظ کا مطلب وہ نہیں تھا جو وہ سمجھ رہی تھی... وہ اُس کیفیت پر ایک کتاب لکھ سکتی تھی۔ان توجیہات، اُن وضاحتوں پر جو پہلے گالی سُننے کے بعد اگلے کئی دن عائشہ عابدین نے اپنے آپ کو دیں تھیں... اپنی عزّتِ نفس کو دوبارہ بحال کرنے کے لئے Antibiotics ...کے ایک کورس کی طرح... لیکن یہ سب صرف پہلی گالی کی دفعہ ہوا تھا، پھر آہستہ آہستہ عائشہ عابدین نے ساری

توجیہات اور وضاحتوں کو دفن کردیا تھا... وہ اب گالیاں کھاتی تھی اور بے حد خاموشی سے کھاتی تھی، اور بہت بڑی بڑی... اور اُسے یقین تھا کہ وہ یہ گالیاں deserve کرتی تھی کیونکہ احسن سعد اُسے یہ کہتا تھا... پھر وہ مارا کھانا بھی اسی سہولت سے سیکھ گئی تھی... اپنی عزّتِ نفس کو ایک اور سلیپنگ ڈوز دیتے ہوئے... پانچ افراد کا وہ گھرانہ اُسے یہ یقین دلانے میں کامیاب ہوگیا تھا کہ اُس کے ساتھ جو کچھ بھی ہورہا تھا، وہ اُسے deserve کررہی تھی۔

وہ مومنین کے ایک ایسے گروہ میں پھنس گئی تھی جو زبان کے پتھروں سے اُسے بھی مومن بنانا چاہتے تھے کیونکہ وہ "گناہ گار" تھی۔

احسن سعد اُس کی زندگی میں کیسے آیا تھا اور کیوں آگیا تھا... ایک وقت تھا اُسے لگتا تھا وہ اُس کی خوش قسمتی بن کر اُس کی زندگی میں آیا تھا اور پھر ایک وہ وقت تھا جب اُسے وہ ایک ڈراؤنا خواب لگنے لگا تھا، جس کے ختم ہونے کا انتظار وہ شدّ و مد سے کرتی تھی... اور اب اسے لگتا تھا وہ وہ عذاب تھا جو اللہ تعالیٰ نے اُسے اُس کے کردہ، ناکردہ گناہوں پر اس دنیا میں ہی دے دیا تھا۔

وہ ہاؤس جاب کررہی تھی جب احسن سعد کا پروپوزل اُس کے لئے آیا تھا۔عائشہ کے لئے یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔اُس کے لئے درجنوں پروپوزلز پہلے بھی آچکے تھے اور اس کے نانا نانی کے

ہاتھوں رد بھی ہوچکے تھے۔اُس کا خیال تھا کہ یہ پروپوزل بھی کسی غور کے بغیر رد کردیا جائے گا کیونکہ اُس کے نانا نانی اُس کی تعلیم مکمل ہوئے بغیر اُسے کسی قسم کے رشتے میں باندھنے پر تیار نہیں تھے۔مگر اس بار ایسا نہیں ہوا تھا... احسن سعد کے والدین کی میٹھی زبان عائشہ عابدین کی فیملی پر اثر کرگئی تھی، اور اس پر بھی۔

"ہمیں صرف ایک نیک اور اچھی بچی چاہیے اپنے بیٹے کے لئے... باقی سب کچھ ہے ہماری پاس، کسی چیز کی کمی نہیں ہے... اور آپ کی بیٹی کی اتنی تعریفیں سنی ہیں ہم لوگوں نے کہ بس ہم آپ کے ہاں جھولی پھیلا کر آئے بغیر نہیں رہ سکے" احسن کے باپ نے اُس کے نانا سے کہا تھا۔عائشہ عابدین جو جب پتہ چلا تھا کہ اُس کی ایک نند اُس کے ساتھ میڈیکل کالج میں ہی پڑھتی تھی... اُن دونوں کا آپس میں بہت رسمی سا تعارف تھا... مگر اُسے حیرت ہوئی تھی کہ اُس رسمی تعارف پر بھی اُس کی اتنی تعریفیں وہ لڑکی اپنی فیملی میں کرسکتی تھی جو کالج میں بالکل خاموش اور لئے دیے رہتی تھی... عائشہ عابدین کے لئے کسی کی زبان سے اپنی تعریفیں سُننا کوئی اچھنبے کی بات نہیں تھی، وہ کالج کے سب سے نمایاں سٹوڈنٹس میں سے ایک تھی، اور وہ ہر طرح سے نمایاں تھی، academic قابلیت میں، نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں میں اور پھر اپنی personality کی وجہ سے بھی... وہ اپنے batchکی نہ صرف حسین بلکہ بے حد سٹائلش لڑکیوں میں گردانی جاتی تھی ... بے حد practicingمسلمان ہوتے ہوئے بھی اور مکمل طور پر حجاب اوڑھے ہوئے بھی... حجاب عائشہ عابدین پر سجتا تھا... یہ اُس کے charisma کو بڑھانے کی چیز تھی اور یہ رائے اُس کے بارے میں

لڑکے اور لڑکیوں کی متفقہ رائے تھی... اور اب اُس لڑکی کے لئے احسن سعد کا پروپوزل آیا تھا، جس کی فیملی کو اُس کے نانا نانی نے پہلی ملاقات میں ہی Ok کردیا تھا۔ پتہ نہیں کون "سادہ" تھا... اُس کے نانا نانی جنہیں احسن کے ماں باپ بہت شریف اور سادہ لگے تھے یا پھر وہ خود کہ انہوں نے اُس خاندان کے بارے میں لمبی چوڑی تحقیق صرف اس لئے نہیں کروائی کیونکہ انہوں نے احسن سعد کے ماں باپ کی دینداری کا پاس کیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے شادی سے پہلے احسن سعد اور عائشہ کی ایک ملاقات کروانا ضروری سمجھا تھا... احسن سعد اُس وقت امریکہ میں ریذیڈنسی کررہا تھا اور چھٹیوں میں پاکستان آیا ہوا تھا۔

احسن سعد سے پہلی ملاقات میں عائشہ کو ایک لمبے عرصہ کے بعد جبریل یاد آیا تھا... اُسے وہ جبریل کی طرح کیوں لگا تھا، عائشہ کو اس سوال کا جواب کبھی نہیں ملا۔ وہ شکل و صورت میں صرف مناسب تھا، تعلیمی قابلیت میں بے حد اچھا... اور بات چیت میں بے حد محتاط... اُس کا پسندیدہ موضوع صرف ایک تھا مذہب، جس پر وہ گھنٹوں بات کرسکتا تھا اور اُس کے اور عائشہ عابدین کے درمیان connecting factor یہی تھا... پہلی ہی ملاقات میں وہ دونوں مذہب کی بات کرنے لگے تھے اور عائشہ عابدین اُس کے awe میں آئی تھی۔ وہ حافظِ قرآن تھا اور وہ اُسے بتارہا تھا کہ اُس کی زندگی میں کبھی کسی لڑکی کے ساتھ دوستی نہیں رہی، وہ عام لڑکوں کی طرح کسی اُلٹی سیدھی حرکتوں میں نہیں پڑا... وہ مذہب کے بارے میں جامع معلومات رکھتا تھا... اور وہ معلومات عائشہ سے بے حد زیادہ تھیں لیکن وہ ایک سادہ زندگی گزارنا چاہتا تھا اور عائشہ بھی یہی چاہتی تھی... ایک عملی

مسلمان گھرانے کے خواب دیکھتے ہوئے... وہ احسن سعد سے متاثر ہوئی تھی اور اُس کا خیال تھا وہ اپنی عمر کے دوسرے لڑکوں سے بے حد mature اور مختلف تھا... وہ اگر کبھی شادی کرنے کا سوچتی تھی تو ایسے ہی آدمی سے شادی کرنے کا سوچتی تھی... احسن سعد پہلی ملاقات میں اُسے متاثر کرنے میں کامیاب رہا...اُس کی فیملی اُس کے گھر والوں سے پہلے ہی متاثر تھی... یہ صرف نورین الٰہیٰ تھی جس نے احسن کی فیملی پر کچھ اعتراضات کئے تھے۔اُسے وہ بے حد "کٹّر" لگے تھے اور اُس کی اس رائے کو اُس کے اپنے ماں باپ نے یہ کہتے ہوئے رد کردیا تھا کہ وہ خود ضرورت سے زیادہ لبرل تھی اس لئے وہ اُنہیں اس نظر سے دیکھ رہی تھی۔نورین شاید کچھ اور بحث و مباحثہ کرتی اگر اُسے یہ نہ محسوس ہوجاتا کہ عائشہ عابدین بھی وہی چاہتی تھی جو اُس کے ماں باپ چاہتے تھے۔نورین الٰہیٰ نے اپنے ذہن میں ابھرنے والے تمام خدشات کو یہ کہہ کر سُلا دیا تھا کہ عائشہ کو احسن کے والدین کے پاس نہیں رہنا تھا... امریکہ احسن کے ساتھ رہنا تھا اور امریکہ کا ماحول بڑے بڑوں کو moderateکردیتا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

شادی بہت جلدی ہوئی تھی اور بے حد سادگی سے... یہ احسن سعد کے والدین کا مطالبہ تھا اور عائشہ اور اُس کے نانا نانی اُس پر بے حد خوش تھے... عائشہ ایسی ہی شادی چاہتی تھی اور یہ اُسے اپنی خوش قسمتی لگی تھی کہ اُسے ایسی سوچ رکھنے والا سسرال مل گیا تھا۔احسن سعد کی فیملی کی طرف سے جہیز کے حوالے سے کوئی مطالبہ نہیں آیا تھا بلکہ انہوں نے سختی سے عائشہ کے نانا نانی کو اُن روایتی تکلفات سے منع کیا تھا۔مگر یہ عائشہ کی فیملی کے لئے اس لئے ممکن نہیں تھا کیونکہ

عائشہ کے لئے اُس کے نانا نانی بہت کچھ خریدتے رہتے تھے اور جس کلاس سے وہ تعلق رکھتی تھی ، وہاں جہیز سے زیادہ مالیت کے تحائف دلہن کے خاندان کی طرف سے موصول ہوجاتے تھے اور عائشہ کی شادی کی تقریب میں بھی ایسا ہی ہوا تھا۔بہت سادگی سے کی جانے والی تقریب بھی شہر کے ایک بہترین ہوٹل میں منعقد ہوئی تھی، احسن سعد اور اُس کے خاندان کو عائشہ اور اُس کی فیملی کی طرف سے دیے جانے والے تحائف کی مالیت بے شک لاکھوں میں تھی مگر اس کے برعکس شادی پر دیے جانے والے عائشہ کے ملبوسات اور زیورات احسن سعد کے خاندانی رکھ رکھاؤ اور مالی حیثیت سے مطابقت نہیں رکھتے تھے... وہ صرف مناسب تھے... عائشہ کی فیملی کا دل برا ہوا تھا لیکن عائشہ نے اُنہیں سمجھایا تھا اُس کا خیال تھا، وہ "سادگی" سے شادی کرنا چاہتے تھے اور اگر انہوں نے زیورات اور شادی کے ملبوسات پر بھی بہت زیادہ پیسہ خرچ نہیں کیا تو بھی یہ ناخوش ہونے والی بات نہیں تھی، کم از کم اُس کا دل صرف ان چھوٹی موٹی باتوں کی وجہ سے کھٹّا نہیں ہوا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اُس کا دل شادی کی رات اُس وقت بھی کھٹّا نہیں ہوا تھا، جب کمرے میں آنے کے بعد اُس کے قریب بیٹھ کر پہلا جملہ احسن سعد نے اپنی نئی نویلی دلہن اور اُس کے حسن پر نہیں کہا تھا بلکہ اُس کی ماں کے حوالے سے کہا تھا۔

"تمہاری ماں کو شرم نہیں آتی... اس عمر میں فاحشاؤں کی طرح sleeveless لباس پہن کر مردوں کے ساتھ ٹھٹھے لگاتی پھر رہی ہے... اور اُسی طرح تمہاری بہنیں اور تمہارے خاندان کی ساری عورتیں پتہ نہیں آج کیا پہن کر شادی میں شرکت کرنے پہنچی ہوئی تھیں۔" عائشہ کا اندر کا سانس اندر اور باہر کا باہر رہ گیا تھا، جو اُس نے اپنے کانوں سے سُنا تھا، اُسے اُس پر یقین نہیں آیا تھا، احسن کا یہ لب ولہجہ اتنا نیا اور اجنبی تھا کہ اُسے یقین آ بھی نہیں سکتا تھا، اُن کے درمیان نسبت طے ہونے کے بعد وقتاً فوقتاً بات چیت ہوتی رہی تھی اور وہ ہمیشہ بڑے خوشگوار انداز اور دھیمے لب و لہجہ میں بڑی شائستگی اور تمیز کے ساتھ بات کرتا تھا، اتنا اکھڑ لہجہ اُس نے پہلی بار سُنا تھا اور جو لفظ وہ اُس کی ماں اور خاندان کی عورتوں کے لئے استعمال کررہا تھا، وہ عائشہ عابدین کے لئے ناقابلِ یقین تھے۔

"تمہاری ماں کو کیا آخرت کا خوف نہیں ہے؟ مسلمان گھرانے کی عورت ایسی ہوتی ہے...؟ اور پھر بیوہ ہے وہ۔" عائشہ آنکھیں پھاڑے اُس کا چہرہ دیکھ رہی تھی، وہ اُسے یہ سب کیوں سُنا رہا تھا...؟ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔وہ ایک دن کی دلہن تھی اور یہ وہ لفظ نہیں تھے جو وہ سننے کے لئے اپنی زندگی کے ایک اہم دن کے انتظار میں تھی۔وہ آدھا گھنٹہ ایسی عورتوں کے بارے میں لعنت ملامت کرتا رہا تھا اور اُسے یہ بھی بتاتا رہا تھا کہ اُس کی فیملی کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ اُس کی ماں اور بہنیں اتنی آزاد خیال تھیں اور امریکہ میں اُن کا یہ لائف سٹائل تھا... انہوں نے تو اُس کے نانا نانی اور خود اُسے دیکھ کر یہ رشتہ طے کیا تھا۔وہ احسن سعد سے یہ کہنے کی جرات نہیں کرسکی کہ

وہ اس رشتہ کے طے ہونے پہلے امریکہ میں دو تین بار اُس کی ماں اور بہنوں سے مل چکا تھا... اور نسبت طے ہوتے ہوئے بھی اُس کی فیملی اُس کی ماں اور بہنوں سے مل چکی تھی... وہ آزاد خیال تھے تو یہ اُن سے چھپا ہوا نہیں تھا جس کا انکشاف اُس رات ہونے پر وہ یوں صدمہ زدہ ہوگئے تھے۔احسن سعد کے پاس مذہب کی ایسی تلوار تھی جس کے سامنے عائشہ عابدین بولنے کی ہمت نہیں کرسکتی تھی۔اُس نے دل ہی دل میں یہ مان لیا تھا کہ غلطی اُس کی ماں اور بہنوں ہی کی تھی... وہ اسلامی لحاظ سے مناسب لباس میں نہیں تھیں اور احسن اور اُس کی فیملی اگر خفا تھی تو شاید یہ جائز ہی تھا۔

اُس رات احسن سعد نے اس ابتدایئے کے بعد ایک لمبی تقریر میں اُسے بیوی اور ایک عورت کی حیثیت سے اُس کا درجہ اور مقام سنا اور سمجھا دیا تھا... جو سیکنڈری تھا... وہ سر ہلاتی رہی تھی... وہ ساری آیات اور احادیث کے حوالے آج کی رات کے لئے ہی جیسے اکٹھا کرتا رہا تھا... وہ بے حد خاموشی سے سب کچھ سُنتی گئی تھی... وہ وقتی غصہ نہیں تھا، وہ ارادتاً تھا... وہ اُسے نفسیاتی طور پر ہلادینا چاہتا تھا اور وہ اُس میں کامیاب رہا تھا۔عائشہ جیسی پر اعتماد لڑکی کی شخصیت پر یہ پہلی ضرب تھی جو اُس نے لگائی تھی... اُس نے اُسے بتایا تھا کہ اُس گھر اور اُس کی زندگی میں وہ اُس کے ماں باپ اور بہنوں کے بعد آتی ہے... اور ہاں اس فہرست میں اُس نے اللہ کو بھی پہلے نمبر پر رکھا تھا... عائشہ عابدین کو اُس نے جیسے اُس دائرے سے باہر کھڑا کردیا تھا جس کے اندر اُس کی اپنی زندگی گھومتی تھی۔21 سال کی ایک نوعمر لڑکی جس طرح ہراساں ہوسکتی وہ ویسے ہی ہراساں اور حواس

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

باختہ ہوئی تھی۔احسن سعد نے اُس سے کہا تھا اُس کے اور عائشہ کے درمیان جو بات چیت ہوگی عائشہ اُسے کسی سے share نہیں کرے گا… عائشہ نے اُس کی بھی حامی بھرلی تھی، اُس کا خیال تھا یہ ایک عام وعدہ تھا جو ہر مرد بیوی سے لیتا تھا… مگر وہ ایک عام وعدہ نہیں تھا، احسن سعد نے اُس کے بعد اُس سے قرآن پاک پر رازداری کا حلف لیا تھا یہ کہتے ہوئے کہ وہ اُس کی بیوی تھی اور شوہر کے طور پر وہ یہ استحقاق رکھتا تھا کہ وہ اُسے جو کہے وہ اُس کی اطاعت کرے… 21 سال کی عمر تک وہ عائشہ عابدین کی زندگی کی سب سے بُری رات تھی لیکن اُسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس کے بعد بُری راتوں کی گنتی بھی بھولنے والی تھی۔

اُس رات احسن سعد کا غصّہ اور رویّہ صرف اُس کا غصّہ اور رویّہ نہیں تھا۔اگلی صبح عائشہ عابدین کو اُس کی فیملی بھی اُسی اندازمیں ملی تھی… بے حد سرد مہری، بے حد اکھڑا ہوا لہجہ… اُس کا احساسِ جرم اور بڑھا تھا اور اُس نے دعا کی تھی کہ اُس رات ولیمہ کی تقریب میں اُس کی ماں اور بہنیں ایسے کوئی لباس نہ پہنیں جس پر اُسے ایک اور طوفان کا سامنا کرنا پڑے۔

لیکن شادی کے چند دنوں کے اندر اُسے اندازہ ہوگیا تھا کہ اُس کی فیملی کی خفگی کی وجہ اُس کی اپنی فیملی کا آزاد خیال ہونا نہیں تھا… اُن کی خفگی کی وجہ اُن کی توقعات کا پورا نہ ہونا تھا جو وہ عائشہ کی فیملی سے لگائے بیٹھے تھے، شادی سادگی سے کرنے اور جہیز یا کچھ بھی نہ لانے کا مطلب "کچھ بھی"

نہ لانا نہیں تھا۔اُن کو توقع تھی کہ اُن کے اکلوتے اور اتنے قابل بیٹے کو عائشہ کی فیملی کوئی بڑی گاڑی ضرور دیتی... عائشہ کے نام کوئی گھر، کوئی پلاٹ ، کوئی بینک بیلنس ضرور کیا جاتا... جیسے اُن کے خاندان کی دوسری بہوؤں کے نام ہوتا تھا... شادی سادگی سے ہونے کا مطلب اُن کے نزدیک صرف شادی کی تقریبات کا سادہ ہونا تھا۔شادی کے تیسرے دن یہ گلے شکوے عائشہ سے کر لیے گئے تھے اور اس کوشش کے ساتھ کہ وہ انہیں اپنی فیملی تک پہنچائے جو عائشہ نے پہنچا دیئے تھے اب شاکڈ ہونے کی باری اس کی فیملی کی تھی۔شادی کے تین دن بعد پہلی بار نورین الہیٰ نے اپنی بیٹی کو یہ آپشن دیا تھا کہ وہ ابھی اُس رشتہ کے بارے میں اچھی طرح سوچ لے... جو لوگ تیسرے دن ایسے مطالبے کرسکتے ہیں، وہ آگے چل کر اُسے اور بھی پریشان کرسکتے تھے، عائشہ ہمت نہیں کر سکی تھی... اپنی دوستوں اور کزنز کے ٹیکسٹ میسجز اور کالز اور چھیڑ چھاڑ کے دوران وہ یہ ہمّت نہیں کر سکی تھی کہ وہ ماں سے کہہ دیتی کہ اُسے طلاق چاہیے تھے۔اُس نے وہی راستہ چُنا تھا جو اس معاشرے میں سب چنتے تھے... سمجھوتے کا اور اچھے وقت کے انتظار کا... اُس کا خیال تھا یہ سب کچھ وقتی تھا... یہ چند مطالبے پورے ہونے کے بعد سب کچھ بدل جانے والا تھا اور پھر ایک بار وہ احسن کے ساتھ امریکہ چلی جاتی تو وہ اور احسن اور طریقے سے زندگی گزارتے۔

احسن کی فیملی کی ساری شکایات ختم کردی گئی تھیں۔اُسے شادی کے ایک ہفتہ کے بعد ایک بڑی گاڑی دی گئی تھی، عائشہ کے نام نورین نے اپنا ایک پلاٹ ٹرانسفر کردیا تھا اور عائشہ کے نانا نے

اُس کو کچھ رقم تحفے میں دی تھی جو اُس نے احسن کے مطالبے پر اُس کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کردی تھی۔وہ اُس کے بعد دو ہفتوں کے لئے ہنی مون منانے بیرونِ ملک چلے گئے تھے۔

احسن سعد نے پہلی بار اُس پر ہاتھ بھی ہنی مون کے دوران کسی بات پر برہم ہوکر اُٹھایا تھا۔اُس سے پہلے اُس نے اُسے گالیاں دی تھیں... عائشہ عابدی سے بہت بڑی غلطی ہوگئی تھی اپنی زندگی کے بارے میں... عائشہ نے جان لیا تھا... اُس کا شوہر بہت اچھا مسلمان تھا لیکن اچھا انسان نہیں تھا اور عائشہ نے اُس کا انتخاب اُس کے اچھے مسلمان ہونے کی وجہ سے کیا تھا، اس دھوکے میں جس میں وہ اُن بہت سارے اچھے مسلمانوں اور انسانوں کی وجہ سے آئی تھی جو منافق اور دو رُخے نہیں تھے۔

وہ ایک مہینہ کے بعد واپس امریکہ چلا گیا تھا لیکن ایک مہینہ میں عائشہ بدل گئی تھی۔وہ ایک عجیب و غریب خاندان میں آگئی تھی۔جو بظاہر تعلیم یافتہ اور روشن خیال تھا لیکن اندر سے بے حد گھٹن زدہ تھا اور اس گھٹن اور منافقت کا منبع احسن سعد کا باپ تھا اس کا اندازہ اُسے بہت جلد ہوگیا تھا... احسن صرف اپنے باپ کی copy بن گیا تھا اور اُسے اپنی ماں کی copy بنانا چاہتا تھا جسے وہ ایک آئیڈیل مسلمان عورت سمجھتا تھا... وہ اور اُس کی بہنیں... وہ عائشہ عابدین کو اُن کے جیسا بنانا چاہتا تھا... اور عائشہ عابدین کو بہت جلد اندازہ ہوگیا تھا وہ "آئیڈیل مسلم عورتیں" نفسیاتی

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

مسائل کا شکار تھیں، اُس گھر کے ماحول اور سعد کے رویے اور مزاج کی وجہ سے... اُس کی نندوں کے لئے رشتوں کی تلاش جاری تھی، لیکن عائشہ کو یقین تھا جو معیار احسن اور سعد اُن دونوں کے لئے لے کر بیٹھے تھے ، ان کے لئے رشتوں کی تلاش اور بھی مشکل ہوجاتی تھی۔

عائشہ شادی کے دو مہینوں کے اندر اندر اُس ماحول سے وحشت زدہ ہوگئی تھی۔اور اس سے پہلے کہ وہ احسن سعد کا لیا ہوا حلف توڑ کر اپنے نانا نانی سے سب کچھ share کرتی اور انہیں کہتی کہ وہ اُسے اس جہنم سے نکال لیں... اُسے پتہ چلا تھا کہ وہ پریگننٹ تھی... وہ خبر جواُس وقت اُسے خوش قسمتی لگتی، اُسے اپنی بدقسمتی لگی تھی۔عائشہ عابدین ایک بار پھر سمجھوتہ کرنے پر تیار ہوگئی، ایک بار پھر اس اُمید کے ساتھ کہ بچہ اس گھر میں اُس کے سٹیٹس کو بدل دینے والا تھا اور کچھ نہیں تو کم از کم اُس کے اور احسن سعد کے تعلق کو تو... یہ بھی اُس کی خوش فہمی تھی، وہ پریگننسی اُس کے لئے ایک اور پھندہ ثابت ہوا تھا۔احسن سعد اور اُس کی فیملی نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ بچے کی پیدائش تک پاکستان میں ہی رہے گی۔عائشہ نے نو مہینے جتنے صبر اور تحمل کے ساتھ گزارے تھے، صرف وہ ہی جانتی تھی۔وہ ہاؤس جاب کے بعد جاب کرنا چاہتی تھی لیکن اُس کے سسرال والوں اور احسن کو یہ پسند نہیں تھا اس لئے عائشہ نے اُس پر اصرار نہیں کیا۔اُس کے سسرال والوں کو عائشہ کا بار بار اپنے نانا نانی کے گھر جانا اور اُن کا اپنے گھر آنا بھی پسند نہیں تھا تو عائشہ نے یہ بات بھی بنا چوں چراں کے مان لی تھی۔وہ اب کسی سوشل میڈیا فورم پر نہیں تھی کیوں کہ احسن کو خود ہر فورم پر ہونے کے باوجود یہ پسند نہیں تھا کہ وہ وہاں ہو اور اُس کے contacts میں کوئی

مرد ہو، چاہے وہ اُس کا کوئی رشتہ دار یا کلاس فیلو ہی کیوں نہ ہو اور عائشہ نے اپنی بہنوں کے اعتراضات کے باوجود اپنی ID ختم کردی تھی، اُس کے پاس ویسے بھی کوئی ایسی بات نہیں تھی جس کے اظہر کے لئے اُسے فیس بک کے کسی اکاؤنٹ کی ضرورت پڑتی۔

احسن سعد کی ماں کو یہ پسند نہیں تھا کہ وہ اپنے کمرے میں اکیلے بیٹھے... صبح دیر تک سوتی رہے، عائشہ صبح سویرے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد ہر حالت میں لاؤنج میں آجاتی تھی۔گھر میں ملازم تھے لیکن ساس سسر کی خدمات اُس کی ذمہ داری تھی اور اُسے اس پر بھی اعتراض نہیں ہوتا تھا۔کھانا بنانے کی وہ ذمہ داری جو اس سے پہلے تین خواتین میں تقسیم تھی، اب عائشہ کی ذمہ داری تھی اور یہ بھی وہ چیز نہیں تھی جس سے اُسے تکلیف پہنچتی... وہ بہت تیز کام کرنے کی عادی تھی اور نانا نانی کے گھر میں بھی وہ بڑے شوق سے اُن کے لئے کبھی کبھار کھانا بنایا کرتی تھی... وہ ذمہ داریوں سے نہیں گھبراتی تھی، تذلیل سے گھبراتی تھی۔اُس گھر کے افراد ستائش اور حوصلہ افزائی جیسے لفظوں سے نا آشنا تھے... وہ تنقید کرسکتے تھے، تعریف نہیں... یہ صرف عائشہ نہیں تھی جس کی خدمت گزاری کو وہ سراہنے سے قاصر تھے، وہاں کوئی بھی کسی کو سراہتا نہیں تھا۔

www.kitabnagri.com

وہ اس گھر میں یہ سوال کرتی تو اپنے آپ کو ہی احمق لگتی کہ اُس نے کھانا کیسا بنایا تھا...شروع شروع میں بڑے شوق سے کیے جانے والے ان سوالات کا جواب اُسے بے حد تضحیک آمیز جملوں اور تمسخر سے ملا تھا، کبھی کبھار اُسے لگتا وہ بھی نفسیاتی ہونا شروع ہوگئی تھی۔

احسن سعد اُس کے لئے ایک ایسا ضابطہ طے کرگیا تھا، وہ غلطی کرے گی تو کاغذ پر لکھ کر اپنی غلطی کا اعتراف کرے گی... اللہ سے حکم عدولی کی معافی مانگے گی، پھر اُس شخص سے جس کی اُس نے نافرمانی کی ہو۔

ایک ہفتے میں کم از کم ایک بار عائشہ ایسا ایک معافی نامہ گھر کے کسی نہ کسی فرد کے نام لکھ رہی ہوتی تھی اور پھر آہستہ آہستہ اُسے اندازہ ہوا، وہ معافی نامہ بھی سعد کی ایجاد تھی...احسن سعد اپنا سارا بچپن اپنی غلطیوں کے لئے اپنے باپ کو ایسے معافی نامے لک لکھ کر دیتا رہتا تھا اور اب اپنی بیوی کے گلے میں اُس نے وہی رسی ڈال دی تھی۔

عائشہ پہلے حجاب کرتی تھی، اب وہ نقاب اور دستانے پہننا بھی شروع ہوگئی تھی۔اُس نے بال کٹوانا چھوڑدیا تھا، بھنوؤں کی تراش خراش، چہرے کے بالوں کی صفائی ، سب کچھ چھوڑ دیا تھا کیونکہ اُس گھر کی عورتیں ان میں سے کوئی کام نہیں کرتی تھیں... وہ آئیڈیل عورتیں تھیں اور عائشہ عابدین کو

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اپنے آپ کو اُن کے مطابق ڈھالنا تھا۔اپنے باہر کو دوسروں کے بنائے ہوئے سانچوں میں ڈھالتے ڈھالتے عائشہ عابدین کے اندر کے سارے سانچے ٹوٹنا شروع ہوگئے تھے۔

اُس کے نانا نانی اور فیملی کو یہ پتہ تھا کہ اُس کے سسرال والے اچھے لوگ نہیں تھے ، لیکن عائشہ اُس گھر میں کیا برداشت کررہی تھی ، اُنہیں اس کا اندازہ نہیں تھا... وہ اُس حلف کو نبھار ہی تھی جو وہ شادی کی پہلی رات لے بیٹھی تھی، کوئی بھی اُس سے ملنے پر اُس سے فون پر بات کرنے پر اُسے کریدتا رہتا عائشہ کے پاس بتانے کو کچھ بھی نہیں ہوتا تھا سوائے اس کے کہ وہ اپنے گھر میں بہت خوش تھی اور اُس کی ناخوشی دوسرے کی غلط فہمی تھی اور ان نو مہینوں کے دوران اُس کا اور احسن سعد کا تعلق نہ ہونے کے برابر تھا... وہ شادی پر واپس جانے کے بعد بچے کی پیدائش تک دوبارہ واپس نہیں آیا تھا ، ان کے درمیان فون پر اور skype پر بات بھی بہت مختصر ہوتی اور اُس میں تب وقفہ پڑجاتا جب احسن کے گھر میں کوئی اُس سے خفا ہوتا، وہ امریکہ میں ہونے کے باوجود گھر میں ہونے والے ہر معاملے سے آگاہ رکھا جارہا تھا، خاص طور پر عائشہ کے حوالے سے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

عائشہ کو کبھی کبھار لگتا تھا وہ شوہر اور بیوی کا رشتہ نہیں تھا، ایک بادشاہ اور کنیز کا رشتہ تھا۔احسن سعد کو اُس میں ویسی ہی اطاعت چاہیے تھی اور وہ اپنے دل پر جبر کرتے ہوئے وہ بیوی بننے کی کوشش کررہی تھی جو بیوی احسن سعد کو چاہیے تھی۔اسفند کی پیدائش تک کے عرصے میں عائشہ

عابدین کچھ کی کچھ ہوچکی تھی۔جس گھٹن میں وہ جی رہی تھی، اُس گھٹن نے اس کے بچے کو بھی متاثر کیا تھا... اُس کا بیٹا اسفند نارمل نہیں تھا۔یہ عائشہ عابدین کاایک اور بڑا گناہ تھا۔

******

اوول آفس سے ملحقہ ایک چھوٹے سے کمرے میں پروٹوکول آفیسر کی رہنمائی میں داخل ہوتے ہوئے سالار سکندر کے انداز میں اُس جگہ سے واقفیت کا عنصر بے حد نمایاں تھا۔وہ بڑے مانوس انداز میں چلتے ہوئے وہاں آیا تھا اور اُس کے بعد ہونے والے تمام "rituals" سے بھی وہ واقف تھا۔وہ یہاں کئی بار آچکا تھا... کئی وفود کا حصّہ بن کر... لیکن یہ پہلا موقع تھا جب وہ وہاں تنہا بُلایا گیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اُسے بٹھانے کے بعد وہ آفیسر اندرونی دروازے سے غائب ہوگیا تھا... وہ پندرہ منٹ کی ایک ملاقات تھی جس کے بلٹ پوائنٹس وہ اس وقت ذہن میں دہرا رہا تھا، وہ امریکہ کے بہت سارے صدور سے مل چکا ،لیکن جس صدر سے وہ اُس وقت ملنے آیا تھا... "خاص" تھا... کئی حوالوں سے۔

وال کلاک پر ابھی 9:55 ہوئے تھے ... صدر کے اندر آنے میں پانچ منٹ باقی تھے... اُس سے پہلے 9:56 پر ایک ویٹر اُس کو پانی serve کر کے گیا تھا... اُس نے گلاس اُٹھا کر رکھ دیا تھا۔ 9:57 پر ایک اور اٹینڈنٹ اُسے کافی سرو کرنے آیا تھا۔ اُس نے منع کر دیا۔ 9:59 پر اوول آفس کا دروازہ کھلا اور صدر کی آمد کا اعلان ہوا... سالار اُٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

اوول آفس کے دروازے سے اُس کمرے میں آنے والا صدر امریکہ کی تاریخ کا کمزور ترین صدر تھا...وہ 2030 کا امریکہ تھا... بے شمار اندرونی اور بیرونی مسائل سے دوچار ایک کمزور ملک... جس کی کچھ ریاستوں میں اس وقت خانہ جنگی جاری تھی... کچھ دوسری میں نسلی فسادات... اور ان سب میں وہ امریکہ کا وہ پہلا صدر تھا جس کی کیبنٹ اور تھنک ٹینکس میں مسلمانوں اور یہودیوں کی تعداد اب برابر ہو چکی تھی، اُس کی policies کے ساتھ ساتھ گورنمنٹ بھی اندرونی خلفشار کا شکار تھی... لیکن یہ وہ مسائل نہیں تھے جن کی وجہ سے امریکہ کا صدر اُس سے ملاقات کر رہا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امریکہ اپنی تاریخ کے سب سے بڑے مالیاتی اور بینکنگ بحران کے دوران اپنی بین الاقوامی پوزیشن اور ساکھ کو بچانے کے لئے سر توڑ کوشش کر رہا تھا اور SIF کے سربراہ سے وہ ملاقات اُن ہی

کوششوں کا ایک حصّہ تھی...اُن آئینی ترامیم کے بعد جو امریکہ کو اپنے ملک کی economy کو مکمل طور پر ڈوبنے سے بچانے کے لئے کرنی پڑی تھیں۔

اپنی تاریخ کے اس سب سے بڑے مالیاتی بحران میں جب امریکہ کی سٹاک ایکسچینج کریش کر گئی تھی... اُس کے بڑے مالیاتی ادارے دیوالیہ ہورہے تھے... ڈالر کی مسلسل گرتی ہوئی ویلیو کو کسی ایک جگہ روکنا مشکل ہوگیا تھا اور امریکہ کو تین مہینے کے دوران تین بار اپنی کرنسی کو استحکام دینے کے لئے اُس کی ویلیو خود کم کرنی پڑی تھی... صرف ایک ادارہ تھا جو اس مالیاتی بحران کو جھیل گیا تھا... لڑکھڑانے کے باوجود وہ امریکہ کے بڑے مالیاتی اداروں کی طرح زمین بوس نہیں ہوا تھا نہ ہی اس نے ڈاؤن سائزنگ کی تھی نہ بیل آؤٹ پیکجز مانگے تھے...اور وہ SIF تھا... پندرہ سال میں وہ ایک بین الاقوامی مالیاتی ادارے کے طور پر اپنی شاندار ساکھ اورنام بناچکا تھا اور امریکہ اور بہت سے دوسرے چھوٹے ملکوں میں وہ بہت سے چھوٹے بڑے اداروں کو mergers کے ذریعے اپنی چھتری تلے لاچکا تھا اور وہ چھتری مغربی مالیاتی اداروں کی شدید مخاصمت اور مغربی حکومتوں کے سخت ترین امتیازی قوانین کے باوجود پھیلتی چلی گئی تھی... پندرہ سالوں میں SIF نے اپنی survival اور ترقی کے لئے بہت ساری جنگیں لڑی تھیں اور ان میں سے ہر جنگ چومکھی تھی لیکن SIF اور اُس سے منسلک افراد ڈٹے رہے تھے اور پندرہ سال کی اس مختصر مدت میں مالیاتی دنیا کا ایک بڑا مگرمچھ اب SIF بھی تھا جو اپنے بقا کے لئے لڑی جانے والی ان تمام جنگوں کے بعد اب بے حد مضبوط ہوچکا تھا...امریکہ، یورپ اور ایشیا اُس کی بڑی مارکیٹس تھیں لیکن یہ افریقہ تھا جس پر SIF مکمل طور پر

قابض تھا... وہ افریقہ جس میں کوئی گورا 2030 میں SIF کے بغیر کوئی مالیاتی ٹرانزیکشن کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا... افریقہ SIF کے ہاتھ میں نہیں تھا، سالار سکندر کے ہاتھ میں تھا جسے افریقہ اور اُس کے leaders نام اور چہرے سے پہچانتے تھے... پچھلے پندرہ سالوں میں صرف سالار کا ادارہ وہ واحدادارہ تھا جو افریقہ کے کئی ممالک میں بدترین خانہ جنگی کے دوران بھی کام کرتا رہا تھا اور اُس سے منسلک وہاں کام کرنے والے سب افریقی تھے اور SIF کے mission statementپر یقین رکھنے والے... جو یہ جانتے تھے جو کچھ SIF ان کے لئے کررہا تھا، اور کرسکتا تھا وہاں دنیا کا کوئی اور مالیاتی ادارہ نہیں کرسکتا تھا۔ SIF افریقہ میں ابتدائی دور میں کئی بار نقصان اُٹھانے کے باوجود وہاں سے نکلا نہیں تھا، وہ وہاں جما اور ڈٹا رہا تھا اور اُس کی وہاں بقا کی بنیادی وجہ سود سے پاک وہ مالیاتی نظام تھا جو وہاں کی لوکل انڈسٹری اور انڈسٹریلسٹس کو نہ صرف سود سے پاک قرضے دے رہا تھا بلکہ اُنہیں اپنے وسائل سے اُس انڈسٹری کو کھڑا کرنے میں انسانی وسائل بھی فراہم کررہا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

پچھلے پندرہ سالوں میں SIF کی افریقہ میں ترقی کی شرح ایک سٹیج پر اتنی بڑح گئی تھی کہ بہت سے دوسرے مالیاتی اداروں کو افریقہ میں اپنا وجود قائم رکھنے کے لئے SIF کا سہارا لینا پڑا تھا۔

سالار سکندر سیاہ فاموں کی دُنیا کا بے تاج بادشاہ تھا اور اُس کی یہ پہچان بین الاقوامی تھی افریقہ کے مالیاتی نظام کی کنجی SIF کے پاس تھی اور سالار سکندر کے اُس دن وائٹ ہاؤس میں بیٹھے ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔امریکہ ورلڈ بینک کو دیے جانے والے فنڈز میں اپنا حصہ ادا کرنے کے قابل نہیں رہا تھا اور ورلڈ بینک کو فنڈز کی فراہمی میں ناکام رہنے کے بعد اُس سے سرکاری طور پر علیحدگی اختیار کررہا تھا... ورلڈ بینک اُس سے پہلے ہی ایک مالیاتی ادارے کے طور پر بُری طرح لڑکھڑا رہا تھا... یہ صرف امریکہ نہیں تھا جو مالیاتی بحران کا شکار تھا، دُنیا کے بہت سے دوسرے ممالک بھی اسی کساد بازاری کا شکار تھے اور اس افراتفری میں ہر ایک کو صرف اپنے ملک کی اکانومی کی پروا تھی، اقوامِ متحدہ سے منسلک ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف جیسے اداروں کے ذریعے ترقی پذیر ممالک کی اقتصادیات پر قابض رہنا اب نہ صرف ناممکن ہوگیا تھا بلکہ دُنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں آئے ہوئے مالیاتی بحران کے بعد اب یہ بے کار بھی ہوگیا تھا...

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ورلڈ بینک اب وہ سفید ہاتھی تھا جس سے وہ ساری استعماری قوتیں جان چھڑانا چاہتی تھیں اور کئی جان چھڑا چکی تھیں۔اقوامِ متحدہ کا وہ چارٹر جو اپنے ممبران کو ورلڈ بینک کے ادرے کو فنڈز فراہم کرنے کا پابند کرتا تھا ،اب ممبران کے عدم تعاون اور عدم دلچسپی کے باعث کاغذ کے ایک پرزے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا۔اقوامِ متحدہ اب وہ ادارہ نہیں رہا تھا جو بین الاقوامی برادری کو سینکڑوں سالوں سے چلنے والے ایک ہی مالیاتی نظام میں پروئے رہنے پر مجبور کرسکتا... دُنیا بدل چکی

تھی اور گھڑی کی سوئیوں کی رفتار کے ساتھ مزید بدلتی جارہی تھی اور اس رفتار کو روکنے کی ایک آخری کوشش کے لئے امریکہ کے صدر نے SIF کے سربراہ کو وہاں بلایا تھا۔

ایوان ہاکنز نے اندر داخل ہوتے ہوئے اپنے اُس پرانے حریف کو ایک خیر مقدمی مسکراہٹ دینے کی کوشش کی جو اُس کے استقبال کے لئے مودبانہ اور بے حد باوقار انداز میں کھڑا تھا… سیاست میں آنے سے پہلے ایوان ایک بڑے مالیاتی ادارے کا سربراہ رہ چکا تھا، سالار سکندر کے ساتھ اُس کی سالوں پرانی واقفیت بھی تھی اور رقابت بھی SIF …نے امریکہ میں اپنی تاریخ کا پہلا بڑا merger اُس کے ادارے کو کھا کر کیا تھا، اور اُس merger کے بعد ایوان کو اپنے عہدے سے فارغ کردیا گیا تھا۔وہ آج امریکہ کا صدر تھا لیکن وہ ناکامی اور بدنامی آج بھی اُس کے portfolio میں ایک داغ کے طور پر موجود تھی۔یہ ایوان کی بدقسمتی تھی کہ اتنے سالوں کے بعد وہ اُسی پرانے حریف کی مدد لینے پر ایک بار پھر مجبور ہوا تھا… وہ اُس کے دورِ صدارت میں اُسے دھول چٹانے آن پہنچا تھا… یہ اُس کی کیفیات تھیں…سالار کی نہیں… وہ وہاں کسی اور ایجنڈے کے ساتھ آیا تھا…اُس کا ذہن کہیں اور پھنسا ہوا تھا۔

"سالار سکندر…" چہرے پر ایک گرم جوش مسکراہٹ کا نقاب چڑھائے ایوان نے سالار کا استقبال تیز رفتاری سے اُس کی طرف بڑھتے ہوئے یوں کیا تھا جیسے وہ حریف نہیں رہے تھے… بہترین

دوست تھے جو وائٹ ہاؤس میں نہیں کسی گالف کورس پر مل رہے تھے۔سالار نے اُس کی خیر مقدمی مسکراہٹ کا جواب بھی اتنی ہی خوش دلی کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے دیا تھا۔دونوں کے درمیان رسمی کلمات کا تبادلہ ہوا... موسم کے بارے میں ایک آدھ بات ہوئی، جو اچھا تھا اور اُس کے بعد دونوں اپنی اپنی نشست سنبھال کر بیٹھ گئے تھے۔وہ one on one ملاقات تھی، کمرے کے دروازے اب بند ہوچکے تھے اور وہاں اُن دونوں کا سٹاف نہیں تھا اور اس one on one ملاقات کے بعد اُن دونوں کی ایک مشترکہ پریس کانفرنس تھی جس کے لئے اس کمرے سے کچھ فاصلے پر ایک اور کمرے میں دنیا بھر کے صحافی بے تابی سے بیٹھے ہوئے تھے۔اس ملاقات سے پہلے اُن دونوں کی ٹیم کے افراد کئی بار آپس میں مل چکے تھے، ایک فریم ورک وہ ڈسکس بھی کرچکے تھے اور تیار بھی... اب اس ملاقات کے بعد باضابطہ طور پر وہ دونوں وہ اعلان کررہے تھے جس کی بھنک میڈیا کو پہلے ہی مل چکی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امریکہ اب ورلڈ بینک کے ذریعے نہیں SIF کے ذریعے دنیا کے ترقی پذیر ممالک میں گھسنا چاہتا تھا، خاص طور پر افریقہ میں اور اس کے لئے وہ ورلڈ بینک سے باضابطہ علیحدگی اختیار کررہا تھا... مگر اُس کے سامنے مسئلہ صرف ایک تھا، امریکہ کا ایجنڈا SIF کے ایجنڈے سے مختلف تھا اور اس ملاقات میں سالار سکندر کو ایک بے حد informal انداز میں ایک آخری بار ان امریکی مفادات کے تحفظ کی یاد دہانی کروانی تھی... امریکہ SIF کی ٹیم کے بہت سارے مطالبات مان کر اُس فریم ورک پر تیار ہوا تھا۔یہ وہ امریکہ نہیں رہا تھا جو بندوق کی نو پر کسی سے بھی کچھ بھی کروا سکتا تھا۔

یہ انتشار کا شکار ایک کھوکھلا ہوتا ہوا ملک تھا جو بات سُنتا تھا... مطالبات مانتا تھا اور اپنی پوزیشن سے پیچھے ہٹ جاتا تھا... یا پھر آخری حربے کے طور پر اپنے مفادات کی خاطر وہ کرتا تھا جو اس بار بھی اس میٹنگ کے اچھے یا بُرے نتیجے کے ساتھ پہلے سے مشروط تھا۔

میٹنگ کا نتیجہ ویسا ہی نکلا تھا جیسا ایوان کو توقع تھی۔سالار سکندر کو SIF کے ایجنڈے کے حوالے سے کوئی ابہام نہیں تھا، نہ ہی امریکی حکومت کے ایجنڈے کے حوالے سے... وہ امریکی حکومت کی مدد کرنے پر تیار تھا... اُس فریم ورک کے تحت جو اُس کی ٹیم نے تیار کیا تھا لیکن SIF کو امریکہ کا ترجمان بنانے پر تیار نہیں تھا۔اُس نے ایوان کی تجویز کو شکریہ کے ساتھ رد کردیا تھا... دو مگرمچھوں کے درمیان دشمنی ہوسکتی تھی، دوستی نہیں...مگر دشمنی کے ساتھ بھی وہ ایک ہی پانی میں رہ سکتے تھے بڑے محتاط اور پُر امن طریقے سے... اپنی اپنی حدود میں... اور اُس نے ایوان کو بھی یہی مشورہ دیا تھا جس سے ایوان نے اتفاق کیا تھا... سالار سکندر سے انہیں جیسے جواب کی توقع تھی، انہیں ویسا جواب ہی ملا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

SIF کو اب ایک نئے سربراہ کی ضرورت تھی، جو زیادہ "flexible" ہوتا... اور زیادہ سمجھدار بھی... سالار سکندر میں ان دونوں چیزوں کی اب کچھ کمی ہوگئی تھی... یہ ایوان کا اندازہ تھا۔

CIAکو SIF کے نئے سربراہ کے بارے میں تجاویز دینے سے پہلے SIF کے پرانے سربراہ کو ہٹانے کے لئے احکامات دے دیئے گئے تھے اور یہ اس میٹنگ کے بعد ہوا تھا۔

اُس سے پہلے ایوان نے سالار سکندر کے ساتھ اُس پریس کانفرنس میں شرکت کی تھی جس میں امریکہ نے باقاعدہ طور پر ملک میں ہونے والے مالیاتی کرائسس سے ہٹنے کے لئے نہ صرف SIF کی مدد لینے کا اعلان کیا تھا بلکہ SIF کے ساتھ طے پانے والے اس فریم ورک کا بھی اعلان کیا تھا جس کی منظوری صدر نے بے حد دباؤ کے باوجود دے دی تھی۔

ایوان ہاکنز کو اس اعلان کے وقت ویسی ہی تضحیک محسوس ہورہی تھی جیسی اُس نے اُس وقت محسوس کی تھی جب اُس کے مالیاتی ادارے کاmerger ، SIFکے ساتھ ہوا تھا اور جس کے بعد وہ اپنے عہدے سے فارغ ہوگیا تھا، اُسے یقین تھا تاریخ اس بار اپنے آپ کو کچھ مختلف طریقے سے دہرانے والی تھی... اس دفعہ سکرین سے غائب ہونے والا اُس کا پرانا حریف تھا، وہ نہیں۔

******

رئیسہ سالار کی زندگی پر اگر کوئی کتاب لکھنے بیٹھتا تو یہ لکھے بغیر نہیں رہ سکتا تھا کہ وہ خوش قسمت تھی، جس کی زندگی میں آتی تھی اُس کی زندگی بدلنا شروع کر دیتی تھی۔وہ جیسے پارس پتھر جیسا وجود رکھتی تھی، جو اُس سے چھو جاتا، سونا بننے لگتا۔

سالار سکندر کے خاندان کا حصّہ بننے پر بھی وہ اُن کی زندگی میں بہت ساری تبدیلیاں لے آئی تھی اور اب ہشّام سے منسلک ہونے کے بعد اس کی زندگی کے اُس خوش قسمتی کے دائرے نے ہشّام کو بھی اپنے گھیراؤ میں لینا شروع کر دیا تھا۔

بحرین میں ہونے والے اُس طیّارے کے حادثے میں امیر سمیت شاہی خاندان کے کچھ افراد ہلاک نہیں ہوئے تھے، وہ دراصل بحرین کی بادشاہت کے حصّہ داروں کی ہلاکت تھی۔پیچھے رہ جانے والا ولی عہد بے حد نوجوان، نا تجربہ کار اور عوام سے بہت دور تھا اور اُس حلقے میں بے حد ناپسندیدہ تھا جو امیر کا حلقہ تھا۔

ہشّام کے باپ صباح بن جرّاح کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں تھا کہ وہ امیر اور شاہی خاندان کے افراد کی تدفین کی تقریبات میں شرکت کے لئے جب بحرین پہنچے گا تو بادشاہت کا ہُما اُس کے سر پر آن بیٹھے گا۔بحرین کی کونسل کے ایک ہنگامی اجلاس میں ولی عہد کو برطرف کرتے ہوئے

بادشاہت کی فہرست میں بہت نیچے کے نمبر پر براجمان صباح کو اکثریتی تائید سے بحرین کا نیا امیر نامزد کردیا گیا تھا... اس عہدے پر اُسے وقتی طور پر فائز کیا گیا تھا، مگر اگلے چند ہفتوں میں کونسل نے اس حوالے سے حتمی فیصلہ بھی کردیا تھا۔ولی عہد کی نامزدگی کونسل کے اگلے اجلاس تک کے لئے ملتوی کردی گئی تھی۔

یہی وہ خبر تھی جو رئیسہ کو حمین نے سنائی تھی۔خبر اتنی غیر متوقع اور ناقابلِ یقین تھی کہ رئیسہ کو بھی یقین نہیں آیا تھا لیکن جب اُسے یقین آیا تو وہ ایکسائیٹڈ ہوئی تھی۔

"اور اب بُری خبر کیا ہے؟ وہ بھی سنا دو۔" اُس نے حمین سے پوچھا۔ہشّام اور تمہاری شادی میں اب بہت ساری رکاوٹیں آئیں گی... صرف اُس کے خاندان کی طرف سے نہیں، پورے شاہی خاندان کی طرف سے۔" حمین نے اُسے بنا کسی تمہید کے کہا۔وہ فکرمند ہونے کے باوجود خاموش ہوگئی تھی۔

ہشّام سے اُس کی ملاقات امریکہ واپسی کے دوسرے دن ہی ہوگئی تھی۔وہ ویسا ہی تھا... بے فکرا... لاپروا... اپنے باپ کے بدلے جانے والے سٹیٹس کے بارے میں زیادہ دلچسپی نہ دکھاتا ہوا۔اُس کا خیال تھا ، اُس کے باپ کو ملنے والا وہ عہدہ وقتی تھا... چند ہفتوں کے بعد کونسل اُس کے باپ کی

جگہ شاہی خاندان کے اُن افراد میں سے کسی کو اس عہدے پر فائز کرے گی جو جانشینی کی دوڑ میں اُس کے باپ سے اوپر کے نمبر پر تھے۔

"تم نے اپنی فیملی سے بات کی؟" اُس نے چھوٹتے ہی رئیسہ سے وہ سوال کیا تھا جس کے حوالے سے وہ فکرمند تھی۔

"حمین سے بات ہوئی میری اور حمین نے بابا سے بھی بات کی ہے، لیکن بابا کو ہمارے حوالے سے پہلے ہی کچھ اندازہ تھا... انہوں نے کہا ہے وہ مجھ سے اس ایشو پر آمنے سامنے بات کریں گے... لیکن حمین تم سے ملنا چاہتا ہے۔" رئیسہ نے اسے بریف کیا تھا۔ حمین ہشّام سے چند بار سرسری انداز میں پہلے بھی مل چکا تھا، لیکن یہ پہلی بار تھا کہ حمین نے خاص طور پر اُس سے ملنے کی فرمائش کی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"مل لیتا ہوں... میں تو اتنا مصروف نہیں رہتا... وہ رہتا ہے... تم اُس سے coordinate کرلو کہ کب ملنا چاہے گا؟" ہشّام نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اُس سے کہا تھا۔

"تمہاری فیملی کو میری adoption کا پتہ ہے؟" اس بار رئیسہ نے بالآخر اُس سے وہ سوال کیا تھا جو بار بار اُس کے ذہن میں آرہا تھا۔

"نہیں میری کبھی اُن سے اس حوالے سے بات نہیں ہوئی... لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟" ہشام اُس کی بات پر چونکا تھا۔

"اُنہیں اعتراض تو نہیں ہوگا کہ میں adopted ہوں؟"

"کیوں اعتراض ہوگا...؟ میرا نہیں خیال کہ میرے پیرنٹس اتنے تنگ نظر ہیں کہ اس طرح کی باتوں پر اعتراض کریں گے۔" ہشّام نے دو ٹوک انداز میں کہا تھا۔ "میں اپنے والدین کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔" اُس نے رئیسہ سے کہا تھا۔

حمین سے اُس کی ملاقات دو ہفتے بعد طے ہوئی تھی مگر اُس سے پہلے ہی ہشّام کو ایک بار پھر ایمرجنسی میں بحرین بلا لیا گیا تھا۔اُس کے باپ کی کونسل نے متفقہ فیصلے سے امیر کے طور پر توثیق کردی تھی اور ہشّام بن صباح کو بحرین کا نیا ولی عہد نامزد کردیا گیا تھا۔ایک خصوصی طیّارے کے

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ذریعے ہشّام کو بحرین بلایا گیا تھا اور وہاں پہنچنے پر یہ خبر ملنے پر اُس نے سب سے پہلے فون پر رئیسہ کو یہ اطلاع دی تھی۔ وہ بے حد خوش تھا۔ رئیسہ چاہتے ہوئے بھی خوش نہیں ہو سکی... وہ ایک "عام آدمی" سے یک دم ایک "خاص آدمی" ہو گیا تھا... حمین کی باتیں اُس کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ ہشّام بہت جلدی میں تھا، اُن دونوں کے درمیان صرف ایک آدھ منٹ کی گفتگو ہو سکی تھی۔ فون بند ہونے کے بعد رئیسہ کے لئے سوچ کے بہت سارے در کُھل گئے تھے، وہ fairy tales پر یقین نہیں کرتی تھی کیونکہ اُس نے جس فیملی میں پرورش پائی تھی وہاں کوئی fairy tale نہیں تھی... وہاں اتفاقات اور انقلابات نہیں تھے... کیریئر، زندگیاں، نام سب محنت سے بنائی جا رہی تھیں اور رئیسہ سالار کو اپنے سامنے نظر آنے والی وہ fairy tale بھی ایک سراب لگ رہی تھی۔

وہ ایک عرب امریکن سے شادی کرنا چاہتی تھی، ایک عرب بادشاہ سے نہیں... اُسے luxuries کی خواہش نہیں تھی اور اُس کی زندگی کے مقاصد اور تھے... اور چند دن پہلے تک اُس کے اور ہشّام کی زندگی کے مقاصد ایک جیسے تھے... اب وہ لمحہ بھر میں ریل کی پٹڑی پر جانے والے دو ٹریک بنے ہوئے تھے... مخالف سمت میں جانے والے ایک دوسرے ٹریک ہو گئے تھے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ بہت غیر جذباتی ہوکر اب حمین کی اُس گفتگو کو یاد کررہی تھی جو اُس نے ہشّام کے حوالے سے کی تھی اور وہ تب کی تھی جب ہشّام ولی عہد نہیں بنا تھا... اُسے اب جاننا تھا کہ حمین ہشّام کے بارے میں اب کیا سوچتا تھا۔

ہشّام کے حوالے سے یہ خبر بھی حمین نے ہی اُسے اُس رات دی تھی جب وہ سونے کی تیّاری کررہی تھی۔وہ ایک کانفرنس اٹینڈ کرنے کے لئے Montreal میں تھا۔

"میں جانتی ہوں۔" اُس نے جواباً ٹیکسٹ کیا " مجھے مبارک باد دینی چاہیے یا افسوس کرنا چاہیے؟" جواباً ٹیکسٹ آیا تھا۔وہ اُس کے مزاج سے واقف تھا۔وہ مسکرا دی۔" تمہاری رائے کیا ہے؟" اُس نے جواباً پوچھا

"افسوسناک خبر ہے"

"جانتی ہوں۔" اُس نے حمین کے ٹیکسٹ پر اتفاق کیا۔

جواباً اُس کی کال آنے لگی تھی۔

"اتنا بھی اپ سیٹ ہونے والی بات نہیں ہے۔" حمین نے ہیلو سنتے ہی بڑے خوشگوار لہجہ میں اُس سے کہا تھا۔وہ اُس کی آواز کا ہر انداز پہچانتا تھا۔

"میں اپ سیٹ تو نہیں ہوں... بس یہ سب غیر متوقع ہے اس لئے..." رئیسہ نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"میرے لئے غیر متوقع نہیں ہے یہ، مجھے اندازہ تھا اس کا۔" اُس نے جواباً کہا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تو پھر اب...؟" رئیسہ نے ایک بار پھر ادھورے جملے میں اُس سے مسئلے کا حل پوچھا۔

"تم نے کہا تھا تم اس پروپوزل کے حوالے سے بہت زیادہ جذباتی نہیں ہو۔" حمین نے اطمینان سے لمحہ بھر میں تصویر کا سیاہ ترین پہلو اُسے دکھایا یعنی ہشّام کو بھول جانے کا مشورہ دیا۔

"You really think so?" رئیسہ کو جیسے یقین نہیں آیا "تمہیں لگتا ہے میری اور اُس کی شادی نہیں ہوسکتی؟"

"ہوسکتی ہے لیکن اُس کی شادی صرف تمہارے ساتھ ہو اور تمہارے ساتھ ہی رہے، یہ میرے لئے زیادہ بڑا مسئلہ ہے... عرب بادشاہ "حرم" رکھتے ہیں..." حمین نے اُسے جتایا تھا... تصویر کا ایک اور رُخ اُسے دکھایا جو اُس نے ابھی دیکھنا شروع بھی نہیں کیا تھا۔

"میں جانتی ہوں۔" اُس نے مدہم آواز میں کہا، پھر اگلے ہی جملے میں جیسے اُس کا دفاع کرنے کی کوشش کی۔ "لیکن ہشّام کے باپ نے شاہی خاندان کا حصّہ ہوتے ہوئے بھی کبھی دوسری شادی نہیں کی۔"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"وہ امریکہ میں سفیر رہے... بادشاہ کبھی نہیں رہے۔" حمین نے ترکی بہ ترکی کہا۔دونوں کے درمیان اب خاموشی کا ایک لمبا وقفہ آگیا تھا۔

"So it's all over?"

اُس نے بالآخر حمین سے پوچھا۔ حمین کے دل کو کچھ ہوا۔وہ پہلی محبت تھی جو اُس نے کبھی نہیں کی تھی، مگر اُس نے پہلی محبت کا انجام بہت بار دیکھا تھا لیکن اب رئیسہ کو اُس انجام سے دو چار ہوتے دیکھ کر اُسے دلی تکلیف ہوئی تھی۔

"تمہارا دل تو نہیں ٹوٹے گا؟" وہ بے حد فکرمند انداز میں اُس سے پوچھ رہا تھا۔رئیسہ کا دل بھر آیا۔

"ٹوٹے گا... لیکن میں برداشت کرلوں گی۔" رئیسہ نے بھرّائی ہوئی آواز میں اپنی آنکھوں میں آئی نمی پونچھتے ہوئے کہا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

حمین کا دل اور پگھلا " ساری دُنیا میں تمہیں یہی ملا تھا...؟ " اُس نے دانت پیستے ہوئے رئیسہ سے کہا تھا۔

"مسئلہ شادی نہیں ہے رئیسہ، مسئلہ آئندہ کی زندگی ہے...کوئی گارنٹی نہیں ہے اس رشتے میں..." حمین نے ایک بار پھر اُس کے ہتھیار ڈالنے کے باوجود جیسے اُس کا دُکھ کم کرنے کی کوشش کی تھی۔وہ خاموش ہوگئی، کال ختم ہوگئی تھی۔مگر ہشام نہ رئیسہ کے ذہن سے نکلا تھا نہ ہی حمین کے۔

اگلے دن کے اخبارات نہ صرف بحرین کے نئے امیر اور ولی عہد کے بارے میں تصویروں اور خبروں سے بھرے ہوئے تھے بلکہ اُن خبروں میں ایک خبار نئے علی عہد ہشّام بن صبّاح کی منگنی کی بھی تھی، جو بحرین کے ہلاک ہونے والے امیر کی نواسی سے طے پارہی تھی۔وہ خبر حمین اور رئیسہ دونوں نے پڑھی تھی اور دونوں نے ایک دوسرے سے شیئر نہیں کی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

******

"کوئی تم سے ملنا چاہتا ہے۔" وہ اگلی صبح تھی... ساری رات لاک اپ میں جاگتے رہنے کے بعد وہ ناشتہ کے بعد کافی کا ایک کپ ہاتھ میں لئے بیٹھی تھی جب ایک آفیسر نے لاک اپ کا دروازہ کھولتے ہوئے ایک کارڈ اُس کے ہاتھ میں تھمایا اور کارڈ پر لکھا ہوا نام دیکھ کر عائشہ عابدین کا دل چاہا تھا وہاں کوئی سوراخ ہوتا تووہ اُس میں گھس کر چھپ جاتی۔پتہ نہیں اُس شخص کے سامنے اُسے

اب اور کتنا ذلیل ہونا تھا... دُنیا سے غائب ہوجانے کی خواہش اُس نے زندگی میں کتنی بار کی تھی، لیکن شرم کے مارے اُس نے پہلی بار کی تھی۔

وہ پولیس آفیسر کے ساتھ وہاں آئی تھی جہاں وہ ایک اٹارنی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اُس کی رہائی کے لئے کاغذات لئے جس پر اب صرف اُس کے signatures ہونے تھے۔



جبریل اور اُس کے درمیان رسمی جملوں کا تبادلہ ہوا تھا... ایک دوسرے سے نظریں ملائے بغیر... پھر اُس اٹارنی سے اُس کی بات چیت شروع ہوئی تھی... کاغذات... دستخط... اور پھر اسے رہائی کی نوید دے دی گئی تھی۔

بے حد خاموشی کے عالم میں وہ دونوں بارش کی ہلکی پھوار میں پولیس سٹیشن سے باہر پارکنگ میں گاڑی تک آئے تھے۔

"میں بہت معذرت خواہ ہوں... میری وجہ سے بار بار آپ کو بہت پریشانی کا سامنا کرنا پڑرہا ہے، نساء کو آپ کو فون نہیں کرنا چاہیے تھا... میں کچھ نہ کچھ انتظام کرلیتی... یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا۔"

گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر اُس کے برابر بیٹھی عائشہ نے پہلی بار اپنی خاموشی توڑتے ہوئے بے حد شائستگی سے جبریل کی طرف دیکھے بغیر اُسے مخاطب کیا تھا۔

جبریل نے گردن موڑ کر اُسے دیکھا۔اُس کے جملے میں وہ آخری بات نہ ہوتی تو وہ نساء کی اس بات کر کبھی یقین نہیں کرتا کہ وہ mentally upset تھی... وہ اپنے خلاف parental negligenceکے تحت فائل ہونے والے قتل کے ایک الزام کو معمولی بات کہہ رہی تھی۔

"آپ نے کچھ کھایا ہے؟" جبریل نے جواباً بڑی نرمی سے اُس سے پوچھا تھا۔عائشہ نے سر ہلادیا۔وہ اب اُسے بتانے لگی تھی کہ وہ کسی قریبی بس سٹاپ یا ٹرین سٹیشن پر اُسے ڈراپ کردے تو وہ خود گھر پہنچ سکتی تھی۔جبریل نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اُس کی ہدایات سنیں اور ٹھیک ہے کہہ دیا... مگر وہ وہاں نہیں رُکا تھا جہاں وہ اُسے ڈراپ کرنے کے لئے کہہ رہی تھی، وہ سیدھا اُس کے گھر پہنچ گیا تھا... اُس بلڈنگ کے سامنے جہاں اس کا اپارٹمنٹ تھا، عائشہ نے اُس سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ اُسے اُس کے گھر کا ایڈریس کیسے پتہ تھا۔وہ اُس کا شکریہ ادا کر کے گاڑی سے اُترنے لگی تو جبریل نے اُس سے کہا۔

Kitab Nagri www.kitabnagri.com

"کافی کا ایک کپ مل سکتا ہے؟" وہ ٹھٹھکی اور اُس نے پہلی بار جبریل کا چہرہ دیکھا۔

"گھر پر کافی ختم ہوچکی ہے، میں کچھ ہفتوں سے گروسری نہیں کر سکی۔" اُس نے کہتے ہوئے دوبارہ دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔

"میں چائے بھی پی لیتا ہوں۔" جبریل نے اُسے پھر روکا۔

"میں چائے نہیں پیتی اس لئے لاتی بھی نہیں۔" عائشہ نے اس بار اُسے دیکھے بغیر گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"پانی تو ہو گا آپ کے گھر؟" جبریل اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا اور اُس نے گاڑی کی چھت کے اوپر سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔اس بار عائشہ اُسے صرف دیکھتی رہی تھی۔

اُس کا اپارٹمنٹ اس قدر صاف ستھرا اور خوبصورتی سے سجا ہوا تھا کہ اندر داخل ہوتے ہی جبریل چند لمحوں کے لئے ٹھٹھک گیا تھا، جن حالات کا وہ شکار تھی، وہ وہاں کسی اور طرح کا منظر دیکھنے کی توقع کر رہا تھا۔

"آپ کی aesthatics بہت اچھی ہے۔" وہ عائشہ سے کہے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔عائشہ نے جواباً کچھ بھی نہیں کہا تھا۔اپنا لونگ کوٹ اُتارتے اور دروازے کے پیچھے لٹکاتے ہوئے وہ لاؤنج میں سیدھا کچن ایریا کی طرف گئی ، کچھ بھی کہے بغیر اُس نے ایک کیبنٹ کھول کر کافی کا جار نکال لیا تھا اور پھر پانی گرم کرنے لگی تھی۔

جبریل لاؤنج میں کھڑا اُس جگہ کا جائزہ لے رہا تھا، جہاں آنے والا کوئی شخص بھی یہ جان جاتا کہ اُس گھر میں ایک بچہ تھا جو اُس گھر میں رہنے والوں کی زندگی کا محور تھا۔

لاؤنج میں بنے play area میں اسفند کے کھلونے پڑے ہوئے تھے۔دیواروں پر جگہ جگہ عائشہ اور اُس کی تصویریں... جبریل نے نظریں چرا لی تھیں... پتہ نہیں اس guilt کو وہ کیا کہتا اور اس کا کیا کرتا جو بار بار عائشہ عابدین کے بچے کے حوالے سے اُسے ہوتا تھا۔اُس نے مُڑ کر عائشہ کو دیکھا تھا، وہ بے حد میکانکی انداز میں اُس کے لئے کافی کا ایک کپ تیار کر رہی تھی، یوں جیسے وہ کوئی

waitress تھی... پورے انہماک سے ایک ایک چیز کو ٹرے میں سجاتے اور رکھتے ہوئے باقی ہر چیز سے بے خبر... اس چیز سے بھی کہ وہاں جبریل بھی تھا۔

وہ اب کافی کی ٹرے لے کر لاؤنج میں آگئی تھی۔سینٹر ٹیبل پر کافی کے ایک کپ کی وہ ٹرے رکھتے ہوئے وہ کچھ کہے بغیر صوفہ پر بیٹھ کر اُس سے پوچھنے لگی"Sugar?"

"مجھے کافی کڑوی نہیں لگتی۔" جبریل اُس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔

"Milk? Cream?"عائشہ نے شوگر پاٹ چھوڑتے ہوئے باقی دو چیزوں کے بارے میں پوچھا جو ٹرے میں رکھی ہوئی تھیں۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"یہ بھی نہیں... مجھے کچھ دیر میں ہاسپٹل کے لئے نکلنا ہے۔" جبریل نے اب مزید کچھ کہے بغیر وہ کپ اُٹھا لیا تھا جو عائشہ نے میز پر اُس کی طرف بڑھایا تھا۔اُس نے بڑی خاموشی کافی پی... کپ دوبارہ میز پر رکھا اور پھر اپنی جیب سے ایک لفافہ نکال کر میز پر رکھتے ہوئے اُس سے کہا۔

"اسے آپ میرے جاننے کے بعد کھولیں... پھر اگر کوئی سوال ہو تو میرا نمبر یہ ہے۔" اُس نے کھڑے ہوتے ہوئے جیب سے ایک وزیٹنگ کارڈ نکال کر میز پر اُسی لفافے کے پاس رکھ دیا۔

"حالانکہ میں جانتا ہوں آپ سوال نہیں کرتیں... مجھے فون بھی نہیں کریں گی... اس کے باوجود مجھے اسے پڑھنے کے بعد آپ کے کسی سوال کا انتظار رہے گا۔" عائشہ نے خاموشی سے میز پر پڑے اُس لفافے اور کارڈ کو دیکھا پھر سر اُٹھا کر کھڑے جبریل کو... دُنیا میں ایسی تمیز اور تہذیب والے مرد کہاں پائے جاتے ہیں... اُس نے سامنے کھڑے مرد کو دیکھتے ہوئے سوچا تھا اور اگر پائے جاتے تھے تو اُن میں سے کوئی اُس کا نصیب کیوں نہیں بنا تھا... وہ کھڑی ہوگئی تھی۔

جبریل کو اپارٹمنٹ کے دروازے پر چھوڑ کر آنے کے بعد اُس نے اپنے اپارٹمنٹ کی کھڑکی سے جھانک کر پارکنگ کو دیکھا جہاں وہ ابھی کچھ دیر میں نمودار ہوتا اور پھر وہ نمودار ہوا تھا اور وہ تب تک اُسے دیکھتی رہی جب تک وہ گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے چلا نہیں گیا۔

پھر وہ میز پر پڑے اُس لفافے کی طرف آئی تھی...اُس سفید لفافے کو اُس نے اُٹھا کر دیکھا جس پر اُس کا نام جبریل کی خوبصورت ہینڈرائٹنگ میں لکھا ہوا تھا۔

Ms Aisha Abedeen

پھر اُس نے لفافے کو کھول لیا۔

******

کاغذ کی اس چٹ پر احسن سعد کا نام اور فون نمبر لکھا ہوا تھا۔ریسپشن سے جبریل کو بتایا گیا تھا کہ وہ شخص کئی بار اُسے کال کر چکا تھا اور ایمر جنسی میں اُس سے بات کرنا یا ملنا چاہتا تھا۔جبریل اُس وقت چھے گھنٹے آپریشن تھیٹر میں گزارنے کے بعد تھکا ہوا گھر جانے کے لئے نکل رہا تھا جب یہ چٹ اُس کے حوالے کی گئی تھی، اُس چٹ پر اُس کے لئے ایک میسج بھی تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

******

ٹیلی اسکوپ سے اس نے ایک بار پھر اس بینکوئٹ ہال کی کھڑکی سے اندر نظر ڈالی۔ہال میں سیکورٹی کے لوگ اپنی اپنی جگہ پر مستعد تھے۔ care taker staff بھی اپنی اپنی جگہ پر تھا۔اس بینکوئٹ

ہال کا داخلی دروازہ اس قد آدم کھڑکی کے بالکل سامنے تھا جس کھڑکی کے بالمقابل ساٹھ فٹ چوڑی، دو رویہ مین روڈ کے پار ایک عمارت کی تیسری منزل کے ایک اپارٹمنٹ میں وہ موجود تھا۔ اس اپارٹمنٹ کے بیڈ روم کی کھڑکی کے سامنے ایک کرسی رکھے وہ ایک جدید sniperرائفل کی ٹیلی اسکوپک سائٹ سے کھڑکی کے پردے میں موجود ایک چھوٹے سے سوراخ سے اس بینکوئٹ ہال میں جھانک رہا تھا۔بینکوئٹ ہال کا داخلہ دروازہ کھلا ہوا تھا اور کوریڈور میں استقبالی قطار اپنی پوزیشن لے چکی تھی۔اس کی گھڑی پر 9:02 بجے تھے۔مہمان نو بج کر پندرہ منٹ پر اس کو ریڈور میں داخل ہونے والا تھا اور تقریباً ایک گھنٹہ اور پندرہ منٹ وہاں گزارنے کے بعد وہ وہاں سے جانے والا تھا۔مہمان کے اس ہوٹل میں پہنچنے سے اس کی روانگی کے بعد تک اس علاقے میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کے لیے ہر طرح کا مواصلاتی رابطہ جام ہونے والا تھا۔یہ سیکورٹی کے ہائی الرٹ کی وجہ سے تھا۔ڈیڑھ گھنٹہ کے لیے وہاں سیل فون اور متعلقہ کوئی ڈیوائسز کام نہیں کر سکتی تھی۔لیکن وہ ایک پروفیشنل ہٹ مین تھا۔اس سے پہلے بھی اسی طرح کے ہائی الرٹس میں کامیابی سے کام کرتا رہا تھا۔اس کو ہائر کرنے کی وجہ بھی اس کی کامیابی کا تناسب تھا جو تقریباً سو فی صد تھا۔وہ صرف دو لوگوں کو مارنے میں ناکام رہا تھا اور اس کی وجہ اس کے نزدیک اس کی بری قسمت تھی۔پہلی بار اس کی رائفل لاسٹ سیکنڈز میں اس اسٹینڈ سے ہل گئی تھی، جس پر وہ رکھی تھی اور دوسری بار...

خیر دوسری بار کا قصہ طویل تھا۔

وہ پچھلے دو مہینے سے اس اپارٹمنٹ میں رہ رہا تھا۔اس دن سے تقریباً ایک مہینہ پہلے سے جب وہ یہ ہوٹل اس بینکوئٹ کے لئے مختص کیا گیا تھا۔ جنھوں نے اسے اس اہم کام پر مامور کیا تھا۔اس تقریب کے لیے اس ہوٹل اور ہوٹل کے اس بینکوئٹ ہال کا انتخاب کرنے والے بھی وہی تھے۔

اس مہمان کو ختم کرنے کا فیصلہ چار ماہ پہلے ہوا تھا۔وقت، جگہ اور قاتل کا انتخاب بے حد ماہرانہ طریقے سے بڑے غور و خوض کے بعد کیا گیا تھا۔اس مہمان کے سال کی مکمل مصروفیات کے شیڈول میں سے مقام، ملک اور ممکنہ قاتلوں کے نام شارٹ لسٹ کیے گئے تھے۔پھر ہر جگہ اور تاریخ پر ہونے والے اس حادثے کے اثرات پر سیر حاصل بحث کی گئی تھی۔فوری اثرات اور اس سے نمٹنے کی حکمت عملی پر بات کی گئی تھی۔ممکنہ ردِ عمل کے نقصانات سے بچنے کے لیے منصوبے تیار کیے گئے تھے۔ایک قاتلانہ حملے کے ناکام ہو جانے کی صورت میں ہونے والے ممکنہ ردِ عمل اور نقصانات پر غور کیا گیا تھا اور ہر میٹنگ کے بعد "کام" کی جگہیں اور تاریخیں بدلتی رہی تھیں، لیکن قاتل ایک ہی رہا تھا۔کیوں کہ وہ موزوں ترین تھا۔اس شہر میں اس تاریخ پر اس تقریب کے لیے سیکیورٹی کی وجوہات کے باعث تین مختلف ہوٹلز کا نام لسٹ میں رکھا گیا تھا، لیکن اسے ہائر کرنے والے جانتے تھے کہ تقریب کہاں ہو گی۔

اس سے دو ماہ پہلے ہی اسے اپارٹمنٹ میں رہائش پذیر ستائس سالہ لڑکی سے دوستی کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔اس لڑکی کے چار سالہ پرانے بوائے فرینڈ سے بریک اپ کے لیے ایک پروفیشنل کال گرل کا استعمال کیا گیا تھا جو اس کے کار ڈیلر بوائے فرینڈ سے ایک کار خریدنے کے بہانے ملی تھی اور اسے ایک ڈرنک کی آفر کر کے ایک موٹل لے گئی تھی۔

اس کال گرل کے ساتھ گزارے ہوئے وقت کی ریکارڈنگ دوسرے دن اس لڑکی کو میل میں موصول ہو گئی تھی۔اس کا بوائے فرینڈ نشے میں تھا اسے پھنسایا گیا تھا اور یہ سب ایک غلطی تھی، لیکن اس کے بوائے فرینڈ کی کوئی تاویل، اس کے غصے اور رنج کو کم نہیں کر سکی تھی... اس کی گرل فرینڈ کے لئے یہ بات اس لئے بھی زیادہ تکلیف دہ تھی۔زیادہ ناقابل برداشت تھی، کیوں‌کہ وہ تین ہفتے بعد شادی کرنے والے تھے۔اس نے اپنے بوائے فرینڈ کا سامان گھر کے دروازے سے باہر نہیں پھینکا تھا۔اسے اپارٹمنٹ کی کھڑکی سے باہر پھینکا تھا۔سڑک پر بکھرے سامان کو اکٹھا کرتے ہوئے خود کو اور اس کال گرل کو کوستے ہوئے بھی اس کا بوائے فرینڈ یہ سوچ رہا تھا کہ چند ہفتوں میں اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا اور وہ دونوں دوبارہ اکٹھے ہو جائیں گے۔جنہوں نے ان کا تعلق ختم کروایا تھا۔انہیں اس بات کا اندیشہ بھی تھا۔چنانچہ معاملات کو پوائنٹ آف نوریٹرن تک پہنچانے کے لیے اس لڑکی کے کمپیوٹر کو ہیک کیا گیا تھا۔اس کی اور اس کی گرل فرینڈ کی بے حد قابل اعتراض تصویروں کو اس کی ای میل آئی ڈی کے ساتھ بہت ساری ویب سائٹس پر اَپ لوڈ کر دیا گیا تھا۔

یہ جیسے تابوت میں آخری کیل تھی۔اس لڑکی نے اپنے بوائے فرینڈ کی ای میل آئی ڈی سے بھیجا ہوا پیغام پڑھا تھا۔جس میں لکھا تھا کہ اس نے اپنے بریک اَپ کے بعد اس کی ساری پکچرز کو قابل اعتراض ویب سائٹس سے اَپ لوڈ کر دیا ہے۔اس کی گرل فرینڈ نے پہلے وہ لنکس وزٹ کیے تھے۔پھر اپنے بوائے فرینڈ کی اس کال گرل کے ساتھ ویڈیو کو اَپ لوڈ کیا تھا اور اس کے بعد اپنے سابقہ بوائے فرینڈ کو اس کے شو روم میں جا کر اس کے کسٹمرز کے سامنے اس وقت سامنے اس وقت پیٹا تھا، جب وہ انہیں ایک جدید ماڈل کی گاڑی تقریباً بیچنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

"Happy families drive this car"اس نے تقریباً چھپن بار یہ جملہ اس جوڑے کے سامنے دہرایا تھا جو ٹیسٹ ڈرائیو کے لیے وہاں موجود تھے اور اس کے ساتھ اس نے ایک سو چھپن بار یہ جھوٹ بھی بولا تھا کہ کس طرح خود بھی اس کار کو ذاتی استعمال میں رکھنے کی وجہ سے اس کا اور اس کی گرل فرینڈ کا ریلیشن شپ مضبوط ہوا تھا۔اس کے بوائے فرینڈ کو مار کھانے پر اتنا شاک نہیں لگا تھا۔چار سالہ کورٹ شپ میں وہ اپنی گرل فرینڈ کے ہاتھوں اس شہر کی تقریباً ہر مشہو ریپلک پیلس پر پٹ چکا تھا اور یہ تو بہر حال اس کا اپنا شو روم تھا۔جتنا اسے اپنی گرل فرینڈ کے الزام سن کر شاک لگا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

اس کے چیخنے چلانے اور صفائیاں دینے کے باوجود اس کی گرل فرینڈ کو یقین تھا کہ اس نے شراب کے نشے میں یہ حرکت کی ہوگی۔ورنہ اس کی ذاتی لیپ ٹاپ میں موجود تصویریں اس کی ای میل ایڈریس کے ساتھ کون اَپ لوڈ کر سکتا تھا۔

اس بریک اَپ کے ایک ہفتے کے بعد وہ نائٹ کل میں اسے سے ملا تھا۔چند دن ان کی ملاقاتیں اسی بے مقصد انداز میں ہوتی رہیں تھیں۔وہ میڈیک ٹیکنیشن تھی اور اس نے اپنا تعارف پینٹر کے طور پر کروایا تھا۔وہ ہر بار اس لڑکی کو ڈرنکس کی قیمت خود ادا کرتا تھا۔چند دن کی ملاقاتوں کے بعد اس نے اسے گھر پہ مدعو کیا تھا اور اس کے بعد وہاں کا آنا جانا زیادہ ہونے لگا تھا۔وہ اس بلڈنگ کے افراد کو ایک ریگولر وزیٹر کا تاثر دینا چاہتا تھا اور دو ماہ کے اس عرصے میں وہ اس اپارٹمنٹ کی دوسری چابی بنوا چکا تھا اور ایک ہفتہ پہلے وہ اس لڑکی کی عدم موجودگی میں اس کے اپارٹمنٹ پر وہ اسنائپر رائفل اور کچھ دوسری چیزیں بھی منتقل کر چکا تھا۔وہ جانتا تھا اس تقریب سے ایک ہفتہ پہلے اس علاقے کی تمام عمارتوں پر سیکورٹی چیک ہو گا۔وہ تب ایسا کوئی بیگ اسکریننگ کے بغیر عمارت میں منتقل نہیں کر سکے گا اور اس وقت بھی اس علاقے کی تمام بلڈنگز بے حد ٹائٹ سیکورٹی میں تھیں۔وہ ایک ریگولر وزیٹر نہ ہوتا تو اس وقت اس بلڈنگ میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔اس بلڈنگ سے پچاس میل دور اس کی گرل فرینڈ کو اسپتال میں کسی ایمرجنسی کی وجہ سے روک لیا گیا تھا۔ورنہ اس وقت وہ اپنے اپارٹمنٹ پر ہوتی۔پارکنگ میں کھڑی اس کی کار

کے چاروں ٹائر پنکچر تھے اور اگر وہ ان دونوں چیزوں سے کسی نہ کسی طرح بچ کر بھی گھر روانہ ہو جاتی تو راستے میں اس کو چیک کرنے کے لیے کچھ اور بھی انتظامات کیے گئے تھے۔

نو بج کر تیرہ منٹ ہو رہے تھے۔وہ اپنی رائفل کے ساتھ مہمان کے استقبال کے لئے بالکل تیار تھا۔جس کھڑکی کے سامنے وہ تھا، ہوٹل کے اس بینکوئٹ ہال کی وہ کھڑکی بلٹ پروف شیشے کی بنی تھی۔ڈبل گلیزڈ بلٹ پروف شیشہ ... یہی وجہ تھی کہ ان ونڈوز کے سامنے کوئی سیکورٹی اہلکار تعینات نہیں تھے۔تعینات ہوتے تو اس نشانہ باندھنے میں یقینا دقت ہوتی، لیکن اس وقت اسے پہلی بار یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اسے اس سے پہلے کسی کو مارنے کے لئے اتنی جامع سہولیات نہیں ملی تھیں۔مہمان کو ریڈور میں چلتے ہوئے آنا تھا۔ایلویٹر سے نکل کر کوریڈور میں چلتے ہوئے بینکوئٹ ہال کے داخلی دروازے تک اس مہمان کو شوٹ کرنے کے لیے اس کے پاس پورے دو منٹ کا وقت تھا۔ایک بار وہ بینکوئٹ ہال میں اپنی ٹیبل کی طرف چلا جاتا تو اس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا، لیکن دو منٹ کا وقت س جیسے پروفیشنل کے لیے دو گھنٹے کے برابر تھا۔

اس بینکوئٹ ہال کی تمام کھڑکیاں بلٹ پروف تھیں۔صرف اس کھڑکی کے سوا جس کے سامنے ہو تھا۔تین ہفتے پہلے بظاہر ایک اتفاقی حادثے میں اس کھڑکی کا شیشہ توڑا گیا تھا۔اسے تبدیل کروانے میں ایک ہفتہ لگا تھا اور تبدیل کیا جانے والا شیشہ ناقص تھا۔یہ صرف وہ لوگ جانتے تھے جنہوں

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

نے یہ سارا منصوبہ بنایا تھا۔اسٹیج تیار تھا اور اس پر وہ فنکار آنے والا تھا جس کے لیے یہ ڈراما کھیلا جا رہا تھا۔

جبریل نے ٹیبل کے دوسری طرف بیٹھے ہوئے شخص کو بغور دیکھا تھا۔وہ اُس سے چند سال بڑا لگتا تھا۔ایک بے حد مناسب شکل و صورت کا بے حد سنجیدہ نظر آنے والا مرد جو کلین شیوڈ تھا حالانکہ جبریل کے ذہن میں اُس کا جو خاکہ تھا، وہ ایک داڑھی والے مرد کا تھا۔

ویٹر اُن کے سامنے کافی رکھ کر چلا گیا تو احسن سعد نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"میرے بارے میں آپ یقیناً بہت کچھ سُن چکے ہوں گے میری سابقہ بیوی سے۔" اُس کے لہجے میں ایک عجیب سی تحقیر اور یقین تھا، اور ساتھ ہونٹوں پر اُبھر آنے والی ایک طنزیہ خم بھی۔جبریل نے کچھ ایسا ہی جملہ اُس message میں پڑھا تھا جو احسن سعد نے فون کالز پر اُس سے رابطہ کرنے پر ناکامی پر اُس کے لئے چھوڑا تھا۔

www.kitabnagri.com

"مجھے اپنی سابقہ بیوی کے باری میں تمہیں کچھ بتانا ہے۔"

چھ گھنٹے آپریشن تھیٹر میں کھڑے رہنے کے بعد اس کاغذ پر لکھی وہ تحریر پڑھتے ہی جبریل کا دماغ پل جھپکتے میں گھوم کر رہ گیا تھا۔جس receptionist نے ڈاکٹر احسن سعد کا وہ پیغام جبریل سکندر کے لئے نوٹ کیا تھا اُس نے وہ چٹ جبریل کو دیتے ہوئے بے حد عجیب نظروں سے اُسے دیکھا تھا، وہ ایک بے حد scandalous فقرہ تھا اوراُسے پڑھتے اور سُنتے دیکھ کر کوئی بھی جبریل سکندر

کے حوالے سے عجیب سے احساسات کا شکار ہوتا، اس کے باوجود کہ اُس ہاسپٹل میں جبریل بے حد "clean record" رکھنے والے چند نوجوان ڈاکٹرز میں سے ایک تھا۔

"?Are you sure this is for me"

جبریل ایک پاکستانی نام دیکھنے کے باوجود اس پیغام کو پڑھ کر اُسreceptionist سے پوچھے بغیر نہیں رہ سکا... نہ وہ احسن سعد کو جانتا تھا نہ کسی سابقہ بیوی کو... اور یہ شخص اس سے ایمر جنسی میں ملنا چاہتا تھا... اُسے لگا کوئی غلط فہمی بھی ہوسکتی تھی۔

"Ohhhh yeah!I am pretty sure"اُس receptionist نے جواباً کہا۔جبریل اُلجھے ذہن کے ساتھ کپڑے تبدیل کرنے کے لئے گیا تھا اور کپڑے تبدیل کرنے کے بعد اُس نے وہیں کھڑے کھڑے احسن سعد کے اُس نمبر پر کال کی جو اُس chit پر تھا۔پہلی ہی بیل پر کال ریسیو کرلی گئی تھی۔یوں جیسے وہ اُسی کے انتظار میں تھا اور جبریل کے کچھ کہنے سے بھی پہلے اُس نے جبریل کا نام لیا۔ایک لمحہ کے توقف کے بعدجبریل نے yes کیا۔

"مجھے آپ سے فوری طور پر ملنا ہے، میں کچھ دن کے لئے یہاں ہوں اور پھر چلاجاؤں گا۔" احسن سعد نے فوری طور پر کہا " مگر آپ مجھ سے کس سلسلے میں بات کرنا چاہتے ہیں؟ میں آپ کو نہیں جانتا۔ Chit "کے اُس پیغام کے باوجود جبریل پوچھے بغیر نہیں رہ سکا۔" میں عائشہ کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔" احسن سعد کے جملے پر جبریل کا ذہن بھک سے اُڑ گیا تھا۔اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ عائشہ کا شوہر اس سے رابطہ کرے گا... اُس نے احسن سعد کا نام نہ نساء

سے سُنا تھا نہ ہی عائشہ سے اور نہ ہی اسفند کے funeral میں کسی سے جہاں وہ دس پندرہ منٹ رُک کر نساء اور ڈاکٹر نورین سے ہی console کر کے آیا تھا۔اگر احسن سعد وہاں کہاں تھا بھی تو اُن دونوں کی ملاقات نہیں ہوئی تھی، اور اب یک دم بیٹھے بٹھائے وہ سیدھا نہ صرف اُس کو کال بھی کررہا تھا، بلکہ کال کرکے وہ بات بھی عائشہ ہی کے بارے میں کرنا چاہتا تھا لیکن کیا بات...؟

"عائشہ عابدین؟" جبریل نے بڑے محتاط لہجہ میں اُس سے پوچھا اس بار یہ یقین ہونے کے باوجود کہ وہ عائشہ عابدین ہی کا شوہر ہوسکتا تھا، اُس کو فوری طور پر کوئی اور "عائشہ" یاد نہیں آئی تھی جس کا شوہر اُس سے رابطہ کرنے کی ضرورت محسوس کرتا اور رابطہ کرنے کی ضرورت تو یقیناً اُسے عائشہ کے شوہر سے بھی متوقع نہیں تھی۔

"ہاں ... ڈاکٹر عائشہ عابدین۔" دوسری طرف سے احسن سعد نے بڑے چبھتے ہوئے لہجہ میں کہا۔ میں یہ سمجھ نہیں پارہا کہ آپ مجھ سے ملنا کیوں چاہ رہے ہیں؟" جبریل کہے بغیر نہیں رہ سکا۔" میں آپ کو ٹھیک سے جانتا بھی نہیں۔" "آپ مجھے ٹھیک سے نہیں جانتے لیکن میری سابقہ بیوی کو ضرورت سے زیادہ جانتے ہیں اسی لئے اُسے وکیل فراہم کررہے ہیں... اُس کی ضمانت کروارہے ہیں۔" جبریل خاموش رہا۔احسن سعد کے طنز میں صرف تحقیر نہیں تھی " باخبری" بھی تھی۔وہ مکمل معلومات رکھنے کے بعد ہی اُس سے رابطہ کررہا تھا۔

"میں آپ کے ہاسپٹل سے زیادہ دور نہیں ہوں... اور میں زیادہ وقت بھی نہیں لوں گا آپ کا کیونکہ آپ بھی مصروف ہیں اور فالتو وقت میرے پاس بھی نہیں ہے... لیکن آپ سے ملنا اس لئے ضروری ہے کیونکہ ایک مسلمان کے طور پر میں آپ کو اُس خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں جس

کا اندازہ آپ کو نہیں ہے اور چاہتا ہوں آپ وہ غلطی نہ کریں، جو میں نے کی ہے۔" احسن سعد بہت لمبی بات کرتا تھا، اُس کی بات سُنتے ہوئے جبریل نے سوچا مگر وہ اُس کی بات سننے سے بھی پہلے اُس سے ملنے کا فیصلہ کرچکا تھا۔وہ احسن سعد سے مل کر اُسے کہنا چاہتا تھا کہ وہ عائشہ کے خلاف وہ کیس واپس لے لے جو اُس نے فائل کیا تھا۔اُس وقت احسن سعد کے ساتھ ملنے کی جگہ طے کرتے ہوئے اُسے یقین تھا وہ اُس شخص کو سمجھا لے گا، اس کے باوجود کہ اُس نے نساء سے اُس کے بارے میں بے حد خوفناک باتیں سُنی تھیں۔اس کے باوجود کہ اُس نے عائشہ عابدین کی وہ حالت دیکھی تھی مگر کہیں نہ کہیں جبریل سکندر اُسے ایک خراب شادی اور خراب سے زیادہ mismatchedشادی ہی سمجھتا رہا تھا جس میں ہونے والی غلطیاں یک طرفہ نہیں ہوسکتی تھیں۔ کہیں نہ کہیں ایک مرد کے طور پر اُس کا یہ خیال تھا کہ ساری غلطیاں احسن سعد کی نہیں ہوسکتی تھیں، کچھ خامیاں عائشہ عابدین میں بھی ہوں گی... کہیں نہ کہیں جبریل سکندر یہ جاننے کے بعد کہ احسن سعد کی فیملی بے حد مذہبی تھی، اُن کے لئے biased تھا اُس کا خیال نہیں اُسے یقین تھا کہ وہ اتنے سخت نہیں ہوسکتے جتنا اُس نے اُن کے بارے میں سُنا تھا۔کہیں نہ کہیں وہ یہ bias اُس حافظِ قرآن کے لئے بھی رکھتا تھا جو اُس کی طرح قرآن جیسی متبرک شے کو اپنے سینے اور ذہن میں رکھتا تھا۔وہ یہ ماننے پر تیّار نہیں تھا کہ جس دل میں قرآن محفوظ کیا گیا تھا ،وہ اتنا سخت اور بے رحم ہوسکتا تھا۔اُسے یقین تھا جو بھی کچھ تھا اُس میں غلط فہمیوں کا زیادہ قصور ہوگا بُری نیت اور اعمال کی نسبت اور وہ اسی خیال کے ساتھ احسن سعد سے ملنے آیا تھا، اس یقین کے ساتھ کہ وہ اُسے سمجھا لے گا اور اس جھگڑے کو ختم کروادے گا اور احسن سعد سے مصافحہ کرنے، کافی پینے

کے لئے اُس میز پر بیٹھنے تک اُس کا یہ یقین قائم رہا تھا، جو احسن سعد کی گفتگو کے آغاز کے ساتھ ہی ہوا ہونا شروع ہو گیا تھا۔

"عائشہ نے کبھی مجھ سے آپ کے حوالے سے بات نہیں کی۔" جبریل نے اُس پر نظریں جمائے نرم لہجے میں کہا۔احسن سعد قہقہہ مار کر ہنسا، جبریل اپنی بات مکمل نہیں کر سکا اُسے سمجھ نہیں آئی اُس کی گفتگو میں ہنسنے والی کیا بات تھی۔

"میں نہ تو بے وقوف ہوں ، نہ ہی بچہ۔" اُس نے اُس قہقہے کے اختتام پر جبریل سے کہا " مجھے یقین ہے تم نہ بے وقوف ہو اور نہ ہی بچّے اور نہ میں ایسا سمجھتا ہوں۔" جبریل نے جواباً بڑے محتاط انداز میں کہا "Then stop treating me like one" احسن سعد نے ایک بار پھر اُس کی بات بیچ میں کاٹتے ہوئے کہا تھا۔اُس کی آواز اب بلند تھی، ماتھے پر بل اور ہونٹ بھنچے ہوئے... اُس نے کافی کے اُس کپ کو ہاتھ سے دور دھکیل دیا تھا جس سے کچھ دیر پہلے اُس نے ایک سِپ لیا تھا۔کافی چھلک کر میز پر گری تھی۔اس کے دونوں ہاتھ اب مٹھیوں کی شکل میں بھنچے ہوئے میز پر تھے، سیکنڈز کے اندر احسن سعد نے کسی گرگٹ کی طرح رنگ بدلا تھا... وہ اب شدید غصّہ میں نظر آرہا تھا اور جبریل کو سمجھ نہیں آئی تھی کہ اُن چند جملوں میں جن کا تبادلہ اُن کے درمیان ہوا تھا، ایسا کیا تھا جو اُسے اس طرح غضب ناک کرتا۔" تم اُس عورت کے guaranter بنے ہوئے ہو اور تم مجھ سے یہ کہہ رہے ہو کہ اُس نے تم سے میرے بارے میں کبھی کچھ نہیں کہا۔" اُس کی آواز اب پہلے سے بھی زیادہ بلند ہوئی تھی، آس پاس کی ٹیبلز پر بیٹھے لوگوں نے گردنیں

موڑ کر اُن کو دیکھا۔جبریل نے ایک نظر اطراف میں مڑتی گردنوں کو دیکھا پھر بے حد سرد مہری سے اُس سے کہا۔

"اگر تم اس آواز اور انداز میں مجھ سے بات کرنا چاہتے ہو تو میں یہاں ایک منٹ بھی مزید ضائع نہیں کرنا چاہوں گا..." جبریل نے کہتے ہوئے ایک ہاتھ سے اپنا والٹ جیب سے نکالا اور دوسرے ہاتھ کو فضا میں ذرا سا بلند کر کے ویٹر کو اپنی طرف متوجہ کیا اور اُسے بل لانے کا اشارہ کیا۔احسن سعد کو یک دم ہی احساس ہوا، وہ سامنے بیٹھے ہوئے شخص کو غلط طریقے سے ہینڈل کرنے کی کوشش کررہا تھا۔

"میں اپنے بیٹے کے قتل کی وجہ سے اس قدر فرسٹریٹڈ ہوں کہ I am sorry ..." وہ اگلے ہی لمحے گرگٹ کی طرح ایک بار پھر رنگ بدل گیا تھا۔اب اُس کی آواز ہلکی تھی، بھنچی ہوئی مٹھیاں ڈھیلی پڑگئی تھیں اور وہ ایک ہاتھ سے اپنا ماتھا اور کنپٹیاں رگڑ رہا تھا۔جبریل نے اُس تبدیلی کو بھی اتنی ہی باریکی سے دیکھا تھا جتنی باریکی سے اُس نے پہلی تبدیلی دیکھی تھی اور اُس نے احسن سعد کی معذرت کو قبول کیا تھا۔

"تم میرے مسلمان بھائی ہو اور میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اس دھوکے سے بچا لوں جو میں نے کھایا۔" اُس کا اگلا جملہ جبریل کے سر کے اوپر سے گزر گیا تھا۔احسن سعد اب بے حد نرم اور دھیمے انداز میں بات کررہا تھا بے حد شائستگی کے ساتھ... جبریل نے ٹوکے بغیر اُسے بات کرنے دی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"میری بیوی ایک characterless عورت ہے... جس طرح اُس نے تمہیں اُلّو بنایا ہے اپنی مظلومیت استعمال کر کے... اُسی طرح تم سے پہلے درجنوں کو بناچکی ہے۔وہ کسی بھی مرد کو منٹوں میں اپنی مٹھی میں کر کے انگلیوں پر نچاسکتی ہے۔" اُس کے لہجے میں عائشہ کے لئے اتنا زہر موجود تھا کہ جبریل دم بخود رہ گیا تھ، وہ جن لوگوں میں اُٹھتا بیٹھتا تھا وہاں طلاق بھی ہوتی تھی، بریک اپ بھی مگر کوئی اپنی بیوی کے بارے میں اس طرح کی گفتگو نہیں کرتا تھا جس طرح کی گفتگو احسن کررہا تھا۔

"میرا عائشہ کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں تھا اور میں سمجھ نہیں پارہا کہ تمہاری باتوں کو الزامات سمجھوں یا غلط فہمی؟" جبریل مداخلت کیے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

"یہ حقائق ہیں" احسن نے جواباً کہا۔

"جو بھی ہے، مجھے ان میں دلچسپی نہیں، عائشہ ایک بہت اچھی لڑکی ہے اور میں نے صرف اس لئے اُس کی مدد کی کیونکہ اُس کی بہن میری کلاس فیلو تھی۔" احسن نے اُس کی بات کاٹی " تم اُس کی بہن کو جانتے ہوگے اس عورت کو نہیں... اس فاحشہ اور حرّافہ کو نہیں"...

" ... Language please"جبریل کا چہرہ اور کانوں کی لویں بیک وقت سُرخ ہوئی تھیں، وہ احسن سعد سے اس طرح کے الفاظ کی توقع کررہا تھا۔

"تم اگر اس عورت کو جانتے ہوتے تو تمہیں ان الفاظ پر کبھی اعتراض نہ ہوتا... یہ اس سے زیادہ گندے الفاظ deserve کرتی ہے۔" احسن کی زبان ویسے ہی چلتی رہی تھی۔" وہ تمہاری بیوی رہ

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

چکی ہے، تمہارے ایک بچّے کی ماں ہے... کم از کم تم سے یہ الفاظ deserve نہیں کرتی... بیوی بُری ہوسکتی ہے، ماں بھی... مگر عورت کی عزت ہوتی ہے نا... اتنی respect تو دکھاؤ اُس کے لئے۔"

جبریل بے حد ٹھنڈے مزاج کا تھا، لیکن جو "گفتگو" وہ سُن رہا تھا وہ اُس جیسے ٹھنڈے مزاج کے شخص کو کھولا دینے کے لئے بھی کافی تھی۔

"جو عورت بیوی رہ چکی ہو ،اُس کی کیا عزت!" احسن سعد نے جواب نہیں دیا تھا، اپنی ذہنیت کو اُس کے سامنے ننگا کرکے رکھ دیا تھا۔

"Then I pity on you... اور اُس عورت کو بھی جو تمہاری بیوی رہی۔" جبریل نے بے حد سرد لہجے میں اُس سے کہا تھا، اُسے اندازہ ہوگیا تھا وہ غلط شخص کو سمجھانے بیٹھا تھا۔

"اُس سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں پھر تمہیں کیوں تکلیف ہورہی ہے؟" احسن سعد نے جواباً اُسے ایک جھلسانے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔

"تم اُسے جانتے ہی کتنا ہو کہ ایک شوہر کی رائے کو رد کررہے ہو؟"

"میں اُسے سولہ سال کی عمر سے جانتا ہوں، اُسے بھی... اُس کی فیملی کو بھی... اور وہ ایک بہت اچھی لڑکی تھی اور ہے"...

احسن سعد کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزرا تھا۔

"So I was right,it was an old affair"

"Shut Up....You are sick"جبریل کو اب اپنے سر میں درد محسوس ہونے لگا تھا۔اُسے لگ رہا تھا وہ تھوڑی ہی دیر میں احسن سعد کے ساتھ اُسی کی طرح گالم گلوچ پر اُتر آئے گا... وہ شخص کسی کو بھی infuriate کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا... وہ کسی کو بھی پاگل کرسکتا تھا۔

"تم مجھ سے کس لئے ملنے آئے ہو؟" جبریل نے اُس بل جیکٹ کے اندر بل کی رقم رکھتے ہوئے بے حد بے زاری سے کہا جو ویٹر بہت پہلے رکھ کر گیا تھا، یہ جیسے احسن سعد کے لئے اشارہ تھا کہ وہ وہاں سے جانا چاہتا تھا۔میں تمہیں صرف اس عورت کے بارے میں بتانے آیا تھا کہ..." جبریل نے بے حد درشتی سے اُس کی بات کاٹی " اور میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں اُس کے یا اُس کے کردار کے بارے میں کچھ بھی سُننے میں ...I am just not interested...کیونکہ وہ کیا ہے، کیسی ہے یہ میرا مسئلہ نہیں ہے"Is that clear to you?...

"پھر تم اُس عورت کو سپورٹ کرنا بند کرو..." احسن سعد نے جواباً اُس سے کہا تھا" میں اُسے اس لئے سپورٹ کررہا ہوں کیونکہ کوئی ماں اپنی اولاد کو نہیں مارسکتی...وہ negligent ہو بھی تو بھی اس negligence کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اُس اولاد کو مارنا چاہتی تھی اور اُس کے خلاف قتل کا کیس کردیا جائے۔" جبریل اب بے حد blunt ہورہا تھا۔یہ شاید احسن کا رویہ تھا، جس نے اُس کا سارا لحاظ منٹوں میں غائب کردیا تھا۔

"تم پہلے یہ طے کرو کہ تمہیں عائشہ سے نفرت ہے کیوں... اُس کے عورت ہونے کی وجہ سے؟ بیوی ہونے کی وجہ سے؟ Characterless ہونے کی وجہ سے یا اپنے بیٹے کو مارنے کے شبہ کی وجہ

سے... تم بیٹھ کر یہ طے کرو کہ تمہاری اتنی گہری نفرت کی وجہ ہے کیا۔" جبریل اُس سے کہتا گیا تھا۔

"That's none of your business"احسن سعد نے درشتی سے کہا تھا " میں تم سے psychiatryپڑھنے نہیں آیا۔" جبریل نے سر ہلایا ...Exatctly"میں بھی تم سے morality پڑھنے نہیں آیا۔تم مسلمان ہو، بہت اچھی طرح جانتے ہو کہ جس عورت کو طلاق دے دی گئی ہو، اُس کے حوالے سے کیا ذمّہ داریاں عائد ہوتی ہیں... اور اُس میں کم از کم یہ ذمّہ داری شامل نہیں ہے کہ تم ہر مرد کے سامنے بیٹھ کر اس پر کیچڑ اُچھالو۔"

"تم مجھے میرا دین سکھانے کی کوشش مت کرو۔" احسن سعد نے اُس کی بات کاٹ کر بے حد تنّفر سے کہا تھا "میں حافظِ قرآن ہوں، اور تبلیغ کرتا ہوں... درجنوں غیر مسلموں کو مسلمان کرچکا ہوں... تم مجھے یہ مت بتاؤ کہ میرا دین مجھ پر عورتوں کے حوالے سے کیا ذمہ داری عائد کرتا ہے اور کیا نہیں... تم اپنے دین کی فکر کرو کہ ایک نامحرم عورت کے ساتھ افیئر چلا رہے ہو اور مجھ سے کہہ رہے ہو کہ میں اپنی سابقہ آوارہ بیوی کی شان میں قصیدے پڑھوں" وہ بات نہیں کررہا تھا۔زہر تھوک رہا تھا۔وہ جبریل کی زندگی میں آنے والا پہلا تبلیغی تھا جس کی زبان میں جبریل نے مٹھاس کی جگہ کڑواہٹ دیکھی تھی۔

"تمہاری تصویریں میں نے شادی کے بعد بھی اُس کے لیپ ٹاپ میں دیکھی تھیں اور تب اُس نے کہا تھا تم اُس کی بہن کے دوست ہو ، تمہارا اور اُس کا کوئی تعلق نہیں، لیکن میں غلط نہیں تھا، میرا شک ٹھیک تھا۔کوئی لڑکی بہن کے بوائے فرینڈ کی تصویریں اپنے laptop میں جمع کر کے نہیں

رکھتی ہے..." احسن سعد کہہ رہا تھا اور جبریل دم بخود تھا" اور آج تم نے بالآخر بتادیا کہ یہ affair کتنا پُرانا تھا...اسی لئے تو اُس عورت نے جان چھڑائی ہے میرے بیٹے کو مار کر۔" اُس کی ذہنی حالت اس وقت جبریل کو قابلِ رحم لگ رہی تھی۔اتنی قابلِ رحم کہ وہ بے اختیار کہنے پر مجبور ہوگیا تھا۔

"احسن اُس نے تمہارے بیٹے کو نہیں مارا... وہ سرجری میں ہونے والی ایک غلطی سے مارا گیا۔" اُس کی زبان سے وہ نکلا تھا جو شاید اُس کے لاشعور میں تھا اور جس سے وہ خود نظریں چُراتا پھررہا تھا۔ احسن کو اس کا جملہ سُن کر کرنٹ لگا تھا اور جبریل پچھتایا تھا... وہ ایک برا دن تھا اور اُس بُرے دن کا وہ بدترین وقت تھا۔

"تم کیسے جانتے ہو یہ؟" احسن نے سرسراتی ہوئی آواز میں اُس سے کہا تھا۔

"کیونکہ میں اُس آپریشن ٹیم کا حصّہ تھا..." اس بار جبریل نے سوچ سمجھ کر کہا تھا... بدترین انکشاف وہ تھا جو ہوچکا تھا، اب اس کے بعد کی تفصیلات کا پتہ چل جانا یہ نہ چلنا بے معنی تھا۔احسن دم سادھے اُس کا چہرہ دیکھ رہا تھا... ساکت، پلکیں جھپکائے بغیر اُس کے چہرے کا رنگ سانولا تھا یا سُرخ یا زرد... چند لمحوں کے لئے جیسے جبریل کے لئے یہ طے کرنا مشکل ہوگیا تھ" وہ سرجری میں نے نہیں کی احسن... میں assist کررہا تھاڈاکٹر ویزل کو... اور مجھے یا بھی یقین نہیں ہے کہ سرجری میں واقعی کوئی غلطی ہوئی تھی یا وہ میرا وہم تھا۔" جبریل نے اُس کے سامنے جیسے وضاحت دینے کی کوشش کی تھی... احسن سعد وہاں اُسے عائشہ عابدین سے بدگُمان کرنے آیا تھا لیکن اُسے اندازہ نہیں تھا کہ اُسے جواباً جبریل سے کیا پتہ چلنے والا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ یک دم اُٹھا تھا اور پھر وہاں سے چلا گیا تھا۔جبریل سکندر وہاں بیٹھا رہ گیا تھا۔

******

"Hello back in USA"صبح سویرے اپنے فون کی سکرین پر اُبھرنے والی اس تحریر اور بھیجنے والے کے نام نے رئیسہ کو چند لمحوں کے لئے ساکت کیا تھا۔اس کے باوجود کہ وہ یہ توقع کررہی تھی کہ وہ واپس آنے کے بعد اُس سے رابطہ ضرور کرے گا۔حالات جو بھی تھے، اُن دونوں کے درمیان بہرحال ایسا کچھ نہیں ہوا تھا کہ اُن دونوں کو ایک دوسرے سے چھپنا پڑتا۔ "Welcome Back"کا ٹیکسٹ اُسے بھیجتے ہوئے رئیسہ نے ایک بار پھر خود کو یاد دلایا تھا کہ زندگی میں ہونے والے اُس پہلے بریک اپ کو اُس نے دل پر نہیں لینا تھا... اور بار بار خود کو یہ یاد دہانی ضروری تھی... درد ختم نہیں ہورہا تھا، لیکن کم ضرور ہوتا تھا... کچھ دیر کے لئے تھمتا ضرور تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"یونیورسٹی جارہی ہو؟" وہ نہا کر نکلی تو اُس نے فون پر ہشام کا اگلا ٹیکسٹ دیکھا۔اُس نے ہاں کا جوابی ٹیکسٹ کرتے ہوئے اُسے اپنے ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی۔

"ملیں؟" اگلا ٹیکسٹ فوراً آیا تھا۔وہ کارن فلیکس کھاتے ہوئے میز پر پڑے فون پر چمکتے اُس سوال کو دیکھتی رہی۔کہنا چاہتی تھی... اب کیسے؟... مگر لکھا تھا..."نہیں میں مصروف ہوں"... کارن فلیکس حلق میں اٹکنے لگے تھے، وہ اب اُس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔دل سنبھالنے کی ساری کوششوں

کے باوجود اُس کا سامنا مشکل ترین تھا۔وہ روایتی لڑکی نہیں بننا چاہتی تھی۔نہ گلے شکوے کرنا چاہتی تھی، نہ طنز... نہ جھگڑا... اور نہ ہی اُس کے سامنے روپڑنا چاہتی تھی... وہ بحرین بہرحال اس لئے نہیں گیا تھا کہ بچھڑ جاتا۔

فون کی سکرین پر جواباً ایک منہ چڑاتی smiley آئی تھی، یوں جیسے اُس کے بہانے کا مذاق اُڑا رہی ہو۔رئیسہ نے اُسے اگنور کیا اور اُسے جواباً کچھ نہیں بھیجا۔

پندرہ منٹ بعد اُس نے اپنے اپارٹمنٹ کے باہر نکلنے پر گاڑی سمیت اُسے وہاں پایا تھا۔وہ شاید وہیں بیٹھے ہوئے اُسے text بھیج رہا تھا، ورنہ اتنی جلد وہ وہاں نہیں پہنچ سکتا تھا۔اُسے سرپرائز دینا اچھا لگتا تھا اور رئیسہ کو یہ سرپرائز لینا... مگر یہ کچھ دن پہلے کی بات تھی۔

وہ اُس کے بلائے بغیر اُس کی طرف آئی تھی، دونوں کے چہروں پر ایک دوسرے کو دیکھ کر خیر مقدمی مسکراہٹ اُبھری، حال احوال کا پوچھا گیا، اُس کے بعد رئیسہ نے اُس سے کہا،" مجھے آج یونیورسٹی ضرور پہنچنا ہے... کچھ کام ہے۔"ہشّام نے جواباً کہا،"میں ڈراپ کردیتا ہوں اور ساتھ کچھ گپ شپ بھی لگالیں گے... بڑے دن ہوگئے ہمیں ملے اور بات کیے۔" رئیسہ نے اُس سے نظریں چُرالیں تھیں۔مزید کچھ بھی کہے بغیر وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی تھی۔

"کیا ہوا؟" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی ہشّام نے اُس کی طرف مڑتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے کہا ، "کیا؟" رئیسہ نے انجان بننے کی کوشش کی، یہ کہنا کہ میں ناخوش ہوں، دل شکستہ ہوں، کیونکہ تم

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

مجھے اُمیدیں دلاتے دلاتے کسی اور لڑکی کو اپنی زندگی میں لے آئے ہو... یہ سب کم از کم رئیسہ کی زبان پر نہیں آسکتا تھا۔

"کیا؟"اُس نے جواباً ہشّام سے پوچھا تھا، "تمہارا موڈ آف ہے؟" وہ اب بڑی سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔"نہیں... موڈ کیوں آف ہوگا؟" رئیسہ نے جواباً اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا

"پتہ نہیں یہی تو جاننا چاہتا ہوں۔" وہ اُلجھا ہوا تھا ،"تم کچھ دنوں سے مکمل طور پر غائب ہو میری زندگی سے... بحرین سے بھی رابطہ کرنے کی کوشش کی، لیکن تم کال ریسیو نہیں کرتی ، نہ ہی میسجز کا جواب دیتی ہو... ہوا کیا ہے؟"

"تمہیں کیا لگتا ہے کیا وجہ ہوسکتی ہے میرے اِس رویّے کی؟" رئیسہ نے جواباً اُس سے پوچھا۔

"مجھے نہیں پتہ..." ہشّام نے ایک لمحہ کی خاموشی کے بعد کہا تھا۔

"میں اب یہ سب ختم کرنا چاہتی ہوں۔" رئیسہ نے بالآخر اُس سے کہا۔وہ چونکا نہیں ، اُسے دیکھتا رہا پھر سر جھٹک کر بولا ،"یعنی میرا اندازہ ٹھیک ہے، تمہارا موڈ واقعی ہی آف ہے۔" رئیسہ نے اُس کی بات کے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے اپنے بیگ سے انگوٹھی کی وہ ڈبیا نکال لی اور گاڑی کے ڈیش بورڈ پر رکھ دی، ہشّام بول نہیں سکا۔گاڑی میں خاموشی رہی، پھر ہشّام نے کہا۔

"تم نے engagement کی خبر پڑھ لی ہے؟"

"اُس سے بھی پہلے مجھے یہی خدشہ تھا، اس لئے اُس خبر سے میں حیران نہیں ہوئی۔" رئیسہ نے مدہم آواز میں اُس سے کہا، بڑے ٹھنڈے انداز میں جس کے لئے وہ ہمیشہ پہچانی جاتی تھی۔" میں

نے تم سے ایک commitment کی تھی رئیسہ، اور میں اپنا وعدہ نہیں توڑوں گا۔نیوز پیپر میں آنے والی ایک خبر ہم دونوں کے درمیان دیوار نہیں بن سکتی، اتنا کچا رشتہ نہیں ہے یہ۔" ہشّام بڑی سنجیدگی سے کہتا گیا تھا۔

"نیوز پیپر کی خبر کی بات نہیں ہے ہشّام، تمہاری فیملی کے فیصلے کی بات ہے... تم اب ولی عہد ہو... تمہاری ذمہ داریاں اور تم سے رکھی جانے والی توقعات اور ہیں..." وہ اُس کی بات پر ہنسا تھا۔

"ولی عہد...میں ابھی تک نہ اپنے اس رول کو سمجھ پایا ہوں اور نہ ہی یہ اندازہ لگا پارہا ہوں کہ میں اس منصب کے لئے اہل ہوں بھی یا نہیں...یہ power politics ہے... آج جس جگہ پر ہم ہیں... کل ہوں گے بھی یا نہیں...کوئی certainity نہیں... اگر مجھے فیصلہ کرنا ہوتا تو میں کبھی یہ عہدہ نہ لیتا مگر یہ میرے باپ کی خواہش ہے۔" وہ اب سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔رئیسہ نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا،" غلط خواہش نہیں ہے... کون ماں باپ نہیں چاہیں گے، اپنی اولاد کے لیے ایسا منصب... تم خوش قسمت ہو، تمہیں ایسا موقع ملا ہے۔" وہ مدہم آواز میں کہتی گئی۔

"پہلے میں بھی یہی سمجھتا تھا۔" ہشّام نے جواباً کہا،"لیکن اب ایسا نہیں ہے... ہر چیز کی ایک قیمت ہوتی ہے... کوئی بھی چیز لاٹری میں نہیں ملتی... یہ ضروری ہے ولی عہد کے لئے کہ وہ ایک شادی شاہی خاندان میں کرے... وہ بھی پہلی... میری اور تمہاری شادی ہوچکی ہوتی تو اور بات تھی، لیکن اب نہیں ہوسکتا کہ میں شاہی خاندان میں شادی سے انکار کروں۔ جنھوں نے میرے باپ کی بادشاہت کا فیصلہ کیا ہے، انہوں نے ہی یہ فیصلہ بھی کیا ہے۔ مجھ سے اس بارے میں رائے نہیں لی گئی، بتایا گیا تھا۔" وہ خاموش ہوا۔

"میں اندازہ کرسکتی ہوں اور اسی لئے تم سے کوئی شکایت نہیں کررہی... میرے اور تمہارے درمیان ویسے بھی اتنے عہد و پیمان تو ہوئے بھی نہیں تھے کہ میں تم کو کسی بات کے لئے الزام دیتی... اسی لئے ختم کرنا چاہتی ہوں خود یہ سب کچھ تاکہ تم اگر کوئی obligation محسوس کررہے ہو تو نہ کرو...... اور میں hurt نہیں ہوں۔" اُس نے بات ختم کی، توقف کیا پھر آخری جملہ بولا۔

"تم ہوئی ہو... میں جانتا ہں اور میں نادم بھی ہوں۔" ہشّام نے اُس کی بات کے اختتام پر کہا۔"اور میں یہ سب ختم نہیں کرنا چاہتا، نہ ہی میں تم سے اس لئے ملنے آیا ہوں... رئیسہ میں تم سے بھی شادی کروں گا اور یہ بات میں نے اپنی فیملی کو بتادی ہے اور اُنہیں اعتراض نہیں ہے۔" وہ اُس کی بات پر بے اختیار ہنسی اور ہنستی ہی چلی گئی اتنا کہ اُس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"حمین بالکل ٹھیک کہتا تھا۔پتہ نہیں اُس کی زبان کالی ہے یا وہ ضرورت سے زیادہ عقلمند ہے۔" وہ بالآخر اپنی آنکھیں رگڑتے ہوئے بولی۔ہشّام پوچھے بغیر نہیں رہ سکا۔

"وہ کیا کہتا ہے؟"

"یہی جو تم ابھی کہہ رہے ہو... دوسری شادی... وہ کہتا ہے... بادشاہ حرم رکھتے ہیں اور حرم کی ملکہ بھی کنیز ہی ہوتی ہے۔"

ہشّام کچھ دیر کے لئے بول نہیں سکا، یوں جیسے لفظ ڈھونڈنے کی کوشش کررہا ہو، پھر اُس نے جیسے مدافعانہ انداز میں کہا "عربوں میں ایسا نہیں ہوتا، اگر بادشاہ کی چار بیویاں بھی ہوں تو بھی..." رئیسہ نے بڑی نرمی سے اُس کی بات کاٹ دی۔"مجھے کسی بادشاہ سے شادی کرنے کی خواہش نہیں تھی ،

میں ہشّام سے شادی کرنا چاہتی تھی...تمہاری مجبوری ہوسکتی ہے ایک سے زیادہ شادیاں کرنا... میری مجبوری نہیں ہے۔میں محبت کرتی ہوں لیکن دل کے ہاتھوں اتنی مجبور نہیں ہوں کہ تمہارے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچ ہی نہ سکوں۔" اُس کے لہجے میں وہی practicality تھی جس کے لئے ہشّام اُس کو پسند کرتا تھا... مگر آج پہلی بار وہ عقل، وہ سمجھ بوجھ اُسے بُری لگی تھی۔

"اتنا کمزور رشتہ تو نہیں ہے ہمارا رئیسہ۔"اُس نے رئیسہ کی بات کے جواب میں کہا۔

"میرا بھی یہی خیال تھا کہ بہت مضبوط تھا، لیکن میرا خیال غلط تھا۔میری ممّی کبھی بھی intercultural اور interracial شادیوں کے حق میں نہیں ، اور میں سمجھتی تھی یہ bias ہے... لیکن آج مجھے احساس ہوا ہے کہ وہ ٹھیک کہتی ہیں... تہذیب کا فرق بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔" رئیسہ کہہ رہی تھی " کبھی بھی بہت بڑا مسئلہ بن سکتا ہے جیسے ابھی ہوا... لیکن مجھے خوشی ہے کہ یہ سب اب ہوا ہے... بعد میں ہوتا تو..." وہ رُکی، ہشّام نے اُس کی بات پوری نہیں ہونے دی۔

"میں تمہاری ممّی سے متفق نہیں ہوں... محبت کا رشتہ ہر فرق سے بڑا اور طاقت ور ہوتا ہے۔" رئیسہ نے کہا" مانتی ہوں لیکن وہ تب ہوتا ہے جب مرد کی محبت میرے بابا جیسی pure ہو اور وہ میرے بابا کی طرح اپنے فیصلے پر قائم رہ سکے۔" اُس نے سالار سکندر کا حوالہ دیا تھا، اگر محبت کے بارے میں اُسے کوئی ریفرینس یاد تھا تو وہ اپنے ماں باپ کی آپس میں محبّت ہی کا تھا۔اور وہ حوالہ ہشّام نے بہت بار سُنا تھا، لیکن آج پہلی بار اُس نے ہشّام کا موازنہ سالار سکندر سے کیا تھا، اور علی الاعلان کیا تھا۔"میں بھی اپنی محبت میں بہت کھرا ہوں اور تمہارے لئے لڑ سکتا ہوں۔" اُس نے رئیسہ سے کہا تھا۔اُس کا وہ حوالہ اور موازنہ اُسے پہلی بار شدید بُرا لگا تھا۔وہ پچھلے کئی ہفتوں سے

www.kitabnagri.com

بحرین میں سر اور پلکوں پر بٹھایا جارہا تھا اور یہاں وہ اُسے ایک "عام آدمی" کے سامنے چھوٹا گردان رہی تھی۔

"ہاں تم ہو محبّت میں کھرے، لیکن تم لڑ نہیں سکتے ہشّام ، نہ مجھے زندگی میں شامل کرنے کے لئے، نہ ہی مجھے اپنی زندگی میں رکھنے کے لئے۔" رئیسہ نے اب گاڑی کا دروازہ کھول لیا تھا۔

"میں پھر بھی اپنے ماں باپ کو تمہارے ماں باپ کے پاس رشتے لے لئے بھیجوں گا اور یہ وقت بتائے گا کہ میں تمہارے لئے لڑ سکتاہوں یا نہیں۔" گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے رئیسہ نے اُسے کہتے سُنا تھا۔اُس نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ پیچھے کچھ بھی نہیں تھا۔اُس نے ہشّام کے جملے کو سُنتے ہوئے سوچا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

******

وہ ایک ہفتہ جبریل سکندر کے لئے عجیب ذہنی انتشار لایا تھا۔احسن سعد ایک بے حد ڈسٹرب کردینے والی شخصیت رکھتا تھا اور وہ اُسے بھی ڈسٹرب ہی کر کے گیا تھا۔اُسے اندازہ نہیں تھا کہ اُس کے اسفند کی سرجری سے متعلقہ انکشاف پر اب وہ کیسے react کرے گا۔جس بات کا اُسے خدشہ تھا، وہ اُس کیس میں کسی بھی حوالے سے اپنی نامزدگی تھی جو وہ نہیں چاہتا تھا... ایک ڈاکٹر کے طور پر اپنے کیریئر کے اس سٹیج میں اپنے پروفیشن سے متعلقہ کسی سکینڈل یا کیس کا حصّہ بننا

اپنے کیریئر کی تباہی کے مترادف تھا۔لیکن اب اس پر پچھتانے کا فائدہ نہیں تھا، جو ہونا تھا، وہ ہوچکا تھا اور اسی ہفتے میں بے حد سوچ و بچار کے بعد اُس نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ عائشہ کو بھی اس سرجری کے حوالے سے وہ سب کچھ بتادے گا، جو وہ احسن سعد کو بتاچکا تھا۔ان حالات میں ایسا کرنا بے حد ضروری ہو گیا تھا۔

اُس نے ہفتے کی رات کو اُسے فون کیا تھا، فون بند تھا... جبریل نے اُس کے لئے پیغام چھوڑا تھا کہ وہ اُسے کال بیک کرے، آدھ گھنٹہ کے بعد اُس نے عائشہ کا نام اپنی سکرین پر چمکتا دیکھا۔

کال ریسیو کرنے کے بعد اُن کے درمیان حال احوال کے حوالے سے چند سیکنڈز کی گفتگو ہوئی، پھر جبریل نے اُس سے اگلے دن ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔

"کس لئے ملنا چاہتے ہیں آپ؟" عائشہ نے بے تاثر انداز میں اُس سے پوچھا تھا۔

"یہ بات میں آپ کو سامنے بیٹھ کر ہی بتا سکتا ہوں۔" اُس نے جواباً کہا تھا، وہ چند لمحے خاموش رہی پھر اُس نے پوچھا تھا کہ وہ کس وقت اُس سے ملنا چاہتا تھا۔

"کسی بھی وقت جب آپ کے پاس وقت ہو۔" اُس نے جواباً کہا تھا۔

"گیارہ ، بارہ بجے؟" عائشہ نے چند لمحے سوچ کر اُس سے کہا۔

"Done"اُس نے جواباً کہا اور عائشہ عابدین نے خداحافظ کہہ کر فون بند کردیا۔جبریل فون ہاتھ میں لئے اگلا جملہ سوچتا ہی رہ گیا۔احسن سعد نے اُس سے کہا تھا اُس نے عائشہ عابدین کے لیپ ٹاپ میں اُس کی تصویریں دیکھی تھیں، جبریل کو یاد نہیں پڑتا تھا اُس کے اور عائشہ کے درمیان

کبھی تصویروں کا تبادلہ ہوا ہو اور تصویروں کا کوئی تبادلہ تو اُس کے اور نساء کے درمیان بھی نہیں ہوا تھا لیکن نساء کے پاس اُس کی گروپ فوٹوز ضرور تھیں... مگر عائشہ اُن تصویروں کو اپنے پاس اس طرح الگ کیوں رکھے ہوئے تھی... وہ گروپ فوٹوز ہوتیں تو احسن سعد اُس میں سے صرف جبریل کو پہچان کر اُس پر اعتراض نہ کرتا، یقیناً عائشہ کے پاس اُس کی کچھ الگ تصویریں بھی تھیں، اور وہ تصویریں وہ کہاں سے لے سکتی تھی...؟ یقیناً فیس بک سے جہاں وہ اُس زمانے میں اپنی تصویریں باقاعدگی سے upload کیا کرتا تھا اور اُس سے بھی بڑھ کر حمین... وہ اُس کے بارے میں بہت سوچنا نہیں چاہتا تھا، لیکن سوچتا چلا گیا تھا۔احسن سعد سے ملاقات کے بعد عائشہ عابدین کے لئے اُس کی ہمدردی میں دس گنا اضافہ ہوگیا تھا۔

وہ اگلے دن ٹھیک وقت پر اُس کے اپارٹمنٹ کے باہر کھڑا تھا اور پہلی بیل پر ہی عائشہ عابدین نے دروازہ کھول دیا تھا۔وہ شاید پہلے ہی اُس کی منتظر تھی۔سیاہ ڈھیلے پاجامے اور ایک بلو ٹی شرٹ کے ساتھ flip flops پہنے، اپنے بالوں کو ایک ڈھیلے جوڑے کی شکل میں سمیٹے وہ جبریل کو پہلے سے بہتر لگی تھی، اُس کی آنکھوں کے حلقے بھی کم تھے۔وہ بے حد خوبصورت تھی اور سولہ سال کی عمر میں بھی اُس سے نظریں ہٹانا مشکل ہوتا تھا۔اُس کا چہرہ اب بھی کسی کی نظروں کو روک سکتا تھا۔ جبریل کو احساس ہوا۔

"وعلیکم اسلام۔" وہ اُس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے دروازے کے سامنے سے ہٹ گئی۔اُس نے جبریل کے ہاتھوں میں اُس چھوٹے سے گلدستے کو دیکھا جس میں چند سفید اور گلابی پھول تھے اور

اُس کی ساتھ ایک کوکیز کا پیک... اُس کا خیال تھا وہ دونوں چیزیں اُسے تھمائے گا۔لیکن وہ دونوں چیزیں اُٹھائے اندر چلا گیا تھا۔

کچن کاؤنٹر پر اُس نے پہلے پھول رکھے، پھر کوکیز کا وہ پیک اور پھر وہاں پڑے کافی کے اُس مگ کو دیکھا جس میں سے بھاپ اُڑ رہی تھی۔وہ یقیناً اُس کے آنے سے پہلے وہ پی رہی تھی۔ایک پلیٹ میں آدھا آملیٹ تھا اور چند چکن ساسیجز...وہ ناشتہ کرتے کرتے اُٹھ کر گئی تھی۔

"میں بہت جلدی آگیا ہوں شاید؟" جبریل نے پلٹ کر عائشہ کو دیکھا جو اب اندر آگئی تھی۔

"نہیں میں دیر سے جاتی ہوں... آج سنڈے تھا، اور رات کو ہاسپٹل میں ڈیوٹی تھی۔" اُس نے جواباً جبریل سے کہا۔

"آپ کا سنڈے خراب کردیا میں نے۔" جبریل نے مسکراتے ہوئے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

وہ اب لاؤنج میں پڑے صوفہ پر جاکر بیٹھ گیا تھا۔عائشہ کا دل چاہا اُس سے کہے... اُس کی زندگی میں ہر دن پہلے ہی بہت خراب تھا، وہ کچھ نہیں بولی تھی اور کچن کاؤنٹر کی طرف چلی گئی۔

"یہ آپ میرے لئے لائے ہیں؟" جبریل نے اُسے پھول اُٹھاتے ہوئے دیکھا۔

"جی" اُس نے جواباً کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں تھی۔" اُس نے جبریل کو دیکھا ، پھر اُنہیں ایک vase میں ڈالنے لگی۔

"یہ بھی جانتا ہوں۔" جبریل نے کہا۔اُن پھولوں کو اُس vase میں ڈالتے ہوئے عائشہ کو خیال آیا کہ وہ شاید دو، ڈھائی سال کے بعد اپنے لئے کسی کے لائے ہوئے پھولوں کو چھورہی تھی۔ آخری بار اُس کے گھر آنے والے پھول اسفند کے لئے اُس کے کچھ عزیز و اقارب کے لائے ہوئے پھول تھے۔اُس نے ان تکلیف دہ یادوں کو جیسے سر سے جھٹکنے کی کوشش کی۔

"آپ بریک فاسٹ کرلیں، ہم پھر بات کرتے ہیں۔" جبریل کی آواز نے اُسے چونکایا۔وہ سینٹر ٹیبل پر پڑی اون سلائیاں اُٹھا کر دیکھ رہا تھا...بے حد amused انداز میں...

"یہ آپ کا شوق ہے؟" اُس نے سکارف کے اُس حصّے کو چھوتے ہوئے کہا، جو ادھ بُنا تھا۔

"وقت گزارنے کی ایک کوشش ہے۔" آملیٹ کی پلیٹ سے آملیٹ کا ایک ٹکڑا کانٹے کی مدد سے اُٹھاتے ہوئے عائشہ نے جواب دیا۔

"اچھی کوشش ہے۔" جبریل نے مسکراتے ہوئے اون سلائیوں کو دوبارہ اُس باکس میں رکھا جس میں وہ پڑے تھے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"آپ یہ کافی لے سکتے ہیں... میں نے ابھی بنائی تھی...پی نہیں... میں اپنے لئے اور بنالیتی ہوں۔" اُس نے کافی کا مگ لاکر اُس کے سامنے ٹیبل پر پڑے ایک mat پر رکھ دیا تھا، وہ خود دوبارہ ناشتہ کرنے کچن کاؤنٹر کے پاس پڑے سٹول پر جاکر بیٹھ گئی تھی۔

"میرا خیال تھا آپ مجھے ناشتے کی بھی آفر کریں گی۔" جبریل نے مسکراتے ہوئے اُس سے کہا۔

"میں نے اس لئے آفر نہیں کی کیونکہ آپ قبول نہیں کرتے۔" اُس نے ساسجز کے ٹکڑے کرتے ہوئے جواباً کہا۔

"ضروری نہیں" جبریل نے اصرار کیا۔

"آپ ناشتہ کریں گے؟" ٹھک سے اُس سے پوچھا گیا۔

"نہیں..." جبریل نے کہا اور پھر بے ساختہ ہنسا "میں ناشتہ کر کے آیا ہوں، اگر پتہ ہوتا کہ آپ کرواسکتی ہیں تو نہ کر کے آتا۔ Assumptionsبڑی نقصان دہ ہوتی ہیں۔" اُس نے کہا، عائشہ خاموشی سے اُس کی بات سنتے ہوئے ناشتہ کرتی رہی۔

"میں آپ کی کال کا انتظار کرتا رہا تھا... اس توقع کے باوجود کہ آپ کال نہیں کریں گی۔" جبریل نے اُس سے کہا۔وہ کافی کے سپ لے رہا تھا۔عائشہ نے چکن ساسجز کا آخری ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے اُسے دیکھا۔اُسے ایک کاغذ پر لکھا ہوا Sorry کا وہ لفظ یاد آگیا تھا جو وہ اُسے ایک لفافے میں دے کر گیا تھا اور جسے دیکھ کر وہ بے حد الجھی تھی۔وہ اُس سے کس بات کے لئے معذرت خواہ تھی، کس چیز کے لئے شرمندگی کا اظہار کررہا تھا۔لاکھ کوشش کے باوجود وہ کوئی وضاحت ، کوئی توجیہہ ڈھونڈنے میں کامیاب نہیں ہوئی تھی اور اتنا اُلجھنے کے باوجود اُس نے جبریل کو فون کر کے اُس ایک لفظ کی وضاحت نہیں مانگی تھی۔وہ اُس شخص سے راہ و رسم بڑھانا نہیں چاہتی تھی، بار بار اُس سے بات کرنا ، اُس سے ملنا نہیں چاہتی تھی... ہر بار اُس کی آواز، اُس سے ملاقات عائشہ عابدین کو پتہ نہیں کیا کیا یاد دلانے لگتا تھا... کیا کیا پچھتاوا اوراحساسِ زیاں تھا جو اُسے ہونے لگتا تھا

اور عائشہ اپنے ماضی کے اُس حصّے میں نہیں جانا چاہتی تھی جہاں جبریل سکندر کھڑا تھا...وہ closure کرچکی تھی۔

جبریل نے اُسے کچن کاؤنٹر کے پار سٹول پر بیٹھے اپنی خالی پلیٹ پر نظریں جمائے کسی گہری سوچ میں دیکھا، اُس نے جبریل کی بات کے جواب میں کچھ نہیں کہا تھا۔یوں جیسے اُس نے کچھ سُنا ہی نہ ہو۔جبریل کو سمجھ نہیں آیا وہ اُس سے جو کہنے آیا تھا، وہ کیسے کہے گا۔اُس وقت اُس نے بے اختیار یہ خواہش کی تھی کہ کاش اُس نے اُس سرجری کے دوران ڈاکٹر ویزل کی وہ غلطی دیکھی ہی نہ ہوتی۔

"آپ کا وزیٹنگ کارڈ مجھ سے کھو گیا تھا... مجھے یاد نہیں وہ میں نے کہاں رکھ دیا تھا۔" وہ بالآخر بولی تھی اور اُس نے بے حد عجیب ایکسکیوز دی تھی اُسے... یعنی وہ اُسے یہ بتانا چاہ رہی تھی کہ اُس نے جبریل کا نمبر save نہیں کیا ہوا تھا۔

کچھ کہنے کے بجائے جبریل نے اپنی جیب سے والٹ نکال کر ایک اور وزیٹنگ کارڈ نکالا اور اُسے اون سلائیوں کے اُس ڈبّے میں رکھتے ہوئے کہا،"یہاں سے گم نہ ہو شاید۔" عائشہ نے نظریں چرا لی تھیں۔وہ پلیٹیں اُٹھاتے ہوئے اُنہیں سِنک میں رکھ آئی۔

"آپ مجھ سے کچھ بات کرنا چاہتے تھے۔" اپنے لئے کافی بناتے ہوئے اُس نے بالآخر جبریل کو وہ ایشو یاد دلایا جس کے لئے وہ یہاں آیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"احسن سعد مجھ سے ملنے آیا تھا۔" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد جبریل نے اُس سے کہا۔اُس کا خیال تھا وہ بری طرح چونکے گی۔

"میں جانتی ہوں۔" وہ انتہائی غیر متوقع جواب تھا۔جبریل چند لمحے بول نہیں سکا۔وہ اُس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔وہ کافی کو اس انہماک سے بنارہی تھی جیسے اُس کی زندگی کا مقصد کافی کا وہ کپ بنانا ہی تھا۔

"اُس نے مجھے کال کی تھی۔" جبریل کی خاموشی کو جیسے اُس نے decode کرتے ہوئے مزید کہا۔ جبریل کی سمجھ میں نہیں آیا وہ اب کیا کہے... اگر احسن سعد نے اُسے کال کی تھی جبریل سے ملاقات کے بعد تو یہ ممکن نہیں تھا کہ اُس نے عائشہ کو اسفند کی سرجری کے حوالے سے اُس کے اعتراف کے حوالے سے کچھ نہ کہا ہو... اور اگر اُس نے عائشہ سے ذکر کیا تھا تو عائشہ اس وقت اتنے پرسکون انداز میں اُس کے سامنے کیسے بیٹھی رہ سکتی تھی۔احسن سعد نے جبریل کے کام کو مشکل سے آسان کردیا تھا، مگر اب اس کے بعد اگلا سوال جبریل کو سوجھ نہیں رہا تھا۔

وہ اب اپنا کافی کا مگ لئے اُس کے سامنے صوفہ پر آکر بیٹھ گئی تھی۔

السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ آپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپناناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،ارٹیکل یا شاعری پوسٹ کرواناچاہتے ہیں تو

Posted On Kitab Nagri

ابھی ای میل کریں۔

samiyach02@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Fb/Page/Social Media Writers .Official

Fb/Pg/Kitab Nagri

samiyach02@gmail.com

"اب آپ کو یہ تو پتہ چل گیا ہوگا کہ میں کتنی گناہ گار اور قابلِ نفرت ہوں۔" عائشہ عابدین کے لہجے میں عجیب اطمینان تھا یوں جیسے وہ خود پر ملامت نہیں، اپنی تعریف کررہی ہو۔جبریل اُسے دیکھتا رہا۔عائشہ عابدین کی آنکھوں میں کچھ بھی نہیں تھا... وہ تکلیف اور درد بھی نہیں جو جبریل نے ہر بار اُس کی آنکھوں میں دیکھا تھا... وہ شرمندگی اور ندامت بھی نہیں جو ہر بار اُس کی آنکھوں میں جھلکتی تھی... اُس کی آنکھوں میں اب کچھ بھی نہیں تھا۔اور اُس کے جملے نے جبریل کے سارے لفظوں کو گونگا کردیا تھا۔"احسن نے آپ کو یہ بتایا کہ سرجری میں..." جبریل کو پتہ نہیں کیوں شبہ ہوا کہ شاید احسن نے اُسے کچھ نہیں بتایا ورنہ عائشہ عابدین کی زبان پر کچھ اور سوال ہونا چاہیے تھا۔

"ہاں"،اُس یک لفظی جواب نے جبریل کو ایک بار پھر کچھ بولنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا، وہ اب اُسے نہیں دیکھ رہی تھی اُس کافی کے مگ سے اُٹھتی بھاپ کو دیکھ رہی تھی جو اُس کے دونوں ہاتھوں میں تھا۔یوں جیسے وہ ہاتھوں میں کوئی کرسٹل بال لئے بیٹھی ہو، جس میں اپنا مستقبل دیکھنے

کی کوشش کررہی ہو۔ماضی وہ تھا جسے وہ بھولنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرنا چاہتی تھی اور حال میں اُسے دلچسپی نہیں تھی... وہ زندگی کے اُس حصے سے بس آنکھیں بند کر کے گزرنا چاہتی تھی، احسن سعد کی چلّاتی ہوئی آواز اُس کے کانوں میں گونج رہی تھی...

"گالی... گالی... اور گالیاں..." وہ فون کان سے لگائے کسی میکانکی انداز میں وہ گالیاں سُن رہی تھی جو کئی سال اُس کی زندگی کے شب و روز کا حصّہ رہی تھیں... اور وہ اُنہیں سنتے ہوئے اب immuneہوچکی تھی، اُن برے لفظوں کا زہر اب اُس کا کچھ بھی نہیں بگاڑتا تھا، نہ اُسے شرم محسوس ہوتی تھی، نہ تذلیل، نہ ہتک، نہ غصہ، نہ پریشانی... طلاق کا کیس چلنے کے دوران، طلاق ہونے کے بعد اور اسفند کی کسٹڈی کے کیس کے دوران بھی احسن کا جب دل چاہتا تھا، وہ اُسے اسی طرح فون کرتا تھا اور یہی سارے لفظ دہراتا تھا، جو اُس نے اب بھی دہرائے تھے۔وہ کوشش کے باوجود اُس کی کال نہ لینے کی ہمت نہیں کرپاتی تھی... نفسیاتی طرف پر وہ اس قدر خائف تھی کہ اُسے یوں لگتا تھا وہ اُس کی کال نہیں سُنے گی تو وہ اُس کے گھر آجائے گا... وہ اُسے یہی کہتا تھا اور وہ یہ بھول گئی تھی کہ وہ امریکہ میں تھی... اُس کی ایک کال پر پولیس احسن سعد کو کبھی اُس کے گھر کے پاس پھٹکنے بھی نہ دیتی... لیکن عائشہ اتنی بہادر ہوتی تو اُس کی زندگی ایسی نہ ہوتی۔ Abuseکی ایک قسم وہ تھی جو اُس نے اپنی شادی قائم رکھنے کے لئے، ایک اچھی بیوی اور اچھی مسلمان عورت بننے کی جد و جہد کرتے ہوئے سہی تھی۔ Abuseکی دوسری قسم وہ تھی جو اُس نے اسفند کی زندگی میں باپ نام کی اُس محرومی کو نہ آنے کے لئے سہی تھی، جو خود اُس کی زندگی میں تھی۔

اسفند کے ایک کندھے میں پیدائشی نقص تھا، وہ اپنا بازو ٹھیک سے اُٹھا نہیں پاتا تھا اور وہ slow learner تھا... اور اُس کے یہ دونوں "نقائص" احسن سعد اور اُس کی فیملی کے لئے ناقابلِ یقین اور ناقابلِ معافی تھی۔اُن کی سات نسلوں میں کبھی کوئی بچّہ کسی ذہنی یا جسمانی نقص کا شکار کبھی نہیں ہوا تھا... تو اُن کے گھر میں اسفند کی پیدائش کیسے ہوگئی تھی... یہ بھی عائشہ کا قصور تھا...اُس کے جینز کا... اُس کے اعمال کا... وہ اُس کا عذاب اور سزا تھی...احسن سعد اور اُس کی فیملی کے لئے آزمائش کیوں بنا تھا۔اور عائشہ کے کھوکھلے لفظ اب بالکل گونگے ہوگئے تھے۔اُسے بھی یقین تھا اُس کی اولاد کی یہ تکلیف اُس کے کسی گناہ کا نتیجہ تھی پر کیا گناہ... یہ سوال وہ تھا جس کا جواب اُسے نہیں ملتا تھا، اور اُس معذور اولاد کے ساتھ اُس نے احسن سعد کی اطاعت کی ہر حد پار کرلی تھی، صرف اس لئے کیونکہ اُسے لگتا تھا اُس کے بیٹے کو باپ کی ضرورت تھی۔وہ اکیلی اُسے کیسے پالتی... وہ اسفند کی پیدائش کے بعد امریکہ آگئی تھی... اور یہاں احسن نے اُسے ریذیڈنسی کرنے کے لئے کہا تھا کیونکہ وہ financially اتنی ذمہ داریاں پوری نہیں کرسکتا تھا۔عائشہ نے سوچے سمجھے بغیر اپنی تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع کردیا تھا۔وہ یہ نہیں سمجھ سکی تھی کہ احسن کو یک دم ایسے کون سے finances نظر آنے لگے تھے جس کے لئے اُس کا کام کرنا بھی ضروری تھا۔اور وہاں آنے کے ایک سال بعد اُسے پتہ چلا تھا کہ اُس کے امریکہ آنے کے چند مہینے بعد ہی احسن نے پاکستان میں دوسری شادی کرلی تھی، وہ اب بہت frequently پاکستان آجارہا تھا اور عائشہ کو کبھی شک نہیں ہوا تھا کہ اُس کی زندگی میں کوئی دوسری عورت آچکی تھی۔وہ انکشاف کسی نے اُس کی فیملی کے سامنے کیا تھا جو احسن سعد کی دوسری بیوی اور اُس کے خاندان کو جانتا تھا۔عائشہ عابدین کو سمجھ ہی

نہیں آئی تھی کہ وہ اس خبر پر کس ردِّ عمل کا اظہار کرتی، یہ سب فلموں اور ڈراموں میں ہوتا تھا مگر اُس کے ساتھ ہوا تھا تو اُسے فلمیں اور ڈرامے بھی ہیچ لگنے لگے تھے۔

احسن سعد نے بے حد ڈھٹائی سے دوسری شادی کا اعتراف کیا تھا اور اُسے بتایا تھا کہ وہ مسلمان ہے اور چار شادیاں بھی کر سکتا تھا اور یہاں تو اُس کے پاس ایک بے حد مضبوط وجہ تھی، کہ اُس کی بیوی اُسے صحت مند اولاد نہیں دے سکتی تھی جو اُس کی دوسری بیوی اُسے دے گی۔زندگی میں وہ پہلا لمحہ تھا جب عائشہ عابدین تھک گئی تھی اور اُس نے احسن سعد اور اُس کی فیملی کے بجائے اپنی فیملی کی بات مانتے ہوئے اُس سے علیحدگی کا فیصلہ کیا تھا، اور اُس فیصلے نے احسن سعد کے ہوش اُڑا دیے تھے۔اُسے عائشہ عابدین سے ایسے ردِّ عمل کی توقع نہیں تھی۔اسفند کے نام کچھ جائیداد تھی جو عائشہ کے نانا نے عائشہ کے نام کرنے کے بجائے جائیداد کی تقسیم کے دوران اُس کے بیٹے کے نام gift کی تھی اور عائشہ کے احسن سعد کے لئے valuable ہونے کی یہ بڑی وجہ تھی۔اُسے عائشہ کے کردار پر شک تھا اُس کی بے عملی اور بے ہدایتی پر شکایت تھی، لیکن اس سب کے باوجود وہ عائشہ کو آزاد کرنے تیار نہیں تھا۔مگر اُس کا کوئی حربہ کارگر نہیں ہوا تھا... عائشہ کی طلاق کی proceedings کے دوران پاکستان میں احسن سعد کی دوسری بیوی نے بھی شادی کے آٹھ ماہ بعد خلع کا کیس فائل کر دیا تھا۔احسن سعد اور اس کی فیملی نے اس کے بعد کچھ مشترکہ فیملی فرینڈز کے ذریعے مصالحت کی بے انتہا کوشش کی تھیں مگر... عائشہ کی فیملی نے ایسی کسی کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دیا تھا، اور عائشہ اس سارے عرصہ میں ایک کیچوے کی مانند رہی تھی، جو ہورہا تھا وہی ہونا چاہیے تھا۔مگر جو بھی ہورہا تھا، وہ خود نہیں کرنا چاہتی تھی... وہ تب بھی

یہ فیصلہ نہیں کرپارہی تھی کہ وہ صحیح کررہی تھی یا غلط... اللہ کے نزدیک اُس کا یہ عمل گناہ تھا یا نہیں... اور اگر وہ گناہ تھا تو وہ چاہتی تھی یہ گناہ کوئی اور اپنے سر لے لے لیکن اُسے احسن سعد سے نجات دلادے۔

جس دن اُس کی طلاق فائنل ہوئی تھی، اُس دن اُس نے حجاب اُتار دیا تھا کیونکہ اُسے یقین تھا اب وہ کتنی بھی نیکیاں کرلے، وہ اللہ کی نظروں میں گناہ گار ہی تھی... احسن سعد نے ایک لڑکی کی زندگی تباہ نہیں کی تھی، اُس نے اُسے اُس دین سے بھی برگشتہ کردیا تھا جس کی پیروکار ہونے پر عائشہ عابدین کو فخر تھا۔

"تمہارے یار کو بتا آیا ہوں تمہارے سارے کرتوت۔" احسن سعد نے فون پر دھاڑتے ہوئے اُس سے کہا تھا۔" تم کیا پلان کررہی ہو کہ میرے بیٹے کو مار کر تم اپنا گھر بساؤ گی، رنگ رلیاں مناؤ گی... میں تو صرف تمہیں جیل نہیں بھیجوں گا، تمہارے اس یار کو بھی بھیجوں گا جس نے میرے بیٹے کا آپریشن کر کے جان بوجھ کر اُسے مارا اور اُس نے اپنی زبان سے مجھے بتایا ہے۔" وہ بکتا، جھکتا بولتا ہی چلا گیا اور وہ سنتی رہی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"عائشہ..." جبریل کی آواز نے ایک بار پھر اُسے چونکایا۔اُس کے ہاتھوں میں موجود کافی کے مگ سے اب بھاپ اُٹھنا بند ہوچکی تھی۔کافی ٹھنڈی ہوچکی تھی۔عائشہ نے سر اُٹھا کر جبریل کو دیکھا۔وہ اب اُسے بتارہا تھا کہ اس آپریشن کے دوران کیا ہوا تھا... اور اُسے یقین نہیں تھا، صرف اس کا اندازہ تھا کہ ڈاکٹر ویزل سے اُس آپریشن میں کچھ غلطیاں ہوئی تھیں... اور قصوروار نہ ہونے کے

باوجود وہ اپنے آپ کو مجرم محسوس کررہا تھا۔یہ اُس کی بے وقوفی ہی تھی کہ وہ یہ انکشاف احسن سعد کے سامنے کربیٹھا تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں... آپ کو کچھ نہیں ہو گا... احسن سعد آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔" اُس کی بات کے اختتام پر عائشہ کی زبان سے نکلنے والے جملے نے جبریل کو حیران کردیا تھا۔وہ اُسی طرح پرسکون تھی، وہ اگر ایک شدید جذباتی ردِّ عمل کی توقع کررہا تھا تو ایسا نہیں ہوا تھا۔کسی غصّے کا اظہار، کوئی ملامتی لفظ... کچھ بھی نہیں... وہ جواباً اُسے تسلّی دے رہی تھی کہ اُسے کچھ نہیں ہو گا۔

"میں نے احسن کو بتادیا ہے کہ میں اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کو مانتے ہوئے کورٹ میں اسفند کے قتل کا اعتراف کرلوں گی۔" اُس کے اگلے جملے نے جبریل کا دماغ جیسے بھک سے اُڑادیا تھا۔


Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

******

"تم سے کوئی ملنے آیا ہے!" جیل کے ایک سنتری نے ایک راہداری جتنی لمبی بیرک کی ایک دیوار کے ساتھ چادر زمین پر ڈال کر سوئے اُس بوڑھے آدمی کو بڑی رعونت کے عالم میں اپنے جوتے کی ٹھوکر سے جگایا تھا۔وہ ہڑبڑایا نہیں، ویسے ہی پڑا رہا اور لیٹے لیٹے اُس نے آنکھیں کھول کر سر پر کھڑے اُس سنتری کو دیکھا۔اُسے یقین تھا اُسے کوئی غلط فہمی ہوئی تھی۔اُس سے ملنے کون آسکتا تھا۔پچھلے بارہ سالوں سے تو کوئی نہیں آیا تھا، پھر اب کون آئے گا۔

"ارے اُٹھ... مرا پڑا ہے... سُنا نہیں ایک بار کہ کوئی ملنے آیا ہے۔" سنتری نے اس بار کچھ زیادہ طاقت سے اُسے ٹھوکر ماری تھی، وہ اُٹھ کے بیٹھ گیا،"کون آیا ہے؟" اُس نے سنتری سے پوچھا۔
"وہی میڈیا والے کُتّے۔" سنتری نے گالی دی ، "سزائے موت کے قیدیوں سے انٹرویو کرنا ہے اُنہیں۔" اُس نے ایک بار پھر لیٹنے کی کوشش کی لیکن سنتری کے ہاتھ میں پکڑے ڈنڈے کی حرکت نے اُسے مجبور کردیا کہ وہ اُس کے ساتھ چل پڑے۔وہ ان میڈیا والوں سے بے زار تھا اور NGOوالوں سے بھی جو وقتاً فوقتاً وہاں سروے کرنے آتے تھے... اُن کے حالاتِ زندگی جاننے، اُن کے جرم کی وجوہات کریدنے، جیل کے حالات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے... وہ جیسے سرکس کے جانور تھے جنہیں اُن کے سامنے پیش ہوکر بتانا پڑتا کہ انہوں نے جو کیا، کیوں کیا کیا اب اُنہیں پچھتاوا تھا اور کیا اُنہیں اپنے گھر والے یاد آتے تھے...

بے زاری کے ساتھ لڑکھڑاتے قدموں سے وہ اُس سنتری کے پیچھے چلتا گیا جو اُسے بیرک سے نکال کر ملاقاتیوں والی جگہ کے بجائے جیلر کے کمرے میں لے آیا تھا۔اور وہاں غلام فرید نے پہلی بار اُن چار افراد کو دیکھا جن میں سے دو گورے تھے اور دو مقامی خواتین... وہ چاروں انگلش میں بات کررہے تھے اور غلام فرید کے اندر داخل ہوتے ہی اُن کے اور جیلر کے درمیان کچھ بات چیت ہوئی اور پھر جیلر اُس سنتری کے ہمراہ وہاں سے چلا گیا۔

"غلام فرید؟" ایک عورت نے جیسے تصدیقی انداز میں اُس سے پوچھا تھا۔غلام فرید نے سر ہلایا۔
"بیٹھو" اُسی عورت نے اشارے سے سامنے پڑی ایک کُرسی پر اُسے بیٹھنے کے لئے کہا۔غلام فرید کچھ نروس ہوا تھا، لیکن پھر وہ جھجھکتا سکڑتا سمٹتا اُن کے سامنے پڑی کُرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ایک

گورے نے اُس کے بیٹھتے ہی ہاتھ میں پکڑے ایک فون سے اُس کی کچھ تصویریں لی تھیں... جس عورت نے اُس سے گفتگو کا آغاز کیا تھا وہ اب پنجابی میں اُس سے پوچھ رہی تھی کہ وہ کس جرم میں کب وہاں آیا تھا۔غلام فرید نے رٹے رٹائے طوطے کی طرح اُس کے ان دس بار ہ سوالات کا جواب دیا تھا، اور پھر انتظار میں بیٹھ گیا تھا کہ وہ اب ان بنیادی سوالات کے بعد ایک بار پھر سے اُس کے مجرم کو کُریدنا شروع کریں گے پھر جیل میں اُس کی زندگی کے بارے میں پوچھیں گے اور پھر...

مگر اُس کی توقع غلط ثابت ہوئی تھی۔انہوں نے اُس کی زبانی اُس کا نام، ولدیت ، رہائش، جرم کی نوعیت اور جیل میں آنے کے سال کے بعد اُس سے پوچھا تھا۔

"جیل سے باہر آنا چاہتے ہو غلام فرید؟" وہ گورا تھا مگر اُس سے شستہ اُردو میں بات کررہا تھا غلام فرید کو لگا اُسے سننے میں کچھ دھوکہ ہوا تھا۔

"جیل سے باہر آنا چاہتے ہو؟" اُس آدمی نے جیسے اُس کے چہرے کے تاثرات پڑھ لئے تھے۔ جیل سے باہر...؟ غلام فرید نے سوچا... ایک لمحہ کے لئے... کیا وہ جیل سے باہر آنا چاہتا تھا... پھر اُس نے نفی میں سر ہلایا۔جو اُس آدمی کے لئے جیسے غیر متوقع تھا۔

"کیوں؟" اُس نے بے ساختہ پوچھا تھا۔

"باہر آکر کیا کروں گا؟" غلام فرید نے جواباً کہا تھا۔"نہ کوئی گھر ہے نہ خاندان اور اس عمر میں محنت مزدوری نہیں ہوتی... جیل ٹھیک ہے... یہاں سب ملتا ہے۔" غلام فرید نے کہا تھا، اُس نے سوچا تھا اب سروے کے سوال بدل گئے تھے۔

"اگر تمہیں ڈھیر سا پیسہ، ایک شاندار سا گھر اور ایک بیوی بھی مل جائے تو بھی باہر آنا نہیں چاہتے؟ زندگی نئے سرے سے شروع کرنا نہیں چاہتے؟" اس بار دوسری عورت نے اُس سے کہا تھا۔

بہت سارا پیسہ...؟ غلام فرید نے سوچا... بہت سارے پیسے کی خواہش نے ہی تو مسئلہ پیدا کیا تھا اُس کے لئے... اُسے پتہ نہیں کیا کیا یاد آیا تھا... اتنے سال گزر جانے کے بعد بھی جب وہ سوچتا تھا تو اُسے سب یاد آجاتا تھا... اپنی کڑوی زبان والی بیوی جس کے وہ عشق میں گرفتار تھا اور جو کبھی شہد جیسی میٹھی تھی... اور وہ بچے... ایک دو سال کے وقفے سے باری باری پیدا ہونے والے نو بچّے جن میں سے چند بڑوں کے علاوہ اُسے اب کسی کا نام اور شکل یاد نہیں تھی... وہ مولوی جو اُس کا دشمن تھا... اور وہ سود جو ختم ہی نہیں ہوتا تھا، اُسے آج بھی وہ رقم یاد تھی جو اُس نے سود پر لی تھی اور وہ رقم بھی جو بڑھتے بڑھتے اتنی بڑھ گئی تھی کہ ایک دن وہ اپنا ذہنی توازن ہی کھو بیٹھا تھا۔

"سالار سکندر یاد ہے تمہیں؟" اُس کو خاموش دیکھ کر اُس گورے نے غلام فرید سے پوچھا تھا۔غلام فرید کی آنکھوں میں ایک عجیب سی وحشت آئی تھی۔جھریوں سے بھرے چہرے، بڑھے بالوں اور بے ترتیب داڑھی کے ساتھ پھٹے پرانے ملگجے کپڑوں میں وہاں ننگے پاؤں بیٹھے بھی اُسے سالار سکندر

یاد تھا... اور اُس کا باپ... اور وہ نفرت بھی جو اُس کے دل میں اُن کے لئے تھی اور بہت سے اُن دوسرے لوگوں کے لئے بھی جنہوں نے اُس کا استعمال کیا تھا۔

غلام فرید نے زمین پر تھوکا تھا۔کمرے میں بیٹھے چاروں افراد کے چہروں پر مسکراہٹ اُبھری۔

******

"میرے بچپن میں میری زندگی میں جتنا بڑا رول آپ لوگوں کی فیملی کا تھا، پچھلے پانچ سالوں میں اتنا ہی بڑا رول اس شخص کا ہے۔" عبداللہ نے عنایہ کو بتایا تھا۔چند ہفتوں بعد ہونے والی اپنی منگنی سے پہلے یہ اُن کی دوسری ملاقات تھی۔عنایہ ایک سیمنار میں شرکت کے لئے کیلی فورنیا آئی تھی اور عبداللہ نے اُسے ڈنر پر بلایا تھا، وہ اُسے ڈاکٹر احسن سعد سے ملوانا چاہتا تھا جو اُسی کے ہاسپٹل میں کام کرتے تھے اور وہ ہمیشہ سے اُن سے بہت متاثر تھا۔عنایہ نے کئی بار اُس سے پچھلے سالوں میں اس شخص کے حوالے سے سُنا تھا جس سے وہ اب تھوڑی دیر میں ملنے والی تھی۔

"مسلمان ہونا آسان تھا میرے لئے... لیکن مسلمان رہنااور بننا بڑا مشکل تھا... ڈاکٹر احسن نے یہ کام بڑا آسان کردیا میرے لئے۔جبریل کے بعد یہ دوسرا شخص ہے جسے میں رول ماڈل سمجھتا ہوں کہ وہ دین اور دُنیا دونوں کو ساتھ لے کر چل رہے ہیں۔" عبداللہ بڑے پرجوش انداز میں عنایہ کو

بتارہا تھا اور وہ مسکراتے ہوئے سُن رہی تھی۔عبداللہ جذباتی نہیں تھا بے حد سوچ سمجھ کر بولنے والوں میں سے تھا اور کسی کی بے جا تعریف کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔

"کچھ زیادہ ہی متاثر ہوگئے ہو تم اُن سے۔" عنایہ کہے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔وہ ہنس پڑا،" تم jealousتو نہیں ہورہی؟" اُس نے عنایہ کو tease کیا،" ہوئی تو نہیں لیکن ہوجاؤں گی۔" اُس نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا " مجھے یقین ہے تم اُن سے ملوگی تو تم بھی میری ہی طرح متاثر ہوجاؤگی اُن سے۔" عبداللہ نے کہا " میں اپنے نکاح میں ایک گواہ اُنہیں بناؤں گا " عنایہ اس بار قہقہہ مار کر ہنسی تھی۔" عبداللہ تم اس قدر inspired ہو اُن سے؟ مجھے تھوڑا بہت تو اندازہ تھا لیکن اس حد تک نہیں... مجھے اب اور اشتیاق ہورہا ہے اُن سے ملنے کا۔" عنایہ نے اُس سے کہا ،" وہ یقیناً بڑے اچھے شوہر بھی ہوں گے اگر تم نکاح میں بھی اُنہیں گواہ بنانا چاہتے ہو تو۔" عنایہ کو مزید تجسس ہوا تھا۔

"بس اس ایک معاملے میں خوش قسمت نہیں رہے وہ۔" عبداللہ یک دم سنجیدہ ہوگیا " اچھی بیوی ایک نعمت ہوتی ہے اور بُری ایک آزمائش... اور اُنہیں دو بار اس آزمائش سے گزرنا پڑا۔اُن کی نرمی اور اچھائی کا ناجائز فائدہ اُٹھایا اُن کی بیویوں نے۔" عبداللہ کہہ رہا تھا "Ohhh that's sad"عنایہ نے کریدے بغیر افسوس کا اظہار کیا۔

"تمہیں پتہ ہے تم سے شادی کے لئے بھی میں نے اُن سے بہت دُعا کروائی تھی اور دیکھ لو اُن کی دعا میں کتنا اثر ہے ورنہ تمہارے پیرنٹس آسانے سے ماننے والے تو نہیں تھے۔" عبداللہ اب

بڑے فخریہ انداز میں کہہ رہا تھا "میرے پیرنٹس کسی کی دعاؤں کے بجائے تمہارے کردار اور اخلاص سے متاثر ہوئے ہیں عبداللہ۔" عنایہ نے اُسے جتایا۔

اسے اپنی بے یقینی کا وہ عالم ابھی بھی یاد تھا جب چند مہینے پہلے عبداللہ سے پاکستان میں ملنے کے بعد امامہ نے اُسے فون کیا تھا اور اُسے بتایا تھا کہ انہوں نے اُس کا رشتہ امریکہ میں مقیم ایک ہارٹ سرجن کے ساتھ طے کردیا تھا، وہ کچھ دیر کے لئے بھونچکا رہ گئی تھی۔اس سے پہلے جو بھی پروپروزلز اُس کے لئے زیرِغورآتے تھے ، عنایہ سے مشورہ کیا جاتا تھااور پھر اُسے ملوایا جاتا تھا۔یہ پہلا پروپوزل تھا جس کے بارے میں اُسے اُس وقت اطلاع دی جارہی تھی جب رشتہ طے کردیا گیا تھا۔عجیب صدمے کی حالت میں اُس نے امامہ سے کہا تھا" مگر ممّی آپ کو مجھے پہلے ملوانا چاہیے تھا اُس سے... اُس کے بارے میں تو مجھ سے کچھ پوچھا تک نہیں آپ نے۔"

"تمہارے بابا نے بات طے کی ہے۔" امامہ نے جواباً کہا۔عنایہ خاموش ہوگئی۔عجیب دھچکا لگا تھا اُسے " تم نہیں کرنا چاہتی؟" امامہ نے اُس سے پوچھا تھا۔"نہیں میں نے ایسا نہیں کہا ، پہلے بھی آپ لوگ ہی کو کرنا تھا تو ٹھیک ہے۔" عنایہ نے کچھ بجھے دل کے ساتھ کہا تھا۔اُسے عبداللہ یاد آیا تھا اور بالکل اُسی لمحے امامہ نے اُس سے کہا " عبداللہ نام ہے اُس کا۔" نام سُن کر بھی لحظہ بھر کے لئے بھی اسے یہ خیال نہیں آیا تھا کہ وہ ایرک عبداللہ کی بات کررہی تھیں۔امامہ اس قدر کٹر مخالف تھیں ایرک عبداللہ سے شادی کی کہ عنایہ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ جس عبداللہ کا اتنے دوستانہ انداز میں ذکر کررہی تھیں، وہ وہی تھا۔

"Ok"عنایہ نے بمشکل کہا " تم سے ملنا بھی چاہتا ہے وہ... نیویارک آیا ہوا ہے، میں نے اُسے تمہارا ایڈریس دیا تھا۔" امامہ کہہ رہی تھی، عنایہ نے بے ساختہ کہا " ممّی پلیز اب اس طرح میرے سر پر مت تھوپیں اُسے کہ آج مجھے رشتہ طے ہونے کی خبر دے رہی ہیں اور آج ہی مجھے اُس سے ملنے کا بھی کہہ رہی ہیں۔ویسے بھی اب رشتہ طے ہو گیا ہے، ملنے نہ ملنے سے کیا فائدہ ہو گا۔" اُس نے جیسے اپنے اندر کا غصّہ نکالا تھا۔" اُس کی فیملی بھی شاید ساتھ ہو... اُس کی ممّی سے بات ہوئی ہے میری ... اگلے ٹرپ پر میں بھی ملوں گی اُس کی فیملی سے... منگنی کا فارمل فنکشن تو چند مہینوں بعد ہو گا۔" امامہ نے اس طرح بات جاری رکھی تھی جیسے اُس نے عنایہ کی خفگی کو نوٹس ہی نہیں کیا تھا۔

عنایہ صدمہ کی حالت میں اگلے ایک گھنٹے تک وہیں بیٹھی رہی تھی اور ایک گھنٹے کے بعد اُس کے دروازے پر بیل بجنے پر اُس نے جس شخص کو دیکھا تھا، اُسے لگا تھا سردیوں کے موسم میں ہر طرف بہار آگئی تھی۔گلاب کا ایک ادھ کھلا پھول ٹہنی سمیت اُسے پکڑاتے ہوئے دروازے پر ہی اُس نے عنایہ سے پھاوڑا مانگا تھا تا کہ اُس کے دروازے کے باہر پڑی برف ہٹا سکے۔وہ کئی سالوں بعد مل رہے تھے اور عنایہ کو وہی ایرک یاد آیا تھا جو اکثر اُن کے گھر میں لگے پھول ہی توڑ توڑ کر اُس کو اور امامہ کو لاکر دیا کرتا تھا اور جس کی favorite hobby سردیوں میں اپنے اور اُن کے گھر کے باہر سے برف ہٹانا تھی۔ "He is here" عبداللہ کی آواز اُسے خیالوں سے باہر لے آئی تھی۔وہ ریسٹورنٹ کے دروازے پر نمودار ہونے والے کسی شخص کو دیکھتے ہوئے کھڑا ہوا تھا۔عنایہ

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

نے گردن موڑ کر دیکھا۔وہ احسن سعد سے اُس کی پہلی ملاقات تھی۔اُسے اندازہ نہیں تھا اُس سے ہونے والا اگلا سامنا اُس کی زندگی میں کتنا بڑا بھونچال لانے والا تھا۔

******

"تمہارے لئے کوئی لڑکی دیکھیں؟"امامہ نے حمین سے اُس صبح ناشتے کی ٹیبل پر کہا تھا۔وہ اُن کے پاس چند دنوں کے لئے پاکستان آیا ہوا تھا۔یہ اُس کی روٹین میں شامل تھا بنا بتائے کچھ دنوں کے لئے امامہ اور سکندر عثمان سے ملنے آجانا۔اپنی زندگی اور بزنس کی بے پناہ مصروفیات میں بھی وہ کبھی یہ نہیں بھولتا تھا۔

"صرف ایک لڑکی؟" حمین نے بڑی سنجیدگی سے امامہ سے کہا جو اُس کی پلیٹ میں کچھ اور آملیٹ ڈال رہی تھی۔وہ پچھلے کچھ عرصہ سے ہربار اُس کے پاکستان آنے پر اسے شادی کے حوالے سے کچھ نہ کچھ کہتی رہتی تھی، وہ ہنس کر ایک کان سے سُن کر دوسرے کان سے نکال دیتا تھا۔

"میں سیریس ہوں...مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔" امامہ نے اُسے گھورا تھا۔"باقی تینوں میں سے ہر ایک آزاد پھر رہا ہے تو میں نے کیا گناہ کیا ہے۔" حمین نے اُس سے کہا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"جبریل کے پاس ابھی شادی کے لئے وقت نہیں... عنایہ کی تو ریذیڈنسی مکمل ہوتے ہی کر دوں گی... رئیسہ اور تمہارے لئے اب تلاش شروع کرتی ہوں۔" امامہ نے اپنے لئے کپ میں چائے ڈالتے ہوئے کہا۔

"You should do something more productive" حمین نے اُسے چھیڑا ۔"مثلاً؟" اُس نے جواباً بڑی سنجیدگی سے اُس سے پوچھا۔"ڈھونڈتا ہوں آپ کے لئے کوئی productive کام۔" حمین نے آملیٹ کا آخری ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"یہاں کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے... اور اس عمر میں نئے سرے سے کوئی activity ڈھونڈنا مشکل ہوتا ہے، اتنے سالوں سے ایک routine کی عادی ہوں اور پاپا کو اس طرح گھر چھوڑ کر میں کوئی activity ڈھونڈنا بھی نہیں چاہتی۔" امامہ نے اُس سے بڑی سنجیدگی سے کہا تھا، یوں جیسے اُسے خدشہ ہو وہ واقعی اُس کے لئے کوئی activity ڈھونڈنے نہ چل پڑے،وہ تھا بھی تو ایسا ہی۔

حمین نے امامہ کو بڑے پیار سے دیکھا۔وہاں اسلام آباد کے ایک گھر میں اپنی منتخب کردہ گوشہ نشینی کی زندگی گزارتے ہوئے بھی وہ اُن سب کی زندگی کا محور تھیں۔ حمین نے جو سال بچپن میں یہاں سالار اور جبریل کی عدم موجودگی میں امامہ کے ساتھ گزارے تھے، وہ اُن دونوں کو بہت قریب لے آئے تھے۔وہ اس سے پہلے اپنے ہر دکھ سکھ کی بات جبریل سے کرنے کی عادی تھی، اب حمین سے کرنے لگی تھی۔اُس نے امامہ کی بات سننے اور ماننے کی عادت اُن ہی سالوں میں سیکھی تھی۔

"ممّی آپ نے فیملی کے لئے سب سے زیادہ قربانیاں دی ہیں۔" حمین نے یک دم پتہ نہیں کس ذہنی رومیں اُس سے کہا تھا۔وہ اُس کی بات پر چائے کا سپ لیتے لیتے مسکرا دی تھی۔"ہمیشہ عورت ہی دیتی ہے حمین... میں نے کوئی الگ کام نہیں کیا۔" اُس نے بڑی لاپرواہی سے حمین سے کہا تھا۔

"اگر آپ کو کبھی اپنے جیسی کوئی عورت ملے تو مجھے اُس سے ضرور ملوائیں ہوسکتا ہے میں شادی کرلوں اُس سے بلکہ فوراً کرلوں گا۔" اُس نے کہا۔امامہ بڑے پراسرار انداز میں مسکرائی " یہ تو کام بڑا آسان کردیا ہے تم نے میرے لئے۔" وہ بھی مسکرایا۔

"تمہارے ساتھ چلنا اور زندگی گزارنی بھی بہت مشکل ہوگا حمین... تم بھی کام کے معاملے میں اپنے بابا جیسے ہو ...workaholic...جو کام سامنے پر سب کچھ بھول بیٹھے۔" امامہ نے اُس سے کہا تھا۔"بابا سے موازنہ نہ کریں میرا... اُن کی اور میری سپیڈ میں بہت فرق ہے۔" وہ خوش دلی سے ہنسا تھا۔

"رئیسہ اچھی لڑکی ہے۔" امامہ نے یک دم کہا تھا۔حمین کو سمجھ نہیں آئی اُنہیں بیٹھے بٹھائے رئیسہ کیوں یاد آگئی تھی۔امامہ نے بھی اُس سے آگے کچھ نہیں کہا تھا۔

"ہاں رئیسہ بہت اچھی لڑکی ہے۔" اُس نے بھی سوچے سمجھے بغیر ماں کی بات کی تائید کی تھی اور اُسے ہشّام اور رئیسہ کا مسئلہ یاد آگیا تھا جسے ڈسکس کرنے کے لئے وہ امامہ کے پاس آیا تھا۔مگر اگلے دن سکندر عثمان کی اچانک موت نے اُسے یہ کرنے نہیں دی

اُس بینکوئیٹ ہال کے اوپر والے فلور کے ایک کمرے کی ایک کھڑکی کے شیشوں سے ایک اور ٹیلی سکوپک رائفل بالکل اُسی طرح اُس ٹارگٹ کلر کو نشانہ بنائے اُلٹی گنتی گننے میں مصروف تھی۔وہ چوتھا فلور تھا اور وہ کمرہ اس فلور کے سٹور رومز میں سے ایک تھا جہاں پر صفائی سُتھرائی اور اسی طرح کا سامان trollies میں بھرا پڑا تھا۔جن لوگوں نے اُس بینکوئیٹ ہال میں اُس مہمان کے لئے اُس پیشہ ورانہ قاتل کا انتخاب کیا تھا اُن ہی لوگوں نے اُس قاتل کے لئے اس شخص کا انتخاب کیا تھا اور اُس جگہ کا بھی جہاں وہ 40 سالہ شخص رائفل کے ٹریگر پر انگلی رکھے آنکھیں اُس ٹارگٹ کلر پر لگائے بیٹھا تھا۔اُس نے اس کمرے کو اندر سے لاک کررکھا تھا۔وہ ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا اُس کمرے میں صبح کے وقت آیا تھا جب اُس floor کے کمروں کی house keeping ہورہی تھی اور پھر وہ اپنی ٹرالی کو اندر رکھ کر باہر جانے کے بجائے خود بھی اندر ہی رہ گیا تھا۔وقتاً فوقتاً کچھ اور بھی ٹرالیاں لانے والے اندر آتے اور جاتے رہے تھے اور اُس کے ساتھ ہیلو ہائے کا تبادلہ بھی کرتے رہے تھے، مگر کسی کو اُس پر شبہ نہیں ہوا تھا۔ایک مقررہ وقت پر اُس نے سٹورروم کو اندر سے لاک کرلیا تھا کیونکہ اُسے پتہ تھا اب اُس فلور کو بھی وقتی طور پر سیل کیا جانا تھا جب تک وہ کانفرنس وہاں جاری تھی۔

سٹور روم کی کھڑکی کے شیشے میں اُس کی ٹیلی سکوپک رائفل کے لئے سوراخ پہلے سے موجود تھا جسے tapeلگا کر وقتی طور پر بند کیا گیا تھا۔اُس نے tape ہٹانے سے پہلے ایک دوسری ٹیلی سکوپ سے سڑک کے پاس اُس عمارت کے اُس فلیٹ کی اُس کھڑکی کو دیکھا اور پھر اُس پیشہ ور قاتل کو جو گھات لگانے کی تیاری کررہا تھا۔پھر اُس نے اپنی گھڑی کو دیکھ کر وقت کا اندازہ لگایا۔ابھی بہت

وقت تھا... اور اُس کی کھڑکی سے اُس پیشہ ور قاتل کی کھڑکی کا view بے حد زبردست تھا۔وہ پہلا فائر مس بھی کرجاتا تو بھی وہ قاتل اُس کی رینج میں رہتا... بھاگتے ہوئے بھی... کھڑکی سے ہٹنے کی کوشش کے دوران بھی... انہوں نے جیسے اُس کے لئے حلوہ بنادیا تھا۔

اُسے یقین تھا اُس کھڑکی میں گھات لگانے کے بعد اُس پیشہ ور قاتل نے اُس ہوٹل کے اوپر نیچے کے ہر فلور کی کھڑکیوں کو اپنی ٹیلی سکوپک رائفل سے ایک بار جیسے کھوجا ہوگا... کہیں کوئی غیر معمولی حرکت یا شخص کو trace کرنے کی کوشش کی ہوگی، وہ ٹیلی سکوپک رائفل کھڑکی کے شیشے سے لگا کر بیٹھتا خود اُس کی نظر میں نہ آتا تب بھی اُس کی رائفل کی نال اُس کی نظر میں آجاتی۔ اس لئے آخری منٹوں تک وہ کھڑکی کے پاس نہیں گیا تھا۔اُسے اُس پیشہ ور قاتل پر ایک پہلا اور آخری کارگر shot فائر کرنے کے لئے گھنٹوں چاہیے بھی نہیں تھے۔وہ بے حد close range میں تھا۔

اور اب بالکل آخری منٹوں میں اُس نے بالآخر رائفل کو اُس سوراخ میں ٹکایا تھا۔

اُسے اُس پیشہ ور قاتل کو اُس وقت مارنا تھا جب وہ فائر کرچکا ہوتا... اُس مہمان کو صرف مارنا ضروری نہیں تھابلکہ اُس سازش کے سارے ثبوت مٹائے جانے بھی ضروری تھے۔

گھڑی کی سوئیاں جیسے بھاگتی جارہی تھیں... ٹک...... ٹک...... ٹک کرتے... دو انگلیاں دو ٹریگر پر اپنا دباؤ بڑھا رہی تھیں

☆☆☆

حمین سکندر سے ہشام متاثر زیادہ تھا یا مرعوب... اُسے کبھی اندازہ نہیں ہوا تھا... مگر وہ اُس سے jealousتھا ، اس کے بارے میں اُسے شبہ نہیں تھا۔

رئیسہ سے ملنے اور اُس کی فیملی کے بارے میں جاننے سے بھی پہلے وہ حمین سکندر کے بارے میں جانتا تھا... اپنے تقریباًہم عمر اُس نوجوان کے بارے میں وہ اتنا ہی تجسس رکھتا تھا جتنا بزنس اور فائنانس کی دُنیا میں دلچسپی رکھنے والا کوئی بھی شخص۔

ہشّام کا باپ امریکہ میں سفارت کاری کے دوران بھی بہت ساری کمپنیز چلارہا تھا اور اُن کمپنیز میں سے کچھ کا واسطہ حمین سکندر کی کمپنیز سے بھی پڑتا تھا۔وہ خود حمین سے رئیسہ سے متعارف ہونے سے پہلے کبھی نہیں ملا تھا لیکن اُس کا باپ مل چکا تھا اور اُس کا مداح تھا۔اپنی زندگی کی دوسری دہائی کے اوائل میں وہ جن بزنس ٹائیکونز سے ڈیل کررہا تھا، وہ عمر میں اس سے دوگنا نہیں چار گنا بڑے تھے اس کے باوجود حمین سکندر کی بزنس اور فائنانس کی سمجھ بوجھ کو کوئی سوال نہیں کرتا تھا۔وہ بولتا تھا تو لوگ سنتے تھے۔بیان جاری کرتا تھا تو اُس پر تبصرے آتے تھے۔پراڈکٹ پلان دیتا تھا تو یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ مارکیٹ میں نوٹس نہ ہو... اور business ventures کرتا تھا تو یہ ممکن نہیں تھا کہ ناکامی سے دوچار ہو... اور اس حمین سکندر سے متاثر ہونے والوں میں ایک ہشّام بھی تھا... متاثر بھی، مرعوب بھی لیکن اُس سے رقابت کا جذبہ اُس نے رئیسہ کی وجہ سے رکھنا

شروع کیا۔وہ لڑکی جس پر ہشّام جان چھڑکتا تھا۔وہ صرف ایک شخص پر اندھا اعتماد کرتی تھی صرف ایک شخص کا حوالہ بار بار دیتی تھی اور بدقسمتی سے وہ شخص وہ تھا جس سے ہشّام پہلے ہی مرعوب تھا...پھر رقابت کے علاوہ کوئی اور جذبہ ہشّام اپنے دل میں محسوس کر ہی نہیں سکتا تھا۔یہ جاننے کے باوجود کہ رئیسہ اُسے صرف ایک دوست اور بھائی سمجھتی تھی اور یہ جاننے کے باوجود کہ حمین کے بھی رئیسہ کے لئے احساسات ایسے ہی تھے۔

وہ رئیسہ سے متعارف ہونے کے بعد حمین سے چند بار سرسری طور پر مل چکا تھا۔مگر یہ پہلا موقع تھا جب وہ اُس سے تنہا ملنے جارہا تھا اور وہ بھی اُس کے گھر پر... وہ اب بحرین کا ولی عہد نہ ہوتا تو اُس شخص سے ملنے کے لئے جاتے ہوئے بے حد احساسِ کمتری کا شکار ہورہا ہوتا۔حمین سکندر کی کامیابی اور ذہانت کسی کو بھی اس احساس سے دوچار کرسکتی تھی۔

نیویارک کے ایک مہنگے ترین علاقے میں ایک 57 منزلہ عمارت کی چھت پر بنے اُس pent houseمیں حمین سکندر نے بے حد گرم جوشی سے اُس کا استقبال کیا تھا۔اُس کے ساتھ اب سائے کی طرح رہنے والے باڈی گارڈز اُس عمارت کے اندر نہیں آسکتے تھے کیونکہ entrance پر visitorsمیں صرف ہشّام کا نام تھا... ولی عہد یا شاہی خاندان کے القابات کے بغیر۔

ان چند مہینوں میں پہلی بار His Royal Highness صرف ہشّام بن صباح کے طور پر پکارے گئے تھے... اُسے بُرا نہیں لگا، صرف عجیب لگا۔وہ نام اُس کے پینٹ ہاؤس کے دروازے پر اندر داخلے کے وقت حمین نے اور بھی چھوٹا کردیا تھا

"مجھے خوشی ہے کہ تم بالکل وقت پر آئے ہو ہشّام۔" اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے ایک سیاہ ٹراؤزر اور سفید ٹی شرٹ میں ملبوس حمین سکندر نے کہا تھا۔

وہ اتوار کا ایک دن تھا اور وہ لنچ کے بعد مل رہے تھے۔ وہ دُنیا کے امیر ترین نوجوانوں میں سے ایک کے گھر پر تھا اور ہشّام کا خیال تھا اُس pent house میں بھی وہی سب لوازمات ہوں گے جو وہ اپنے خاندانی محلات اور اپنے سوشل سرکل میں دیکھتا آیا تھا...پر تعیش رہائش گاہ جہاں پر دُنیا کی ہر آسائش ہوگی، ہر طرح کے لوازمات کے ساتھ۔ بہترین interior ، فرنیچر، شو پیسز، barsاور دُنیا کی بہترین سے بہترین شراب... اُس کا خیال تھا نیویارک کے اُس مہنگے ترین علاقے میں اُس pent houseمیں حمین سکندر نے ایک دنیاوی جنّت بسا رکھی ہوگی کیونکہ ہشّام ایسی جنّتیں دیکھتا آیا تھا۔

حمین سکندر کے اُس pent house میں کچھ بھی نہیں تھا۔ بہت مختصر تقریباً نہ ہونے کے برابر فرنیچر... دیواروں پر چند کیلی گرافی کے شاہکار... اور کچن کاؤنٹر پر ایک رحل میں کُھلا قرآن پاک جس کے قریب پانی کا ایک گلاس اور کافی کا ایک مگ تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

ہشّام بن صباح عجیب ہیبت میں آیا تھا، اُس شخص کی جس سے وہ "مل" رہا تھا، جسے بزنس اور فائنانس کی دنیا کا guru نہیں جن مانا جاتا تھا اور جس کے کروڑوں روپے کے اُس pent house میں دکھاوے کے لئے بھی رکھی جانے والی چیز قرآن پاک تھا... وہ سالار سکندر کا خانوادہ تھا۔

"یہ میرے دادا کا دیا ہوا قرآن پاک ہے، اِسے ہمیشہ ساتھ رکھتا ہوں میں... گھر پر تھا، فرصت بھی تو تمہارے آنے سے پہلے پڑھ رہا تھا۔" حمین نے رحل پر رکھے قرآن پاک کو بند کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو" وہ اب ہشّام سے کہہ رہا تھا اُس کو اُس کاؤنٹر کے قریب پڑے کچن سٹولز کے بجائے لاؤنج میں پڑے صوفوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے...

وہ پورا pent house اُس وقت دھوپ سے چمک رہا تھا۔ سفید انٹیریئر میں گلاس سے چھن چھن کر آتی ہوئی روشنی کی کرنیں اُن صوفوں تک بھی آرہی تھیں جن پر اب وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہشّام بن صباح شاہی محل کے تخت پر بیٹھ کر آیا تھا۔ مگر اُس کے سامنے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھے ہوئے شخص کے جیسا طمطراق اُس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

بات کا آغاز مشکل ترین تھا اور بات کا آغاز حمین نے کیا تھا، اُسے چائے کافی کی آفر کے ساتھ۔

"کافی" اُس نے جواباً آفر قبول کرتے ہوئے کہا۔ حمین اُٹھ کر اب سامنے کچن ایرا میں کافی میکر سے کافی بنانے لگا۔

"رئیسہ سے تمہارا بہت ذکر سُنا ہے میں نے اور ہمیشہ اچھا۔" وہ کافی بناتے ہوئے اُس سے کہہ رہا تھا۔

"میں نے بھی۔" ہشّام کہے بغیر نہیں رہ سکا۔ حمین کافی انڈیلتے ہوئے مسکرایا اور اُس نے کہا "I am not surprised"

وہ اب کافی کے دو مگ اور کوکیز کی ایک پلیٹ ایک ٹرے میں رکھے واپس آکر بیٹھ گیا تھا۔

ہشّام نے کچھ کہے بغیر کافی کا اپنا مگ اُٹھایا، حمین نے ایک کوکی...

"تم مجھ سے ملنا چاہتے تھے..." کوکی کو کھانا شروع کرنے سے پہلے اُس نے جیسے ہشّام کو ایک reminder دیا...

"ہاں..." ہشّام کو یک دم کافی پینا مشکل لگنے لگا تھا جس مسئلے کے لئے وہ وہاں آیا تھا، وہ مسئلہ پھر گلے کے پھندے کی طرح یاد آیا تھا۔

"میں رئیسہ سے بہت محبت کرتا ہوں۔" اُس نے بالآخر اُس جملے سے آغاز کیا جس جملے سے وہ آغاز کرنا نہیں چاہتا تھا۔ "Good" حمین نے بے حد اطمینان سے جیسے کوکی کو نگلنے سے پہلے یوں کہا جیسے وہ اُس کا چیس کا سکور تھا۔

"میں اُس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" ہشّام نے اگلا جملہ ادا کیا۔اُسے اپنا آپ عجیب چغد محسوس ہورہا تھا اُس وقت۔

"میں جانتا ہوں۔" حمین نے کافی کا پہلا سپ لیتے ہوئے کہا" مگر سوال یہ ہے کہ یہ کروگے کیسے؟" اُس نے جیسے ہشّام کی مدد کرتے ہوئے کہا۔وہ اُسے سیدھا اُس موضوع پر بات کرنے کے لئے لے آیا تھا جس پر بات کرنے کے لئے وہ آیا تھا۔ہشّام اگلے کئی لمحے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھتا رہا یہاں تک کہ حمین کو اُس پر ترس آنے لگا تھا۔

"اگر تم میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے؟" ہشّام نے یک دم اُس سے پوچھا۔ حمین کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

"جو میں کرتا، وہ تم کرنے کی جرأت بھی نہیں کرسکتے۔" حمین نے جواباً کہا۔ہشام کو عجیب سی ہتک محسوس ہوئی... وہ اُسے چیلنج کررہا تھا۔

"تم بتائے بغیر مجھے judge نہیں کرسکتے۔" اُس نے حمین سے کہا۔ "ٹھیک ہے بتادیتا ہوں۔" حمین نے کافی کا کپ رکھتے ہوئے کہا۔

"رئیسہ کو چھوڑ دینے کے علاوہ کوئی بھی حل بتادو مجھے میرے مسئلے کا۔" پتہ نہیں اُسے کیا وہم ہوا تھا کہ حمین کے بولنے سے پہلے وہ ایک بار پھر بول اُٹھا تھا۔ حمین اس بار مسکرایا نہیں، صرف اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا رہا۔

"میں اگر تمہاری جگہ ہوتا تو"......

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

☆☆☆☆

امامہ جبریل کا چہرہ دیکھ کر رہ گئی تھی۔اُسے کچھ دیر کے لئے جیسے اُس کی باتیں سمجھنا ہی مشکل ہوگیا تھا۔اُس نے جو عنایہ اور عبداللہ کے حوالے سے کہا، جو احسن اور عبداللہ کے حوالے سے اور جو اپنے اور عائشہ کے حوالے سے، وہ سب کچھ عجیب انداز میں اُس کے دماغ میں گڈمڈ ہوگیا تھا۔

"مجھے کچھ سمجھ ہی نہیں آرہا جبریل۔" وہ بالآخر اُس سے کہے بغیر نہیں رہ سکی۔"ممّی I am......

"sorry جبریل کو بے اختیار اس کے چہرے ک تاثرات سے اندازہ ہوا کہ اُس نے ماں کو پریشان اور حواس باختہ کردیا تھا۔زندگی میں پہلی بار وہ ماں کو کسی لڑکی کے حوالے سے اپنے کسی "افیئر" کی بات کررہا تھا وہ بھی ایک ایسا معاملہ جس میں اُس پر الزامات لگائے جارہے تھے... عائشہ عابدین کون تھی، امامہ نے زندگی میں کبھی اُس کا نام نہیں سُنا تھا اور جبریل پر کیوں اُس کے ساتھ انوالوڈ ہونے کا الزام ایک ایسا شخص لگا رہا تھا جو اُس کے ہونے والے داماد کے لئے ایک inspiration کی حیثیت رکھتا تھا... اور جبریل کیوں رعنایہ کی شادی عبداللہ کے ساتھ کرنے کے اچانک خلاف ہوگیا تھا جبکہ ماضی میں ہمیشہ وہی تھا جو امامہ کو عبداللہ کے حق میں قائل کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔

"میں یہ سب آپ سے شیئر نہیں کرنا چاہتا تھا، لیکن اب اس کے علاوہ اور کوئی حل سمجھ میں نہیں آرہا مجھے۔" وہ شرمندہ زیادہ تھا یا پریشان، اندازہ لگانا مشکل تھا۔"لیکن اس سب میں عنایہ اور عبداللہ کا کیا قصور ہے؟"

"ممّی اگر وہ اُس شخص کے زیرِ اثر ہے تو وہ بیوی کے ساتھ رویے کے لحاظ سے بھی ہو گا... جو کچھ میں نے احسن سعد کو عائشہ کے ساتھ کرتے دیکھا ہے، وہ میں اپنی بہن کے ساتھ ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔" جبریل نے غیر مبہم لہجے میں کہا۔

"تم نے عنایہ سے بات کی ہے؟" امامہ نے بے حد تشویش سے اُس سے پوچھا۔" ہاں میں نے کی ہے اور وہ بہت اپ سیٹ ہوئی ہے ، لیکن اُس نے کچھ بھی نہیں کہا۔میں نہیں جانتا وہ کیا سوچ رہی ہے۔" جبریل کہہ رہا تھا ، امامہ اُس کا چہرہ دیکھ رہی تھی ، اُس نے جبریل کو کبھی اس طرح پریشان اور اس طرح کسی معاملے پر سٹینڈ لیتے نہیں دیکھا تھا۔

"اتنے مہینے سے عائشہ عابدین کا مسئلہ چل رہا ہے، تم نے پہلے کبھی مجھے اس کے بارے میں کیوں نہیں بتایا؟" وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکی۔وہ بے حد سنگین الزامات تھے جو جبریل پر کسی نے لگائے تھے اور اپنی اولاد پر اندھا اعتماد ہونے کے باوجود امامہ ہل کر رہ گئی تھی۔زندگی میں پہلی بار اُسے اپنی اولاد کے حوالے سے ایسی کسی بات کو سُننا پڑرہا تھا ، وہ بھی جبریل کے بارے میں... حمین کے حوالے سے کوئی بات وہ سُنتی تو شاید پھر بھی اُس کے لئے غیر متوقع نہ ہوتی، وہ حمین سے کچھ بھی توقع کرسکتی تھی، لیکن جبریل...

"بتانے کے لئے کوئی بات تھی ہی نہیں ممّی..." جبریل نے جیسے صفائی دینے کی کوشش کی۔ایک دوست کی بہن ہے وہ... دوست نے اُس کی مدد کرنے کے لئے کہا اور میں اس لئے considerate تھا کیونکہ مجھے لگا آپریشن میں کچھ غلطی ہوئی ڈاکٹر ویزل سے... اگرچہ اُس میں میرا قصور نہیں تھا

پھر بھی میں اُس سے ہمدردی رکھ رہا تھا... مجھے یہ تھوڑی پتہ تھا کہ ایک psycho آکر خوامخواہ میں مجھے اپنی ex-wife کے ساتھ انوالو کرنے کی کوشش کرے گا۔" وہ کہتا جارہا تھا۔

"That man is....."جبریل کہتے کہتے رُک گیا، یوں جیسے اُس کے پاس احسن سعد کو بیان کرنے کے لئے لفظ ہی نہ رہے ہوں۔

"تمہارے پاپا سے بات کرنی ہوگی ہمیں... اتنا بڑا فیصلہ ہم خود نہیں کرسکتے۔" امامہ نے اُس کی بات ختم ہونے کے بعد کہا۔

"فیصلہ بڑا ہوا یا چھوٹا، ممّی میں عنایہ کی عبداللہ سے شادی نہیں ہونے دوں گا۔" جبریل نے شایدزندگی میں پہلی بار امامہ سے کسی بات پر ضد کی تھی۔

"کسی دوسرے کے جرم کی سزا ہم عبداللہ کو تو نہیں دے سکتے جبریل..." امامہ نے مدہم آواز میں اُسے سمجھانے کی کوشش کی"عبداللہ میری ذمہ داری نہیں ہے، عنایہ ہے... میں رسک نہیں لے سکتا اور نہ ہی آپ کو لینا چاہیے۔" وہ ماں کو جیسے خبردار کررہا تھا اور امامہ اب واقعی پریشان ہونے لگی تھی۔

"تمہارے بابا جو بھی فیصلہ کریں گے، وہ بہتر فیصلہ ہوگا... اور تم ٹھیک کہتے ہو ہم عنایہ کے لئے کوئی رسک نہیں لے سکتے، لیکن ہم عبداللہ کی بات سُنے بغیر اس طرح اُس سے قطع تعلق بھی نہیں کرسکتے۔" امامہ نے کہا "عبداللہ سے ایک بار بات کرنی چاہیے۔"

جبریل کچھ ناخوش ہوکر اُٹھ کر جانے کے لئے کھڑا ہوگیا تھا۔وہ دروازے کے قریب پہنچا جب امامہ نے اُسے پکارا، وہ پلٹا۔

"ایک بات پوری ایمانداری سے بتانا مجھے۔" وہ ماں کے سوال اور انداز دونوں پر حیران ہوا۔

"جی؟"

"تم عائشہ عابدین کو پسند کرتے ہو؟" جبریل ہل نہیں سکا۔



وہ عنایہ کے کہنے پر عائشہ عابدین سے ملنا آیا تھا، یقین اور بے یقینی کی ایک عجیب کیفیت میں جھولتے ہوئے... وہ اسلام سے ایک بچے کے طور پر متعارف ہوا تھا، ایک بچے کے طور پر متاثر... وہ ایک ایسے خاندان کے ذریعہ اُس مذہب کے سحر میں آیا تھا جیسے لوگ اُس نے دیکھے ہی نہیں تھے... اُن کی نرمی، فیاضی اور ہمدردی نے ایرک کا وجود نہیں دل اپنی مٹّھی میں کیا تھا اور اتنے سالوں میں وہ اسلام کی اسی روشن خیالی، اسی فیاضی اور نرمی کو ہی idealize کرتا رہا تھا۔اور اب وہ اپنے mentor کے بارے میں ایسی باتیں سُن رہا تھا جو اُس کے لئے ناقابلِ یقین تھیں، وہ اُس نے عنایہ کی زبان سے نہ سُنی ہوتیں تو وہ اُنہیں جھوٹ کے پلندے کے علاوہ اور کچھ بھی نہ سمجھتا... ڈاکٹر احسن سعد وہ نہیں ہوسکتے تھے اور وہ نہیں کرسکتے تھے، جس کا الزام عنایہ اُن پر لگارہی تھی۔

عنایہ نے امریکہ پہنچنے کے فوراً بعد اُسے کال کر کے بلوایا تھا، اور پھر احسن سعد کے معاملے کو اُس سے ڈسکس کیا تھا، جبریل پر ڈاکٹر احسن کے الزامات کو بھی اور عائشہ عابدین کے ساتھ ہونے والے معاملات کو بھی... وہ یقین کرنے پر تیّار نہیں تھا کہ احسن سعد، اتنا بے حس اور جھوٹا ہو سکتا تھا مگر جس پر وہ الزامات لگ رہے تھے اُس کے بارے میں بھی عبداللہ قسم کھاسکتا تھا کہ وہ یہ نہیں کر سکتا۔

دونوں کے درمیان بحث ہوئی پھر تکرار اور پھر اُن کی زندگی کا پہلا جھگڑا... دو بے حد ٹھنڈے اور دھیمے مزاج کے لوگوں میں۔

"میں یقین نہیں کر سکتا... میں یقین نہیں کر سکتا... ڈاکٹر احسن سعد عملی مسلمان ہیں... نماز کی امامت کرواتے ہیں، وہ اپنی بیوی کے ساتھ یہ سلوک کریں گے... یہ سب...؟؟ اور بغیر وجہ کے... میں مان ہی نہیں سکتا... میں مان ہی نہیں سکتا۔" وہ اس کے علاوہ کچھ کہتا بھی تو کیا کہتا۔

"تو جاؤ، تم پھر عائشہ سے مل لو اور خود پوچھ لو کہ کیا ہوا تھا اُس کے ساتھ لیکن میرا بھائی جھوٹ نہیں بول سکتا..."عنایہ نے بھی جواباً بے حد خفگی سے کہا تھا۔

ملاقات کا اختتام بے حد تلخ نوٹ پر ہوا تھا، اور اُس وقت پہلی بار عنایہ کو احساس ہوا کہ جبریل کے خدشات بے جا نہیں تھے۔عبداللہ اگر اس حد تک احسن سعد سے متاثر تھا تو اُن دونوں کے تعلق میں یہ اثر بہت جلد رنگ دکھانے لگتا۔وہ عبداللہ سے مل کر بہت ڈسٹرب ہو کر آئی تھی۔وہ

مصیبت جو کسی اور کے گھر میں تھی اُن کی زندگی میں ایسے آئی تھی کہ اُنہیں اندازہ بھی نہیں ہوا تھا۔

عبداللہ نے اُس سے ملنے کے بعد اُسے کال نہیں کی تھی، اُس نے جبریل کو کال کی تھی...ایک بے حد شکایتی کال... یہ پوچھنے کے لئے کہ وہ احسن سعد کے حوالے سے یہ سب کیوں کہہ رہا تھا، کیا وہ نہیں جانتا تھا احسن کتنا اچھا انسان اور مسلمان تھا۔وہ بہت دیر جبریل کی بات سُنے بغیر بے حد جذباتی انداز میں بولتا ہی چلا گیا تھا۔جبریل سُنتا رہا تھا۔وہ اُس کی زندگی کے مشکل ترین لمحات میں سے ایک تھا۔ایک نو مسلم کو یہ بتانا کہ اُس کے سامنے جو سب سے زیادہ عملی مسلمان تھا، وہ اچھا انسان ثابت نہیں ہوا تھا... وہ عبداللہ کا دل مسلمانوں سے نہیں اُٹھانا چاہتا تھا، خاص طور پر اُن مسلمانوں سے جو تبلیغ کا کام کررہے تھے... وہ ایک حافظِ قرآن ہوکر ایک دوسرے حافظِ قرآن کے بارے میں ایک نومسلم کو یہ نہیں کہنا چاہتا تھا کہ وہ جھوٹا تھا، ظالم تھا، بہتان لگانے والا ایک لالچی انسان تھا اس کے باوجود کہ وہ صوم و صلوۃ کا پابند ایک مسلمان تھا...جبریل سکندر کا مخمصہ ایک بڑا مخمصہ تھا مگر اُس کی خاموشی اُس سے زیادہ خرابی کا باعث بنتی تو وہ خاموش نہیں رہ پایا تھا۔

"احسن سعد کے بارے میں جو میں جانتا ہوں اور جو میں کہوں گا، تم پھر اُس سے hurt ہوگے اس لئے سب سے بہترین حل یہ ہے کہ تم اُس عورت سے جاکر ملو اور وہ سارے documents دیکھو جو اُس کے پاس ہیں۔" اُس نے عبداللہ کی باتوں کے جواب میں اُسے کہا تھا۔

اور اب عبداللہ یہاں تھا عائشہ عابدین کے سامنے اُس کے گھر پر... وہ جبریل کے ریفرنس سے آیا تھا۔عائشہ عابدین اُس سے ملنے سے انکار نہیں کرسکی۔وہ اُس رات آن کال تھی اور اب گھر سے

نکلنے کی تیّاری کررہی تھی جب عبداللہ وہاں پہنچا تھا اور وہ وہاں اب اُس کے سامنے بیٹھا اُسے بتارہا تھا کہ اُس کی منگیتر نے احسن سعد کے حوالے سے کچھ شبہات کا اظہار کیا تھا خاص طور پر عائشہ عابدین کے حوالے سے اور وہ اُن الزامات کی تصدیق یا تردید کے لئے وہاں آیا تھا... لیکن یہ کہنے سے پہلے اُس نے عائشہ کو بتایا تھا کہ وہ احسن سعد کو کیا درجہ دیتا تھا اور اُس کی زندگی کے پچھلے کچھ سالوں میں وہ اُس کے لئے ایک رول ماڈل رہے تھے، وہ جیسے ایک "بُت" لے کر عائشہ عابدین کے پاس آیا تھا جسے ٹوٹنے سے بچانے کے لئے وہ کسی بھی حد تک جاسکتا تھا اور گفتگو کے شروع میں ہی اتنی لمبی تمہید جیسے ایک حفاظتی دیوار تھی جو اُس نے صرف اپنے سامنے ہی نہیں، عائشہ عابدین کے سامنے بھی کھڑی کردی تھی۔اُس نے بھی جبریل جیسی ہی خاموشی کے ساتھ اُس کی باتیں سُنی تھیں... بے حد تحمل اور سکون کے ساتھ... کسی مداخلت یا اعتراض کے بغیر... عبداللہ کو کم از کم اُس سے یہ توقع نہیں تھی... وہ یہاں آنے سے پہلے عائشہ عابدین کا ایک image ذہن میں رکھ کر آیا تھا۔وہ پہلی نظر میں بھی اُس image پر پوری نہیں اُتری تھی۔بے حجاب ہونے کے باوجود اُس میں عبداللہ کو بے حیائی نہیں دکھی تھی۔بے حد سادہ لباس میں میک اپ سے بے نیاز چہرے والی ایک بے حد حسین لڑکی جس کی آنکھیں اُداس تھیں اور جس کی آواز بے حد دھیمی... عبداللہ وہاں ایک تیز طرّار، بے حد فیشن ایبل الٹرا ماڈرن عورت سے ملنے کی توقع لے کر آیا تھا جسے اُس کے اپنے خیال اور ڈاکٹر احسن سعد کے بتائے ہوئے کردار کے مطابق بے حد قابلِ اعتراض حلیے میں ہونا چاہیے تھا۔مگر عبداللہ کی قسمت میں شاید اور حیران ہونا باقی تھا۔

عنایہ اور جبریل دونوں نے اُسے کہا تھا کہ وہ اُسے documents دکھائے گی، احسن سعد سے طلاق کے کاغذات، قانونی کارروائی کے کاغذات، کورٹ کی judgement، کسٹڈی کی تفصیلات اور وہ حقائق جو صرف وہی بتاسکتی تھی، عائشہ عابدین نے ایسا کچھ بھی نہیں کہا تھا۔

"احسن سعد بُرا شخص نہیں ہے، صرف میں اور وہ compatible نہیں تھے اس لئے شادی نہیں چلی۔" تقریباً دس منٹ تک اُس کی بات سننے کے بعد عائشہ نے بے حد مدہم آواز میں اُسے کہا تھا۔

"وہ یقیناً اتنے ہی اچھے مسلمان ہیں ، جتنا آپ اُسے سمجھتے ہیں اور اُس میں بہت ساری خوبیاں ہیں... آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ آپ کا واسطہ اُن کی خوبیوں سے پڑا... میں شاید اتنی خوش قسمت نہیں تھی یا پھر مجھ سے کوتاہیاں سرزد ہوئی ہوں گی۔" وہ کہہ رہی تھی اور عبداللہ کے دل کو جیسے تسلی نہیں ہورہی تھی، یہ وہ کچھ نہیں تھا جو وہ سُننا چاہتا تھا لیکن وہ بھی نہیں تھا جس کی اُسے توقع تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"وہ آپ کے لئے ایک inspiration اور رول ماڈل ہیں... یقیناً ہوں گے..." وہ کہہ رہی تھی "کوئی انسان perfect نہیں ہوتا... مگر چند غلطیاں کرنے پر ہم کسی کو نظروں سے نہیں گراسکتے... میرے اور احسن سعد کے درمیان جو بھی ہوا، اُس میں اُن سے زیادہ میری غلطی ہے... اور آپ کے سامنے میں اُن کے بارے میں کچھ بھی کہہ کر وہ غلطی پھر سے دہرانا نہیں چاہتی۔" عائشہ نے بات ختم کردی تھی۔ عبداللہ اُس کی شکل دیکھتا رہ گیا تھا۔اُسے تسلی ہونی چاہیے تھی، نہیں ہوئی... وہ وہاں احسن سعد کے بارے میں کچھ جاننے اور کھوجنے نہیں آیا تھا اُس کو defend کرنے آیا تھا، اُس

عورت کے سامنے جو اُس کی تذلیل اور تضحیک اور دل شکنی کا باعث بنی تھی لیکن اُس عورت نے جیسے اُس کے سامنے کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی تھی کسی صفائی، کسی وضاحت کی۔اُس نے ہر غلطی، ہر گناہ خاموشی سے اپنے کھاتے میں ڈال لیا تھا۔اُس کے لاؤنج میں بیٹھے عبداللہ نے دیواروں پر لگی اُس کے بیٹے کی تصویریں دیکھی تھیں... اُس کے کھلونوں کی... ایک چھوٹا سا صاف سُتھرا گھر... ویسی جگہ نہیں جیسا وہ اُسے تصوّر کر کے آیا تھا، کیوں کہ احسن سعد نے اُسے اس عورت کے "پھوہڑ پن" کے بھی بہت قصّے سنا رکھے تھے جو احسن سعد کے گھر کو چلانے میں ناکام تھی، جس کا واحد کام اور مصروفیت TV دیکھتے رہنا یا آوارہ پھرنا تھا اور جو گھر کا کوئی کام کرنے کے لئے کہنے پر بھی برہم ہوجاتی تھی۔عبداللہ کے دماغ میں گرہیں بڑھتی ہی چلی جارہی تھیں۔وہ اُس لڑکی سے نفرت نہیں کرسکا...اُسے ناپسند نہیں کرسکا۔

"جبریل سے آپ کا کیا تعلق ہے؟" وہ بالآخر ایک آخری سوال پر آگیا تھا جہاں سے یہ سارامسئلہ شروع ہوا تھا۔

"میں اُس سے پیار کرتی ہوں۔" وہ اُس کے سوال پر بہت دیر خاموش رہی پھر اُس نے عبداللہ سے کہا... سر اُٹھا کر نظریں چرائے بغیر...

☆☆☆☆

"I met your ex-wife" وہ جملہ نہیں تھا جیسے ایک بم تھا جو اُس نے احسن سعد کے سر پر پھوڑا تھا۔

عبداللہ پچھلی رات واپس پہنچا تھا اور اگلے دن ہاسپٹل میں اُس کی ملاقات احسن سے ہوئی تھی... اُسی طرح ہشاش بشّاش، بااخلاق، پرجوش... عبداللہ کے کانوں میں عنایہ اور جبریل کی آوازیں اور انکشافات گونجنے گے تھے۔اُس نے احسن سے ملاقات کا وقت مانگا تھا جو بڑی خوش دلی سے دیا گیا تھا۔وہ دونوں ایک ہی اپارٹمنٹ کی بلڈنگ میں رہتے تھے۔احسن کے والدین اُس کے ساتھ رہتے تھے، اس لئے وہ ملاقات اپنے گھر پر کرنا چاہتا تھا مگر احسن اُس شام کچھ مصروف تھا تو عبداللہ کو اُس ہی کے اپارٹمنٹ پر جانا پڑا،وہاں اُس کی ملاقات احسن کے والدین سے ہوئی تھی ہمیشہ کی طرح ایک رسمی ہیلو ہائے... احسن لاؤنج میں بیٹھے بٹھائے اُس سے بات کرنا چاہتا تھا مگر عبداللہ نے اُس سے علیحدگی میں ملنا چاہا تھا اور تب وہ اُسے اپنے بیڈروم میں لے آیا تھا مگر وہ کچھ اُلجھا ہوا تھا۔عبداللہ کا رویہ کچھ عجیب تھا مگر احسن سعد کی چھٹی حس اُسے اُس سے بھی بُرے سگنلز دے رہے تھے اور وہ بالکل ٹھیک تھے۔عبداللہ نے کمرے کے اندر آتے ہی گفتگو کا آغاز اسی جملے سے کیا تھا اور احسن سعد کا لہجہ، انداز اور تاثرات پلک جھپکتے میں بدلے تھے۔عبداللہ نے زندگی میں پہلی بار اُس کی یہ آواز سُنی تھی۔وہ لہجہ بے حد خشک اور سرد تھا Rude ...بہتر لفظ تھا اُسے بیان کرنے کے لئے... اور اُس کے ماتھے پر بل آئے تھے...آنکھوں میں کھاجانے والی نفرت... بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ اُس نے عبداللہ سے کہا۔

"کیوں؟" عبداللہ نے بے حد مختصر الفاظ میں اُسے بتایا کہ عنایہ نے اُس سے کہا تھا کہ جبریل اُس کی شادی عبداللہ سے نہیں کرنا چاہتا اوراُس کے انکار کی وجہ احسن سعد سے اُس کا قریبی تعلق تھا۔اُس نے احسن سعد کو بتایا کہ عنایہ اور جبریل دونوں نے اُس پر سنگین الزامات لگائے تھے اور اُسے عائشہ عابدین سے ملنے کے لئے کہا جو اُس کے لئے ضروری ہوگیا تھا۔

"تو تم نے اُن پر اعتبار کیا... اپنے اُستاد پر نہیں... اور تم مجھ سے بات یا مشورہ کئے بغیر اُس کُتیا سے ملنے چلے گئے... اور تم دعویٰ کرتے ہو کہ تم نے مجھ سے سب کچھ سیکھ لیا۔" احسن نے اُس کی گفتگو کے درمیان ہی اُس کی بات بے حد خشمگیں لہجے میں کاٹی تھی، عبداللہ بات ویسے بھی کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔اُس نے احسن سعد کی زبان سے ابھی ابھی ایک گالی سُنی تھی عائشہ عابدین کے لئے... وہ گالی اُس کے لئے شاکنگ نہیں تھی، احسن سعد کی زبان سے اُس کا نکلنا شاکنگ تھا۔مگر وہ شام عبداللہ کے لئے وہ آخری شاک لانے والی نہیں تھی... وہ جس بُت کی پوجا کررہا تھا، وہ وہاں اُس بُت کو کو اوندھے منہ گرتے دیکھنے آیا تھا۔

"تمہیں کوئی حق نہیں تھا کہ تم میری سابقہ بیوی سے ملتے...میرے بارے میں اس طرح investigation کرتے، تم اُس "......"، "..."، "..." کے پاس پہنچے جس نے تمہیں میرے بارے میں جھوٹ پہ جھوٹ بولا ہوگا۔" احسن سعد کے جملوں میں اب عائشہ کے لئے گالیاں اس طرح آرہی تھیں جیسے وہ اُسے مخاطب کرنے کے لئے روز مرّہ کے القابات تھے... وہ غصّے کی شدت سے بے قابو ہورہا تھا ، عائشہ کی نفرت اُس کے لئے سنبھالنا مشکل ہورہی تھی یا اپنا سالوں کا بنایا ہوا

image مسخ ہونے کی تکلیف نے اُسے اس طرح بلبلانے پر مجبور کردیا تھا، عبداللہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

"وہ دکھانے بیٹھ گئی ہوگی تمہیں کورٹ کے کاغذات کو، یہ دیکھو کورٹ میرے شوہر کو جھوٹا کہہ رہی ہے... کورٹ نے مجھ پر مار پیٹ کے الزامات کو مانا ہے، کورٹ نے احسن سعد کو دوسری شادی کرنے کے لئے اُسے دھوکہ باز کہا ہے اور اس لئے اُس ...... عورت کے طلاق کے مطالبے کو جائز قرار دیتے ہوئے اُسے طلاق دلوادی اور بچے کی کسٹڈی بھی..." وہ بولتا ہی جارہا تھا اور عبداللہ ساکت صرف اُسے سُن رہا تھا۔وہ سارے انکشافات جن کو سُننے کے لئے جبریل نے اُسے عائشہ کے پاس بھیجا تھا، وہ الزامات وہ خود احسن سعد سے سُن رہا تھا۔

"میں اس ملک کے courts کو دو ٹکے کا نہیں سمجھتا... یہ کافروں کی عدالتیں ہیں، اسلام کو کیا سمجھتی ہوں گی، وہ فیصلے دیتی ہیں جو شریعہ کے خلاف ہیں... میرا مذہب حق دیتا ہے مجھے دوسری شادی کا... کسی بھی وجہ کے بغیر تو کورٹ کون ہوتی ہے مجھے اس عمل پر دھوکہ باز کہنے والی... مجھے حق ہے کہ میں ایک نافرمان بیوی کو مارپیٹ سے راہِ راست پر لاؤں... کورٹ کس حق کے تحت مجھے اس سے روک سکتا ہے... میں مرد ہوں، مجھے میرے دین نے عورت پر برتری دی ہے... کورٹ کیسے مجھے مجبور کرسکتی ہے کہ میں اپنی بیوی کو برابری دوں... اِن ہی چیزوں کی وجہ سے تو تمہارا معاشرہ تباہ ہوگا... بے حیائی، عُریانی، منہ زوری، مرد کی نافرمانی... یہی چیزیں تو لے ڈوبی ہیں تمہاری عورتوں کو... اور تمہارے کورٹس کہتے ہیں ہم بھی بے غیرت ہوجائیں اور ان عورتوں کو بسائیں اور اُن کے پیچھے کُتے کی طرح دُم ہلاتے پھریں۔"

وہ شخص کون تھا، عبداللہ پہچان ہی ن نہیں پارہا تھا... اتنا زہر، ایسا تعصّب، ایسے الفاظ اور یہ سوچ... اُس نے ڈاکٹر احسن سعد کے اندر یہ چھپا انسان تو کبھی نہیں دیکھا تھا جو امریکہ کو ہمیشہ اپنا ملک قرار دیتے ہوئے اپنے آپ کو ایک proud American کہتا تھا اور آج وہ اُسے تمہارا ملک، تمہارا معاشرہ، تمہارے کورٹس کہہ کہہ کر بات کررہا تھا...اُمّت اور اخوّت کے جو دو لفظ اُس کا کلمہ تھے وہ دونوں یک دم کہیں غائب ہوگئے تھے۔

"اب طلاق منہ پر مار کر میں نے اُس حرّافہ کو چھوڑا ہوا ہے تو خوار ہوتی پھر رہی ہے... کسی کی keepاور گرل فرینڈ ہی رہے گی وہ ساری عمر، کبھی بیوی نہیں بنے گی...اُسے یہی آزادی چاہیے، تمہاری سب عورتوں کو یہی سب چاہیے... گھر، خاندان، چاردیواری کس چڑیا کے نام ہیں اُنہیں کیا پتہ... عصمت جیسا لفظ اُن کی ڈکشنری میں ہی نہیں... اور پھر الزام لگاتی ہیں شوہروں پر... تشدّد کے... گھٹیا عورتیں... " اُس کے جملوں میں اب بے ربطگی تھی... یوں جیسے وہ خود بھی اپنی باتیں جوڑ نہ پارہا ہو، مگر وہ خاموش ہونے پر تیّار نہیں تھا... اُس کا علم بول رہا ہوتا تو اگلے کئی گھنٹے بھی عبداللہ اسی طرح اُسے سُن سکتا تھا جیسے وہ ہمیشہ سحر زدہ معمول کی طرح سُنتا رہتا تھا مگر یہ اُس کی جہالت تھی جو گفتگو کررہی تھی اور کرتے ہی رہنا چاہتی تھی۔

عبداللہ اُس کی بات کاٹ کر کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اُس سے پہلے احسن سعد کے دونوں ماں باپ اندر آگئے تھے وہ یقیناً احسن کے اس طرح بلند آواز میں باتیں سُن کر اندر آئے تھے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"ابّو میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ آپ کے دوست کا بیٹا میرا دشمن ہے، مجھے نقصان پہنچائے گا... اب دیکھ لیں وہی ہورہا ہے، وہ مجھے جگہ جگہ بدنام کرتا پھررہا ہے۔" احسن نے اپنے باپ کو دیکھتے ہی کہا تھا۔

"کون؟" سعد نے کچھ ہکا بکا انداز میں کہا۔

"جبریل" احسن نے جواباً کہا اور عبداللہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اسے عائشہ سے ملوایا ہے اُس نے... اور اُس عورت نے اسے میرے بارے میں جھوٹی سچی باتیں کہی ہیں، زہر اگلا ہے میرے بارے میں۔" وہ ایک چھوٹے بچے کی طرح باپ سے شکایت کررہا تھا۔

"عائشہ نے مجھ سے آپ کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا... جو بھی بتایا ہے آپ نے خود بتایا ہے۔" عبداللہ نے سعد کے کچھ کہنے سے پہلے کہا تھا۔"انہوں نے مجھ سے صرف یہ کہا کہ آپ کے اور اُن کے درمیان compatibility نہیں تھی، مگر کوئی کورٹ پیپرز اور کورٹ میں آپ پر ثابت ہونے والے کسی الزام کی انہوں نے بات کی نہ ہی مجھے کوئی پیپر دکھایا... جو بھی سُن رہا ہوں، وہ میں آپ سے ہی سُن رہا ہوں۔"عبداللہ کا خیال تھا احسن سعد حیران رہ جائے گا اور پھر شرمندہ ہوگا... ایسا نہیں ہوا تھا۔

"تم مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔" احسن سعد نے اُسے درمیان میں ہی ٹوک دیا تھا۔عبداللہ اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔اُس گھر میں یک دم ہی اُس کا دم گھٹنے لگا تھا۔اب صرف احسن سعد نہیں بول رہا تھا، اُس کا باپ اور ماں بھی بولنے لگ گئے تھے۔وہ تینوں بیک وقت بول رہے تھے

اور عائشہ عابدین کو لعنت ملامت کر رہے تھے اور جبریل کو اور سالار سکندر کو جس کے ماضی کے حوالے سے سعد کو یک دم بہت ساری باتیں یاد آنے لگی تھیں اور امامہ کے بارے میں... جس کا پہلا مذہب قادیانیت تھا... عبداللہ کو یک دم کھڑے کھڑے یہ محسوس ہونے لگا تھا جیسے وہ ایک mental asylum میں کھڑا تھا... وہ اُس کے کھڑے ہونے پر بھی اُسے جانے نہیں دے رہے تھے بلکہ چاہتے تھے وہ اُس کی ہر بات سُن کر جائے... ایک ایک بہتان، ایک ایک راز جو صرف اُن کے سینوں میں دبا ہوا تھا اور جسے وہ آج آشکار کر دینا چاہتے تھے... اسلام کا وہ چہرہ عبداللہ نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی وہ دیکھنا چاہتا تھا۔وہ مذہب اُس کے لئے ہمیشہ ہدایت اور مرہم تھا، بے ہدایتی اور زخم کبھی نہیں بنا تھا۔وہ وہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا...کانوں میں پڑنے والی آوازوں کو روک دینا چاہتا تھا... احسن سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ اُس کے قرآن کا اُستاد رہا تھا... وہ بس وہی سب بتائے اُسے... یہ سب نہ سُنائے۔برادر احسن "You disappointed me"...عبداللہ نے بالآخر بہت دیر بعد آوازوں کے اُس طوفان میں اپنا پہلا جملہ کہا۔طوفان جیسے چند لمحوں کے لئے رُکا۔

"آپ کے پاس بہت علم ہے... قرآن پاک کا بہت زیادہ علم ہے... لیکن ناقص... آپ قرآن پاک کو حفظ تو کئے ہوئے ہیں، مگر نہ اس کا مفہوم سمجھ پائے ہیں نہ اللہ اور اُس کے رسولﷺ کی تعلیمات... کیونکہ آپ سمجھنا نہیں چاہتے اُس کتاب کو جو اپنے آپ کو سمجھنے اور سوچنے کے لئے بلاتی ہے... آپ سے ایک بار میں نے ایک آیت کا مطلب پوچھا تھا کہ قرآن دلوں پر مہر لگا دینے کی بات کرتا ہے تو اُس کا کیا مفہوم ہے... مجھے اُس کا مفہوم اُس وقت سمجھ نہیں آیا تھا... آج آگیا... آپ میرے اُستاد

رہے ہیں مگر میں دعا کرتا ہوں اللہ آپ کے دل کی مہر توڑ دے اور آپ کو ہدایت عطا فرمائے۔"
وہ احسن سعد کو بیچ بازار میں جیسے ننگا کر کے چلا گیا تھا... وہاں ٹھہرا نہیں تھا۔

☆☆☆☆

وہ پھر وہیں کھڑا تھا جہاں عائشہ کو توقع تھی... اُس کے اپارٹمنٹ کے باہر کمپاؤنڈ میں... ادھر سے ادھر ٹہلتے... گہری سوچ میں... زمین پر اپنے قدموں سے فاصلہ ماپتے ہوئے... برف باری کچھ دیر پہلے ہوکر ہٹی تھی اور جو برف گری تھی... وہ بہت ہلکی سی چادر کی طرح تھی... جو دھوپ نکلنے پر پگھل جاتی، مگر آج دھوپ نہیں نکلی تھی اور اُس برف پر جبریل کے قدموں کے نشان تھے... بے حد ہموار... اور متوازن جیسے بہت سوچ سمجھ کر رکھے جارہے ہوں۔اُس نے عائشہ کو باہر آتے نہیں دیکھا تھا مگر عائشہ نے اُسے دیکھ لیا تھا۔لانگ کوٹ کی دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ اُس کی طرف بڑھنے لگی۔

جبریل نے اُسے کچھ دیر پہلے فون کیا تھا... ملنا چاہتا تھا" میں گروسری کے لئے جارہی ہوں اور پھر ہاسپٹل چلی جاؤں گی..." اُس نے جیسے بلاواسطہ انکار کیا تھا... وہ اب اُس کا سامنا کرنے سے کترانے لگی تھی... اُس کے سامنے آنا ہی نہیں چاہتی تھی اُس ایک گفتگو کے بعد۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تو تم کورٹ میں یہ اعتراف کرنا چاہتی ہو کہ احسن سعد ٹھیک ہے اور تم نے اپنے بیٹے کی دیکھ بھال میں لاپرواہی کا مظاہرہ کیا... تم اپنی زندگی تباہ کرنا چاہتی ہو۔" جبریل نے بے حد خفگی سے اُسے تب کہا تھا "مجھے اپنی زندگی میں اب دلچسپی نہیں رہی اور اگر اسے قربان کرنے سے ایک زیادہ بہترین زندگی بچ سکتی ہے تو کیوں نہیں۔" اُس نے جواباًاُن سب ملاقاتوں میں پہلی بار اُس سے اس طرح بات کی تھی۔

"تم مجھے بچانا چاہتی ہو؟" جبریل نے سیدھا اُس سے پوچھا۔اُسے اتنے direct سوال کی توقع نہیں تھی اُس سے... اور ایک ایسے سوال کی جس کا جواب وہ اُسے دینے کی جرأت ہی نہیں کرسکتی تھی... وہ اُسے یہ کیسے بتاسکتی کہ وہ احسن سعد سے اُس شخص کو بچانا چاہتی تھی جو اُسے اسفند کے بعد اب سب سے عزیز تھا۔یہ جاننے کے باوجود کہ احسن سعد نے اُسے جبریل کے آپریشن میں ڈاکٹر ویزل سے ہونے والی کوتاہی کے بارے میں بتایا تھا... اُسے جبریل کے اُس معذرت والے کارڈ کی سمجھ بھی تب ہی آئی تھی... لیکن وہ پھر بھی جبریل کو معاف کرنے پر تیّار تھی، یہ ماننے پر تیّار نہیں تھی کہ اُس کے بیٹے کی جان لینے میں اُس شخص سے ہونے والی کسی دانستہ غلطی کا ہاتھ تھا۔وہ اُسے اتنی توجہ کیوں دیتا تھا...اُس کے لئے کیوں بھاگتا پھرتا تھا... عائشہ عابدین جیسے اب ڈی کوڈ کرپائی تھی اور وہ اُسے اُس احساسِ جرم سے آزاد کردینا چاہتی تھی، یہ بتا کر کہ اُس نے جبریل کو معاف کردیا تھا اور وہ جبریل کو بچانے کے لئے احسن سعد کے آگے دیوار کی طرح کھڑی ہوسکتی تھی... وہ ایک کام بھی جو وہ زندگی میں اپنی ذات اور اپنی اولاد کے لئے بھی نہیں کرسکی تھی۔میں تمہیں صرف احساسِ جرم سے آزاد کردینا چاہتی ہوں جو تم اسفند کی وجہ سے رکھتے ہو۔" اُس نے

اُس کے سوال کا جواب دیا تھا۔جبریل بول نہیں سکا تھا"میں اِس کے لئے تمہارا شکریہ ادا کرسکتا ہوں، مگر تمہیں اپنی زندگی تباہ کرنے نہیں دے سکتا۔" بڑی لمبی خاموشی کے بعد جبریل نے کہا تھا۔

"تم اگر احسن کے اس الزام پر کورٹ میں یہ کہوگی تو میں اپنی غلطی کورٹ میں جاکر بتاؤں گا۔" اُس نے عائشہ سے کہا۔" تمہیں کوئی سمجھانے والا نہیں ہے، ہوتا تو تمہیں یہ نہ کرنے دیتا...... اور نہیں... تمہارے پاس آنے کی واحد وجہ میرا احساسِ جرم نہیں ہے... زندگی میں احساسِ جرم ہمدردی تو کرواسکتا ہے محبت نہیں۔" جبریل اُسے اُس دن جانے سے پہلے کہہ کر گیا تھا... ایسے ہی معمول کے انداز میں... یوں جیسے سر درد میں ڈسپرین recommend کررہا ہو... یا نزلہ ہوجانے پر فلو diagnoseکررہا ہو... اُس کے جانے کے بعد بھی عائشہ کو لگا تھا اُس نے جبریل سکندر کی بات سُننے میں غلطی کی تھی اور اُس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اس بات کو دوبارہ سُننے کا اصرار کرتی تاکہ اپنی تصحیح کرسکے... بعض وہم جی اُٹھنے کے لئے ضروری ہوتے ہیں، بعض شائبے متاعِ حیات ہوتے ہیں، یقین میں نہ بھی بدلیں تو بھی۔

اور اب وہ ایک بار پھر سامنے کھڑا تھا... نہیں کھڑا نہیں تھا... برف پر اپنے نشان بنانے میں مصروف تھا یوں جیسے اُس کے پاس دنیا بھر کی فرصت تھی۔

اُس کی چاپ پر جبریل نے گردن موڑ کر اُسے دیکھا۔وہ لانگ کوٹ کے اندر اپنی گردن کے مفلر کو بالکل ٹھیک ہونے کے باوجود ایک بار پھر ٹھیک کرتی اُس کی طرف آرہی تھی، اُس کی طرف متوجہ نہ ہونے کے باوجود۔

"گروسری میں بہت وقت لگے گا میرا" اُس کے قریب آتے ہوئے غیر محسوس انداز میں اُسے جتاتے ہوئے اُس نے جبریل سے کہا تھا" ہم پھر کسی دن فرصت میں مل سکتے تھے۔" جبریل کے جواب کو انتظار کئے بغیر اُس نے ایک بار پھر جبریل کو جیسے اپنے ساتھ جانے سے روکنے کے لئے کہا۔اس کے باوجود کہ جبریل نے اُسے انتظار کرنے کا نہیں کہا تھا،وہ اُس کے ساتھ گروسری کرنے جانے کے لئے تیّار تھا۔اُسے صرف اتنا وقت ہی چاہیے تھا جتنا وقت وہ گروسری کرتی... ساتھ چلتے پھرتے وہ بات کرسکتا تھا۔

"میں جانتا ہوں... مگر فرصت میرے پاس تو بہت ہے، تمہارے پاس بالکل نہیں۔" اُس نے جواباً اُس سے کہا "گاڑی میں چلیں؟" جبریل نے بھی اپنے جواب پر اُس کے تبصرے کا انتظار نہیں کیا تھا" نہیں یہاں قریب ہی ہے سٹور walking distance ...پر... گاڑی کی ضرورت نہیں ہے... مجھے بہت زیادہ چیزیں نہیں چاہیے۔" عائشہ نے قدم روکے بغیر بیرونی سڑک کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

"تم نے عبداللہ سے جھوٹ کیوں بولا؟"وہ چند قدم خاموشی سے چلتے رہے تھے پھر جبریل نے اُس سے پوچھنے میں دیر نہیں کی تھی۔عائشہ نے گہرا سانس لیا۔اُسے اس سوال کی توقع تھی لیکن اتنی جلدی نہیں۔

"بزدلی اچھی چیز نہیں عائشہ..." اُس نے چند لمحے اُس کے جواب کا انتظار کرنے کے بعد کہا تھا۔وہ طنز نہیں تھا مگر اس وقت عائشہ کو طنز ہی لگا تھا۔ساتھ چلتے ہوئے وہ دونوں اب فٹ پاتھ پر آ گئے تھے۔برف کی چادر پر وہ نشان جو کچھ دیر پہلے جبریل اکیلا بنارہا تھا اب وہ دونوں ساتھ ساتھ بنارہے تھے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"تمہیں لگتا ہے میں بزدل ہوں اس لئے میں نے احسن سعد کے بارے میں عبداللہ کو سچ نہیں بتایا؟" اُس نے اس ملاقات کے دورانیہ میں ساتھ چلتے ہوئے پہلی بار گردن موڑ کر جبریل کو دیکھا تھا۔" بزدلی یا خوف... اس کے علاوہ تیسری وجہ اور کوئی نہیں ہوسکتی۔" جبریل نے جیسے اپنی بات کی تصدیق کرتے ہوئے دوٹوک انداز میں کہا " تمہیں ڈر تھا کہ احسن سعد تمہیں پریشان کرے گا... تمہیں فون کرے گا اور تنگ کرے گا۔" جبریل نے کہا تھا" مگر تم نے عبداللہ سے جھوٹ بول کر احسن سعد کو بچا کر بہت زیادتی کی ... تم نے مجھے اور عنایہ کو جھوٹا بنادیا۔" اُس کا لہجہ اب شکایتی تھا۔

"آپ لوگوں کے جھوٹا ہونے سے اُتنا نقصان نہیں ہوتا جتنا احسن سعد کے جھوٹا ہونے سے عبداللہ کو ہوتا۔" عائشہ نے جواباً کہا۔

"وہ حافظِ قرآن ہے تو میں بھی ہوں۔" جبریل نے کہا" آپ کو وہ اُس مقام پر بٹھا کر نہیں دیکھتا جس پر احسن کو دیکھتا ہے۔" عائشہ نے جواباً کہا" وہ نو مسلم نہ ہوتا تو میں احسن کے بارے میں اب سب کچھ بتادیتی اُسے... وہ مجھ سے ملنے کے بعد دوبارہ احسن کی شکل بھی نہ دیکھتا شاید... مگر وہ نومسلم ہے... میں اُسے کس منہ سے یہ کہتی کہ اتنے سالوں سے وہ جس شخص کو بہترین مسلمان اور انسان سمجھ رہا ہے، وہ ایسا نہیں ہے۔عبداللہ نے صرف احسن کو جھوٹا نہیں ماننا تھا میرے دین سے اُس کا دل اُچاٹ ہونا تھا۔" وہ کہہ رہی تھی اُسی مدہم آواز میں جو اُس کا خاصہ تھی۔

"میرے ساتھ ہوا تھا ایک بار ایسے... میں احسن سعد سے ملنے سے پہلے بہت اچھی مسلمان تھی، آنکھیں بند کر کے اسلام کی پیروی کرنے والی... جنون اور پاگل پن کی حد تک دین کے راستے

پر چلنے والی اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولﷺ سے اندھی محبت اور عقیدت رکھنے والی... لیکن پھر میری شادی احسن سعد سے ہوگئی اور میں نے اُس کا اصل چہرہ دیکھ لیا... اور میرا سب سے بڑا نقصان ایک خراب ازدواجی زندگی، طلاق یا اسفند کی موت نہیں ہے... میرا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اُس نے مجھے دین سے بیزار کردیا... مجھے اب دین کی بات کرنے والا ہر شخص جھوٹا اور منافق لگتا ہے... داڑھی اور حجاب سے مجھے خوف آتا ہے، میرا دل جیسے عبادت کے لئے بند ہو گیا ہے... اتنے سال میں دن رات اتنی عبادتیں اور وظیفے کرتی رہی اپنی زندگی میں بہتری کے لئے کہ اب مجھے لگتا ہے مجھے اللہ سے کچھ مانگنا ہی نہیں چاہیے... میں مسلمان ہوں لیکن میرا دل آہستہ آہستہ کافر ہوتا جارہا ہے اور مجھے اس احساس سے خوف آتا ہے لیکن میں کچھ کر نہیں پارہی... اور یہ سب اس لئے ہوا کیوں کہ مجھے ایک اچھے عملی مسلمان سے بہت ساری توقعات اور اُمیدیں تھیں اور میں نے اُنہیں چکنا چور ہوتے دیکھا... اور میں عبداللہ کو اس تکلیف سے گزارنا نہیں چاہتی... اگر وہ احسن سعد کو اچھا انسان سمجھتے ہوئے ایک اچھا انسان بن سکتا ہے تو اُسے بننے دیں۔" وہ اپنے ہاتھ کی پشت سے اپنی آنکھوں اور گالوں کو رگڑنے کی کوشش کررہی تھی۔

"میں کافر ہوں لیکن میں کسی کو کافر نہیں کرسکتی، بس مجھ میں اگر ایمان ہے تو صرف اتنا" وہ اب ٹشو اپنی جیب سے نکال کر آنکھیں رگڑ رہی تھی۔

"پسند...؟؟مجھے پسند کا نہیں پتہ ممّی... مگر عائشہ عابدین میری عقل اور سمجھ سے باہر ہے... میں اُس سے شدید ہمدردی رکھتا تھا... مگر اب ہمدردی تو بہت پیچھے رہ گئی ہے۔میں اُسے اپنے ذہن سے نکال نہیں پاتا... بار بار اُس سے ملنا چاہتا ہوں۔یہ جانتے ہوئے بھی کہ اُس کا اور میرا کوئی future نہیں

ہے اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ لائف پارٹنر کے طور پر مجھے جیسی لڑکی کی خواہش ہے، عائشہ اُن کی متضاد ہے... مجھے بے حد مضبوط، پر اعتماد، زندگی سے بھرپور، career oriented، ہر وقت ہنستی رہنے والی لڑکیاں اچھی لگتی ہیں جو بہت اچھی values بھی رکھتی ہوں اور عائشہ میں ان سب چیزوں میں سے صرف دو ہوں گی... یا تین... لیکن اس کے باوجود میں عائشہ سے disconnect نہیں رہ سکتا۔"

کافی پیو گی یا اب بھی گروسری کرو گی؟" وہ اُسے اب چھیڑ رہا تھا "گروسری زیادہ ضروری ہے۔" اُس نے اپنی ندامت چھپاتے ہوئے آنسوؤں پر قابو پاتے ہوئے کہا"اگر اتنی ضروری ہوتی تو تم گروسری سٹور کو پیچھے نہ چھوڑ آتی۔" عائشہ نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا۔وہ واقعی بہت پیچھے رہ گیا تھا۔بہت ساری دوسری چیزوں کی طرح... آگے بہت کچھ تھا...اُس نے جبریل کا نم چہرہ دیکھا، پھر نم آنکھوں سے مسکرائی۔

"کافی پی لیتے ہیں پھر۔"

☆☆☆☆

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

امامہ نے اُس سکریپ بُک کو پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا۔وہ اُس ہی کی سکریپ بُک تھی وہ سکریپ بُک جس میں اُس نے کبھی اپنے ممکنہ گھر کے لئے ڈیزائننگ کی تھی۔مختلف گھروں کی مختلف چیزوں کی تصویریں کھینچ کھینچ کر ایک collection بنائی تھی کہ جب وہ اپنا گھر بنائے گی تو اُس کا فلور اس گھر جیسا ہو گا، windowsاس گھر جیسی، دروازے اس گھر جیسے... ہاتھ سے بنائے سکیچز کے ساتھ... اور اُس میں اُن بہت سے خوبصورت گھروں کی میگزینز سے کاٹی گئی تصویریں بھی چسپاں تھیں۔

وہ سکریپ بُک چند سال پہلے اُس نے پھینک دینے کے لئے بہت ساری ردّی کے ساتھ نکالی تھی، اور حمین نے اُسے پھینکنے نہیں دی تھی۔اُس سے وہ سکریپ بُک لے لی تھی۔اور اب امامہ نے اُس سکریپ بُک کو یہاں دیکھا تھا۔حمین سکندر کے اُس pent house کی ایک دراز میں... اُس کی مرمّت کی جاچکی تھی اور وہ بہت صاف ستھری اور اُس سے بہتر حالت میں نظر آرہی تھی جس میں امامہ نے اُسے آخری بار حمین کو دیتے ہوئے دیکھا تھا۔تم کیا کروگے اس کا؟" اُس نے حمین سے پوچھا تھا۔"آپ کو ایسا ایک گھر بنا کر دوں گا۔" اُسے وہی جواب ملا تھا جس کا اُسے پہلے ہی اندازہ تھا وہ حمین سکندر کے سرپرائز کو بوجھنے میں ماہر تھی۔"مجھے اب ایسے کسی گھر کی تمنا نہیں ہے۔" امامہ نے اُسے کہا تھا،" ایک وقت تھی پر اب نہیں، اب مجھے بس ایک چھوٹا سا ایسا گھر چاہیے جہاں پر میں تمہارے بابا کے ساتھ رہوں اور تمہارے بابا کے پاس وہ ہے۔اس لئے تم اس گھر کو بنانے میں اپنی energy اور وقت ضائع مت کرنا۔" اُس نے حمین کو نصیحت کی۔"میری خواہش ہے یہ ممّی" حمین نے اُسے کہا تھا،" یہ گھر میں نے تمہارے بابا سے مانگا تھا، وہ نہیں دے

سکے... اور تم سے میں لوں گی نہیں... میں کبھی سالار کو یہ احساس نہیں ہونے دوں گی کہ تم نے مجھے وہ دے دیا ہے جو وہ نہیں دے سکا۔" حمین کو اُس کی بات کی سمجھ آگئی تھی۔"سوچ لیں" اُس نے جیسے امامہ کو چیلنج کرنے والے انداز میں کہا تھا۔"سوچ لیا۔" وہ چیلنج قبول کرتے ہوئے ہنس پڑی

"آپ کو دُنیا میں بابا کے علاوہ کوئی اور نظر نہیں آتا۔" حمین نے شکایتاً اُس سے کہا۔

"ہاں نہیں آتا" وہ ہنسی۔

"زیادتی ہے یہ" اُس نے جتایا۔

"اتنا تو کر سکتی ہوں۔" اُس نے جواباً چھیڑا۔

"دادا کہتے تھے آپ دونوں پتھر کے زمانے میں بھی ہوتے تو مل جاتے۔" وہ اب اُسے چھیڑ رہا تھا، وہ بے اختیار ہنسی تھی اور ہنستی چلی گئی تھی۔

اور اب وہ اُس سکریپ بُک کو کھولتے ہوئے اُسے ورق بہ ورق دیکھ رہی تھی... جیسے اپنی زندگی کی ورق گردانی کرتے ہوئے... اُس کے پاس وہ سکریپ بُک آدھی خالی تھی، اور اب وہ ساری بھر چکی تھی۔اُس نے کچھ تجسّس کے عالم میں اُن صفحوں سے آگے دیکھنا شروع کیا جو اُس نے بھرے تھے۔وہاں بھی تصویریں تھیں... خوبصورت گھروں کی... وہ حمین سکندر کی collection تھی... اُس ہی کی طرح کاٹ کاٹ کر لگائی ہوئی تصویریں، مگر فرق صرف یہ تھا کہ وہ میگزینز سے کاٹی ہوئی تصویریں نہیں تھیں، وہ کھینچی ہوئی تصویریں تھیں حمین سکندر کے اپنے گھروں کی... وہ چہرے پر

مسکراہٹ لئے بڑے اشتیاق سے اُن گھروں کی تصویروں کو دیکھتی جارہی تھی۔وہ یقیناً خوش نصیب تھا، تیس سال کی عمر تک پہنچے بغیر درجنوں گھروں کا مالک تھا۔اُس کی ساری اولادوں میں دولت کے معاملے میں سب سے زیادہ امیر اور خرچ کرنے میں سب سے زیادہ فیّاض... اُس نے اپنی زندگی کی سب سے پہلی کمپنی امامہ سے قرض لے کر شروع کی تھی۔

"صرف اس لئے لے رہا ہوں آپ سے کہ بابا نے بھی SIF آپ کے قرض سے شروع کیا تھا۔" اُس نے امامہ کو "logic" بتائی تھی۔اور اُس وقت پہلی بار امامہ نے سالار سے SIF میں دی جانے والی اپنی اصل رقم واپس مانگی تھی۔

"وہ ڈبودے گا... مجھے یقین ہے۔" سالار نے اُسے خبردار کیا تھا... وہ اُس وقت سولہ سال کا بھی نہیں تھا اور اگر سالار یہ تبصرہ کررہا تھا تو غلط نہیں تھا۔

"جب تمہیں SIF کے لئے یہ رقم دی تھی تو پاپا نے بھی یہی کہا تھا... تم نے ڈبودی کیا؟" اُس نے سالار کو جتایا تھا۔"تم مجھے حمین سے compare کررہی ہو۔" سالار ناخوش ہوا تھا " پہلی بار نہیں کررہی " اُس نے جواباً کہا تھا۔

کتنا وقت گزرگیا تھا... گزرگیا تھا یا شاید بہہ گیا تھا... زندگی بہت آگے چلی گئی تھی... خواہشاتِ نفس بہت پیچھے چلی گئی تھیں۔

امامہ نے ہاتھ میں پکڑی سکریپ بُک اپنے سامنے سینٹر ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہاں پڑا چائے کا مگ اُٹھا لیا۔وہ اب سر اُٹھا کر آسمان کو دیکھنے لگی تھی۔وہ چند دن پہلے پاکستان سے مستقل طور پر امریکہ

شفٹ ہوئی تھی اور حمین کا گھر اُس کا پہلا پڑاؤ تھا۔سالار بھی چند دن کے لئے وہیں تھا اور اس وقت صبح سویرے وہ اپنے لئے چائے بنا کر pent house کے اُس حصّے میں آکر بیٹھی تھی جس کی چھت بھی شیشے کی تھی، نیلے آسمان پر تیرتے ہلکے بادلوں اور اُڑتے پرندوں کو وہ اس پر سکون خاموشی میں بچوں کے سے اشتیاق سے دیکھ رہی تھی۔تب ہی اُس نے اپنے عقب میں آہٹ سُنی، وہ سالار تھا۔چائے کے اپنے مگ کے ساتھ۔دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے تھے۔ایک طویل مدّت کے بعد وہ یوں امریکہ میں اس طرح فرصت سے مل رہے تھے۔۔۔ سالار کی زندگی کی بھاگ دوڑ کے بغیر۔

وہ بھی اُس کے قریب کاؤچ پر بیٹھ گیا تھا، کاؤچ پر اُس کے برابر بیٹھے چائے کے دو مگز ہاتھ میں لئے وہ دونوں آج بھی ویسے ہی تھے۔۔۔ سالار کم گو، وہ سب کچھ کہہ دینے والی۔۔۔ سالار سُنتے رہنے والا وہ دُنیا جہاں کی باتیں دُہرا دینے والی۔۔۔ مگر اُن کے پاس فرصت صرف چائے کے مگ جتنی ہوتی تھی۔چائے کا مگ بھرا ہوتا تو اُن کی باتیں شروع ہوتیں اور اُس کے ختم ہونے تک باتیں اور فرصت دونوں ختم ہوجاتے۔۔۔چائے کا وہ مگ جیسے اُن کی قربت میں گزاری ہوئی زندگی تھی۔۔۔ نرم گرم، رُک رُک، ٹھہر ٹھہر کر گزرتی ہوئی۔۔۔ لیکن جتنی بھی تھی، تسکین بھری۔۔۔ سالار نے سامنے پڑی سکریپ بُک کو سرسری نظر سے دیکھا، چند لمحوں کے لئے اُٹھا کر اُلٹا پلٹا پھر واپس رکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے جیسے شوق ہیں تمہارے بیٹے کے۔" وہ مسکرادی۔وہ دونوں اُس کے اس pent house میں پہلی بار آئے تھے۔

"اس سال ریٹائر ہونے کا سوچ رہا ہوں۔" چائے کا ایک سِپ لیتے ہوئے سالار نے امامہ سے کہا، "کئی سالوں سے سُن رہی ہوں۔" اُس نے جواباً کہا۔وہ دھیرے سے ہنسا "نہیں اب تم آگئی ہو امریکہ تو اب ریٹائر ہوسکتا ہوں... پہلے تو تنہائی کی وجہ سے کام کرنا میری مجبوری تھی۔" وہ اُسے tease کررہا تھا "بیس سال کی ہوتی تو تمہاری اس بات پر خوش ہوتی۔" امامہ نے بے ساختہ کہا " خیر بیس سال کی عمر میں میرے اس جملے پر تو تم کبھی خوش نہیں ہوتی۔" اُس نے ترکی بہ ترکی کہا۔

دونوں بیک وقت ہنسے۔

"یہ ویسا گھر ہے جیسا ایک بار ہم نے خواب میں دیکھا تھا، اُس جھیل کے کنارے؟" سالار نے یک دم آسمان کو دیکھتے ہوئے، اُس سے پوچھا۔وہ بھی سر اُٹھا کر شیشے سے نظر آتے آسمان کو دیکھنے لگی۔

"نہیں ویسا گھر نہیں ہے۔" امامہ نے ایک لمحے کے بعد کہا۔سکندر عثمان کی موت کے بعد امامہ نے ایک بار پھر وہی جھیل کنارے ایک گھر دیکھا تھا۔جو وہ اپنی زندگی کے کئی سالوں میں بار بار دیکھتی رہی تھی۔مگر اس بار وہ خواب اُس نے بہت عرصے کے بعد دیکھا تھا۔

"وہ گھر ایسا نہیں تھا۔" وہ اُس pent house کو گردن گھما کر دیکھتے ہوئے بڑبڑارہی تھی ،"وہ آسمان ایسا نہیں تھا... نہ وہ پرندے ایسے تھے... نہ وہ شیشہ ایسا۔وہ گھر دُنیا میں کبھی کہیں نہیں دیکھا میں نے۔" وہ کہہ رہی تھی "اُس گھر کی کوئی چیز دنیا بھر میں پھرنے کے باوجود کہیں نظر نہیں آئی مجھے... کبھی کبھی مجھے لگتا ہے وہ گھر جنّت میں ملے گا ہمیں۔" وہ کہہ کر خاموش ہوگئی تھی۔وہ بھی چونکے بغیر خاموش ہی رہا تھا...

www.kitabnagri.com

"تم نے کچھ نہیں کہا" امامہ نے اُس کی خاموشی کو کُریدا۔اُس نے گردن موڑ کر مسکراتے ہوئے امامہ کو دیکھا اور بڑبڑایا۔

"آمین" وہ چپ رہی، پھر ہنس پڑی وہ آج بھی ویسا ہی تھا... مختصر مگر اگلے کو لاجواب کردینے والی باتیں کہہ دینے والا۔

"اگر وہ جنّت ہے تو پھر میں تم سے پہلے وہاں جاؤں گا۔" وہ امامہ سے کہہ رہا تھا "تمہیں یاد ہے نا میں وہاں تمہارا انتظار کررہا تھا۔"

"ضروری نہیں" لمحہ بھر کے لئے وہ چائے پینا بھولی "خوابوں میں سب کچھ سچ نہیں ہوتا" اُس نے بے اختیار کہا تھا۔آج بھی بچھڑ جانے کا خیال اُسے بے کل کرگیا تھا۔

"اگر وہ واقعی جنّت ہے تو کیا تم چاہتی ہو وہ خواب جھوٹا ہو؟" وہ عجیب انداز میں مسکرایا تھا... اک بار پھر لاجواب کردینے والے جملے کے ساتھ" بس اتنا کہ تم وہاں پہلے انتظار میں مت کھڑے ہو...دونوں اکھٹے بھی تو جاسکتے ہیں۔" امامہ نے چائے کا مگ خالی کر کے سامنے پڑی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔اُس نے اب سالار کے بازو پر ہاتھ رکھا تھا۔وہ مسکرادیا۔

"اب بھی کہو نا؟" وہ اُس سے کہہ رہی تھی۔"کیا؟" اُس نے پوچھا۔آمین" وہ ہنس پڑا

"آمین"۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

☆☆☆☆

ٹھیک 9:15 پر لفٹ کا دروازہ کھلا تھا اور دو سیکورٹی گارڈز تیز رفتار قدموں سے باہر نکلے تھے اور اُن دونوں کے بالکل پیچھے چند قدموں کے فاصلے پر وہ نکلا تھا۔اُس پورے کوریڈور میں یک دم ہلچل مچ گئی تھی۔وہاں پہلے سے کھڑے security officials اور پروٹوکول کے اہلکار یک دم الرٹ ہوگئے تھے۔"وہ" بے حد تیز قدموں سے اُن دو سیکورٹی گارڈز کے عقب میں چل رہا تھا اور اُس کے بالکل پیچھے اُس کے اپنے عملے کے چند افراد بے حد تیز قدموں سے اُس سے قدم سے قدم ملانے کی کوشش کررہے تھے۔

...1...2...3...4...5زیرِلب گنتی کرتے ہوئے اُس ٹارگٹ کلر نے 1 کا لفظ زبان سے ادا کرتے ہی اپنی رینج میں آنے والے اپنے ٹارگٹ پر فائر کردیا تھا... اُس نے بینکوئیٹ ہال کے شیشے کے پرخچے اُڑتے دیکھے۔

☆☆☆☆

"تم نے اُس سے کیا کہا ہے کہ اُس نے مجھ سے بات کرنا چھوڑدی؟" ہشّام سے ملاقات کے کئی دن بعد تک بھی اس ملاقات کے حوالے سے کوئی اپ ڈیٹ نہ ملنے اور ہشّام کی طرف سے ہوجانے والی پراسرار خاموشی نے رئیسہ کو فکرمند کیا اور وہ حمین سے پوچھے بغیر نہیں رہ سکی۔

"اُس نے تمہارا پیچھا چھوڑ دیا... یہ تو اچھا ہے، تم یہی تو چاہتی تھی نا۔" اُس نے رئیسہ کو بے حد سنجیدگی سے کہا تھا۔رئیسہ کو جواب نہیں سوجھا۔وہ اُس کی یونیورسٹی آیا ہوا تھا۔"ٹھیک ہے مگر تم نے اُس سے کیا کہا؟" رئیسہ نے کچھ بُجھے ہوئے انداز میں حمین سے کہا تھا۔وہ اُس کے لئے برگر لایا تھا اور اپنا راستے میں ہی کھاتا آیا تھا۔اب اُس کے پاس صرف ایک ٹکڑا رہ گیا تھا جسے وہ بڑے بے ڈھنگے پن سے نگل رہا تھا۔رئیسہ نے اپنا برگر نکال کر کھانا شروع کردیا،اُسے پتہ تھا وہ اپنا ختم کرنے کے بعد اُس کا برگر بھی کھانا شروع کردیتا۔

"میں نے اُس سے کہا اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو بادشاہت چھوڑدیتا۔"اُس نے آخری ٹکڑا نگلتے ہوئے کہا اور رئیسہ کی بھوک مرگئی تھی۔کیا اُلٹا مشورہ تھا۔اُس نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔

"لیکن میں نے اُس سے صرف یہ نہیں کہا تھا۔" حمین اب اپنی انگلیاں چاٹ رہا تھا۔پھر اُس نے رئیسہ سے بڑے اطمینان سے کہا..." تمہاری بھوک تو مرگئی ہوگی، میری ابھی ہے... تم نے نہیں کھانا تو میں یہ باقی کھالوں۔" رئیسہ نے خاموشی سے اُسے برگر تھما دیا۔اُس کی بھوک واقعی مرگئی تھی۔

"میں نے اُسے یہ بھی کہا کہ وہ ولی عہد کے لئے مناسب امیدوار ہے ہی نہیں... نہ اہلیت رکھتا ہے نہ صلاحیت... اور یہ شادی ہو نہ ہو... جلد یا بدیر وہ ویسے بھی ولی عہد کے عہدے سے معزول کردیا

جائے گا۔...So he has two optionsیا تو اپنی پسند کی لڑکی سے شادی کرے اور ولی عہد کا عہدہ ابھی چھوڑدے یا پھر بادشاہت کے خواب دیکھتے رہنے میں محبت بھی گنوائے اور تخت بھی۔" حمین نے بڑے اطمینان سے اُسے گفتگو کا باقی حصّہ سُنایا تھا۔

"تم نے یہ سب کہا اُس سے ، اس طرح۔" رئیسہ کو شدید صدمہ ہوا۔

"نہیں ایسے نہیں کہا تمہیں تو میں مہذّب انداز سے بتارہا ہوں اُسے تو میں نے صاف صاف کہا کہ زیادہ سے زیادہ تین مہینے ہیں اور اس کے پاس... اگر تین مہینے میں وہ معزول نہ ہوا تو پھر رئیسہ سے دوسری شادی کرلینا۔" وہ دانت پر دانت رکھے حمین سکندر کو صرف دیکھ کر ہی رہ گئی۔اس "گفتگو" کے بعد اگر ہشّام بن صباح نے اُسے اپنی زندگی سے نکال دیا تھا تو کوئی بھی خوددار شخص یہی کرتا۔صباح بن جرّاح کے خلاف شاہی خاندان کے اندر شدید lobbying ہورہی ہے... اور صباح بن جرّاح اپنی پوزیشن مضبوط کرنے کے لئے پرانے امیر کی فیملی میں شادی کروانا چاہتا ہے ہشّام کی... اور یہ ہو بھی گئی تب بھی وہ بہت دیر تخت پر نہیں رہ سکتا، اس کے حریف بہت طاقت ور لوگ ہیں اور صباح سے زیادہ بہتر حکمران ہوسکتے ہیں...اگرصباح ہٹ جاتا ہے تو پھر ہشّام کو کون رہنے دے گا وہاں... میں نے ہشّام کو یہ سب نہیں بتایا، تمہیں بتارہا ہوں۔" اُس نے بر گر ختم کرتے ہوئے ہاتھ جھاڑے اور رئیسہ سے کہا۔

"تم finance کررہے ہو اُس کے حریفوں کو؟" اُسے رئیسہ سے جس آخری سوال کی توقع تھی، وہ یہ تھا۔دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے رہے پھر حمین نے کہا "میں صرف "بزنس" کررہا ہوں... امریکہ میں صباح کے ساتھ... بحرین میں اُس کے مخالفین کے ساتھ۔"

اُس نے بالآخر کہا۔وہ گول مول اعتراف تھا "کیوں کررہے ہو؟" رئیسہ نے جواباً اُس سے زیادہ تیکھے انداز میں اُس سے کہا۔وہ اُس کا چہرہ دیکھتا رہا پھر اُس نے کہا۔

"For Family......Anything for Family"رئیسہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں،

"مجھے خیرات میں ملی ہوئی محبت نہیں چاہیے۔" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"وہ تمہارے لئے میرے اندازے سے زیادہ مخلص ہے... نہ ہوتا تو میں تمہیں بتادیا... وہ تمہارے لئے بادشاہت چھوڑ دے گا۔" حمین نے دو ٹوک انداز میں اُس سے کہا۔وہ اُس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔



☆☆☆☆

www.kitabnagri.com

اُس نے اپنی ٹیلی سکوپک رائفل سے اُس ٹارگٹ کلر کو ٹریگر دباتے دیکھا۔بے حد سکون اور اطمینان کے عالم میں... اُس نے اُس کی ہلکی سی مسکراہٹ بھی دیکھی تھی۔پھر اُس نے اُس ٹارگٹ کلر کو بے حد مطمئن انداز میں سر اُٹھاتے اور ٹیلی سکوپک رائفل سے آنکھ ہٹاتے دیکھا اور اس وقت اُس نے اُسے شوٹ کیا۔ایک مدہم ٹک کی آواز کے ساتھ اُس نے کھڑکی سے اُس کے بھیجے کو اُڑتے دیکھا اور اپنے کمرے کے باہر بھاگتے قدموں کا شور...اُس کا مشن پورا ہوچکا تھا، اب اُس کے لئے exitتیّار کرنے والے اُس کے منتظر تھے۔



عنایہ نے اپنے ہاسپٹل کی پارکنگ میں داخل ہوتے ہوئے عبداللہ کی کال اپنے فون پر دیکھی۔ایک لمحہ کے لئے وہ اُلجھی پھر اُس نے اُس کی کال ریسیو کی۔

"مل سکتے ہیں؟" اُس نے سلام دعا کے بعد پہلا جملہ کہا۔وہ ایک لمحہ خاموش رہی۔

"تم یہاں ہو؟" اُس نے پوچھا۔

"تمہاری گاڑی کے پیچھے ہی ہے میری گاڑی۔"عنایہ نے بے اختیار بیک ویو مرر سے عقب میں عبداللہ کی گاڑی کو دیکھا جو اُسے dipper سے اشارہ کررہا تھا۔

دس منٹ بعد پارکنگ میں گاڑی کھڑی کرتے ہوئے وہ اُس کی گاڑی میں آگیا تھا۔اُس کے ہاتھ میں ایک پھول کے ساتھ دو شاخیں تھیں۔عنایہ نے کچھ کہے بغیر اُسے دیکھا، پھر وہ تھام لیں۔

وہ فون پر پہلے ہی احسن اور عائشہ کے ساتھ ہونے والی ملاقاتوں کے بارے میں اُسے بتاچکا تھا۔

"اُس نے کہا تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں۔" عنایہ نے جواباً کہا۔

"میں نے ہاسپٹل میں ڈاکٹر احسن کی امامت میں نماز پڑھنا چھوڑدی۔" عنایہ نے چونک کر اُسے دیکھا۔" میں نے اُسے بتادیا کہ اپنی بیوی کے ساتھ ایسا سلوک کرنے والا شخص امامت کا اہل نہیں، اُسے عائشہ کے خلاف سارے الزامات واپس لینے ہوں گے، اگر وہ دوبارہ امامت کروانا چاہتا ہے تو۔" عبداللہ بے حد سنجیدگی سے کہہ رہا تھا" اوہ تو اس لئے اُس نے کیس واپس لیا ہے۔" عنایہ نے بے اختیار کہا۔عبداللہ چونکا" اُس نے کیس واپس لے لیا؟"

"ہاں جبریل نے بتایا مجھے... اُس نے ایک معذرت کا خط بھی لکھا ہے عائشہ کے نام" عنایہ نے مزید بتایا۔" یہ سب بے کار ہے اب... وہ بہت زیادہ نقصان کر چکا ہے۔"

"عائشہ کا؟"

"نہیں اپنا۔" عبداللہ کے لہجے میں افسردگی تھی۔

"اچھے انسان recover کرجاتے ہیں ہر نقصان سے کیوں کہ اللہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے، بُرے نہیں کرسکتے۔" عبداللہ کہہ رہا تھا۔

"He himself is the greatest liar"

"وہ اپنے parents کے ساتھ بابا سے ملنے بھی آئے تھے، جبریل کی شکایت کرنے۔" عنایہ کہہ رہی تھی "بابا نے اُس کے باپ سے کہا کہ وہ دیکھے اُس کی منافقت اور تنگ نظری نے اُس کے اکلوتے بیٹے کو کیا بنا دیا ہے۔"

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

"شرمندہ ہوئے؟" عبداللہ نے پوچھا۔ "پتہ نہیں خاموش ہو گئے تھے... احسن سعد کی ماں رونے لگی تھی پتہ نہیں کیوں، پھر وہ چلے گئے۔" عنایہ نے کہا۔

"تم نے مجھے معاف کر دیا؟" عبداللہ نے یک دم پوچھا۔ وہ مسکرا دی "ہاں... ایسی کوئی بڑی غلطی تو نہیں تھی تمہاری کہ معاف ہی نہ کرتی۔" عبداللہ نے ایک کارڈ اُس کی طرف بڑھایا۔ وہ بے اختیار ہنسی "اب سب کچھ زبان سے کہنا سیکھو... سب کچھ لکھ لکھ کے کیوں بتاتے ہو۔" وہ کارڈ کھولتے ہوئے اُس سے کہہ رہی تھی، پھر وہ بات کرتے کرتے ٹھٹھک گئی۔ ایک ہاتھ سے بنے ہوئے کارڈ پر صرف ایک جملہ لکھا ہوا تھا۔

"تم مجھ سے شادی کرو گی؟" عنایہ نے اپنی شرٹ کی جیب میں اٹکے بال پوائنٹ کو نکال کر اُس تحریر کے نیچے لکھا۔

"ہاں" عبداللہ مسکرایا اور اُس نے اُس کا بال پوائنٹ لیتے ہوئے لکھا۔

"کب؟"

عنایہ نے لکھا

"پھولوں کے موسم میں۔"

عبداللہ نے لکھا۔

"بہار؟"

عنایہ نے لکھا۔

"ہاں" عبداللہ نے کارڈ پر ایک دل بنایا، عنایہ نے ایک اور... عبداللہ نے ایک smiley بنایا... عنایہ نے ایک اور...

کارڈ لکیروں، حرفوں ، ہندسوں، جذبوں سے بھرتا جارہا تھا اور ہر شے صرف محبت کی ترجمان تھی جو اللہ تعالیٰ کی بہترین نعمتوں میں سے ایک ہے اور جسے پانے والے خوش نصیب... وہ دونوں دو خوش نصیب تھے جو اُس کارڈ کو عہد اور تجدیدِ عہد سے بھر رہے تھے۔

☆☆☆☆

لفٹ کا دروازہ کھلا۔سالار نے اپنی گھڑی دیکھی۔اُس کے دو سیکورٹی گارڈز اُس سے پہلے لفٹ سے نکل گئے تھے۔اُس کا باقی کا عملہ اُس کے لفٹ سے نکلنے کے بعد پیچھے لپکا تھا۔کوریڈور میں تیز قدموں سے چلتے وہ استقبال کرنے والے officials سے ملا تھا۔اُس نے گھڑی ایک بار پھر دیکھی تھی۔ہمیشہ کی طرح وہ وقت پر تھا... چند سیکنڈز کے بعد وہ بینکویٹ ہال میں داخل ہوجاتا... وہاں جو ہونے والا تھا، وہ اُس سے بے خبر تھا۔بے خبری زندگی میں ہر بار نعمت نہیں ہوتی۔ TV پر چلتی اُس خبر کو دیکھتے ہوئے سالار گنگ تھا۔آخری چیز جو وہ اپنی زندگی اور کیریئر کے اس سٹیج پر ہوتا توقع کرسکتا تھا، وہ یہ تھی۔رحم کھا کر گود لی گئی بچی کو اُس کے گناہ کے طور پر پوری دُنیا میں دکھایا

جارہا تھا اور یہ سب کہنے والا اُس بچّی کا اپنا باپ تھا۔ جس کی بیوی کی سالار نے کبھی شکل بھی نہیں دیکھی تھی... افیئر اور ناجائز اولاد تو دور کی بات تھی۔ وہ طاقت کا کھیل تھا... جنگ تھی... اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔ یہ کہنا کہ سازش کی جارہی تھی... نیروبی میں ہونے والے TAI اور SIF کے اُس اشتراک کو ہونے سے پہلے توڑنے کی کوشش کی جارہی تھی، بے کار تھا۔

وہ اُس وقت نیویارک ایئر پورٹ پر ایک فلائٹ لینے کے لئے موجود تھا جب پہلی بار وہ خبر بریک ہوئی تھی اور اُس نے بزنس کلاس کے departure lounge میں دیکھی تھی۔ اُس کے ساتھ موجود اُس کے سٹاف نے ایک کے بعد ایک نیوز چینلز کی update کو اُس کے ساتھ شیئر کرنا شروع کردیا تھا... سالار سکندر نے وہاں بیٹھے سب سے پہلی کال امامہ کو کی تھی۔ اور اُس نے اُس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اُس سے کہا تھا۔

"مجھے کوئی وضاحت دینے کی ضرورت نہیں، نہ مجھے نہ تمہارے بچوں کو"...

"رئیسہ سے بات کرو۔" سالار نے جواباً اُس سے کہا تھا "مجھے اپنے سے زیادہ تکلیف اس بات کی ہے کہ وہ اُس کی تصویریں چلارہے ہیں۔" اُس نے امامہ سے کہا تھا۔ وہ اپ سیٹ تھا اس کا اندازہ امامہ کو اُس کی آواز سے بھی ہورہا تھا۔

"یہ وقت بھی گزرجائے گا سالار۔" امامہ نے اُس سے کہا تھا، تسلی دینے والے انداز میں۔

www.kitabnagri.com

"ہم نے اس سے زیادہ برا وقت دیکھا ہے۔" سالار نے سر ہلایا تھا، ممنونیت کے عجیب سے احساس کے ساتھ۔گھر میں بیٹھی وہ عورت اُن سب کے لئے عجیب طاقت تھی... عجیب طرح سے حوصلہ دیے رکھتی تھی اُن کو... عجیب طریقے سے ٹوٹنے سے بچاتی تھی۔

☆☆☆☆

وہ یہاں کسی جذباتی ملاقات کے لئے نہیں آتی تھی... سوال و جواب کے کسی لمبے چوڑے سیشن کے لئے بھی نہیں... لعنت و ملامت کے کسی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بھی نہیں... وہ یہاں کسی کا ضمیر جھنجھوڑنے آئی تھی، نہ ہی کسی سے نفرت کا اظہار کرنے کے لئے... نہ ہی وہ کسی کو یہ بتانے آئی تھی کہ وہ اذیت کے ماؤنٹ ایورسٹ پر کھڑی ہے۔نہ ہی وہ اپنے باپ کو گریبان سے پکڑنا چاہتی تھی... نہ اسے یہ بتانا چاہتی تھی کہ اس نے اس کی زندگی تباہ کر دی تھی... اس کے صحت مند ذہن اور جسم کو ہمیشہ کے لئے مفلوج کر دیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ یہ سب کچھ کہتی... یہ سب کچھ کرتی، اگر اسے یقین ہوتا کہ یہ سب کرنے کے بعد اسے سکون مل جائے گا۔اس کا باپ احساس جرم یا پچھتاوے جیسی کوئی چیز پالنے لگے گا۔

پچھلے کئی ہفتے سے وہ آبلہ پا تھی۔وہ راتوں کو سکون آور گولیاں لیے بغیر سو نہیں پا رہی تھی اور اس سے بڑھ تکلیف دہ چیز یہ تھی کہ وہ سکون آور ادویات لینا نہیں چاہتی تھی... وہ سونا نہیں چاہتی

تھی... وہ سوچنا چاہتی تھی اس بھیانک خواب کے بارے میں، جس میں وہ چند ہفتے پہلے داخل ہوئی تھی اور جس سے اب وہ ساری زندگی نہیں نکل سکتی تھی۔

وہ یہاں آنے سے پہلے پچھلی پوری رات روتی رہی تھی۔یہ بے بسی کی وجہ سے نہیں تھا۔یہ اذیت کی وجہ سے بھی نہیں تھا۔یہ اس غصے کی وجہ سے تھا جو وہ اپنے باپ کے لئے اپنے دل میں اتنے دنوں سے محسوس کر رہی تھی۔ایک آتش فشاں تھا یا جیسے کوئی الائو، جو اس کو اندر سے سلگا رہا تھا، اندر سے جلا رہا تھا۔

کسی سے پوچھے، کسی کو بتائے بغیر یوں اٹھ کر وہاں آجانے کا فیصلہ جذباتی تھا، احمقانہ تھا اور غلط تھا... اس نے زندگی میں پہلی بار ایک جذباتی، احمقانہ اور غلط فیصلہ بے حد سوچ سمجھ کر کیا تھا۔ایک اختتام چاہتی تھی وہ اپنی زندگی کے اس باب کے لئے، جس کے بغیر وہ آگے نہیں بڑھ سکتی تھی اور جس کی موجودگی کا انکشاف اس کے لئے دل دہلا دینے والا تھا۔

اس کا ایک ماضی تھا۔وہ جانتی تھی لیکن اسے کبھی یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کے ماضی کا "ماضی" بھی ہو سکتا تھا۔ایک دفعہ کا ذکر تھا جب وہ "خوش" تھی اپنی زندگی میں... جب وہ خود کو باسعادت سمجھتی تھی... اور "مقرب" سے "ملعون" ہونے کا فاصلہ اس نے چند سیکنڈز میں طے کیا تھا۔چند سیکنڈز شاید زیادہ وقت تھا... شاید اس سے بھی بہت کم وقت تھا جس میں وہ احساس کمتری، احساس محرومی، احساس ندامت اور ذلت و بدنامی کے ایک ڈھیر میں تبدیل ہوئی تھی۔

اور یہاں وہ اس ڈھیر کو دوبارہ وہی شکل دینے آئی تھی... اس بوجھ کو اس شخص کے سامنے اتار پھینکنے آئی تھی، جس نے وہ بوجھ اس پر لادا تھا... زندگی۔

کسی کو اس وقت یہ پتا نہیں تھا کہ وہ وہاں تھی... کسی کو پتا ہوتا تو وہاں آ ہی نہیں سکتی تھی... اس کا سیل فون پچھلے کئی گھنٹوں سے آف تھا۔وہ چند گھنٹوں کے لئے خود کو اس دنیا سے دور لے آئی تھی، جس کا وہ حصہ تھی۔اس دنیا کا حصہ، یا پھر اس دنیا کا حصّہ جس میں وہ اس وقت موجود تھی...؟ یا پھر اس کی کوئی بنیاد نہیں تھی...؟ وہ کہیں کی نہیں تھی... اور جہاں کی تھ جس سے تعلق رکھتی تھی، اس کو اپنا نہیں سکتی تھی۔

انتظار لمبا ہو گیا تھا... انتظامیہ ہمیشہ لمبا ہوتا ہے... کسی بھی چیز کا انتظار ہمیشہ لمبا ہوتا ہے... چاہے آنے والی شے پاؤں کی زنجیر بننے والی ہو یا گلے کا ہار... سر کا تاج بن کر سجنا ہو اس نے یا پاؤں کی جوتی... انتظار ہمیشہ لمبا ہی لگتا ہے۔

رئیسہ سالار صرف ایک سوال کا جواب چاہتی تھی اپنے باپ سے... صرف ایک چھوٹے سے سوال کا... اس نے اس کی فیملی کو کیوں مار ڈالا تھا؟ اور اگر اُنہیں مارڈالا تھا اور اُسے کیوں چھوڑ دیا تھا۔یا اُس کی زندگی اُس کے باپ کی چوک کا نتیجہ تھی... سوالات کا ایک انبار تھا جو وہ اُس سے کرنا چاہتی تھی۔

اُس نے ویٹنگ ایریا میں بیٹھے اپنی سُلگتی آنکھوں کو ایک بار پھر مسلا... وہ پتہ نہیں کتنی راتوں سے سو نہیں پائی تھی... ایک بھیانک خواب تھاپچھلے دو ہفتے ، جس میں اُسے پہلی بار میڈیا سے پتہ چلا تھا

کہ اُس کا باپ کون تھا... وہ کون تھی... کہاں سے تھی... وہ سالار سکندر اور امامہ ہاشم کی بیٹی نہیں تھی، وہ یہ جانتی تھی لیکن اُسے ہمیشہ یہی بتایا گیا تھا کہ وہ سالار کے ایک دوست کی بیٹی تھی جو ایک حادثے میں اپنی بیوی سمیت مارا گیا تھا اور پھر سالار نے اُسے adopt کرلیا۔ مگر اب اُس کی زندگی میں اچانک غلام فرید آگیا تھا جسے TV پر دیکھتے ہوئے بھی اُس کا ذہن اُس سے کسی بھی رشتہ سے انکاری تھا۔ مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔وہ حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتی تھی۔

وہ سب اُس turmoil میں اُس کے پاس آگئے تھے... حمین، جبریل، عنایہ، امامہ، سالار اور ہشّام بھی... اُسے یہ بتانے کہ اُنہیں فرق نہیں پڑتا کہ وہ کون تھی، کیا تھی... وہ اُن کے لئے رئیسہ تھی... وہی پہلے والی رئیسہ... وہ اُن سب کی شکرگزار تھی، ممنون تھی، احسان مند بھی... اور اُس نے اُن سب کو یہ احساس دلایا تھا کہ وہ بالکل ٹھیک تھی، مگر وہ ٹھیک نہیں تھی... اندر ہونے والی توڑ پھوڑ بے حد شدید تھی۔اس لئے بھی کہ وہ اُس خاندان کے ذلّت اور رسوائی کا سبب بن رہی تھی جنہوں نے اُس پر رحم کھاتے ہوئے اُس کو پالا تھا۔اُسے ایک لحظہ بھر کے لئے بھی سالار سکندر پر اپنے باپ کے لگائے ہوئے الزامات کے جھوٹا ہونے میں کوئی شک نہیں ہوا تھا اور اُس کے یہاں آنے کی وجہ بھی وہی الزامات بنے تھے۔وہ کسی کو بتائے بغیر صرف اپنے تعلقات کو استعمال کرتے ہوئے یہاں تک آنے میں کامیاب ہوئی تھی... اپنے خاندان کو بے خبر رکھتے ہوئے۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

غلام فرید جیل کے ایک اہلکار کے ساتھ بالآخر اُس کمرے میں داخل ہوا تھا، جہاں وہ بیٹھی ہوئی تھی۔دونوں اب خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر وہ جیل اہلکار وہاں سے چلا گیا۔غلام فرید کچھ نروس انداز میں اُسے دیکھ رہا تھا، وہ کئی لمحے اُسے دیکھتی رہی پھر اُس نے مدہم آواز میں کہا۔

"آپ نے مجھے پہچانا ؟"

"نہیں" ایک لحظہ کی تاخیر کے بعد غلام فرید نے کہا۔

"میں آپ کی سب سے چھوٹی بیٹی ہوں... جسے مارنا بھول گئے تھے آپ۔" وہ طنز نہیں تعارف تھا اور اُس کے علاوہ اپنا تعارف کسی اور طرح سے نہیں کرواسکتی تھی وہ۔

"چُنّی" بہت دیر غلام فرید اُس کا چہرہ دیکھتے رہنے کے بعد بے ساختہ بڑبڑایا تھا۔رئیسہ نے ہونٹ بھینچ لئے، اُس کی آنکھیں پانی سے بھر گئی تھیں۔اُس کے باپ نے بالآخر اُسے پہچان لیا تھا۔وہ اب اُس کا وہ نام یاد کرنے کی کوشش کررہا تھا جو اُس نے لکھوایا تھا پر یاد نہیں کرسکا۔اُس نے چُنّی کو ایک بار پھر دیکھا... بغوردیکھا...وہ میم صاحب لگ رہی تھی، اپنی سانولی رنگت کے باوجود... اُس کی بیٹی تو نہیں لگ رہی تھی، وہ جانتا تھا اُس کی آخری اولاد کی پرورش سالار سکندر نے کی تھی... یہ اُسے اُن لوگوں نے بتایا تھا جو بار بار اُسے بہت کچھ یاد کروانے اور پھر دہروانے کے لئے آتے تھے۔اُسے چُنّی کو دیکھ کر اپنی بیوی یاد آئی تھی... ایک نیلی جینز اور سفید شرٹ میں بال ایک جوڑے کی شکل میں لپیٹے گلاسز آنکھوں پر لگائے، گلے میں ایک باریک چین میں لٹکتا اللہ کے نام کا لاکٹ پہنے، کلائی میں ایک قیمتی گھڑی پہنے اُس کے سامنے ایک کُرسی پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے چُنّی

نے اُسے اپنی ماں کی یاد دلائی تھی... اُس کے نین نقش ویسے تھے... سارے حلیے میں صرف نین نقش ہی تھے جو وہ پہچان پایا تھا... ورنہ وہ بیمار رہنے والی لاغر، کمزور اور ہر وقت روتی ہوئی چُنّی ایسے کیسے بن گئی تھی کہ اُس کے سامنے بیٹھے غلام فرید کو اُس کے سامنے اپنا وجود کمتر لگنے لگا تھا... پر پتہ نہیں اپنی ایک بچ جانے والی اولاد کو ایسے اچھے حلیے میں دیکھتے ہوئے غلام فرید کو ایک عجیب سی خوشی بھی ہوئی تھی، وہ اُس لمحے بھول گیا تھا کہ وہ اپنی اس اولاد پر ناجائز اولاد کا لیبل لگارہا تھا... برسوں بعد اُس نے کوئی "اپنا" دیکھا تھا اور اپنا دیکھ کر وہ پھر بھول گیا تھا۔

ایک لفافے میں موجود کچھ کھانے پینے کی چیزیں اُس نے باپ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ میں آپ کے لئے لائی تھی" غلام فرید نے عجیب حیرت سے اُس لفافے کو دیکھا اور پھر کانپتے ہاتھوں سے اُسے تھام لیا، وہ سارے سوالات جو وہ غلام فرید سے کرنا چاہتی تھی یک دم دم توڑتے چلے گئے تھے... وہ نحیف و نزار شخص جو اُس کے سامنے اپنی زندگی کی آخری سیڑھی پر کھڑا تھا، اُس سے وہ سوال اب کرنا بے کار تھا۔اُسے اُس پر ترس آگیا تھا، وہ اُسے اب کسی کٹہرے میں کھڑا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

غلام فرید نے گلاسز اُتار کر اپنی آنکھیں صاف کرتی ہوئی اُس لڑکی کو دیکھا جس نے کچھ دیر پہلے اُس سے اپنا تعارف کروایا تھا۔

"تم پڑھتی ہو؟" اُس نے بالآخر پوچھا، عجیب سے انداز میں...رئیسہ نے سر اُٹھا کر غلام فرید کا چہرہ دیکھا، پھر سر ہلایا۔غلام فرید کا چہرہ چمکا۔

"زیادہ پڑھنا۔"

رئیسہ کی آنکھوں میں نمی پھر اُتری۔

"میں اور تمہاری ماں سوچتے تھے کبھی پڑھائیں گے بچوں کوزیادہ... اور..." غلام فرید نے یادوں کے کسی دُھندلکے کو لفظوں میں بدلا پھر چُپ ہو گیا۔

"صاحب کو میرا شکریہ کہنا... اور دوبارہ جیل مت آنا۔" غلام فرید نے چند لمحے بعد کہا اور رئیسہ کی آنکھوں کی نمی اب اُس کے گالوں پر پھیلنے لگی تھی۔غلام فرید کے لئے سالار سکندر ایک بار پھر "صاحب" ہو گیا تھا۔اپنی اولاد کو ایسی اچھی حالت میں دیکھ کر رئیسہ کو لگا تھا اُس کا باپ شرمندہ بھی تھا۔

وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔وہ بھی کھڑا ہو گیا تھا۔پھر وہ آگے بڑھا اور اُس نے رئیسہ کے سر پر ہاتھ پھیرا، وہ اُسے گلے لگاتے ہوئے جھجکا تھا... شاید لگانا چاہتا تھا۔اُس نے آگے بڑھ کر خود غلام فرید کو گلے لگایا تھا پھر وہ اُس سے لپٹ کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا... اپنے باقی بچوں اور بیوی کے ناموں کو پکارتے ہوئے۔

☆☆☆☆

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

وہ بڑا ہلکا وجود لئے امریکہ واپس آئی تھی اور امریکہ پہنچ کر بالآخر اُس نے اپنا نمبر آن کیا تھا... اور اُس کا فون یک دم سارے رشتوں سے جاگنے لگا تھا... پیغامات کا انبار تھا اُس کی فیملی کی طرف سے... ایئرپورٹ سے گھر تک پہنچتے پہنچتے وہ اُن سب پیغامات کو پڑھتی گئی تھی۔نم آنکھوں کے ساتھ... ایک کے بعد ایک پیغامات کا thread... اور پھر ایک آخری پیغام ہشّام کی طرف سے... بادشاہ نے تخت چھوڑدیا تھا... کیوں؟... اُس نے یہ نہیں لکھا تھا۔اُسے حمین یاد آیا تھا، اُس کے لفظ۔

گھر کے باہر سالار کے ساتھ ساتھ حمین کی بھی گاڑی تھی۔رئیسہ نے بیل بجائی... کچھ دیر بعد یہ سالار سکندر تھاجس نے دروازہ کھولا تھا۔

دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔پھر وہ آگے بڑھ کر سالار سے لپٹ گئی تھی... بالکل اُس ہی طرح جب وہ ڈیڑھ سال کی عمر میں اُس سے لپٹی تھی اور پھر الگ نہیں ہوئی تھی۔ سالار اُسے بچوں کی طرح تھپکتا رہا... وہ امریکہ واپس آنے سے پہلے پاکستان میں ایک پریس کانفرنس میں اپنا Paternity Test اور غلام فرید کا بیان میڈیا کے ساتھ شیئر کر کے آئی تھی اور ایک وکیل کے ذریعے اپنے خاندان کی واحد وارث ہونے کے طور پر اپنے باپ کو معاف کرنے کا حلف نامہ بھی... وہ طوفان جو سالار سکندر اور اُس کے خاندان کو ڈبونے کے لئے آیا تھا، وہ اس بار رئیسہ نے روکا تھا۔

اور وہاں اب سالار سکندر کے سینے سے لگی بچوں کی طرح روتی رئیسہ کو دیکھتے ہوئے اُسے کوئی دلیر نہیں کہہ سکتا تھا... وہ بھی سالار سکندر کا ہی خانوادہ تھی۔خون کا رشتہ نہ ہونے کے باوجود، رحم اور مہربانی کے مضبوط ترین رشتوں سے اُن کے ساتھ جوڑی گئی۔

اپنے نام کے ساتھ سالار کا نام استعمال کرتے ہوئے بھی وہ اپنے باپ کے نام سے واقف تھی مگر وہ باپ جیل میں سزائے موت کا ایک قیدی تھا، سالار کا دوست نہیں ، وہ اس سے واقف نہیں تھی۔اور اس "واقفیت" کے بعد اُسے اُس خاندان کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوگیا تھا جو اُس کا تعارف تھا۔

"میں نے تمہیں رونا تو کبھی نہیں سکھایا رئیسہ... نہ ہی رونے کے لئے تمہاری پرورش کی ہے۔" سالار نے اُسے خود سے الگ کرتے ہوئے کہا۔وہ اب اپنے آنسوؤں پر قابو پا رہی تھی۔اور اُس نے سالار کے عقب میں کُھلے دروازے سے حمین اور امامہ دونوں کو دیکھا تھا۔"آخری بار روئی ہوں بابا۔" اُس نے گیلی آنکھوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے کہنے کی کوشش کی اور اُس کی آواز پھر بُھرّا گئی۔

"You belong to us"سالار نے اُسے جتانے والے انداز میں کہا۔" اور تم سمجھدار اور بہت بہادر ہو... ہم نے یہی سکھایا ہے تمہیں۔" وہ جیسے اُسے یاد دہانی کروارہا تھا۔وہ سر ہلانے لگی تھی۔ زندگی میں کبھی کوئی ایسا موقع آتا جب وہ اُنہیں اپنی احسان مندی دکھاسکتی تو اُنہیں بتاتی کہ اپنے حقیقی باپ سے ملنے کے بعد اُسے پہلی بار یہ احساس ہوا تھا کہ وہ بے حد خوش قسمت تھی... واقعی خوش قسمت تھی کہ وہ سالار سکندر کے خاندان کا حصّہ بنی تھی، اُسے وہ own کرتے تھے۔

☆☆☆☆

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

9:15منٹ پر بالآخر لفٹ کا دروازہ کھلا تھا اور حمین سکندر اپنے دو ذاتی محافظوں کے پیچھے باہر نکلا تھا، اُس کے پیچھے اُس کے عملے کے باقی افراد باقی تھے۔کوریڈور میں پریس فوٹوگرافرز اور چینلز کے افراد بھی تھے جو ہر آنے والی اہم شخصیت کی coverage کررہے تھے، اُس سے پانچ منٹ پہلے وہاں سے سالار سکندر گزر کر گیا تھا اور اب وہ وہاں آیا تھا اُس تقریب کے دو اہم ترین لوگ...

بے حد تیز رفتاری سے قدم اُٹھاتے حمین سکندر کوریڈور میں اُس کی آمد کی کوریج کرتے پریس فوٹوگرافرز پر نظر ڈالتے اپنا استقبال کرتے ہوئے officials کے ساتھ بڑی تیزی سے بینکوئیٹ ہال کے داخلی دروازے کی طرف جارہا تھا، جب اُسے یک دم اپنے عقب میں آتے اپنی ٹیم کے ایک ممبر سے کچھ پوچھنے کا خیال تھا... اپنے Chief Finance Strategist سے... وہ لمحہ بھر کے لئے رُکا، پلٹا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہہ پاتا اُس نے اپنی گردن کی پشت میں کوئی سلاخ گھستی محسوس ہوئی تھی... پھر شیشہ ٹوٹنے کی آوازیں اور پھر چیخوں کی اور پھر کوئی اُسے زمین پر گراتا ہوا اُس پر لیٹا تھا... پھر کوئی چیخا تھا "سامنے والی بلڈنگ سے گولی چلائی گئی ہے۔" اور اُس وقت پہلی بار حمین کو احساس ہوا اُس کی گردن کی پشت پر کیا ہوا تھا... تکلیف شدید تھی، لیکن تکلیف ناقابلِ برداشت تھی۔وہ حواس میں تھا... سب کچھ سُن رہا تھا... اُسے اب زمین پہ ہی گھسیٹتے اُس کی سیکورٹی ٹیم وہاں سے لفٹ کی طرف لے جارہی تھی اور اُس وقت حمین کو پہلی بار سالار سکندر کا خیال آیا تھا اور اُس کا دل اور دماغ بیک وقت ڈوبے تھے۔

☆☆☆☆

سالار سکندر نے بینکوئیٹ ہال میں سٹیج پر رکھی اپنی نشست پر بیٹھے ہوئے اپنی تقریر کے notes پر ایک نظر ڈالتے ہوئے اُس بینکوئیٹ ہال کی داخلی دروازے کے بالمقابل ایک کھڑکی کے شیشے ٹوٹنے کی آواز سُنی تھی۔اُس نے بے یقینی سے بہت دور اُس شیشے کی گرتی کرچیاں دیکھی تھیں... وہ ساؤنڈ پروف بلٹ پروف شیشے تھے... ٹوٹ کیسے رہے تھے...؟؟ ایک لمحہ کے لئے اُس نے سوچا تھا اور پھر اُس نے ہال کے عقبی حصّے اور باہر کوریڈور میں شور سُنا تھا اور اس سے پہلے وہ کچھ سمجھ سکتا، اُس سمیت سٹیج پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو سیکورٹی گارڈز نے کور کرتے ہوئے سٹیج کے عقب میں کھینچتے ہوئے فرش پر لیٹنے کا کہہ رہا تھا۔ہال میں اب شور تھا۔ گارڈز چِلّا چِلّا کر ordersدے رہے تھے اور جس جس اہم شخصیت کے ساتھ وہ سیکورٹی پر مامور تھے۔وہ اُسے cover کرنے میں مصروف تھے۔وہاں موجود ہر شخص خاص تھا... اہم... وہ دُنیا کے بہترین اثاثوں کا مجمع تھا، جو اب زندگی بچانے کی جدوجہد میں مصروف تھے اور وہاں زمین پر اوندھے منہ لیٹے سالار کو حمین کا خیال آیا تھا اور اُس کا دل کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔ہال میں اُس کے بعد حمین سکندر کو داخل ہونا تھا... اور وہ نہیں آیا تھا... تو کیا یہ حملہ اُس پر... وہ سوچ نہیں سکا، وہ زمین سے اُٹھ گیا... گارڈز نے اُسے روکنے کی کوشش کی... اُس نے اُنہیں دھکا دیا اور چِلّایا "Go away..."وہ اُس کے پیچھے لپکے تھے۔وہ زمین پر لیٹے لوگوں کو پھلانگتا، کھڑے گارڈز سے ٹکراتا داخلی دروازے تک آگیا تھا جو اس وقت سیکورٹی

آفیشلز سے بھرا ہوا تھا... اور اس ہجوم میں بھی اُس نے ریسپشن رنز کے ساتھ سفید ماربل کے فرش پر خون کے دھبے دیکھے تھے جو پورے فرش پر لفٹ تک گئے تھے۔

"کس کو گولی لگی ہے؟" اُس نے اپنے سرد ہوتے وجود کے ساتھ وہاں ایک سیکورٹی آفیشل کا کندھا پکڑ کر پوچھا۔

"حمین سکندر" سالار کے پیروں سے جان نکل گئی تھی، وہ لڑکھڑایا تھا۔اُن دونوں سیکورٹی گارڈز نے اُسے سنبھالا۔

"Is he alive?"اُس نے اُس سیکورٹی اہلکار سے دوبارہ پوچھا۔جواب نہیں آیا۔

☆☆☆☆

امامہ اُس ہوٹل کے ساتویں فلور پر سالار سکندر کے کمرے میں تھے۔وہ ایک suite تھا اور اُن کے برابر کے کمرے میں حمین رہ رہا تھا۔امریکہ شفٹ ہوجانے کے بعد امامہ سالار کے ہر سفر میں اُس کے ساتھ جارہی تھی۔اس سفر میں حمین بھی اُن کے ساتھ تھا۔وہ اُس ہی کے ذاتی طیّارے پر آئے تھے... افریقہ وہ دو دہائیوں سے بھی زیادہ عرصے کے بعد آئی تھی اور اس بار وہ Congo بھی جانا چاہتے تھے... اپنی پرانی یادیں تازہ کرنے کے لئے... اُن تینوں نے کچھ دیر پہلے اکٹھے ہی کمرے میں ناشتہ کیا تھا... اس کانفرنس کے بعد وہ سہ پہر کو کنشاسا جانے والے تھے اور امامہ اُس وقت اپنی پیکنگ میں مصروف تھی۔وہ کچھ دیر پہلے اُس suite میں اپنے اور حمین کے بیڈرومز کا

درمیانی دروازہ کھول کر اُس کا سامان بھی پیک کر آئی تھی، اپنے بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے اُس نے اپنے کمرے کے دروازے پر زوردار دستک سُنی تھی۔وہ بُری طرح ہڑبڑائی، پھر اُس نے جاکر دروازہ کھولا... پورا کوریڈور سیکورٹی آفیشلز سے بھرا ہوا تھا اور وہ تقریباً ہر کمرے کے دروازے پر تھے۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" اُن میں سے ایک نے پوچھا۔

"ہاں... کیوں؟" اُس نے حیرانی سے کہا۔وہ دونوں بڑی تہذیب سے اُسے ہٹاتے ہوئے اندر چلے آئے تھے اور اُنہوں نے اندر آتے ہی کھڑکی کے کھلے ہوئے بلائنڈز بند کئے تھے۔پھر اُن میں سے ایک حمین کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا تھا اور کچھ دیر بعد لوٹا۔

"کیا بات ہے؟" امامہ اب شدید تشویش کا شکار ہوئی تھی۔" ایک ایمرجنسی ہوگئی ہے... آپ کمرے سے باہر مت نکلیں... اگر کچھ مسئلہ ہو تو ہمیں بتادیں۔" اُن میں سے ایک اُسے کہہ رہا تھا دوسرا اُس کا باتھ روم اور وارڈروب برق رفتاری سے چیک کر آیا تھا۔وہ جس تیز رفتاری سے آئے تھے، اُس ہی تیز رفتاری سے باہر نکل گئے تھے... امامہ کو جیسے panic attack ہوا تھا۔وہ سالار اور حمین کو اُس وقت فون نہیں کرسکتی تھی کیوں کہ فون سروس اُس وقت کام نہیں کررہی تھی، مگر اُس نے TV آن کرلیا تھا، جہاں پر لوکل اور بین الاقوامی چینلز اس کانفرنس کی لائیو کوریج کرنے میں مصروف تھے۔سکرین پر پہلی تصویر اُبھرتے ہی امامہ کھڑی نہیں رہ سکی، وہ صوفہ پر بیٹھ گئی TV... کی سکرین پر وہ ٹوٹی ہوئی کھڑکی تھی... اور بینکوئیٹ ہال کے باہر ہوا سے ڈرون کیمروں کے ذریعے فضائی مناظر دکھائے جارہے تھے... سکرین پر caption بار بار نمودار ہورہا تھا... جو اُس گلوبل

کانفرنس پر ہونے والے حملے اور فائرنگ کی خبر بریکنگ نیوز کی طرح سے چلا رہے تھے... مگر یہ وہ caption نہیں تھا جس نے امامہ کو بدحواس کیا تھا... وہ دوسرا ticker تھا جو بار بار آرہا تھا۔

TAI کے سربراہ حمین سکندر اس حملے میں شدید زخمی۔امامہ کو لگا اُسے سانس آنا بند ہوگیا تھا۔اُس نے اُٹھنے کی کوشش کی... وہ اُٹھ نہیں سکی... اُس نے چیخنے کی کوشش کی تھی، وہ وہ بھی نہیں کرسکی... افریقہ اُس کے لئے منحوس تھا۔اُس نے سوچا تھا اور اپنے کمرے کے دروازے پر اُس نے دھڑدھڑاہٹ سُنی اور پھر اُس نے حمین سکندر کے کمرے کا دروازہ کھُلتے دیکھا۔

☆☆☆☆

سالار سکندر کو سیکورٹی آفیشلز روک نہیں پائے تھے... پکڑنے، سمجھانے، آگے جانے سے روکنے کی کوشش کے باوجود... وہ برق رفتاری سے اُن چار lifts میں سے اُس لفٹ کی طرف گیا تھا جس طرف خون کے وہ دھبے گئے تھے۔سیکورٹی آفیشلز اب اُسے عقب سے کور کررہے تھے۔وہ اُسی کھڑکی کے سامنے خود کو ایک بار پھر expose کررہا تھا جہاں اب شیشہ نہیں تھا اور اُس کے سامنے کی عمارت سے فائرنگ ہوئی تھی... سامنے والی عمارت کو اب گھیرے میں لیا جارہا تھا اور جب تک وہاں security clearance نہیں ہوجاتی وہ ہال سے کسی کو ایک بار پھر اُن کھڑکیوں کے سامنے

سے گزر کر liftsتک جانے کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتے تھے... مگر سالار سکندر کو وہ کوشش کے باوجود نہیں روک سکے تھے۔

لفٹ کا دروازہ اب کُھل گیا تھا... اور اُس کا فرش بھی خون آلود تھا... بہت زیادہ نہیں لیکن فرش یہ بتارہا تھا کہ وہ جو بھی تھا... شدید زخمی تھا۔لفٹ کے اندر پہنچنے کے بعد سالار کو سمجھ نہیں آئی وہ اُس کے بعد آگے کیا کرے... وہ اپنے بیٹے کے خون پر بھی قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرپارہا تھا... اُس کے اندر داخل ہوتے ہی سیکورٹی آفیشلز اُس کے پیچھے اندر گھسے تھے اور اُنہوں نے دروازہ فوری طور پر بند کیا اور پھر جیسے سکون کا سانس لیا۔

"اُسے کہاں لے کر گئے ہیں؟" سالار نے کھوکھلی آواز کے ساتھ کہا تھا۔ہمیں نہیں پتہ سر" اُن میں سے ایک نے جواب دیتے ہوئے 7th Floor کا بٹن پریس کردیا۔

"مجھے حمین کے پاس جانا ہے۔" وہ چِلّایا تھا۔وہ دونوں خاموش رہے۔لفٹ برق رفتاری سے حرکت میں تھی۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

☆☆☆☆

حمین کے کمرے کے کُھلے دروازے میں حمین کھڑا تھا۔اُس کی سفید شرٹ خون آلود تھی اور وہ سیاہ کوٹ بھی اُس کے جسم پر نہیں تھا جو وہ پہن کر گیا تھا۔وہ بے حس و حرکت بیٹھی اُسے دیکھتی

رہی۔سکرین پر ابھی بھی اُس پر ہونے والے حملے کی تفصیلات چل رہی تھیں۔اور وہ اپنے پیروں پر کھڑا اُسے دیکھ رہا تھا۔امامہ اُٹھی... دوبارہ بیٹھ گئی... اُس کی خون آلود شرٹ اُس کی جان نکال رہی تھی اور اُس کا اپنے پیروں پر کھڑا وجود اُسے زندگی بخش رہا تھا۔

وہ ایک بار پھر اٹھی اور بھاگتے ہوئے اُس نے جاکر حمین کو اپنے ساتھ لپٹایا تھا۔" میں ٹھیک ہوں ممّی... میں بالکل ٹھیک ہوں۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"بابا کہاں ہیں؟" اُس نے امامہ سے اگلا سوال کیا تھا اور امامہ کو پہلی بار سالار کا خیال آیا۔تب ہی دروازہ دوبارہ دھڑدھڑایا گیا اور وہ اپنے قدموں پر چلتا دروازے تک گیا اور اُس نے دروازہ کھول دیا۔اُس کے بالکل سامنے سالار سکندر کھڑا تھا۔چند لمحوں کے لئے باپ بیٹا ایک دوسرے کو دیکھ کر فریز ہوئے تھے۔پھر سالار آگے بڑھا اور شادیٔ مرگ سی کیفیت میں اُس نے حمین کو لپٹایا تھا۔ زندگی میں پہلی بار حمین سکندر نے سالار سکندر کی گرفت کو اتنا سخت پایا تھا کہ اُسے لگا اُس کا دم گُھٹ جائے گا۔اُسے اپنی گردن کی پشت سے بہتے خون کی اتنی تکلیف نہیں ہوئی تھی جتنی اپنے گالوں کو نم کرتے سالار کے آنسوؤں سے...

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

سالار کے خاندان میں سے اُس کا جانشین کون ہوگا اُس کی پشت سے بہتا خون اُس کا اعلان کررہا تھا۔

"بابا میں ٹھیک ہوں...آئیں دوبارہ چلتے ہیں کانفرنس ہال میں۔" سالار نے اپنے کانوں میں مستحکم آواز میں کہی ہوئی ایک سرگوشی سُنی تھی۔



وہ افریقہ کی تاریخ کا یادگار ترین دن تھا جب کئی سالوں بعد تاریخ ایک بار پھر دہرائی جارہی تھی۔

بینکوئیٹ ہال میں تمام delegates ایک بار پھر اپنی سیٹوں پر براجمان تھے۔خوف و ہراس کی ایک عجیب سی فضا میں بے حد ناخوش مگر کانفرنس جاری تھی... کینسل نہیں ہوئی تھی۔اُس کھڑکی کا وہ شیشہ اُسی طرح ٹوٹا ہوا تھا مگر اب سامنے والی بلڈنگ سیکورٹی آفیشلز کے حصار میں تھی۔کانفرنس ایک گھنٹہ کی تاخیر سے اب دوبارہ شروع ہونے جارہی تھی۔

سالار سکندر اور حمین دونوں امامہ کے کمرے میں تھے۔میڈیکل ٹیم حمین کو فرسٹ ایڈ دے چکے تھے، اور فرسٹ ایڈ دینے کے دوران اُنہیں پتہ چلا تھا کہ گولی اُس کی گردن میں نہیں گئی تھی۔وہ اُس کی گردن کی پشت پر رگڑ کھاتی اور جلد اور کچھ گوشت اُڑاتے ہوئے گزر گئی تھی... اُس کی گردن پر تین انچ لمبا اور آدھ انچ گہرا ایک زخم بناتے ہوئے... میڈیکل ٹیم نے اُس کی بینڈیج کی تھی اور پین کلر لگا کر اُس کے اس زخم کو کچھ دیر کے لئے سُن کیا تھا تاکہ وہ کانفرنس اٹینڈ کرسکتا۔اُسے blood لگنا تھا لیکن وہ فوری طور پر اُس کے لئے تیّار نہیں ہوا تھا۔اس وقت اُس کے لئے اہم ترین چیز اُس کانفرنس ہال میں دوبارہ بیٹھنا تھا... اُن لوگوں کا دکھانا تھا کہ وہ اُنہیں گرا نہیں سکے... ڈرا بھی نہیں سکے۔

سالار سکندر اُس سے پہلے کمرے سے نکلا تھا اور اب کپڑے تبدیل کرنے کے بعد حمین سکندر امامہ سے گلے مل رہا تھا۔امامہ نے اُسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی... وہ سالار سکندر کا بیٹا تھا، اُسے کون روک سکتا تھا... اُس نے صرف اُسے گلے لگایا تھا، ماتھا چوما تھا اور دروازے پر رخصت کر دیا تھا۔

اُس لفٹ کا دروازہ 10:40 پر ایک بار پھر کُھلا تھا... اس بار حمین سکندر کے ساتھ سیکورٹی کا کوئی اہلکار نہیں تھا صرف اُس کے اپنے سٹاف کے لوگ تھے۔اُس کے لفٹ سے کوریڈور میں قدم رکھتے ہی وہاں تالیوں کا شور گونجنا شروع ہوا تھا۔وہ پریس فوٹوگرافرز اور اُس کوریڈور میں کھڑے سیکورٹی اہلکار تھے جو اُسے اُس دلیری کی داد دے رہے تھے جو وہ دکھا رہا تھا... لمبے ڈگ بھرتے اُس نے ٹوٹے شیشے والی اُس کھڑکی کو بھی دیکھا جو ہال کے داخلی دروازے کے بالکل سامنے ایک عجیب سا منظر پیش کر رہی تھی، اگرچہ اُس کے سامنے اب سیکورٹی اہلکاروں کی ایک قطار رہتی تھی۔تیز قدموں سے لمبے ڈگ بھرتا حمین سکندر جب ہال میں داخل ہوا تھا تو ہال میں تالیاں بجنی شروع ہوئی تھیں، پھر وہاں بیٹھے وفود اپنی اپنی سیٹوں سے کھڑے ہوگئے تھے۔

حمین سکندر مسکراتا، سر کے اشارے سے اُن تالیوں کا جواب دیتا سٹیج کی طرف بڑھ رہا تھا اور سٹیج پر بیٹھے ہوئے لوگ آہستہ آہستہ کھڑا ہونے شروع ہوئے تھے اور پھر حمین نے سالار سکندر کو کھڑا ہوتے دیکھا تھا۔حمین چلتے چلتے رُک گیا تھا... وہ اُس کے باپ کی طرف سے اُس کی تعظیم تھی جو اُسے پہلی بار دی گئی تھی۔ایک لمحہ ٹھٹھکنے کے بعد حمین سکندر نے سٹیج کی سیڑھیاں چڑھنا شروع کر دیا تھا۔

Kitab Nagri
www.kitabnagri.com

دنیا بھر کے TV چینلز وہ مناظر live دکھا رہے تھے... دلیری کا ایک مظاہرہ وہ تھا جو دنیا نے کئی سال پہلے اسی افریقہ میں سالار سکندر کے ہاتھوں دیکھا تھا، جرأت کا ایک مظاہرہ وہ تھا جو آج اسی افریقہ میں وہ حمین سکندر کے ہاتھوں دیکھ رہے تھے۔

سٹیج پر اب TAI اور SIF کے دونوں سربراہان مل رہے تھے اور اُس memorandum پر دستخط کررہے تھے جس کے لئے وہ وہاں آئے تھے اور پھر اُس کے بعد حمین سکندر نے تقریر کی تھی... اُس ہی آخری خطبے سے اپنی تقریر کا آغاز کیا تھا جس کا حوالہ کئی سال پہلے اُس کے باپ نے افریقہ کے سٹیج پر دیا تھا۔

"بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے بادشاہی اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔" اُس نے سورۃ ملک کی آیات سے اپنی تقریر کا آغاز کیا۔

"وہ ذات جس نے پیدا کیا موت اور زندگی کو تاکہ آزمائش کرے تمہارے کہ کون تم میں سے زیادہ اچھا ہے عمل میں... اور وہ ہے زبردست، بے انتہا... معاف فرمانے والا۔"

اُس ہال میں سوئی گرنے جیسی خاموشی تھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کرنے پر قادر ہے جو کُن کہتا ہے تو چیزیں ہوجاتی ہیں، جو دشمنوں کی چالیں اُن ہی پر اُلٹا دیتا ہے۔

"کئی سال پہلے SIF نے سود کے خلاف اپنی پہلی جدوجہد افریقہ سے شروع کی تھی، یہ وہ زمین تھی جس پر میرے باپ نے ایک سودی نظام کے آلۂ کار کے طور پر کام کرتے ہوئے سود کے خلاف کام کرنے کا فیصلہ کیا تھا... اُس سود کو جسے آخری خطبہ میں نبی آخرالزمانؐ نے حرام قرار

www.kitabnagri.com

دیا تھا اور اُس آخری خطبے میں یہ صرف سود نہیں تھا جس کے خاتمے کا فیصلہ کیا گیا تھا، یہ مساوات بھی تھی جس کا حکم دیا گیا تھا۔۔ انسانوں کو اُن کے رنگ، نسل، خاندانی نام و نسب کے بجائے صرف اُن کے تقویٰ اور پارسائی پر judge کرنے کا SIF...اور TAI آج اُس ہی مشن کو آگے بڑھانے کے لئے دنیا کے سب سے بڑے گلوبل فنڈ کا قیام عمل میں لایا ہے..." وہ بات کررہا تھا اور پوری دُنیا سُن رہی تھی... وہ آخری نبیؐ کا حوالہ دیتا ہوا بات کررہا تھا اور وہ پھر بھی سُننے پر مجبور تھے... کیونکہ وہ باعمل بہترین مسلمان تھے جن کے قول و فعل میں دُنیا کو تضاد نظر نہیں آرہا تھا۔جو طاقت ورتھے تو دُنیا اُن کے مذہب کو بھی عزّت دے رہی تھی اور اُس مذہب کے پیغام بر کو بھی...

وہ ایک گولی جو دُنیا کی تاریخ بدلنے آئی تھی وہ کاتبِ تقدیر کے سامنے بے بس ہوگئی تھی... تاریخ ویسے ہی لکھی جارہی تھی جیسے اللہ تعالیٰ چاہتا تھا اور وہ ہی لکھ رہے تھے، جن کو اللہ نے منتخب کیا تھا۔بے شک طاقت کا سرچشمہ اللہ ہی کی ذات ہے جس کی محبت وہ آبِ حیات ہے جو زندگی کو دوام بخشتا ہے اس دُنیا سے اگلی دُنیا تک۔

☆☆☆☆

ترپ کا پتّہ

مارچ 2040

امریکہ کے اُس اسپتال کے نیوروسرجری ڈپارٹمنٹ کے آپریشن تھیٹر میں ڈاکٹر جس شخص کا دماغ کھولے بیٹھے تھے وہ آبادی کے اُس 2.5فیصد حصّہ سے تعلق رکھتا تھا جو I.Q Level 150 کے ساتھ غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے۔

وہ آپریشن آٹھ گھنٹہ سے ہورہا تھا اور ابھی مزید کتنی دیر جاری رہنا تھا، یہ کسی کو اندازہ نہیں تھا۔ ڈاکٹرز کی اس ٹیم کوlead کرنے والا ڈاکٹر دُنیا کے قابل ترین سرجنز میں سے ایک مانا جاتا تھا۔ آپریشن تھیٹر سے منسلک ایک گلاس روم میں سرجری ریذیڈنٹس اس وقت جیسے سحر زدہ معمول کی طرح اس ڈاکٹر کے چلتے ہوئے ہاتھوں کو بڑی سکرین پر دیکھ رہے تھے جو اُس کھلے ہوئے دماغ پر یوں کام کررہا تھا جیسے کسی pianist کی انگلیاں ایک پیانو پر۔وہ اپنی مہارت سے سب کو مسمرائزڈ کئے ہوئے تھا سوائے اس ایک شخص کے جس کی زندگی اور موت اس وقت اس کے ہاتھ میں تھی۔ آپریشن کے دوران وہ نیوروسرجن چند لمحوں کے لئے رُکا تھا۔ایک نرس نے بنا کہے اُس کے ماتھے پر اُبھرنے والے قطروں کو ایک کپڑے سے خشک کیا۔وہ شخص ایک بار پھر اپنے سامنے آپریشن تھیٹر کی ٹیبل پر پڑے ہوئے اُس دماغ پر جھکا جو دُنیا کے ذہین ترین دماغوں میں سے ایک تھا اور جو ایک گولی کا نشانہ بننے کے بعد اُس کے سامنے آیا تھا۔دُنیا کی اہم ترین پوزیشنز پر فائز رہنے والے اس شخص کے لئے اس ایمرجینسی میں اُسے بلوایا گیا تھا۔وہ سرجن اب تک 270 اہم اور نازک ترین کامیاب سرجریز کرنے کے بعد اس وقت امریکہ کی تاریخ کا کم عمر اور سب سے

قابل سرجن تھا۔لیکن آج پہلی بار اُسے لگ رہا تھا کہ اُس کا وہ 100Percent کامیابی کا ریکارڈ ختم ہونے والا تھا۔وہ ایک بار پھر گہری سانس لے کر ٹیبل سے ہٹا۔اُسے کسی چیز کی ضرورت پڑی تھی اس آپریشن میں کامیابی کے لئے۔

ختم شُد

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ آپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔تو

www.kitabnagri.com آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہی ہے۔

اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،ارٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو

ابھی ای میل کریں۔

www.kitabnagri.com

samiyach02@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Fb/Page/Social Media Writers .Official

Fb/Pg/Kitab Nagri

samiyach02@gmail.com